Tarikh-i-Marrakush
Va Maghrib-ul-Aqsa..
by
Meakin and Ahmad Bek.
3, Pts in One

Mackenzie,
John Stuart

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

تاریخ مراکش و مغرب الاقصیٰ

جسے مولوی محمد انشاء اللہ زمیندار انعام آباد ضلع گوجرانوالہ واڈیٹر اخبار وطن، مؤلف تاریخ خاندان عثمانیہ وغیرہ نے مسٹر میکنس سیاح مراکو کی تازہ تصنیف انگریزی کتاب اور مولانا احمد مراکو کے زندہ نامور مورخ کی عربی تاریخ سے ابناء ملک کے استفادہ وآگاہی کے لئے تالیف کیا

تین حصوں میں

حصہ اول

بار دوم

سنہ ۱۹۰۸ء مطابق سنہ ۱۳۲۶ھ

میں

مطبع حمیدیہ لاہور میں باہتمام مولوی محمد انشاء اللہ طبع اور حمیدیہ ایجنسی لاہور کی طرف سے شایع ہوئی

قیمت فی حصہ ایک روپیہ پانچ آنے ۱/۵

عرضِ حال

محترم ناظرین۔ گو یہ کتاب بھی تاریخ اور اسلامی تاریخ سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اس کا مبحث آپ میری پہلی تالیفات سے بالکل جداگانہ پائیں گے۔ وہ کلیہم زیادہ تر سلطنتِ عظمیٰ عثمانیہ کے حالات اور اُسکے بیدار بخت فرمانروائے سلطان عبدالحمید کے اوصاف و محاسن جمیلہ کے متعلق ہیں۔ باقی اسلامی دنیا کا اگر ذکر آیا ہے تو بالاجمال اور یہ ایک اور اسلامی حکومت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ ایک اور امر میں بھی اِن تالیفات سے نیازمند مؤلف کے نزدیک نمایاں امتیاز رکھتی ہے۔ اِن کتابوں کی تالیف کا ارادہ کرتے وقت میرے دل کی جو کیفیت ہوتی تھی۔ وہ رنج اور مسرت دونوں پر محیط ہوتی تھی۔ کیونکہ میں دیکھتا تھا۔ کہ اگرچہ میرے ہموطن اس مقتدر ترین اسلامی سلطنت کے حالات سے ویسے واقف نہیں۔ جیسا کہ اُن کو ہونا چاہیئے۔ تاہم اِن حالات کے معلوم کرنے کا دلی شوق رکھتے ہیں۔ اسی طرح گو اردو زبان کا لٹریچر اس مضمون کی تالیفات سے تقریباً خالی ہے۔ لیکن بالکل خالی نہیں۔ زیادہ نہ سہی۔ دو چار چھوٹی بڑی کتابیں تو پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ اور سب سے بڑی وجہ اس جامع اتضاد کیفیت کی یہ تھی۔ کہ اگر ایک طرف مجھے عثمانیہ سلطنت کی سابقہ عظمت اور چند برس ماقبل کے کامل انحطاط کو یاد کر کے دلی رنج ہوتا تھا۔ تو ویسے ہی موجودہ فرمانروا کے ظلِ حمایت میں اُسکے بتدریج پھر پہلی جیسی سطوت و جبروت حاصل کرتے چلے جانے کے واقعات قلم بند کر دینے سے سچی خوشی بھی حاصل ہوتی رہتی تھی۔

اِسکے برعکس تاریخ مراکو کو شروع کرتے وقت تاسف و افسوس کے سوا خوشی نام کو نہ پائی جاتی تھی۔ میں دیکھتا تھا کہ اگرچہ براعظم افریقہ کے کروڑوں میل مربع رقبہ میں اب صرف یہی ایک آزاد اسلامی سلطنت رہ گئی ہے۔ اس کے وجود کو بھی ایسی بُری طرح سے فراموش کر دیا گیا ہے۔ کہ ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمانوں میں جغرافیہ پڑھنے والے طلباء کی جماعت سے باہر چھ ہزار مسلمانوں کو بھی اس کا نام معلوم نہیں۔ اور ان چھ ہزار میں سے چھ کو بھی کبھی بھولے سے اُس کا خیال تک نہیں گذرا۔ خود سلطنت کی بھی یہ حالت

معائنہ کرتا تھا۔ کہ اگر غفلت و لاپرواہی کا یہی عالم رہا۔ تو اُس کی آزادی بھی اگر ماند شبے ماند۔ شب دیگر نے ماند۔ جلد مصر۔ تونس۔ الجزائر۔ اندلسیہ و سوڈاں وغیرہ کی طرح ایام گذشتہ کی کہانی ہوجائیگی میں ایک طرف یہ گوارا نہیں کرسکتا تھا۔ کہ ابنائے وطن کو بدستور اس عظیم اسلامی ملک کے حالات سے بیخبر رہنے دوں۔ اور دوسری طرف ملک کی عام بے رغبتی اور یہی لاعلمی اُس کے متعلق کسی کتاب کے تالیف کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ اِس معمہ کو شروع شروع میں میں نے اخبارات میں مراکو کے متعلق مضامین[1] شائع کرنے سے حل کرنے کی کوشش کی۔ مگر میں چند ہی مضامین لکھنے پایا تھا۔ کہ ایک واقعہ نے اِس تذبذب کا فیصلہ کردیا۔ ۱۹۰۰ء میں میں نے سلطنت مراکو کے متعلق ایک تازہ انگریزی تالیف کا اشتہار دیکھا۔ اُسے فوراً خریدا۔ اور جب اس کے خاتمہ پر ان کتابوں کی فہرست جو اور زبانوں میں اس اسلامی سلطنت پر لکھی جاچکی ہیں۔ دیکھی۔ اور اُنمیں فقط انگریزی زبان کی درجنوں سے زیادہ کتابیں پائیں۔ تو سخت صدمہ پہنچا۔ اور حمیت اور غیرت نے گوارا نہ کیا۔ کہ مسیحی یورپ کی ہر ایک زبان میں تو اس قدر کتابیں موجود ہیں۔ اور اس زبان میں جسے چھ کروڑ مسلمان اور نو کروڑ سے زیادہ ہموطن بولتے اور پڑھتے ہوں۔ ایسی سلطنت پر جو تیرہ سو برس سے سرزمین مغرب میں کل دنیا کے مقابلہ پر اسلام کی عزت قائم رکھے ہوئے ہے ایک کتاب بھی موجود نہ ہو۔ یہ امر اردو و علم ادب کے لئے کچھ کم دھبہ اور مسلمانان ہندوستان کے لئے کچھ کم شرم کا موجب نہ تھا۔ میں نے اسی وقت ملک کی بیشوقی و بے رغبتی اور مفید لٹریچر و تالیفات کی عام ناقدردانی کے خیالات کو بالائے طاق رکھکر اس کتاب کو شروع کردیا۔

میں نے پہلے صرف مسٹر میکنس کی تاریخ کا ترجمہ شروع کیا۔ مگر چند اوراق ترجمہ کئے تھے۔ کہ طبیعت نے ایک خاص اسلامی تاریخ کے لئے محض ایک اجنبی کی کتاب کو ماخذ بنانا پسند نہ کیا۔ اسی اجنبی کی طفیل مجھے معلوم ہوچکا تھا۔ کہ مراکش کی تاریخ پر متعدد عربی کتابیں بھی موجود ہیں۔ میں نے اُن کو بلا توقف مصر سے منگوا لیا۔ اور حسب ضرورت اُن سے بھی جن میں خاص طور پر قابل ذکر مولانا احمد کی تاریخ ہے۔ اس کتاب کی تدوین میں مدد لی۔ پس اس کتاب کو مسٹر میکنس کی کتاب کا پورا ترجمہ

---

[1] ان میں سے اکثر کتاب ترکوں کی موجودہ حالت اور اسلامی دنیا کے فوٹو میں درج ہیں۔

اور چند عربی تاریخوں کا خلاصہ سمجھنا چاہئے۔ مراکش کی اہمیت اور اسلامی لحاظ سے حقیقی وقعت ناظرین کو اس سے معلوم ہو سکتی ہے۔ کہ اسلام کی ابتدائی فتوحات میں ایران اور شام و عراق کے سوا صرف یہی ایک ملک ایسا ہے۔ جو عیسائیوں کی لگاتار کوششوں کے بعد مسلسل مسلمانوں کے قبضہ میں چلا آیا ہے۔ حالانکہ وہ باقی تمام اسلامی ممالک سے بالکل جدا ہو گیا ہے۔ اور چاروں طرف اسلام کے مخالفوں سے گھرا ہوا ہے۔

حسن اتفاق سے یہ کتاب ایسے وقت شائع ہوتی ہے جبکہ اخبارات میں فرانس کے اغتصاب اور سلطان مراکو کی طرف سر انگلستان۔ فرانس اور جرمنی کو خاص سفارتیں جانیکی طفیل اس ملک کا عام چرچا ہو رہا ہے۔ اور کم از کم ملک کا اخبار خواں حصہ اُسکے نام سے محض ناآشنا نہیں رہ گیا ہے ایسی صورت میں یہ توقع رکھنا غالباً غلط نہ ہوگا۔ کہ ابنائے ملک مراکو کی کسی تاریخ سے اب ایسے بے رغبت نہ پائے جائینگے۔ جیسے کہ ایک سال پہلے اُنکی نسبت امید کیجاتی تھی۔ بہرحال میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اُس کی قدر کرنا یا نہ کرنا ابنائے وطن اور محبان قوم کا کام ہے۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدےٰ +

الملتمس

بندہ **محمد انشاء اللہ** عفی عنہ اڈیٹر اخبار وطن لاہور

(دفتر حمیدیہ ایجنسی لاہور) ۳۰۔ جولائی سنہ ۱۹۰۱ء

طبع دوم سنہ ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ سلطنت مغرب الاقصیٰ

دیباچہ مسٹر بجٹ میکنس مصنف مورش ایمپائیر وغیرہ

یہ تجویز ایک سے زیادہ مرتبہ اخباری دُنیا مین پیش ہو چکی ہے۔ کہ نئی کتاب پر ایک ریویو خود اس کے مصنف کی قلم سے بھی ہونا چاہیئے۔ لیکن میرے خیال مین یہ استحقاق مصنف کو ایک حد تک دیباچہ کی صورت مین ہمیشہ سے حاصل رہا ہے۔ اس مین وہ اپنے مقصد وصول کے اظہار کے ساتھہ ہی یہ بھی ظاہر کر سکتا ہے کہ وہ اپنے ختم شدہ کام سے کہان تک مطمئن یا غیر مطمئن ہے۔

جن صفحات کی یہ سطرین دیباچہ ہین وہ اس کوشش کا نتیجہ ہے جو مین نے "مورون" یعنی اہالی مغرب الاقصےٰ کی موجودہ حالت کو نسبتًا اچھی طرح سمجھہ سکنے کی غرض سے اُن کے گذشتہ حالات و واقعات سے واقف و باخبر ہونے کے لیئے کی۔ شروع مین میرا ارادہ تہا کہ مورون کے متعلق جو کچھہ مین لکھنا چاہتا ہون اوسے ایک ہی جامع کتاب مین تحریر کرون اور اس کتاب کے مضمون کو اس کا ایک حصہ بناؤن۔ بنابرین مین نے اسے حتی الامکان نہایت ہی اختصار سے قلمبند کیا۔ اور تمام ایسے واقعات کو جو نفس مطلب کے لیئے ضروری نہ تھے نظر انداز کر دیا۔ اختصار کی ایک اور بھی زبردست وجہہ تھی۔ اس زمانہ مین لوگون کی مصروفیت اور مشاغل اسقدر بڑھ گئے ہین کہ ضخیم کتابون کے پڑھنے کی بہت کم فرصت

نکال سکتے ہین۔ اور وہ بیفایدہ تفصیل اور غیر ضروری تشریح و توضیح سے اُکتا
جاتے ہین۔ پس مین نے کہانی کو لمبا کرنے کے لیے ایک نقطہ بہی بلا ضرورت ایزاد کرنے
کی بجاے ایسے اختصار سے کام لیا ہے۔ کہ عموماً ایک مختصر سا عنوان کل فصل کے مدعا
کو اور چند سطرین ایسی راے کو ظاہر کر رہی ہین جو بیشمار کتابون کا نچوڑ ہے۔ اس اختصار
کے ساتہہ ہی اول سے آخر تک میری یہ کوشش رہی ہے۔ کہ مین کتاب کو عام مرغوب
پیرایہ مین متلاشیان علم کے روبرو پیش کرون۔ اور اس مین صحت و درستی کو مدنظر
رکہہ کر اسقدر تفصیل سے کام لون۔ جو مضمون کو خشک اور بیمزہ ہونے سے محفوظ
رکھے اور پڑہنے والے کی طبیعت مطمئن ہو جاے۔ اس متضاد کوشش کیوجہ سے میرا کام
جسقدر کٹھن ہوگیا۔ اوسکا اندازہ باسانی ہو سکتا ہے۔

جو ناظرین شستہ و رفتہ عبارت و انشا پردازی یا ایک مسلسل داستان کا لطف
اوٹہانیکے شایق ہین وہ میری کتاب کو یقیناً اپنے مذاق کی نہین پائین گے۔ اونکی
خدمت مین اپنی تصنیف کی بیشمار کمیون اور فروگذاشتون کے لیے مین یہی عذر پیش
کر سکتا ہون کہ یہ مضمون انگریزی لٹریچر مین تقریباً نیا ہے۔ اور کہ کسی اور زبان
مین بہی یہ ایسی جامعیت کے ساتہہ بحث نہین کی گئی۔ جیسے مین نے مدنظر رکھا
ہے۔ علاوہ بران اعلیٰ نازک خیالی اور شاعرانہ سلاست و روانی مورخ کا معراج
نہین ہے۔ اوس کا معراج یہ ہے۔ کہ ہر وقت امر واقع کو پیش نظر رکہے حقیقت و واقعہ
کے سوا کسی اور چیز کیطرف ہونے سے بہی مایل نہ ہو۔ اوس مین یہ قابلیت ہو کہ متضاد
شہادتون اور راویون مین سچے اور جھوٹے کی تمیز کر سکے۔ اپنی زور قلم سے مردون
کو ان بڑے بڑے واقعات کے تذکرہ کیوقت جن مین اونہون نے اپنی اپنی باری
مین حصہ لیا تہا۔ زندہ کر دکھانے اور اسطرح سے گذشتہ و حال کو ایک جگہہ کہڑا کر
دکھانے کی طاقت رکہتا ہو۔ شاید مجھُ پر یہ اعتراض کیا جاے کہ ایسے مضمون پر جو
یوروپین اغراض و مصالح سے بہت ہی دور کا تعلق رکہتا ہے۔ مبصرانہ غور و فکر کی
تکلیف اوٹہانا فضول تہا۔ اس کے جواب مین مین یہی عرض کر سکتا ہون۔ کہ اہالی مغرب
کی سرگذشت کا مطالعہ محض جغرافی یا علم نوع البشری کے لحاظ سے ہی وقیع نہین۔ وہ
اس سے بدرجہا زیادہ اہم ہے۔ نسل انسانی کی داستان مین اُن کی سرگذشت

ایک معقول حصہ رکھتی ہے - اور اوس کے واقعات سے حضرت انسان کی فطرت کے مطالعہ مین خاصی مدد ملتی ہے - چنانچہ مین نے اون واقعات کو جن پر سلطنت مراکش کا تاریخی دفتر مشتمل ہے زیادہ تر دنیا کی تاریخ عامہ کی خدمت و اضافہ کے لیئے جمع اور مرتب کیا ہے - جو اقوام ہم سے قریب کا تعلق رکھتی ہین - اون پر لکھنے والے بیشمار موجود ہین حالانکہ اس زمین پر مکرر در مکرر قلبہ رانی ہو چکی ہے - مین نے بے خبر زمین کو اس کام کے لیئے پسند کیا ہے - اس پر بھی قلبہ رانی کی ضرورت تھی اور یہ کام پہلے سے کم وقیع نہین چنانچہ مجھ سے گذشتہ و موجودہ ×۔ اہالی مغرب کی نسبت[1] اپنی قوم کے سرمایۂ علم و آگاہی کو بڑھانے کے لیئے سالہائے دراز تک اس یقین نے مسلسل اور پوری سرگرمی و توجہ سے محنت کرائی ہے - کہ جو خدمت مین اس میدان مین کرونگا - وہ کسی ایسی خدمت سے بدرجہا زیادہ مفید ہوگی - جو مین کسی عام مستعمل اور مصنفین کے عرصہ سے تختۂ مشق چلے آتے مضمون کے متعلق خواہ کیسے ہی کسی نئے پیرایہ مین کیون نہ کرون گو مین ساتھ ہی یہ بھی جانتا تھا کہ آخر الذکر خدمت عام پسند اور بنا برین مالی لحاظ سے مجھے زیادہ منفعت بخش ہوگی -

جن اصولون کو مد نظر رکھ کر آرنلڈ[2] نے کتاب ٹامس[3] ڈاٹرز کو مرتب کیا تھا - وہی مین نے پیش نظر رکھے ہین - صاحب ممدوح اس کی جلد سوم کے دیباچہ مین بصفحہ ۲۲ لکھتے ہین "یہ کتاب اس غرض سے نہین لکھی گئی کہ ایام سلف اور از یاد رفتہ آئین و قوانین اور فراموش شدہ رسوم و عوائد کے متعلق فضول و بے نتیجہ تلاش و جستجو کی جائے - بلکہ موجودہ اشیاء کی زندہ تصویر ملک کے سامنے پیش کرنے کے لیئے بنا برین عمل سے محترز رہکر محض علم مین لگے رہنے والون کی کرید اور تجسس کو اس سے ویسی سیری نہین ہوگی جیسی کہ مدبر اور عملی مذاق کے دنیا دارون کو اوس سے آگاہی و ہدایت حاصل ہوگی" مین امید کرتا ہون - مین نے ایک ایسا ذخیرہ فراہم کر دیا ہے - جس سے بیشمار مضامین کے شائق اطمینان بخش حد تک مستفید ہو سکین گے - مدت سے فراموش

---

[1] یہی ریمارک مصنف کی باقی دولون متعلقہ کتب "اہالی مغرب" اور "ارض مغرب" پر بعینہ صادق آتے ہین : سیکنس - ۱۲ - ۲۲ء Ann. Old St. [illegible]

ہوگئے ہوئے واقعات وحالات کے دستیاب ہونے پر مورخ کو جیسی خوشی ہوتی ہے۔اوس کا اندازہ ناظرین کبھی نہین کرسکتے۔ نہ اس خوشی مین مصنف کے ساتھہ اُنکی بھی شرکت ہونیکی مین توقع کرسکتا ہون۔ مجھے ایسے موقعون پر ویسی ہی خوشی ہوتی جیسی کہ متلاشی معادن کو سونے یا الماس کی کان ملجانے پر ہوتی ہے۔اور ناظرین کی خوشی زیادہ سے زیادہ صرف اس قسم کی ہوسکتی ہے۔جیسی کہ کسی متمول کے وارث کو ورثہ ملنے پر۔ بہرحال اگر ناظرین نے میری اس خدمت کو ایسے طریق سے استعمال کیا جو مراکو کے حق مین فایدہ بخش ہو تو مین اونکو بڑی خوشی سے لبیک کہتا ہون۔اور سمجھہ لونگا کہ مجھے اپنی برسون کی محنت کا کافی ثمرہ وصلہ مل گیا ہے +

اہالی مغرب کے خیالات ومذاق اور اصول اونکی قومی زندگی پر جو اثر پیدا کرتے ہین۔ وہ صرف اسی صورت مین اجنبی لوگون پر ظاہر ہوسکتے ہین۔جب کہ ان اثرون کو من حیث المجموع اور مدت مدید کے گذشتہ واقعات ومناظر کی خوردبین مین بڑھا پھیلا کر دیکھا جائے۔اور پھر صرف اسی طریق سے وہ اثر جو افراد پر ہوتا ہے بدرستی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔اس غرض کے لیئے ملک وقوم کی داخلی تاریخ جسے خود اہالی ملک نے قلم بند کیا ہو بیش از بیش اہمیت رکھتی ہے۔الزیانی کی تاریخ کے مترجم مسیو ہوداس نے تمہید مین بالکل درست لکھا ہے۔ اوسکا بیان ہے ؀ معتقدان اسلام کی معاشرتی حالت ہماری معاشرت سے ایسی مختلف ہے کہ ہمکو ہمیشہ اُن واقعات کی قدر و منزلت کا درست اندازہ کرنے مین جو اسلامی سرزمین مین واقعہ ہون کسی قدر دقت پیش آتی ہے۔مزید بران بہ مقتضائے فطرت ہمارا طبعی میلان اس طرف ہوتا ہے کہ ہم اونکی پرائیوٹ واندرونی۔ داخلی تاریخ کے متعلقات کو بخوشی نظر انداز کرکے اپنی کل توجہ اونکی بیرونی وخارجی تاریخ پر مبذول رکھتے ہین۔کیونکہ وہ ہماری نظرون مین زیادہ وقعت اور دلچسپی رکھتی ہے۔ گذشتہ خارجیہ تعلقات کی واقفیت خواہ کیسی مفید کیون نہ ہو ہماری اس پالیسی سے بڑھکر کوئی پالیسی کوتاہ نظر نہین ہوسکتی کیونکہ اقوام یا افراد کی معاشرت اور خانگی زندگی کی نہایت ہی روکھی پھیکی جزئی تفصیل بھی بہت دلچسپ ہوجاتی ہے۔جب کہ اوسے قومی کیریکٹر وخصایص و میلانات کا مظہر وآئینہ سمجھہ کر پڑھا جائے۔اس کتاب کے متعلق یہ امر بہت دل

شکنی کا باعث ہوا ہے۔ کہ ملکی مورخون نے اس معاملہ پر کہ مختلف ازمنہ و عہد مین قوم کی حالت کیا تھی۔ اتنا تھوڑا لکھا ہے۔ جو نہ لکھنے کے برابر سمجھا جا سکتا ہے۔ مین نے ان خفیف جھلکون سے جو ملکی تصنیفات مین شاذ و نادر اس مسئلہ کے متعلق پائی جاتی ہین۔ حتی الامکان فایدہ اوٹھایا ہے۔ لیکن اسقدر مصالحہ مجھے نہین مل سکا کہ سوائے موجودہ زمانہ کے کسی اور زمانہ کی قومی زندگی اور طرز معاشرت کی پوری پوری تصویر دکھا سکون۔ تاہم اس کمی کو کچھہ زیادہ اہم نہین سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ جسقدر شہادتین ہر قسم کے ذرائع سے مل سکتی ہین۔ اون سب سے یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ گذشتہ ایک ہزار برس کے زمانہ مین مراکو مین کوئی ویسے تغیر و انقلاب جنہون نے یورپ کی معاشرت اور قومی زندگی مین زمین و آسمان کا فرق پیدا کر دیا ہے۔ ظہور مین نہین آئے۔

ابتدائی یورپین مصنفین مین سے اکثر نے مراکو کی موجودہ تاریخ کے بعض معاملات سے حیرت انگیز واقفیت ظاہر کرنے کے دوش بدوش جو سخت فاش غلطیان کی ہین۔ اور اونکی تحریر مین ہمدردانہ دلچسپی کا شائبہ تک نہین پایا جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے راوی عموماً عیسائی غلام یا عیسائی نومسلم تھے۔ ان دونون جماعتون کے دلون مین مسلمانون کی طرف سے سخت بغض و کدورت اور کینہ و رنج کا ہونا صاف ظاہر ہے۔ اور ساتھہ ہی یہ امر کہ ملک کے اصلی حالات اور باشندون کی بود و باش و عادات کا جسقدر اونکو علم تھا۔ اس قدر کسی متوسط قابلیت کے موجودہ یورپین باشندہ مقیم مراکو کو نہین ہو سکتا۔ نہ جسقدر ان لوگون نے ان حالات کے متعلق تحریر کیا ہے۔ اس قدر کوئی موجودہ یورپین تحریر کر سکتا ہے۔ جو کچھہ مقامی اخبارات مین درج ہوتا ہے۔ اوس سے بڑھکر اوسے کچھہ خبر نہین ہوتی۔ کہ ملک یا شہر مین کیا ہو رہا ہے۔ اور پھر یہ اخبار بھی ابھی حال ہی مین جاری ہوئی ہین۔ چند برس پیشتر ان کا بھی کوئی وجود نہ تھا برعکس ازین وہ غلام یا نومسلم مسلمان خاندانون مین دیگر افراد کی طرح ملے جلے رہتے تھے۔ اور انکی بھی وہی طرز معاشرت اور بود و باش ہو گئی تھی۔ جو اصلی باشندون کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسوقت کا بہترین باخبر بھی مراکو کی نسبت اسقدر

علم نہین رکہتا - جبقدر کہ دوسو برس ہوئے غلامون کو اوس کے متعلق تہا - علوم و تواریخ مشرقی کا جو شایق کافی وقت و مہلت مطالعہ اور خود نتایج نکالنے کے لیئے رکہتا ہو - اوسے مین یہی مشورہ دونگا کہ وہ براہ راست ان تاریخون سے استفادہ کرے - جن سے مین نے مضامین اور واقعات کہلے دل[1] سے اخذ کئی ہین - اور تقریبًا ہر موقعہ پر بشکوری تمام اونکا حوالہ بہی دیدیا ہے - خاصکر مین اون عربی تواریخون کی سفارش کرتا ہون - جن کا مین از حد ممنون ہون اور ڈی سلین - گیان گوس - بامی آر - ہوڈاس - فگنان - جونس - اور دیگر اشخاص نے اونکا یورپین زبانون مین ترجمہ کیا ہے - یہ کتاب مین نے ایسے لوگون کے لیئے نہین لکہی - بلکہ زیادہ تر کوئی دلچسپی نہ رکہنے والی پبلک کے سامنے اصل و معتبر ماخذون سے استنباط کرکے ایسا تذکرہ پیش کرنے کی غرض سے لکہی ہے جو دلچسپی پیدا کردینے کے لیئے کافی مختصر اور ساتہہ ہی کافی درخشندہ و فرحت بخش پیرایہ مین ہو - اور نیز جو سلطنت مراکش کی تباہ عروج و ترقی اور موجودہ حالت کی صحیح تصویر دکہلاکر پبلک مذکور کو اس سلطنت کے کیریکٹر اور طبعی میلان اور فطرت کا اندازہ کرنے کے قابل بناوے -

علم تاریخ کے مبصرین کی خدمت مین میری التماس ہے - کہ وہ اس کتاب کے مطالعہ کے وقت اس امر کو فراموش نہ فرمائین - کہ چونکہ مین نے اس کو خشک اور روکہے پہیکے واقعات کے علم کا ذخیرہ بڑہانے کی بجائے زیادہ تر اہالی مغرب کی بنسبت اپنی قوم کی معلومات کو بڑہانے کی غرض سے تدوین کیا ہے - مین نے جدید طریق تاریخ نویسی پر عمل نہ کرکے ہر حوالہ پر مبصرانہ رائے ظاہر نہین کی - مین نے اس طریق کو پسند کیا ہے کہ معقول و ممکن احتیاط و انتخاب سے کام لیکر مختلف راویون کے بیانات بجنسہ بلا رائے درج کرتے رہکر بحیثیت معتبر شاہدان اونکی قدر و منزلت کے متعلق اپنی رائے دوسرے موقعہ پر ظاہر کردی ہے - اس

---

[1] اس کتاب مین مین نے ١١٠٥ موقعون پر حوالہ دیئے ہین - اور اس تیسرے حصہ مین ٢۴٣ کتابون کا تبصرہ لکہا ہے - میکنس ١٢

اصول کو مین نے ملکی راویون کے متعلق بالخصوص بڑے التزام سے مدنظر رکھا ہے کیونکہ ان سے تاریخون کے متعلق گو بعض اوقات فاش غلطیان ہو گئی ہین۔ اور اسی طرح کبھی کبھی انہون نے بعض کے کارنامون کے مبالغہ آمیز حالات کو صحیح تسلیم کر کے قلم بند کر دیا ہے۔ تاہم قومی سپرٹ اور عوائد و خصوصیات قومی کے اوراک واظہار مین اول تو اون سے مطلقاً غلطی نہین ہوئی۔ اور اگر ہوئی بہی ہے تو بہت ہی شاذ و نادر۔ اگر میرے اصول کو مدنظر رکہہ کر دیکہا جائے تو ظاہر ہو جائے گا۔ کہ بسا اوقات جذبات و احساسات قلبی کے اظہار یا خوشنما پیرایہ بیان مین روکھے پھیکے واقعات کے کمال صحیح مگر خشک و بیمزہ تذکرہ کی نسبت زیادہ صداقت بہری ہوتی ہے۔ اور بنا برین انسانی فطرت کے مطالعہ کرنیوالے کی نگاہون مین اول الذکر کی بہت ہی زیادہ وقعت ہوتی ہے۔

اس کتاب مین از اول تا آخر مین نے ہر داستان بڑے بڑے تاریخی واقعات سے جن کا علم ناظرین کے ذہن مین بالضرور پہلے سے موجود ہوگا۔ شروع کی ہے۔ اسلامی سنین سے چونکہ بجز اون کے جو اسلامی تاریخ کا خاص طور پر مطالعہ کرتے رہے ہین۔ اور لوگون کو کچہہ بہی مس نہین۔ مین نے سنہ ہجری کو یک قلم نظرانداز کر دیا ہے۔ عربی مؤرخین نے قمری سنین لکہے ہین۔ جن کی شمسی سال سے بالکل درست مطابقت دکہانے کے لیئے مہینون کا لکہنا بہی ضروری تہا۔ لیکن جس قسم کی یہ کتاب ہے اوس مین سخت احتیاط کی احتیاج نہین۔ اور نہ اس مین کسی شاذ و نادر خفیف تفاوت و اختلاف کا وجود چندان قابل گرفت ہے +

تاریخون کے اندراج مین مین نے ملکی مورخین کی تقلید کی ہے۔ اور اونکو باحتیاط مطابق و مقابلہ کر کے لکہا ہے۔ سلطنت مراکو کے سلاطین کی فہرست مرتب اور ان کے عہد حکومت کی درست تاریخین تعین کرنے مین زیادہ تر ان بواعث سے دقت لاحق ہوتی ہے۔ کہ ایک تو ملکی تواریخون مین متضاد بیان مندرج ہین بعض اوقات مورخون نے اون رقیبون کے متعلق جن کی اونکو طرفداری منظور تہی مختلف بیان تحریر کئے ہین۔ دوم کئی بار ایسا ہو چکا ہے کہ ایک ہی وقت ملک کے مختلف حصون مین دو یا دو سے زیادہ حکمران رہے۔ سوم کئی دفعہ ایسا

ہوا ہے کہ ایک حکمران کی بادشاہی پہلے ملک کے ایک حصہ مین رہی۔ اور دوسرے حصہ مین بعد ازان ہوئی۔ لیکن اون کے ازمنہ کا تخمینی اندازہ وعلم تمام عملی مقاصد کے لیئے کافی ہے۔ جدول منسلکہ مین کئی دیگر سلطنتون کے دوش بدوش مین نے سلطنت مراکو کے مختلف ازمنہ دکہانے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس سے امید ہے کہ ناظرین کو اپنے ذہن مین مختلف ازمنہ کا چربہ اوتارنے مین بہت آسانی ہو جائے گی۔ محض اعداد سے اکثر کے ذہن مین کوئی کیفیت نقش نہین ہوتی۔

واقعات کی طرح اکثر تصویرین بہی مین نے اون تصانیف سے لی ہین۔ جو قبل ازین اس مضمون پر لکہی جاچکی ہین۔ کیونکہ میری خواہش بالکل نئی اور اوریجنل تصنیف کی بجائے ایک جامع و مکمل کتاب پیش کرنے کی تہی۔ جس تصویر کا ماخذ مجہے معلوم ہوا۔ مین نے اوسکا ذکر کر دیا ہے۔ اور اس موقعہ پر مین اون تمام اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہون جنکی مرتبہ تصاویر کو مین نے نقل کیا ہے۔ اکثر اون عکسی تصویرون کی نقل ہین۔ جو میرے احباب نے خاص طور پر اپنی کتابون کے لیئے اوتاری تہین۔ ہر تصویر ایک خاص غرض و نمائت کو مدنظر رکہکر منتخب کی گئی ہے۔ اس کتاب مین جو چہوٹا سا نقشہ دیا گیا ہے۔ وہ اوسی نسبتاً زیادہ بڑے اور زیادہ مکمل نقشہ سے جو کتاب ارض مغرب کے لیئے خاص طور پر بنایا گیا ہے۔ تیار کیا گیا ہے

بالآخر مین دیگر شائقین علم کی خدمت مین گذارش کرتا ہون کہ اگر انہین واقعات یا اعداد کے متعلق کہین مجہہ سے اختلاف ہو۔ تو مین بہی مشرقی مصنفین کی طرح اس مقولہ کو اپنی پناہ بناؤن گا کہ واللہ اعلم بالصواب۔ صرف خدا ہی کو حقیقت وحق الامر کا علم ہے۔

مین اپنے ناظرین سے صرف ایک استدعا کرتا ہون کہ اگر وہ کوئی سہو یا فروگذشت دیکہین تو مجہے اس سے مطلع کر کے ممنون فرماوین۔ اگر اس کتاب کے لندن پبلشر کی معرفت مجہے خط بہیجا جاوے تو وہ مجہہ کو مل جاوے گا۔

از مقام المنار ضلع ہمپسٹیڈ

بعض مقامات کے اصلی اور انگریزی نام

اصلی نام	انگریزی نام	اصلی نام	انگریزی نام
اصفی	سفی	الجزائر	الجیرز
الجزیرہ	الجیراس	فاس	فیز
حجرات نفکور	الحوسیماس	جزائر زفران	زفارینیز
ملیلیہ	ملیلا	مکناس	میکوانز
رباط	رباط	سبط	سیوٹا
سلا	سالی	تلمسان	تلمسن
طنجہ	ٹانجیر	طیطوان	ٹیٹوان
تونس	ٹیونس	. . . .	. . . .

تاریخ سلطنت مراکش

حصہ اول

اندرونی نشو نما

فہرست مضامین

فصل	مضمون	زمانہ
۱	ماری[۱] ٹینیا - اہالی کارتہج - اہالی روما - ونڈال - اور گوتھ	سنہ [illegible] قبل مسیح سے [illegible] تک

[۱] ارض مغرب کا پورا نام - مؤلف ۱۲

سلطنت مراکش

فصل اول - ماری ٹینیا - (از سنہ ۵ قبل مسیح تا سنہ ۶۹۰ء)

قدیم تذکروں اور قدیم ماریٹینیا[۱] کے متعلق جسقدر تذکرے اور نوشتے موجود ہیں تواریخ کی قلت کی وہ بہت کم - مختصر اور غیر تشفی بخش ہین - جو معلومات اس ملک کی نسبت سلف سے ہم تک پہونچی ہے - وہ اول تو عموماً اصلی نہین - نقل در نقل ہے دوم باہم ایسی متضاد ہے کہ اوسکی بنیاد پر تاریخ در کنار افسانہ بھی تدوین نہین کیا جاسکتا - قدیم ترین مورخون کو توجہ بالعموم قصہ کہانیون اور فرضی داستانون

[۱] مصنف انگریزی حروف مین اسکے ہجے Mauretania لکھکر حاشیہ مین بتاتا ہے کہ سہوفت کے سکون اور کتبون کے روسے یہی ہجے اس لفظ کے درست قرار دیئے گئے ہین - مقام وولوبلیس کے کھنڈرات سے جو سکے اور کتبے برآمد ہوئے ہین - اونپر بھی یہی ہجے ہین +

ہی کے دلدادہ تھے - بالکل ایکطرف کر دینا چاہیے - کیونکہ اونکی زمانہ مین مراکو دنیا کے تمام متعمل رستون سے ایسا دور افتادہ اور بے تعلق ملک تہا - کہ پرانی تحریرون مین اوس کا تقریباً کچھہ تذکرہ نہین پایا جاتا -

ہنو کے اوس کے متعلق صرف اس وقت سے ایسے حالات جن پر کچھہ بھروسا کیا جاسکتا ہے - قلم بند ہونے شروع ہوئے - جب کہ ۵۰۰ قبل مسیح کے قریب کارتہج کے باشندہ ہنو نے نوآبادی قایم کرنیکی غرض سے ستون ہائے ہرقلیس (یعنی آبنائے جبل طارق) سے پرے تک سفر کیا - کئی مبصرون کو ہنو کی اصلیت کی نسبت بہی اختلاف ہے - اور اگرچہ اختلاف کنندگان اوسے فرضی نام ثابت کرنے مین کامیاب نہین ہوئے - لیکن اوس کی ذات یا تاریخ حیات کے متعلق یقین کے ساتھہ کچھہ معلوم نہین - اوس کے حالات کے متعلق جو کچھہ صفحہ زمین پر باقی رہا ہے - وہ اوس کا کتبہ "پری پلس" یعنے سفر کی سرگذشت ہے - اوسے اوس نے سفر سے واپس آکر بمقام کارتہج [ف۱] زحل دیوتا کے مندر مین ایک پتھر پر کندہ کیا تہا - اور صدیون بعد ایک یونانی سیاح نے اوسکی نقل اتاری تہی زمانہ اہالی فنشیا کی یہ بہادر فنشی [ف۳] ساٹھہ جہازون پر تیس ہزار آدمی لیکر اس دلیرانہ مہم پر روانہ ہوا تہا - ہر جہاز پچاس چپوون سے چلایا جاتا تہا + اوس کی واپسی تک - بلکہ اوس سے بہی عرصہ دراز بعد تک حالانکہ اوس نے بڑے بڑے عجائب و غرائب آکر سنائے - اون سربفلک ستونون کے پرے کا علاقہ پردہ تاریکی مین نہان رہا - اور یہ تاریکی خوف و دہشت کی

ف۱ شمالی افریقہ کا پرانا شہر جس کے کہنڈر ٹونس کے قریب واقع ہین - اوس کے مفصل حالات کے لیئے دیکھو کتاب تہ کرکون کی موجودہ ترقیات +

ف۲ بحوالہ کتاب مصنفہ میئر صفحہ ۵۷۷ +

ف۳ فنشیا ساحل شام کے اس حصہ کا جس مین طرابلس و صور و صیدا واقعہ ہین پرانا نام ہے - کارتہج کو یہین سے ایک جماعت نے جاکر شمالی افریقہ کے ساحل کے وسط مین آباد کیا تہا - مترجم مؤلف ۱۲ -

مترادف تہی۔ وہ کشتیان جو چارون طرف سے خشکی سے گہرے ہوئے بحیرہ دبحیرہ مین اثار حق یا بحیرہ روم، مین استعمال کی جاتی تہین۔ بحر ذخار کی متلاطم امواج کے دہپیرون کے سامنے ایک لمحہ کے لیے نہین ٹہیر سکتی تہین۔ اور ایک یہ بہی بڑی وجہ ابنا سے آگے بڑہنے کی جرأت نہ کرینکی تہی۔ عام تو علیحدہ رہے۔ روایت ہے ہرقلیس[۱] ایسا شاہ زور جانباز بہی اسموقعہ سے آگے بڑہنے کی جرأت نہ کر سکا تہا۔ لیکن گو تہم

۱ہ بروئے روایت وافسانہ یونان کے ایک زمانہ قدیم کے شہ زور پہلوان کا نام ہے۔ ہرقولیس کا نام یورپ مین بے نظیر شجاعت وجوانمردی کے مرادف ہو گیا ہوا ہے۔ جیسے رستم واسفندیار کا نام ممالک مشرق مین۔ چنانچہ ہرقلیس ورستم اس لحاظ سے بالکل ہم معنے لفظ سمجہے ہین۔ اور رستم کو یورپین تہ با قون مین زابلستانی ہرقولیس بہی پکارا جاتا ہے۔ رستم کی طرح اوس مین بہی جسمانی طاقت اور شہ زوری بدرجہ کمال جسقدر کہ کسی انسان مین ہو سکتی ہے موجود تہی۔ اوسکا حلیہ یہ لکہا گیا ہے کہ قوی ہیکل وگران ڈیل۔ کوتاہ گردن۔ اور لمبے چوڑے ہاتہہ پاون۔ رستم کو دو دفعہ ہفت منازل طے کرنی پڑین۔ اور ایک مرتبہ بارہ اہم کام سرانجام دینے پڑے۔ اوسی یونانیون کے قدیم معبد ڈلفی یا پتھیلیئن مین غیب سے آواز آئی کہ اگر وہ ضلع آرگو کے بادشاہ یورس تہی اس کی بارہ برس خدمت کریگا تو حیات جاوید پاویگا۔ وہ بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہو گیا۔ آخر اوس نے نہایت خطرناک اور بغایت مشکل مندرجہ ذیل بارہ خدمات اوس کے سپرد کین۔ جنگل نیمیا کے شیر اور مقام لرنیا کے اژدہا کو قتل کرے۔ آرکیڈیا کے دیو قامت ہرن کو پکڑ کے نگہ رکہے۔ آرنتھیا کے سور کو ہلاک کرے۔ بادشاہ اگیس کے طویلون کو صاف کرے۔ جہیل سٹیم فالیس کے مردم خور پرندون کو تباہ کرے۔ کریٹ کے سانڈ کو گرفتار کرے۔ تھریس کے بادشاہ ڈاموڈیس کے گہوڑے پکڑے۔ افریقہ کی شہ زور و نبرد آزما عورتون کی ملکہ ہپولائیٹ کا کمربند حاصل کرے۔ راکہش گرمون کے بیل پکڑ لاسکے۔ ہیرائیڈز کے سیب توڑ لائے۔ سطح زمین کے نیچے کے طبقات یعنی طبقات جہنم کے دروازہ کے محافظ تین سر والے کتے موسومہ سربرس کو لائے۔ اوس نے یہ بارہ کام پورے کر دیئے۔ اس کی ایک تصویر یا اوس وقت کی جبکہ وہ سیب توڑ رہا ہے۔ پیرس کے عجائب گہر مین موجود ہے۔ یہ تصویر ایک پرانی مجسم کی بے نظیر نقل ہے۔ اس مین ہرقولیس اس وضع مین دکہایا گیا ہے۔ کہ وہ سخت تہکا ہوا انچ موٹے

کی سلطنت دن بدن وسیع ہوتی چلی جارہی تہی - اور عظیم محاربات پیونک[1] مین سے ابہی کوئی محاربہ ظہور مین نہ آیا تہا - اوس کی روز افزون طاقت جدید وسایل قوت وشوکت کی متقاضی اور اوس کے تجارتی مقاصد ہمیشہ نئے نئے اور زیادہ وسیع میدانون کے متلاشی تہے تہے چنانچہ شمالی افریقہ کے ساحل کے برابر برابر آہستہ آہستہ بڑہتے رہنے کے بعد آخراخش خاک موڑ کو عبور کر لیا گیا - اور دو دن کے جہازی سفر کے بعد متلاشیان بمقام تہیما تہیریون[2]

---

[1] جو لڑائیان کارتیج اور روما مین ہوئین - وہ پیونک کہلاتی ہین -

[2] مراکو کے مختلف قدیم مقامات و قومون کی ترقی و تنزل کے نشانات کے موقعون کے متعلق جنکا قدیم تو پسندون نے ذکر کیا ہے - مختلف فیہ بیانات پر بحث کرنیکے لیئے یہ کتاب موزون نہین - انمین سے جن بعض کی نسبت زیادہ اختلاف تہین اونکا دوسری کتاب ارض مغرب بیان مین ذکر دیا گیا ہے - اس معاملہ پر دیگر مصنفین خوب جہان بین کر چکے ہین اس کے متعلق اونکی تحریرون کے بعد کوئی جدید ذرا آگاہی و معلومات تاحال معلوم نہین ہوئی ان تصنیفات کا قابل اعتماد خلاصہ کتاب ببلیوگریفی (فہرست کتب مع خلاصہ مضامین) مین درج ہے - مگر چونکہ یہ کتاب بیشتر اکثر ناظرین کو ملنی محال تہی - مین نے سر لیمبرٹ پلے فیر مرحوم کی مشفقانہ اجازت سے اوسکا لب لباب خلاصہ مضامین کو نظر انداز کر کے ضمیمہ کی شکل مین دیدیا ہے - مراکو کے متعلق جو کتب ابتک لکھی گئی ہین اونکی فہرست مع خلاصہ گوہل نے بزبان جرمن نہایت عمدگی سے قلمبند کی ہے ناظرین کو جو امور اس ضمیمہ مین نہ ملین - اونکو وہ اس کتاب مین دیکھے - میکنس - ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) ٹہنڈی پر سہارا لگائے - اور بائین ہاتہہ کو کمر پر رکہے دائین ہاتہہ سے ہیپرائیڈز کے ایک سیب کو پکڑے ہوئے ہے - رستم کیطرح اوسکا چلن بہی نہایت قابل تعریف رہا - روایت ہے کہ بعالم شباب اوسے دو عورتین عشرت وعصمت ملین - اور اوسے کہا کہ ہم سے جسکو چاہو پسند کر لو - عشرت نے کہا اگر مجہے پسند کیا تو مین تمام جسمانی خوشیان اور لذتین بہم پہونچاؤنگی - عصمت نے کہا مین حیات جاوید دونگی - اوسنے اپنا ہاتہہ آخرالذکر کے ہاتہہ مین دیدیا - اور مدت العمر سخت محنت و مشقت کی زندگی بسر کی - جسکے صلہ مین آخر ابدالآباد تک زندہ رہنے والون یعنی دیوتاؤن نے اوسے اپنی جماعت مین شریک کر لیا - ان تمام روایات کا راوی یونانی مورخ یافسانہ نویس نونس ہے - ہرقولیس کا ڈنڈا نہایت بہیانک اور بڑا گران وزن اور لمبا چوڑا تہا - اوس کے گہوڑے کا نام ایرین تہا جو دیوتا نیپچون نے اوسے عطا کیا تہا - وہ انسان کی مانند تکلم کرنیکی طاقت رکہتا تہا - اور اوسکے دونون دائین پاؤن انسانی پاؤن کے مشابہ تہے - ہرقولیس کے ہر دو ستون کالپی اور آبیلا و آبنائے جبل طارق کے

جو وسط مراکو مین کہین واقعہ تہا - اپنی پہلی نوآبادی قایم کرنے کے لیے ساحل پر اترے - اس سے آگے بڑھکر پانچ اور نوآبادیان مقامات کاری کون گیمخوس - گیتا - اکرا - ملیتا - اور ابتیس مین قایم کی گیئین - ان مین سے کسی کا موقعہ اب[۵] شناخت نہین ہو سکتا - یعنی یہ نہین کہا جا سکتا کہ یہ کہنڈر کس شہر کے ہین -

۵ مراکو کے اکثر حصص یعنی تمسیفات کے کل ساحل پر کوہ اطلس کے وادی - عین ترسیل امزمیز کے مغرب اور وادی گنداقی مین لور شیشوان کے قریب اور وزان سے پرے ایسی غارین جو کبھی انسانی رہایش کا کام دیتی تہین بکثرت پائی جاتی ہین - ہیرس کی کتاب "زمین" کے صفحہ ۲۴۴ - کتاب گلوبوس کے باب ۴۴ صفحہ ۷۵ - کتاب مراکو کے ٹیلے و غارین - اور ولین کی فرنچ کتاب "دینی سناسیان کی غارین" مین ان غارون پر مفصل لکھا گیا ہے - سیاح لٹوٹ نے مراکو کے تمام قدیم سنگی مکانات شکستہ چبوترون اور مٹی کے ٹیلون کی جو قبرستان کا کام دیتی ہے اپنی کتاب کے صفحات ۱۰۰، ۷۸ پر توضیح کی ہے - اور مارٹی نیر نے جبل زرہون کے چبوترہ کی جو زغوطہ کے قریب ہے - میکنس - ۱۲ -

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) دونون سرون پر ایک جبل طارق مین اور دوسرا سیوٹا مین ہے - روایت ہے کہ پہلے یہ رستہ بالکل بند تہا - اور ایک پہاڑ اس مین حائل تہا - ہرقولیس نے بحیرہ روم سے کیڈز کو جاتے ہوے اپنی قوت بازو سے شگاف ڈال کر راستہ نکالا - اور اس دن سے بحیرہ روم و بحر اوقیانوس کے مابین یہ بحری رستہ پیدا ہو گیا - مورخ ماکروبیس کا قول ہے کہ یہ کام مصری ہرقولیس سیوتریس سے ظہور مین آیا - قدیم مورخ ڈایاڈورس کا بیان ہے کہ دنیا مین صرف تین ہرقولیس گذری ہین - مورخ سروجیہ بتاتا ہے کہ تین یونانی - ایک مصری - ایک کریٹی - اور ایک ہندی مورخ وارد ۴۳ لکہتا ہے - جہوٹی ہرقولیس ممنون (جو ۱۳۰۰ قبل مسیح مین فوت ہوئی) - مصری سیوتریس (۱۵۰۰ قبل مسیح) - انگریزی گائی ارل وارد ک (جو ۸۹۰ء مین پیدا ہوا - اور ۹۵۸ء مین فوت ہوا) ہندی ہرقولیس - دور سائنیس (جسنے پانڈیا سے عقد کیا - اور انکی اولاد شاہان ہند ہوئی - اور بقول بعض بیلوس - رومی یا زابلستانی ہرقولیس رستم - سویڈنی ہرقولیس کا میٹس (جو پہلی صدی عیسوی مین گذرا ہے) یونان کے صوبہ اٹلی کا ہرقولیس تہی سی الیس اور کریٹ کے تین ہرقولیس سلمیس - و متافی لس اور اکون جو تینون آہنگر سمجھے جاتے ہین - فن موسیقی کا ہرقولیس یعنی یوریبیتان جین وان گلک (جرمن) سمجھا گیا ہے جو ۱۷۱۴ء مین پیدا اور ۱۷۸۷ء مین فوت ہوا - زمانہ قدیم مین ہرقولیس کے ستونون کو آبادی دنیا کی انتہا سمجھا جاتا تہا - مولف مترجم ۱۲ -

ان لوگون کا اولین مدعا نوآبادیان قایم کرنے کا تہا۔ جب یہ پورا ہو گیا۔ تو اونہون نے متصلہ نامعلوم علاقون کے انکشاف و دریافت حال کی کارروائی اتفاقی طور پر شروع کی۔ نوآبادیون کو قایم کرنے کے وقت تک اون اولوالعزمون کو باغلب وجوہ اس نسل کے لوگون سے جنکو اب ہم بربر کہتے ہین۔ سابقہ پڑا۔ اور چونکہ اکثر تارکان وطن یقینا کارتہج (موجودہ ٹونس) کے گرد نواح کے اضلاع کے باشندے (یعنی بربرون کے ہمسایہ) تھے۔ ان لوگون سے بات چیت کرنے مین اونکو کوئی مشکل پیش نہ آئی ہوگی۔

قدیم باشندے مگر جب وہ بغرض انکشاف آگے بڑہے تو اونکو اجنبی لوگون اور اجنبی زبان سے سابقہ پڑنا شروع ہو گیا۔ یہ اجنبی بالکل وحشی اور درشت خو قبایل کے لوگ تہے۔ جن مین سے بعض ٹروگلوڈائیٹ یعنی غار (مسکن) مین رہنے والے تہے۔ ہنو نے اون مین سے چند آدمی بطور ترجمان ساتھ لے لیئے۔ یہ وحشی لوگ غالبا اونکی نسل مین سے تہے۔ جو شمالی افریقہ کو عبور کرکے سب سے اول یہان آکر آباد ہو گئے تہے۔ اون سے اور اونکی خلط ملط سے وہ نسل پیدا ہو گئی جو سوس اور ضراعہ کے بربر[2] کہلاتے ہین۔ بڑے بڑے پتھرون کی عمارتون اور

---

[1] ہنو کے سفرنامہ کا خلاصہ کتاب ارض مغرب مین درج کر دیا گیا ہے ۱۲

[2] ڈاکٹر برتہولان جس نے نہایت غور و احتیاط سے تلاش و تحقیقات کی ہے۔ اوس تاریخی زمانہ سے قبل کی نسلون کی کہوپریون کے ناپ لیئے ہین۔ رسالہ ریویو ٹیونسیا بابت اکتوبر ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۴۱۸ پر حسب ذیل لکہتا ہے: یہ معلوم ہوتا ہے کہ جزایر یونان کے باشندگان کی ہجرت کے وقت شمالی افریقہ مین صرف ایسے لوگ آباد تہے۔ جو سنگی تمدن سے آگے نہین بڑہے تہے۔ (یعنی اونہون نے طبعی و نیچرل حالت سے صرف یہان تک ترقی کی تہی کہ پتھرون سے کام لینا سیکھ گئے تہے۔ اون کے مکان۔ سامان۔ خانداری اسلحہ وغیرہ سب کچھ ان گہڑ پتھرون کے ہوتے تہے) چند قبایل ابھی اس زمانہ تمدن کے ابتدائی دور سے ہی آگے نہ بڑہے تہے۔ چقماق و پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑون کو استعمال کرتے تہے۔ باقی جو تعداد مین زیادہ تہے۔ اس تمدن کے ترقی یافتہ دور مین داخل تہے۔ وہ بڑے بڑے پتھرون کے چبوترے ستون اور مکان بنانے لگ گئے تہے۔ اور نسبتا کم وحشی و جاہل تہے ۱۲ یہی ڈاکٹر صاحب آگے چلکر رسالہ مذکور کے صفحہ ۴۱۹ مین اپنا اعتقاد ظاہر کرتے ہین کہ بعین یعنے کلٹو لگوری قوم نواح ڈنیوب مین کسی جگہ سے ۱۵ سو قبل مسیح مین ترک وطن کرکے شمالی افریقہ مین جا آباد ہوئی۔ اور خود مصر یہ

ستونون کے موجودہ کہنڈرات[۵] سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ ان وحشی خیال کے مورثون کی آمد سے پیشتر بھی یہان کوئی انسانی نسل آباد تھی۔ غالب قیاس ہے کہ مراکو مین جب کبھی باقاعدہ طور پر انکشافی کارروائی شروع ہوئی اور اجنبیون کو ملک مین آنے جانے کی اور علمی تحقیقات و تفتیش کی عام اجازت مل گئی تو ایسے بہت سے اور کہنڈرات بھی معلوم ہونگے۔

رفتہ رفتہ یہ بہادر سیاح ایسے علاقون تک جو بعد مین سلطنت مراکو کی حدود بن گئے اور نیز ایک جزیرہ موسومہ کرنہ مین پہونچ گئے۔ افسوس اس جزیرہ کے متعلق جس قدر حالات قدما کے لکھے ہوئے اسوقت دنیا مین موجود ہین۔ وہ ایک دوسرے سے بالکل متضاد ہین۔ وہ اس جزیرہ مین کافی عرصہ دراز تک ٹھیرے۔ اور اون کے قیام سے وہان معقول بیوپار و تجارت کا کاروبار قائم ہوگیا۔ یہ جزیرہ آبنائے سے اسی قدر دور ہے۔ جسقدر کہ کارتیج سے آبنا، تھی۔ یہان سے وہ برابر آگے بڑھتے گئے۔ حتی کہ وہ بقول خود "دیگر محیون۔ دریائی گینڈون۔ اور پشم دار مردون اور عورتون یعنی "گورتون[۵] یا بن مانسون" کے علاقہ مین پہونچ گئے۔ اس توضیح و تعریف سے معلوم

[۵] ایسے کہنڈرات نمریلہ کے قریب بمقام مغورا اور ورزان کے مشرق مین موجود ہین۔ دیکھو سپنسی واٹسن کی کتاب صفحہ اور کرڈک کی کتاب جلد دوم صفحہ اور رہونفس کی کتاب صفحہ ۳۶ [۵] گوریلہ انگریزی مین بن مانس کو کہتے ہین یہ لفظ اوصل کارتہجی زبان کا ہے۔ اور اس مہم و سیاحت کے حالات مین ہنو نے اپنی تحریر مین اسے جا بجا استعمال کیا ہے۔ میکنس ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵) بھی جیسا کہ مصری آثار قدیمہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ حملہ کیا۔ ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ ان لوگون کی زبان بھی یوروپین تھی۔ جو غالباً صوبہ فرجیا (ایشیائی روم کے صوبہ سمنوا کا پرانا نام) کی بولی تھی۔ جو بقول نسک یونانی زبان کی بہن تھی۔ یہ بولی ابتدا در تزمانہ سے شمالی افریقہ کے آبادکارون مین اگرچہ تن بدن زیادہ متغیر ہو گئی۔ لیکن بربر قوم کی زبان مین اوسکا وجود اسوقت تک موجود ہے۔ مگر پروفیسر کین اپنی کتاب "موجودہ و قدیم انسان" مطبوعہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۵۵ مین ڈاکٹر موصوف کی رائے کو غلط قرار دیتے ہین۔ اونکا اعتقاد ہے کہ بجائے اس کے کہ یورپ یا مغربی ایشیا سے افریقہ کیطرف ہجرت ہوئی ہو۔ افریقہ سے اسطرف بنی نوع انسان کے مختلف گروہون نے ہجرت کی۔ اور انسانی خط و خال کی وہ بناوٹ جو افریقی یوروپین یا کاکیشی کہلاتی ہے۔ افریقہ مین ہی بتدریج قایم ہوئی۔ یورپ مین جو سال مین کئی مہینے برف سے ڈہنپا رہتا ہے۔ انسانی چہرہ مین بتدریج یہ موزونیت و تغیر پیدا نہین ہو سکتا تھا۔ ایسا معتدل ممالک مین ہی ہو سکتا تھا۔ ۱۲

ہوتا ہے۔ کہ وہ دریائے نائیگر کے دہانہ کے ارد گرد کا علاقہ تھا۔ ان کو سوس مین ہاتھی بہی
دکہائی دیئے۔ یہ امر کوئی حیرت انگیز نہین۔ یہ جانور جیسے کہ قدیم جغرافیہ نویس پلینی[۱] اپنی
کتاب کی پانچوین جلد کی پہلی فصل مین لکہتا ہے۔ ان لوگون سے ہزار برس بعد تک اس
نواح مین پایا جاتا رہا۔ البتہ دریائی جانور اس علاقہ مین جہان تک تحقیق ہو سکا ہو
کہین بہی نہین دیکہے گئے۔ اور اس سے نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ یہ بلند ہمت سیاح
مغربی افریقہ کے ساحل کے برابر برابر کم از کم دریائے نائیگر کے دہانہ تک ضرور
پہونچے۔ اس مسئلہ پر کتاب ارض مغرب کے باب چہارم مین مفصل بحث کیگئی ہے +
نو آبادیان کے اہالی کارتہج کی ان نو آبادیون کا آخر کیا حشر ہوا۔ اس کا کچھ علم نہین۔
لیکن یہ یقینی امر ہے کہ آباد کارون کا اپنی بستیون کی حدود سے باہر متصلہ علاقہ پر کبہی
عمل دخل نہ ہوا۔ یا ہوا تو بہت شاذونادر ہوا۔ یعنے بالفاظ دیگر یہ بستیان تجارتی
چوکیون سے زیادہ منزلت نہ رکہتی تہین۔ کارتہج کے مفتوح و برباد ہونے ہونے
کے وقت اس ساحل پر بقول قدیم جغرافیہ نویس آرتاتوس تہینس[۲] جسے سٹرابو نے اپنی

[۱] ایک مشہور رومن گورنر اور مورخ۔ اوسکا چچا جو پلینی اکبر کہلاتا ہے۔ اس سے بڑہکر علم دوست تہا۔ پلینی
خورد ۶۲ء مین پیدا۔ اور ۱۱۶ء مین فوت ہوا۔
[۲] سیرین (قیروانی)، کا باشندہ اسکندریہ کے مشہور کار خانہ قدیم کا مہتمم مقرر کیا گیا تہا۔ اوسنے قواعد
اور فلسفہ اخلاقی و شاہان مصر کی تاریخ مین کئی کتابین لکہین۔ اور کرہ ارض کا محیط اور رقبہ دریافت
کرنے کے وسائل معلوم کئے۔ ۱۹۴ سنہ قبل مسیح مین فوت ہوا +
[۳] یونانی جغرافیہ نویس فصاحت۔ قواعد۔ اور فلسفہ مین بہی بڑا ماہر تہا۔ اب صرف اسکا جغرافیہ موجود ہے
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مصر شام فلسطین و یونان وغیرہ کی سیاحت کی تہی۔ ۵۴ سنہ
قبل مسیح مین ایشیا کوچک کے مقام پونٹس مین پیدا۔ اور ۲۴ سنہ ء مین فوت ہوا۔

کتاب کی سترھوین جلد کی چوتھی فصل مین نقل کیا ہے - اہالی کارتھیج کی تین سو سے زیادہ نوآبادیان اور بستیان موجود تھین چونکہ یہ صرف تجارتی قیام گاہین تھین یا قاعدہ حکومت و عمل و دخل کے مرکز مستقر مقام نہ تھین - اونکا کوئی نشان باقی نہ رہجانا حیرت انگیز نہین - یہ تو بعیدی اور ایک طرح سے عارضی بستیان تھین - خود شہر کارتھیج بھی ایک طرح سے ان سرتاپا خارجی بستی تھا - اہالی کارتھیج نے اوسے اپنا وطن کبھی سمجھا - نہ اپنی بنیادین اس علاقہ مین مضبوط کین - چنانچہ و کمال طاقت کے زمانہ مین بھی جا سوقت اس کی آبادی دس بارہ لاکھ سے کم نہ تھی - باشندگان شہر یا اون کی جمہوری حکومت اراضی زیر آمد شہر کے اصل مالک وحشی قبایل کو جن سے یکرا اسپر شہر آباد کیا گیا تھا - محصول زمینی ادا کیا کرتی تھی - جب یہ شہر جو ان تمام بستیون کی بڑی اماں تھا - ایسا ویران و برباد ہو گیا کہ اوسکا گویا کوئی نام و نشان ہی باقی نہین رہ گیا - اور نہ ہونے کے برابر اس کے آثار قدیم پائے جاتے ہین - تو یہ امر کچھ بھی حیرت انگیز نہین رہجاتا - کہ ایسے آثار بہت ہی کم ہین جن سے ان بستیون کے موقعہ کا کچھ پتہ چل سکے - اب تو اس بربادی کو ہزارون برس ہو گئے ہین - مؤرخ پلینی کے زمانہ مین بھی ان نوآبادیون کا کوئی نام و نشان ساحل مراکو پر نہ پایا جاتا تھا - الغرض مراکو مین اہالی فنشیا کا زمانہ آیا اور گذر گیا - وہ بجز چند نہایت ہی خفیف آثار و نشانات کے کوئی یادگار باقی نہین چھوڑ گیا -

اصلی باشندے کن اقوام کے ساتھ یہ نوآبادکار تجارت و بیوپار کرتے رہے - اونکے متعلق کوئی تحریری حالات باقی نہین رہگئے - دیسی باشندون کے متعلق جو قدیم ترین تحریری حالات اور داستانین اسوقت موجود ہین - وہ صرف اسوقت کی لکھی ہوئی ہین جبکہ کارتھیج جرنیلان ہسدروبال[1] - ہملکار اور ہنی بال نے اپنے

[1] ہنی بال کا سگا بھائی اور ہملکار بارقہ کا بیٹا کارتھیجی افواج کا جرنیل تھا - دوسری پیونک جنگ مین جب رومن افواج نے زیر کمان قونصل نیرو ادس کی فوج کو دریاء میٹرس پر ہزیمت دی تو وہ دشمن کی صفون مین گھس گیا - اور جب تک ہلاک نہ ہو گیا شمشیر زنی کرتا رہا - وہ ۲۰۷ قبل مسیح مین ہلاک ہوا - اس نام کا ایک جرنیل ہملکار کا داماد بھی تھا - جو ۲۲۱ قبل مسیح مین فوت ہوا - ہملکار بارکاس جو اول جنگ پیونک کے اٹھارہوین برس کارتھیجی فوج کا سپہ سالار ہوا -

جبل طارق کی طرف آخری کوچ کیا - اور رومن افواج نے اونکو ہسپانیہ سے پیچھے ہٹاکر براہ کارتھیج تک اونکا تعاقب کیا - اور شہر کو فتح کرلیا - ہنوک سفر سے ایک ہزار برس بعد قیصر جسٹی نی ان والی قسطنطنیہ کے جرنیل بلی ساریس نے ۵۵۳ء مین وندال (جرمن نسل قوم) سے کارتھیج کو فتح کیا - مشہور رومن مورخ پروکوپی اس باشندہ قیصریہ (واقع شام) جو اسی جرنیل کا سکرٹری تھا - اور مہم کارتھیج مین بھی اپنے آقا کے ہمراہ گیا تھا - اوسکا بیان ہے کہ اوس کے زمانہ مین ٹانجیر کے قریب ایک چشمہ کے کنارہ پر جس کا پانی فوارہ کیطرح جوش مارتا ہوا زمین سے نکلتا تھا - پتھر کے دو سفید ستون موجود تھے - اور اون پر فنشی زبان مین یہ کتبہ کندہ تھا "ہم یوشع قزاق فرزند نون کے ہاتھ سے بھاگ کر یہان آئے ہین" پروکوپی اس پر توضیح کرتا ہے - کہ اس نواح کے باشندے ان کنعانیون کی نسل ہین - جو بنی اسرائیل کے غلبہ پر کنعان سے نکل جانے پر مجبور ہوگئے تھے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مورخ مذکور نے اولین فنشی آبادکارون کو غلطی سے محولہ بالا کنعانی سمجھ لیا ہے - مورخ کن رک اپنی کتاب فنیشیا صفحہ ۶۷ مین اور ایوالڈ اپنی کتاب کی جلد دوم کے صفحہ ۲۹۸ مین لکھتے ہین کہ "اگرچہ پروکوپی اس کی روایت کی کچھ بنیاد ضرور ہوگی - لیکن کتبہ کا جو مضمون لکھا گیا ہے - اوسے ہم کبھی تسلیم نہین نہین کرسکتے - یہود یون کی کتاب تالمد کے باب یروشلیم - یبی موتھ مین لکھا ہے کہ یوشع نے عام اعلان دیدیا تھا - کہ جو کنعانی چاہین ملک سے ہجرت کرسکتے ہین - جنپر اون کا کچھ حصہ افریقہ کو چلا گیا" - مورخ گبن اپنی تاریخ زوال و بربادی سلطنت روما کے باب ۴۱ مین لکھتا ہے "مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) باشندگان ہسپانیہ کے ساتھ لڑائی کرتا ہوا ۲۲۹ء قبل مسیح میدان جنگ مین ہلاک ہوا تھا - مشہور آفاق سپہ سالار ہنی بال اسیکا سپوت بیٹا تھا - اوس نے براہ مراکو ہسپانیہ و فرانس کوہ الپس سے عبور کرکے اٹلی پر حملہ کیا - اس دشوار گذار پہاڑ کو ہنی بال کے سوا اب تک صرف نپولین فوج لیکر عبور کرسکا ہے - ۲۰۲ قبل مسیح مین کارتھیج کے فتح ہوجانے پر ہنی بال پہلے ایشیا کوچک کے صوبہ اور می تم پھر شاہ شام اور بعد ازان شاہ بتھنیا کے پاس چلا گیا - رومن نے تحیین کے شاہ مذکور کے پاس سفیر بھیجکر ہنی بال کو مانگا - بادشاہ کو ایکطرف روما کی طاقت کا خوف تھا - اور دوسری طرف وہ اپنے مہمان سے غداری کرنیکی ذلت اوٹھانا نہین چاہتا تھا - اس مخمصہ سے ہنی بال نے زہر کھا لینے سے جسے وہ ہر وقت ساتھ رکھتا تھا - بادشاہ کو خلاصی دلائی - ۲۴۷ء قبل مسیح مین پیدا ہوا - اور ۱۸۳ء قبل مسیح مین فوت ہوا -

ستونون کی موجودگی پر تو اعتبار کرتا ہون - لیکن کتبہ کی موجودگی پر مجھے شبہ ہے - اور اوس مین جو شجرہ نسب بتایا گیا ہے - اوسے تو بالکل غلط اور لغو سمجھتا ہون ۔ لیکن مسٹر بل مین جنگی نگرانی مین تاریخ مذکور کا ایک اڈیشن تیار ہوا ہے - گبن کی تحریر کے متعلق حاشیہ مین لکھتے ہین کہ عام خیال ہے کہ پروکوپی اس ہی ایسا مورخ یا کم از کم قدیم ترین مورخ ہے - جس نے اس عجیب کتبہ کا ذکر کیا ہے - چنانچہ اس سے بعض کو یہانتک گمان ہو گیا ہے کہ فی الحقیقت کوئی ایسا کتبہ موجود نہ تھا - صرف پروکوپی اس کی اپنی ایجاد ہے - لیکن اس کتبہ کا ذکر موسے ساکن غنورینہ کی تاریخ آرمینیا مین بھی موجود ہے - جو پروکوپی اس سے ایک صدی سے زاید مدت پہلے گذرا - اور اس تاریخ کو لکھا - اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ کتبہ خواہ فی الحقیقت موجود ہو یا نہو - اوسکی موجودگی کی روایت پروکوپی اس سے بہت عرصہ پہلے کی مشہور تھی - اسی کتبہ کا مورخ سوئی داس نے ذکر کیا ہے - مگر اوسکا ماخذ بلا شبہ پروکوپی اس تھا - اکثر عرب مورخین کے قول کے مطابق جنھون نے بھی ایک تقریباً اسی مضمون کی روایت کو مرجح سمجھا ہے - شمالی افریقہ کے قدیم دیسی باشندے دراصل فلسطین کے رہنے والے تھے - جن کو داؤد نے ملک سے خارج کر دیا - اور وہ جالوت اپنے سردار کے ہمراہ افریقہ مین چلے آئے - سینٹ مارٹین اپنی کتاب کی جلد یازدہم کے صفحہ ۳۲۴ مین لکھتا ہے کہ جو روایتین ایسی افسانہ نما ہون - اون پر جرح کرنا محال ہے - لیکن اگر میرا حافظہ خطا نہین کرتا - تو مین نے لائٹ فوٹ کی کسی تصنیف مین اس مضمون کی ایک روایت ضرور پڑھی ہے - لیکن کس موقعہ پر - اب یہ یاد نہین رہ گیا - مورخ سالوسٹ جو پروکوپی اس سے پانچسو برس پہلے گذرا ہے - اپنی کتاب ڈی بیلو جوگورتھ کے اکیسوین باب مین لکھتا ہے - کہ بربر اس اہالی مدائن ایرانیون اور ارمنون کی مخلوط و مشترک فوج کا بقیہ ہین - جس کے ساتھ ہرقولیس نے ہسپانیہ پر حملہ کیا تھا - ممکن ہے - یہ دونون کہانیان ایک حد تک درست ہون - اسلامی جغرافیہ نویس یاقوت لکھتا ہے - کہ ایسے ہی ستون کارتیج مین بھی تھے - اور اون دو ستونون کی نقل تھے - جو کسی زمانہ مین ٹائر (صور) مین موجود تھے -

بہر حال خواہ حقیقت کچھ ہو جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے - عرب مورخین نے بھی بربرون کو کنعانی الاصل [۱]

---

[۱] دیکھو انگریزی ترجمہ تاریخ ابن عبد الحکیم - مترجمہ جونز صفحہ ۴۸ - انگریزی ترجمہ ابن خلدون مترجمہ ڈی سلین جلد ۱ صفحہ ۱۸۱ - نیز جلد ۱ ضمیمہ اول و تحریر ابن جریر الطبری تاریخ ابن خلدون مین جلد ۱ صفحہ ۱۷۵ - امیکنس ۱۲

لکھا ہے۔ البتہ اونکا اخراج کی تاریخ کتبہ کی تاریخ سے قریب تر بتلاتے ہین۔ داؤد و یوشع سے بعد ہوئے ہین۔ اس امر کی تحقیقات کر سکنا اب ناممکن ہے۔ کہ آیا ان عرب مورخین نے پروکوپی اس کی روائیت ہی کو ایک مکمل پیرایہ مین دہرا دیا ہے۔ یا کہ دونون کا ماخذ کوئی مقامی روائیت تھی۔ فونیقیت کے مسئلہ پر مفصل بحث کے لیئے یہ کتاب موزون نہین۔ اوسپرین نے کتاب ”اہل مغرب“ مین مفصل تحریر کیا ہے۔ اس مسئلہ کا تعلق چونکہ ان روایات کی وجہ سے بائبل کے ساتھ ہو گیا ہے۔ اکثر لوگون کو اس سے دلچسپی ہو گئی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے متعلق خوب قیاس و دلیل بازی اور تک بندیون سے کام لیا گیا ہے۔ ایسے لوگون کو اس مسئلہ کا یہ مختصر تذکرہ ناپسند ہوگا۔ لیکن یہ کتاب اس کیلئے موزون نہ تھی۔ اس لیئے مجھے اختصار سے کام لینا پڑا۔

رومن زمانہ: رومن فتوحات کے وقت سے البتہ مراکو کے متعلق بہت ہی متحقق و صحیح تاریخ معلوم ہو جانی شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ نقص پھر بھی باقی رہتا ہے۔ کہ مفصل حالات اور کافی توضیح و تفصیل رومن مورخون نے بھی قلمبند نہ کی۔ اس مغرب ترین افریقہ مقبوضہ کو اہالی روما نے ایسا وقیع نہ سمجھا کہ اس کے حالات تحریر کرنے مین مناسب غور و محنت سے کام لیتے۔ کارتھیج کے انہدام اور جلوا دیئے جانے سے چوسٹھ برس بعد رومۃ الکبریٰ پر رومن حکومت موجود الوقت کے چار متفقہ درومن، امدار کا قبضہ ہو گیا مگر تھوڑا عرصہ بعد اپین سے ایک مسمی سرٹوری[2] اس کی فوج کو رومن سلطنت کے ڈکٹیٹر

[1] سید امیر علی اپنی تازہ تصنیف انگریزی تاریخ عرب مین دیسی باشندون کے حسب و نسب کے متعلق بصفحہ ۹ حسب ذیل لکھتے ہین ”صحرا لیبیا کے مغرب اور سوڈان کے شمال مین شمالی افریقہ مین سامی نسل لوگ آباد تھے جو قبایل اس علاقہ کے میدانون اور پہاڑون مین رہتے تھے۔ اون مین سے اکثر عرب کے دو سب سے اہم قبائل کی اولاد ہونے کے مدعی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ خاندان حمیر کا ایک بادشاہ شمالی افریقہ مین بڑھتا چلا گیا۔ اور وہان اوس نے محطانی نوآبادیان قائم کین۔ چنانچہ ان افریقی فتوحات کی وجہ سے اوسے افریقی کا ملقب دیا گیا۔

[2] ایک مشہور رومن جرنیل جو رفتہ رفتہ جمہوری ریاست کا حاکم اعلیٰ بن گیا۔ مگر آخر خود ہی مستعفی ہو گیا۔ اور زندگی کا باقیماندہ ایک برس اپنی جاگیر پر جا کر بڑی عیاشی مین بسر کیا۔ ۱۳۸ قبل مسیح مین پیدا۔ اور ۷۸ قبل مسیح مین فوت ہوا۔ ۱۲

(حاکم اعلیٰ)، ستولا[1] کے رُعب نے ہسپانیہ سے باہر دھکیل دیا۔ اور اس نے جزیرہ سسلی کے بحری قزاقون کی مدد سے مراکو کے ساحل پر اترنیکی کوشش کی۔ لیکن وہان کے جنگجو اور تندخو دیسی باشندون نے اس کے پاؤن وہان بھی نہ جمنے دیئے۔ اور وہ جزائر کنری کیطرف چلے جانے پر مجبور ہو گیا۔ اس واقعہ سے ایک برس پیشتر ٹانجیر کے بادشاہ بوکس کے بیٹے بوگود نے اپنے فرزند مسی گانڈا کو فوج دیکر بر باس نومیڈی[2] (الجزائری) کے برخلاف پامپی کی مدد کو بھیجا تھا۔ اور اسطرح سے اہالی مراکو کو روما کی روز افزون طاقت محسوس ہو چلی تھی۔ اور وہ جان گئے تھے کہ کارتھیج کی تسخیر کا نتیجہ کیا ہو گا۔ چنانچہ متذکرہ صدر یورش سے فوراً ہی بعد ۸۰ء قبل مسیح مین جب صقلی[3] قزاقون کے ایک اور نئے گروہ نے اسکالیس کے زیر کمان ٹانجیر کو فتح کر لیا۔ تو رومن افواج ٹانجیر کی مدد کو بھیجی گئین۔ لیکن بے سود۔ کامیاب سرٹوریس اس فتح سے جرار لشکر جمع کرنے کے قابل ہو گیا۔ جس مین سات سو بربر بھی شامل تھے۔ اور انکی مدد سے اس نے ۸۰ء قبل مسیح مین ہسپانیہ پر حملہ کر کے اپنے سابقہ اقتدار کو پھر حاصل کر لیا۔

لیکن اس ساحل پر اہالی روما کو واقعی اقتدار قیصر آگسٹس کے عہد مین ہی جا کر حاصل ہوا۔ اور اسوقت بھی صرف ساحل پر خاص مراکو پر ان کی حکومت بالواسطہ ہی رہی۔ حضرت مسیح کی پیدائیش کے زمانہ کے قریب قیصر ند کو دنے نومیڈیا کا علاقہ بطور

[1] رومن جرنیل جسے پہلی ناموری جرمن قبائل کے مقابلہ مین حاصل کی۔ من بعد تین اور جرنیلون کو ساتھ لیکر روما مین داخل ہوا۔ اور ان چارون نے اپنے تمام اعداء اور رقیبون کا قتل عام کرایا۔ مگر ستولا یا سلا حاکم اعلیٰ نے جب اسے واجب القتل مجرم قرار دیا۔ تو ہسپانیہ کو بھاگ گیا۔ اور دیگر جلاوطنون کو ساتھ ملا کر وہان ایکطرح سے بادشاہ ہو گیا۔ اور رومن جرنیلان۔ پامپی و مٹلس کو کئی بار شکست دی۔ ایشیا کوچک کے یونانی بادشاہ متھری ڈیٹس سے رومن جمہوری سلطنت کے برخلاف اتحاد پیدا کیا۔ اور ہسپانیہ مین نئی رومن جمہوری سلطنت قائم کرنیکی کوشش کی۔ مگر ایک ماتحت جرنیل کے ہاتھون تکمیل سے پہلے ہلاک ہو گیا۔ ۷۳ء قبل مسیح مین مرا۔

[2] الجزائر کو رومن نومیڈیا۔ ٹونس کو کارتھیج۔ مراکو کو ماری ٹے نیا۔ طرابلس و بنغازی کو سیرین پکارتے تھے۔ مترجم۔ ۱۲

[3] سسلی کو عرب صقلیہ پکارتے ہین۔ ۱۲

بطور جاگیر جوبا خورد کو عطا[1] کیا - جو بیس برس بعد قیصر طبریاس نے نومیڈیا بیکرا دس کے عوض اوسے ماری ٹینیا کا علاقہ دیا - ماری ٹینیا کی حدود مین اسوقت الجیریا کے رقبہ سے کچھ ہی زیادہ علاقہ شامل تھا - اور اگرچہ قیصر آگسٹس نے اسے جو لیا - کنسٹان ٹیا کا نام دیکر اول درجہ کا مقبوضہ قرار دیا - مگر اس کی اہمیت جلد ہی جاتی رہی - جوبا اور اسکے جانشینون کو کوہستانی بربرون نے کبھی بھی چین نہ لینے دیا - نہ کبھی اچھی طرح اونکی حکومت مانی - چنانچہ کئی دفعہ اپنی طاقت کو کافی نہ سمجھ کر ان ازادی پسند کوہستانیون کو مطیع بنانے کے لئے ان جاگیر دارون کو رومتہ الکبری سے مدد کی التجا کرنی پڑی -

ان فوجکشیون مین سب سے اہم وہ تھی - جو قیصر قلاڈی اس کے عہد کے پہلے برس سنہ ۴۱ء مین سوٹونی اس پالی نس کے زیر کمان بھیجی گئی - اسی سوٹونی اس نے دو برس بعد مغربی یورپ کو فتح و مسخر کر کے دور دراز برطانیہ کے بعید ترین وحشی قبایل مین رومن حکومت قایم کی تھی - مراکو مین اہالی روما نے اس سے بڑھی کوئی مہم نہ بھیجی - سوٹونی اس سدا برف سے ڈھپنے رہنے والے کوہ طلس سے بھی دس منزلین پرے تک سرکش وضدی بربرون اور اون کے سرداران دمیون کا تعاقب کرتا چلا گیا - اور جب تک سیاہ مٹی کے ریگستانون - اور دریائے گیر تک جس کا اوس وقت بھی یہی نام تھا - طافیلات کی جانب نہ پہونچ گیا - بس نہ کی - یہ مہم سنہ ۴۲ء مین ختم ہوئی - غالباً وہ قدیم رومن کھنڈرات جن کا مورخ لیو نے ذکر کیا ہے - اسی مہم کے دوران مین تعمیر کئے گئے تھے - میری رائے مین یہ کھنڈر قلعہ کے ہین - لیکن مراکو اسوقت جسقدر کھنڈرات رومن[2] یا رومی کے نام سے پکارے جاتے ہین - انہین

---

[1] بعض کا بیان ہے کہ نومیڈیا خاص جوبا ثانی کو کبھی جاگیر مین نہ دیا گیا تھا - بلکہ صرف گاٹی ٹومیا کے بعض حصص - جوبا کی بیوی مشہور رومن جنیل انٹونی اور ملکہ کلیوپٹرا کی بیٹی تھی - وہ سنہ ۲۳ء مین فوت ہوا ایکنس

[2] المقری کی تاریخ کے ترجمہ کی چہارم جلد باب اول کے سولھوین حاشیہ مین گیانگوس لکھتا ہے: "لفظ رومی سے میری مراد قیصری سے ہے - جب سلطنت روما دو حصون مین شرقی و مغربی - یا پائین و بالا مین تقسیم ہو گئی - تو یہ لفظ پہلے پہل پائینی یعنی قسطنطنیہ کی رومن سلطنت کے اہالی روما اور اوس کے مقبوضات کے باشندون کے حق مین عربون نے استعمال کرنا شروع کیا - رفتہ رفتہ یہ لفظ عیسائی کے مرادف

سے ہر ایک اور سب کو اہالی روما کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔

رومن صوبہ } سوٹی نی اس شاہ مراکو سالا بہ وس کو مغلوب کرکے اوس کے تمام ملک کو رومن صوبہ بنا دیا۔ پر اس صوبہ کی حد ساحل کے کنارے کبھی ساتی سے آگے نہ بڑہی۔ اہالی مراکو اسے سلا پکارتے ہین۔ اہالی رومانے بھی اسکا یہی نام رکھا ہوا تہا۔ انٹونائن اپنے سفرنامہ مین اسے سالا کونیا لکھتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ سالا کولونیا (نوآبادی سابلا) کا اختصار ہے۔ مگر مجھ اس سے اتفاق نہین۔ کیونکہ پلینی نے تمام کولونیون یا نوآبادیون کی فہرست مین اس مقام کو اس پیرایہ مین ذکر نہین کیا۔ اندرون ملک مین بھی رومن صوبہ کی حدود مقام وولیبلیس سے کبھی آگے نہ بڑہین۔ جس کے کہنڈرات ابتک زرہون پہاڑی پر موجود ہین۔ آٹہ صدیان بعد مولائے ادریس نے یہین اپنا علم نصب کرکے جدید حکمران خاندان کی بنیاد قایم کی تہی۔ اس توضیح کے بعد نقشہ پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوجائیگا کہ ضلع ریف کے سوا، جس کے باشندے کبھی کامل طور پر مطیع نہ بنائے جاسکے۔ رومن صرف شمالی میدانون پر جو جنوب اور مشرق کیطرف پہاڑون سے گہرے ہوئے مین قابض[۱] تھے۔ اگرچہ سالی کے جنوب مین اسوقت بھی اب کی طرح وسیع تر زرخیز

[۱] مگر ایک جدید سیاح مارٹی نیر کے حالات سفر سے اس معاملہ کی نسبت شک پیدا ہوگیا ہے۔ اسنے علاقہ سوس کے مقام اگادیر وغیرہ مین بازنطینی طرز کی عمارتون کے کئی کہنڈر دیکھے جن سے یہ قیاس کرنیکیلیے کافی وجہ ملگئی ہے کہ بازنطینی حکومت ضرور ہی مقام تک وسعت پا چکی ہو۔ بہرحال اس دریافت سے رومن صوبہ کی حدود اور رقبہ کے مسئلہ کے متعلق ایک دلچسپ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳) ہوگیا۔ کیونکہ یونانی عموماً عیسائی ہوگئے تھے۔ مگر ابن خلدون اپنی تاریخ بربر کے ان مین آخری معنون مین اس لفظ کے استعمال کو سخت معیوب بتاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے: "مجھے بالکل یاد نہین پڑتا کہ مین نے کسی جگہ یہ پڑہا ہو کہ جب عربون نے افریقہ کو فتح کیا تو اس ملک کے رہنے والون مین سے کسی قوم یا نسل کو رومی کے لفظ سے پکارا گیا ہو۔ نہ مین نے ان واقعات کی پرانی تاریخون مین سے کسی مین اس لفظ کو پڑہا ہے۔ اس سے مین نتیجہ نکالتا ہون کہ یہ لوگ محض استعارتاً رومی پکارے جانے رہے ہا۔ کیونکہ اس زمانہ کے عرب فرنگیون (وندالون) سے نا آشنا تھے۔ اونکو معلوم نہ تھی کہ یہ بھی کوئی جدا قوم ہین۔ نہ اونکو شام مین کسی اور قوم سے ساتھہ پڑا۔ نہ کسی اور سے اونکی لڑائی ہوئی۔ وہ سمجھتے تھے کہ تمام دوسری عیسائی قومین رومی سلطنت کے تابع ہین۔ اور رومن قیصر ہر قولیس تمام مسیحی دنیا کا فرمانروا ہے۔ بدین خیال اونہون نے کل مسیحی اقوام کا بھی رومی ہی نام رکھدیا۔"

میدان موجود ہے پلینی انکو ویران اور بنجر اور ہاتہیون کا گہر لکہتا ہے اہالی ریف کی شورہ پشتی کا یہ عالم تہا۔ کہ ایکدفعہ باغی ہوکر وہ رومیون سے لڑتے لڑتے ہسپانیہ مین بہی داخل ہو گئے تہے۔

کوہستانی سردار کہ اولوالعزم جوبانے مشاہدہ و معاینہ کی بنا پر اپنی افریقی ریاست کے حالات کئی جلدون کی ایک ضخیم کتاب مین تحریر کئے ہیں یہ کتاب افسوس ناپید ہوگئی ہے۔ اسوقت کے مراکشی باشندون کی نسبت ہمارا ذریعہ علم صرف پلینی پر محدود ہو گیا ہے۔ گائی توبی کی نسبت پلینی سوٹونیو اسکو بطور سند پیش کرتا ہے۔ اکثر کی رائے مین موجودہ قوم گنزولی یا جزولی ہی کا پرانا نام گائی ٹوبی تہا۔ مورخ گبن ان لوگون اور انکی ہم نسل دیگر ہمسایہ قومون کی نسبت لکہتا ہے۔ رومن طاقت کے زمانہ شباب و عروج مین یہ لوگ کارتیج اور ساحل بحر سے بہت دور رہے۔ مگر جب رومیون کے بعد ونڈالون دفرنگیون۔ جرمنون) کی کمزور حکومت مسلط ہوئی۔ تو وہ نومیڈیا کے شہرون پر حملہ آور ہو گئے۔ ٹانجیر سے لیکر قیصریہ (موجودہ شہر الجزائر کے متصل تہا) تک ساحل پر قابض ہو گئے۔ اور خود بانی زیکی ام کے زرخیز میدانون مین بلا تردد اپنے خیام نصب کر دیئے۔ اور مراکشی سردارون کی امنگین یہانتک بڑہ گئین کہ قیصر کی طرف سے بادشاہی کرنے اور نشان حکومت ملنے کی تمنائین کرنے لگ گئے" خود جوبا بہی ایک ایسا ہی سردار یا فرمانروا تہا۔ اگرچہ مراکشی کی بجائے اوسے نومیڈی کہنا زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ لفظ ماری ٹینیا کا مفہوم ہمارے زمانہ کا لفظ مراکو کے مفہوم سے بہت زیادہ مہمل اور غیر متحقق تہا۔

ماری ٹینیا ٹنگی ٹانا} صوبہ بوٹیکا کے باشندون کو خوش کرنے کے لئے اوتہو نے سنہ ۶۹ء مین مراکشی صوبہ ہسپانیہ کے ساتہہ ملحق کر دیا۔ اور بالاخر آخری قیصر نے ماری ٹینیا کے نصف مغربی حصہ کو سنہ ۹۰ء مین پر وکیوریٹر دنوجی و ملکی) کو ترسنہ دارالتحت بعد اصوبہ بنا کر اس کے بڑے شہر ٹنگیس (موجودہ ٹانجیر) کے نام پر اوس کا نام ماری ٹینیا ٹنگی ٹانا رکہا۔ شرقی نصف کا نام قیصریہ سیس رکہا گیا۔ اور ان دونو صوبون کو بعض کی جاگیر خاص مین داخل کیا گیا۔ اول اول ان پر پروکیوریٹر ہے

ماتحت دوم درجہ کی سپاہ بغرض حفاظت رکھی گئی۔ لیکن بعد مین گورنر اور[1] سپاہ سالار کے عہدے جدا جدا کر دیئے گئے۔ کیونکہ ایک ہی شخص کے دو لون منصبون پر ہونے سے اندیشہ ہو سکتا تھا کہ وہ کبھی بغاوت　خود مختاری پر مایل نہ ہو جائے

قیصری ان کے زمانہ مین مراکشیون نے ایک بربری سردار کے تابع ہوکر ۱۱۷ء مین علم بغاوت بلند کیا۔ رومن مؤرخون نے اس سردار کا نام لوسی اس کو آئے ٹس لکھا ہے۔ اس نے رومیون کی قابل قدر خدمات کی تھین چنانچہ اپنی بربر افواج کو ہمراہ لیکر ٹراجان کی ایسی وفاداری سے مدد کی تھی کہ اس کے صلہ مین صوبہ فلسطین کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ یہ تحقیق نہین ہوا کہ وہ مراکو کا باشندہ تھا۔ یا کسی اور ملک کا۔ رومن قبضہ کے دوران مین سب سے آخری مہم جسکا تاریخ مین ذکر ہے۔ قیصر انٹونی نس پائی اس کے عہد مین بربرون کے برخلاف بھیجی گئی۔ یہ کام ۱۳۰ء مین ایک رومن جرنیل کے سپرد کیا گیا جس نے بربرون کو کوہ ہسمار　کی وادیون مین ڈھکیل دیا۔ اوسی زمانہ مین ایک اور رومی جرنیل برطانیہ کے رومن مقبوضہ کی حدود سے بارکشائر کے والد لوئن کے ڈاکوؤن کو پرے ہٹانے کے کام مین مشغول تھا۔ مراکو سے رومن فاتحین نے کوئی بڑا فایدہ نہ اوٹھایا۔ البتہ اوس کے جنگلات سے اونکو درخت لیمون کی بیش قیمت لکڑی وافر دستیاب ہوتی رہی۔ اس لکڑی سے رومی امرا ثابت بیجوڑ میزین بنوایا کرتے تھے۔ جو نہایت قیمتی سمجھی جاتی تھین تھین۔ یعنی ان درختون کے تنے اتنے بڑے بڑے ہوتے تھے سکہ ایک سالم ٹکڑے سے ایک ڈال سالم میز کا تختہ اور پائے باسانی بن جاتے تھے۔ میز کا کوئی حصہ جدا اپنا کر نہ جوڑا

---

[1] مختلف پرانے کتبون سے فرنچ میسیو ایم پالو ڈی لیسرٹ نے صوبہ ماری ٹینیا ٹنگی ٹانا کے تیرہ رومن گورنرون کی فہرست مرتب کی ہے جن مین سب سے پہلے کا زمانہ گورنری ۲۶ ء مین گلبا کے عہد حکومت سے شروع ہوتا ہے۔ اور سب سے آخری کا چوتھی صدی عیسوی کے آخری حصہ مین ختم ہوتا ہے۔ اونیوبی لیس کے کتبون سے ایک　سیاح نے دریافت کیا ہے۔ یہ گورنر مارکس اری لی اس کے عہد مین گذرا۔ اس کے علاوہ ایک اور یعنی پندرہوان گورنر بھی ایک کتبہ سے معلوم ہوا ہے

جاتا تہا۔ اس لکڑی کے علاوہ ایک خاص قسم کا نباتاتی اودا رنگ بہی اونکو یہان سے حاصل ہوتا رہا جو قدر و منزلت مین ٹائر دصور، کے اودے رنگ سے بہی فوقیت لیگیا اور عوام مین اوسکا عام رواج ہوگیا۔

زمانہ وندلان از ۱۶۱ء سے رومیون کی طاقت کا زوال شروع ہوگیا۔ کیونکہ عیاشی ۲۶۸ء اور آرام طلبی اور اونکی ہمرکاب بیرائیون نے قوم کی قوت کو چوس لیا تہا۔ اون کے مقبوضات ایک ایک کرکے اون کے تصرف سے نکل گئے۔ ماریٹینیا ٹنگی ٹانا کبہی بہی نہائیت اہم اور عزیز مقبوضات مین سے نہ سمجہا گیا تہا۔ اوسکو بچانے کی انکو کب کوئی خاص فکر ہوسکتی تہی۔ تاریخ مین لکہا ہے کہ فرنگیون نے رومیون کے برخلاف مستعد ہوکر جب گال و فرانس، اور ہسپانیہ پر حملہ کیا تو انہون نے مراکو پر بہی حملہ کرنے کی نیت سے ہسپانوی جہاز پکڑے تہے۔ لیکن اس مین اونکو کہان تک کامیابی ہوئی۔ اس کے متعلق کچہہ مذکور نہین۔ بہرکیف جب ونڈال سوالیوئی اور گوتہہ قوم مین جن سیرک کے زیر کمان ہسپانیہ مین داخل ہوئین۔ تو وہ آگے افریقہ کو بہی گئین۔ یہ واقعہ ۴۲۹ء مین گذرا۔ رومن گورنر بوجی فیس اور نیز ہسپانوی لوگ نے جو ان وحشی حملہ آورون کی روانگی کے لیئے ونرات خدا سے دعائین مانگتے تہے حملہ آورون کو افریقہ پر حملہ کرنے مین ہر قسم کی مدد دی۔ اور تمام ضروری سامان بخوشی اونکو بہم پہونچا دیئے۔ اونکی جمعیت اسی ہزار کی تہی۔ اون مین نصف سپاہی تہے۔ وہ افریقن ساحل پر پہونچکر مشرق رویہ ہوگئے۔ اونکی منزل مقصود کارتہج تہا۔ اور انکو دس بعد وہ حاصل کرنے مین کامیاب ہوگئے۔ اونہون نے مراکو پر قبضہ نہ کیا۔ البتہ سیوٹا اور ٹانجیر کو اپنا باجگذار بنالیا۔ گوتہہ قوم کی آمد تک یہی نقشہ قائم رہا۔ اس قوم نے ۶۱۸ء مین اوہر رخ کیا۔ ونڈال قوم کے غلبہ کیوقت سے مارٹینیا کے حالات و تواریخ پر پہر کامل تاریکی چہا جاتی ہے۔ اور ہم یقین کے ساتہہ یہ بہی نہین کہہ سکتے کہ بیرونی دنیا کا اس زمانہ مین بربر قبائل پر کیا اثر پڑا۔ یا مذہب عیسوی کا اثر اس ملک مین کہانتک پہیلا۔ میرے خیال مین عیسوی مذہب ان حدود تک بہی کبہی نہ پہونچا۔ جو رومن مقبوضہ کی تہین۔ اگر میرا یہ خیال درست ہے تو مراکو مین عیسائی مذہب کی اشاعت کے متعلق عام گمان کو بہت

ہی مبالغہ آمیز کہنا پڑیگا - مین نے اس معاملہ پر پندرہوین فصل مین مفصل بحث کی ہے - اوس زمانہ کی تاریخون کو پڑہتے وقت اسے کبہی فراموش نہ کیا جائے - کہ ان دنون الفاظ افریقہ - نومیڈیا - ماری ٹینیا - ماری - اور بربر کے معنے بہت ہی محدود تہے - ان کا دایرہ اطلاق اب بہت ہی وسیع ہے - اس امر کو فروگذاشت کر دینے سے سخت غلط فہمیان پیدا ہونگی -

رومن کہنڈرات[ل] مراکو مین قابل غور اور اہم رومی کہنڈرات صرف وہی ہین - جو ولیو بلیس مین ہین - یہ قصبہ مکنسہ سے ساڑہے تین گہنٹون کی زین سواری کی مسافت پر ہے - یہ امر کتبون سے بخوبی تحقیق ہو چکا ہے - کہ قدیم ولیو بلیس یہی مقام ہے - ان کتبون مین سے ایک فتح کی یادگار مین بنائی گئی - محراب پر لگا ہوا تہا یہ محراب گو اب کہنڈر پڑی ہے - لیکن پہر بہی سابقہ عظمت و جلال کو لیئے ہوئے ہے - یہ کتبہ کاراکالا اور جولیا ڈومنا کی فتح کے متعلق ہے - اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ سنہ ۲۱۳ء سے بعد کا ہے - اس امر کی تصدیق کیسی لس ڈومی ٹینس کی قبر کے کتبہ سے بہی ہو رہی ہے - جسپر ساتہہ ہی شہر کا نام بہی درج ہے - باشندگان ملک ان کہنڈرات کو قصر فراعون پکارتے ہین - ان کہنڈرات سے بارہا عمارتی مصالح حاصل کیا گیا - خاصکر مولائی اسمعیل نے مکنسہ محل کی تعمیر کے وقت ان کہنڈرات سے بہت مصالح لیا - ونڈس سیاح نے سنہ ۱۷۲۱ء مین جب اونکو دیکہا - اور انکی

ل ان کہنڈرات کو فرنچ سیاہ ایم ڈی لا مارٹی نیر نے بڑی محنت و غور سے تلاش و معاینہ کیا ہے اوس نے جا بجا ان کہدوا کر بہی دیکہا - اس کی محنت کا نتیجہ نہائت بیش قیمت برآمد ہوا - سنہ ۱۸۸۸ء اور ۱۸۸۹ء مین اسے ۴۳ کتبے ملے - ان مین سے اکثر دوسری صدی عیسوی کے آخیر کے تہے - دو یا تین یونانی زبان مین ہین - مگر ایسے مٹ گئے ہین - کہ پڑہے نہین جا سکتے - لاطینی کتبون مین سے ایک عربی کیطرح دائین طرف سے بائین طرف کو لکہا ہوا ہے - انمین سے دو شاہی معاملات کے متعلق دو مذہبی تیرہ اعزازی اور ۲۶ مرقدی ہین - ایم ہیرون نے ان کی بجنسہ نقلیں پیرس کے تاریخی رسالہ مین شائع کی ہین - ۱۲

تصویر اتاری - اس وقت ان عمارات کا کچھہ کچھہ حصہ ابھی سالم کھڑا تھا - اب اونکا
کوئی قطعہ باہم پیوستہ نہین رہ گیا - اور انکی ہیئت بالکل ہی بدل گئی ہے - اس کامل بربادی
کا باعث زیادہ تر زلزلے ہین - اور خاصکر ۱۷۵۵ء والا زلزلہ - جو مکنسہ مین بہت ہی سخت
آیا تھا - ان کھنڈرات کی توضیح و تشریح علاوہ دیگر اشخاص ٹسوٹ - لیٹرو - اور مارٹی نیر اودیر نے
بہت عمدہ کی ہے اور ساتھہ ہی تصویرین بھی دیکی ہین - کپتان مایڈ جو اسیر ہو گیا تھا - ان
کھنڈرات کی ایک تصویر چھوڑ گیا ہے - یہ بھی اوسی زمانہ مین لیگئی تھی - جبکہ ونڈس نے
اوتاری تھی - مقام لوکو لو میڈا کے کھنڈرات جو مکنسہ سڑک پر دوسرا رومن پڑاو تھا -
بالکل ناپید ہو گئے ہین - آیا ان سے جدید عمارات مین فائدہ اوٹھایا گیا - یا وہ یون ہی
منتشر و معدوم ہو گئے - اسپر یقین کے ساتھہ کچھہ نہین کہا جا سکتا -

قابل سند کتب - ماری ٹینیا کے جغرافیہ اور تاریخ کے متعلق جو ناظرین مشرح حالات
اور تحریرین پڑھنا چاہین وہ منرٹ - ڈوپارٹ - سینٹ مارٹین - سٹوٹ کی تصانیف
دیکھین - یہ تصانیف اسی ترتیب سے جس ترتیب سے اون کے مصنفون کے نام لکھے
گئے ہین شائع ہوئین - منرٹ نے اپنی کتابون مین جغرافیہ کی طرز کو اختیار کیا ہے
اور ہر ایک ضلع کا جدا جدا بیان لکھا ہے - ڈوپارٹ نے تاریخی طرز کو پسند کیا ہے -
اور ہر قوم و نسل کے حالات جو ملک پر متصرف ہوئین - بلحاظ قدامت سلسلہ وار
تحریر کئے ہین - سینٹ مارٹین نے تاریخ الکتب المصنفین کو مدنظر رکھا ہے - اسنے
ہر نویسندہ کے بیانات پر علیحدہ علیحدہ غور کیا ہے - اور تینون مین سے یہی طریق

لہ مین جب وہ بوبلیس گیا - تو وہان مارٹینیر کو کھدائی کے کام مین مصروف پایا - مگر بعد مین اوس نے
جو کتاب شائع کی - وہ بہت غیر تشفی بخش ہے - اوس مین اوس نے اپنی محنت کے حالات مفصل نہین
لکھے - العرئش کے قریب بمقام لکس بھی اوسنے قدیم کھنڈرات مین اسی طرح محنت کی - میکنس ۱۲
لہ ڈاکٹر واٹسن نے بمقام مدرسہ سیوفہ کے کھنڈرات کو بھی رومی زمانہ کے سمجھکر اون کے
حالات باتفصیل لکھے ہین - یہ مقام ٹانجیر کے قریب طیطوان کی سڑک پر واقع ہے
لہ سٹوٹ نے رومن زمانہ کے کئی کھنڈرات کے حالات لکھے ہین - میکنس ۱۲

سب سے زیادہ وہ فایدہ بخش اور کارآمد ہے - اور فرانس کی انجمن حامی علوم نے بالکل بجا طور پر اوس کے اختیار کرنے والے کو امتیاز و نشان عطا کیا ہے - مگر یہ خیال رہے کہ یہ سب کتابین خارجی بنا پر مبنی تہین - اونکے مصنفون کو مجبورًا دوسرون کے بیانات پر انحصار کرنا پڑا - یہ کام بسلوٹے ہی نے کیا - کہ جب وہ ۱۷۵۰ء مین فرانس کیطرف سے دربار مراکو مین سفیر تہا - تو بین بر سر موقعہ انجمن متذکرہ صدر کے لیئے ایک نہایت جامع اور عالمانہ رسالہ مرتب کیا - اور اس مین اپنی ذاتی تفتیش و تحقیقات کہنڈرات کی کہدائی اور معائنہ و انکشاف کے نتائج کو بہی قلم بند کیا - اس علمی و قابل قدر رسالہ کی موجودگی مین شائق علم کے لیے تاوقتیکہ کوئی نئے نوشتے اور کتبے یا یادگارین زمین سے بر آمد نہ ہون - جدید تہیوریان و نظریات قایم کرنے اور قیاسی گہوڑے دوڑانے کی کوشش محض فضول ہوگی - ماری ٹینیا کی بہترین سلسلہ وار تاریخ وہ ہے - جو مرسیے نے لکہی ہے -

(۲)
فصل دوم

اسلامی حملے ۶۹۰ء تا ۷۸۸ء

اسلامی سیلاب بتدریج ساحل بربری کے برابر برابر بڑہا - مکہ معظمہ سے حضرت محمدؐ کی ہجرت سے بیس برس کے اوندر عرب جبیوش دریا نیل کے ڈلٹا پر قابض ہوگئے تہے - اونہون نے جلد دیسی[1] باشندون کو مطیع بنا لیا - جن مین سے اکثر مسیحی المذہب تہے - مگر بہت سے یہودی بہی ان مین ملے جلے تہے - فتح مصر سے دو تین برس ہی یہ فاتحانہ لہر سرنیکا (بارقہ یا بنغازی)، کو طے کرتی ہوئی ۶۴۳ء مین طرابلس تک پہونچگئی - ۶۴۶ء مین افریقیہ (جس سے اسوقت وہ ملک مراد تہا جسکو اب ہم ٹیونس پکارتے ہین)،

[1] یہ لوگ اب بہی قبطی گبطی یا کاپٹ پکارے جاتے ہین - اور گو انمین سے اکثر وقتًا فوقتًا اسلام کے دایرہ مین داخل ہوجاتے رہے ہین - لیکن بہی جو قبطی کہلاتے ہین اونکا مذہب برابر مسیحی ہے مسکینس -

مسخر ہوا۔ اور ۶۸۲ء میں عرب جرنیل ہر دو مغرب یعنے مغرب الاوسط (الجیریا) اور مغرب الاقصیٰ (مراکو) میں داخل ہو گئے۔

عرب مورخ الزیری (بقول النویری) لکھتا ہے کہ اسوقت ایک شہزادہ مسمی جرجس یا گرجس (یعنی پیٹریکٹ گریگوری اس)، بازنطینی قیصر ہرکولیس کے نایب کی حیثیت مین طرابلس سے ٹانجیر تک حکمران تھا۔ مگر یہ امر بہ تحقیق معلوم نہین کہ فی الواقعہ اس نایب کو کہان تک ان ملکون مین اقتدار حاصل تھا۔

بربرون کی (غالبًا مراکو کے بعید ترین مین وانڈالون یا بربرون پر اوسے چندان حالت ۶۴۷ء) زیادہ اقتدار حاصل نہ تھا۔ بربر اجنبی حکومت سے بیزار تھے۔ وہ عربون کو اس جوئے سے مخلصی دلانے والا سمجھکر بطیب خاطر اون کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور اسطرح عرب تسلط با سانی قایم ہو گیا۔ مگر جب بعد مین اونکو معلوم ہوا کہ اونکی حالت مین اوس کے سوا کچھ تغیر نہین ہوا کہ صرف مالک بدل گئے ہین۔ تو عرب اطاعت تسلیم کرنے سے چالیس برس بعد علم بغاوت بلند کرکے قصبہ قیروان مین جسے عربون نے ٹونس کے جنوب مین تعمیر کرکے اپنا دار الخلافہ بنایا تھا۔ اپنی خود مختار حکومت قایم کرلی اس شہر کو فتح کرنے کے لیئے اوس کے بانی و تعمیر کردہ اور عربون کے سپہ سالار اعظم عقبہ سے مدد چاہی گئی۔ یعنی اپنی دوسری (۶۶۶ء) اور تیسری (۶۷۰ء) مہمون مین بربر نو مسلمون کی مدد سے افریقہ کے باقیماندہ عیسائیون کا بھی نام و نشان مٹادیا تھا۔ عقبہ اس وقت بھی غزا مین مصروف تھا۔ اور سیوٹا و ٹانجیر پہونچا ہوا تھا۔ اوس نے ۶۸۲ء میں بربرین اور یونانیون کی متفقہ فوج کو مقام تاہودا کی نہائیت ہی مہیب اور خونریز لڑائی مین کامل شکست دی۔ مگر اوسے پھر قیروان مین داخل ہونا نصیب نہ ہوا۔ وہ اس کی کمر رفتح سے پہلے ہی شہید ہو گیا۔ اور عربون نے ایک اور سپہ سالار کے زیر کمان ۶۸۸ء مین قیروان کو دوبارا فتح کرکے آزاد

---

۵۱ ہرکولیس قیصر قسطنطنیہ ۶۱۰ء تا ۶۴۱ء تک حکمران رہا۔ خود قسطنطنیہ کا عربون نے دو دفعہ ۶۶۸ء و ۶۷۲ء مین محاصرہ کیا۔ سیکنس پہلا محاصرہ ۔ ۵ برس رہا۔

۵۲ اوسکا مستقر حکومت طرابلس تھا۔ جہان وہ عربون سے لڑائی کرتا ہوا ہلاک ہوا۔ سیکنس ۔ ۱۲

بربروں کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے پامال کر دیا[۵]

عقبہ و مراکو کے عرب تواریخوں کے متضاد بیانات اور روائیتوں کو باہم موازنہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب عقبہ ابن نافع اسپوٹا کی فصیل کے قریب پہونچا۔ تو وہان کا وسی گوتھ قوم کا گورنر کونٹ جولئن شہر سے باہر عرب سپہ سالار کو تحائف و نذرانے لیکر آ ملا۔ طانجیر کے گورنر نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور عقبہ نے بھی بحالات موجودہ اسے کافی سمجھا۔ بقول مراکشی اسقدر طویل محاربہ کے بعد اس کے پاس جو فوج باقی رہ گئی تھی۔ اس سے وہ اس سے زیادہ یعنے کامل فتح کا کام نہین لے سکتا تھا۔ اس نواح کو فتح مسخر کرنیکا کام قضا و قدر نے عقبہ کے جانشین موسیٰ کی قسمت مین مقدر کر رکھا تھا۔ یہ واقعہ اسی موقعہ پر گذرا تھا۔ یوبانا یا شارق الاعقاب کے میدانون مین سے گذرتا ہوا۔ عقبہ جب بحر اوقیانوس کے ساحل پر پہونچا۔ تو اوس نے اپنے گھوڑے کو سمندر مین ڈال کر باواز بلند یہ فقرہ[لہ] جسے تاریخ نے ہمیشہ کے لیے لوح زمانہ پر ثبت کر دیا ہے۔ زبان سے نکالا تھا " الہ العالمین اگر میرا رستہ یہ سمندر بند نہ کر دیتا تو مین تیرے پاک نام کی توحید کی اشاعت کرتا۔ اور اون بدبخت قومون کے جو تیرے سوا کسی اور خداؤن کی پرستش کرتی ہین۔ سر کاٹتا ہوا مغرب کی نامعلوم بادشاہیون کیطرف بڑھا چلا جاتا "

لیکن مراکو کا اصل ملک ابھی غیر مفتوح تھا جس کی فتح مین یونانیون اور ٹونسیا و الجیریا کے بربرون کے مقابلہ نے بیس برس مزید کا وقفہ ڈالدیا۔ یہ بربر

۵ اس کا اصل راوی نویری ہے۔ مین نے اس کے اظہار کا ترجمہ گبن کے ترجمہ کے مطابق درج کیا ہے۔ مگر گبن نے اکثر دیگر مؤرخین کی طرح یہ سمجھنے مین غلطی کھائی ہے۔ کہ عقبہ سوس کے موجودہ صوبہ کے ساحل تک پہونچا تھا۔ وہ صرف اس صوبہ تک گیا تھا جسے عرب سوس الادنےٰ یا شمالی مراکو پکارتے تھے۔ اور جو موجودہ صوبہ سوس سے جسے عرب سوس الاقصیٰ پکارتے تھے۔ اور وہ اونکی تقسیم علاقہ کے لحاظ سے مقام ام الربیع سے شروع ہوتا تھا۔ بالکل ممیز و جدا تھا۔ میکنس و مسٹر امیر علی اپنی تاریخ فتوحات عرب مین عقبہ کے اظہار کا یہ ترجمہ کرتے ہین " خدایا تیرا اگر یہ سمندر حایل نہ ہو جاتا تو مین تیرے نام کے جلال کو بڑھاتا اور تیرے اعدا کا سر کاٹتا ہوا بسا یہ ممالک بعیدہ کو بڑھ جاتا۔ مترجم

لہ دیکھو تاریخ البویری باب پنجاہ صفحہ ۱۱ ابن میکنس۔

کاہنہ[1] نام ملکہ کے زیر فرمان عربون سے لڑے ۶۹۰ء مین جب کارتہج مسخر ہوگیا۔ تو مسلمانون کو کافی طاقت کے ساتھہ مغرب کیطرف بڑہنے کی فرصت مل گئی۔

فتح مراکو ۷۰۳ء موسیٰ بن نصیر کو ہراول لشکر کا کمانڈر مقرر کرکے آگے بہیجا گیا۔ وہ اون قبائل کو جو صحرا کے کنارے پر آباد تہے مطیع و منقاد بنانے کے بعد شمالی ساحل کے کنارہ کنارہ سوس۔ خزاعہ۔ اور طافیلات تک بڑہا چلا گیا۔ اور وہان اپنے بیٹے عبدالعزیز کو دس ہزار اسپ سوار دیکر قیام حکومت کے لیئے مامور کیا۔ عبدالعزیز نے زناطہ مصمودا۔ سنہاجہ۔ قطامہ اور ہوارا کے قدیم بربر قبائل کو یکے بعد دیگرے بزور شمشیر اور عقلمندی اور لطف آشتی سے مطیع و منقاد اور رفیق و ہوا خواہ بنا لیا۔ ادہر دوسری طرف اس کے بہائی مروان نے ۷۰۷ء مین ٹانجیر کو فتح کرکے طارق بن زید النفیسی کے زیر کمان وہان دس ہزار عرب و مصری فوج تعینات کر دی۔ ٹانجیر طیطوان اور غرملہ مین عرب فاتحین کو کثیر التعداد عیسائی ملے۔ جن مین سے اکثر ہسپانیہ کو بہاگ گئے۔ المقری لکہتا ہے "یہان کے لوگون کا بیان ہے کہ موسیٰ سے پہلے ٹانجیر کو کبہی کوئی دشمن بزور شمشیر فتح نہ کرسکا تہا جب اسپر مسلمانون کا قبضہ ہوگیا۔ تو وہ اون کے مضبوط ترین قلاع مین سے ایک ہوگیا" طارق نے بلطف و مدارات اپنی فوج مین ۱۹ ہزار بربر شامل کرلیئے۔ اور مذہب اسلام سکہانے کے لیئے اون کے واسطے عرب معلم مقرر کردیئے طارق کی فوج کا حصہ کثیر انصار مدینہ اور اونکے رفقاء و لواحقین مین سے تہا جنکو شامیون نے جنگ حرّاہ مین نہایت سخت شکست دی تہی۔ اس فوج کی طفیل مغرب مین بہی اُس نفاق و ناچاقی کی تخم پاشی ہوگئی۔ جس نے مشرق مین اسلامی طاقت کو بہت کمزور کر دیا تہا۔ اور جسکی وجہ ہی سے آخر ہسپانیہ مین ایک علیحدہ خلافت قائم ہوگئی۔

اندرون ملک میں اسلام کی اشاعت ملک کے اندرونی حصص مین اسوقت اسلام کی اشاعت کہانتک ہوئی۔ اس کے متعلق مفصل کیفیت معلوم نہین ہوسکی

[1] کاہنہ کو مورخون نے جہودن لکہا ہے۔ اس کے نام سے بہی اس کا مذہب یہودیہ پایا جاتا ہے۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ مین ادہر ہی وہی کارروائی ہوئی جو بلاد مشرق مین ہوئی تہی۔ تحقیقی امر صرف اس قدر ہے کہ جب آیندہ صدی کے خاتمہ کے قریب مولائی ادریس مراکو پہونچا۔ تو وہ ولیو بولیس کے ایک مسلمان گورنر کے پاس فروکش ہوا اور کہ متصلہ قبائل مین اسلام یہانتک گھر کر چکا تہا کہ اون کے دلون مین خاندان نبوی کی وقعت قایم ہو چکی تہی۔ اور اس خاندان کے ایک رکن ہونیکی حیثیت سے اونہوںنے مولائی ادریس کا بہت ادب و احترام کیا۔ مراکو مین اشاعت اسلام کے معاملہ کے متعلق عرب مورخین نے اگرچہ بہت اجمال و اختصار سے کام لیا ہے۔ لیکن اس کے متعلقہ طومار در طومار دفترون سے حقیقت کو فسانہ سے تمیز کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ قیاس ہے کہ یہ زمانہ قبائل مراکو کو مطیع و منقاد بنانے اور نو بہرتی شدہ بربر فوج کو جو عنقریب فتوحات اسلامیہ مین نمایان حصہ لینے والی تہی اداب حرب و ضرب اور قواعد شریعت و ملت سکہانے مین صرف کیا گیا۔ میرے خیال مین اندنون مسلمانون کو ہسپانیہ پر حملہ کرنیکا شاید ہی کبہی بخیتہ خیال ہوا ہو۔

سیوٹا ابہی تک گوتہون کے قبضہ مین تہا۔ جو اسوقت ہسپانیہ کے مالک تہے اور جولی ان کو ایک عرب مورخ (ابن خلدون جلد اول صفحات ۲۱۴ و ۲۰۷ جلد دوم صفحہ ۱۳۵ - الناصری جلد ۱ صفحہ ۱۳ -) نے غسانا یعنی ربیفی بربرون کا سردار لکہا ہے - ابن عبدالحکیم نے اسے الجیراس کا گورنر اور آبناے کا حاکم ہی لکہا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ بربر اسوقت تک ہسپانیہ کے ہی تابع فرمان رہے۔ اور عرب فاتحین اونکو ایک طرف چہوڑ کر اس قدرتی شاہراہ کے رستہ جسے میدان اور گہاٹیان بنا رہی ہین۔ اون سے جنوبی علاقہ کو بڑہ گئے۔

ہسپانیہ پر حملہ گو مسلمانون کو کئی برس تک ہسپانیہ کی فتح کیطرف کوئی بڑی توجہ نہ ہوئی۔ مگر یہ بے توجہی زیادہ عرصہ تک قایم نہ رہی۔ ہسپانیہ کا زرخیز علاقہ آبنائے کے جنوبی ساحل سے صاف دکہائی دیتا ہے۔ اسکی کمال زرخیزی اور منظر کی دلفری کے مسلسل مشاہدہ سے آخر نو مسلم[1] بربرون کے منہ مین پانی بہر آیا۔ چنانچہ گوتہون کے

[1] عرب مورخین نے نو مسلم کی بجاے انکو متغرب (یعنی جو عرب بن گئے) لکہا ہے۔ اہالی ہسپانیہ

بادشاہ راڈرک[۱] کے جبر و ستم اور غداری سے جب اوس کے اپنے امرا اور رعایا بہی تنگ آگئی۔ تو وہ اسموقعہ خداداد سے فایدہ اوٹھانے پر کمربستہ ہوگئے۔ بادشاہ کے دست بیداد سے ظلم و ستم کشیدہ کونٹ جولی آن[۲] اور ٹانجیر کے ایک سربرآوردہ عیسائی کی ترغیب پر مسلمانون نے پہلی دفعہ ۷۱۰ء مین الجیراس سے ہسپانیہ پہ تمہیدی یورش کی۔ وہ چٹان جس کا نام ایک مسلمان جرنیل کے نام پر اس حملہ سے ایک برس بعد جبل طارق پڑ گیا اسی شہر کے متصل ہے۔ اور جو چٹان ایک دوسرے جرنیل کے نام پر جبل موسیٰ پکارے جانے لگا وہ اوس کے بالمقابل آبنائے کے دوسرے دیعنی جنوبی، ساحل پر ہے۔ دوسرے برس یعنے ۷۱۱ء مین طارق[۳] نے ادن کشتیون اور جہازون کو جن

---

[۱] وسی گوتہہ قوم کے شاہان ہسپانیہ مین سے آخری بادشاہ۔ وہ کمینہ حسب نسب کا تہا لیکن اپنی قابلیت اور جفاشی سے جب شاہ وتیزا معزول ہوگیا تو ۷۰۹ء مین تخت نشین ہوگیا۔ وتیزا کے بیٹون نے عربون سے مدد چاہی اور وہ ہسپانیہ پر حملہ کرنیکو تیار ہوگئے۔ ۷۱۰ء وہ طارف کے زیر کمان بمقام طوطی سوس دموجودہ طارفہ، خشکی پر اترے اور دوسرے برس زیادہ جمعیت کیساتہہ طارق کے زیر کمان جبل کالپی کے دامن مین۔ اس جائے نزول کا نام اوس وقت سے جبل طارق ہوگیا۔ جو بگڑ کر جبرالٹر بنگیا ہے۔ ساحل پر کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ اور عرب اندرون ملک مین دریائے فرونٹرا تک بڑہتے چلے گئے۔ وہان راڈرک نے جرار مگر غیر منتظم سپاہ سے انکا مقابلہ کیا۔ نو دن تک فریقین مین متعدد جانگداز معرکے ہوئے۔ آخر راڈرک کو شکست ملی۔ اور وہ معہ اپنے چیدہ امرا کے میدان جنگ مین کہیت رہا۔ وہ ۷۱۱ء مین ہلاک ہوا۔ مترجم [۲] اس واقعہ کے راوی النوبری جو طارف بن طارق ابن عبد الحکیم المذہبی الکوشیہ اور الطبری ہین۔ الفونسو سوم والی آسٹیریا نے ہی اپنی تاریخ مین جو نوین صدی مین لکہی گئی اوسکا ذکر کیا ہے۔ سیکنز [۳] موسیٰ بن نصیر کو طارق کی کامیابی پر ایسا حسد ہوا کہ اوسنے فتح ہسپانیہ کے بعد طارق کو خارت گری کے الزام مین قید کردیا۔ طارق نے خلیفہ کے پاس اپیل کی جسپر موسیٰ کے بیٹے کو بطور یرغمال نظر بند کرکے موسیٰ کو طارق کے رہا کردینے کا حکم بہیجدیا۔ اور کہا کہ اگر اوسے کچہہ ضرر پہونچا تو تمہارا بیٹا قتل کردیا جاویگا۔ موسیٰ نے طارق کو خلیفہ کے پاس بہیجدیا۔ لیکن اس کی نسبت لائبریری مین موسیٰ بن نصیر کے نام کا ایک سکہ موجود ہے جو ۹۳ ہجری مطابق ۷۱۲ء مین ہسپانیہ مین مضروب ہوا تہا۔ ہسپانیہ کے ابتدائی اسلامی سکون مین سے بعض پر عربی اور لاطینی دونون زبانون کی عبارت ثبت ہے۔ سیکنس ۱۲۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴) نے اسے بگاڑ کر تومیلر بنا لیا۔ مگر چونکہ عرب مورخون نے ہسپانیہ اور دیگر اقوام کے نومسلمین کے لیے بلا امتیاز مستعرب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مین تخصیص کے لیے اس جامع لفظ کی بجائے نومسلم بربر یا نومسلم ہسپانوی وغیرہ کرکے لکہونگا۔ سیکنس ۱۲۔

سوار ہو کر اس نے آبنائے کو عبور کیا تہا۔ جلا کر اندلس پر حقیقی حملہ کیا۔ اور اس جزیرہ نما مین ایسے استحکام سے اسلامی جہنڈا اگاڑ دیا کہ صدیون تک اوسے عیسائیون کی متفقہ کوششین وہان سے نہ اکہاڑ سکین۔ اور اسلامی آثار و نشانات کو تو شاید روز قیامت تک کوئی طاقت اس زمین سے مٹا نہین سکے گی۔ لیکن ہسپانیہ کی فتح اور طارق کی معرکہ آرائی کا تذکرہ اس کتاب کے دایرہ سے باہر ہے۔ یہ مراکو کی تاریخ ہے۔ نہ کہ ہسپانیہ کی۔ تاہم مغربی سلطنت کی داستان کے بیان کے دوران مین ناظرین اوسکے کئی سین ابنائے کے پار کی سرزمین پر ایکٹ ہوتے ملاحظہ کرین گے۔ اہالی مراکو نے اپنے زمانہ فتوحات مین ہسپانیہ کو تین دفعہ فتح کیا ہے۔ ایک دفعہ کفار سے اور دو دفعہ اپنے ہم مذہب مسلمان بہائیون[له] سے۔

له ۷۳۲ء مین چارلس مارٹل کے ہاتھ سے بمقام ٹورس شکست کہانے سے پیشتر عرب فتوحات کا سیلاب یورپ مین جس حد تک پہیل گیا تہا۔ اوس کی وسعت پر عموماً بہت کم خیال کیا جاتا ہے۔ اور بہت کم کو اوسکا درست علم ہے۔ مسلمانون نے نہ صرف کل جزیرہ نما (ہسپانیہ و پرتگال) کو فتح کر لیا بلکہ فرانس پر بہی فوجکشی شروع کر دی۔ اور گو سلسلہ کوہ پری نیز کی ننہی سی جمہوری ریاست انڈورا اپنے باشندون کی شجاعت و پامردی کی طفیل محکومی سے بچی رہی۔ لیکن اس سے پرے کے دریجی شمالی علاقہ کا حصہ کثیر مسلمانون نے فتح کر لیا۔ اور ٹولون تک انکا سکہ و خطبہ جاری ہو گیا۔ جنوبی فرانس پر اسلامی قبضہ کی دیگر یادگارون مین سے ایک یادگار اوس کے ایک قصبہ راماٹولہ کا نام ہے جو رحمت اللہ کا بگاڑا ہوا ہے۔ میکنس جہ متذکرہ متن کے مفصل حالات اور اوس کے مختصر تاریخ کی مفصل تشریح تاریخ خاندان عثمانیہ کے ایک حاشیہ مین درج ہے۔ یہ نادر الوجود اور نہایت دلچسپ واہم تاریخ حمید یہ ایجنسی امرتسر سے للعہ پر مل سکتی ہے۔ مسلمانونکا ارادہ تہا کہ یوروپ کو مشرق و مغرب دونون طرف سے حملہ آور ہو کر دو طرفہ اوسکی صف لپیٹتے جانے سے فتح کر لین۔ اور دونون فوجین ایک دوسرے کو جرمنی مین جا ملین۔ مگر منشاء ایزدی یہ نہ تہا۔ مشرق کیطرف مسیحی قسطنطنیہ کی عدم فتح اور دوسری طرف ٹورس کی شکست نے اس اولوالعزم مانہ تمنا کو پورا نہونے دیا۔ چارلس مارٹل مسمی پلپین ڈیوک آف اسٹریاس کا ولد الحرام بیٹا تہا۔ باپ کے بعد وہی ڈیوک ہوا۔ وہ دو شاہان فرانس کے محل شاہی کا منتظم رہا۔ اس منصب کیوجہ سے کل اختیار گویا اسی کے ہاتھ مین تہا۔ اوس کا اصل نام چارلس ہے۔ مارٹل کے معنے ہتھوڑے کے ہین۔ یہ لقب

عرب مورخین کی روایت اس کے متعلق مین پھر عرب مورخین کی روایت نقل کرتا ہون البجاری ابن حزان اور تمام دیگر مورخین کا اتفاق ہے کہ "فاتحانہ نیت وارادے سے جو شخص سب سے اول سرزمین اندلس مین داخل ہوا۔ وہ موسی بن نصیر کا آزاد فلام طارف بربری تھا۔ جزیرۂ نما طارفہ کا نام جو ابنائے پر واقعہ ہے۔ اوسی کے نام پر پڑا تھا۔ اس مہم مین اسے یولیان دجولی ان، عیسائی حاکم سیوٹا نے جو لوڈ ہرک (۱) اطرک۔ شاہ اندلس کا مخالف ہو گیا تھا۔ بہت مدد دی۔" اس اولین مہم مین صرف ایک سو سوار اور ایک سو پیدل سپاہ تھی۔ اس دستہ نے چار جہازون پر ۹۱ ھجری (۷۱۰ء) مین آبنائے کو عبور کیا۔ اور دور تک اقطاع اندلس مین فاتحانہ تاخت وتاراج کرنے کے بعد وہ مال یغما و غنیمت سے لدا ہوا واپس لوٹا۔ موورخ ڈوزی لکھتا ہے "یا تو ری بخت سے مراد نے ا علاٰ کی خلاف توقع ایک معمولی سی یورش عظیم الشان فتح ہو گئی"۔ ہسپانوی سلطنت کی حالت ایسی بوسیدہ ہو رہی تھی کہ جب اہل مراکو حملہ آور ہوئے۔ تو اونھون نے مخالفون کو بالکل بے سر پایا۔ جو بلا تمیز حاکم و محکوم وامرا، و پوادر مظفر و منصور عربی دستہ کے مقابلہ سے حواس باختہ و بے اوسان ہو کر فرار و منتشر ہو گئے۔ عیسائیون کی بے حواسی کی نسبت ایک مسلمان واقعہ نگار لکھتا ہے "خداوند کریم نے کفار کے دلون کو خوف و رعب سے بھر دیا تھا" عیسائیون کی واقعی یہی کیفیت تھی۔

بربرون کی بغاوت لیکن مراکو مین مطلع جلد تاریک ہو گیا۔ اور اس تاریکی نے ہسپانیہ کی نسر سلع و آسان فتح کی بہت کچھ کسر نکال دی۔ بربرون نے سابقہ حکمرانون کی سختیون سے بچنے کے لیئے عربون کا مذہب اور انکی حمایت و اطاعت قبول کی تھی۔ لیکن اونکو

---

(۱) ہسپانوی ونڈال حکمرانون کے ستایا مسیحی المذہب غلام آزادی حاصل کرنیکے لیے مسلمان ہو گئے تھے۔ سکنسر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) اسے فتح ٹور کے بعد ملا۔ یہ تاسف خیز معرکہ پواتی ٹیرز اور ٹورس کے مابین ہوا۔ مسلمانون کو فتح کے بعد لاپرواہی اور لوٹ مار کی بیجا طمع و حرص کی بدولت ایسی زک ملی جسنے اونکو یورپ کی فتح سے ہمیشہ کیلیے محروم کر دیا۔ عرب جرنیل عبدالرحمن (گورنر ہسپانیہ) اور اوس کے تقریباً کل غازی میدان مین کھیت رہے۔ ۷۳۶ء مین تھیری چہارم شاہ فرانس کی وفات پر چارلس نے کسی کو بادشاہ نہ بنایا۔ اور بحیثیت ڈیوک فرنگیان خود ہی کاروبار سلطنت کا انصرام کرتا رہا۔ مرتے وقت فرانس کو اپنے دونون بیٹون مین تقسیم کر گیا۔ ۶۵۹ء مین پیدا اور ۷۴۱ء مین فوت ہوا۔

سابقہ پڑنے سے معلوم ہوگیا کہ نئے حکرانون کا جوا بھی کچھ ایسا ہلکا نہین - اس سے مراکو اور تیز افریقیہ کے بربرون مین عربون کی طرف سے رنجش و آزردگی پیدا ہونے لگ گئی - اور جب اونکو یہ معلوم ہوا کہ ہسپانیہ پر حملہ کرنیوالی سپاہ کے بربرون سے بھی عرب سردارون نے اچھا سلوک نہین کیا - تو اون کے وطن مالوفہ مین اور زیادہ ناراضگی پڑ گئی - ناراضگی و آزردگی کے اس مجتمع و آتش پذیر سواد کو آخر ایک گورنر کے جابرانہ حکم نے یکبارگی مشتعل کر دیا - خلیفہ عمر ثانی کے افریقن گورنر جنرل یزید کے فوت ہونے پر جو قیروان مین فوت ہوا - صوبہ ٹانجیر کے گورنر عمر المرادی نے سنہ ۱۲۲ء مین متصلہ خراج کو دگنا کرنے کی کوشش کی - اس حکم کے شائع ہوتے ہی قبائل مین جوش و غضب کا دریا موجزن ہوگیا - اور تیس ہزار سر منڈے بربر قرآنون کو نیزون پر لٹکائے ہوئے سیلاب بلاخیز کی طرح دریا ٹانجیر کے کنارہ پر پہونچ گئے - گورنر تاب مقاومت نہ لاسکا - باغیون نے شہر پر متصرف ہوکر گورنر اور تمام عربون کو جو اون کے ہاتھہ لگے تہ تیغ کر دیا - وہان سے سوس پر دھاوا کیا - اور اس جگہ کے گورنر کا بھی یہی حشر ہوا - ان فتوحات نے بربرون کی امنگیں بہت بڑھ گئیں - اونہون نے عربون سے بالکل الگ اپنی علیحدہ خلافت قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا - اور معصرہ کو جو کسی وقت قیروان مین سکہ گری کا کام کرتا تہا - اپنا پیشوا منتخب کیا - مگر جب عرب عمال کو ہسپانیہ سے کمک پہونچ گئی - اور معصرہ کی طاقت پراگندہ ہوگئی تو اوسکا وہی انجام ہوا جو عموماً بدنصیب و شکست خوردہ قومی بہادرون اور جانبازون کا ہوا کرتا ہے زمانہ ادبار مین اوسکا کوئی رفیق و ہمراہ نہ رہگیا - اور وہ گرفتار ہوکر ٹانجیر مین ہلاک کر دیا گیا - مگر اس شکست سے بربرون کے عزم و استقامت مین فرق نہ پڑا - معصرہ کی جگہ ایک اور شخص سردار منتخب کیا گیا - جو اپنے متقدم سے بدرجہا زیادہ خوش نصیب ثابت ہوا - اوسے سنہ ۱۲۲ء مین عرب فوج پر ایسی کامل فتح حاصل ہوئی اور عربون کو ایسی تباہی نصیب ہوئی کہ اس معرکہ کا نام ہی جنگ شرفا پڑ گیا - کیونکہ عرب فوج کا کمانڈر خالد اور اوس کے تمام سردار و اعیان اس لڑائی مین ہلاک ہوئے انمین سے ایک متنفس جانبر نہ ہوا تہا - اس شکست کا انتقام لینے کے لیے مصر و شام مین تیس ہزار نئی فوج بھرتی کر کے کلثوم القشیری اور اوس کے برادرزادہ بلج کے

زیر کمان مغرب کو بہیجی گئی - چالیس ہزار فوج پہلے اسطرف کے قلعون مین موجود تھی اس ستر ہزار فوج کو بہی شکست ملی - اور بقول ایک مورخ کے ایسی سخت شکست ملی کہ فوج کا تیسرا حصہ میدان جنگ مین کہیت رہا - اور ایک تہائی اسیر ہو گئی - تیسرا حصہ ٹانجیر کیطرف بہاگا - فاتحین ہی تعاقب کیے چلے گئے - ٹانجیر پہونچکر بہگوڑون نے شہر مین داخل ہونے کی بہت کوشش کی - مگر کچہ پیش نہ گئی - اہالی شہر نے صاف جواب دیدیا وہان سے وہ سیوٹا کو گئے - اور متعاقبین کے پانچ چہ حملون کو پسپا کر کے اس شہر پر متصرف ہونے مین کامیاب ہو گئے - کچہ عرصہ بعد شامیون کی دوسری فوج کمک کو پہونچ جانے پر بہی وہ سیوٹا مین ہی مقیم رہے - لیکن اس مرتبہ بربرون کو خاش زک دی درینو لا لیورپ کی طرف بہی بربرون نے علم بغاوت بلند کر دیا تہا - جہان اون کو پے درپے فتوحات حاصل ہوئین -

ہسپانیہ مین بربرون کی بغاوت

ہسپانیہ کے صوبہ جات گالیسیا - مرسیا - کوریا وتالاویرا - اور دیگر حصص کے بربرون نے متفق و متحد ہوکر ایک جدا سردار یا امام منتخب کیا - اوس نے بربرون کو تین دستون مین تقسیم کر کے ایک کو ٹولیڈو کا محاصرہ کرنے - دوسرے کو کارڈوو (قرطبہ) پر حملہ کرنے اور تیسرے کو بڑہ جہاز پر قبضہ کرنے کے لیئے الجیراس کیطرف روانہ کیا - اونکا منشاء تہا کہ بیڑہ پر قبضہ کر کے اوس کے ذریعہ آبنائے کو عبور کرین - اور افریقہ جا کر سیوٹا مین شامیون کو بالکل نیست و نابود کرنے کے بعد اور بربرون کا جم غفیر ساتہہ لیکر ہسپانیہ واپس لوٹین اسوقت ہسپانیہ پر مدنی جماعت یعنی انصار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت حکمران تہی - جو شامیون کے بربرون سے کم مخالف نہ تہے - چنانچہ جو شامی شکست کہانے کے بعد ابناء پار جا کر پناہ گزین ہوئے تہے - اون کے ساتہہ کوئی لمبی چوڑی ہمدردی ظاہر نہ کی گئی تہی - لیکن ہسپانوی بربرون کی بغاوت سے نقشہ یکبارگی بدل گیا - اور گویا ہسپانوی عربون کو سخت ناگوار طبع اور آزردگی بخش تہا - مگر اون کے لیئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا تہا - کہ اپنے شامی (یعنی اموی) رقیبون سے صلح کر کے اون سے مدد کی التجا کرین - چنانچہ بہشتر اس کے کہ بربر اپنے ارادہ مین کامیاب ہون شامیون کو لانے کے لیئے جہاز سیوٹا بہیجدیئے گئے - لیکن

ہسپانوی عربون نے یہ پیش بندی کرلی کہ اس امر کی ضمانت مین کہ وہ جب تک ہسپانیہ رہین گے کوئی شرارت نہ کرین گے۔ شامیون سے پہلے یرغمال لے لیئے۔ شامیون کی مدد سے بربرون کے تینون دستے یکے بعد دیگرے منتشر و پامال کردیئے گئے۔ اور تمام ملک مین جسقدر بربر موجود موجود تھے۔ اونکو جنگلی درندون کی طرح چُن چُن کر شکار کیا گیا۔ مگر مراکو مین کہین سالہائے دراز کے بعد جاکر قطعی امن قایم ہوا۔ بربرون نے گو اسی قرن مین مولائے ادریس کے آنے پر اوسے ۷۸۸ء مین اپنا علیحدہ بادشاہ بنالیا۔ لیکن یہ امر انہون نے محض اس کے سید النسل ہونے اور اوس کے روحانی پیشوائی کے استحقاق کیوجہ سے جس استحقاق کو بربر اب تک استحقاق ازلی و ابدی پکارتے ہین۔ قبول کیا تھا۔ اگر مولائے ممدوح پیغمبرؐ کے خاندان سے نہ ہوتا۔ تو وہ اوسے اجنبی اور غیر قوم کا ہونے کی وجہ سے کبھی اپنا بادشاہ نہ بناتے۔ چنانچہ آج کے دن بھی مولائے ممدوح کے جانشین کو جو کچھہ اقتدار اور قابو بربرون پر حاصل ہے۔ وہ اسی خوش اعتقادی اور نیز زور شمشیر پر منحصر ہے۔ ڈوزی لکھتا ہے کہ ”مسلمان افریقہ کو کامل طور پر کہین ستر برس کی خونریز معرکہ آرائی کے بعد جاکر فتح کرسکے[1]۔ اور اپر اپنا پورا تسلط بٹھا سکے۔ اور پھر بھی بدین شرط کہ بربر ان کے حقوق مین کسی طرح کے دست اندازی نہ کیجائے۔ اور اون کے ساتھہ محکوم سمجھکر نہین۔ بلکہ بھائیون کی طرح سلوک کیا جائے“ مگر بھائیون کی طرح اون سے کبھی سلوک نہوا۔ تا ہم برادران یوسف کا سا سلوک کہدو تو خیر مضایقہ نہین۔ نہ صرف مراکو۔ بلکہ ہسپانیہ مین بھی جب تک وہان اسلامی حکومتین قایم رہین عربون اور بربرون مین مسلسل عناد سخت عناد رہا۔ اول الذکر جماعت کی طاقت کو مشرق کے تارکان وطن سے اور بربرون کی طاقت کو مراکو کے آنیوالون سے تقویت پہونچتی رہی۔ اس عناد کی طفیل عربون کو بہت تکلیفین اوٹھانی پڑین لیکن وہ اس کی شکایت نہین کرسکتے۔ اس کی بناء انہی کے ہاتھون پڑی تھی

[1] ابن عبدالحکیم لکھتا ہے بسنہ ۱۰۰ ہجری مطابق ۷۱۸ء مین افریقہ کے صوبجات مین ایک بربر ایسا نہ رکھا۔ جس نے اسلام نہ قبول کرلیا تھا۔

اونہون نے بربرون کی طاقت کا کبھی درست درن نہ کیا۔ نہ اوس کی حقیقی وسعت و مقدار کا صحیح اندازہ کیا۔ حالانکہ ہسپانیہ کو اونہون نے بربر سپاہیون کی قوت بازو سے ہی فتح کیا تہا۔ اونکا صرف پنکہ ہی پنکہ ہی تہا۔ وہ صرف سرداری وافسری کرنے والے یعنے معقولیت وسلیقہ کے ساتھہ اونکو لڑانے والے اور ان مین مذہبی جوش پیدا کرنے اور اونکو تعلیم وتربیت دینے والے تھے۔ بالفاظ دیگر وہ زیادہ تر صرف دماغی طاقت سے کام لینے والے تھے۔ اور جسمانی قوت کا کام بربرون ہی نے دیا تہا۔ لیکن اس سے دخاکسار مؤلف ومترجم کی رائے مین، عربون کے استحقاق حکمرانی وجہانبانی اور مرجح حقوق کے مستحق ہونے مین کسی طرح کا فرق نہین پڑتا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ عقلمند ہمیشہ طاقتور اجڈ اشخاص کو بطور آلہ استعمال کرتے ہین۔ اور حاصل شدہ فوائد مین اون لوگون کا اس سے زیادہ کبھی کوئی استحقاق کہ کسی مکان یا سامان کا تعمیر وتیار کرانے والا اس مکان یا سامان مین تیار کنندہ کاریگر اور اوس کے آلات کا سمجھتا ہے۔ ہندوستان کو انگلستان نے زیادہ تر ہندوستانی افواج کے زور بازو سے اونکو یوروپین افسرون کی نگرانی مین تعلیم وتربیت دلا کر فتح کیا۔ آجکی تہذیب اسلامی فتوحات کے زمانہ کی تہذیب سے بہت ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہے۔ اور حقوق انسانی کا بہی آجکل نسبتاً بہت ہی زیادہ غلغلہ اور چرچا ہے۔ لیکن کیا انگریزون نے اس بنا پر ہندوستانیون کو اپنے مساوی تو کجا۔ اپنے خاص حقوق کا کچہہ حصہ ہی دینا کبھی منظور کیا ہے۔ ہمیشہ سے دماغ جسمانی طاقت پر حکومت کرتا رہا ہے۔ اور آخر الذکر کو مساوات کا حقدار نہین بلکہ ایک تابع فرمان وادنے محکوم خدمتگذار آلہ سمجھتا رہا ہے۔ اور سمجھتا رہیگا یہ انسانی فطرت ہے اور اس سے عربی ہو یا غربی یکسان بے بس ہے۔

ہسپانوی بربرگ ڈوزی نے اسبارہ مین عربون پر کہلم کہلا اعتراض کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے جو بربر جزیرہ نما مین مستقل طور پر آباد ہو گئے تھے۔ اگرچہ اون سے ایسا برتاؤ نہین کیا جاتا تہا جسے درست طور پر ظالمانہ کہا جا سکے تاہم اون عربون کے ساتھ اپنے افریقی بہائیون سے حسد آمیز بغض وعناد نہ تہا۔ ملک کے حقیقی فاتح وہی تھے۔ موسیٰ اور اوس کے ہمراہی عربون نے اوس فتح کے ثمرون کو چھیننے کے سوا

جو طارق اور اس کے بارہ ہزار بربرون نے وسی گوتھ فوج پر پائی تھی - کوئی کام نہ کیا تھا جس وقت عرب ہسپانوی ساحل پر اوترے تھے - اسوقت اونکو اس کے سوا اور کوئی کام نہ رہگیا تھا کہ باقیماندہ معدودے چند شہرون پر جو پہلی ہی طلبی پر اطاعت مان لینے کو تیار تھے - قبضہ و تصرف کر لینے کی تکلیف اوٹھائین - لیکن جب ثمرات فتح کی تقسیم کا وقت آیا - تو بڑا حصہ عربون نے قابو کر لیا - غنیمت کا بہترین حصہ یعنی ملک کی حکومت اور اس کی زرخیز ترین زمینین اپنے لیے مختص کر لین - اندلسیہ کا زرریز و زرخیز اور دلفریب صوبہ خود لیکر طارق کے ہمراہیون کو لامانشا اور استری مدورا کے چٹیل میدانون اور لیون - گالیسیا و آستوریاس کے کٹھن اور غیر آباد کوہسارون کی طرف دیا - جہان اونکو ہر وقت نیم مغلوب عیسائیون سے مشغول پیکار رہنا پڑا - شمالی ہسپانیہ مین صرف صوبہ سارا گوسا ایک صوبہ تھا جہان عرب بربرون سے زیادہ تھے - ایسی غیر منصفانہ تقسیم سے بالآخر کدورت کا پیدا ہو جانا طبعی امر تھا - نوین صدی کے اختتام تک بربر صوبجات - جلیقیہ - الوتیا - استری مدورا - اور رالم تی جو کے خود مختار حاکم و قابض رہے - اور صوبا کا رمونا مین وہ گیارہوین صدی تک حکمران رہے - اسوقت کے بعد ان کی حکومت کا دایرہ اور وسیع ہو گیا - اور گیارہوین صدی مین عرب اپنے جانی دشمنون کی اطاعت قبول کرنے پر جنکا پیشوا بادیس امیر غرناطہ تھا مجبور ہو گئے - مِن بعد سیول (اشبیلیہ) کے ایک (عرب) بادشاہ نے صوبجات رونڈا - مورون اور زریس کے تینون بربر حکمرانون کو گرفتار کر کے ایک گرم حمام مین بند کر دیا - جس کے ابخرات سے اون کا دم رک گیا - اور وہ ہلاک ہو گئے -

گیارہوین صدی کے شروع یعنی ۱۰۱۰ء مین جب ہسپانیہ کے اموی خلفاء نے غاصب المنصور کو مدد بھیجی - تو یورپین بربرون کو یہ امر سخت ناگوار گذرا اور انہون نے بغاوت کر دی - لیکن دبا دیے گئے - اور بغاوت کی پاداش مین انکو بطور سزا قرطبہ مین گھوڑے پر سوار ہو کر یا ہتھیار باندھکر نکلنے کی ممانعت کر دی گئی - اور اون کے لیے ویسی ہی ذلت بخش اور خوار کرنیوالی پابندیان مقرر کر دی گیئن - جو یہودیون کے لیے تھین - اور بالآخر اون کے قطعی اخراج کا حکم صادر ہو گیا - لیکن اون کی طاقت ایسی کمزور نہ تھی - کہ اس حکم کی تعمیل بآسانی

ہوسکتی - وہ ایک مدعی تاج و تخت سلیمانؔ المستعین باللہ کے ممد و معاون ہوگئے
اس کے زیر کمان قرطبہ کو حکمران خلیفہ الہشام سے چھین لیا - اور خود خلیفہ کو قتل
کردیا - لیکن اس بغض و فساد باہمی کے باوجود اکثر بربر امرا، اپنی قوم کو از راہ
سبک دماغی ادنےٰ سمجھکر عربی النسل ہونے کی ادعا سے باز نہ رہے - غرناطہ کے
ایک زیری بادشاہ از راہ طفلانہ مزاجی یہ ثابت کرنیکی کوشش کی کہ اس کا قبیلہ
موسومہ صنہاجہ بربر نہیں - بلکہ عربی النسل ہے - برعکس ازین مراکو مین ان بربر
خاندانون نے جنہون نے بکرات و مرات یکے بعد دیگرے ہسپانیہ کو فتح کیا - اپنے
اصلی حسب و نسب کو کبھی ذلیل نہ سمجھا - وہ اپنے بربر ہونے پر فخر کرتے - لیکن یورپین
مسلم حکومت کی آب و ہوا مین جاکر اون پر بھی ذات پات کی چھوٹائی بڑائی کا
خبط مستولی ہوجاتا - اور وہ اپنی قوم کو چھپانے لگ جاتے - یہی وجہ ہے کہ بڑے
بڑے ثقہ اور باریک نظر مؤرخون نے بھی ہسپانیہ کی اسلامی حکومت کو عرب حکومت
ہی لکھا ہے - حالانکہ در اصل عربون کی نسبت بربر زیادہ تر حکمران رہے -
مراکو مین عرب[1] مراکو خاص کی تاریخ مین عربون کو نسبتاً کم دخل ہے - اون کی
منزل گہ مقصود ہمیشہ زیادہ تر ہسپانیہ ہی رہا - بلاد مشرق سے اون کو اپنی طرف
کھینچنے والا کرہ مقناطیس اندلس ہی تھا - تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہوین صدی
کے وسط سے پہلے عربون نے مشرقی ممالک سے شمال مغربی افریقہ کیطرف بہ تعداد
کثیر کبھی ہجرت نہ کی - مراکو مین اسوقت جسقدر عرب قبائل آباد ہین وہ زیادہ تر
صدی مذکور کے وسط مین ہی آئے تھے - یہ امر اس طرح ظہور مین آیا - کہ خلیفہ
العزیز نے کتامہ کی بغاوت کے بعد دسوین صدی کے خاتمہ پر نجد اور حجاز کے
بشیار عربون کو بالائی مصر (مصر الصاعد) کیطرف جلا وطن کردیا - یہ علاقہ انکو
پسند نہ آیا - نہ وہ کبھی باطمینان اس مین آباد ہوئے - ۱۰۴۹ء مین فاطمی خلیفہ
مصر نے مغرب کی سرزمین انہین پیش کی - اور ڈیڑھ لاکھ کے درمیان عرب ادہر
چلدیئے - کچھ راستہ مین آباد ہوتے گئے - اور کچھ مراکو کی حدود مین داخل ہوگئے

[1] ان واقعات کی تفصیل مین نے آگے ایک تتمہ کے ضمن مین کردی ہے - مترجم -

اُن میدانون پر آباد ہو گئے جن پر وہ آج کے دن تک متصرف ہین - بربرون مین سے اکثر اپنے دشوار گذار کوہستانی علاقون کی سکونت پر ہی قانع رہے - مرابطیون نے ٹھیک اسی زمانہ مین حملہ کر کے اون تمام چھوٹی چھوٹی ریاستون کو جن مین مراکو کا ملک تقسیم ہو رہا تھا - خاندان تاشفین کے زیر فرمان مجتمع کیا تھا - ان ہلالی عربون کی وجہ سے صوبہ کا قدیم نام سجلماسا بدلگیا - بربرون نے اسے ہلالات یعنی قیام گاہ ہلالیان پکارنا شروع کر دیا - جو بگڑتے بگڑتے تافیلالت بنگیا - ممالک باربری مین جو عرب آباد ہین اونکی آبادی کا اندازہ مرسٹر اپنی کتاب عربون کی بستیان کے صفحہ ۱۴۳ مین دو اور ساڑھے ہائی لاکھہ کے درمیان کرتا ہے - الناصری نے ہجرت کنندہ عرب قبائل کے نام بنی ہاشم بنی معاویہ بنی بکر بنی ہلال بن عمر بن   اور بنی سلیم بن منصور لکھے ہین - اس نقل مکانی کے بعد آئندہ صدی مین یعقوب المنصور نے بھی ٹونس سے لا کر بہت سے عرب قبایل مراکو مین آباد کیے -

(۳)
فصل سوم

بُنیاد سلطنت - ادریسی زمانہ ۷۸۸ءتا ۱۰۶۱ء

خاندان کی اصل[۱] عباسی خلفا ابو جعفر المنصور اور المہدی کی ناکام رقابت کی طفیل جب امام محمد بن عبد اللہ کا خاندان جو حضرت سرور کائنات سے پانچوین پشت مین تھے منتشر ہو گیا - تو امام صاحب کے بھائیون مین سے ایک سید ادریس مصر کو بھاگ گئے - اون کے فرار کا فوری اور قریب ترین باعث وہ ناکام بغاوت ہوئی - جو اون کے کنبہ نے مکہ و مدینہ مین کی تھی - سر ولیم میور اپنی کتاب خلافت مطبوعہ ۱۸۹۱ء کے صفحہ ۴۷۰ مین :-

در عجیب امر یہ ہے کہ بغاوت مذکور حضرت علی کرم اللہ وجہ کے مقدس خاندان کے چند افراد کی بے اعتدالی اور بادہ خواری[۱] سے

[۱] سید امیر علی صاحب اپنی نو تصنیف انگریزی تاریخ اسلام مین اس الزام کو غلط بتاتے ہین

برپا ہوئی - ان اشخاص کو میخواری کی سزا ومین حرمین کی گلیون مین گلون مین رسیان ڈال کر پھرایا گیا - اسپر کل خاندان نے بگڑکر بغاوت کردی - جو سخت معرکہ آرائی کے بعد فرو کی جاسکی - شکست یاب ہونے پر خاندان علی رضہ کے جو افراد بھاگے - اون مین علی کا پرپوتہ ادریس بھی تھا - جسے ڈاک کی چوکیون اور گھوڑون سے فراری مین بہت مدد ملی - اس اعانت کی سزا مین خلیفہ کے حکم سے مصر کے پوسماسٹر و منتظم ڈاک کا سر قلم کردیا گیا[1] ادریس کے ساتھ ایک وفادار ہمراہی رشید بھی مصر پر پہونچا - مگر خلیفہ کے قاصدون نے یہان بھی اونھین دم نہ لینے دیا - اور دونون جان بچانے کے لیے شمالی افریقہ کو چل پڑے - اور ٹانجیر پہونچکر جا دم لیا - جو اسوقت مراکو کا سب سے بڑا شہر تھا -

بقول روض القرطاس و ابن خلدون قدیم رومن شہر وولیو بلیس جو بندر طنجہ سے چھہ دن کی مسافت پر ملک کے اندر تھا - اسوقت عواربہ قبیلہ کے ایک شخص عبد المجید کے تابع فرمان تھا - یہ شخص معتزلہ[2] یعنے شیعہ فریق کا ہم خیال تھا - ترکون اور دیگر سنیون کے برخلاف جو عباسی خلفاء کو جایز خلفا سمجھتے ہین - اس فرقہ کا اعتقاد ہے - کہ خلافت کی درست مستحق صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد تھی - جو حضرت علی رضہ بن ابی طالب کی نسل اور حضرت فاطمہ کے بطن سے تھی -

ادریس کا بادشاہ بنایا جانا

عبد المجید کے مذہبی عقیدہ کی وجہ سے ادریس طنجہ سے اوس کے پاس وولیو بلیس چلا گیا - جہان اوسے محفوظ مامن ہی نہ مل گیا - بلکہ بادشاہت بھی - مولاے ادریس کو وہان چلے گئے چھہ مہینے بھی نہ ہوئے تھے - کہ عبد المجید

[2] معتزلہ یعنی جدا ہونیوالے یہ اعتقاد رکھتے ہین - کہ باریتعالی کے صفات دوامی او صفات اس کی ذات سے جدا نہین - یہ امر خدا کی توحید کے اصول کے نقیض ہے - اس فرقہ کا یہ نام ۲۳۰ھ مین رکھا گیا تھا شیعہ یعنی پیروان علی کا نام اس سے بہت پہلے وضع ہوا - پیروان اسلام مین یہ بڑی تفرقہ ۴۱ھ (۶۶۱ء) مین واقعہ ہوئی - معتزلہ و شیعہ اب ایک ہی سمجھے جاتے ہین - میکنیس - ۱۲

[1] (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴) کتاب مذکور کے صفحہ ۲۳۵ مین وہ حسب ذیل لکھتے ہین - ہارون کے بھائی الہادی کے زمانہ مین ۱۶۹ھ مین مدینہ کے گورنر نے بنو حسن کے چند افراد کیساتھ میخواری کا غلط الزام لگا کر بد سلوکی کی جسپر امام حسن کے پرپوتہ حسین نے بغاوت کردی اور اسمین اس خاندان کے کئی افراد ہلاک ہوئے یا قتل کردیے گئے حسین کا ایک عمزاد بھائی ادریس مغرب کو بھاگ گیا - وہان کے بربر اوسکے رفیق ہو گئے - اور اونکی مدد سے اوسنے مشہور خاندان ادارسہ کو قایم کیا - اسوقت سے مغرب الاقصے خلافت عباسیہ سے جدا ہو گیا - مترجم -

نے اپنے قبیلہ اور نیز قبیلہ زناطہ اور دیگر ہمسایہ بربر قبائل کی مدد سے ۷۸۸ء مین اوسے بادشاہ مشتہر کر دیا۔ ان ہمسایہ قبائل مین سے حقیقی مسلمان بہت تھوڑے تھے۔ انمین سے اکثر ابھی تک یہودی۔ عیسائی یا بت پرست تھے۔ جن قبائل نے سب سے اول ادریس کی اطاعت و بادشاہی قبول کی۔ وہ بقول ابن خلدون۔ زواغہ۔ لواطہ۔ سدراطہ۔ نفذہ۔ غماعیطہ۔ مکناسا۔ اور غمارا تھے۔ ان مین سے آخری تینون ابتک اپنی نیم آزادی کو قایم رکھے ہوئے ہین۔ بادشاہ بننے کے بعد جن قبائل پر سب سے اول اس نے فوجکشی کی۔ قبائل ہیلوکا اور مییدی اونابی اون مین شامل تھے۔ اول الذکر قبیلہ بھی تاحال موجود ہے۔

بادشاہی کے اعلان کے ساتھہ ہی حسب معمول مذہبی جنگ یعنی جہاد شروع ہوگیا جس کی زد مین صوبجات تامستا۔ تادلہ۔ اور مشرقی مراکو یکے بعد دیگرے آتے گئے۔ قصبہ سالی یا شلا یعنی ان دونون مین سے جو کوئی اسوقت موجود تھا۔ وہ جلد فتح ہوگیا۔ اوس کے مسخر ہو جانے سے مولاے ادریس کو ایک ایسا مرکز مل گیا جس کے گرد خونخوار بربر قبائل بآسانی جمع ہو سکتے تھے۔ ہر نئے صوبہ کی فتح سے ادریس کی جماعت کے سیلابی امواج کی طاقت مین اضافہ ہوتا گیا۔ جو رفتہ رفتہ اسقدر طاقتور ہوگیا کہ اس کا مقابلہ ناممکن ہوگیا۔

ادریس اول کی وفات۔ مگر مولاے ادریس کی قسمت مین زیادہ عرصہ حکمرانی کرنا مقدر نہ تھا۔ بادشاہ بننے سے تین برس بعد ۷۹۱ء مین وہ اچانک انتقال کر گیا۔ اور جبل زاہون پر دفن کیا گیا۔ جہان اوس کے مزار کے گرد تھوڑے عرصہ مین ایک شہر آباد ہوگیا۔ یہ شہر بہت مقدس سمجھا جاتا ہے۔ اعیان مملکت نے ادریس کی موت کو بغداد کے خلیفہ اعظم ہارون الرشید کتاب الف لیلہ واللیل کے ہیرو کے رشک و حسد کیطرف منسوب کیا۔ اور اس کی نسبت یقین کیا گیا۔ کہ اوس نے ادریس کو خفیہ ہلاک کرنیکے لیئے قاصد بھیج رکھا تھا۔ روایت یہ ہے کہ اس عیار قاصد نے اپنے آپ کو عباسی خلفاء کے جور و بیداد کا مظلوم اور محب اہل بیت ظاہر کرکے ادریس کی نظرون مین اعتبار اور وقعت پیدا کر لی۔ اور اولین موقعہ ملتے ہی اپنا کام کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ادریس کو دانتون مین درد ہوا۔ اور اس شخص نے علاج کے بہانہ سے

ایک زہریلی بوٹی کا سفوف ملدیا۔ ممکن ہے کہ اس عطار حکیم کی نیت بد نہو۔ اور غلطی سے اوس نے یہ زہریلا سفوف استعمال کر دیا ہو۔ مگر ادریس کی وفات پر اوس کے رو پوش ہو جانے نے شبہ کو پختہ کر دیا۔ اور اس کی فراری کو گنہگار ہونے کا قطعی ثبوت سمجھ لیا گیا۔ ادریس کے وفادار ہمراہی رشید نے اوسی وقت اوسکا تعاقب کیا وہ گرفتار ہو گیا۔ اور قتل کر دیا گیا۔

ادریسیون اور خلفاء ہارون الرشید عباسی خلیفہ کے مدعا کو درست طور پر سمجھنے کیلئے یہ مدنظر رکھہ لینا ضروری ہے کہ ادریس بحیثیت علوی عباسیہ کی رقابت۔ یعنی فاطمۃ الزہرا۔ اور حضرت علی رضہ آخری خلیفہ راشد کی اولاد ہونے کے امیہ کے سابق حکمران اور عباسیون کے موجودہ حکمران بلاد مشرق خاندان دونو نکا رقیب وحریف تھا۔ بنو عباسیہ کا ستارہ اقبال ادریس کی بادشاہی سے صرف چالیس برس پیشتر ہی طلوع ہوا تھا۔

ادریسی خاندان مصر کے خاندان فاطمیہ کی طرح شیعہ تھا۔ نہ کہ سنی۔ یہی مذہب مراکو کے آخری دو شریفی گھرانون کا تھا۔ اگرچہ تمام اعتقادی معاملات مین اہالی مراکو بالکل سنی ہین۔ یعنی وہ قرآن شریف اور سنت نبوی دونون کو تسلیم کرتے ہین اور فی الحقیقت شیعہ مذہب کے معتقدین کا بھی یہی شعار ہے۔ مراکو مین اس مذہبی تفریق اور سنی شیعہ کی اصطلاحون کو جن دونون کی بناء اہالی عجم نے ڈالی تھی کوئی نہین جانتا۔ بنابرین وہان ان بیہودگیون کا مطلقًا وجود نہین پایا جاتا۔ جنکی ایرانی پارٹی ترکون سے نفرت وبغض رکھنے کی بدولت مرتکب ہوتی ہے۔ مراکو اس عظیم مذہبی تفرقہ سے بالکل آزاد ہے۔ جس تفرقہ کو مذہبی کی بجائے قومی کہنا زیادہ درست ہوگا۔ مراکشی بربرون نے جو سنی عربون کے سلوک سے تنگ آرہے تھے۔ بحیثیت مدعی خلافت ادریس کی بادشاہی کو قبول کیا تھا۔ اوس کی تخت نشینی کے وقت سے وہ تعصب اور مذہبی بیجوشی کا جواب مذہبی پرجوشی اور تعصب سے دینے کے قابل ہو گئے۔ ایسی صورت مین جبکہ حضرت سرور کائنات کی اولاد مین سے ایک شخص اونکا بادشاہ ہو۔ اور وہ اوس کے تابع فرمان ہون اون پر سبے ایماندارون اور امیر المومنین کے برخلاف بغاوت کرنے کا اشتعال

انگیز الزام وارد نہین ہو سکتا تہا- کیونکہ اسوقت سے بعد سچے ایماندار اور راستی کی تابعداری کرنے والے اگر کوئی تہے تو بزعم خود وہی تہے- اور بڑی بات یہ ہے- کہ اسوقت سے لیکر اب تک اونہون نے اپنی آزادی کو برابر قایم رکہا ہے-

فتوحات مین ترقی ادریس کو بادشاہی قایم کرنے مین اس سے کچھ ہی زیادہ کام کرنا پڑا- جسقدر کہ اکثر مراکشی سلطانون کو اپنے جانشینون کی مزاحمت بہ تخت نشینی کے انتظام کے متعلق کرنا پڑتا رہا ہے- اپنی وفات سے پہلے پہلے وہ تقریباً تمام ضروری مراحل طے کر گیا- اس کی باشاہی چندان وسیع نہ تہی- اس کی حدود صوبہ سوس الادنے سے متجاوز نہ تہین- کیونکہ ام الربیعہ کے جنوب مین خونخوار مسمود بربر آباد تہے- جو مرنے کو آزادی پر ترجیح دیتے تہے- اونہون نے ادریس کی حکومت کو اونکے علاقہ کیطرف وسیع نہ ہونے دیا- ادریس کے وقت سے اس حکومت کا نام صوبہ فاس کی بادشاہی ہو گیا- شمالی علاقہ مین ادریس نے جو قبایل زیر کئے اون مین اب بہی بقول ابن خلدون کئی عیسائی- یہودی یا بُت پرست قبایل مین سے چند زرتشتی تہے- اور اون کے آتش کدے برابر موجود تہے- مغرب کیطرف ادریس نے اپنی بادشاہی کو تلمسن تک بڑہایا- اور اس شہر مین ایک عالیشان جامع مسجد ٧٨٩ء مین تعمیر کرائی اس مسجد کے منبر پر تاریخ بنا اور بانی کا نام کندہ تہا- یہ منبر موکتبہ ابن خلدون کیوقت تک موجود تہا- ادریس کی وفات پر یہ شہر پہر قبضہ سے نکل گیا- جسے اوس کے بیٹے نے دوبارہ فتح کرکے ٨١٢ء مین مسجد کو از سر نو تعمیر کرایا- ٨٢٨ء تلمسن ادریس اول کے بہائی سلیمان کو جاگیر مین دیا گیا- وہ زناطہ قبیلہ مین رہایش پذیر ہو گیا- اور آخر وہان ایک خود مختار حکومت قایم کر لی- مگر اوس کے جانشین اس بادشاہی کو قایم نہ رکہہ سکے- اور سوس کو ہجرت کر گئے- جہان اسوقت سے لیکر تا آیندہ اونکو بہت رسوخ حاصل رہا ہے- مقتدر اور رسوخ یافتہ حسینی شرفاء جو فاس کے سلاطین کے لیئے ہمیشہ سے باعث تکلیف رہے ہین- اسی سلیمان کی اولاد ہین- تلمسن اگرچہ کئی دفعہ فتح ہوا- اور کچھ عرصہ سلطنت مراکو مین شامل بہی رہا لیکن وہ مراکو کا جزو بدن کبہی نہین ہوا-

بانی دنیا الغرض ادریس نے سلطنت کی بنیادین قایم کر دین- اور گو اوسپر بالائی

عمارت کی تعمیر دو صدیون کے بعد مرابطی خاندان نے شروع کی - تاہم ادریس کی آمد تاریخ مراکش کا پہلا اہم تاریخی واقعہ ہے - مشرق کیطرح مغرب کے لیئے بہی وہ زمانہ خوب تحریک و ترقی و ہلچل کا تہا - اگر مشرق مین ہارون الرشید[1] عربون کو انصاف و عدالت کا سبق پڑہا رہا تہا - تو ویسے ہی یورپ مین بہی ایک ویسا ہی مشہور و مقتدر فرمانروا شارلمین یا چارلس اعظم داد جہانبانی و کامرانی دے رہا تہا - اودہر جب کہ مولائے ادریس مراکو مین داخل ہوا - اوسی زمانہ کے قریب ۷۸۳ء مین دور دراز اور نیچے سے جزیرہ انگلستان کے میدانون پر حملہ آور اہالی ڈنمارک کیا نظارے دکہا رہے تہے -

بانی کی وفات کے وقت جدید القیام سلطنت کے آثار مستقبل چندان روشن و طمانیت بخش نہ تہے - ادریس لاولد فوت ہوا - لیکن اوس کی ایک حرم حاملہ تہی رشید نے تجویز کیا کہ وضع حمل تک کسی کو بادشاہ نہ بنایا جاوے - شاید بیٹا ہی پیدا ہو جائے - ایسا ہی ہوا - اور اس لڑکے نے رشید کی شاگردی مین بقول عرب مورخین ایسی بے نظیر ترقی کی کہ بارہ برس کی عمر مین ہی ہر فن مین طاق ہو گیا - بڑے بڑے عالم و فاضل اوس کی لیاقت علمی اور سپہ سالار اوس کی قابلیت جنگی دیکہہ کر دنگ رہ جاتے - اوس نے ۸۰۴ء مین جب عنان حکومت مین لی - اسوقت اسکی عمر بارہ برس سے زیادہ نہ تہی - وہ اکیس برس حکمران - ابتدائے عہد سے سکہ ادریسی

[1] ہارون الرشید ۷۶۶ء مین پیدا اور ۸۰۹ء مین فوت ہوا - مترجم [2] شاہ فرانس اور جرمن سلطنت کا جسے مغربی سلطنت بہی کہتے ہین بانی ممانی پوپس مارٹل کا پوتا اور پپن کا بیٹا تہا - باپ کے مرنے پر ۷۶۸ء مین اپنے بہائی کارلوس کے ساتہہ تخت نشین ہوا - اور ۷۷۱ء مین کارلوس کے جانے پر واحد بادشاہ ہو گیا - اسکی عمر کا بڑا حصہ جنگ و جدال مین صرف ہوا ۷۷۴ء مین صوبہ لومبارڈی کو فتح کر کے شامل سلطنت کیا ۷۷۸ء مین ہسپانیہ مین بہی اسے چند فتوحات مسلمانون پر حاصل ہوئین - مگر بمقام انیکل والیس اسکے ہراول کو سخت شکست ملی جسمین اوسکا ایک نامور جرنیل رولنڈ جسکے افسانے ابتک یورپ مین زبانزد عام و خاص ہین - ہلاک ہوا سکسن قوم پر فتح پاکر اوس نے ۸۰۰ء مین پوپ لیو سوم کے ہاتہہ سے مغربی سلطنت کا تاج قیصری پہنا - وہ بہادر سپہ سالار ہی نہین - قابل و عقلمند مقنن بہی تہا - علم و ہنر کی اشاعت و ترقی مین حتی الوسع ساعی رہا - اور رفاہ عام کی ہزارون تعمیرین تیار کرائین - ہارون الرشید کا بڑا دوست تہا - دونون بادشاہ ایکدوسرے کو اکثر تحائف بہیجتے رہتے - اکس لا چیل کے گرجہ مین جو اوسنے تعمیر کرایا تہا دفن ہوا - ۷۴۲ء مین پیدا - اور ۸۱۴ء مین فوت ہوا

کے نام پر مضروب ہوتا رہا۔ وفادار رشید نے جو باسانی تاج و تخت پر متصرف ہو سکتا تہا کبہی ولی و نائب کی حیثیت سے بڑہکر ہونیکا ادعا نہ کیا۔ اور مرتے وقت تکا اپنے مرحوم آقا کے بیٹے کی وفاداری پر ثابت قدم رہا۔ شہزادہ ابہی دس برس کا ہوا تہا کہ اوسکا اوستاد قاتل کے ہاتہہ سے سنہ ۸۰۲ء مین ہلاک ہو گیا۔ اپنے باپ کی قائم کردہ بادشاہی کو مضبوط و مستحکم کرنے اور فاس کو تعمیر کرانے کے سوائے ادریس دوم نے کوئی انتہا کام نہ کیا۔ جواب صدیون کے بعد قابل تذکرہ ہو۔ اوس کے جانشینون کے متعلق تو ایسے مختصر تذکرہ کی بہی ضرورت نہین۔ ادریس ثانی نے فاس کو تعمیر کرکے اپنی سلطنت کا دار الخلافہ بنایا۔ شہر مذکور کا سب سے بڑا مزار اس کے بانی کی مرقد ہے۔ ادریس کے عہد کا ایک نقرئی سکہ لندن کے میوزیم مین موجود ہے۔ وہ سنہ ۸۱۵ء مین بمقام دوبیلیس مضروب ہوا تہا۔ لندن میوزیم مین سب سے قدیم مراکشی سکہ سنہ ۷۹۳ء کا ہے۔

خاندان ادریسیان — ادریس ثانی کے بیٹے محمد نے سنہ ۸۲۸ء مین تخت نشین ہوکر سلطنت کو اپنے بہائیون اور اپنے دادا کے بہائی سلیمان کے ساتہہ تقسیم کر لیا[لہ]۔ اس غلطی کے برُے اثر سے اوسکا خاندان پہر کبہی نہ سنبہلا۔ اسوقت سے خود سلطنت کے اجزا ہی ایک دوسرے کے برخلاف و مخالف ہو گئے۔ اور گہر کی پہوٹ نے ترقی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔ خاندان ادریسی کا محمد اول آخری بادشاہ ہے۔ جس کے نام کے سکے اسوقت موجود ہین۔ وہ انگلستان کے بادشاہ اگبرٹ کا معاصر تہا سنہ ۸۳۶ء کے اوس کے فوت ہونے پر پہلے اوسکا ایک بیٹا علی اول تخت نشین ہوا اور اس کی وفات پر سنہ ۸۴۸ء مین دوسرا بیٹا یحیی اول۔ اوس کے بعد جو نوین صدی کے وسط مین فوت ہوا تین بادشاہ تخت پر بیٹہے۔ یحیی اول کا بیٹا یحیی ثانی یحیی کا عم زادہ علی ثانی۔ اور ایک اور چچا زادہ یحیی سوم۔ ان تینون کی حکومت بہت گمنام رہی۔ حتے اکہ ان کے سنہ جلوس و سنہ وفات تک کا نام و نشان مفقود

لہ سید امیر علی لکہتے ہین کہ اوس نے اونکو صرف گورنر مقرر کیا۔ اور یہ تدبیر نہایت مفید ثابت ہوئی۔ دیکہو سید صاحب کی تحریر فصل کے خاتمہ پر۔ مترجم۔

ہوگیا - دسوین صدی کے آغاز یعنی ۹۰۴ء مین جب کہ انگلستان پر ایڈورڈ اول حکمران تھا - البتہ ایک شخص حکمران ہوا - جو عالم و فاضل ہونے کے ساتھہ ہی قابل و طاقتور بہی تھا - وہ علی ثانی کا بہتیجا یحیٰی چہارم تھا جسے صوبہ الریف کی گورنری سے بلاکر تخت پر بٹھایا گیا - لیکن جیسا وہ علم و فضل اور تدبیر مین اپنے متقدمین سے بڑھا ہوا تھا - ویسے ہی بدنصیبی مین بہی اوپر فوقیت لیگیا - بلاد مشرق کے مسلمان حکمران ممالک باربری مین ایک آزاد شیعہ خلافت کی موجودگی - اور زیادہ عرصہ کے لیئے گوارا نہ کرسکے - اونہون نے ہر طرف نفاق کا مادہ پہیلا دیا - اور ایک مدعی مہدیت عبید بن عبداللہ کو کمک بہیجدی - یہ مہدی ۹۰۵ء مین کچھہ دن طافیلالت مین نظربند رہنے کے بعد بالآخر افریقیہ مین اچھی طاقت پکڑ گیا تھا - یہ کمک اوسے ۹۱۷ء مین پہونچی - اور متفقہ افواج نے کامیاب محاصرہ کے بعد فاس کو فتح کرکے ادریسی سلسلہ کے پہلے خاندان کو ختم کردیا - اس کے متعلق فصل پنجم کے خاتمہ پر ایک نوٹ مین مزید تشریح کردی گئی ہے -

خاندان مکنسا - اس کے بعد چند دن ایک غاصب روحان الکتامی کی حکومت رہی - پھر حسن الحجام اول جو ایک دوسرے سلسلہ سے ادریس ثانی کا پڑپوتہ تھا صاحب تاج و تخت ہوا - اور اوسکا خاندان صدر مقام یعنی فاس سے باہر ایک صوبہ پر پچاس برس کے لیئے متصرف رہا - فاس حسن کے وقت ہی قبضہ سے نکل گیا - مکناسا بربر فاطمی خاندان کے طرفدار تھے - الحجام نے اونکو فاس اور تنغرہ کے درمیان ایک محاربۂ عظیم مین سخت شکست دی - لیکن اس شکست کے باوجود اہالی شہر کی سازش سے وہ فاس پر قابض ہونے مین کامیاب ہوگئے - موسیٰ بن عبد العافیہ مکناسا یہ سنہ ۹۲۵ء مین ایک نئے خاندان کے اولین حکمران کی حیثیت مین مراکو کے پایہ تخت مین داخل ہوا - اوس نے خودمختار بادشاہ ہونے کا کبھی دعوےٰ نہ کیا - بلکہ اپنے تئین ہسپانیہ کے اموی بادشاہ کا باجگذار تسلیم کرتا رہا - موسیٰ نے اپنی حکومت تلمسن تک بڑہالی - اور عام خیال ہوگیا کہ وہ ایک زبردست شاہی خاندان قائم کر جائیگا - لیکن ۹۳۳ء مین اوس کی وفات پر اس کے تینون بیٹون - البوری - مدین اور ابراہیم مین حصول تخت کے لیئے خانہ جنگی برپا ہوگئی - اور اسی اس کے کل

خاندان کی طاقت صرف ہوگئی۔ تینون سے کوئی کام ایسا ظہور مین نہ آیا۔ جس کا تاریخ یا افسانہ مین عزت کیساتھہ ذکر ہوتا۔ تاہم اونکا خاندان گرتا پڑتا ایک صدی کے قریب بسر ہوکر معدوم ہوا۔

ادریسیونکا انجام سطور متذکرہ بالا سے واضح ہوگیا ہوگا۔ کہ گو ادریسیون کا دایرہ حکومت دن بدن کم ہوتا گیا۔ تاہم اون کی حکومت فاس کے ہاتھہ سے نکل جانے کے بعد بھی کچھہ دن سلطنت کے معقول حصہ پر قایم رہی۔ فاس کے بعد اونھون نے ۹۲۵ء مین نصر کو جو موجودہ قصبہ لھوسیاس کے قریب تھا۔ اپنا دارالخلافہ بنایا۔ جہان الحجام کا ایک بھائی القاسم المعروف بہ الکنون ۹۴۸ء تک ۲۳ برس حکمران رہا۔ القاسم کے عہد کا بڑا واقعہ فاس کے سامنے اس فاطمی فوج کی شکست یابی تھی۔ جو تونس سے قاسم کے برخلاف بھیجی گئی تھی۔ قاسم کے بعد اوسکا بیٹا ابو العیش احمد اول تخت نشین ہوا۔ احمد کے بعد اوسکا بھائی الحسن تخت پر بیٹھا۔ اسکے وقت تک بادشاہی کا رقبہ اور محدود رہگیا تھا۔ اوسکا دارالخلافہ مقام بصرہ تھا۔ جس کے کھنڈرات اب تک القصر اور وزان کے درمیان موجود ہین۔ طانجیر اور عضیلہ بھی ۹۸۲ء تک اوس کے قبضہ مین رہے۔ سن مذکور مین ہسپانوی امویون نے حملہ کرکے پہلے اون دونون شہرون کو فتح کیا۔ پھر الحسن ثانی کو معہ کنبہ گرفتار کرکے ۹۷۴ء مین اموی خلیفہ الحاکم کے پاس قرطبہ بھیجدیا۔ اموی فوج حاکم کے ایک نامور جرنیل غالب کے زیر کمان تھی۔ اس گرفتاری سے الحسن کے خاندان سے ہمیشہ کے لیے بادشاہی جاتی رہی۔ اسوقت سے پیشتر مصر فاطمی خلیفہ کی فضیحہ فوج نے جوہر [1]

[1] قایدالقوائد ابن الحسن جوہر بن عبداللہ جو کاتب الرومی کا خطاب رکھتا تھا۔ جزیرہ سسلی کا باشندہ تھا۔ وہ فاطمی خلیفہ المعز کا مشہور سپہ سالار گذرا ہے۔ مغرب الاقصیٰ کو اوس نے اموی خلیفہ الناصر سے جبکہ وہ شمالی ہسپانیہ یعنی عیسائی باغیون سے مشغول پیکار تھا۔ فتح کیا۔ اور اس کے حکم سے قبیلہ صنہاجہ کے سردار زیری بن مناد نے آدرن اور سوگیا کو فتح کیا۔ مصر شام وحجاز کو اسی جوہر نے خلفاء عباسیہ سے ۳۵۸ ہجری مطابق ۹۶۹ء مین فتح کیا۔ اور قاہرہ کو بنا کیا۔ جسمین رمضان ۳۶۲ھ مین المعز نے مہدویہ سے آکر اپنا دارالخلافہ بنایا۔ المعز بانی خاندان فاطمیہ عبیداللہ مہدی کا پرپوتہ تھا۔ جوہر مصر مین ۲ ذیقعد ۳۸۱ھ ۲۹ جنوری ۹۹۲ء کو فوت ہوا۔ وہ بڑا فیاض وسخی تھا۔ ابن خلدون لکھتا ہے اوس کی فیاضی اوسکی موت کے ساتھہ ہی جاکر ختم ہوگئی۔ مترجم۔

کے زیر کمان حملہ آور ہو کر محاصرہ کے بعد فاس کو مسخر کر لیا۔ اور وہان کے حاکم موسےٰ کو جو الحاکم کا باجگذار تھا قتل کر دیا تھا۔ غالب نے الحسن سے فارغ ہو کر سنہ ۹۷۵ء مین فاس کو بھی مصریون سے چھڑا لیا۔ اور ایک ہی محاربہ مین امویون کے اقتدار کو پھر مراکو مین قایم کر دیا۔

دوسرے برس الحاکم نے الحسن کو مصر کیطرف جلاوطن کر دیا جہان سے مراکو واپس آکر اوس نے پھر ایک مرتبہ بصرہ مین اپنا خاندانی علم برپا کیا۔ لیکن اوس کی کامیابی عارضی ثابت ہوئی۔ المنصور[5] ایک زبردست اموی جرنیل نے زناطہ مغراوا۔ بنی وفران اور دیگر بربر قبائل سے فوج مرتب کر کے الحسن کی طاقت کو باطل کر دیا۔ اور ساتھ ہی ٹمٹماتا سا حکمران کا خاتمہ بالخیر کر دیا۔ الحسن اس معرکہ سے جس نے سنہ ۹۸۹ء مین خاندان ادریسیہ کے آخری بادشاہ کو آغوش لحد مین سلا دیا جانبر نہ ہوا۔ اور اوس کے ساتھ ہی اوس کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ واقعہ شارلمین کے خاندان کے آخری بادشاہ کی ہلاکت و تباہی سے دو برس پیشتر گذرا۔ اسوقت انگلستان مین ایتھلریڈ۔ روس کے پایہ تخت کیف مین ولیڈیمیر[1] اعظم۔ اور فرانس مین ہیو کیپٹ[2] کا قبل نشین حکمران تھا۔ ادریسیہ خاندان تقریباً دوسو برس برسر حکومت رہا۔ قلیل العمر خاندان ٹمٹماتا سا بھی ایک طرح سے اس کے ساتھ ہی برباد ہو گیا۔ کیونکہ البوری کا جانشین القاسم جو اس کے بھتیجے کا پوتا تھا۔ اگرچہ سنہ ۱۰۱۴ء حکمران رہا۔ لیکن اسکا علاقہ ایک چھوٹے سے ضلع سے بڑا نہ تھا۔

---

[1] اس روسی بادشاہ کے حالات تاریخ خاندان عثمانیہ مین مفصل درج ہین [2] یہ شخص عامی النسل یا دری تھا۔ زہد عقل و قوت بازو سے آخر ایک علاقہ کا حکمران اور ایک خانوادہ کا بانی ہو گیا۔ اموی خلیفہ ہسپانیہ عبدالرحمٰن ثالث الناصر باللہ نے اوسے متواتر شکستین دین [3] سید امیر علی اوسے زیری بن مناد لکھتے ہین۔ وہ فاطمی خلیفہ المعز کا بڑا ہوا خواہ تھا۔ اس کے بیٹے بلوقین کو المعز نے ٹونس سے روانہ ہونے سے پیشتر سیف الدولہ کا خطاب عطا کر کے افریقیہ کا گورنر مقرر کیا۔ خلیفہ المعز بلوقین کے کرخت نام کی جگہ اوسے ہمیشہ یوسف ابو الفتح پکارا کرتا تھا۔ بلوقین مشہور خاندان زیری المشہور بنی بادی کا بانی ہوا۔ جو اوس اور ان کے غلبہ تک بڑی شان و شوکت سے افریقیہ پر حکمران رہا [4] مرحوم [5] اس نامور وزیر کا حال آگے درج ہے۔ مترجم۔

سکّے } فرانس کی نیشنل لائبریری مین ادریسی بادشاہون کے سکون[1] کا ایک نادر مجموعہ موجود ہے۔ ادریس اول نے اپنے عہد کے دیناروں پر قرآن شریف کی آیت جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا۔ نقش کرائی۔ اوس کی ٹکسالین ودیسو بلیسر دو بیلی، اور تودغا مین تہین۔ اوس کے فرزند کی ٹکسالین ودیسو بلیس ٹانجیر، غمار اوجدا اور مستکارا مین تہین۔ محمد کے بہائیون کے جو سکے اسوقت پائے جاتے ہین۔ وہ مقامات تاجار جرا۔ وبرزلیغا ورعنہ دآبل۔ بجرباتل۔ وازیکورا اور راوتیت مین مضروب ہوئے تھے۔ اب ان مقامات مین سے ایک بہی آباد نہین نہین۔ لندن کے عجائب خانہ مین بہی اس عہد کے کئی سکے موجود ہین۔

خاندان مغراوا } مکناسا اور ادریسی خاندانون کے بعد مغراوا خاندان صاحب تاج و تخت ہوا۔ لیکن اوس نے بہی کوئی کارنمایان نہ کیا۔ نہ اوسکی حکومت نے کچھ طول پکڑا۔ بنا بریں اکثر مورخون نے اوسے حکمران خاندان ہی نہین مانا۔ اپنے ایک سردار زیری بن عطیہ کے زیر کمان سنہ ۹۰۶ء مین طافیلالت پر جسے اسوقت سجلماسا پکارتے تہے۔ قابض ہونے کے بعد یہ قبیلہ سلطنت فاس کے مختلف حصص پر متصرف ہوگیا۔ بنی وقران کے ہمراہ جن کا ایک سردار یاعلہ بن یاعلہ سنہ ۹۹۳ء مین بکامیابی فاس مین داخل ہوا تہا۔ زیری بہی شہر سے باہر نکالدیا گیا۔ اور بعد ازان قتل کردیا گیا۔ فاس مین اوسکا جانشین المعز اس کا بیٹا سنہ ۱۰۰۱ء مین ہوا۔ المعز کے بعد حمامہ۔ دوناس اور فتوح یکے بعد دیگرے سنہ ۱۰۲۶ء سنہ ۱۰۳۹ء اور سنہ ۱۰۵۹ء مین حکمران ہوئے۔ مگر بجز ناموں کے اون کے متعلق اور بہت کم معلوم ہوسکا ہے۔ المونصر اور تمیم بشیک دو اور فرمانروا بہی اس خاندان سے گذرے ہین۔ جو سنہ ۱۰۶۵ء اور سنہ ۱۰۶۷ء مین تخت نشین ہوئے۔ لیکن اون کے قلیل المیعاد عہد حکومت مرابطیون کے ٹڈی دل لشکر کے مقابلہ ومزاحمت مین ہی صرف ہوگئے۔ اس کے سوا ان دونون کو اور کوئی کام نہ رہا۔ مصر سے عربون کی جماعت کثیر نے اسی اثنا مین مراکو کی طرف ہجرت کی تہی۔ یہ عرب نجد کی شستہ وبیداغ عربی بولی کی حمنوان

[1] اس نادر وزیر کا نام آگے درج ہے۔ مترجم۔

واحسامنند ہے۔ فرانس کی نیشنل لائبریری مین ایک سکہ الخیر بن محمد المستنصر باللہ کا موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرمانروا ر ومغراوا قبیلہ مین سے تہا۔ اور سنہ ۹۶۱ء سے سنہ ۹۷۱ء تک حکمران رہا۔

چہوٹی چہوٹی معاصر ریاستین { کل ادریسی عہد مین ملک مین کم از کم تین بادشاہیان اوّل۔ الہوسیماس } ایک دوسرے کے دوش بدوش برابر موجود رہین

مراکشی سلطنت ان تینون کے اجتماع سے قایم ہوئی۔ ان مین سب سے پرانی جو فاس کی حکومت سے بہی دوسو برس پہلے کی تہی۔ مجرات نکور کی بادشاہی تہی۔ یہ شہر قصبہ الہوسیماس کے قریب واقعہ تہا۔ یہ بادشاہی گو قدیم ترین تہی۔ لیکن اوس نے سلطنت کے قیام وبنا رمین کوئی نمایان حصہ نہ لیا۔ سنہ ۷۱۰ء مین خلیفہ نے بزمانہ موسی وطارق صالح بن منصور یمنی کو مجرات کا متصلہ ضلع تمسان جاگیر مین عطا کیا۔ اوس کے جانشین بنی عمر کے نام سے پکارے جاتے تہے۔ اونہون نے سنہ ۷۶۰ء مین مجرات نکور کو تعمیر کیا۔ اوس کی عمارت مکمل ہوئی ہی تہی کہ سنہ ۸۶۱ء مین نارمن فرنگیون نے جنکو عرب مؤرخین نے مجوسیین لکہا ہے دہاوا کرکے اوسے فتح کر لیا۔ مگر جلد نکالدیے گئے۔ چارون طرف سے بلند دشوار گذار پہاڑون سے محفوظ ہونیکی وجہ سے بنی عمر مشرقی خاندانون کے معمولی انقلابات سے تین سو برس تک بچے رہے۔ آخر کار اونکی بہی نوبت آگئی۔ قبیلہ ازداجہ کے سردار یاعلہ بن فتوح فاتحہ اورن نے سنہ ۱۰۱۵ء مین پہلے ان کے صدر مقام مجرات نکور کو برباد کیا۔ اور پہر سنہ ۱۰۶۵ء مین اس خاندان کو معدوم کرکے اون کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ جس پر وہ یوسف بن تاشفین کے وقت تک متصرف رہا۔

دوسری ریاست سیوٹا کی تہی۔ اس شہر کو بربرون نے اپنی بغاوت عظیم کے وقت معصرہ کے زیر کمان کی تہی۔ برباد کر دیا تہا۔ سنہ [illegible]ء مین اوسے ایک شخص مجاکیس نے از سر نو تعمیر کرا کر ایک چہوٹی سی ریاست کا پایۂ تخت بنا لیا۔ اوس کے نام پر شہر کا نام مجاک ہو گیا۔ مجاکیس کی اولاد اس ریاست پر ادریسیون کے زوال اور ایک نیا سا خاندان کے عروج پکڑنے کے وقت تک خود مختار حکومت کرتی رہی اسوقت سنہ ۹۳۱ء مین عبدالرحمن والیٔ قرطبہ نے اوسے فتح کر لیا۔ بعد

اندلس میں ایک مسمودہ قبیلہ مسمّٰی براغو یہ کے قبضہ مین چلی گئی۔ جو سالی سے لیکر سفی تک وسط مراکو کے میدانون سمندر پر قابض تہا۔ اس قبیلہ کی حکومت اس علاقہ پہ معصرہ کے ایک جرنیل صالح بن طارف نے سنہ ۷۴۴ء مین قایم کی تہی۔ اور یہ تیسری خودمختار بادشاہی تہی۔

صالح نے مہدی ہونیکا دعوی کیا اور اس مین اسے نمایان کامیابی ہوئی لاکہون خوش اعتقاد اس کے مرید ہوگئے۔ اوس کے ورثا نے بادشاہی کا لقب اختیار کر لیا۔ اور مرابطی حملہ کے وقت تک وسط مراکو پر حکمران رہے مسمودہ صالح کے وقت تک بت پرست رہا تہا۔ اوس نے اسلام کو بنیاد قرار دیکر اپنا جدا مذہب وضع کیا۔ اور یہ لوگ اوس کے معتقد ہوگئے۔ صالح کی نسبت روایت ہے کہ وہ ہسپانیہ کا یہودی النسل باشندہ تہا۔ غالبًا وہ ان یہودی المذہب بربر خاندانون مین سے تہا۔ جنہون نے اسلام قبول کر لیا تہا۔ فرانس کی نیشنل لائبریری مین سیوٹا کے ایک حکمران ساقوت بن محمد البرغوطی کا سکہ جسپر سنہ ۱۰۶۹-۱۰۴۳ء کا سن نقش ہے موجود ہے۔ ساقوت کی حکومت یوسف بن تاشفین نے برباد کی تہی۔ صالح کے موضوع قرآن کا خلاصہ ابن خلدون کی تاریخ کی دوسری جلد کے ۱۸۱ صفحہ مین درج ہے۔ مین نے بہی اسے "کتاب اہالی مغرب" مین درج کر دیا ہے۔

جنوبی مراکو مین ایک اور آزاد خاندان وادی اطلس مین بمقام اغمات حکمران رہا تہا۔ اسی اغمات کو مرابطیون نے اول اول اپنا پایہ تخت بنایا۔ اور یہین سے اونکی طاقت نے حیرت انگیز ترقی کی۔ اس ریاست کی نسبت ہم تک بہت کم حالات پہونچے ہین۔ صرف یہی معلوم نہین کہ اس مین کیا کیا واقعات گذرے بلکہ یہ بہی کہ کون کون بادشاہ ہوا۔ وہان کے آخری امیر کو امیر کو سنہ ۱۰۵۸ء سے لیکر سنہ ۱۰۶۷ء تک متواتر حملے کرتے رہنے کے بعد مرابطی حملہ آورون نے قتل کر دیا۔ اور اس کی ریاست کو فتح کر لیا۔ مقتول امیر کی بیوہ زینب پہلے ابوبکر کی اور پہر اوس کے عمزاد بہائی یوسف بن تاشفین کی بیوی بنی۔ اور عام خیال ہے کہ اسی عقلمند خاتون کے صلاح و مشورہ کی بدولت یوسف کو متواتر اور عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئین۔

اس چوتھی ریاست کے قدیم دار الخلافہ اغمات کا اس کے سوائے کوئی نشان باقی نہین رہ گیا کہ اس کے قایم مقام قصبہ مراکش کے ایک دروازہ کا نام اغماتی دروازہ ہے۔ وہ مراکش سے تین گھنٹون کی زین سواری کے فاصلہ پر بجانب جنوب کوہ اطلس عظیم کے دامن مین پورِیکا وادی کے دہانہ پر آباد تہا۔ مرابطیون کے عہد مین اوسکو بڑی رونق ملی۔ اسوقت وہ ٹمبکٹو سے تجارت کرنے والون کا بڑا مرکز تہا۔ بومیر تاریخ روض القرطاس کے ترجمہ کے ایک نوٹ مین لکھتا ہے۔ کہ "اس مین اب بھی ساڑھے چار یا پانچ ہزار باشندے آباد ہین۔ جن مین سے ایک ہزار یہودی ہین"۔ لیکن میرے خیال مین وہ شہر کی بجائے ضلع اغمات سے مراد لے رہا ہے۔ ورنہ وہ یہ نہ لکھتا۔ کہ وہ مراکش سے ایک دن کی مسافت پر بجانب جنوب طافیلالت کی سڑک پر واقع ہے۔ ڈیویڈسن اپنی کتاب کے صفحہ ۵۰ مین لکھتا ہے کہ اغمات کے کہنڈر مقام تاسموت مین مراکش سے ایک دن کے فاصلہ پر واقع ہین۔ اونکا محیط تین میل ہے اور شہر کی فصیل۔ دروازے۔ حمام اور محرابین جہان تماشے و کھروے پتھرون کی ہین اب تک کہڑی ہین۔ ادریسی کا بیان ہے کہ اغمات سے چھ میل بجانب مشرق ایک شہر اغمات عیلان موجود تہا۔ اوس مین فقط یہودی آباد تہے۔ جن کو خاص پایہ تخت مین رہنے کی اجازت نہ تہی۔ اور اپنے شہر کی چار دیواری سے باہر مل جانے پر اونکو جو شخص چاہے بلاخوف سزا و اندیشہ پرسش قتل کر سکتا تہا۔

ادریس اول کا جو نقرئی سکہ درہم، لندن میوزیم مین رکھا ہے اوسکی دونون جانب یہ عبارت نقش ہے:

لا الہ الا اللہ۔ لا شریک لہ۔ بسم اللہ۔ یہ درہم بمقام بیضا ۱۷۴ھ ہجری مطابق ۷۹۰ء مین ضرب ہوا۔

محمد الرسول اللہ۔ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ ادریس بن عبداللہ

جاء الحق وزہق الباطل۔ ان الباطل کان زہوقا (سورہ ۱۷، آیت ۸۳)۔

یہ روپیہ یا درہم شکل و بناوٹ مین نانک شاہی یا ویگر پرانے روپیون ایسا ہے۔

ضمیمۂ فصل سوم کا سید امیر علی صاحب نے اپنی تاریخ فتوحات عرب مین ادریسی فرمانرواؤن کے متعلق ایسے ریمارک تحریر کئے ہین۔ جو مسٹر میکنس کی تحریر سے بالکل مختلف بلکہ بعض موقعون پر عین متضاد ہین۔ بنا برین مین مسٹر موصوف کے بیان کردہ حالات زمانہ ادارسہ کے خاتمہ پر سید صاحب کی تحریر کا ترجمہ درج کر دینا مناسب تصور کرتا ہون۔ وہ حسب ذیل ہے:۔

خاندان عباسیہ کے تیسرے خلیفہ مہدی کے وقت تک تمام افریقی مقبوضات عباسیہ حکومت کے تابع رہے۔ ہادی کے عہد مین امام حسن اول کا ایک نبیرہ ادریس جان بچا کر مغربی مراکو کو بھاگ گیا۔ اور وہان بربر قبایل کی مدد سے جنہون نے اسکو اپنا سردار اور امام تسلیم کر لیا۔ ایک زبردست بادشاہی قایم کر لی۔ جو عرصہ دراز تک شمالی افریقہ مین خوب رونق پر رہی ہے۔ اس نے شہر فاس تعمیر کرا کر اوسے اپنا پایہ تخت بنایا۔ یہ شہر اوسکی مہذب و منور حکومت وانتظام کی بدولت بہت جلد علم و فضل کا مشہور مخزن و معدن بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اوسے عباسیون کے ایک قاصد نے زہر دیدیا۔ جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اوس کے بعد تخت پر اوسکا شیر خوار بیٹا بیٹھا۔ اوسکا نام بھی ادریس تھا۔ زمانہ نابالغی مین اوسکی والدہ اور وزیر غالب کاروبار سلطنت کو انصرام دیتے رہے۔ ادریس الاصغر قابل سپہ سالار نکلا۔ اور جنوب کی طرف اوس نے بڑے بڑے علاقے فتح کئے۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ "عباسیون کی حکومت یا دعوت اسوقت مراکو مین سوس الاقصیٰ سے لیکر شلف دشلویز تک بالکل معدوم ہو گئی۔ وہ ۲۱۳ھ مطابق ۸۲۵ء مین فوت ہوا۔ اور اوسکا بیٹا محمد خلیفہ بنا۔ اوس نے صوبون کی گورنری پر اپنے خاندان کے ارکان کو مامور کیا۔ اوسکی یہ اعتبار کرنے کی پالیسی بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ کیونکہ ایک کے سوا اوس کے تمام بھائی جن کو اوس نے گورنر بنا دیا تھا۔ آخر وقت تک سچے دل سے وفادار رہے

ا؎ مسٹر میکنس فاس کا بانی ادریس دوم کو کہتے ہین۔

۲؎ مسٹر میکنس اسکے برعکس لکھتے ہین۔ اور خاندان کی بربادی کا باعث ہی اس پالیسی کو بتاتے ہین۔

محمد ۲۲۱ھ ہجری (۸۳۳ء) مین فوت ہوا - اور اوس کا بیٹا علی جس کی عمر صرف نو برس کی تھی مسند نشین ہوا - تمام رعایا نے اس کی حکومت کو بڑی خوشی کے ساتھ منظور کیا - اور حکومت کا انصرام اوس کے والد کے نمک حلال ملازمون نے ایسی عمدگی سے کیا کہ کل مورخین کا بیان ہے کہ "اوسکا عہد حکومت نہایت ہی مبارک و فرخندہ فال رہا"! اوس کے ۲۲ برس کی عمر مین لا ولد فوت ہونے پر اوس کے دوسرے بھائی یحیی بن محمد کو ۲۳۴ھ ہجری (۸۴۹ء) مین تخت پر بٹھایا گیا - اوس نے اپنے طویل عہد مین سلطنت کی حدود کو چارون طرف بہت وسعت دی - اور سلطنت نے تمول و خوشحالی مین حیرت انگیز ترقی کی - اوس نے فاس کو بھی بہت بڑھایا - اور اوسے خوب رونق و زینت بخشی - اور چارون طرف سے جوق در جوق خلقت آکر اوس مین آباد ہوگئی -

یحیی ۲۶۴ھ ہجری (۸۷۸ء) مین فوت ہوا - اور یحیی ثانی اوس کا بیٹا تخت پر بیٹھا - نئے بادشاہ کے جور و ظلم سے تنگ آکر رعایا نے بغاوت کردی - اور اوسے ملک سے نکال دیا - وہ ہسپانیہ کو بھاگ گیا - اور وہین فوت ہوا - یحیی ثانی کی معزولی پر اوس کا چچا زاد بھائی علی ابن عمر[1] مالک تاج و تخت ہوا - مگر اوسے پایہ تخت پر زیادہ عرصہ رہنا نصیب نہ ہوا - خارجیون نے بغاوت کرکے اوسے بھی ہسپانیہ کیطرف بھاگ جانے پر مجبور کردیا - اوس کی فراری پر باشندگان فاس نے ادریس ثانی کے ایک پوتے یحیی ابن قاسم کو اپنا امام و خلیفہ بنایا - اور وہ کچھ عرصہ کے لیئے تمام ادریسی مقبوضات کو زیر فرمان کرلینے مین کامیاب ہوگیا - مگر ۳۰۵ھ ہجری مین فاطمی خلیفہ کے گورنر مکناسا نے اچانک حملہ آور ہوکر اوس کی حکومت کا خاتمہ اور اوسے ملک سے خارج کردیا - وہ مراکو سے نکل کر مہدویہ کو (جسے عبید اللہ مہدی نے قیروان کے قریب برلب سمندر ٹونس مین آباد کیا تھا) چلا گیا - اور تا انتقال جو ۳۱۱ھ ہجری مین ہوا - وہین زندگی کے باقی دن گوشہ تنہائی مین بسر کئے - یحیی ثالث کے اخراج پر ادریسی خلافت کا دور ختم ہوگیا - گو

---

[1] عمر یحیی اول کا بھائی تھا - ۱۲

اوس کے بعد بھی اس خاندان کے کئی شہزادے بادشاہی کا لقب اختیار کر کے سلطنت کے بعیدی صوبوں پر متصرف رہے۔ سنہ ۳۱۹ ہجری مین عبدالرحمن ثالث الملقب[لہ] بہ الناصر شاہ ہسپانیہ نے افریقہ پر زبردست مہم بھیجدی۔ مراکو کا حصہ کثیر ہسپانیہ سے ملحق کر لیا گیا اور خاندان ادریسیہ کے آخر شہزادے قرطبہ[لہ] بھیجدیئے گئے۔ اس فتح سے مغربی مراکو ہسپانوی خلفاء کے تصرف مین چلا گیا۔ اور مشرقی حصہ بنی فاطمیہ[لہ] کے زیر حکومت رہا۔

فصل چہارم

استحکام و اجتماع سلطنت۔ زمانہ مرابطیہ سنہ ۱۰۶۱ع تا سنہ ۱۱۴۹ع

جس[لہ] زمانہ مین نامن قوم نے اپنے ایک سردار راجرس کے زیر کمان، جزیرہ سسلی کو

لہ عبدالرحمن ثالث بن محمد مقتول بن عبداللہ۔ عبداللہ کی وفات کے بعد اوس کا پوتہ عبدالرحمن بن محمد مقتول جانشین اپنے دادا کا ہوا۔ یہ اپنے خاندان کا فخر گذرا ہے۔ اوس کی محنت و نیک چلنی و نیک اطواری و فیاضی و ملنساری نے لڑکپن ہی سے لوگون کو مائل و گرویدہ کر رکھا تھا۔ اس کی تخت نشینی سے سب کی مراد بر آئی۔ سب سے اول اس نے مفسدون کی سرکوبی کو مقدم جانا اور دادا کے وقت کے جسقدر مفسد تھے سب کو اس نے زیر کیا۔ اور بڑا دشمن اس خاندان کا گرگ کہن کلیپ تھا۔ جس نے عیسائی بادشاہون کے ساتھ مل کر بڑے بڑے علاقے اور اچھے اچھے اضلاع ہسپانیہ کے دبا رکھے تھے۔ اس بادشاہ نے بکمال سرگرمی اس کے استیصال پر کمر باندھی۔ اور یہ نوبت پونچائی کہ شکست پر شکست کھا کر وہ قلعہ بہ قلعہ بھاگتا پھرا۔ آخر بھیس بدل کر پہاڑون مین گھس گیا۔ اوس کا ملک و مال سب اس بادشاہ نے لے لیا۔ جسقدر علاقے اوس نے دبائے ہوئے تھے سب شاہی علاقے سے متعلق ہو گئے۔ اس بادشاہ کی خوش قسمتی سے اوس وقت عیسائی بادشاہون کی آپس مین کمال عداوت پیدا ہو گئی تھی اور آپس مین مدت تک لڑائیان ہوتی رہین۔ اس نے ایسا موقع غنیمت جانا۔ اور جسقدر علاقے اس کے باپ دادا کے وقت نصارا نے لے لیے تھے سب سے واپس کر لیے۔ بلکہ موریطانیہ کا ملک بھی جسکا دار الخلافہ شہر فاس ہے ملک اندلس تک شامل ہو گیا۔ اس بادشاہ نے اپنا خطاب الناصر الدین اللہ امیر المومنین عبدالرحمن مقرر کر کے

عربون سے فتح کیا - اور اینگلو سکسن قوم نے جرمنی سے آکر انگلستان کے جنوب مشرقی حصہ پر[ل] قبضہ کیا - اوسی زمانہ مین مغربی سلطنت نے جس کی حال صرف بنیا دین قایم ہوئی تھین - ابھرنا اور ترقی کرنا شروع کیا - اُسوقت مراکو جن چھوٹی چھوٹی بربر ریاستون مین منقسم تھا - اون مین سے ایک بھی اس قابل نہ تھی کہ سرغنہ بن کر یا دوسریون کو زیر کر

ل یعنی سنہ ١٠٦٦ء - ١٢

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٠ نمبر ١) خطبہ و سکہ خاص اپنے نام کا جاری کیا - اور خلافت کا دعویٰ کرکے اپنے آپ کو خلیفہ مشہور کیا - شہر قرطبہ کی جامع مسجد کی اس نے رونق بڑھا ئی - اور ایک قصر عالیشان تعمیر کرکے اوس کا نام قصرہ الزاہرہ رکھا - بہت سی مسجدین اور مدرسے بنا کر علم کو ترقی دی اور اپنے گھر ایک کتب خانہ جمع کیا - ایسا اسوقت اوس کے ساتھ کا کتب خانہ روئے زمین پر نہ تھا - جا بجا نہرین جاری کرکے ملک کو سرسبز کر دیا - علماء و فضلاء کو اور ملکون سے طلب کرکے اپنے دربار کو علم و فضل کا مجمع بنا دیا - اس بادشاہ کے وقت مین اندلس مین علم کا وہ عالم ہو گیا جو منصور اور مامون کے وقت کیوقت بغداد مین تھا - سلطنت کے انتظام مین یہ بادشاہ بدل و جان دن رات مصروف رہتا تھا - انصاف و عدالت کی آئین کی کتابین اس نے تصنیف کین - چونکہ اپنی حیات مین الخ اپنے بڑے بیٹے حکم کو ولی عہد مقرر کیا تھا - یہ بات چھوٹے بیٹے عبد اللہ کو ناگوار گذری اور وہ اوس کے قتل کے درپے ہوا - بعد فاش ہو جانے اس راز کے بادشاہ نے چھوٹے بیٹے کے قتل کا حکم نافذ کیا - اگرچہ حکم بڑے بھائی نے بر سر دربار چھوٹے بھائی کا قصور معاف کیا - مگر بادشاہ انصاف سے نہ گذرا اور عبد اللہ کو قتل کرا دیا - اس بادشاہ نے تہتر برس کی عمر پائی پچاس برس سلطنت کی سنہ ٣٥٠ھ مین مر گیا (از گلزار شاہی) سید امیر علی صاحب نے اس کے حالات نہایت عمدگی سے تحریر فرمائے ہین - جن کے لیے دیکھو کتاب (فتوحات و تمدن و تہذیب مسلمانان عرب" - جو ایک روپیہ قیمت پر حمیدیہ ایجنسی سٹیم پریس لاہور سے مل سکتی ہے +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٠ نمبر ٢) انہین سے ایک کی نسل مین سے - ایک نے ہسپانیہ کے جنوبی حصہ مین ایک چھوٹی سی ریاست خاندان امیہ کی بربادی اور طوائف الملوکی کیوقت قایم کر لی - جو چند نسلون تک قایم رہی - اوس کے حالات فصل چہارم کے ضمیمہ مین درج ہین +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٠ نمبر ٣ -) بنو فاطمیہ کے عروج و انتہائی زمانہ کے حالات تاریخ خاندان عثمانیہ جلد اول کے ایک نوٹ مین بحالات سلطان سلیم اول درج ہین - اونکی مفصل تاریخ کے لیے دیکھو کتاب دنیا کے محسنین یعنی مسلمانان عرب کی فتوحات و بنی انسان کی خدمات دربارہ تمدن و تہذیب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٠ نمبر ٤) یعنی سنہ ١٠٦١ء -

شمشیر مطیع و منقاد بنا کر ایک متحد سلطنت قایم کر سکے - یہ امر صرف اسی طرح ممکن تہا کہ کوئی ہم جنس و ہم مشرب طاقت باہر سے آکر اون مین آٹے - اور مواج سیلاب کی طرح یکبارگی بڑہکر تمام قبائلی رکاوٹون اور سدون کو توڑ پہوڑ دینے سے سب کو ایک بنا دے - ایسی طاقت خاندان تاشفین تہا - جو بعد مین مرابطیہ[۱] کے خاندان کے نام سے مشہور ہوا - یہ لوگ

[۱] مصنف روض القرطاس قدیم مورخون کی سند پر مرابطیہ کی وجہ تسمیہ جسو اہالی یورپ نے بگاڑ کر المواردی بنا لیا ہے حسب ذیل بتاتا ہے "قبیلہ کے سردارون مین سے ایک مسمی یحییٰ بن ابراہیم نے حج بیت اللہ کے عزم سے اپنی ریاست کو خیرباد کہا - مکہ معظمہ سے واپس آنے کے وقت قیروان مین اسکی ایک عالم سے جو خاص سے آیا تہا ملاقات ہوئی - اس عالم فقیہہ نے یحییٰ سے سنہاجہ قبیلہ کی جہالت و اخلاقی پستی کے حالات سنکر اپنے شاگردون کو کہا کہ انمین سے کوئی جاکر اس قبیلہ کی ہدایت و تعلیم کا ثواب حاصل کرے - مگر کسی کو جرات نہ پڑی - تاہم عالم موصوف یحییٰ کے دل مین اسلامی خدمت کا سچا جوش پیدا کرنے مین کامیاب ہو گیا - اور یحییٰ نے اس کام کا بیڑہ اٹہا لیا جس مین اُسے جبل نفیس کے ایک معلم و فقیہہ کے شاگردون مین سے ایک مستعد ہمراہی و رفیق مل گیا - اس رفیق نے لمتونہ قبیلہ کو نہ صرف اپنی باتون کے سننے پر ہی راغب کر لیا اور منجملہ دیگر اصلاحات کثرت ازدواج کے رواج بد کی بہی ایسی اصلاح کی - کہ سب چار سے زیادہ بیویان کہو سے تائب ہو گئے - بلکہ ایسا ایسا اقتدار حاصل کیا کہ اوس کے درسگاہ مین ہر وقت ایک ہزار معتقد سنہاجہ درس و تدریس و اکتساب فیض مین مشغول اسکی خدمت مین حاضر رہتے - انکو وہ ہر روز درس دیتا اور اونکا نام مربوطین یعنی رفقہ مذہبی یعنی وابستگان رباط یا درسگاہ) سے وابستگان ہو گیا جب وہ بخوبی تیار و باخبر ہو گئے تو اونہون نے اپنے ناہم مذہب ہم جنسون کے برخلاف جہاد شروع کر دیا - اور علانیہ ظاہر کر دیا کہ اگر اون کے والدین کافر یا مشرک ہون تو انکو بہی تہ تیغ کرنے سے دریغ نہین کرین گے - یہ جوق جوق شمشیر لاکہون ہم وطن اون کیساتہ شامل ہو گئے - جن سب نے یحییٰ کو اپنا بادشاہ بنا لیا - اور مغربی سوڈان اور صحرا کے متصلہ علاقہ کو فتح کر کے مراکو کیطرف متوجہ ہوئے - سنگیتس -

ملثمین - لمتونہ - مرابطین - مرادورین اور سنہاجا سے ایک ہی ایک ہی قوم مراد ہے - مفتی غلام سرور اپنی کتاب گلزار شاہی مین مربوطین کا حسب نسب اور ابوبکر یوسف کے ابتدائی حالات و باہمی تعلقات مسٹر سکنس کی تحریر مندرجہ متن و حاشیہ سے بہت مختلف تحریر کرتے ہین - سید امیر علی نے بہی کسیقدر اختلاف کیا ہے جنکی تحریر کا اندراج کسی اور مناسب موقعہ کے لیئے ملتوی کر کے مفتی صاحب کی تحریر ذیل مین درج کیجاتی ہے :-

درصل صحرا کے خانہ بدوش باشندے تھے۔ سنہاجا بربر اگرچہ اوسی نسل سے ہین جو تواریخ بربر ونکی ہے۔ لیکن وہ بعض اوقات اپنی طرز معاشرت کیوجہ سے غلطی سے عرب بیان کئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲) مرادی ایک عربی قبیلے کا نام تہا۔ اور یہ لوگ علاقہ جمیع کے رہنے والے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضہ خلیفہ اول کیوقت یہ لوگ عرب سے اوٹھکر شام کے علاقہ مین سکونت پذیر ہوئے۔ چندے وہان رہے۔ وہان بھی انکے پاؤن نہ جمے۔ پہر وہان سے جلاوطن ہوکر مصر کے علاقہ مین سکونت پذیر ہوئے۔ پھر وہان سے اوٹھکر ملک افریقہ کے مغربی علاقہ مین بین جنگل کے اندر اونہون نے رہائش کی۔ صحرانشینی کی حالت مین اکثر گذارا اسکا شکار پر ہوتا تہا۔ اس سبب سے اچھے اچھے ہتھیار رکھنے کے یہ عادی ہوگئے۔ اور شجاعت اور علو ہمتی تو گویا انکا ذاتی جوہر تہا۔ ابتدا مین یہ قوم عیسائی تہی۔ مگر جب مصر و افریقہ مین دین اسلام نے ترقی پکڑی۔ تو یہ قوم بہی مسلمان ہوگئی۔ مگر بعد مسلمان ہونیکے مسلمانی بہی انمین برائے نام ہی تہی۔ سوائے کلمہ شہادت کے اور مسلمانی احکام انکو یاد نہ تہے۔ جب انکو کسی سے لڑنے کا اتفاق ہوتا تہا تو عورتین انکی بہی گھوڑون پر سوار ہوکر اور چہرہ پر برقعہ ڈالکر دشمنون سے لڑتی تہین۔ چونکہ پردہ پوش کو عربی مین لثام کہتے ہین۔ اسواسطے اس قوم کا خطاب ملثمین مقرر ہوا۔ اس قبیلہ مین سے ایک شخص یحییٰ بن ابراہیم نام بوقت ضعف سلطنت آل مروان کے جو اندلس مین حاکم تہے شہر فاس مین جو دارالخلافہ مراکش تہا گیا۔ اس شہر مین مسمی ابوعمران فقیہ سے اسکی ملاقات ہوئی۔ اوس نے فقیہ کی خدمت مین التماس کی کہ ہماری قوم بالکل جاہل ہے۔ مگر ہر ایک کا مادہ قابل ہے۔ اگر اونکو اخلاق اور مذہب کی تعلیم دیدین یا اپنے کسی شاگرد کو وہان بہیجین تو سب لوگ دین کے احکام اوس سے سیکھین تو فایدہ سے خالی نہ ہوگا۔ قوم کو دینی و دنیاوی فایدہ ہوگا۔ اور معلم کی خدمت بہی قوم قرار واقعی کریگی۔ فقیہ نے ہر ایک شاگرد کے آگے یہ حال ظاہر کیا۔ مگر بسبب سفر دور دراز کے کسی نے وہان جانا منظور نہ کیا۔ آخر ایک شخص جسکا نام عبداللہ تمیم تہا وہان جانے پر راضی ہوا۔ اور وہ ہمراہ یحییٰ بن ابراہیم کے افریقہ کو گیا۔ جب وہان پہونچا تمام صحرائی قوم اس کے مطیع ہوگئی۔ اور اسکی تعظیم اور تکریم سے لوگ پیش آئے۔ کہ اس کے حکم سے کسی کو انکار نہ تہا۔ سب کو اس نے دین اسلام کے احکام سکہلائے اور مرابطین قوم کا خطاب مقرر کیا یعنی اس قوم کو خاص رابطہ خدا سے ہے اور یہ لوگ صرف خدا سے مربوط ہین۔ دوسرے سے اونکو لگاؤ نہین۔ جب عبداللہ نے سب کو مطیع کرلیا۔ تو حکومت کا نقشہ جمایا اور دین اسلام کی دعوت عام اس علاقہ مین شروع کی بہت سے قبایل پر عندالمقابلہ غالب آیا۔ آخر ایک مقابلہ مین جو سنہ ۴۵۰ ہجری مین وقوع مین آیا تہا۔ خود بہی مارا گیا۔ اس کے مارے جانے کے بعد ابوبکر

جاتے ہین صحرا کے باشندے سواری کے وقت چہرون پر نقاب ڈال لیتے ہین - یہی اونکی عادت تہی جس کی وجہ سے عربون نے انکا نام ملثمین یا نقاب پوش رکہدیا ہے - مگر بالعموم

بن عمر ملتونی جو عبداللہ کے خاص شاگردون مین تہا جانشین ہوا - اوس نے جمعیت کافی بہم پہونچا کر ملک مغرب پر حملہ کیا - اور شہر اغمات کو دار السلطنت بنایا - اور چند مدت مین بہ کمال جوانمردی و شجاعت علاقہ تلمسان سے لیکر دریائے محیط کے کنارہ تک اپنی مستقل سلطنت اوس نے قایم کرلی - جب اتنی سلطنت کا فرمانفرما بنگیا - تو شہر مراکش کو اوس نے پایہ تخت قایم کیا - سوائے قبیلہ گدالہ کے کوئی شخص اوسکا منحرف نہ ہوا - اسواسطے اُس نے اُنپر فوج کشی کی - اور دشمنون کو سخت سزا دی - ایک مرتبہ یہ شہر بدن کے علاقہ مین سوار چلا جاتا تہا - دیکہا کہ ایک بڑہیا کمال سوز و گداز سے رورہی ہے - اور کہتی جاتی ہے کہ اے ابوبکر تو نے ہمکو برباد کردیا ہے - اسکا انصاف حشر کے روز مین خدا سے مانگونگی - اس بات کی تاثیر ابوبکر کے دل پر ایسی ہوئی کہ سلطنت سے دست بردار ہوگیا - اور خزانہ و لشکر و سلطنت اپنے ایک رشتہ دار کو جسکا نام یوسف بن تاشفین بربری تہا حوالہ کرکے خود وطن کو چلا گیا - اوس نے تمام ملک بربر اور فاس کا فتح کیا - اور مراکو شہر کی بنیاد مستحکم کی - اور اپنے حسن اخلاق و نیک خلقی و ملنساری و شجاعت و جوانمردی سے سب کو مطیع کرلیا چونکہ ابوبکر ملتونی کی بہن مسماۃ زینب نہایت خوبصورت اور حسینہ و جمیلہ تہی - یوسف نے اس کے ساتہہ نکاح کیا - ان شہر والی رعایا یوسف سے بہت خوش تہی - اور سب لوگ اوس کے حکم پر جانفشانی کرتے تہے کسیقدر مدت کے بعد ابوبکر پہر اپنے وطن سے سطرف کو آیا - اور دیکہا کہ یوسف بڑا بادشاہ و امیر کبیر ہوگیا ہے - یہ حالت دیکہہ کر اوسکو کمال حسد ہوا - اور ملک کی سپردگی اور ترک سلطنت پر کمال افسوس کیا - اور چاہا کہ دوبارا سلطنت پائے یوسف کو معزول کرکے خود بادشاہ بنجاوے - اس ارادہ پر اس نے کچہہ جمعیت بہم پہونچائی اور شہر اغمات پر حملہ کیا - مگر کچہہ نہ کرسکا - اور لوگون نے درمیان آکر صلح کرادی - اور ابوبکر کچہہ نقد و جنس لیکر وطن کو چلا گیا - اس کے جانے کے بعد یوسف نے امیر المومنین کا خطاب لیا - اور چاہا کہ اپنا ملک دور تک بڑہائے - اسوقت ولائیت اندلس مین جو چند فرمان فرما بطور طوائف الملوک حاکم تہے - اور آپسمین اونکی کمال عداوت تہی - ایک نے انمین سے یوسف کے نام خط لکہا کہ آپس کی عداوت نے اہل اسلام کو اس مین تنگ کر رکہا ہے - اور الفونزو ششم حاکم ولائیت فرنگ نے اوس کے علاوہ ہمکو تنگ کر رکہا ہے - بادشاہ اسلام ہماری امداد کرے - یہ تحریر سنکر یوسف خوش ہوگیا - اور جواب مین لکہا کہ مقام الجزیرہ جو افریقہ مین واقع ہے - مجھکو

وہ لمتونا پکارے جاتے۔کیونکہ اونکی ڈھالین ملتا۔یعنی بھینسے کی کہال کی ہوتی تہین
تواریخ قبایل قبایل اب بہی الجیریا کے جنوب مین آباد ہین -

پناہ لینے کے لئے ٹہکانا رہے۔اونہون یہ امر منظور نہ کیا۔جب شاہ اندلس کا زور اندلس پر بہت پڑا
تو ایک اور حاکم اندلس نے یوسف سے امداد چاہی۔اور یوسف کو معہ فوج وہان بلوا بہیجا۔اور یوسف ۴۷۹ھ ہجری مین
بڑی بہاری فوج لیکر براہ دریا اندلس کے کنارے جا پہونچا۔اور صوبہ استرا مادورا کیطرف کوچ کیا۔اور
اسی مقام سے آلونزد و شاہ فرنگ کے نام خط لکہا کہ مینے سنا ہے کہ تم میرے ملک کیطرف آنیکا ارادہ رکہتے
ہو۔اس لیئے مین خود ہی سطرف آگیا ہون۔تاکہ آپکو سفر کی تکلیف نہ ہو۔اب تم جزیہ دینا قبول کرو یا مسلمان
ہوکر میری تلوار سے امان پاؤ۔جب یوسف کا وکیل یہ مراسلہ لیکر الونزد کے پاس گیا۔خط کا مضمون سنکر وہ
غضب مین آیا اور خط کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اسکو پاؤن کے نیچے مل ڈالا۔اور وکیل کو کہا کہ یہی جواب
تمہارے بادشاہ کے خطوط کا ہے۔جو کچھہ تم نے آنکہہ سے دیکہا ہے اوس کے آگے بیان کردینا
اور کہنا کہ اب ہمارے درمیان جواب وسوال زبان شمشیر سے میدان جنگ مین ہونگے مگر
تم بہاگ نہ جانا۔مرد ہو تو میدان مین قایم رہنا۔وکیل کی واپسی کے بعد الونزد بہی اپنا خونخوار
لشکر لیکر آتا جیارا کون سے جلدتر مقابلہ کرنے کو میدان مین آموجود ہوا۔اور زلاقہ کے میدان مین بڑی
سخت لڑائی ہوئی۔دونون فریق سے ہزارون آدمی کام آئے۔آخر الونزد سخت زخمی ہوکر شبا
شب میدان سے بہاگ گیا۔اور لشکر اسلام نے فتح حاصل کی غنیمت کا بہت سا مال مسلمانون کو حاصل
ہوا۔اس فتح کے بعد یوسف پہر افریقہ کو چلا گیا۔پہر دو برس کے بعد سیرین بن ابوبکر نے یوسف
کے حکم سے اندلس پر فوجکشی کی۔اور مسلمان حکام کو شکست دیکر قابض ہوا۔معتمد باللہ قابض اندلس
کا مقید ہوا۔تاریخ یافعی مین لکہا ہے کہ اس عہد مین یوسف ابن تاشفین کے برابر کوئی بادشاہ جلیل
الشان نہ تہا۔اور وہ نہائیت بامروت رحیم وکریم تہا۔عفو اس کے غضب پر غالب تہا۔اوس نے تمام عمر
اپنی زبان سے کسی کی نسبت قتل کا حکم نافذ نہ کیا۔آخر ۴۹۹ھ ہجری مین ستانوین برس کی عمر پاکر
فوت ہوا۔تیس برس بادشاہت کی۔قبیلہ المرادی سے یہ پہلا بادشاہ شمار ہوتا ہے۔اور سلطنت
اسکی جبل اتلاس سے لیکر سراتا موریتانک جو اسپین مین واقعہ ہے قائم ہو چکی تہی۔اندلس کا دار
السلطنت شہر قرطبہ اس کے وقت مین بدستور مقرر رہا -

(از گلزار شاہی)

مراکو کی ابتر حالت اور اس کی تقسیم در تقسیم نے اوسے ایسا آسان شکار بنا رکھا تہا کہ مرابطین کے لیے زیادہ ضبط کرنا محال ہو گیا۔ گیارہوین صدی آدہی گذری تہی کہ انہون نے فتح کی کارروائی شروع کر دی۔ سب سے اول طافیلالت جو اون سے مراکو کا قریب ترین صوبہ تہا ۱۰۵۵ء مین مطیع بنایا گیا۔ دوسرے برس ۱۰۵۶ء مین سوس بہی اون کے قدم چوم رہا تہا۔ اوسکے بعد وہ کوہ اطلس سے عبور کر گئے۔ اور ۱۰۵۸ء مین اغمات کو تادلہ کے بنی وفران سے فتح کیا۔ اگلے برس ۱۰۵۹ء مین ہسایا مصمودا بربر جن پر معزاوا حکمران تہا اور رینہ تاکہ فتح گئے۔ اور ابوبکر سردار لمتونہ نے ہزیمت خوردہ بادشاہ کی بیوہ زینب ساحرہ سے شادی کر لی۔ زینب کا یہ لقب اوسکی حیرت انگیز عقلمندی اور دانائی کیوجہ سے پڑ گیا تہا۔

یوسف بن تاشفین ۱۰۶۱ء تا ۱۱۰۶ء [له]

اسوقت تک تمام کام حسب مراد ہوتے رہے۔ مگر تادلہ کی فتح پر ابوبکر کو پیچہے سے خبر پہونچی کہ وطن مین بغاوت ہو گئی ہے اور اس کا واپس آنا نہایت ضروری ہے۔ جسپر ابوبکر اپنی جگہ یوسف بن تاشفین کو جو اس کا عمزاد بہائی تہا۔ فوج کا سپہ سالار بنا کر اپنے صحرائی وطن کو واپس چلا گیا وہ زینب کو بہی طلاق دیکر یوسف کے پاس چہوڑ گیا۔ وجہ یہ بتائی کہ مجہے اس سے اسقدر محبت ہے کہ میرا دل گوارا نہین کرتا کہ اگر مین بغاوت مین مارا جاؤن تو وہ بیوہ رہے چنانچہ وہ اپنے بہائی کو حکم دیتا گیا کہ ایام عدت کے منقضی ہونے پر زینب سے نکاح پڑہا لے۔ یوسف نے سپہ سالار بننے کے ساتہہ ہی اپنی حکومت کو چند دنون مین اسقدر وسیع بنا لیا۔ اور اپنے اقتدار کو اسقدر مستحکم کر لیا۔ کہ ابوبکر جسے راستہ مین ہی وطن پہونچنے سے پیشتر بغاوت کے فرو ہو جانے کی خبر پہونچ گئی تہی۔ الٹے پاؤن روز افزون ترقی پذیر نئی سلطنت کی عنان حکومت پہر ہاتہہ مین لینے کے لئے واپس لوٹا۔ لیکن یوسف مطلق العنانی کا مزہ چکہہ چکا تہا۔ جو ایسا نہ تہا کہ وہ اوسے باسانی چہوڑنے پر آمادہ ہو جاتا۔ اوس نے حکومت نہ چہوڑنے کا عزم بالجزم کر کے مناسب تدابیر سوچ لین۔ جب سردار جیوش لشکر گاہ کے قریب پہونچا تو نائب دیوسف، گہوڑے پہ سوار اوس

له مفتی غلام سرور کی روایت جو اس سے مختلف ہے پہلے درج ہو چکی ہے۔ مترجم

کے استقبال کو گیا۔ اور جیسا کہ ملثمون کا شعار ہے گھوڑے سے اُتر کر ملاقات کرنے کی بجائے سوار رہکر ہمرتبہ شخص کی حیثیت مین اس سے ملاقات کی۔ مزید بران وہ اپنے ساتھ جرار لشکر اور تحفہ تحائف کا ایک عظیم کاروان لیتا گیا۔ اور آخر الذکر کے لانیکا مدعا یہ بتایا کہ وہ لق و دق وغیر آباد صحرا مین اوس کے بہائی کے کام آئین۔ ابو بکر سمجھہ گیا۔ کہ اوسکا مطلب یہ ہے کہ مین چپ چاپ صحرا کو واپس چلا جاؤن۔ اوسے اس سرتابی سے رنج تو سخت پہونچا۔ مگر تہا عقلمند۔ غصہ کو کڑوے گہونٹ کی طرح پی گیا۔ اور تحائف قبول کرکے واپس ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تدبیر یوسف کو زینب نے بتائی تہی۔ ابو بکر وطن واپس جاکر صحرا کے مشرک قبایل سے لڑتا ہوا۔ ایک لڑائی مین زہردار تیر سے زخمی ہوکر ۱۰۸۱ء مین شہید ہوگیا۔

لندن کے میوزیم مین ایک طلائی دینار امیر ابراہیم بن ابو بکر کے نام کا موجود ہے۔ یہ اشرفی مدور شکل کی ہے۔ اور اوس کے الفاظ موجودہ زمانہ کے سکون کی طرح خوب واضح اور نمایان ہین۔ ایک طرف متن مین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور اوس کے نیچے امیر ابراہیم بن ابو بکر نقش ہے۔ اور حاشیہ پر "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وہو من الخاسرین" دوسری طرف متن مین "الامام عبد اللہ امیر المومنین" اور حاشیہ پر "ضرب باسمہ تعالے ہذا الدینار فی سجلماسہ فی ۴۶۲ہجری" (مطابق ۱۰۶۹ء) کندہ تہا۔ عبد اللہ جیسا کہ بعض مبصرین مضروبات قدیمہ کا خیال ہے علم نہ تہا۔ بلکہ عموماً خدا کے بندہ کے عام معنون مین استعمال کیا جاتا تہا۔ اس سکہ مین عبد اللہ سے بغداد یا کسی اور جگہ کے کسی خاص خلیفہ سے مراد نہ تہی۔ کیونکہ خاندان سعدی کے سکون مین بہی یہ لفظ درج ہے ۱۰۶۹ء اور ۱۰۷۲ء کے مطابق ہجری سنین کے سکون پر امیر ابراہیم بن ابو بکر کا نام نقش ہے۔ مگر اوسکا ذکر کسی مورخ نے نہین کیا۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ غالباً طرف صوبہ سجلماسا پر حکمران رہا۔ ابو بکر نے بہی اپنے نام پر سکہ مضروب کرایا تہا۔ اوس کے ایک سکہ کی نقل ایڈلر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۳ پر دی ہے۔ لیکن اوس مین ۴۷۲ہجری (مطابق ۱۰۶۹ء) کی تاریخ ہے۔ یا تو ۴۶۲ہجری کی بجائے غلطی سے درج ہوگئی ہے۔ یا اگر صحیح ہے تو اس امر کی شہادت ہے کہ ابو بکر صحرا مین خود مختار حاکم رہا۔ یوسف نے وہان کی سلطنت مین کچھہ دخل نہ دیا۔

ابو بکر کی واپسی پر یوسف اول بن تاشفین مغرب کا باضابطہ امیر و حکمران ہوگیا۔

تاریخ ابن خلدون و روض القرطاس مین اوس کا حلیہ و اوصاف یہ لکھے ہین۔ وہ میانہ قد
و بلا پتلا۔ قوی البنیان۔ جفاکش۔ کاروبار سلطنت اور رعایا کی خیر و فلاح مین ہر وقت منہمک
رہنے والا۔ فیاض۔ اپنی ذات پر سختی کرنیوالا۔ مگر دوسرون کے لیئے نہایت رحمدل تہا۔ اوسکی
معاشرت نہایت مرتاضانہ تہی۔ ہمیشہ تمام کپڑے اون کے پہنتا۔ اور مدت العمر فقط جو گوشت
اور اونٹ کے دودہ پر گذارا کیا۔ ۱۰۶۱ء مین ابوبکر نے جب اوسے اپنا نایب بنایا اسوقت اوسکی
۷۵ برس کی عمر تہی۔ دوسرے برس خود مختار بادشاہ ہوا۔ اور ۴۷ برس بادشاہی کرکے قمری
سنین کے حساب سے ایک سو چار اور شمسی حساب سے ایک سو برس کی عمر مین جوار رحمت
مین جا بیٹہا۔

تعمیر مراکش خود مختار فرمانروا ہونے سے دوسرے برس ۱۰۶۲ء مین اوس نے وہ زمین خرید
کر جسپر مراکش آباد ہے۔ اپنا خیمہ وہان نصب کیا۔ اور اوس کے متصل اپنے خزانہ کی حفاظت
کے لیئے ایک چہوٹا سا قلعہ تعمیر کرایا۔ قلعہ سے فارغ ہوکر اسکے قریب ایک مسجد بنوائی۔ جس کی تعمیر
کے دوران مین وہ خود بہی عام مزدورون کی طرح کام کرتا تہا۔ جس جگہ پر یہ مسجد تعمیر ہوئی۔ اُس
کا اسوقت سے سور الخیر، یعنی فصیل خوشحالی نام پڑگیا۔ اندونون عمارتون کے دوش بدوش
اسموقعہ پر چاہات اور خندقین بہی تیار ہوگئین۔ اور تہوڑے دنون مین گرد و نواح سے
خلقت آکر یوسف کے قلعہ کے گرد آباد ہوگئی۔ اور اچہی خاصی بستی قائم ہوگئی۔ مگر یوسف نے اس
نئے شہر کی حفاظت کے لیئے خود کوئی فصیل نہ بنوائی۔ یہ کام ستر برس بعد ۱۱۳۲ء مین اُس
کے بیٹے نے سرانجام دیا۔ ضلع مراکش کی مٹی کا رنگ نہایت سُرخ ہے۔ اور اس رنگت
کیوجہ سے اوسے غرناطہ کے مشہور محل کیطرح الحمرا، (سُرخ)، پکارا جاتا ہے۔ مٹی کی
کچی دیوارین دور سے شعلہ جوالہ معلوم ہوتی ہین۔

فاس کو طوایف الملوکی کے باوصف فاس برابر دار الخلافہ سمجہا جاتا تہا۔ اور جو شخص
رونق ملنا وہان حکمران ہو اوس کی نسبت عام خیال تہا کہ اوسے کافی طاقت ہوجانیکی
صورت مین شہنشاہی اختیارات و اقتدار کو سنبھال لینے کا ایک طرح سے حق شفعہ حاصل
ہے۔ بنا برین اس شہر کو فتح کرنا یوسف نے سب سے مقدم سمجہا۔ اس مدعا مین وہ
کامیاب ہوگیا۔ صفرا کی فتح کے بعد فاس پر بہی اوسکا تصرف ہوگیا۔ لیکن جبکہ وہ کسی اور مہم
پر گیا ہوا تہا۔ فاس کو اس کے حکمرانون نے پھر چہین لیا۔ اور چند برس اوس پر قابض

رہے۔ یوسف نے مہم سے فارغ ہوکر سنہ ۱۰۶۹ء مین فاس کو مکرر فتح کر کے بجرم غداری و بغاوت وہان کے باشندون کو بیدریغ تہ تیغ کرایا۔ صرف قروعین اور اندلیسہ مسجدون مین تین ہزار سے زیادہ آدمی قتل کیئے گئے۔ اور تمام کوچہ و بازار لاشون سے پٹ گئے۔

ایک دفعہ خوب سیر ہوکر غصہ نکالنے کے بعد یوسف نے فوراً ہی فاس کی رونق بڑہانے کا کام شروع کر دیا۔ اور قتل عام کے وقت سے بربادی و ویرانی کے عوض شہر کی خوشحالی و تموّل کا زمانہ شروع ہوگیا۔ نئے امیر نے جیسا کہ عموماً فاتح و منصور بانیان سلطنت کا شعار ہے۔ پایۂ تخت کی اصلاح و رونق اور زیب و آرایش مین کوشش محنت اور صرف کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ شہر مین دو بڑے فریق اندلیسہ و قرو مین آباد تھے۔ اور دونون کی آبادیون کے درمیان ایک فصیل حایل تہی۔ یوسف نے اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی ستمرہ پالیسی پر عمل کر کے جس کی تعمیل اوس نے اپنی سلطنت کے ہر حصّہ و گوشہ مین کی اس دیوار کو گرا کر شہر کو ایک کر دیا۔ دلون مین چارون طرف شہر کے ہر حصّہ و محلہ مین مسجدین۔ حمام۔ فنادق (کاروانسرائین)، کارخانے اور دیگر پبلک و رفاہ عام کی عمارات تیار ہوگئین۔ اور عمارات و زیبایش شہر کا شوق ایسا عالمگیر ہوگیا کہ جس محلہ مین اپنی مسجد نہ ہو۔ اس محلہ کے باشندون پر علانیہ طعن و تشنیع ہوتی۔

سلطنت کا پھیلنا یوسف اس کام مین مصروف تہا۔ اور درینولا اوس کی افواج سلطنت کی حدود بڑہانے مین مشغول تہین سکے بعد دیگر تمام مقابل و مزاحم طاقتون کو مغلوب کرتے ہوئے اونہون نے سنہ ۱۰۷۸ء مین ٹانجیر کو بہی فتح کر لیا۔ اس فتح سے سیوٹا کے سوا جو چند برس بعد سنہ ۱۰۸۳ء مین مطیع ہوا۔ یوسف مراکو کے تمام ملک کا فرمانروا ہوگیا۔ مراکو کا اولین شہنشاہ یا امپراطور کہلانیکا وہی مستحق ہے۔ ٹانجیر کو فتح کرتے ہی اس نے الجیریا کو فتح کرنے کی کارروائی شروع کی۔ بسم اللہ تلمسان کے قصبہ سے ہوئی۔ جہان اوس نے اپنی نگرانی مین نیا شہر سنہ ۱۰۸۰ء مین تعمیر کرایا۔ اور بغرض تجارت وہان آکر آباد ہونیوالے اجنبیون کے لیئے بڑی بڑی رعائتین مقرر کین۔ چنانچہ نیا شہر جلد ہی بہت بڑہ گیا۔ اور خوب رونق پکڑ گیا۔ تلمسان کے بعد ضلع آردن فتح ہوا۔ اور مراکشی سلطنت کی حدود قریباً الجیریہ دالجزایر تک وسیع ہوگئین۔

مسلمانان ہسپانیہ کا تردد ان سریع و متواتر فتوحات سے ہسپانیہ مین بہی فاتح کے نام کا غلغل

پڑگیا۔ اور جب اوس کے ساتھہ ہی اہالی ہسپانیہ کو مبالغہ پسند راویون کی معرفت فاتح کے ہمراہیان اور لشکریون کی کامل شجاعت و بے نظیر سپاہگری کی روایتین پہونچین۔ تو اون کے دلون مین اوس کی اور دھاک بیٹھ گئی۔ روض القرطاس کا مصنف لکھتا ہے۔ خبرین سنانے والون نے اہالی ہسپانیہ کے سامنے یوسف کے لشکریون کی بالفاظ ذیل تعریف کی "وہ تلوار کے ایسے دھنی ہین کہ سوار کو معہ مرکب ایک وار مین دو ٹکڑے کر دیتے ہین۔ اور نیزہ لگانے مین ایسے مشتاق ہین کہ سوار و توسن دونون کو ایک ضرب مین چھید ڈالتے ہین" جب باشندگان اندلس نے سنا کہ یہ بہادر اونکی ملک پہ حملہ کرنیکا ارادہ کر رہے ہین۔ تو اون کے کلیجے دہک سے رہگئے۔ اور سب کے ہوش و حواس پران ہوگئے۔ اس سے کچھہ عرصہ پہلے ہسپانیہ کی عظیم الشان وقوی الشوکت اموی سلطنت معدوم و برباد ہو کر طوائف الملوکی مین تقسیم ہو چکی تھی۔ جن مین سب سے زبردست سیول (اشبیلیہ) کا بادشاہ تھا۔ اس کے مشورہ پر کار بند ہو کر ہسپانیہ کی ان چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستون کے تمام حکمرانون نے بالفاظ ذیل ایک خط سب کی طرف سے یوسف کی خدمت مین روانہ کیا:۔

"اگر تو اپنے ارادہ سے باز آکر ہم پر حملہ نہ کریگا۔ تو تیرا یہ فعل نہایت کریمانہ ہوگا۔ اور تیرے نام کے ساتھہ ایک غاصبانہ اور ناجائز فعل کبھی ہمرشتہ نہین ہوگا۔ دوسری طرف اگر ہم تیری دعوت کے جواب مین تجھہ کو اپنا آقا تسلیم کر لین گے۔ تو ہم ایک عقلمندی اور دانائی کا فعل کرنے والے ہونگے۔ بس ہم یقین رکھتے ہین کہ تو اوسی جگہہ رہیگا۔ جہان اب ہے۔ اور ہم غریب خیمہ نشینان کو جن کی سلامتی پر ہی ایک حد تک تیری سلطنت کا قیام و استحکام منحصر ہے۔ اس حالت مین رہنے دیگا۔ جس حالت مین کہ ہم ہین"

یہ الفاظ خط۔ بھیجنے والون کی عقلمندی پر صاف دلالت کرتے ہین۔ مگر جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ اون کے لکھنے والے مسلمانان ہسپانیہ اور مکتوب الیہم بربر تھے۔ تو شان خدا یاد آجاتی ہے۔ اللہ اکبر زمانہ کی نیرنگیان بھی عجب حیرت انگیز ہین۔ لیکن اگر وہ عاجزی کا پہلو چھوڑ دیتے۔ تو اون کا ٹھکانہ ہی کہان تھا۔ زمانہ کا رخ بدل کر اب نیا ہی نقشہ قایم ہو چکا تھا۔ یوسف عربی نہ جانتا تھا۔ جب اوسے خط کا مطلب سنایا گیا۔ تو اوس نے جواب مین صرف بسم اللہ کہا۔ اس سے اوس کی مراد تھی۔ کہ اوس نے والیان ہسپانیہ

کی التجا قبول کرلی ہے - اوس نے صرف اونکی درخواست ہی قبول نہ کی - بلکہ اونکے قاصدون کے ہاتھہ بیش قیمت تحائف بھیجکر اپنی طرف سے بھی چند قاصد روانہ کئے - ان تحائف مین یوسف کے قبیلہ کی ایک ڈہال بھی تھی - جو لمت کی کہال سے منڈہی ہوئی تھی - یہ جانور ہسپانیہ مین نہین ہوتا تھا - مگر یوسف کے اصل وطن (صحرا) مین بافراط پایا جاتا تھا - مورخ ابن ہوکل لکھتا ہے کہ ان ڈھالون کا یہ نام جانور کی کہال کیوجہ سے نہین تھا - بلکہ لمتہ شہر کے نام پر تھا - جو سوس الاقصیٰ مین واقع ہے - ممکن ہے جانور کا نام بھی اسی شہر کے نام سے اونکی زبان مین لمتہ پڑگیا ہو - اس شہر کو نول لمتہ بھی لکھا ہے -

ہسپانیہ پر فوجکشی کی اس طرح سے ہسپانیہ کے مسلمانون نے یوسف کی آمد کو کچھہ عرصہ کے لیئے ٹالدیا - لیکن الفونسو ششم الملقب بہ بہادر والئے ریاست لیون کی روز افزون طاقت سے مخوف ہوکر ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہان طوائف الملوک جلد ہی یوسف بن تاشفین کی خدمت مین جسے وہ ابھی بطور دشمن آنے سے باز رکھنے مین کامیاب ہوئے تھے - تین قاضی اور ایک وزیر یہ استدعا کرنے کے لیئے بھیجنے پر مجبور ہوگئے - مگر وہ اون کی مدد کے لیئے ہسپانیہ آئے - گرگ کہن بربر نے بہانہ کیا - کہ اوسے افریقہ مین بہت سے کام کرنے ہین - وہ ہسپانیہ نہین جاسکتا - آخر امیر سیول (اشبیلیہ) بذات خود التجا کرآیا - اور ساتھہ ہی بندر الجیراس کی کنجیان یوسف کے پاس بھیجدین - اوسوقت یوسف مدد دینے پر رضامند ہوا - اہالی اندلس نے البتہ بقدر عقلمندی ضرور دکھائی کہ اس سے وعدہ لے لیا کہ وہ کسی اندلسوی امیر کو اپنی ریاست سے برطرف نہین کریگا - یوسف نے اوسی وقت سے تیاریان شروع کردین - جو دو برس مین مکمل ہوئین - اس عرصہ مین اوس نے اپنی فوج کو سمندر پار لے جانے کے لیئے بہت سے جہاز بھی تیار کرالیئے یوسف بمقام الجیراس ہسپانیہ کی ساحل پہ اُترا - اور وہان سے سیول کو روانہ ہوگیا - الفونسو اسوقت پرتگال کی سرحد پر مقام باڈاجوز مین مقیم تھا - دونون فرمانرواؤن کا مقابلہ سکرالیاس کے متصل ہوا - اس مقام کو جس کا اب کوئی نام ونشان باقی نہین رہ گیا - عربون نے زلاقہ لکھا ہے -

المقری لکھتا ہے "یوسف نے ایک طویل مراسلہ مین جس کی عبارت خوب مسجع ومقفہ تھی - الفونسو کو حسب معمول سلمان فاتحین - اسلام - جزیہ یا لڑائی مین سے

جو منظور ہوا اوسے منظور کرنے کے لیئے لکھا۔ اس خط کو پڑہکر مکتوب الیہ کے کانون سینہ مین آتش غضب بڑی تیزی کے ساتہہ مشتعل ہوگئی۔ جو مشتعل مزاجی اوس کی بدبختی اور دماغی سفاہت کی بتین شہادت تہی۔ ادہر عیسائی بشپون اور راہبون نے صلیبون کو سرون پر بلند کرکے اور انجیلون کو ہاتہون مین لے کر اپنے دین کے لیئے جانین قربان کر دینے کی حلف اوٹہائی " عیسائیون کی تمنا پوری ہوئی۔ بربری شیرون نے جو سامنے آیا اوسے فرش پر سلادیا۔ اور الفونسو کی فوج مین کشتون کے پشتے لگا دیئے۔ خود عیسائی ہسپانوی مورخ تسلیم کرتے ہین۔ کہ عیسائیون کے ۲۴ ہزار سوار اور دو لاکہہ پیدل کہیت رہے۔ عرب مورخون کا بیان ہے کہ الفونسو فقط ایک سو سوار لیکر جانبر ہوا۔ اوس کے اسی ہزار سوار اور دو لاکہہ پیدل کام آئے انہی مورخون کا قول ہے کہ الفونسو نے تیاری کے لیئے وقت و مہلت حاصل کرنے کی غرض سے تجویز پیش کی تہی کہ فریقین کی افواج جمعہ اور اتوار کے دن جو ہر دو کے نزدیک متبرک ہین آرام کرین۔ اور لڑائی فقط شنبہ کے دن ہو۔ لیکن یوسف اپنے دشمن کے حیلہ کو تاڑ گیا تہا۔ اوس نے فی الفور حملہ کرنیکا حکم دیدیا۔ اور میدان لے لیا دوسرے دن ہسپانوی مقتول افسرون کے سرون کے بڑے بڑے ڈہیر لگائے گئے۔ اور موذنون نے فاتحین کو نماز کی طرف بلانے کے لیئے اون ڈہیرون کی چوٹیون پر کہڑے ہوکر آذانین دین۔ چالیس سر فاتحین مراکو ساتہہ لے گئے۔ جن سے وطن کے شہرون کے پہاٹکون کو آراستہ کیا گیا۔ یہ معرکہ کارن سنہ ۱۰۸۶ء مین ہوا۔ اسلامی لشکر سے صرف تین ہزار جانباز شہید ہوئے۔

یوسف عیسائیون کی سرکوبی سے فارغ ہوکر با ایفائے وعدہ سنہ ۱۰۸۷ء مین فاتح و منصور اپنے ملک کو مراجعت کر گیا۔ لیکن وہ اندلسیہ کے زرخیز میدانون اور وادیون کو بچشم خود دیکہہ چکا تہا۔ اوس کے بارونق اور دلفریب شہرون پر اوس کی نظر پڑ چکی تہی۔ اور سب سے بڑہکر یہ کہ نصارا کا خون جس کی لذت مسلمان مجاہدین ہی کی زبان و دل سے پوچہنی چاہیئے۔ اوس کے منہ لگ چکا تہا۔ یوسف آخر انسان تہا۔ اسقدر موجبات ترغیب پر غالب نہ آسکا۔ اوس نے دوسرے ہی برس عیسائیون کی تاخت و تاراج کے لیئے سنہ ۱۰۸۸ء مین پہر ہسپانیہ پر فوج کشی کی۔ لیکن تہوڑی

فوج ساتھ لیجانے کی وجہ سے اپنے مدعا مین کامیاب نہ ہوا۔ تاہم ہسپانیہ پر متصرف ہونے کی خواہش اس مکرر یورش سے اور تیز ہوگئی۔ اور اس نے عزم کر لیا کہ اب جب کبھی وہ ہسپانیہ آیا۔ کسی وعدہ کا پابند ہوکر نہ آئیگا۔ اور ہر قسم کی شرط خرابطے سے آزاد بطور خود طالع آزمائی کرنے کو آئیگا۔

فتح ہسپانیہ چنانچہ مراکو واپس آتے ہی وہ تیاریون مین مشغول ہو گیا۔ اور دو برس مین اون سے فارغ ہوکر اب تیسری دفعہ محض اپنے لیئے اپنا عبور کرکے سنہ ۱۰۹۰ء مین ہسپانیہ پر حملہ کر دیا۔ جب قومی کی بہی اس مین کچھہ نہ کچھہ تحریک شامل تہی۔ وہ اگرچہ عرب بربر اور ہسپانوی سب کو اپنے زیر فرمان کرنا چاہتا تہا۔ لیکن ساتھہ ہی اوس کی یہ بہی تمنا تہی کہ عربون نے اوس کی ہم قومون یعنے بربرون پر جو سختیان کی ہین۔ اون کا انتقام لے۔ اور عربون کی سلطنت کو ملیا میٹ کرکے اپنی حکومت قایم کرے۔ مسلمان طوائف الملوک کے دل مین کسی طرح کا شبہ نہ پیدا ہونے دینے کے اوس نے حسب معمول شروع شروع مین عیسائیون کے برخلاف کارروائی کی۔ ساحل پر اتر کر طارفہ پر قابض ہونے کے بعد سب سے اول مسیحی طاقت کے دار الخلافہ ٹولیڈو (طلیطلہ) پر حملہ کیا۔ اور اوسکا محاصرہ کر لیا۔ مگر چونکہ اس کا اصلی مدعا یہ نہ تہا۔ محاصرہ کی کارروائی مناسب احتیاط و توجہ سے نہ کی۔ اور نہ بنا برین اوس مین کامیاب ہوا۔ وہ محاصرہ اوٹھا کر واپس مراکو کو روانہ ہو گیا۔ اور واپسی کے وقت اپنے اصل مقصد کی تکمیل کی۔ یہ حجت پیش کرکے کہ امیر غرناطہ عیسائیون کے برخلاف اوس کی مدد کو نہ آیا تہا۔ غرناطہ پر حملہ آور ہوا۔ اور اوسے فتح کر لیا۔ پہر اپنے ایک جرنیل کو مرسیا۔ المیریا۔ اور باڈاجوز کی تسخیر پر امور کرکے خود مراکو چلا گیا۔ اس جرنیل کو حکم دیا گیا کہ اگر ان ریاستون کے مسلمان امیر اطاعت نہ مانین تو اون کو بزور شمشیر معزول کر دے۔ امیر سیول کی طاقت نسبتًا زیادہ مضبوط تہی۔ اور اوس وجہ سے اسکو اس حکم سے مستثنٰی رکہہ کر اوس کی فتح کو یوسف نے کسی اور وقت پر ملتوی رکہا تہا۔ لیکن بہادر جرنیل نے کار مفوضہ سے فارغ ہوکر سیول پر بہی حملہ کر دیا۔ شاہ اشبیلیہ نے جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ لیکن آخر اوسکا دار الخلافہ مسخر اور وہ خود معہ اپنی نصرانی ملکہ مسمات رومیکا کے گرفتار ہو گیا۔ وہ اغمات کو جلا وطن کر دیا گیا۔ اور وہین پانچ برس کی جلا وطنی کے بعد فوت ہوا۔ یوسف نے جبر و غضب

کے الزام سے بچنے کیلیے علمار سے یہ فتوے حاصل کرلیا تہا کہ امیر سیول کا عیسائیون سے مدد طلب کرنا اوس کی معزولی کے لیے کافی وجہہ ہے۔ ان فتوحات سے ایک ہی برس مین طوائف الملوکی کا خاتمہ ہوگیا جو قرطبہ کی اموی خلافت کی بربادی پر قایم ہوگئی تہی۔ یوسف نے فتح کو ایسا اہم سمجہتا تہا کہ سنہ ۱۰۹۱ء مین اپنے جانشین کو نامزد کرتے وقت اوس نے بالصراحت یہ شرط بہی قایم کردی کہ آئندہ قرطبہ کی بجاے سیول دار الخلافہ ہوگا۔ اور اس کیساتہہ ہی اپنے دربار شاہی کو وہان منتقل کردیا۔

خلافت بغداد و مرابطین۔ اگرچہ پرتگال کا بڑا حصہ آئندہ چند برسون مین صدی کے خاتمہ سے پہلے پہلے سنہ ۱۰۹۵ء تک اوس زمانہ مین جب کہ ہنری اول انگلستان کا بادشاہ تہا۔ اور پہلی صلیبی لڑائی کے نصرانی مجاہد یروشلم کے سامنے پہونچ گئے تہے مسلمانون کے تصرف سے نکل کر عیسائیون کے قبضہ مین چلا گیا تاہم کل ہسپانیہ مرابطین کے ہی قبضہ و تصرف مین رہا تا کہ اس مجادلہ و مقابلہ و مقاتلہ مین جو اندلسی مسلمانون اور مرابطین مین ہوتا رہا تہا۔ خلیفہ بغداد اور کچہہ نہین تو کم از کم خاموش ہی رہے۔ اور کسی فریق کی حمایت نہ کرے۔ مرابطی فرمانرواؤن نے ازراہ دانشمندی خلافت عباسیہ کے اعلے اقتدار کو تسلیم کرتے رہنا قرین مصلحت سمجہا۔ یوسف بن تاشفین نے ایک سفارت کی معرفت بیش بہا تحائف خلیفہ کی خدمت مین بہیجکر اوس کی خلافت و شہنشاہت کا باضابطہ اعتراف کیا۔ علی ہذا القیاس سکہ[1] پر اپنا لقب صرف امیر المومنین ثبت کراتا رہا۔ تاہم وہ

[1] لندن کے عجائب خانہ مین مرابطی سکے تعداد مین ۱۱۴ موجود ہین۔ عجائب خانہ مین بہت کم خاندانون کے ایسے مکمل سٹ موجود ہین۔ اس سٹ مین ابراہیم بن تاشفین کے سوا جو ایک کم عمر بچہ تہا۔ مرابطی خاندان کے سب فرمانروائیون کے سکے ہین۔ یہ عموماً طلائی ہین۔ اونکے حروف خوب نمایان ہین۔ سونا اعلے قسم کا ہے۔ اور اوسط وزن فی دینار ۴ ۱/۴ گرام ہے۔ یہ مقامات عموماً فاس۔ مراکش۔ سجلماسہ۔ طافیلالت۔ اور طلمسان اور نیز والیشیا۔ مرسیا۔ المیریا۔ اور سیول مین مضروب ہوتے۔ یہ سکے مرابطی پکارے جاتے تہے۔ مرابطی سے بگڑ کر مراودی ہوگیا۔ مرابطی سکون کا سونا ایسا خالص تہا کہ اس زمانہ مین اونکا مغربی یورپ مین بہی عام چلن ہوگیا۔ وہ قدر و قیمت مین قسطنطنیہ کی اشرفی موسومہ بیزنٹ کے مساوی سمجہے جاتے تہے۔ مگر ان کے متعلق سب سے عجیب امر یہ ہے کہ عیسائی بادشاہ الفونسو ششم کو اپنے سکہ کے اعتبار کے لیے اونکی

درحقیقت بالکل آزاد اور مطلق العنان فرمانروا تھا۔ یا جگر زار شہزادے اوسے بلا تکلف امیر المومنین ہی پکارا کرتے تھے۔ جو صرف خلفاء کا لقب ہے۔

یوسف کا نظم و نسق کی یوسف کا عہد صرف سلطنت مراکو کے استحکام و توسیع کے لیئے ہی نہین۔ بلکہ اوس نظم و نسق اور حسن انتظام کے لیئے بھی خاص امتیاز رکھتا ہے۔ وہ ہر سال اپنی سلطنت کے حصہ کثیر کا دورہ کرتا۔ جس سے وہ تمام طاقتین جو بصورت دیگر سرکش ہو کر اس کے تخت کو الٹ دیتین۔ خوب قابو مین رہکر اپنے اپنے کام مین مشغول رہتین۔ کسی اپنے جائز اور درست منصب سے تجاوز کرنے کا حوصلہ نہ پڑتا۔ ایسا خیال کرنے کے لیئے وقت و فرصت ہی ملتی اوس نے اپنے دربار مین عقلمند و فرزانہ مشیر اور عالم و فاضل صاحب تدبیر جمع کیئے۔ اور ہر وقت یہی لوگ اوس کی مجلس مین جمع رہے۔ اس نے محاصل سلطنت کے لیئے اگرچہ اونھی ٹیکسون پر اکتفا کیا۔ جن کی قرآن کریم اجازت دیتا ہے۔ لیکن تاہم اوس کے پاس اسقدر زر و دولت جمع ہو گیا۔ کہ اسقدر ثروت اوس کے کسی متقدم بادشاہ کو نصیب نہ ہوتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴) ہو بہو نقل تیار کرانی پڑی۔ اور عربی نقش اپنے سکہ پر ثبت کرانے پڑے اگر وہ ایسا نہ کرتا تو مرابطی سکہ کے مقابلہ پر جس کے خالص العیار ہونے پر کل دنیا کو کامل اعتبار تھا۔ الفونسو کے سکہ کو کوئی پوچھتا بھی نہ۔ البتہ اوس نے یہ ترمیم کر دی کہ عربی عبارت کو مسیحی مذہب کے مطابق بنا لیا۔ عربی سکہ پر ہوتا تھا۔ "امیر المسلمین" اُسنے لکھوایا "امیر الکتالوکین" اور خلیفہ کی بجائے پوپ کو امام کلیسا مسیح لکھوایا۔ بسم اللہ اور کلمہ شہادت کی بجائے "باسم اب و ابن و روح القدس" "لا الہ الا اللہ" کا کلمہ تراشا۔ اور "من یتبع غیر الاسلام دینًا الخ" کی جگہ "من آمن بالمسیح و اطیع فقد نجا" کی عبارت گھڑی۔ یہ سکہ فی الواقعہ دنیا کے سکون مین ایک نادر شے ہے۔ روض القرطاس کا مصنف لکھتا ہے کہ "من یتبع غیر الاسلام دینًا" والی آیت مناقشہ کے بعد سکون پر لکھا دی گئی تھی۔ اس کا یہ بیان غلط ہے کیونکہ یہ آیت المعز بن بادیس اور ابو بکر بن عمر کے سکون پر بھی جو ۱۱۰۵ء مین مضروب ہوئے تھے۔ برابر موجود ہے۔

مرابطی مدوّر سکون کی بجائے موحدین نے مربع درہم رائج کیئے۔ جن کا چلن کہین ۱۶۷۰ء مین جاکر موجودہ مدوّر سکون نے موقوف کیا ہیکیش۔

تہی - مراکو مین اوس کی سلطنت کی حدود بقول مورخین کوہ طلا رک تک پہیلی ہوئی تہین - یہ پہاڑ مغربی سوڈان مین بتایا جاتا ہے - لیکن اوس کا درست موقعہ کوئی نہین بتا سکتا - در اصل اُسی کا عہد ہی اوس کے خاندان کا زمانہ حکومت تہا - خاندان کی شان وشوکت اوسی کے ساتھہ رخصت ہوگئی - اور یہ اوسی جوامرد کا بے نظیر کیرکٹر تہا - جس نے ایک معمولی سی یورش کو ایک وسیع سلطنت کی صورت مین بدل دیا - مراکو اور ہسپانیہ کے بادشاہ اگرچہ ہمیشہ اس سے لڑائی کرتے رہے - اور بعض اوقات اپنی فوج کی مدد سے اوس کی پیشقدمی کو کچھہ عرصہ کے لیئے روکنے مین بہی کامیاب ہوتے رہے - لیکن واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ مراکو اور ہسپانوی بادشاہیان جس بڑے لیڈر اور سردار کی آمد کی منتظر بیٹھی تہین - وہ سردار اعظم یہی یوسف تہا - اون کی عام رعایا اپنے اپنے بادشاہون کے ظلم وستم سے تنگ آکر کسی زبردست اور عقلمند فرمانروا کی سخت متمنی ہورہی تہین - چنانچہ جب ایک ایسا مرد میدان ظاہر ہوگیا - جو ان ظالم سلطنتون کے ملیا میٹ کرنے کی طاقت رکہتا تہا - تو جمہور نے بڑی خوشی سے اوسے اپنا سردار مان لیا - یہی وجہ ہے کہ جو شخص آج خارج کی صورت مین نمودار ہوا تہا - وہ دوسرے ہی دن قوم وملت کا ہردلعزیز جرنیل بن گیا - اور ہر فرد بشر اوس کے حکم ومنشا پر بطیب خاطر جان قربان کرنے کو تیار ہوگیا +

علی ابن یوسف ۱۱۰۶-۱۱۴۳ء یوسف کے فرزند وجانشین علی کے عہد حکومت کی داستان کوئی ایسی لمبی چوڑی نہین - اوس کی طبیعت حکمرانون ایسی نہین - بلکہ متقی و مرتاضی[1] بندہ گان خدا کی طبایع سے ملتی جلتی تہی - چنانچہ اوس کے عہد مین عنان حکومت در اصل مذہبی علما کے ہاتہہ مین رہی - اس کے باوصف اوس کے عہد مین جو ۳۷ برس رہا - ہسپانیہ پر تین مرتبہ فوجکشی کی گئی - سب سے پہلی ۱۱۰۹ء مین ہوئی - اور سب سے اہم ونتیجہ خیز یہی رہی تہی - اس مین اگرچہ علی ٹولیڈو کے فتح کرنے مین کامیاب نہ ہوا

---

[1] ایک مورخ لکہتا ہے کہ وہ ابتدائے سلطنت مین چندان پابند شریعت نہ تہا - آخر کو ایسا پابند اور متعصب ہوگیا کہ امام محمد غزالی کے کمال کا بہی اسکو اعتقاد نہ رہا - چنانچہ جو کتاب امام غزالی کی تصنیف اسکو ملتی آگ مین جلا دیتا - وہ ۵۰ سال قمری بادشاہی کرکے ۵۳۷ ہجری مین فوت ہوا -

تاہم سیڈرڈ-اپورٹو-ادرلز بن کو عیسائیون سے فتح کر لیا- اور بقول المقری ان مغربی صوبون (الغرب یا العزوز) کو تمام ہم کفار کی آلودگی سے پاک وصاف کر دیا- اس کے بعد جزر شروع ہو گیا- اراگان کے عیسائیون نے فرانسیسیون کی مدد اور توپون[1] کو اب اولین مرتبہ استعمال کرنے سے ۱۱۱۸ء مین سارا گوزا فتح کر لیا- اس جنگ کی خبر پہونچنے پر امیر علی نے ۱۱۱۹ء مین دوسری فوج کشی کی- اور خائب المرام واپس لوٹا- دو برس بعد ۱۱۲۱ء مین کفار اندلسیہ پر اوس نے تیسری چڑھائی کی-

تیسری مہم سے علی کو مراکو مین ایک نئی طاقت کے ابھر آنیکی خبر بد پہونچ جانے کی وجہ سے تکمیل مدعا سے پہلے واپس آجانا پڑا- یہ نئی طاقت محمد بن تومرت[2] تہا- جس کے معتقدین نے

[1] اس زمانہ مین عربون نے توپون کا نام الرعدات گرجنے والیان رکھا- میکنس [2] محمد بن تومرت کی مختصر سوانح عمری میرے مکرم دوست قاضی محمد سلیمان صاحب وکیل سرکار پٹیالہ نے نہایت دلچسپ پیرایہ مین تحریر کی ہے جسے مین اس موقعہ پر ناظرین کی آگاہی و دلچسپی کے لیے بجنسہ درج کر دینا مناسب خیال کرتا ہون:-

ابن تومرت- مہدی ہر عمر کا حال کہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ تومرت مغرب الاقصی کے جبل سوس مین پیدا ہوا- اور طلب علم کیلیے شام عراق کا سفر کیا- امام غزالی- کیا ہراسی- طرطوسی وغیرہ مشہور فاضلون سے استفادہ حاصل کیا- اور جب علم شریعت حدیث و فقہ واصول مین دستگاہ کامل حاصل ہو گئی- تو مکہ شریف کو ہوتا ہوا افریقہ لوٹ گیا- نہایت پرہیزگار عابد- عربی و مغربی زبان کا فصیح- چہرہ ہر وقت تبسم ریز- شجاع و دلیر تہا- جب کوئی امر خلاف شرع دیکھ لیتا- فوراً اوسپر انکار کرتا- اور اس بارہ مین خواہ اوسے کتنی ہی تکلیف برداشت کرنی پڑتی اوسے خوشی خوشی گوارا کر لیتا- مکہ شریف مین بہی اوسے اسی نیک عادت کیوجہ سے اذیت اوٹھانی پڑی- یہان سے نکلکر وہ مصر چلا گیا- اور خلاف شرع امور کا برابر انکار کرتا رہا- جہان اوسے یقین ہو جاتا کہ مار پیٹ کا سامنا ہے- وہان دیوانہ بن جاتا- اور دیوانہ کی بڑ کیطرح اصل مطلب دہنائیت ہی کے ساتہ بے ربط مہمل جملے بہی زبان سے نکالنے لگتا- مصر سے وہ اسکندریہ پہونچا- اور اسکندریہ سے بحری راستہ سے افریقہ کو چلا گیا- جہاز پر جتنے آدمی تہے- سب کو نماز کا پابند کر دیا- جہاز سے وہ شہر مہدیہ مین اوترا- جہان کا بادشاہ یحیی بن تمیم تہا- یہان سر راہ ایک مسجد تہی- اوس مین

موحدی خاندان قائم کرکے مرابطی خاندان کی جگہ لی۔ علی فوراً مراکو کو واپس آگیا۔ مگر ساتھ ہی

لہ سید امیر علی صاحب جج ہائیکورٹ کلکتہ نے خاندان تاشفین - اوس کی ابتدا سے پیشتر ہسپانیہ مین طوائف الملوکی ہو جانے - اور خاندان موحدین کے متعلق جو حالات اپنی کتاب مین تحریر کیے ہین - اونکا خلاصہ مین اس فصل کے اخیر مین بطور تتمہ اینزاد کرونگا ہسپانیہ مین بھی مرابطین کے بعد موحدین کی حکومت ہو گئی جسکے کچھہ عرصہ بعد زوال پذیر ہو جانے پر وہان پھر طوائف اور ہسپانیہ کی عیسوی ریاستون نے متفق ہوکر یکے بعد دیگرے ان سب کو نیست و نابود کرکے سب سے آخر سلطان بایزید ثانی سلطان روم کے عہد مین غرناطہ کے بادشاہ ابوعبداللہ کو ۱۴۹۲ء مین بیدخل کرکے مسلمانون کو اس جزیرہ نما سے چند آئندہ برسون مین خوفناک مظالم سے مجبور کرکے ہمیشہ کے لیئے خارج کر دیا۔ یا عیسائی بنا لیا۔ اس واقعہ اور عیسائیون کے ناقابل بیان جور و ستم کا کچھہ شمہ سلطان بایزید کے حالات مین تاریخ خاندان عثمانیہ مؤلفہ مترجم مین درج کر دیا گیا ہے - دوسری طوائف الملوکی اور ہسپانیہ کی اسلامی حکومت کی معدومیت اور مسلمانان باشندگان کی مظلومیت و بیکسی کے مفصل حالات آنریبل سید صاحب کی کتاب کے اردو ترجمہ مین جو حمیدیہ ایجنسی لاہور سے مل سکتا ہے - درج ہین - وہ اس کتاب کے موضوع سے خارج تھے - اس لیئے سید صاحب کی محولہ بالا تحریر کے خلاصہ سے کچھہ اور زیادہ درج کرنا مناسب نہین تھا - البتہ موحدین کا چونکہ اس کتاب سے پورا پورا تعلق ہے - ناظرین کو ان کے متعلق مزید معلومات و حالات سے آگاہ کرنے کے لیئے مین ایک اور مورخ کی تحریر بھی اس موقعہ پر درج کر دیتا ہون - (دیکھو صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷) مسجد کی فصیل پر بازار کی جانب منہ کرکے بیٹھہ جاتا جو کوئی شخص ساز و طنبور - یا شراب وغیرہ کا سامان لیئے جاتا نظر آ جاتا ہے - فوراً مسجد سے اُترتا اور انہین توڑ ڈالتا - لوگون مین شور پڑ گیا - سینکڑون اوسے دیکھنے کے لیئے آیا کرتے جب معلوم ہوا کہ اہل علم ہے تو طلبہ بھی جمع ہو گئے اور مسجد مین درس شروع ہو گیا -

بادشاہ کو خبر ہوئی - فقہا کو دربار مین بلایا - اور ابن تومرت کو اون کے ساتھ طلب کیا - جب اوسکا شستہ و رفتہ کلام سنا - تو بادشاہ نے تعظیم و اکرام کیا - اور التماس دعا بھی کی - ابن تومرت نے اصلحک اللہ لرعیتک پر اکتفا کیا - یعنی خدا تمکو رعایا کے حق مین اچھا حاکم بنائے - اس کے بعد ابن تومرت (دیکھو صفحہ ۷۹)

ہسپانیہ مین اپنی حکومت کے استحکام و سلامتی کے لیئے اوس نے یہ تدبیر کی کہ کئی ہزار باجگذار

(متعلق حاشیہ صفحہ نمبر ۱) مفتی غلام سرور صاحب خاندان موحدین کی ابتدا و محمد بن تومرت کے سوانح اور اس خاندان کے چند اولین فرمانروائیون کے حالات حسب ذیل لکھتے ہین:-

اس خاندان کی ابتدا کا حال اسطرح پر درج تواریخ ہے۔ کہ محمد بن عبداللہ ایک شخص ملک افریقہ کے شہر ہرگا کا رہنے والا ایک غریب مسکین آدمی کا بیٹا تہا۔ اسکا باپ عبداللہ شہر کی ایک مسجد مین چراغ جلانے پر مقرر تہا۔ جب محمد اوسکا بیٹا ہوشیار ہوا۔ تو شہر قرطبہ دار السلطنت اندلس مین گیا۔ اور وہان ہی علم پڑہا۔ جب تحصیل سے فارغ ہوا۔ تو اپنا علم بڑہانے کیلیئے شہر قاہرہ و بغداد مین گیا۔ اور مدرسہ ابو حمید غزالی مین داخل ہوا۔ وہان کے فاضل امام محمد　　غزالی نے ایک کتاب ریاست و حکومت کے قانون مین تصنیف کر کے علماء و فضلاء کی منظوری کیلئے شہر قرطبہ کو بہیجی تہی۔ قرطبہ کے علماء نے اس کتاب کو مردود کر دیا تہا کیونکہ اوس کی مطالب سے چند اعتراض اسلام پر عاید ہوتے تہے۔ چونکہ اسوقت بادشاہ اندلس کا علی بن تاشفین مرادوی تہا۔ اوس نے براہ کمال تعصب وہ کتاب آگ مین جلا دی تہی۔ یہ حال اس محمد بن عبداللہ کو خوب معلوم تہا۔ امام محمد غزالی نے ایک مسافر مغرب کی زمین سے آیا ہوا تصور کر کر پوچھا کہ تم شہر قرطبہ مین بہی کبہی گئے ہو۔ اور اگر گئے ہو تو تم نے کچھہ حال میری کتاب کا سنا ہے۔ کہ علماء و فضلاء نے اوسپر کیا رائے دی۔ محمد بن عبداللہ نے مفصل حال بیان کر دیا۔ اور کہا کہ علی بادشاہ نے اُس کتاب کو آگ مین جلا کر خاکستر کر دیا (باقی صفحہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸) بجایا آیا وہان سے طالربہ پہونچا۔ یہان اسکو عبدالمومن ملگیا۔ عبدالمومن کون تہا۔ یہ ناظرین کو آگے چلکر معلوم ہو جائیگا۔

مورخین کا بیان ہے کہ جب ابن تومرت عراق مین پڑہ رہا تہا۔ اوس نے دو دفعہ خواب مین دیکہا کہ تمام سمندرون کا پانی مین پی گیا ہون۔ اس خواب کی تعبیر اوس نے یہ سمجہی کہ دُنیا پر وہ ایک بڑی شان سے ظاہر ہوگا۔ انہی ایام مین اسے ایک جفر کی کتاب ملگئی۔ جس مین یہ لکہا ہوا تہا۔ کہ پانچوین صدی کے بعد مسجد الاقصے کی پہاڑیون مین ایک شخص پیدا ہوگا۔ وہ دعوت الی اللہ کریگا۔ اور اس کا قیام و مدفن ایسی جگہ ہوگا۔ جسکے نام مین ت۔ ی۔ ن۔ م۔ ل حروف آتے ہین۔ اس شخص کو ایک ایسے شخص سے جس کے نام مین ع۔ ب۔ و۔ م۔ و۔ م۔ حروف ہونگے تمکن و استقامت حاصل ہوگی (دیکہو صفحہ ۸۰ حاشیہ دوم)

حاشیہ اسکی اسلیا

عیسائیون کو جو ریاست غرناطہ مین آیا دتھے۔ اور ہسپانوی عیسائیون کو ہمیشہ مدد پہونچاتے

(حاشیہ اول متعلق صفحہ ۷۹) یہ سنتے ہی امام غزالی ونگ گہیا۔ اور غصہ کی آگ اسکے سینہ مین مشتعل ہو ئی۔ چونکہ امام مرد مقبول خداپرست عابد و زاہد ولی اللہ تہا۔ فی الفور اوس نے خدا کی جناب مین ہاتہہ اوٹہائے۔ اور دعا کی کہ الہی جسطرح علی نے میری کتاب کو جس مین میری نیت محض تیرے بندون کو فایدہ پہونچانے کی تہی۔ پہاڑ ڈالا۔ اور جلا دیا ہے۔ اوسی طرح تو اوس کی سلطنت کو پارہ پارہ کردے۔ اوس کی نسل زمانہ سے قطع کردے کہ پہر کوئی نام لیوا اُردی زمین پر باقی نہ رہے۔ چنانچہ محمد بن عبداللہ بہی اوس دعا مین شامل ہوا اور کہا کہ الہی اس انتقام لینے کا آلہ تو مجہکو بنا۔ چنانچہ وہ دعا مقبول ہوئی۔ اور اس واقعہ کے بعد محمد بن عبداللہ تین سال تک امام غزالی کے پاس رہا۔ اور علوم شریعت و طریقت کی تعلیم پائی۔ پہر شہر ماورا لنہر کو گیا۔ وہان بہی کسیقدر مدت تک نہایت افلاس اور عسرت کی حالت مین گذارہ کرتا رہا۔ پہر جا بجا شہر بشہر پہرنے لگا۔ اور جہان جاتا علی بن یوسف کی بدچلنی اور بدعتون کی شکایت وعظ مین کرتا۔ ایک روز ایک وعظ مین گیا۔ وہان ایک نوجوان عبدالمومن اسکو ملا۔ چونکہ عبدالمومن اسکو ملا۔ چونکہ عبدالمومن اپنے چچا کے ساتہہ تحصیل علم کے لئے مشرق کو جانیوالا تہا۔ محمد بن عبداللہ نے اوسکو کہا کہ جو علم تمکو پڑہنا ہو مجہسے پڑہو سفر کی تکلیف کیون اپنے اوپر گوارا کرتے ہو۔ مین تمہارا شوق پورا کردونگا۔ عبدالمومن نے اس کا کہنا مان لیا۔ ایک دن محمد نے عبدالمومن کو کہا کہ ایک پیشین گوئی مین تمکو سناتا ہون۔ وہ یہ ہے کہ حکومت فقہہ کی تمہارے وقت سے شروع ہوگی۔ اور تم حاکم و فقیہہ بن جاؤگے۔ چنانچہ ایسے ایسے خیالات اس کے دلمین سمٹلاتا رہا۔ (دیکہو صفحہ ۸۱ حاشیہ اوّل)

(باقی حاشیہ دوم) ابن تومرت کا زمانہ پانچوین صدی کے بعد ہی تہا۔ اور خود جبل سوس کا پیدا شدہ تہا۔ اور دعوت الی اللہ پر جو شوق و ضخامت اوسے تہا۔ وہ ظاہر ہی تہا۔ اس لیئے اوس نے خیال کیا کہ یہ بشارت میرے حق مین ہی ہونی چاہیئے۔ مگر اب ان حروف کے شخص اور مقام کو تلاش کرنا چاہیئے کتاب جفر مین ع ب د م ق م کا حلیہ بہی درج تہا۔ ابن تومرت نے حلیہ نقل کر لیا تہا۔ اور اسی تلاش مین شرق سے مغرب الاقصی پہونچا تہا۔

ملالہ کے بازار مین یہ چلا جارہا تہا کہ عبدالمومن بہی برابر سے گذر گیا۔ ابن تومرت کو دیکہتے ہی حلیہ یاد آگیا۔ آواز دیکر اوسے ٹہیرایا۔ جب نام دریافت کیا تو (دیکہو صفحہ ۸۱ حاشیہ دوم)

رہنے کیوجہ سے نہایت خوفناک رہا یا تھے۔ مراکو کے قصبات کمنہ اور رسالی کو جلا وطن کر دیا۔

(حاشیہ اول متعلقہ صفحہ ۸۰) پھر اسکو اپنا وزیر و مددگار بنایا۔ پھر دونون شہر فاس مین آئے۔ اور وہان سے مراکو کیطرف گئے۔ اور محمد اُس شہر کی جامع مسجد مین جہان بادشاہ وقت بیٹھتا تہا۔ جا بیٹھا۔ مسجد کے خدام مین سے ایک نے کہا کہ یہ مقام بادشاہ کے بیٹھنے کا ہے۔ یہان سے اودھر بیٹھو تو بہتر ہے۔ اوس نے جواب دیا کہ ان المساجد للّٰہ یعنے مسجدین خدا کے واسطے ہین۔ من بعد شاہ آیا اور نماز شروع ہوئی۔ جب نماز ختم ہو چکی تو محمد بن عبداللہ کہڑا ہو گیا۔ اور علی بن یوسف بادشاہ کیطرف مخاطب ہو کر آواز بلند کہا کہ ظلم و بدعت و جور و جفا تمہارے عہد حکومت و علاقہ مین بہت ہوتا ہے۔ اسکو بہت جلد دفع کرو۔ ورنہ خدا تعالےٰ جو احکم الحاکمین ہے تم سے حساب لیگا۔ اور حشر تمہارا قیامت کے دن ظالمون مین ہوگا۔ یہ تقریر بادشاہ کے دل پر سخت ناگوار گذری۔ اور اوسیوقت مجلس سے اوسکو اٹہانا چاہا۔ مگر محمد نے یہ چالاکی کی کہ وعظ کہنا شروع کر دیا۔ اور عام و خاص کو اپنی طرف رجوع کر لیا۔ دوسرے روز بادشاہ نے علماء کو جمع کیا۔ اور اون سے فتوےٰ چاہا۔ کہ ایسے بے ادب کیلیے کیا سزا تجویز کرنی چاہیے۔ سب کی یہ تجویز ہوئی کہ اسکو شہر سے نکالدینا چاہیے۔ چنانچہ فی الفور نکالا گیا۔ شہر سے نکلکر محمد نے قبرستان مین قیام کیا۔ اور اسی مقام پر وعظ کہنا شروع کیا۔ شہر کے لوگ جوق جوق وعظ سننے کو وہان جاتے اور ہر ایک وعظ کے بعد یہ دعوےٰ کرتا کہ مین علی المرتضیٰ کی اولاد سے بارہوان امام ہون۔ لوگون کو نجات کا رستہ دکھلانے آیا ہون اب ظلم کا زمانہ ختم ہونیوالا ہے۔ تمام دنیا مین خوبی و نکوئی پیدا ہو گئی۔ من بعد سلاطین مراد یونکی؛ باد۔ (باقی صفحہ آیندہ پر) (حاشیہ اول)

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۰ نمبر۲) تہا اوس نے عبدالمومن تبلایا جس مین تمام حروف موجود تھے۔ اوسے اپنے ساتھ لیگیا۔ حلیہ کے ساتھ مطابقت کی گئی۔ تو ہو بہو ویسا ہی نکلا۔ ابن تومرت نے کہا کہ مین تو تیری تلاش مین ہی ہزارون میل کا سفر کر رہا ہون۔ اوس نے کہا مین تو طلب علم کیلیے عراق جاتا ہون۔ ابن تومرت بولا۔ کہ جو علم پڑھنا ہو مین پڑہا دونگا۔ لیکن اب تم کو جانے نہ دونگا۔ پھر اوس کے سامنے اپنا سارا راز ظاہر کر دیا۔ اور اوسے متفق بنا لیا۔ ایک اور شخص عبداللہ ابو بشیر یسی نامی ابن تومرت کے پاس آیا جایا کرتا تہا۔ یہ شخص بہی (باقی حاشیہ صفحہ ۸۲ پر نمبر۲)

یہ واقعہ سنہ ۱۱۲۶ء مین گذرا۔ جس سے چار برس بعد محمد بن تومرت سنہ ۱۱۳۰ء مین مرگیا۔

(بقیہ حاشیہ اول صفحہ ۸۱ نمبرا) اور عیب اور ظلم گون کو سُنانا۔ اور اپنے تابعین کے حق مین بڑے بڑے مدارج ملنے کے دعوے کرتا۔ بادشاہ نے یہ تقریرین جب اوس کی سنین۔ اس کی گرفتاری اور قتل کا حکم نافذ کیا۔ یہ خبر سُنکر وہ علاقہ تمنال کیطرف جو سوس شہر کے پاس ہے۔ بھاگ گیا۔ وہان جاکر اوس نے عبدالمومن اپنے خلیفہ کو کہا کہ اصل مین مہدی آخرالزمان تم ہو اور مین تمہارے ظہور د عروج کے لیئے آیا ہون۔ چنانچہ اوسی وقت پچاس آدمی ایمان لائے۔ اور عبدالمومن کے مہدی ہونیکا اونھون نے اقرار کیا۔ من بعد ستر آدمی اور ایمان لائے۔ اور اسکے مطیع ہوگئے۔ اسوقت محمد بن عبداللہ نے دو مجلسین اہل شورے کی مقرر کین۔ ایک مجلس مین وہ لوگ رکن مقرر ہوئے۔ جو سب سے اول ایمان لائے۔ اونکو مہات جہاد اور بڑے بڑے کام سپرد کیے گئے۔ دوسری مجلس مین وہ داخل ہوئے جنہون نے پیچھے بیعت کی۔ اونکی سپرد حکومت کے چھوٹے کام ہوئے۔ اور مقدمات کا فیصلہ کرنا بھی انھی کے سپرد ہوا۔ بعد ازان محمد کوہستان کی طرف گیا۔ اور خدا کی وحدانیت پر اوس نے گانون گانون اور شہر شہر وعظ کیے۔ یہان تک کہ بیس ہزار فوج جرار اوس کے ماتحت ہوگئی۔ اور بڑے عروج پر پہونچ گیا۔ اپنی قوم کا نام اوس نے فرقہ موحدین رکھا اور اپنی انسبت الہادی کا خطاب لیا۔ سپہ سالاری و حکومت تمام فوج و قوم کی محمد بن عبداللہ کے متعلق تھی۔ امام کا خطاب عبدالمومن کو حاصل تھا اگرچہ کل مالک اس کام کا محمد بن عبداللہ تھا مگر وہ اپنے آپ کو عبدالمومن کا خلیفہ و نائب مشہور کرتا۔ اور امام المہدی والہادی انکے حق مین کہا کرتا (باقی صفحہ ۸۳ پر نمبرا)

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۱ نمبر ۲) حسین و جمیل و فصیح و بلیغ تھا۔ ملکی زبان اور عربی پر مہارت تامہ رکھتا تھا۔ یہ بھی اونکے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور پھر قرار دیا گیا کہ عبداللہ بالکل جاہل بنا رہے اور اس کے علم و فضیلت۔ فصاحت و صداقت سے کسی موقعہ ضرورت پر بطور اعجاز کے کام لیا جائے۔ اس کے بعد چھ شخص آہنین بازو۔ شیر پنجہ اور شامل کریئے۔ اور یہ مختصر جماعت مراکش پہونچی۔ مراکش (مراکو) مین ابن تومرت نے اپنی عادت کے (باقی صفحہ ۸۳ نمبر ۲ پر)

مگر اوس کے معتقدین نے متوفی کے شاگرد رشید عبدالمومن کو گدی پر بٹھا کر علی کے برخلاف

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۲ نمبر۱) محمد بن عبداللہ کی فصاحت و بلاغت و حسن تقریر کا یہ حال تھا کہ تمام دلون کے دل ہروقت اوس کی طرف مائل تھے۔ اسوقت ابواسحاق ابراہیم علی بن یوسف بادشاہ کے بھائی تھے موحدین کا یہ عروج دیکھا تو اوس نے اطلاع اس حال کی علی بادشاہ کو کی اور وہان سے موحدین کی سرکوبی کے لیے حکم نافذ ہوا۔ چنانچہ ابواسحاق بڑی بھاری فوج لیکر موحدین پر چڑھ آیا۔ اور آپس مین سخت لڑائی ہوئی۔ ابواسحاق نے شکست فاش کھائی۔ تمام فوج اس کی قتل ہوئی۔ اور خود وہ جان بچا کر میدان سے بھاگ گیا۔ بڑی دولت اور جنگ کا سامان موحدین کو ملا۔ اس کے بعد اور تین قبیلے موحدین کیساتھ شامل ہوگئے۔ اور پہلے سے جمعیت دو چندان ہوگئی۔ یہ حال سُنکر علی بن یوسف نے اپنے دوسرے بھائی کو ہسپانیہ سے بلا یا۔ اور بے شمار فوج دیکر موحدین کے مقابلہ پر بھیجا۔ جبکہ یہ فوج پہاڑ پر پہونچی۔ موحدین بڑی چستی سے اوس کے مقابل ہوئے۔ اور روز آپس میں لڑائی ہوتی رہی۔ اگرچہ تیم موحدین کے ساتھ بہت لڑا۔ اور ہزارون آدمی انکو قتل کر ڈالے۔ مگر اونکو شکست نہ دے سکا۔ مقام تمال مین موحدین نے ایک قلعہ بنایا۔ اور سامان جنگ وہان جمع کر کر مضبوطی حاصل کی۔ اور شہرون پر یورشین شروع کین چنانچہ فاس وغیرہ چند بڑے بڑے شہر فتح کر لیے۔ تین برس کے بعد عبدالمومن نے تیس ہزار سوار لیکر خود سلطنت مراد ولیون پر چڑھائی کی۔ اور بہت سی شکستین انکو دین۔ اور تمال کو مراجعت کی۔ اوس کی واپسی کیوقت محمد بن عبداللہ قلعہ سے (باقی صفحہ ۸۴ نمبر۱)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲ نمبر۲) مطابق خلافت شریعت امور پر مواخذہ و اعتراض و انکار شروع کیا۔ اور خاص بادشاہ کے بیٹے پر بھی کھلم کھلا اعتراضات کرنے لگا۔ یہان کا بادشاہ ابوالحسن علی جو امیر تاشفین کا پوتہ تھا۔ نہائت عادل و متواضع تھا۔ بادشاہ نے دربار مین اوسے حاضر کرنے کا حکمدیا۔ اور علمائے شہر کو مباحثہ کے لیے مقرر فرمایا۔

قاضی شہر نے اس طرح پر گفتگو شروع کی۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ ہمارے عادل و حلیم بادشاہ کی نسبت جو مطیع حق ہے۔ اور طاعت آلہی کو اپنے نفس پر (باقی صفحہ ۸۴ نمبر۲)

اپنی کارروائی کو جاری رکھا اور علی تیرہ برس تک حتی الوسع مقابلہ کرتا رہا کر ۱۱۴۳ء

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۳ نمبر۱) اوس کے استقبال کو نکلا اور بڑی تعظیم کے ساتھ قلعہ مین داخل کیا۔ دوسرے روز محمد بن عبداللہ نے پانچ آدمیون کو جو خاص مشیر یا تدبیر تھے مسجد مین بلایا۔ اور چند ساعت تک اونکو وصیتین کرتا رہا۔ پھر اونکو رخصت کیا۔ اور صرف عبدالمومن کو اپنے پاس رکھا اور امام غزالی کی کتاب اوسکو دی۔ اور کہا کہ اس کے بموجب کاربند رہنا بعد انصرام اس کام کے محمد بن عبداللہ جان بحق تسلیم ہوا۔ یہ واقعہ ۵۳۲ھ ہجری مین واقع ہوا۔ بعد اوس کی فات کے فرقہ موحدین نے عبدالمومن کو امام بنایا۔ اور امیرالمومنین مہدی المحادی کا اسکو خطاب دیا۔ امیرالمومنین عبدالمومن المحادی کہ بعد وفات محمد بن عبداللہ کے عبدالمومن تخت نشین ہوا۔ اور نہایت سرگرمی کے ساتھ جہاد و ملک گیری مین مشغول ہوا۔ اس نے تین سال کے عرصہ مین مراد دیونکی دیکھو صفحہ ۸۵)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳ نمبر۲) ہی مقدم رکھتا ہے نا شایستہ الفاظ کا استعمال کرتے ہین۔ اس کی کیا وجہ ہے اور یہ خبر کہانتک صحیح ہے۔ ابن تومرت نے کہا کہ جو اقوال میری جانب منسوب کئے جاتے ہین۔ وہ بیشک مین نے کہے ہین۔ اور اون کے علاوہ اور بھی کہتا چاہتا ہون۔ لیکن تم بتلاؤ کہ تم نے جو ابھی بادشاہ کی صفت مین یہ الفاظ استعمال کئے ہین" وہ مطیع حق ہے۔ اور اطاعت الٰہی کو اپنے نفس پر مقدم رکھتا ہے" یہ کہانتک صحیح ہین۔ مین تو جانتا ہون کہ تم لوگ ایسے الفاظ سے ہی بادشاہ کو مغرور بناتے اور غلطی مین ڈالتے رہتے ہو۔ حالانکہ تمام بار گناہ بادشاہ کے سر پر رکھا جائیگا۔ قاضی صاحب کیا آپکو معلوم نہین۔ کہ شراب کی دوکانین کھلی ہوئی ہین۔ اور خنزیر مسلمانون کے گھرون مین جا گھستے ہین۔ یتیمون کا مال چھین لیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ بادشاہ نے جب یہ تقریر سُنی تو اوس کی آنکھون مین پانی بھر آیا۔ اور ندامت و حیا سے گردن کو جھکا لیا۔

حاضرین دربار اگرچہ ابن تومرت کے اوضاع و اطوار کو دیکھ کر یہ فتویٰ لگا چکے تھے کہ یہ شخص اپنے لیئے سلطنت و حکومت کا خواستگار ہے۔ لیکن جب اونھون نے بادشاہ پر اوس کی جادو کلامی کا اثر دیکھا تو سب خاموش رہ گئے۔ مالک بن وہیب نامی بادشاہ کا منہ چڑھا مصاحب تھا۔ اوس نے بادشاہ سے کہا کہ مین (باقی صفحہ ۸۵ نمبر ۲ پر)

مین رہکر اسے عالم جاودانی ہوگیا - وہ مراکش مین فوت ہوا - جہان تا وقتیکہ تاشفین

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۴ نمبر اول) سلطنت کو برباد کردیا بلکہ اس سلطنت کو بیخ سے اوکھاڑ دیا - پہلے کئی شہر افریقہ مین فتح کئے - پہر شہر مراکو جو دار السلطنت مراودیونکا تہا محاصرہ مین بذات خود آیا اور ابوعمران نام ایک رئیس کو لشکر دیکر اندلوسیا کی فتح کیلیے مامور کیا - اس عرصہ مین بہت سے امیر ولایات سپانیہ عبد المومن کے ساتہہ مل گئے - اور سب نے اطاعت قبول کرلی - مراکو کے رہنے والے عبد المومن سے بیزار تہے - اور نہین چاہتے تہے کہ اس کے مطیع ہون - مدت تک لڑتے رہے - عبد المومن نے قسم کہائی کہ جب تک یہ شہر فتح نہو محاصرہ نہ اوٹہائیگا - ایک سال کے محاصرے کے بعد شہر مین قحط پڑگیا - تین حصے باشندگان شہر کے بہوکہ کے عذاب سے مرگئے - اور ایک حصہ باقیماندہ مقابلہ موحدین کا نہ کرسکا - آخر ۱۱۴۳ھ مین شہر فتح ہوا - ابراہیم آخری بادشاہ مرابطون کا گرفتار ہوکر قتل ہوا - اور موحدین نے شہر کے رہنے والون مین سے (باقی صفحہ ۸۶ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۴ نمبر دوم) حضور کو اسوقت ایک نصیحت کی بات کہنا چاہتا ہون - آپنے اوسے مان لیا تو انجام کار اوسکی عمدگی ظاہر ہوجاویگی - اور اگر منظور نہ فرمایا تو اوس کے برے نتائج بہی تہوڑی دیر مین نظر آجائین گے - بادشاہ نے کہا تبلاؤ - کہا مجہے اس شخص مین آثار بغاوت نظر آتے ہین - بہتر ہے کہ اسکا ایک دینار روز ٹہیک مقرر کردیا جائے - اور اس جماعت کو زیر نگرانی رکہا جائے - اگر آپ ایسا نہ کرین گے تو ایک وقت سارا خزانہ بہی صرف کرنے کے بعد انتظام نہوسکے گا - بادشاہ نے اوس رائے کو پسند کرلیا - لیکن وزیر سیر اوسکا خلاف کیا - کہا یہ مناسب نہین کہ ابہی آپ جس کے وعظ پر آنسو بہا رہے تہے - اوسکو اسیر بنانے کا حکم دین - اور ذرا خیال تو فرماوین کہ یہ شخص حضور کی اتنی بڑی سلطنت کا کر ہی کیا سکتا ہے - بادشاہ اس تقریر سے چپ ہوگیا - اور ابن تومرت کو واپس جانے کی اجازت دیگئی -

ابن تومرت وہان سے نکلا - تو جہان تک بادشاہ نظر آتا رہا - اوسکی جانب پیٹہ نہین کی - ہمراہیون پوچہا - کہ کیا آپ اسکی تعظیم کرتے ہین - کہا نہین - مین نے چاہا کہ آخر وقت تک حق باطل کو تاڑتا رہے - واپس آکر ابن تومرت نے ہمراہیون سے کہا کہ جب تک دربار مین ابن وہیب موجود ہے - ہم خاص مراکو مین کچہہ نہین کرسکین گے - یہان سے وہ شہر

اس کا بیٹا نہ پہونچ گیا - اس واقعہ کو مخفی رکھا گیا تا شخصیں ایک عیسائی کنیز کے بطن سے تھا

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۰ نمبر اول) ایک متنفس بھی نہ چھوڑا سب کو بکمال بیرحمی مار دیا اور گھروں کو آگ لگا کر جلا دیا چند سال کے بعد اس اجڑے ہوئے شہر کو پھر عبد المومن نے آباد کیا اور صحرائی ۔۔۔ لوگوں کو لا کر اس میں بسایا اس فتح کے بعد کل ملک ہسپانیہ موحدین کے تصرف میں آ گیا - مگر وہ پھر بھی قانع نہ ہوئے - اور ۵۵۵ھ ہجری کو ایک لاکھ سوار اور تین لاکھ پیادہ ہمراہ لیکر عبد المومن جہاد پر مستعد ہوا مگر یہ مراد اس کی پوری نہ ہو گی - اور اچانک ۵۵۸ھ ہجری میں مر گیا -

یوسف ابو یعقوب المنصور یا یوسف ابو یعقوب چھوٹا بیٹا عبد المومن کا باپ کے مرنے کے بعد تخت نشین ہوا - بلند حوصلگی و جوانمردی و شجاعت اس کی ذات میں کم تھی صلح کیطرف

(حاشیہ متعلق صفحہ ۸۰ نمبر دوم) مراغات میں پہونچو - اور وہان سے ایک شخص عبد الحق بن ابراہیم کو ہمراز بنا لیا - اس نے مشورہ دیا کہ یہان سے ایک دن کی مسافت پر تینمل پہاڑ ہے - وہان جا کر تم خوب قدم جا سکتے ہو - اور محفوظ بھی رہ سکتے ہو - ابن تومرت کے دل میں وہی حروف تینملی تمام تر خوب نقش ہو رہے تھے - تینمل پہاڑ کا نام سنکر اچھل پڑا - اور اگلے روز وہان جا پہونچا - لوگون نے طالبعلمانہ حیثیت دیکھ کر سر آنکھوں پر بٹھلایا اور مسجد میں مقیم کر دیا - ابن تومرت نے بہت سے حیلے نکالے اور تدبیرین بنائیں - لیکن حامیان کو اطاعت شاہی سے منحرف نہ کر سکا - قریب تھا کہ وہ اپنی ناکامیابی کے تصور میں گھل کر مر جاتا کہ اوس کی نگاہ پہاڑی لوگون کی اولاد پر پڑی - دیکھا کہ پہاڑی گورسا نولے اور گندم گون سیاہ چشم ہیں - مگر اون کے چھوٹے چھوٹے بچے خوب سرخ و سفید اور گربہ چشم ہیں - پوچھا اس کا سبب کیا ہے - کسی نے جواب نہ دیا - تب ابن تومرت نے سمجھا کہ اسی پر زور دینا چاہیئے - جب اصرار حد درجہ کو پہونچ گیا - تو لوگون نے بتلایا کہ شاہی عہدہ دار جو خراج لینے کے لیئے آتے ہیں - رات کو ہمارے گھرون میں رہتے - اور عورتونکو آلودہ کر دیتے ہیں - ہمکو اپنے گھرون میں بھی اس شب ٹھیرنا نہیں ملتا - یہ ساری خرابی اسی ظلم کی ہے - ابن تومرت نے اوسپر سخت لعنت ملامت شروع کی - اور اونکی حرارت حمیت

اسے تخت پر بیٹھے ایک برس ہی ہوا تہا۔ کہ عبد المومن نے تلمسان کے قریب فیصلہ کن فتح پا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰ نمبر اول) طبیعت بہت مائل تہی۔ خونریزی سے ڈرتا تہا۔ اس نے رعایا مین امن قائم کیا اور فوج کم کر دی۔ ایک دفعہ اوس نے ہسپانیہ پر چڑہائی کی۔ اور کیسٹیل کے بادشاہ سے لڑکر اسکو شکست دی۔ دشمن کیطرف کے جو لوگ قید مین آئے۔ انپر رحم کہاکر اونکو رہا کر دیا۔ اسقدر رحم دشمن پر اسوقت تک کسی بادشاہ نے نہین کیا تہا۔ شہر میڈیرڈ دار السلطنت ہسپانیہ پر اوسنے قبضہ پایا۔ اور بہی بہت سے شہر فتح کیے۔ آخر اپنی مرگ سے ۵۹۵ہجری مین مرگیا۔

ابو محمد عبد اللہ ناصر الدین اللہ بن یوسف ابو یعقوب۔ } بعد وفات پانے یوسف کے اوسکا بیٹا محمد بادشاہ ہوا۔ اگرچہ وہ کم قوت و کم حوصلہ بادشاہ تہا۔ پہر بہی اوس نے اسقدر فوج جمع کی کہ ایک لاکہہ ساٹہہ ہزار اوس کی فوج کا پانچوان حصہ تہا۔ یہ حال دیکہکر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰ نمبر ۲) کو اکسانے لگا۔ لوگون نے کہا اگر کوئی ہمارا حامی و مددگار پیدا ہو تو ہم اوسکا ساتہہ دے سکتے ہین۔ لیکن ابسر خود کچہہ نہین کر سکتے۔ بولا مین تہمارا ساتہہ دونگا۔ اور تمہارے پیچہے اپنی جان قربان کر ڈالونگا۔ اور تم دیکہہ لوگے کہ شاہی فوج تمہارا کچہہ نہ کر سکے گی۔ اب تو ابن تومرت کے سب لوگ مطیع و منقاد ہو گئے۔ اور یہ تجویز قرار پائی کہ جب شاہی سپاہی آجاوین تو اونکو عورتین خوب شراب پلاوین۔ اور جب وہ نشہ مین چور بدمست ہو کر گر پڑین۔ تو ابن تومرت کو اطلاع دی جاوے۔ اسی تجویز پر عمل کیا گیا۔ اور سب سپاہی قتل کر دیے گئے۔ صرف ایک بچ نکلا۔ جس نے مراکو جاکر اطلاع دی۔ اسوقت بادشاہ سمجہا کہ ابن وہیب نے جو مشورہ اس روز دیا تہا۔ وہ صحیح تہا۔ آخر فوج کشی ہوئی۔ فوج اگرچہ بہت تہی۔ لیکن پہاڑی راستے ایسے دشوار گذار کہٹن اور تنگ تہے کہ ایک آدمی سے زیادہ نہ چل سکتا تہا۔ ابن تومرت کو پہلے سے توقع تہی۔ کہ شاہی فوج انتقام کے لیے آئیگی۔ اس نے ناکہ بندی کر رکہی تہی۔ جب فوج نے پہاڑ پر چڑہنا شروع کیا۔ اوپر سے علاقہ والون نے پتہرون کی بارش برسا دی۔ صبح سے شام تک فوج نے آگے بڑہنے کی کوشش کی۔ اور بار بار جو نقصان اوٹہانے کے بہی کچہہ کارگر نہ ہوئی۔ آخر محاصرہ اوٹہا لیا گیا۔ اور ابن تومرت ہی اس پہاڑ کا حاکم مطلق ٹہیر گیا۔ اور تمام پہاڑی علاقہ مین تسلط قائم ہو گیا۔ اب ابن تومرت سمجہا کہ ابو تشریسی کے علم و فضل کو بطور معجزہ ظاہر کر دینے کا یہی وقت ہے۔

مرابطی خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ تاشفین اور ان کو بہاگ گیا۔ اور جب عبدالمومن نے سنہ ۵۴۱ھ مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰ نمبر اول) یورپ کے بادشاہان نصاریٰ کو خوف پیدا ہوا۔ اور تمام عیسائی بادشاہ یورپ کی امداد سے مذہبی جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور فوج عیسائی شہر کیٹس جدید اور اندولیسیا کے پہاڑون پر آکر خیمہ زن ہوئی۔ ناصر بھی اپنی جمعیت کثیر لیکر اون کے مقابلہ کو گیا۔ اور فریقین کی آپس مین بڑی خونریزی ہوئی۔ اور ہزارون آدمی مارے گئے۔ مدت تک لڑائی رہی۔ آخر عیسائی حکام تہک کر واپس چلے گئے۔ اور ناصر نے مراکو کو مراجعت کی دار الخلافت مین پہونچکر یوسف ثانی اپنے بیٹے کو اس نے بعمر گیارہ برس کے تخت نشین کر دیا۔ اور آپ عیش و عشرت مین مصروف ہو گیا۔ اور اسی شہر مین ناگہان درحالتیکہ وہ بیمار نہ تہا۔ مر گیا۔ غالبًا کسی نے اسکو زہر دیدیا۔ یہ واقعہ سنہ ۶۱۰ ہجری مین وقوع مین آیا۔

یوسف ثانی بن ابو محمد عبداللہ ناصر } یہ بادشاہ گیارہ برس کی عمر مین تخت پر بیٹھا۔ اس کے وقت انتظام ملک و فوج کا اچھا نہ تہا۔ اور یہ اپنی بادشاہت کیوقت بڑی بڑی مصیبتین برداشت کرتا رہا۔ آخر سنہ ۶۲۱ ہجری مین جان بحق تسلیم ہوا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰ نمبر ۲) قرار داد کے مطابق نماز صبح کے بعد جبکہ تمام اشخاص مسجد مین ہی موجود تہے ابو تشریسی آگے بڑھا۔ اور جاہلانہ لہجہ اور ٹوٹے پہوٹے لکنت لیے الفاظ مین (جیسی کہ اسنے عادت کر رکہی تہی) بیان کرنا شروع کیا۔ کہ رات مین مینے خواب مین دیکہا کہ فرشتے آسمان سے اترے۔ انہون نے میرے دل کو نکال کر چیر ڈالا۔ پہر دہو دہا کر علم و حکمت و قرآن اس مین بہر دیا۔ اب مین اپنے اندر تمام علوم کو موجود پاتا ہون۔ یہان پہونچکر اوس کی تقریر نہایت فصیح و بلیغ و دلنشین مردم فریب ہو گئی ابن تومرت خوشی خوشی اٹھا۔ اوس کے پاس آکر کہا کہ آپ ہمکو جلد بشارت دین۔ کہ آیا ہم نیک راہ پر ہین۔ یا غلطی پر پڑے ہوئے ہین۔ سعید ہین یا شقی ہین۔ کہا اے ابن تومرت آپ المہدی القائم بامر اللہ ہین۔ آپکے تابعدار اہل سعادت اور آپ کے مخالف اہل شقاوت ہین۔ تم مجہے اپنے رفیق ایک ایک کرکے دکہلاؤ۔ مین بتلا دونگا کہ انمین بہشتی کون ہے۔ اور دوزخی کون۔ اس بہانہ سے ایک ایک آدمی کو طلب کیا گیا۔ جو شخص ابن تومرت سے مخالفانہ رائے رکہتے تہے یا مخل انتظام خیال ہو سکتے تہے۔ وہ قتل کر دیئے۔ اس کے بعد دس ہزار پیادہ سوار کا لشکر جرار تیار کیا گیا۔ اور

اس شہر کو بھی فتح کر لیا۔ تو وہان سے بھی بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ رات کیوقت یہ بدقسمت امیر

ابو ملک عبد الواحد بعد مرنے یوسف ثانی کے ابو مالک تخت و تاج کا ہوا۔ اس کیوقت کئی طرح کے فتور برپا ہوئے۔ اور سلطنت کا انتظام بگڑ گیا۔ آخر ایک سال چند ماہ کی سلطنت کے بعد عبداللہ ابو محمد کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ اور یہ واقعہ ابتدائے سنہ ۶۲۴ ہجری مین وقوع مین آیا۔

المامون ابو علی ابو مالک عبد الواحد کے قتل کے بعد المامون ابو علی ولنشیا کے حاکم کا بھائی بادشاہ ہوا۔ جو بادشاہ مقتول کا حقیقی بھائی تھا۔ اوس نے برخلاف عقاید محمد بن عبد اللہ مہدی کے ایک کتاب تصنیف کی اور چاہا کہ لوگ اوکے عقاید باطلہ سے باز آئین۔ اس بات سے سب فرقے کے لوگ برافروختہ ہو گئے۔ اور سبنے ملکر المامون کو تخت سے اوتار دیا۔ اور یحیی ابن ناصر الدین کو بادشاہ بنایا۔ المامون نے سلطنت سے معزول ہوکر اپنے مددگارون کی فوج جمع کی۔ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸ نمبر ۲) عبدالمومن اور ابو تشریسی کی ماتحتی مین مراکش پر حملہ کرنیکے لیے بھیجا گیا۔ ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد اس فوجکو شکست فاش نصیب ہوئی۔ عبدالمومن بچ رہا۔ ابو تشریسی مارا گیا۔ جسوقت ابن تومرت کو اس شکست کی پہونچی۔ وہ بستر مرگ پر پڑا ہوا تھا۔ اسوقت بھی اسکے استقلال مین ذرہ فرق نہ آیا۔ بلکہ سب کو جمع کیا۔ اور آیندہ کے لیے تدابیر کے متعلق وصیت کرتا رہا۔ اور ہر روز حتمی الفاظ مین کہتا رہا کہ تم ضرور فتحیاب ہوگے۔ تمہاری حکومت وسیع اور تعداد کثیر ہو جاویگی۔ تمکو ذرا گھبرانا نہین چاہیے۔ ایسی ہی وصیت کرتا ہوا دنیا سے چل بسا۔ اور اوس کے بعد عبدالمومن جانشین ہوا۔

ابن تومرت مین قابل تعریف جو وصف تھا۔ وہ زہد فی الدنیا تھا۔ جس تنگی کے ساتھ طالب علمی مین گذران کرتا تھا۔ وہی چال آخر تک چلی۔ کہتے ہین کہ بہن کات لیتی تھی۔ اسی پر دونون گذارہ کر لیتے تھے۔ روٹی کے ساتھ کبھی سرکہ ہوتا۔ کبھی زیتون کا روغن۔ ایکدفعہ مال غنیمت بہت آیا۔ اور لوگون نے تقسیم کے لیئے ابن تومرت کو تنگ کرنا شروع کیا۔ اس نے سبکو آگ لگا دی۔ اور بلند آواز سے کہدیا کہ جو شخص محض دنیا کمانے کی غرض سے میرے ساتھ ہوا ہے۔ اوس کو ہمیشہ کے لیئے مایوس ہو جانا چاہیے۔ اس شخص کے تمام واقعات مین اگر کوئی واقعہ کھٹکتا ہے تو ابو تشریسی والی چال اور دعوی مہدیت ہے کل حالات پر غور کرنیسے ہر ایک شخص صحیح نتیجہ نکال سکتا ہے۔ م۔ ع

ایک بادبیا گھوڑے پر سوار ہوکر بھاگا۔ رات سخت اندھیری تھی۔ سوار مع مرکب دوڑتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹ نمبر اول) یحییٰ کے ساتھ لڑائی کرکے اسکو شکست دی۔ ہزاروں آدمی اس معرکہ مین کام آئے۔ پھر شہر مراکو مین پہونچکر صد ہا کس کو جو یحییٰ کے معاون تھے۔ قتل کیا۔ ادہر تو المامون سے یہ بند و بست کیا۔ ادہر ہسپانیہ مین موقعہ پاکر ابن حوت حاکم ہسپانیہ کا اس سے باغی ہوکر خود سر ہوگیا۔ اور موحدین کی حکومت سے ازادی حاصل کی۔ چند سال المامون سطرح نہایت بے مزگی کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ آخر ۶۲۹ سنہ ہجری مین مرگیا۔ اوس کی جگہ محمد بن عمر جانشین ہوا۔ اب یہ سلطنت نہایت تنزل مین آئی۔ محمد بن عمر نے حصول سلطنت و انتظام ملک کے لیے بہت کوشش کی۔ مگر اپنی مراد کو نہ پہونچا۔ ابن حوت جو سوقت اراکان اور اندلیشیا کا حاکم تھا۔ اور محمد بن عمر غرناطہ کا فرمان فرما تھا۔ ان دونون کے آپس مین بڑے بڑے فساد اور لڑائیان ہوتی رہین۔ اور وہ اس قابل نہ رہے کہ باہر کے دشمن کا حملہ روکتے۔ عیسائیون نے اسوقت موقعہ وقت غنیمت جانکر سر اوٹھایا۔ اور شہر کارڈوا جو اسلام کا مقام عروج و دار السلطنت تھا اپنے قبضہ مین کرلیا۔ اوس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے شہر اہل فرنگ نے لیے۔ اور نوبت یہان تک پہونچی کہ محمد بن عمر غرناطہ کا بادشاہ ۶۴۶ سنہ مین زیر حکم و اطاعت شاہان عیسائی ہوگیا۔ شہر سیویل بھی عیسائیون نے فتح کرلیا۔ اور محمد بن عمر بتقضائے آلہی ۶۷۲ سنہ ہجری مین مرگیا۔

محمد ثانی محمد بن عمر کی مرگ کے بعد اسکا بیٹا محمد ثانی باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد مین پھر مسلمانون نے عزم کیا کہ ہسپانیہ مین اپنی حکومت بڑہائین۔ چنانچہ ۶۷۴ سنہ مین غاس اور مراکو کے حاکم ابو یوسف نے بڑی فوج جمع کی۔ اور ہسپانیہ مین جا اترا۔ اور عیسائیون کے ساتھ جنگ شروع کی۔ اول تو کچھ کچھ فتح پائی۔ آخر مایوس ہوکر اپنے ملک کو واپس چلا آیا۔ محمد کا بھی یہ ارادہ بیشک تھا۔ کہ جو ملک اس کے باپ کیوقت قبضہ سے نکل گیا تھا۔ وہ پھر فتح کرے۔ اس ارادہ پر وہ انتیس برس تک عیسائیون سے لڑتا رہا۔ مگر کچھ نہوسکا۔ آخر ۷۰۱ سنہ ع مین مرگیا۔

محمد ثالث ابو عبداللہ محمد ثانی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد ثالث بادشاہ بنا۔ یہ شخص نہایت بدقسمت تھا۔ اول تو رعایا اوس کی جو علاقہ بالمیرہ اور کاوکس مین رہتے تھے۔ اس سے پھر

ہوا - ایک چٹان سے گہاٹی مین جا گرا - اور دونون کی ہڈیان تک چور چور ہو گئین - یہ موقعہ ابتک ہسپانوی زبان مین "سالٹو ڈل کابلو" (جست اسپ) کے نام سے مشہور رہے - وہ اوردن سے دو میل کے فاصلہ پر موضع بنیس ڈی لارین کے متصل واقعہ ہے -

سکے } امیر علی کے دینار اور سب باتون مین یوسف کی اشرفی کے مشابہ ہین - فرق صرف یہ ہے کہ علی نے امیر المسلمین کا لقب اپنے نام کے ساتھہ بڑہا دیا تہا - یہ لقب پہلی مرتبہ سنہ ۱۱۰۱ء مین بڑہایا گیا - اور اس لقب کیساتھہ اولین سکے اغمات مین ضرب ہوئے -

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰) گئی - دوسرے جب اس نے عیسائیون سے جنگ کی تو پہلا علاقہ لیتے لیتے ملک جبل الطارق بہی ہاتھہ سے دے بیٹھا - جب وہان سے واپس آیا تو اس نے کل اراکین دربار کو اپنے آپ سے ناراض پایا - اسواسطے اوس نے سلطنت کو ترک کیا اور حکومت سے دست بردار ہوا اور اپنے بہائی ناصر کو تخت سپرد کر دیا -

نصر بن محمد ثانی } تخت نشینی کے بعد نصر کا ستارہ اقبال چمکا - اس نے بالمیرہ کا محاصرہ کیا اور سونا ورفیو کو فتح کر لیا مگر وہی لوگ جنہون نے اول رضامند ہو کر اسکو تخت نشین کیا تہا - پہر اس سے ناراض ہو گئے - اور سنہ ۷۱۳ھ مین انہون نے نصر کو معزول کر کر اسمٰعیل بن فرج کو بادشاہ کیا - نصر نے اون کے برخلاف بہت کوشش کی اور تخت کے حاصل کرنے کے لیے بہت لڑائیان لڑا - مگر کچہہ نہو سکا -

اسمٰعیل بن فرج } اس بادشاہ کی کنیت ابو الولید تہی - جنگی اور ملکی کام مین لیاقت تامہ اسکو حاصل تہی - سنہ ۷۱۹ھ مین یہ سخت سخت لڑائیان نصارا بادشاہون کے ساتھہ لڑا - اور فتوحات پے درپے حاصل کین - اگرچہ جبل الطارق تو یہ نصاریٰ سے نہ لے سکا مگر سنہ ۷۲۵ ہجری مین اوس نے علاقہ جات مارتس وبا تس لے لیئے - اور مشرق کیطرف جا کر مرشیا کا علاقہ فتح کر لیا اور مرشیا کی بادشاہت اپنے قبضہ مین کر لی - اگرچہ بیرونی فتوحات اسکو پے درپے حاصل ہوتی رہین - مگر اندرونی فسادون مین یہ ہمیشہ گرفتار رہا - اور محمد نام ایک شہزادہ جو غرناطہ کا حاکم تہا اوسکا دشمن بنا اور ایک روز موقعہ پا کر جبکہ اسمٰعیل اپنے وزیر اعظم کیساتھہ دار الخلافت کے صحن مین ٹہل رہا تہا - اور غلام نوکر چاکر کوئی پاس نہ تہا - ناگہان محمد حاضر آیا - اور اپنے ہمراہ لیتا تہا تلوارین علم کر کے بادشاہ کو وزیر پر حملہ آور ہوا - اور دونون کو قتل کر ڈالا - یہ واقعہ سنہ ۷۲۵ھ مین وقوع مین آیا - اسروز سے گویا سلاطین غرناطہ کی حکومت شروع ہوئی -

سنہ ۱۱۳۶ء سے سنہ ۱۱۴۴ء تک اس خاندان کے سکے مقام لزل لمتا مین مضروب ہوتے رہے۔ اس سے غالبًا مقام لوزن یا گلیمین مراد ہین۔ جو سوس مین واقعہ ہین۔ یہ سکے فرانس کی نیشنل لائبریری مین موجود ہین۔ مصنف روض القرطاس نے غلط لکھا ہے کہ تاشفین سنہ ۵۳۹ھ (سنہ ۱۱۴۴ء) مین فوت ہوا۔ کیونکہ اوس کے نام کا ایک سکہ جو سنہ ۵۴۰ھ (سنہ ۱۱۴۵ء) مین بمقام سیول مضروب ہوا۔ لیدن کے عجائب خانہ مین موجود ہے۔ دیگر عرب مورخین نے بھی تاشفین کا سن وفات سنہ ۵۴۰ھ (سنہ ۱۱۴۵ء) لکھا ہے۔

ہسپانیہ مین بھی معاملات کی صورت دن بدن زیادہ تاریک ہوتی جارہی تھی سنہ ۱۱۳۹ء مین الفونسو اول امیر پرتگال نے بمقام اوریق ملی کی افواج کو کامل شکست دی۔ جس کے بعد وہ شاہ پرتگال ہوگیا۔ اس سے ایک برس پیشتر الفونسو ہشتم والی لیون۔ مرابطون کو سخت شکست دے چکا تھا۔ ان دونون فتوحات سے عیسائیون کی طاقت جزیرہ نما مین بہت زور پکڑ گئی تھی۔ یہ امر عبدالمومن ایسے جوشیلے مسلمان کو کبھی گوارا نہین ہوسکتا تھا۔ اوس نے تلمسان کی لڑائی سے فارغ ہوتے ہی ایک جرار فوج فی الفور ہسپانیہ کو بھیجدی کہ عیسائیون کو اسلامی علاقون سے پیچھے ہٹا دے۔ اور ہسپانیہ سلطنت کو موحدی خاندان کے مطیع و منقاد بنائے۔ مگر اس سے تھوڑا ہی عرصہ بعد سنہ ۱۱۴۶ء مین مسلمانون کے برخلاف یورپ مین نصارا کا دوسرا صلیبی جہاد شروع ہوگیا۔ اور مجاہدین کی مدد سے پرتگیزی عیسائیون نے سنہ ۱۱۴۷ء مین لزبن پھر مسلمانون سے فتح کرلیا۔

تاشفین کے بعد اوسکا ایک کمزور اور نالائق بیٹا ابراہیم اول مرابطی تخت پر بیٹھا عبدالمومن نے پہلے سال سنہ ۱۱۴۶ء مین اس سے مکنسہ اور دوسرے برس (سنہ ۱۱۴۷ء) مین فاس اور سالی کو فتح کرکے ابراہیم کو قتل کردیا۔ ابراہیم کے بعد اوسکا بیٹا اسحاق مرابطین کی باقی ماندہ ریاست کا وارث ہوا۔ مگر دو برسون کے مزید ناکام مقابلہ کے بعد سنہ ۱۱۴۹ء مین اوس کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اور عبدالمومن کی حکومت تمام مراکو اور کل مسلم ہسپانیہ پر بالاستحکام قایم ہوگئی۔ بقیۃ السیف مرابطی پہلے جزائر بلیارک و منورکا۔ مجورکا۔ ادیکا) کو اور وہان سے ٹیونس کو چلے گئے۔ جہان اونہون نے اپنے خاندان کے اقتدار کو قایم کرنیکی پھر ایک دفعہ ناکام کوشش کی۔ نوے برس کی حکومت کے بعد سنہ ۵۴۵ ہجری (سنہ ۱۱۴۹ء) مین اونکا ستارہ اقبال ہمیشہ کے لیئے غروب ہوگیا۔

تتمہ فصل چہارم

ہسپانیہ کی فتح کی داستان بالاختصار اوپر لکہی جا چکی ہے۔ اشروع شروع مین مسلمانون نے نہ فقط کل جزیرہ نما بلکہ فرانس کے جنوبی حصّہ کو بہی فتح کر لیا۔ مگر بعد ازان عربون اور بربرون کے باہمی نفاق اور نو مسلم ہسپانویون کی تنگ خیالی کی طفیل جو فقیہون اور علماء کی ترغیب و اشتعالک سے عربون کی وسیع الخیالی اور بے تعصبی سے ناراض ہو کر عموماً فساد کرتے رہتے تہے۔ مسلمانون کی طاقت ہسپانیہ کی فتح کی پہلی صدی مین ہی سقدر کمزور ہو گئی کہ عیسائیون نے شمالی ہسپانیہ کا بہت سا علاقہ فتح کر لیا۔ یہ ملک خلفاء اُمیّہ کے زمانہ مین فتح ہوا اور اونکی خلافت کے خاتمہ تک برابر دمشق کی مرکزی حکومت کے تابع رہا۔ ہسپانیہ کے گورنر کے ماتحت چار صوبے تہے۔ اور گورنر خود گورنر افریقہ کے وائسرائے کے تحت ہوتا تہا۔ باہمی حسد و نفاق سے مسلمانون کی طاقت کو اگرچہ بہت ضعف پہونچتا رہا۔ مگر ہسپانیہ کے مسلمانون نے خلفاء بنی اُمیّہ کی سہنشاہت سے کبہی انکار نہ کیا۔ اور خواہ وہ گورنرون کی فرمانبرداری و وفاداری سے کرین یا نہ کرین۔ گورنر خلیفہ یا اوس کے افریقی وائسرائے کی طرف سے ہی جس کا صدر مقام قیروان تہا مامور ہو کر آتے رہے۔

سنہ ۱۳۲ھ مین بمقام زاب عباسیون کے ہاتہ سے مروان کے شکست کہا کر ہلاک ہونے پر اموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ خلافت پر متمکن ہو کر عباسیون نے کل صوبون پر اپنے عامل مامور کئے۔ چنانچہ ایک گورنر ہسپانیہ کو بہی بہیجا گیا۔ جسے وہان کے اموی گورنر نے چارج دینا منظور نہ کیا۔ ادہر ایک بربری سردار نے بہ تمنائے بادشاہی اپنی ڈہائی اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانی شروع کر دی۔ ابہی کسی کے حق مین فیصلہ نہ ہوا تہا۔ کہ خاندان امیّہ کا ایک شہزادہ عبدالرحمٰن نام سنہ ۱۳۹ ہجری (مطابق سنہ ۷۵۶ء) مین ہسپانیہ پہونچ گیا۔ وہ نہایت خوشرو اور قابل نوجوان تہا۔ ایک تو اوس کی وجاہت دیکھ کر اور دوسرے بدین سبب کے رعایا ان خانہ جنگیون سے سخت تنگ آ گئی ہوئی تہی۔ اور مزید بران اوسے خاندان امیّہ سے ایک طرح کا دلی تعلق بہی ہو گیا ہوا تہا۔ سبنے خلافت عباسیہ کو مسترد کر کے باتفاق رائے اوسے اپنا بادشاہ اور خلیفہ بنا لیا۔ اور

اس طرح اسلام کی پولیٹیکل طاقت مین پہلا عظیم تفرقہ پڑگیا۔ عبدالرحمٰن کا خاندان پوری
شان وشوکت سے ۱۰۱۳ء تک اور قرطبی بربادی کی تاریخ کے لحاظ سے ۱۰۳۱ء تک جزیرہ
نما ہسپانیہ مین حکمران رہا۔ اور اس مین کئی ایسے نامور فرمانروا گذرے۔ جو نہ صرف
اسلام بلکہ کل دُنیا کے لیئے ہمیشہ مایہ ناز و افتخار سمجھے جاتے رہین گے۔ زوال خاندان سے
صرف نصف صدی پیشتر عبدالرحمٰن ثالث اور الحکم دو ایسے جلیل القدر بادشاہ ہوئے کہ
زمانہ مین اونکا نام قیامت تک عزت و ادب کے ساتھہ لیا جائیگا۔ حکم ۹۷۶ء مین سلطنت
کے کمال عروج کی حالت مین مرا۔ مگر اس کے نابالغ فرزند کے ایک وزیر طمع و حرص اور
بلند پروازی سے گو اسکی قابلیت نے اوس کی حین حیات سلطنت کو پہلے سے بہی مضبوط
کر دیا تہا۔ رشک و نفاق کا ایسا بیج بو دیا کہ اوس کے زہریلے اثر نے چند برسون ہی
مین صدیون کی بادشاہی کو بیخ و بن سے ہلا کر طوایف الملوکی کا دور دورہ قایم کر دیا۔
جسے گو مرابطی اور موحدی خاندان نے کچھہ کچھہ عرصہ کے لیئے مجتمع سلطنت کی صورت
مین بدل دیا۔ لیکن اس کی بحالی نہ کر سکے۔ اور یہ طوایف الملوکی آخر اوسی وقت دور ہوئی
جبکہ عیسائی ظالمون کے ہاتھہ سے نہ فقط اسلامی حکومت بلکہ اسلام کے حلق پر بہی ہسپانیہ
کی سرزمین مین خنجر پھر گیا۔

عبدالرحمٰن الناصر الدین اللہ کے حالات پہلے کسی حاشیہ مین درج ہو چکے ہین اُسکے
بعد اوسکا فرزند رشید حکم ثالث المستنصر باللہ تخت نشین ہوا۔ جو اپنے باپ کا سپوت
بیٹا تہا۔ اوس کی نیک نیتی عدل و انصاف۔ فیاضی و سخاوت اور رعیت پروری کی
تاثیر سے اوسکا عہد حکومت کمال آرام و عافیت کے ساتھہ گذرا جس عیسائی بادشاہ
نے بساط جنگ بچھائی۔ مونہ کی کھائی۔ قانع ایسا تہا۔ کہ ذاتی گذارہ کے لیئے جو
زمین اس کے باپ نے مقرر کی ہوئی تہی۔ اوسی کی آمدنی پر یہ بہی گذارہ کرتا رہا۔ ایک
بالشت زمین اوس پر نہ بڑہائی۔ نہ بیت المال سے کبھی ذاتی معارف کے لیئے ایک حبہ لیا۔
دن رات علوم و فنون کی ترقی کی تدابیر مین منہمک رہتا۔ اور ترویج علوم پر کروڑون
روپیہ صرف کیئے۔ مؤرخین نے اوس کے زمانہ کو عصر الذہب العلم والادب (علم و
ادب کے لیئے طلائی یعنے انتہائی ترقی کا زمانہ) لکھا ہے۔ مدرسون کے لیئے وہ اُمّی وقف
مقرر کیئے۔ اور والد کے عہد کے کتب خانہ کو دو چند بڑہایا۔ جس کی فہرست ۴۴ موٹی موٹی

خلدون مین ختم ہوتی تہی - پندرہ برس چھ ماہ بادشاہی کرکے ۳۶۶ھ ہجری مین فوت ہوا - اس سے آگے مین جسٹس سید امیر علی کی تحریر خاندان سوحدین کے حالات تک بجنسہ درج کرتا ہون -

حکم ایک گیارہ سالہ لڑکا چھوڑ کر مرا جسکا نام ہشام تہا - اوس نے اپنی زندگی مین اس امر کے لیے ہر ممکن کوشش سے کام لیا - کہ اوسکا بیٹا باامن وامان تخت کا وارث ہو سکے - کوئی فتنہ وفساد پیدا نہ ہو - وفات سے چند ماہ پیشتر اوس نے کل اعیان و اُمرا کی مجلس مرتب کی - اور اون سب نے ہشام کی بیعت کرکے وفاداری و اطاعت کی حلف اوٹہائی - اور حکم کی وصیت پر جس کے روسے اوس نے اپنے بیٹے کو وارث خلافت مقرر کیا دستخط کیے - حکم کے پیرانہ سالی مین یہ بیٹا کئی بیٹون کے مرجانے کے بعد پیدا ہوا تہا - اور اوسے اوس سے از حد محبت تہی نزع کے وقت اوس نے بچہ کی نگرانی حاجب مشعفی در میر منشی محمد بن ابی عامر کے سپرد کی - اور اوس کی ماں ملکہ صبح کو جو نہایت قابل عورت تہی اوس کی ولیہ مقرر کیا - باپ کی وفات پر ہشام الموید باللہ کے لقب سے خلیفہ بنایا گیا اور کسی طرح کا فساد نہ ہوا - لیکن متوفی خلیفہ نے میر منشی کی نمک حلالی یا امنگون کا درست اندازہ نہ کیا - تہوڑی ہی مدت مین اوس نے حاجب مشعفی اور دیگر امرا کو جو اوسکی ترقی کے راستہ مین حائل تہے - برطرف کرکے اور اکثر اعیان و ارکین دولت کو قتل کرا کر کل اختیار اپنے ہاتہہ مین لے لیا اور نوعمر خلیفہ کو ایک طرح محل شاہی مین نظر بند کر دیا - عیدین ایسے موقعون کے سوا اہلکاران سلطنت مین سے کبہی کوئی شخص خلیفہ کے پاس نہ جا سکتا تہا - اور ایسے موقعون پر بہی صرف اسقدر اجازت تہی - کہ سلام کرکے فوراً واپس چلے جائین - حجابت یعنے وزارت پر متصرف ہونے کے بعد ابن ابی عامر نے حاجب المنصور کا لقب اختیار کرکے اپنے لیئے ایک عالیشان محل زاہرہ نام تیار کرایا - سکہ و خطبہ مین خلیفہ کے ساتہہ اسکا نام بہی درج ہوتا - اور کل احکام و فرامین اوسی کی مہر سے جاری ہوتے - رقیبون سے فارغ ہو کر اوس نے فوج کی درستی پر توجہ کی - اور اُس مین سے عربون کو نکال کر بربرون کو جن کی وفاداری پر وہ نسبتاً زیادہ اعتبار کر سکتا تہا - بہ تعداد کثیر بہرتی کیا - اس کارروائی سے اُس نے عربون کو ایک طرح سے دوسرے درجہ پر کرکے پہلے نمبر پر بربرون کو کر دیا - ابن خلدون لکہتا ہے " وہ باون لڑائیان لڑا - اور ہر معرکہ مین غالب رہا - ایک اور مورخ

۵۶ معرکے لکھتاہے۔ کسی معرکہ مین کبھی اسکا جھنڈا سرنگون نہ ہوا۔ نہ کبھی دشمن اس کے کسی دستہ فوج کو تہ تیغ کرسکا۔ حکم کے مرتے ہی گالیشیا اور باسق کے نصاریٰ نے عربون کے برخلاف علم بغاوت بلند کرکے یورشین شروع کردی تہین۔ منصور نے حیرت انگیز شجاعت و قابلیت سے سلسلہ وار عمل پیرا ہوتے رہ کر چندہی معرکون مین لیون اور ناوار کی عیسائی ریاستون کو پامال کر دیا۔ اور اون کے دارالخلافون مین اپنی فوجین مامور کر دین۔ ان سے فارغ ہو کر صوبہ کاٹالونیا کی طرف متوجہ ہوا۔ اور بارسلیونا کو تاخت و تاراج کرکے فرنچ امرا کو کل علاقہ سے خارج کر دیا۔ ان فتوحات سے سلطنت کی حدود دہیرو سیلج ہوگئین۔ مارٹینیا مین بہی اسے ایسی ہی فتح نصیب ہوئی۔ مغربی افریقہ کے حصۂ کثیر کو اوس کے جرنیلون نے مطیع و منقاد بنالیا۔ سنہ ۹۹۱ء مین اوسے حاجبی کے منصب کو اپنے خاندان مین موروثی بنانے کا خیال سوجہا۔ عملاً تو وہ بادشاہ تہاہی۔ بنظر امکان وہ اپنے مربّی کے بیٹے کو تخت سے ہٹاکر باضابطہ بادشاہ بننے سے بہی دریغ نہ کرتا۔ لیکن قوم کے دل مین موروثی استحقاق کا خیال ایسی پختگی سے جما ہوا تہا۔ کہ وہ ایسے بڑے انقلاب کی جرأت نہ کرسکا امراء تو شائد اس تبدیلی خاندان پر ناخوش نہ ہوتے۔ لیکن عام رعایا بالخصوص ہسپانوی الاصل مسلمان اسے کبھی منظور نہ کرتے سنّی ہی پر جوش کی طرح شاہی خاندان کی محبت بہی اُن کی زندگی اور جسم و جان کی جزو لاینفک ہوگئی ہوئی تہی۔ یہی وجہ تہی کہ اگرچہ حاجب کی طفیل ملک کو بے نظیر ترقی و خوش حالی اور شان و شوکت حاصل ہوگئی تہی۔ لیکن جمہور اوس سے محض اس لیئے خوش نہ تہے کہ اوس نے اون کے بادشاہ کو کاٹھ کا پتلا بنا رکہا ہے ایس قومی احساس کا اوسے بخوبی علم تہا۔ تاہم باین توقع کہ شائد آہستہ آہستہ یہ احساس بدل جائے۔ سردست اوس نے صرف اپنے بیٹے عبدالملک کو وزارت مین اپنا جانشین بنانے پر قناعت کی۔ اور یہ کارروائی بظاہر خلیفہ کے حکم و منشا کیطرف منسوب کی یعنی ظاہر کیا کہ خلیفہ کی اجازت سے ایسا کیا گیا ہے سنہ ۹۹۶ء مین اوس نے سید (صاحب والک)، اور ملک کریم (فیاض بادشاہ)، کے لقب اختیار کیئے۔ یہ حیرت انگیز قابلیت رکہنے والا شخص سنہ ۱۰۰۲ء مین فوت ہوا۔ اور مدینہ سالم (مدینہ سیلی)، مین دفن کیا گیا۔ شمال کے عیسائیون کو کسی اندلسوی مسلمان بادشاہ کا اتنا خوف نہ تہا۔ جبقدر کہ حاجب المنصور کا۔ اوس کی فوجی مہارت اور تحیّر افزا قوت انتظام و تربیت کی

طفیل کا کل سپاہ اس کی عاشق شیدا ہو رہی تھی - اوسے بہی اون کی بہتری و خوش سلیقگی و نظام کا ہر وقت فکر رہتا تہا - اوس نے یہ شاندار فوج تیار و مرتب کرنے سے ہسپانیہ کو ایسا طاقتور بنا دیا کہ ویسی طاقت اوسے عبدالرحمن ثالث کے زمانہ مین بہی نصیب نہ ہوئی تھی - اوس نے اپنے ملک اور قوم پر یہی احسان نہ کیا اگرچہ ملکی اغراض سے مجبور ہو کر اوسے اپنے تئین آزاد خیال علماء اور فلاسفرون کا دشمن ظاہر کرنا پڑتا تہا - لیکن جب کبھی فقیہون اور دینی علماء کو آزردہ کیے بغیر ممکن ہوتا - وہ انکی حفاظت و امداد سے مطلق دریغ نہ کرتا - جنگی فتوحات کے دوش بدوش علم و ہنر اور زراعت و صنعت کی ترقی مین بہی اوس نے کچھ کوشش نہ کی - مورخ رینا ڈ لکھتا ہے - اسلامی ہسپانیہ جیسی اوس کے زمانہ مین خوشحال تہی - ویسی کبھی نہ ہوئی تہی - وہ علم کا سچا مربی - اور علماء کا فیاض محسن تہا - اگرچہ وہ وسایل جن کو اوس نے حصول اقتدار کے لیے استعمال کیا - سخت تعزیر کے مستوجب ہین - لیکن حق الامر ہے کہ اقتدار حاصل کر لینے پر اوس نے اسے نہایت شریفانہ طور پر استعمال کیا - وہ فیاض منصف اور بات کا پکا تہا حتے کہ اکی عقلمندی اور انصاف پروری ضرب المثل بن گئی +

اوس کے بعد اوس کا بیٹا عبدالملک ملقب المظفر حاجب یعنی وزیر ہوا - انتظام سلطنت مین وہ اپنے باپ کے قدم بقدم چلا - عیسائی قبایل پر کئی فتوحات پائین - اور اوس کے عہد مین خوشحالی مین اور بہی ترقی کی چنانچہ ایک قدیم مورخ لکھتا ہے " وہ خوشی و شادمانی کے دن تہے " بایں ہمہ بنو عامر ہر دلعزیز نہ تہے - وہ بادشاہ کے نام سے حکمرانی کرتے رہتے تو غالبًا اونکی تولیت کچھ عرصہ اور قایم رہتی - مگر اونکی امنگین تمام مناسب حدود سے تجاوز کر گیئن - وہ واقعی طاقت سے آگے بڑہکر جو اونہین تخت شاہی کے زیر سایہ حاصل تہی خود حصول تخت کے بہی درپے ہو گئے - اونہون نے شاہی خاندان کے شاہزادون اور تمام قبیلہ بنی امیہ کو اپنا جانی دشمن اور فقہا و رعایا کو اپنے سے متنفر بنا دیا - مزید بران الناصر کی تخت نشینی کے وقت سے جو تغیر جزیرہ نما مین پیدا ہو گیا تہا - اس نے اس موقعہ پر بغاوت کے اکسانے مین بڑی مدد دی - وہ تغیر یہ تہا کہ قدیم عرب سوسائٹی جس مین عیوب اور خوبیان دو چیزین تہین - ملک سے معدوم ہو گئی تہی - مختلف اقوام کو باہم ملا کر ایک قوم بنا دین

کی کوششون مین جو الناصر اور حاجب المنصور کا دلی مدعا تہا۔ کامیابی تو ہوئی۔ مگر قدیم امرا کے طبقہ کو نقصان پہونچا کر جو تباہ و قلاش ہو کر بسرعت تمام معدوم ہوتا جارہا تہا۔ اور قدیم خاندانون کی بربادی کے دوش بدوش پرانے ناموروں کے نام اور کارنامے لوگون کے اذہان سے بتدریج فراموش ہوتے جارہے تہے۔ جن امرا کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ جنکا خاندان امیہ سے قدیمی تعلق تہا۔ وہ تو خاندان امیہ سے قدیمی تعلق دیگانگت ہونے کی وجہ سے بیشک اس تصادم و صدمہ سے محفوظ رہی۔ اور انکی اقتدار و تمول مین کوئی فرق نہ پڑا مگر باقی امرا، تقریبًا معدوم ہو گئے۔ اور انکی جگہ اسوقت سب سے مقتدر لوگ بربر اور صلیبوی النسل جرنیل تہے۔ جنہون نے حاجب المنصور کے زمانہ مین دولت و عروج حاصل کیا تہا۔ صنعت و حرفت اور زراعت و تجارت کی ترقی سے ایک اور طبقہ کو سائیٹی مین نمایان امتیاز حاصل ہو گیا تہا۔ یہ طبقہ اون متمولین کا تہا۔ جو سوسائیٹی کے درمیانی درجہ کے لوگ تہے۔ اور ان متمول تاجرون۔ سوداگرون۔ اور اہل حرفہ نے ملک کے کاروبار اور معاملات مین معقول حصہ لینا اور دخل دینا شروع کر دیا تہا۔ اور اس سے نئی مشکلات پیدا ہو گئی تہین۔ کیونکہ دولت کی کثرت اور ایک نئے طبقہ کے عروج کے ہمرحریف سوسائیٹی کے مختلف طبقون مین ترقی و اقتدار کے لیئے جیسا کہ تمدن کی ایس صورت کا لازمی نتیجہ ہے۔ باہمی رقابت اور مجاہدہ شروع ہو گیا۔ یعنی اسوقت بہی ہوبہو وہی نقشہ سوشل حالت اور تعلقات کا تہا۔ جو اسوقت دنیا کے پیش نظر ہے۔ ملکی فوجی سے بیزار۔ قومی ملکی سے متنفر۔ مزدور سرمایہ دار سے کبیدہ خاطر۔ سرمایہ دار مزدورون سے ناراض۔ عوام اعلا طبقہ والون کے حاسد اور امرا عوام سے نفور۔ دار الخلافہ مین یہ باہمی بغض و کدورت اس درجہ ترقی پکڑ گیا ہوا تہا۔ کہ ادنےٰ سے فساد پر متمولین اور غربا مین سخت خونریزی اور جدال و قتال کا برپا ہو جانا یقینی امر تہا۔ قرطبہ ایک وسیع کارخانہ بنا ہوا تہا جس مین ہزارون کاریگر بھرے ہوئے تہے۔ اور یہ لوگ کسی ایسے فساد یا بلوہ مین جس سے لوٹ مار کے عمدہ موقع ملنے کی توقع ہو ذرہ سے اشارے پر شامل ہونے کو تیار بیٹھے تہے۔ لیکن متمول جماعتین بنو عامر سے ایسی متنفر ہو رہی تہین۔ کہ انہون نے اس خطرہ کو بالکل نظر انداز کر دیا۔

اکتوبر ۱۰۰۸ء مین مظفرؔ کے عین عالم شباب مین فوت ہوجانے سے وہ مصیبت نازل ہوگئی۔ جس کی سب توقع کر رہے تہے۔ اور ایسے بہت تہوڑے تہے۔ جن کو اوس کا خوف تہا۔ بنو عامر کا خاتمہ تو ہوا۔ لیکن اندہے سمسون کیطرح وہ سلطنت کی بہی تمام عمارت کو ساتہہ لے ڈوبے۔ مظفرؔ کا جانشین اوس کا بہائی عبدالرحمن سنچول ہوا۔ تمام رعایا اس کی سخت بدچلنی سے نہایت ناراض تہی۔ اور بااین بدروشی آپ کو خلیفہ بننے کا خبط چرایا ہوا تہا۔ اس نے ہشام ثانی کو مجبور کیا کہ اوسے اپنا ولی عہد بنائے۔ اوس کی اس گستاخی وبیباکی سے اہالی قرطبہ کا پیمانہ صبر وتحمل لبریز ہوگیا۔ سنچول فوج لیکر ایک مہم پر شمالی کیطرف روانہ ہوا ہی تہا۔ کہ قرطبہ مین شاہی خاندان کے ایک رکن مسمی محمد کے زیر لواء بغاوت برپا ہوگئی۔ بلوائیون نے بنو عامر کے محل الزاہرہ پر حملہ کرکے اوسے تودہ خاکستر بنا دیا۔ ہشام نے اپنے ہاتہہ سے دست برداری لکہکر محمد کو تاج وتخت سونپ دیا۔ جس نے مہدی کا لقب اختیار کیا۔ تخت نشین ہوتے ہی اوسنے سنچول کے واجب القتل ہونے کا اعلان کردیا۔ دارالخلافہ والون کی پرجوشی دنون مین ہی مضافات کے رہنے والون مین بہی پہیل گئی۔ اور ایک قلیل عرصہ مین لاکہون مہدی کے جہنڈے تلے جمع ہوگئے۔ اس جرار لشکر کے افسر بہی ۱۷۸۹ء کی بغاوت باشندگان فرانس کی طرح درمیانی طبقہ کے لوگ یعنی ڈاکٹر۔ قصاب۔ زین ساز اور تاجر وغیرہ وغیرہ تہے مگر مہدی نے عوام کے جوش کو تحریک دلانے سے ایک ایسا طوفان بےتمیزی برپا کر دیا۔ جسے وہ قابو نہ کر سکا۔ اور فی الحقیقت یہی طوفان ہسپانیہ کی اموی سلطنت کی بربادی کا باعث ہوا۔ سنچول کے ہمراہی تتر بتر ہوگئے۔ اور وہ گرفتار ہوکر مروا ڈالا گیا۔ لیکن نئے خلیفہ کو بہی زیادہ عرصہ حکومت کرنا نہ نصیب ہوا۔ اوس کے طریق عمل سے کل فریق جلد اس سے برداشتہ خاطر ہوگئے۔ خونخوار بربرون نے اس سے الگ ہوکر خاندان اُمیہ کے ایک اور شہزادہ سلیمان نامی کو تاج وتخت کے لیئے پیش کیا۔ اور قرطبہ بالکل مہیب فتنہ وفساد کا ایک خوفناک دنگل بن گیا۔ کوئی جبر وبیہ کاری ایسی نہیں۔ جس کے

---

۱ سنچول کے ساتہہ لام تصغیری ہے۔ یعنی چہوٹا سنچو۔ عرب اُسے اس نام سے اس پکارتے تہے۔ کہ اوسکی مان سنچو عیسائی بادشاہ ناوار کی لڑکی تہی۔

فریقین مرتکب نہ ہوئے ہون - اوسپر مہدی نے گہبرا کر پھر ہشام کو تخت پر بٹھا دیا - مگر سلیمان اپنے دعوی سے باز نہ آیا - اوس نے کیسٹل اور لیون کے عیسائیون سے اور مہدی نے کٹالونیا کے نصارا سے مدد مانگی - ان نالائقون نے مظفر کی وفات سے چند مہینون ہی کے اندر یہانتک نوبت پہونچا دی کہ انہی نصارا سے جنکو پہلے حکماً لکہا جاتا تہا - اب مدد کی التجا کیجاتی تہی - ہوشیار عیسائی اپنے موقعہ سے فایدہ اوٹہانے سے کب چوکنے والے تہے - انہون نے شرط پیش کی کہ پہلے الناصر اور حاجب المنصور کے وقت کا تمام مفتوحہ علاقہ واپس کیا جائے - بے غیرتون نے اسے منظور کر لیا - اور دو سو قلعے اور شہر عیسائیون کے حوالہ کر دیئے گئے - قرطبہ پر کبہی مہدی کے رفقا اور کبہی سلیمان کے حامیتون کا کئی بار قبضہ ہوا - اور ہر موقعہ پر اہالی شہر سے اسطرح سلوک کیا جاتا رہا کہ گویا کسی سخت دشمن شہر کو فتح کیا گیا ہے - عبدالرحمن ثالث کا تعمیر کردہ دلفریب محل الزاہرا لوٹ لیا - اور جزوی طور پر توڑ پھوڑ دیا گیا - بالآخر مہدی قتل کر دیا گیا - اور سلیمان نے جولائی سنہ ۱۰۱۰ء مین غریب ہشام کو بہی گرفتار کر کے یا تو قتل کرا دیا - یا مکہ کو بہیجدیا - لیکن غاصب کو جس نے المستعین باللہ کا لقب اختیار کیا - اپنی ناجائز فتحمندی سے زیادہ عرصہ پہل نہ اوٹہانا ملا - جلد ہی ایک اور بغاوت برپا ہو گئی - جس کے دوران مین وہ معزول ہو کر ہلاک کر دیا گیا - اور اوس کے ساتہ کئی صدیون کے بعد اموی خاندان کی حکومت کا سلسلہ چند برسون کے لیئے ٹوٹ کر جلد ہی ہمیشہ کے لیئے منقطع ہو گیا - سلیمان کے بعد ادریسی خاندان کا ایک رکن علی بن حمود تخت پر متمکن ہوا - چند دن بعد وہ بہی ہلاک ہو گیا اور سنہ ۱۰۱۷ء مین قاسم اوس کا بہائی خلیفہ ہوا - لیکن بربرون نے اوس کی رفاقت بہی جلد چہوڑ دی - اور اوس کے برادر زادہ نے سرکش ہو کر اوسے قرطبہ سے نکال دیا - اوس کے اخراج پر اہالی قرطبہ نے پہر ایک اموی کو تخت پر بٹھایا - اوسے بہی زیادہ عرصہ حکمرانی کرنا نصیب نہ ہوا - بعد ازان تین اور اموی عبدالرحمن المستظہر باللہ اور محمد المستکفی باللہ و ہشام ثالث المعتد باللہ تہوڑے تہوڑے زمانہ کے لیئے بادشاہ ہوئے - ان برائے نام بادشاہون مین سے آخری کے ساتہ اموی خاندان کا ہسپانیہ مین خاتمہ بالخیر ہو گیا - اہالی قرطبہ نے کچہہ عرصہ علی بن حمود کے بیٹے یحییٰ الملقب بہ معتلی کی متابعت کی سنہ ۱۰۳۵ء مین اس کے ایک قاتل کے ہاتہہ سے ہلاک ہو جانے پر

انہون نے اپنے شہر مین جمہوری حکومت قایم کرلی - جو چالیس برس قایم رہی - بعد ازان قرطبہ کو بادشاہ سیویل نے فتح کرلیا - محمد المستکفی باللہ مشہور عرب شاعرہ ولادہ کا والد تہا - وہ اپنے زمانہ کی فصیح ترین عورت تہی - اور علم وفضل مین اپنے بادشاہ کے دربار کے بہترین شاعرون کی ہمپلہ تھی - اس عہد کی تاریخین اس شہزادی کے قصّون افسانون سے بہری پڑی ہین - وہ شرافت وعفت اور حسن وظرافت مین بہی ایسی مشہور تھی - بڑی عمر تک زندہ رہی - ساری عمر مجرد رہی - اور ۴۸۴ھ ہجری مین ۸ مئی ۱۰۹۱ء کو بحالت تجرید فوت ہوئی - ہشام ثالث کی نسبت المقری لکھتا ہے :-

وہ نرم مزاج اور روشن خیال حکمران تھا - اور کئی خوبیان رکھتا تھا - لیکن ان کے باوصف اس کے دارالخلافہ مین داخل ہونے سے بعد جلد ہی قرطبہ کے متلون المزاج اور ناقابل باشندے اس کی حکومت سے ناراض ہوگئے - اور فوج نے ۴۲۲ھ ہجری (۱۰۳۱ء) مین اوسے تخت سے اُتار دیا -

طوائف الملوکی } دارالخلافہ کے ان پولیٹکل فسادون اور بادشاہ گردیون سے صوبہ کے گورنرون اور امراء کو آزاد ومطلق العنان بننے کا موقعہ مل گیا - ملاگا الجیراس اور متصلہ اضلاع پہ بنی حمود نے متصرف ہوکر امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا - وہ ادریس مراکو کی نسل سے تھے - اور حمود بن میمون بن احمد بن علی عبید اللہ بن عمر بن ادریس کی اولاد تھے - حمود حاجب المنصور کے زمانہ مین افریقہ سے بھاگ کر قرطبہ مین پناہ گزین ہوا تہا - جہان حاجب اُس سے بہ شفقت پیش آیا - اور اوسے خلیفہ ہشام کی افواج مین ایک دستہ کی کمان بخشدی - بنو حمود ان اضلاع مین ۱۰۵۷ء تک عمران رہے - جہان سے سن مذکور مین شاہ غرناطہ نے ان کو بیدخل کیا - غرناطہ پر اس طوفان بےتمیزی مین بربر سردار زادی نے تصرف کرلیا - اور اس کا خاندان اس ریاست پر ۱۰۹۰ء تک قابض رہا - سیویل اور مغربی اضلاع جن مین الغرب بہی شامل تہا - بنو عباد کے تصرف مین ہوگئے - اس خاندان کا بانی سیویل کا قاضی القضات ابوالقاسم محمد ابن عباد تہا - عباد قاضی مذکور کے ایک جد کا نام تہا - محمد کے بعد اوسکا بیٹا ابو عمر عباد الملقب بہ معتضد باللہ مالک ریاست ہوا - بنو عباد کا آخری بادشاہ

معتمد تھا۔ جسے یوسف بن تاشفین نے افریقہ کو جلا وطن کر دیا۔ ٹولیڈو پر بنو ذوالنون نے قبضہ کر لیا۔ جن کا خاندان مسرفانہ شان و شوکت کے لیے بڑا مشہور رہا۔ اس خاندان کے آخری حکمران قادر نے ٹولیڈو کا شہر ۱۰۸۵ء (۴۷۸ھ) میں الفونسو ششم کے حوالہ کر دیا۔ سارا گوزا پر بنو ہود جو عبد الرحمن ثالث کے عہد کے ایک مشہور جرنیل محمد بن ہاشم التناجیبی گورنر سارا گوزا کی اولاد تھے۔ ۱۱۱۸ء تک حکمران رہے۔ اس سال عیسائیوں کے سردار راسیر پنہ اے نے مسلمانوں سے فتح کر لیا۔ صوبجات باڈاجوز۔ والنشیا مرسیا۔ اور آلمیرا پر بھی اسی طرح خود مختار امیر حکمران تھے۔ بحیرہ روم کے جزائر مع ڈینیا۔ ابوالجیوس مجاہد بن عبد اللہ عامری کے تصرف میں تھے جو حاجب المنصور کا ایک آزاد شدہ غلام یا مولا تھا۔ وہ ایک کمال دلیر اور نبرد آزما اور کامل تجربہ کار ناخدا تھا۔ وہ ہر وقت جنگی جہازوں کا ایک جرار بیڑہ تیار رکھتا تھا۔ اور اسے فرانس یا اٹلی کے سواحل پر متواتر یورشیں کرتا رہتا تھا۔ جب وہ زندہ رہا۔ کسی عیسائی جہاز کو بحیرہ روم میں داخل ہونے کی جرأت نہ پڑی۔ اسی سے یکھ کر عیسائی مورخ ڈوزی اوس کی شان میں لکھتا ہے کہ مجاہد اپنے زمانہ کا سب سے بڑا بحری قزاق تھا۔ یہ چھوٹے چھوٹے والیان ملک جو من حیث المجموع ملوک الطوائف کہلاتے تھے۔ سب کے سب بلا استثنا علوم و فنون کے فیاض دل مربی تھے۔ بلکہ ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی تھی۔ کہ علم کی قدر دانی میں اپنے معاصرین سے کسی طرح گوے سبقت لے جائے۔ اون میں سے اکثر اعلےٰ پایہ کے ادیب اور شاعر تھے۔ معتمد سیول کا آخری بادشاہ اپنی نظم کی لطافت اور نثر و انشاء کی پاکیزگی کے لیے خاص امتیاز رکھتا تھا۔ مظفر بن افطاس شاہ باڈاجوز نے پچاس جلدوں میں ایک بے نظیر تاریخ کتاب المظفری کے نام سے لکھی۔ ہسپانیہ کے عرب مورخون نے ان ملوک الطوائف کی نسبت یہ ریمارک بالکل صحیح کیا ہے۔ کہ جب ہار کے ٹوٹ جانے اور اس کے موتیوں کے بکھرنے کے بعد چھوٹے چھوٹے بادشاہوں نے بنی امیہ کے ترکہ کو آپس میں بانٹا۔ تو علم و ادب کو اس تقسیم سے نقصان پہونچنے کی بجائے بے اندازہ فایدہ ہوا۔

اس زمانہ میں مسیحی ہسپانویون کے حملون کا بہ نسبت سابق زیادہ شدید

اور تیز ہو جانا طبعی امر تھا۔ لیکن اگر یہ بادشاہ آپس مین متحد رہتے۔ یا مشترک اغراض کو بخوبی مدنظر رکھتے۔ تو عیسائیون کو ان کے برخلاف بمشکل کوئی کامیابی ہوتی۔ مگر افسوس۔ اس کے برعکس باہمی پھوٹ اور رشک و حسد نے انکی تباہی و بربادی کا راستہ صاف کر دیا۔ بعض کی عقل پر تو یہانتک پردہ پڑ گیا کہ وہ اپنے مسلمان حریفون کے برخلاف عیسائیون سے متحد ہو گئے۔ ۱۰۵۶ء مین کیسٹل اور لیون کے بادشاہ فرڈی نینڈ اول نے اپنی کل طاقت سے عربون پر حملہ آور ہو کر جو باہمی نغض و نفاق کا شکار ہو رہے تھے۔ انکو اکثر اہم مقامات سے خارج کر دیا۔ اور اب حسب معمول ہر مفتوحہ شہر یا قصبہ مین عیسائیون نے ابلیسانہ مظالم توڑنے مین کوئی کسر نہ اوٹھا رکھی۔ اون کے ایک سردار بو باسٹرو نے بالخصوص جو جو ظلم و ستم کیے۔ قلم ان کو بیان کرنے کی طاقت نہین رکھتا۔ معتضد شاہ سیول نے لیون بادشاہ کو خراج دینا قبول کر کے اپنی ریاست بچائی۔ وہ ۱۰۶۹ء مین فوت ہوا۔ اور اوسکا بیٹا معتمد تخت پر بیٹھا۔ ۱۰۷۰ء مین معتمد نے قرطبہ کو عیسائیون سے فتح کر کے دریائے گوادل کور دوادی الکبیر، سے لیکر دریائے گواڈی آنا دوادی آنا، تک کل ملک کو مطیع و منقاد بنا لیا۔ فرڈینینڈ اول کے ۱۰۶۵ء مین فوت ہو جانے پر اوس کا بیٹا الفونسو چہارم کیسٹل کا بادشاہ ہوا تھا۔ وہ بڑا خود غرض۔ بے اصول۔ اپنے مفاد کے سامنے ایمان و اخلاق کی کچھہ پرواہ نہ کرنیوالا اور بڑا جاہ طلب تھا۔ اُس نے اپنے کل بھائیون کو اون کی ریاستو سے بیدخل کر کے بلقب شہنشاہی لیون۔ کیسٹل۔ گالیشیا۔ اور نوار پر قبضہ کر لیا۔ اور اُس خراج سے مطمئن نہ ہو کر جو عرب ملوک الطوائف دیا کرتے تھے۔ کل جزیرہ نما پر قابض ہونیکا عزم بالجزم کر لیا۔ اوس کے پاس فوج نہایت شاندار تھی۔ جس مین یورپ کے تمام حصون سے آزمودہ کار نبرد آزما آکر جمع ہو گئے ہوئے تھے۔ اس کے گھمنڈ پر وہ فرعون ثانی بن گیا ہوا تھا۔ اور اکثر یہ کہا کرتا تھا۔ کہ جن بھوت ہون یا آسمان کے فرشتے مین ان کے مقابلہ کو بھی تیار ہون۔ ۱۰۸۵ء مین جب خاندان ذوالنون کے آخری بادشاہ قادر نے ٹولیڈو اوس کے حوالہ کر دیا۔ تو اوس کے کبر و نخوت کی کچھہ انتہا نہ رہگئی۔ غرناطہ۔ باڈاجوز۔ سیول اور چند دیگر شہرون کے حکمرانون کو جو مسلمانون کے قبضہ مین باقی رہ گئے رہتے۔ اب اپنا عشر بھی صاف دکھائی دینے لگ گیا۔ اور وہ اس خطرہ

عظیم سے بچنے کے لیئے مدد و اعانت کے لیئے چارون طرف نظر دوڑانے لگ گئے مگر خود جزیرہ نما کے اندر خانہ جنگیون اور اندرونی تنازعات و مناقشات باہمی نے مشترک دشمن کے برخلاف ایک عام جتھا بنا نا محال بنا دیا ہوا تھا۔ ادہر سے مایوس ہو کر انہون نے ملک سے باہر نظر دوڑائی۔

المرابطین کی ہسپانیہ مین جبکہ اسلامی سلطنت پارہ پارہ ہو رہی تہی۔ مغربی افریقہ مین ایک نئی طاقت پیدا ہو گئی تہی صحرا کے بربر موسومہ ملثمین[1] تازہ تازہ مسلمان ہوئے تہے۔ اپنے مذہبی مقتداؤن کے زیر لواء جو مربوط یعنی اولیاء کہلاتے تھے۔ انہون نے وسیع علاقے فتح کر لیئے تہے۔ اور زمانہ زیر بحث مین انکی سلطنت سینیگال سے الجیریا تک پہیلی ہوئی تہی۔ ان کے فرمانروا المرابطہ کہلاتے تہے۔ جو لفظ بگڑتے بگڑتے المرادوہ بن گیا۔ مربوط کا لفظ ولی کے معنون مین اسوقت بہی الجزائر مین عام مستعمل ہے۔ مشہور یوسف بن تاشفین جسے تہوڑا ہی عرصہ پیشتر خلیفہ بغداد نے امیر المسلمین ممتاز خطاب عطا کیا تہا۔ ان کا بادشاہ تہا۔ مذہبی علماء کی تحریک و ترغیب پر ہسپانیہ کے مسلم بادشاہوں نے مدد کے لیئے اسی یوسف کے پاس التجا کی۔ وہ اس التجا کو قبول کر کے اکتوبر ١٠٨٦ء مین مراکو سے ہسپانیہ مین داخل ہوا۔ سیویل کے قریب معتمد اور دیگر اندلسی مسلمان امیرون کی فوجین اوسے آملین اور وہان سے یہ متفقہ فوج باڈاجوز دبازی اوس بیابانی اوس کیطرف بڑہی۔ الفونسو باڈاجوز سے بارہ میل بجانب جنوب بمقام زلاقہ[2] اسکے

[1] یعنی نقاب پوش۔ لثام نقاب کو کہتے ہین۔ انکا یہ نام اسواسطے رکہا گیا۔ کہ اس قبیلے کے مرد صحرا کی سوزندہ ریگ سے بچاؤ کرنیکے لیئے ہمیشہ نقاب چہرون پر رکہا کرتے تھے۔ ملثمین کی عورتون کو بہت آزادی حاصل تہی۔ اور وہ بلا تکلف و بے نقاب مردون مین چلا پہرا کرتی تہین۔ اور چونکہ وہ یورشون اور لڑائیون مین شریک نہ ہوتی تہین بنا برین ریت سے چہرون کے بچانے کے لیئے نہ انکو نقاب کی ضرورت پڑتی تہی اور نہ وہ عموماً اوسے پہنتین۔ امیر علی۔

[2] عیسائی اوسے سلرالیاس پکارتے ہین۔ امیر علی ١٢

مقابل ہوا۔ مسلمان فوج کی جمعیت کلہم صرف بیس ہزار آدمیون کی تہی۔ ادہر عیسائی فوج ساٹھ
ہزار سے زیادہ مردان آزمودہ کار اور تجربہ کار نبرد آزماؤن پر مشتمل تہی۔ فریقین مین
بروز جمعہ ۲۳ اکتوبر ۱۰۸۶ء کو خوفناک و خونریز لڑائی ہوئی۔ ابن الاثیر اپنی
تاریخ کی جلد دہم صفحہ ۱۰۰ پر لکہتا ہے۔ الفونسو صرف تین سو سوارون کے ساتھ میدان
جنگ سے مفرور ہوکر جانبر ہوا۔ اس کی باقی تمام فوج وہین کہیت رہی۔ زلاقہ کی مسلم
فتح نے کچہہ عرصہ کے لیئے لیون کی مسیحی بادشاہت کو بیدست و پا کر دیا۔ اس موقعہ پر یوسف
بن تاشفین ہسپانیہ مین زیادہ دن نہ ٹہیرا۔ مگر دوسرے برس دوبارہ آکر اوس
نے تمام مسلمان لوک الطوائف کو بیدخل کرکے اون کے مقبوضات المرابطین سلطنت
مین شامل کر لیئے۔ اور دریائے ٹیگس تک کل اندلس امیر المرابطین مراکو کے زیرنگین[1]
ہوگئی۔ مرابطی بادشاہون کے عہد مین فقیہون کو جن کی تحریک سے امیر یوسف کو
بلایا گیا تہا۔ اور اوسے اون کی مدد سے اپنے مدعا مین کامیابی حاصل ہوئی تہی
بہت اقتدار حاصل ہوگیا۔ ڈوزی لکہتا ہے کہ جیسا اقتدار مسلمانون کے مذہبی
علماء کو مرابطیون کے زمانہ مین حاصل رہا۔ اس کی نظیر رومن کیتہولک قوم کے بادشاہون
کے اور کسی زمانہ مین نہین مل سکتی جن کے زمانہ مین عیسائی پادریون کو ایساہی
غلبہ حاصل رہا تہا۔ ان فقیہون نے اپنی تنگ خیالی کی عنان یہان تک [illegible] کر دی
کہ امام الغزالی کی کتاب احیاء العلوم والدین کو بہی مردود قرار دیدیا۔ حالانکہ سر تا پا
شریعت کے مطابق ہے۔ اور آزاد خیالی کو اس مین مطلقاً دخل نہین دیا گیا۔

جب تک یوسف زندہ رہا۔ عیسائی اوس کے خوف سے دم نہ مار سکے۔ وہ
۱۱۰۶ء مین فوت ہوا۔ اور اوس کا بیٹا علی جس کی کنیت ابوالحسن تہی[2]۔ وارث تاج
وتخت ہوا۔ وہ اپنے قابل باپ کے قدم بقدم چلا۔ گو بقول مورخ چند باتون مین وہ
اس کی برابری نہین کر سکتا تہا۔ اس نے عیسائی قبیلون کو کئی مرتبہ شکست دی۔ اور

[1] معتمد بادشاہ سیویل مراکو جلاوطن کر دیا گیا جہان وہ ۱۰۹۵ء مین فوت ہوا۔ اوس کے
زوال و تنزل کی داستان بہت ہی رقت انگیز ہے۔ امیر علی

[2] ابن خلکان اسکی نسبت لکہتا ہے۔ وہ ایک لائق و حلیم الطبع متقی و زاہد و عالی ہمت [illegible]
بادشاہ تہا

اُن سے مقامات تالاویرا ایمبڈرڈ[۱] مجریت، گواڈل اکسارا دوادا المجارہ[۲]) اور بہت سے اور قلعے اور شہر فتح کر لیے۔ دوسری طرف اوس کے جرنیل سیر بن ابی بکر نے قصبات سنتاریم دخیینترم، بادا جوز۔ اپورٹو دبورتوکال، ایوورہ دطبورہ)، اور لزبن۔ دالیشبونا)، عیسائیون سے پھر مسخر کر لیے۔ مگر ان فتوحات کے بالمقابل ویسے ہی آراگان کٹالونیا اور کوہ پرنیز پار کے فرنچ علاقہ کے عیسائیون کی متفقہ فوج نے مسلمانون سے سارا گوزا دسراکستہ کلاٹامود دقلعات ایوب اور دریا ڈنگیس سے پرے کے دیگر اہم مقامات فتح کرکے دونون پلڑے یکسان کر دیئے۔ غرض مرابطین ادہر اندلسیہ مین مشغول تھے۔ افریقہ مین ایک نئی تحریک جو اون کے حق مین سم قاتل ثابت ہوئی طاقت پکڑ رہی تھی۔

الموحدین کی ۵۱۴ھ ہجری مطابق ۱۱۲۰ء مین ایک شخص مسمی محمد ابن تومرت[۳] مغربی افریقہ کے شہر سوس کا باشندہ ماری ٹینیا کے وسیع سلسلہ کوہستان کے بربر باشندون کے پاس پہونچا۔ وہ نسلاً عرب تھا۔ لیکن بذریعہ تبنیت ایک بربر قبیلہ سے اوس کا تعلق ہوگیا تھا جوانی مین بلاد مشرق کی سیاحت کرکے اوس نے فلسفہ اور فقہ کو الغزالی ابو بکر الطرطوشی اور دیگر آئمہ وقت سے تحصیل کیا۔ وطن واپس آکر ہر طبقہ و درجہ کے لوگون مین بداخلاقی و عیاشی کا عام رواج اور عوام کو پیر پرستی مین غرق دیکھنے سے اوس کی طبیعت مین سخت جوش پیدا ہوگیا۔ اور اس نے اپنے تئین مہدی موعود بتاکر کوہستان اٹلس کے وحشی باشندون مین اصلاح و پاکیزگی کا وعظ شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ مین ایک جم غفیر اس کا معتقد بن گیا۔ اور اوس نے انہین سے ایک نوجوان مسمی عبدالمومن کو جو ایک متمول تاجر کا بیٹا تھا اپنا نائب و خلیفہ مقرر کیا۔ اوس کے معتقدین اور مریدون نے موحدین کا خطاب اختیار کیا۔ اون کی طاقت زور پکڑ گئی۔ اور چند برسون ہی مین المرابطی سلطنت کے بعض حصص پر ۴
قابض ہو کر اونہون نے ایک وسیع بادشاہت قائم کر لی۔ علی بن یوسف کی زندگی

بتدریج موحدین کا عروج ۴

۱۔ اوسکا پرانا نام مجوریٹم تھا۔ ۲۔ اس کے لفظی معنے ہین پتھرون والا دریا۔ دریا کے نام پر شہر کا بھی یہی نام ہوگیا۔ ۳۔ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن تومرت امام حسن اول کی اولاد سے علوی النسل تھا۔

مین انکو زیادہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ وہ ۵۴۱ھ ۱۱۴۳ء مین فوت ہوا۔ اور اُس کا بیٹا تاشفین جو الموحدین[۱] کے مقابلہ کی بالکل قابلیت نہ رکھتا تھا تخت نشین ہوا۔ وہ ۱۱۴۵ء مین ہلاک ہوگیا۔ اور مراکو کی سلطنت عبدالمومن[۲] کو منتقل ہوگئی۔ المرابطین والمواحدین کے باہمی جنگ وجدال سے اندلسوی عیسائیون کو اسلامی علاقون کو دل کہول کر تاخت وتاراج کرنے اور مسلمانون پر ناگفتہ بہ مظالم توڑنے کا خوب موقع مل گیا۔ اسوقت الفونسو ہفتم حکمران تہا۔ جس نے اپنے دادا الفونسو چہارم کیطرح لقب امپراطوری اختیار کیا ہوا تھا۔ وہ قرطبہ سیول اور کرمونا کی دیوارون تک تمام اسلامی سر زمین کو تباہ وبرباد اور مسلمانون کو تہ تیغ کرتا ہوا بڑھتا چلا گیا۔ شہر اکسیرلیس کو تاراج کے بعد جلا کر تو وہ خاکستر بنا دیا۔ اور گواڈکس دروادی آش تک بڑھا گیا۔ پانچ برس بعد اوس نے جین۔ بائیزا۔ عبیدہ۔ اور اندوجار کے زرخیز اضلاع کو ویران و برباد کیا۔ ان مسلسل تباہیون سے لاچار ہوکر اندلسوی مسلمانون نے پھر اپنے پار کے بھائیون سے مدد کی التجا کی۔ ۵۴۱ھ مین عبدالمومن نے ایک فوج بیڑہ جنگی جہازات اُن کی مدد کو روانہ کی۔ اوس کے جرنیلون نے عیسائیون کو اسلامی علاقہ سے مار بھگایا۔ اور جن المرابطی گورنرون نے اپنے اپنے علاقہ مین خود مختار حکومت قایم کرلی تہی۔ اونکو بیدخل کرکے یا مطیع بنا کر اندلسیہ کو اپنے فرمانروار کے تابع کردیا۔ اس سے چار برس بعد عبدالمومن[۳] نے اپنی وسیع سلطنت کو صوبون میں تقسیم کرکے اپنے بیٹون کو ان پر گورنر مقرر کیا۔ ۵۵۴ھ ہجری (سنہ ۱۱۶۰ء) مین اُس نے فرنگیون سے شہر مہدویہ فتح کرکے امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا۔ اس اہم شہر کی فتح سے وہ صحاری بارقہ سے لیکر اوقیانوس تک کل شمالی افریقہ کا مالک و متصرف ہوگیا۔

[۱] عیسائی نگار انکو الموہیڈ پکارتے۔ [۲] محمد بن تومرت عبدالمومن کو جانشین چھوڑ کر ۵۲۴ھ (سنہ ۱۱۳۰ء) مین فوت ہوا۔ [۳] مثلاً ابو محمد عبدالعبد جو باپ کے بعد بادشاہ ہوا صوبہ بوگیا اور اس کے ملحقات کا۔ ابوالحسن علی فاس کا۔ اور ابوسعید سیوطا دسبطہ، الجیراس دالجزیرۃ الخضراء ملاگا وغیرہ کا گورنر تہا۔ اسی طرح دیگر صوبون پر باقی بیٹے۔

سید امیر علی صاحب کی تحریر کو یہان پر ختم کر کے مین نئی فصل سے پھر مسٹر میکنس کی کتاب کی طرف رجوع کرتا ہون خاندان الموحدین کے باقی فرمانرواؤن کے حالات سید صاحب کے کتاب سے نئے فصل مین ایزاد کرون گا۔ چونکہ ان چند فصلون مین زیادہ تر ہسپانیہ کا ذکر ہے۔ جزیرہ نماء کا نقشہ معہ صوبون تشریح کے اس موقعہ پر دیدیا گیا ہے۔

فصل پنجم

توسیع سلطنت۔ زمانہ موحدین از سنہ ۱۱۴۹ء تا سنہ ۱۲۶۹ء

ابن تومرت مہدی۔ مرابطی حملہ کا نتیجہ اگرچہ بہت بڑا اور عظیم الشان ہوا تھا۔ اور مرابطین کے زیر فرمان کہ ایک طرح سے سلطنت کے بانی مبانی ہی وہی ہوئے تھے سلطنت مراکو کی حدود بہت وسیع ہو گئی تھین۔ تاہم کچھ عرصہ سے کوہستان اٹلس مین ایک نئی مذہبی طاقت قوت پکڑ رہی تھی۔ جس کی قسمت مین مغربی سلطنت کو اسقدر وسعت بخشنا مقدر تھا کہ یوسف بن تاشفین کے وہم و گمان مین بھی کبھی اسقدر وسعت کا خیال تک نہ گذرا تھا۔ اس نئی طاقت کا صدر اعلے محمد ابن تومرت تھا مراکو کی تاریخ کے سٹیج پر جسقدر صورتین جلوہ گر ہوئی ہین۔ ان سب مین یہ شخص ایک خاص امتیاز اور اپنے اوصاف و کیرکٹر کی وجہ سے غالباً ان سب پر خاص فوقیت رکھتا ہے۔ وہ سوس کا باشندہ تھا اور اگرچہ مصمودہ بربرون کے قبیلہ خرتمہ[1] کا ایک فرد تھا۔ اس نے فقط عربی نسل ہی نہین بلکہ حضرت سرور کائنات صلعم کی نسل سے ہونے کا دعوی کیا[2] اور اپنے تئین ایک عرب خاندان مین سے جو موسیٰ کے ساتھ مراکو آیا تھا۔ اور بقول

[1] اس قبیلہ کا تب سے نام و نشان گم ہو گیا ہے۔ اس کا کچھ پتہ نہین چلتا۔ [2] یہ دعوی اوس نے ایک قدیم نسب نامہ کے ذریعہ سے کیا تھا جسے ابن خلدون اپنی تاریخ کی جلد اول صفحہ ۱۵۰ مین جعلی بتاتا ہے۔ ابن خلکان لکھتا ہے کہ پہلو موحدی فرمانروا عباسیہ خلافت کو مانتے رہتے تھے۔

دیگر ادریس کے بھائی سلیمان کی اولاد سے بتایا جس کا خاندان جیسا کہ پہلے لکھا جا
چکا ہے۔ بربر قبائل کے علاقہ مین رہائش گزین ہو گیا تھا۔ جوانی مین وہ بغرض تحصیل
علوم بلاد مشرق کو گیا۔ اور زہد و اتقا مین عام مشہور ہو گیا۔ وہ کمال بیباکی سے دوسرون
کے عیوب پر معترض ہوتا۔ اور خلاف شرع امور کا ارتکاب دیکھ کر غصہ سے ایسا بے بس ہو
جاتا کہ عیاشون کے شراب کے خم اور آلات موسیقی فوراً توڑ پھوڑ دیتا۔ ابن خلکان
لکھتا ہے۔ وہ کامل متقی و پرہیزگار تھا۔ سخت قلاشی و افلاس سے بسر اوقات کرتا۔
دریدہ پارچات اوس کی پوشاک تھے۔ اور اس کی غذا نہایت سادہ ہوتی تھی۔
تاہم ہمیشہ بشاش اور خوش رہتا۔ اور ہر وقت ریاضت و نفس کشی پر مائل۔ اس
کے پاس ایک عصا اور چرمی شکیزہ کے سوا کوئی دنیاوی متاع نہ تھا۔ شجاعت
مین بہت بڑھا ہوا تھا۔ عربی اور مغربی دونون زبانین بڑی فصاحت کیساتھ بولتا
تھا۔ جو احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتے اون کے اعمال پر بڑی سختی سے لعن طعن
کرتا۔ اور اس طریق پر عمل سے جو سختیان اوس پر وارد ہوتین ان کو صبر و تحمل سے برداشت
کرتا۔ مرابطیون کی مستورات کا بے نقاب چلنا پھرتا اسے سخت ناگوار گذرتا تھا۔

ایسے لوگون کے ساتھ ابنائے دنیا کا جو سلوک ہوتا ہے۔ وہی اس سے ہوا
کہ بے عزت ہو کر نکالا گیا۔ مصر گیا تو وہان بھی تمولین تھے جنپر وہ ہمیشہ لعنت
و ملامت کیا کرتا تھا۔ اسکو چین نہ لینے دیا۔ یہی گت ٹونس مین ہوئی۔ ان جگہون
سے جواب ملنے پر اس نے بالآخر کوہستان اٹلس کے بربرون مین بسیرا جا کیا۔ جو اگرچہ
توہمات پرستی مین متذکرہ صدر ممالک کے باشندون سے بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن
آزادمزاجی اور عیاشی مین اون سے نسبتاً بہت کم تھے۔ بربرون نے اسکو موضع
تن مالت (سفید گنبد) مین جو دریا انفیس کے منبع کے قریب اغمات سے ایکدن کی
مسافت پر آگے کر کے آباد تھا۔ اور پھر بعد مین معدوم ہو گیا۔ پناہ دی اور حق مہمانی
ایسی عمدگی سے ادا کیا کہ اس کی خود آپ نے امیر سے بھی جسے نیز اس نے اپنی صاف گوئی
سے ناراض[1] کر دیا تھا حفاظت کرتے رہے۔ وہ اس نواح مین سنہ ۱۱۲۲ء مین پہونچا۔

[1] امیر مذکور نے مہدی کی آمد اور اس کے دعوے کی خبر سنکر اسے اپنے سامنے بلایا دیکھو صفحہ ۱۱۰

اسوقت اس کی عمر ۲۸ برس کی تھی - ابن خلکان اس کا حلیہ یہ لکھتا ہے :- قد میانہ - جسم پتلا سر بڑا - رنگ گندم گون اور آنکھیں نہایت روشن و تیز " کتاب المعارف کا مصنف اس کے کیریکٹر اور جبلی خصایل کا لب لباب ان مختصر فقرات مین قلم بند کرتا ہے :" وہ چہرہ کو پانی یعنی شرم و ندامت کے آنسو بہانے پر اپنے آب زندگی (جسم کے خون) کے بہانے کو ترجیح دیتا تھا - اوس کا ہر وقت کا مقولہ یہ تہا - جو کوئی میری متابعت اس دنیا کے متاع کے لیئے کرتا ہے - اوسے مجھ سے سوا ، اس چیز کے جو وہ یہان میرے پاس دیکھتا ہے - یعنی فقر و فاقہ کے اور کچھہ نہین ملے گا - لیکن جو دوسرے جہان کے اجر کے لیئے میرے ساتھہ ہوتا ہے - وہ اپنا صلہ خدا سے پائیگا -

موحدین عقائد کی مہدی راستہ مین ایک جگہ ایک نوجوان بنام عبدالمومن سے دوچار ہوا - جسکو اوس نے نہائت قابل اور مستعد شخص دیکھہ کر اپنے ساتھہ لے لیا - مورخین کا اس امر پر بہت اختلاف ہے - کہ عبدالمومن کس مقام پر تومرت کو ملا تھا - ابن تومرت کے عالم شباب مین فوت ہو جانے پر اوس کے شاگرد رشید نے اپنے مرشد کی اون امیدون

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹) اور اس کی گدایانہ حالت دیکھہ کر بڑا تعجب ظاہر کیا - ابن تومرت نے جواب دیا مجھے اس دنیا کی خواہش نہین - بلکہ عالم ثانی کی یہان میرا فرض یہ کام ہے کہ لوگونکو نیکی کرنے اور بدی کے ترک کی نصیحت کرون - پھر حسب معمول امیر کو کھلم کھلا الفاظ مین وعظ و پند شروع کر دیا - اس موسائے ثانی کو خود جواب دینے سے عاجز ہو کر امیر نے زمانہ قدیم کے مصری فرعون کی طرح اپنی ریاست کے تمام عقلمندون کو اس کے مناظرہ کے لیئے جمع کیا مگر جب اون سب کے ایک ساتھہ بولنے سے ایسا شور و غل برپا ہو گیا - کہ بحث کرنا مشکل ہو گیا - تو اون علماء مین سے دو آدمی تومرت کے مقابلہ کے لیئے منتخب کیئے گئے - جو ابھی کچھ سوال کرنے پائے تھے - کہ مہدی نے پیش دستی کر کے اون سے سوال کیا - بتاؤ - کیا علم کے ذرایع اور راستے محدود ہین ؟ علماء نے جواب دیا - ہان - وہ قرآن اسکی تفاسیر اور احادیث پر محدود ہین - مہدی نے اسپر کہا کہ تم لوگ جیسا کہ مناظرہ کا قاعدہ ہے صرف میرے سوال کا جواب دو - اس سے تجاوز نہ کرو - یہ سنکر علماء ساکت ہو گئے - اور جب کچھہ عرصہ تک وہ کوئی جواب نہ دے سکے تو مہدی نے کہا - آؤ مین تمکو بتاتا ہون نیکی اور بدی کے منبع چار ہین - علم نیکی کے راستہ کا منبع ہے - اور جہالت - شک اور قیاس بدی کے (روض القرطاس)

کو جو اوسے دنیاوی بادشاہت کے حصول کے متعلق تہین - برابر مدنظر رکھا - اور اون کو پورا کرکے چھوڑا - ایک اور تیسرے شخص کو ساتہہ ملاکر جسے الہام کے ظاہر کرنے کے مناسب وقت کے پہونچ جانے تک احمق یا مجذوب بنا رہنے کی نصیحت کی گئی - ابن تومرت نے دس جاہل مگر خوب مضبوط بربر بطور محافظ ساتھ لے لیئے - اس طرح اپنا جتھا قایم کرکے اس نے جلد ہی کافی طاقت بہم پہونچائی - اور ۱۱۳۰ء میں اپنے تئین مہدی موعود[1] کی حیثیت مین ظاہر کر دیا

اس نے اپنے مریدون کو موحدین کا خطاب دیا - کیونکہ اس کی تعلیم کا خاص مدعا خدا کی کامل توحید کو آشکارا کرنا تہا - وہ خدا کی صفات کو اس کی ذات سے جدا نہین سمجہتا تہا - اس کے ثابت کرنے کے لیئے قرآن کی متشابہ آیات کی اپنے مطلب کے موافق تفسیر و توضیح کی مرابطین چونکہ ان آیات کے لفظی معنے کرتے ہین - اون سے خدا کی ذات معین - اور ایسی قرار پاتی ہے - جو چھوئی اور دیکھی جا سکے - اور اسطرح اونہون نے خدا کا ایک جسم قرار دیا ہے - اوس نے بےشمار حیرت انگیز حیلون[2] اور فریبون سے گرد و نواح کے مسموده

[1] مہدی کے لفظی معنے ہدایت کیئے گئے ہین - مگر اس لفظ سے اوسی کو متصف کیا جاتا ہے - جس نے حضرت کائنات کی پشینگوئی کے مطابق مہدی موعود ہونیکا دعوی کیا ہو - بخاری وغیرہ کتب احادیث مین مہدی کے متعلق جو . . احادیث درج ہین - اون سے پایا جاتا ہے کہ حضرت سرور عالم کے ذہن مین ہر پیشینگوئی کے وقت ایک ہی طرح کی تصویر جلوہ گر نہ تہی - ورنہ مختلف احادیث مین مہدی موعود کے مختلف اوصاف نہ درج ہوتے - تاہم یہ اوصاف سب احادیث مین بالصراحت درج ہین - کہ مہدی حضرت کی نسل سے ہوگا - اوس کا چہرہ کشادہ اور بینی بلند و بالا ہوگی - وہ زمین کو جو ظلم و ستم سے معمور رہوگی - عدل و انصاف سے بھر دیگا - اور سات برس حکمرانی کریگا - اور ایسے زمانہ خوشحالی مین فوت ہوگا - کہ لوگ تمنا کرین گے - کہ کاشکہ مردگان بہی زندہ ہوکر اس عالم فیضان سے حصہ لین - اہل شیعہ کا اعتقاد ہے کہ مہدی آخری امام ہوگا - اور کل مذاہب پر غالب ہوکر بدون کی بیخکنی کریگا - میکینس -

[2] بطور مثال مین ایک فریب کی کیفیت روض القرطاس اور ابن خلدون سے یہان درج کرتا ہون :- ملتونا قبیلہ سے اوس نے ایک معرکہ مین سخت نقصان کے ساتہہ (دیکھو صفحہ ۱۱۲)

مسعودہ قبایل کے دلون مین اپنے زہد اور خدا رسی کا - اور ان کی زبان مین تسلط در رسالے بالخصوص رسالجات[1] موسومہ مرشدہ و توحید تصنیف کرکے اپنے علم و فضل کا بڑی پختگی سے جما دیا -

---

[1] ابن خلکان نے اُس کے رسالون کی اپنی تاریخ مین بہت تعریف کی ہے - اس تعریف کی تصدیق تاریخ ابن خلکان کا فرنچ مترجم ڈی سلین ایک حاشیہ مین بالفاظ ذیل کرتا ہے: " مین اس امر کی تصدیق کرتا ہون کہ ابن خلکان نے ابن تومرت کی قابلیت و لیاقت کی جو صفت و ثناء کی ہے - وہ بالکل درست ہے - یہ رسالے ایک باریک خط سے لکھی ہوئی چھوٹی سی کتاب کی صورت مین منضبط مین جو مصنف کی وفات سے ۸۰ برس بعد لکھی گئی تہی - یہ کتاب پیرس کے قومی کتب خانہ مین ہے " ابن تومرت کے ایک اور رسالہ کا نام اعرنا یطیب ہے " جس مین وہ شیعہ لوگون کے مطابق امام کی معصومیت کا عقیدہ سکہاتا ہے - مصنف روض القرطاس لکہتا ہے - فصاحت اور کمال علوم مین اسکا کوئی ہم پلّہ نہ تہا - بیکنس - ۱۲۰

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱) شکست اٹہائی - جس سے مہدی کے رفقاء کے حوصلے بہت پست ہو گئے - رات کیوقت وہ باقیماندہ ہمراہیون سے چند کو ساتہہ لیکر قبرستان کو گیا - اور انکو زندہ دفن کرکے انکی قبرون مین ایک ایک سوراخ ہوائی آمد رفت کے لیے رہنے دیا - تاکہ وہ زندہ رہین - دفن کرنے سے پہلے انکو سکہا دیا - کہ اگر کوئی اُنسے سوال کرے تو جواب دین کہ وہ کفار کے مقابلہ مین شہید ہونے کے صلہ مین اسوقت بہشت برین کی نعمتون سے پورا پورا تمتع اٹہا رہے ہین - ان لوگون کو دفن ہونے پر رضاء مند اس وعدہ سے بنایا گیا کہ دوسرے دن اُن کو قبرون سے نکال کر بڑے بڑے عہدون پر مامور کر دیا جائیگا - اس کارروائی سے فارغ ہو کر وہ اپنے باقیماندہ شکستہ دل رفقاء کے پاس واپس آیا - اور کہا کہ جو شہید ہو گئے ہین وہ اسوقت جنت مین ہین - تم یوس کیون ہوتے ہو - اگر کسی کو میرے دعوٰی کی صداقت مین شبہ پیدا ہو گیا ہو تو مقتولین سے جا کر پوچھے - رفقاء نے ایسا ہی کیا - اور قبرونکے پاس جاکر پکارا - " اے مردہ رفیقو! بتاؤ تمہین قادر ذوالجلال سے کیا ملا " قبرون سے مردون نے نہایت بشاشت لہجہ مین جواب دیا کہ ہمکو ہر ایک طرح کی نعمت حاصل ہے - جو سوال کرنیوالون کی حیرت کی کچہہ انتہا اور خوش اعتقادی کی مضبوطی کی کوئی پایان نہ رہگئی - انکو کسی مزید ثبوت کی احتیاج نہ رہی - اور ابن تومرت کا اجتہاد بہم قوی ہو گیا - ابن تومرت احمق نہ تہا - کہ ایفائے وعدہ کرکے اس راز کے فاش ہو جانیکے دائمی خطرہ مین مبتلا ہونا منظور کر لیتا - اُسنے ان بیوقوفون کی قبرون پر جلتی آگ روشن کرکے دہوان اندر جانے دیا کہ انکو دم لو رکے اور پہر سوراخونکو بند کر دیا - کہ انکے ساتہہ ہی یہ راز بہی ہمیشہ کیلئے زیر زمین دفن رہے - بیکنس -

آخرکار اس کے معتقدین کا مقابلہ بادشاہی افواج سے بھی ہو پڑا۔ اور اگرچہ انہون نے کسطلانی سپاہیون کے ایک دستہ کو جو اونکی علاقہ مین محاصل وصول کرنیکے لیے گیاتہا۔ تہ تیغ کردیا۔ مگر مراکش کی فصیل کے متصل اونکو سخت شکست ملی۔ اور ابن تومرت کے دس رفقاء سے ایک اس معرکہ مین ہلاک ہوا۔ اس پر کل بربرون نے عام بغاوت کردی۔ ساتون سرغنہ مسمودہ قبائل[۱] ابن تومرت کے ساتہہ مل گئے۔ اور اونکے اتفاق سے اوس کی طاقت بے اندازہ قوت پکڑ گئی۔ اس نے اونکی مدد سے باقی ماندہ بربرون کو مطیع ومنقاد بنالیا۔ جو اسوقت سے اس کے ہمراہی ہو گئے۔ ہر ایک قبیلہ کے سردارون سے منتخب کر کے لشکر کی درستی وترتیب کے لیے پچاس اعیان کی مجلس کی ماتحتی سے مستثنیٰ رکہا گیا عبدالمومن کو کل معاملات کی عنان سپرد کیگئی۔ اور ابن تومرت پہلے سے زیادہ ریاضت وعبادت مین منہمک ہو گیا اس تدبیر سے وسطی اٹلس کے مسمودہ زناطہ جو پہلے ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے مین مشغول رہا کرتے تھے۔ اپنے قدیم اعدا الملتونا سہناجیون کے برخلاف متحد ومتفق ہو گئے۔

اس موقعہ پر ابن تومرت کے فوت ہو جانے سے اوس کے شاگرد عبدالمومن کو جو رغبت بجائے سپاہگری کیطرف زیادہ مائل تہا۔ بالکل کھلا میدان مل گیا۔ اور وہ ایک ایسی زبردست حکومت اور عظیم الشان خاندان کا بانی ہوا۔ جس کے برابر مراکو مین کوئی خاندان نہین گذرا۔

عبدالمومن از سنہ ۱۱۳۰ء تا سنہ ۱۱۶۳ء

شاگرد بہی اُستاد سے کچھ کم عیار نہ تہا۔ مہدی کی وفات پر خلیفہ کے انتخاب مین تنازعہ ومقابلہ ہونے کے امکانی اندیشہ روک تہام کے لیئے اوس نے ایک عجیب پیش بندی کی اور اس مین اُسے کامیابی بہی پوری پوری ہوئی۔ اوس نے ایک شیر کو اپنے ساتہہ ایسا ہلایا۔ کہ وہ کتے کیطرح اس کے پیچھے پیچھے چلتا اور ایک پرندہ کو یہ فقرہ سکہایا کہ فتح وقوت خلیفہ عبدالمومن کی ملک ہین۔ ابن تومرت کے مرنے پر مجلس

---

[۱] یہ سات قبیلے حسب ذیل تہے۔ حنطاط۔ وعدمیوا جو اسوقت تک موجود ہین۔ غرفیہ وتن مالل جو بعد کی لڑائیون مین معدوم یا منتشر ہو گئے۔ قومیہ۔ غورفیہ۔ اور ہزرجہ۔ تن مالل نے ابن تومرت کی قبر کو اپنا مسکن ومرکز بنالیا تہا۔ اور موحدین کے زوال کے بعد بہی اُنکا یہ اعتقاد رہا کہ ابن تومرت ایکدفعہ پھر آکر موحدین کی سلطنت کو قایم کریگا۔ ایک قبیلہ کی شاخ موسومہ سکساوا عرصہ دراز تک خود مختار رہکر اپنے جدالامیر کو معزز کرتی رہی

اعیان جب جانشین کے انتخاب کے لیئے جمع ہوئی - تو ایک شیر بے تحاشا جنگل سے دوڑتا ہوا اندر آگھسا - جسے دیکھتے ہی اور تو سب جان کے خوف سے بھاگ گئے - مگر عبدالمومن بدستور بیٹھا رہا - اور شیر بجائے اس کے اس کے حملہ کرے - آکر اوس کے قدمون پر لوٹنے پوٹنے لگ گیا - او سیوقت ایک پرندہ نے جو پہلے نظرون سے غایب تھا - اس محفل مین اپنا سکھا ہوا فقرہ بلند آواز سے پکار دیا - ان دونون امور کا اثر جادو سے بڑھکر ہوا استمام متا بعین ہی عبدالمومن کا نقرئی سکہ جو پہل نانک شاہی یا مغلی زمانہ کے نصف روپیہ کے برابر تھا - اس کے ایک طرف الحمد للہ رب العالمین - اور دوسری طرف ابو محمد عبدالمومن امیرالمومنین - نقش ہے - ایک ایسا سکہ جو قصبہ جین واقعہ ہسپانیہ مین ضرب ہوا - لندن کے عجایب گھر مین رکھا ہے -

جب عبدالمومن منتخب ہوا - اسوقت علی بن یوسف مین تاشفین حکمران تھا - موحدین نے اگرچہ آئندہ برسون مین ۱۱۴۳ء تک درعہ کا کل علاقہ اور وسطی مراکو فتح کر لیا - لیکن سلطنت کا قبضہ کہین بیس ایک برس کے بعد جاکر منتقل ہوا - اسوقت تک اونھون نے سات برس کی مسلسل معرکہ آرائی کے دوران مین اپنی جنگی کارروائیون کو ہسپانیہ تک وسیع کر دیا - اس ملک مین اونھون نے پہلے کیڈز کو اور پھر ۱۱۴۴ء مین قصبہ اکسیر لیس کو فتح کیا - دو برس بعد اون کے بربر معاونون نے قاضی کی مدد سے مرابطین کو قدیم پایہ تخت قرطبہ سے خارج کر دیا - موحدی قبضہ سے پہلے اس شہر پر عیسائیون نے مسلمانون کی باہمی خانہ جنگیون سے فایدہ اوٹھاکر حملہ کیا تھا - اور اس مین داخل ہوکر تمام شہر کو لوٹ لیا - اور جامع مسجد مین اپنے گھوڑے باندھے تھی - مگر وہ قبضہ کرنے کی نیت سے نہین - بلکہ محض تاخت و تاراج کے لیئے آئے تھے - شہر کو لوٹ کھسوٹ کر چلدیئے ۱۱۲۵ء مین ملاگہ فتح ہوا - اور اسی سال عبدالمومن نے بمقام سبیول اپنے تئین شاہ اندلسیہ مشتہر کیا - گو غرناطہ پر اس کا قبضہ اس سے دس برس بعد ۱۱۵۵ء مین ہوا -

افریقہ مین بھی اس دوران مین موحدین کو پے در پے فتوحات حاصل ہوئیں سب سے پہلے ۱۱۴۳ء مین آورن اور تلمسان - پھر فاس - سالی اور سیوٹا مصاحب مسخر ہوئے - ۱۱۴۷ء مین مراکش گیارہ مہینون کے بعد فتح ہوا - بقول ابن اثیر مراکش مرابطیون کے ہاتھ سے اون کے بے فتوری تنخواہدار سپاہیون کے علیحدہ

ہو جانے کی وجہ سے نکلا من بعد[1] ات اور تانجیر فتح ہوئے - اور بالآخر مکناسہ سات برس کے محاصرہ کے بعد سنہ ۱۱۵۰ء مین مسخر ہوا - اسی سال مین عبد المومن کے پاس اسلامی اسپانیہ کے تقریباً تمام حکمرانون نے حاضر ہو کر اطاعت کی حلف اوٹھائی - اس جزیرہ نما مین مرابطی یعنی مرابطی خاندان کی معدومیت اور نئے خاندان کے قیام کے درمیانی زمانہ مین چھوٹی چھوٹی ریاستین قایم ہوگئی تہین - المقری لکھتا ہے "جس طرح بنی امیہ کے زوال پر اون کے جرنیلون اور گورنرون نے اس وسیع سلطنت کے صوبون کو آپس مین بانٹ لیا تہا - اوسی طرح اب بڑے بڑے صوبون کے گورنر تو بجائے خود رہے چھوٹے چھوٹے گورنرون - رئیسون اور ایسے مقتدر آدمیون مین سے ہر ایک نے جن کے پاس چند ہمراہی اور ضرورت کیوقت پناہ لینے کے لیئے کوئی چھوٹا موٹا قلعہ تہا - اپنے آپ کو سلطان کے لقب سے ملقب کر کے بادشاہی کے دیگر لوازمات بہی اختیار کر لیئے -

مورخ ابن خلدون کا یہ قول بالکل درست ہے کہ اس وقت اندلسیہ عجیب و غریب نظارہ دنیا کو دکھلا رہی تہی - کہ جتنے اس مین شہر اور قصبے تہے اتنے ہی بادشاہ موجود تہے" ان چھوٹے چھوٹے بادشاہون کے مطیع ہو جانے کے وقت سے موحدین کا اقتدار کل اسلامی اندلسیہ پر غالب ہو گیا - اس سے دو برس بعد سنہ ۱۱۵۲ء مین عبد المومن نے اپنے مشرقی ہمسایون کی طرف عنان توجہ منعطف کی - اور الجیریا پر حملہ کر دیا - الجیریہ قسطنطینہ، دریہ تا سنہ ۱۱۶۰ء تک فتح ہو گئے - اور چند سال بعد سنہ ۱۱۶۸ء مین - بوجہ ٹونس - قیروان - سوسا - گابیس - سفکس - مہدیہ - طرابلس اور بارقہ بہی مطیع و منقاد ہو گئے - اور مغربی سلطنت اپنی انتہائی وسعت کو پہنچ گئی - مہدیہ جزیرہ سسلی کے مسیحی نارمن لوگون سے فتح کیا گیا تہا - جو سنہ ۱۱۴۸ء سے اوسپر قابض چلے آتے تہے -

عبد المومن الکومی - ایک کمہار کے فرزند کے عہد کی فتوحات کی یہ ہے مختصر فہرست جو اوپر درج ہوئی ہے - اس اولین موحدی امیر نے سنہ ۱۱۶۷ء مین امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا - موحدی امراء نے خلافت کا ہی دعویٰ نہ کیا - بلکہ خلفاء راشدین کا لقب پسند کیا جو عموماً صرف حضرت سرور کائنات کے پہلے چار جانشینون کے لئے محدود دیکھا جاتا ہے - زمانہ وسطیٰ کے عیسائی نویسندے امیر المومنین کو بگاڑ کر اپنی زبانون مین میرامولین لکھا کرتے تہے - اسلامی تاریخ کے جاننے والون سے مخفی نہیں ہے

[1] یعنی منسوب بکومیا ایک قبیلہ تہا - جو الجیریا مین قصبہ نیمورس نزاد تہا کے قریب ساحل بحر پر آباد تہا - سکینتر

کہ یہ خطاب اوّل اوّل حضرت عمر فاروق نے خلیفہ رسول اللہ کی بجائے وضع کیا تھا۔

عبدالمومن کا حلیہ اور اسکے اوصاف

عبدالمومن کے مربی ابن تومرت نے ایکدفعہ اوسے مخاطب کر کے بھری مجلس مین کہا تھا "تجھ مین جسقدر اوصاف موجود ہین وہ سب درجہ کمال کو پہونچے ہوے ہین۔ اور یہ امر ہم سب کے لئے خوشی و مسرت کا باعث نہایت ہوگا۔ تیرہ چہرہ کشادہ۔ منہ تبسم ریز۔ اور تیری روح خالص شریفانہ ہے" اسکا رنگ نکھرا ہوا۔ رخسار سرخ۔ آنکھین سیاہ۔ پلکین لمبی۔ ناک بلند و بالا۔ ڈاڑھی خوب بھری ہوئی۔ قد بلند۔ شہسواری مین طاق۔ اور شجاعت مین فرد تھا۔ اور اس شکل و شمایل اور اوصاف کیوجہ سے اوس کی سپاہ اوسے اپنی جان سے عزیز تر رکھتی۔ اور امارت اور شجاعت کا مجسم نمونہ سمجھتی تھی۔ علاوہ بران وہ دینی طلباء سے بڑھکر متقی اور عابد و زاہد تھا۔ اور ساتھ ہی رطب اللسان شاعر بھی۔ ہمدردی اوس کے وجود مین کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور اس کی آواز تسخیر قلوب مین سحر تاثیر تھی۔ ان اوصاف کی بدولت سخت سے سخت متعصب اور تنگ خیال علماء کی جماعت بھی اوس کی مداح اور طرفدار ہوگئی تھی۔ اوس نے اپنے انصاف و عدالت اور انتھک مستعدی سے ہر کہ ومہ کو اپنا دالہ و شیدا اور مداح و ثناخوان بنا لیا تھا۔ ہمیشہ مظفر و منصور رہا۔ اور کوئی بغاوت یا سازش اوسے کبھی گزند نہ پہونچا سکی وہ ۶۳ برس کی عمر مین فوت ہوا۔ مگر اس عمر مین بھی بقول ایک معاصر مورخ کے اس کا قد تیر کی طرح سیدھا۔ آنکھین بدستور روشن اور دانت موتیون سے زیادہ سفید تھے۔ اس کا سر بڑا۔ اور داہین رخسارہ پر ایک مسا تھا۔ ہاتھ سخت۔ ڈاڑھی گھنی۔ اور بیٹھے ہوئے بھی وہ بہت اونچا معلوم ہوتا تھا

۱۱۶۳ء مین اوس نے سالی سے باہر مسیحی ہسپانیہ پر حملہ کرنے کے لیے اپنے تمام شاہی لشکرون سے زیادہ جرار لشکر جمع کیا۔ اور روانہ ہونے ہی والا تھا۔ کہ ناگہان پیام اجل پہونچ گیا۔ اور موت نے اُس شخص کو مغلوب کر دیا۔ جس کے تند و سخت حملون اور ضربات سے چھوٹے بڑے کسی کو مفر نہ ملتا تھا۔ المقری کا بیان ہے کہ اوس نے اس مہم کے لیئے اپنے الجزایری اور تونسوی صوبون سے تین لاکھ عرب اور زناطہ اور مراکو سے ایک لاکھ اسی ہزار مور جمع کئے تھے۔

عبدالمومن کا عہد حکومت

عبدالمومن کے عہد کے بیشمار نشان و آثار ابتک موجود ہین۔ جبل طارق کا شہر اسی نے تعمیر کیا۔ جس کا اپنا نام بدل کر اوس نے نیا نام جبل الفتح رکھا مگر وہ پرانے نام کے مقابل فروغ نہ پکڑ سکا۔ موجودہ قلعہ جو اب فوجی قید خانہ کا کام دیتا ہے۔ ادسی کے انجنیر دن نے ۱۱۶۱ء مین بنا کیا تھا۔ اور نیز وہ بون جی جو اب تک موجود ہے۔ اس پہاڑی کا ایک اہم و نمایان حصہ اوس کے نام سے موسوم ہے[1]۔ افریقہ مین اُس نے پیدائشی شہر کے متصل تلمسان کا نیا قصبہ آباد کیا۔ اقدر مکناسہ کو از سر نو تعمیر کرایا۔ اُنکی عمارت ۱۱۴۵ء مین شروع ہوکر ۱۱۵۰ء مین ختم ہوئی۔ تمام سلطنت کی جامع مساجد قلعے اور فصیلین اوس کے حکم سے مرمت کی گئین۔ اور قصبہ سالی کو پانی پہونچانے کے لیئے سقف نہر تیار کی گئی۔ البتہ قصبہ سبطہ سیوٹا کی فصیلین گرا دین کیونکہ وہان کے باشندے ایکدفعہ اُس سے سرکش ہو گئے تھے۔ وہ پہلا فرمانروا تھا۔ جس نے بارقہ سے لیکر وادنون تک تشخیص خراج و عشر کے لیئے ملک کی مکمل طور پر پیمائش کرائی۔ اوس کے عہد مین اندرونی منتہائی قطعات کے درمیان سڑکین اور راستے بھی بالکل محفوظ ہوگئے۔ سونا اُچھالتے چلے جاؤ۔ کسی کو معترض ہونے کا یارا نہ رہگیا تھا۔ ایکدفعہ کسی دشمن نے بہ نیت قتل اُسپر حملہ کیا۔ ایک وفادار غلام نے آگے بڑھکر وار کو اپنے جسم پر روکا اور اپنے آقا پر قربان ہو گیا۔ اسوقت سے اوس نے خاص اپنے قبیلہ سے چالیس ہزار آدمیون کی محافظ شاہی فوج قایم کی۔ عبدالمومن کا وزیر ایسا خوش نصیب نہ نکلا۔ بدخواہون نے اوسے دودھ مین ملاکر زہر دیا۔ اور وہ اس کے اثر سے ہلاک ہو گیا۔

ہسپانیہ اور ٹونس پر فوجکشیان کرتے رہنے کے لیئے اوس نے بہت بڑا بیڑہ جہازات تیار و آراستہ کیا۔ اپنی سلطنت کے بنادر ٹانجیر، سیوٹا۔ اورن اور ساحل ریف کے بندرگاہون سے اوسے فی الفور چارسو جہاز تیار مل گئے۔ اور اسی جہاز ہسپانیہ سے آگئے۔ جس امر نے اوسے اپنی رعایا مین خاصکر بہت ہردلعزیز بنا دیا۔ وہ یہ تھا کہ زمانہ غربت و گمنامی مین . . . . . . جن لوگون نے اُسکی یا اوس کے مربی کی مدد کی تھی۔ اُس نے اُن مین سے ہر ایک کو خود بلا بلاکر کافی صلہ دیا۔ اوسکی

[1] دیکھو تاریخ المقری جلد ۱ صفحہ ۳۱۵۔

خاندان کی دیرپا یادگار وہ فقرہ ہے۔ جسے وہ بالالتزام اپنے تمام مراسلون کے عنوان پر لکھا یا کرتا تھا۔ یہ فقرہ الحمد للہ وحدہٗ۔ ہے جو مراکو مین اتبک عام مستعمل ہے۔

یوسف ثانی سنہ ۱۱۶۳ء تا سنہ ۱۱۸۴ء

وفات سے کچھ عرصہ پہلے عبدالمومن نے اپنے بیٹے محمد کو جانشین مقرر کیا۔ مگر باپ کے فوت ہونے پر دوسرے بیٹے یوسف نے بھائی کو بیدخل کرکے باسانی تمام تاج و تخت پر تصرف کر دیا۔ کیونکہ محمد شراب کا عادی اور ایک نہایت ہی مکروہ بیماری[1] مین مبتلا تھا۔ یوسف نے ہسپانیہ کا انتظام اپنے ایک اور بھائی عمر کو تفویض کیا۔ اور خود مغرب کے نظم و نسق کی اصلاح و تکمیل شروع کی۔ اس سے فارغ ہوکر وہ سنہ ۱۱۷۱ء مین یورپ گیا۔ اور اپنے دربار کو مراکو سے ہسپانیہ کے شہر سیول (اشبیلیہ) کو منتقل کر دیا۔ اور وہان کی مشہور جامع مسجد اور مسقف نہر کی تعمیر کا حکم دیا۔ جو کارلونا سے لائی گئی ہے۔ ٹولیڈو کے سوا اوس نے وہ تمام علاقے جو فرنگیون نے مسلمانون سے چھین لیے تھے۔ پھر فتح کر لیے۔ دس برس بعد سنہ ۱۱۸۰ء مین اوس نے ٹونس پر فوجکشی کرکے اپنی سلطنت کو اور وسیع کیا۔ اس مہم مین اوس نے مقام گابیس کو جو باغی ہو گیا تھا فتح کیا۔ مہم مذکور سے چار برس بعد سنہ ۱۱۸۴ء مین جبکہ وہ پرتگال کے قصبہ سنٹارم کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ لڑائی مین شہید ہو گیا۔ اور فوج نے اوسی وقت اوسکے بیٹے یعقوب اول کو جسکی عمر ۳۲ برس کی تھی اپنا بادشاہ بنا لیا۔

یوسف ثانی قابلترین اور کمال عقلمند مغربی سلاطین مین شمار کیا جاتا ہے۔ وہ نہایت ہی شریف الطبع۔ فیاض اور علم کا سچا شیدائی تھا۔ طب اور فلسفہ مین بالخصوص اوسے کمال دسترس تھی۔ قرآن شریف اور صحیح بخاری اوسے حفظ تھی۔ اور کتابون کے جمع کرنے کا بھی اوسے بے اندازہ شوق تھا۔ افلاطون اور ارسطو کی کتابون کو بڑے شوق سے مطالعہ کیا کرتا تھا۔ مشہور زمان علامہ اجل قاضی قرطبہ محمد ابن رشد جسے یورپین "ایوررس" لکھتے ہین۔ اسی علم دوست فرمانروا کے درباریون مین سے تھا۔ جسکو زمانہ کے دیگر مشہور فضلا کی طرح اوس نے اپنے پاس بلا لیا تھا۔ ابن رشد اپنے مربی کے فرزند یعقوب المنصور کے عہد مین سنہ ۱۱۹۹ء مین فوت ہوا۔

[1] یہ برص کی مرض تھی۔ مترجم ۱۲

یعقوب نے اوسے وفات سے چند برس پہلے ایک عبارت کو جس مین زہرہ کو بھی بتایا گیا تھا۔ بجز فہا ترجمہ کرنے کے الزام مین کچھ دن قید بھی کر دیا تھا۔ مشہور اطبا ابن رشد و ابن زہرہ) داون بیس وابن باجا) بھی یعقوب کے عہد مین گذرے۔ یوسف کے طریق حکمرانی کے متعلق ایک نمایان امر یہ تھا۔ کہ اوس نے صوبون کے گورنرون کو اگرچہ کامل اختیار دے رکھے تھے۔ لیکن کسی کو کبھی سرکشی یا نافرمانی کا یارا نہ تھا۔ اس کی بڑی وجہ تھی کہ اوسے قابل اور صادق آدمیون کے پہچاننے کا خاص ملکہ خداوند کریم نے عطا کر رکھا تھا۔ صرف افریقیہ سے اوسے سالانہ خراج مین اسقدر اشرفیان آتی تھین۔ کہ وہ ایک سو پچاس خچرون پر بار ہوتی تھین۔ سیول یعنی علاقہ ہسپانیہ سے بھی اوسے اسیقدر آمدنی ہوتی۔ بوجیہ تلمسان۔ اور مراکو کی آمدنیان ان سے علاوہ تھین۔ اوس نے گو اپنے بھائی کو بیدخل کر دیا تھا۔ مگر اوس کے عہد مین جسقدر طلائی سکے مضروب ہوئے اوپر اوس کے بڑے بھائی محمد کا ہی نام منقوش ہوتا تھا۔

ترکون کی آمد افریقہ مین ترکی قوم پہلے پہل اوسی کے عہد مین ممالک باربری مین پہونچی۔ یہ ۱۱۷۱ء کا واقعہ ہے۔ اسوقت کسی کے خواب وخیال مین بھی نہین تھا کہ یہ قوم صدیون تک شمالی افریقہ کے حصہ کثیر کی مالک رہیگی۔ مگر اس کے باوصف اوسے مراکو یا ہسپانیہ مین کبھی اپنے قدم جمانیکا موقعہ نہ ملا۔ گو مراکشی فوج ملیشیا مین ہسپانیون یونانیون۔ اور دیگر اجنبیون کی طرح ترک بھی کئی دفعہ نوکر رکھے جاتے رہے۔

یعقوب المنصور ۱۱۸۴-۱۱۹۹ء اہالی یورپ مین مولائی ادریس اور مولائی اسمٰعیل کے سوا اور کسی مغربی فرمانروا کا نام اسقدر مشہور نہین۔ جسقدر کہ اس شہزادہ کا جسے ۱۱۸۴ء مین سنٹارم کے سامنے اہالی مغرب کا بادشاہ مشہر کیا گیا اور المنصور کا لقب دیا گیا۔ اوسے اپنے باپ کے قابل تعریف نظم ونسق کو دیکھنے کا ہی موقعہ نہ ملا تھا۔ بلکہ یوسف نے اکثر خودمختار بادشاہون کے برعکس جنکو اپنی ولی عہد وتبیر عموماً بہت کم اعتبار ہوتا ہے۔ اوسے قابل تعریف اعتماد وعقلمندی سے کام لیکر اپنا ایک طرح سے وزیر بنا کر اصول جہانبانی مین خوب ماہر کر دیا ہوا تھا۔ اس اعلی

تربیت وتلقین نے اپنا اثر فی الفور محسوس کرا دیا۔ یعقوب دراز قامت اور خوش شکل نوجوان تھا۔ رنگ گورا آنکھین سیاہ اور بڑی بڑی۔ ہاتھ پاؤن خوب مضبوط۔ دہن چوڑا۔ اور آواز بلند تھی۔ اور متقی اور سادگی پسند ایسا تھا کہ تا دم مرگ سیدہی اون کی پوشاک کے سوا کبھی پرتکلف لباس نہ پہنا۔ عبدالوہاب اور ابن خلدون لکھتے ہین "اس کی زبان نہایت شستہ اور گفتگو کمال مھذب تھی۔ اور وہ اپنے زمانہ کا نہایت ہی صادق القول اور راستباز شخص تھا۔ اور خواہ اس کی اپنی ذات یا خاندان کو کیسا ہی نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو۔ وہ سچائی کو کبھی ہاتھ سے نہ دیتا تھا" اس کا اصول "علی اللہ توکلت" یعنی یہ تہا کہ میرا کل بھروسہ خدا پر ہے۔ اکثر مراکشی سلاطین کی طرح اُس کی والدہ بھی ایک عیسائی کنیز تھی۔

ملکی رسم وآئین کے مطابق اوس کے تخت نشین ہونے پر اُس کے دو بھائی اور ایک چچا قتل کروا دیے گئے کہ کہین سلطنت کے مدعی بنکر فتنہ وشر کا باعث نہ ہون۔ مگر اس کی سلطنت کو استحکام کی شہادت پہلے ہی دین دُنیا کو اس تدبیر سے بدرجہا زیادہ موثر تدابیر سے مل گئی تھی۔ کہ خزانہ شاہی سے ایک لاکھ اشرفیان محتاجون اور غربا مین تقسیم کیگئین۔ تمام زندانون کے دروازے کہولدیے گئے۔ کل نا انصافیون کی جام دادرسی کی گئی۔ اور دعویداروں کے دعوی بیباق کر دیے گئے۔ ان تدابیر سے ایسا عمدہ طریق حکومت رائج ہو گیا کہ بقول مصنف روض القرطاس جب تک یعقوب المنصور زندہ رہا۔ اکیلی عورت بلا خوف وخطر ادلون سے بارقہ تک سفر کر سکتی تھی۔ اسی مورخ کا قول ہے کہ "موحدی سلاطین مین وہ عظیم ترین فرمانروا اور ہر پہلو ولحاظ سے نہایت ہی بلند حوصلہ اور عالی ظرف تھا۔ اوس کی حکومت اعلے درجہ کی تھی۔ اس نے خزانہ کو معمور کر دیا۔ اپنی طاقت کو بہت بڑہا لیا۔ اوس کے افعال جلیل القدر بادشاہ کے شایان حال تھے۔ مذہب مین بڑا راسخ الاعتقاد تہا۔ مسلمانون کیساتھ بڑی بھلائی کی خداوند کریم اپنے فضل وکرم سے جو بڑا رحیم وغفور ہے۔ اسپر رحم فرمائے۔ وہ بڑا ہی نیک مرد تھا اور اوسکا انصاف کا دلدادہ اور ہمیشہ خود عدالت کیا کرتا تہا۔ مگو بعض ادعات وہ ایسے لوگون کو جو خفیف شہادتین لیکر اوسکے سامنے جاتے کوڑے سے بھی پٹوا دیا کرتا تھا، بلکہ وہ احکام شریعت کا بھی از حد پابند تہا۔ پانچون وقت کی نماز باجماعت جامع مسجد

مین جاکر پڑہتا۔ اور خلفائے رشدین کی طرح جن کے بعد یہ دستور بالکل جاتا رہا تہا خود امامت کرتا جو نماز مین شامل نہ ہوتے اونکو کوڑے پٹوا تا۔ اور شراب پینے والون کو قتل کرا دیتا۔ عام رواج ہو گیا تہا کہ قرآن کو چھوڑ کر اوس کے مفسرون اور فقیہون کے اجتہاد کے مطابق مقدمات فیصل کئے جاتے۔ اس نے حکم دیدیا کہ تمام فیصلے فقط احکام و نص قرآنی پر مبنی ہوا کرین۔ سورہ فاتحہ کے پہلے بسم اللہ کے پڑہے جانے کا دستور المنصور نے ہی رائج کیا تہا۔

ایک اور افریقی مؤرخ عبد الاحد اسکی شان مین لکہتا ہے "یعقوب کے عہد مین سلطنت کو بلا توقف پے درپے فتوحات حاصل ہوتی رہین۔ مراکو مین اپنا عمل دخل مستحکم کر کے ۸۷-۱۱۸۶ء مین اوس نے مرابطی امیر علی بن غانیہ پر جو مجورکا سے بہاگ آیا تہا۔ اور ٹونس مین علم بغاوت بلند کر دیا تہا چڑہائی کی۔ مگر پیچھے مراکو مین ایسے واقعات ظہور مین آئے جنکی وجہ سے یعقوب کو فی الفور مراجعت کرنا ضروری ہو گیا۔ اور اوس نے بسفر خشکی کے رستہ ایسی سرعت کے ساتھ طے کیا کہ سترہ دنون مین بوجیہ سے تلمسان پہونچ گیا۔

اس واقعہ سے چند برس پیشتر (۱۱۷۱ء مین) سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب مصر کی فاطمی حکومت کو نیست و نابود کر کے وہان مملوکون کی حکومت قایم کر چکا تہا۔ جب ۱۱۸۷ء مین اوس نے بیت المقدس عیسائی مجاہدین سے فتح کر لیا۔ اور یورپ کی مسیحی بادشاہ اوسے مسلمانون کے قبضہ سے چھڑانے کے لیئے ارض مقدس پر دہاوا کر کے پہونچ گئے۔ تو صلاح الدین نے دوسرے مسلمان بادشاہوں کیطرح امیر یعقوب سے بہی مدد کی درخوست کی۔ وہ چاہتا تہا کہ یعقوب اوسے عکہ، ٹایر (صور) اور طرابلس الشام کو عیسائیون سے چھڑانے کے لیئے بحری طاقت سے امداد دی۔ درخوست کے ساتہ اوس نے ۱۱۸۹ء یا ۱۱۹۱ء مین ایک سفارت[1] یعقوب کیطرف

---

[1] اس سفارت کا سردار ابو الحرث عبد الرحمن تہا جو شام کے علاقہ شیرز کے بادشاہون کی اولاد مین سے تہا۔ شیخ احمد کتاب الاستقصا مین تحایف کی مقدار حسب ذیل لکہتے ہیں۔ دو قرآن کریم ایک سو درہم۔ روغن بلسان بیس رطل عود چہ سو مثقال مشک و عنبر

روانہ کی۔ جس کے ہاتھ دو نہایت بیش قیمت قرآن شریف۔ مرہم۔ عود۔ عنبر۔ مشک عطریات اور مصالح مرصع طلائی زین عربی کمانین اور ہندی نیزے اور بہت سے اور قیمتی تحایف بھیجے۔ مگر چونکہ مراسلہ مین یعقوب کو امیر المومنین نہین (اس لقب کا مستحق صلاح الدین کی نظرون مین صرف خلیفہ بغداد ہی تھا) بلکہ امیر المسلمین لکھا ہوا تھا۔ یعقوب بگڑ گیا۔ اور گو اُس نے سفرا کی بڑی خاطر تواضع کی اور بہت اچھی طرح سے پیش آیا۔ لیکن اصل غرض کو پورا کرنے سے پہلو بچا گیا۔ اور سفرا بے نیل مرام واپس گئے۔ بلکہ یعقوب کو ایسا غصہ آیا تھا کہ اس نے اسیوقت مصر پر حملہ کرنے کی ٹھان لی۔ تاکہ ان بدعتون اور مکروہات کی بیخکنی کرے۔ جو مغربی مرتاضون کے خیال مین وہان عالمگیر ہو رہی تھین۔ مگر حمیت اسلامی جلد اس نفسانیت پر غالب آگئی۔ اور کچھ مدت بعد اوس نے ایک سو اسی جہازون کا بیڑا اپنے مشرقی بھائیون کی مدد کے لیے سواحل شام کو بھیجدیا۔

وہ بذات خود زیادہ تر اپنے ہمسایہ فرنگیون سے مشغول پیکار رہا۔ ساحل مراکو کی طرف فوجون کے جہازون پر سوار ہونے کے لیئے اُس نے آبنائے کے تنگ زمین موقعہ پر قصر مصمودہ کو سنہ ۱۱۹۰-۱۱۹۱ء مین از سرنو تعمیر کرایا۔ اُس کا نام بعد مین القصر الصغیر ہو گیا۔ وہ مدتون سے ویران ہو چکا ہے۔ منصور یورپ پر حملہ کرنے کی ان ابتدائی تیاریون سے ابھی فارغ نہ ہوا تھا کہ اوسے پھر ایک اور مشرقی مہم پر اپنے ہی ہم مذہبون کے برخلاف جانا پڑا۔ جس پر اُس نے ہسپانیون سے پانچ برس کے لیئے عارضی صلح کر لی مگر یہ چار برس ہی قایم رہ سکی۔ سنہ ۱۱۹۴ء مین یعقوب کو خبر پہونچی کہ عیسائی جرار فوج جمع

لہ انگریزی و لاطینی لفظ سارا سنز شرقیئن کا بگڑا ہوا ہے۔ بنا برین وہ مراکو یا ہسپانیہ کے مسلمانون پر حاوی نہین ہو سکتا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۲۱) پچاس عربی کمانین۔ بیس ہندی نیزے۔ اور چند چار جامے صلاح الدین نے جو خط مین لکھا اس کا عنوان یہ تھا۔ فقیر الی اللہ یوسف بن ایوب صلاح الدین اسے امیر المسلمین۔ یہ خط ادیب عبد الرحیم بسیانی نے لکھا تھا۔

کر رہے ہین - اس بدعہدی کی سزا دینے کے لیئے اوس نے فوجکشی کا حکم صادر کر دیا -
دو نون فوجین مقام کالاڑاوا دجو قلعات الرباط کا بگڑا ہوا ہے ، کے قریب
الارکوس[1] کے میدان مین ایک دوسرے کے مقابل ہوئین کچھہ دن دونون لشکرون سے
نامی پہلوان اور تبردآزما میدان مین نکل کر اکیلے اکیلے لڑتے رہے - باقی کل فوجین خاموش
کھڑی ان مبارزتون کا تماشا دیکھتی ہین - یعقوب کی طبیعت کچھہ ناساز ہو گئی تھی - اوس نے
اس سلسلہ کو غنیمت سمجھا - تندرست ہونے پر اس نے عام ہلّہ کا انتظام کر کے کچھہ فوج
عیسائی بادشاہ[2] کے خیمے پر حملہ کرنے کے لیئے بھیجی کہ عیسائی فوجین اوس کی حفاظت کیطرف
متوجہ ہو جائین - اور خود باقی سپاہ لیکر دوسری طرف سے غنیم پر ٹوٹ پڑا - اور
ایسی شدت سے حملہ کیا کہ دشمن ایک لحظہ کے لیئے تاب مقاومت نہ لا سکے - ایک لاکھ
چھیالیس ہزار عیسائی ہلاک ہوئے[3] - تیس اور چالیس ہزار صرف ایسے اسیر تھے
جو بادشاہ کے حصہ آئے - وہ شاہی عمارات پر کام کرنے کے لیئے مراکو بھیجے گئے
جن کو مسلمان مجاہدین نے وہین بیچدیا - یا فدیہ لیکر چھوڑ دیا - اپنے پاس رکھا
وہ علیحدہ رہے - پانچ ہزار کا مسلمان اسیرون سے تبادلہ کیا گیا - غنیمت کا اس سے
اندازہ ہو سکتا ہے کہ ساٹھ ہزار زرہ بکتر شاہی خزانہ مین داخل کی گئین - اور نقدی
وغیرہ کے علاوہ پچاس ہزار خیمے اسی ہزار گھوڑے ایک لاکھ خچر اور چار لاکھ بار کش
گدھے فاتحین کو ملے - غلام ایک ایک درہم کو - گھوڑے پانچ پانچ درہم کو اور
گدھے ایک ایک درہم کو بکے - یعقوب نے جو اسیر مراکو بھیجے تھے - ان کو اوس نے
وہان پہونچکر آزاد کر دیا - اور اونکا ایک علیحدہ قبیلہ بنا دیا - یعقوب نے مرتے

---

[1] ادرک کا بگڑا ہوا ہے - بعض مورخ کہتے ہین کہ یہ لڑائی قلعات رباط کے قریب میدان
مرج الحدید مین ہوئی - مترجم - [2] اس بادشاہ کا نام الفونسو نہم دوالی کیسل از فونشو
تہا جس کا وزیر ایک سگ دنیا ابن الفخار نام مسلمان تہا اسکا پایہ تخت طولیدو تہا - اس معرکہ مین
یورپ کے بعید ترین حصون کے عیسائی مجاہد بھی شامل تھے - [3] شیخ محی الدین ابن عربی بھی
اسمعرکہ مین یعقوب کے لشکر کیساتہ تھے - ایناکی کو عبور کرتے وقت انکو ایک ولی اللہ نے ایک سوال
کیا کہ کیا وہ فتح کی بشارت دے سکتا ہے - ولی نے جواب دیا خود خداوند کریم نے دو سال پہلے قرآن مجید
کی آیت انا فتحنا لک فتحا مبینا مین یہ بشارت دیچکا ہے - محل بشارت فتحا مبینا ہے جسکے اعداد ولادت موجودہ

وقت اپنے بعض افعال پر افسوس کیا - اون مین سے ایک یہ امر تہا - اس نے کہا مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے ممکن ہے کہ یہ لوگ طاقت پکڑ کر پھر لڑائی شروع کر دین - دوسری دو غلطیان یہ بتائین کہ اوس نے افریقیہ سے خانہ بدوش عرب قبایل کو اپنی مملکت مین داخل ہونے دیا اور دوم یہ کہ رباط کے نامکمل شہر پر اسقدر روپیہ صرف کیا -

الارکوس کا معرکہ ۱۱۹۵ء مین ہوا - اس کے بعد یعقوب نے عیسائیون کو قلعجات رباط مین شکست دی - اور میڈرڈ وغیرہ تمام قصبے فتح کر لیے - نومبر ۱۱۹۶ء مین ٹولیڈو کا محاصرہ کیا جو عنقریب فتح ہونیوالا تہا کہ الفونسو کی مان - اس کی بیویون اور بیٹیون کو لیکر شہر سے نکل آئی - اور با چشم پر آب یعقوب سے رحم کی التجا کی - یعقوب نے صرف ان کا کہنا ہی نہ مان لیا - بلکہ بعزت و احترام بیش قدر تحائف دیکر رخصت کیا - ۱۱۹۷ء مین اس نے سہ بارہ ہسپانیہ کے عیسائیون پر فوجکشی کی - یہ اسکی آخری بڑی مہم تہی - وہ اسی سال فوت ہو گیا - فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین سے لڑائی کرنے والا شاہ انگلستان رچرڈ شیر دل بھی اسی برس فوت ہوا -

المنصور کی یادگارین } المنصور کے عہد کی جو عمارات مراکو یا ہسپانیہ مین ابھی کھڑی ہین وہ قابل دید عمارات قدیمہ اور نہائیت شاندار یادگارون مین شمار کی جاتی ہین - سیویل مین اس کی تخت نشینی کی یادگار مین وہان کی جامع مسجد مین ایک عالیشان مینار تعمیر کیا گیا - جو اب جیرالڈا کے نام سے پکارا جاتا ہے - بعض نے اس کا مجوز گوربار بنام ایک عیسائی معمار لکھا ہے - محقق یہ ہے کہ احمد بن لبسا اور ابو داؤد جلبول بن جلدا نیین نے اس کا نقشہ تجویز کیا تہا - سلطنت کے افریقی حصہ مین دو نہائیت شاندار مینار یکسان طرز کے بنائے گئے - ایک مراکش مین جسکا نام کتبیہ ہے - اور دوسرا رباط مین بنام حسن - مگر آخر الذکر ناتمام رہا - جیرالڈا اور کتبیہ کی ہر منزل کے گرداگرد دیہاتی گنبد بناکر اس سونے سے جو معرکہ ارکوس مین ملا تہا - طلائی گلٹ کیا گیا - صرف ایک منارہ کی گھڑیون یعنے چھوٹے گنبدون کے گلٹ کے لیئے ایک لاکھ دینار گلانے پڑے -

لہ یہ دونون اتبک اپنی اصلی شان و شوکت مین کھڑے ہین جنکی عظمت و شوکت دیکھنے والا دنگ ہو جاتا ہے - مترجم

رباط کا شہر بھی یعقوب کی یادگارون مین ایک عالیشان یادگار ہے۔ مشرقی مہم سے واپس آکر ۱۱۹۶ء مین اس نے اس میدان مین قیام کیا تہا۔ ابن تومرت مہدی نے پیشینگوئی کی تہی۔ کہ جب موحدین اپنے لیئے ایک دارالخلافہ بنالین گے۔ تو اس کے بعد اونکو ایک بڑی فتح حاصل ہوگی۔ یعقوب نے میدان مذکور پر اپنی رہائیش کے لیئے شاندار شہر بناکر اوس کا نام رباط الفتح رکہا۔ اوسے اسکندریہ کے نمونہ پر بنایا گیا۔ اسی لیئے مراکو کے دیگر شہرون کے برعکس اس کے شوارع و بازار سیدہے اور چوڑے ہین۔ ان بڑے بڑے عمارتی کامون کے علاوہ اوس نے اپنی سلطنت کے اکثر شہرون مین جامع مسجدین شفاخانے اور مدرسے بنوائے۔ مراکش کا شفاخانہ خاصکر قابل دید بنایا گیا۔ اسکا ہر ایک کمرہ مکلف ساز و سامان سے آراستہ کیا گیا۔ اور گرداگرد وسیع باغ بنایا گیا۔ جس کی سیرابی کے لیئے چارون طرف پانی کی نہرین رواں تہین۔ اس شفاخانے سے اوسے ایسی محبت تہی کہ مراکش کی اقامت کے دوران مین وہ بلا ناغہ ہر ہفتہ نماز جمعہ کے بعد وہان جاتا۔ عربی مین مثل ہے۔ جو نخلستان ہر روز اپنے مالک کی آواز نہ سنے۔ وہ کبھی سرسبز نہین ہوتا۔ اس مضمون کی ہندی مثل ہے۔ کہ کہیتی خصم سیتی۔ شفاخانہ کی دل آراستگی و نفاست کی بڑی وجہ یہی شاہانہ توجہ تہی۔ مراکش کے اکثر چاہات بھی اسی کے عہد مین تیار ہوئے۔ نیز پانی کی مسقف نہر جو ۱۱۸۹ء مین بنائی گئی۔

یہ عادل و باذل اولوالعزم و فاتح فرمانروا ۱۱۹۹ء مین بمقام سلا فوت اپنے دادا اور باپ کے قریب مقام تن مالالت مین دفن ہوا۔ رعایا کو اس سے کچھ ایسی محبت و عقیدت ہو گئی تہی۔ کہ جب اس کی وفات کی خبر مشہور ہوئی تو کسی نے اوس پر اعتبار نہ کیا۔ سب کا یہی خیال تہا کہ وہ حج بیت اللہ کے لیئے مکۂ معظمہ گیا ہے۔ فوت نہین ہوا۔ یہ خیال اسقدر رائج ہو گیا۔ کہ جب عرصہ گذر گیا۔ اور وہ واپس نہ آیا تو لوگ سمجھ بیٹھے کہ یعقوب وہین فوت ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس کی وفات سے ایک سو برس بعد شام کے موضع مجدال کے بعض مجاور بڑے فخر سے زائرین قبرستان کو کہا کرتے کہ یہ امیر یعقوب والیئے مغرب کی مرقد ہے۔ المقری بحوالہ ابو شریف الغرناطی لکھتا ہے۔ یہ سب عوام الناس اور جہلا کی من گھڑت کہانیان ہین۔ جنکو اپنے یاد تھا

سے بڑی محبّت تہی- وہ اس کی ہر دلعزیزی کی اس سے بڑہکر اور کیا شہادت مطلوب ہو سکتی ہے- اوسے بہی اپنی رعیّت سے جیسی دلی محبّت تہی- وہ اس کی اس آخری وصیت سے ظاہر ہورہی ہے- کہ اُسے برلب سڑک دفنایا جائے تاکہ راہ گذر اس پر فاتحہ پڑہ سکیں- افسوس انسان کی تمنائیں اور آرزوئیں کیا ہیچ ہیں- یعقوب کو کیا معلوم تھا- کہ ایک وقت ایسا ہی آئیگا جب کہ نہ صرف اوسکی بلکہ اوس کے باپ دادا کی لاشین بہی قبرون سے نکالی جاکر بیحرمت کی جائینگی- اس حرکت کا مرتکب عبدالحق مرینی کا خاندان ہوا جس نے اپنی طاقت یعقوب کے زمانہ مین ہی سمبھالنی شروع کردی تہی

محمد ثالث } یعقوب کے بعد اوسکا بیٹا محمد ثالث الملقب بہ ناصر الدین للّٰلہ تخت پر بیٹھا- یہ بہی ایک عیسائی کنیز کے بطن سے تھا- موحدین خاندان کو سب سے اوّل اسی کے عہد مین ہسپانیہ مین ہزیمت اوٹھانی پڑی- مونشیا مین مرابطیون کا ابہی کچھ بقیہ چلا آتا تہا- وہ ان کی سرکوبی کو ادہر گیا ہسپانوی عیسائی موقعہ کو غنیمت سمجھ کر پھر بر سر فساد ہوگئے- الناصر نے مرابطیون[1] کا فتنہ فرد کرکے ہسپانیہ کا رُخ کیا- مگر اس مین باپ کی سی قابلیتین نہ پائی جاتی تہین- نہ وہ فوج کے دلون کو مسخّر کرسکا تھا- حبشیون کی تنخواہدار فوج حفاظت شاہی کے لیئے اسوقت تک قایم ہوچکی تھی- چنانچہ جب الناصر کی سپاہ نے ہسپانیہ کے بندر پورٹو رِل[2] (العقاب) کے قریب عیسائیون کی جرار فوج خیمہ زن دیکھی- تو مغربی سپاہی اسوجہ سے لشکر سے چلے گئے کہ اونہین کئی مہینون سے تنخواہ نہ ملی تھی- فوج مین شائستہ اور قواعد دان یہی لوگ تھے- باقی معمولی مجاہد رہگئے- جو قواعد وضوابط حرب سے قریباً نا آشنا تھے- بنا برین گو اب بھی بلحاظ تعداد الناصر کے پاس بڑی جمعیت تھی- اوسکی طاقت بالکل کمزور ہوگئی- اور فرنگیون کو مسلمانون پر کامل فتح حاصل[3] ہوگئی- یورپ والے سلطان صلاح الدین سے متواتر شکستین کہانے سے بھرے بیٹھے تھے- یورپ

[1] الناصر نے اس مہم مین جزیرہ مجورکا بہی مرابطیون سے فتح کیا- مترجم [2] وہ مشہور ہسپانوی بیڑہ جہازات جو گریٹ آرمیڈا کے نام سے موسوم ہے- بزمانہ ملکہ الیزبیتھ انگلستان پر حملہ کرنیکے لیئے اسی بندر سے روانہ ہوا تہا- مترجم [3] اس شکست سی پہلے الناصر کو ہسپانیہ

کا کوئی ملک ایسا نہ رہا تھا۔ جہان سے جوق در جوق عیسائی مجاہد مسلمانون کے مقابلہ کے لیے ہسپانیہ مین جمع نہ ہوئے۔ پوپ روم نے جہاد کے لیے صلاء عام دیدیا تہا۔ یہ معرکہ ۱۲۱۲ء مین ہوا۔ ہسپانویون مین وہ جنگ ٹولوسا کے نام سے مشہور رہے۔ چھ لاکھ مسلمانون مین سے صرف ایک ہزار جانبر ہوئے باقی وہین کہیت رہے۔ یا اسیر ہوگئے۔ اس ہزیمت خاغر سے مراکو تقریبًا غیر آباد ہوگیا۔ المقری لکھتا ہے "مغرب اور اندلسیا مین اسلامی طاقت کے زوال مابعد کا باعث اسی شکست کو سمجھنا چاہیے۔ اس زوال کے دنون مین مسلمان بادشاہان مغرب کی حالت ایسی ردی ہوگئی کہ اونہون نے بالآخر اپنے دشمن کی افواج کو روپیہ دیکر ہی مستعار لینا شروع کردیا۔ بلکہ عیسائی بادشاہونکو مسلمانون کے قلعے اور شہر ہی اس غرض سے دینے لگ گئے کہ ایک دوسرے کے برخلاف اونکی امداد و رعایت حاصل کرین۔ آخر کار اندلسوی سردارون اور خاندان بنی امیہ کے پسماندگان نے متحد و متفق ہوکر اون مراکشی حکمرانون کو اپنے ملک سے بیدخل کردیا"

شاہ انگلستان کی درخواست امداد

الناصر کے عہد کا دوسرا اہم واقعہ وہ سفارت ہے۔ جو جان شاہ انگلستان نے مدد مانگنے کے لیئے اس کی خدمت مین روانہ کی تھی جان وہی بادشاہ ہے۔ جس سے اوسکی رعایا اور امرا نے آخر کار قومی آزادی کا مشہور فرمان "میگنا کارٹا" حاصل کیا تہا۔ جب امراو نے اس کا ناک مین دم کردیا۔ اور کسی اور عیسائی بادشاہ نے اوس کی مدد نہ کی۔ بلکہ پوپ انوسنٹ سوم نے اوسے خارج از ملت کردیا۔ تو اوسے مجبورًا دوسرے مذہب والون سے مدد مانگنی پڑی۔

لہ عیسائی بادشاہ نے حکم دیا تہا کہ کسی مسلمان کو اسیر نہ کیا جائے۔ بلکہ جو امان مانگے اوسے بھی بیدریغ قتل کردیا جائے۔ جو کسی مسلمان کو زندہ رہنے دیگا۔ وہ معہ اسیر قتل کردیا جائیگا۔ مترجم۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶) مین عیسائیونپر متعدد فتوحات حاصل ہوگئی تہین۔ اسوقت تین عیسائی بادشاہ مسیحی ہسپانیہ کی تین مختلف ریاستونپر حکمران تھے۔ اون مین سے ایک کے پاس رسول کریم کا وہ خط موجود تھا۔ جو ہرقل والیئے قسطنطنیہ کیطرف بھیجا گیا تہا۔ بادشاہ یہ خط لیکر دربار ناصر مین حاضر اور صلح کا ملتجی ہوگا۔ اور اوسے امان مل گئی گر بعد مین اس نامراد نے بھی مراکشی و اندلسوی مسلمان سپاہ کی طرح ناصر سے بڑی غداری کی۔ ناصر آخری وقت تک میدان جنگ مین رہا۔ آخر ایک اعرابی نے مجبور کرکے اوسے اپنے گھوڑے پر جو نہایت ہی تیز قدم تہا۔ سوار کرایا۔ اور دونون فوج محافظ شاہی کے تہوڑے سے حصہ کیساتھ اشبیلیہ کو بھاگ گئے۔ مترجم

مسلمان فرمانروایون مین موحدی بادشاہ طاقت مین ہی سب سے بڑہا ہوا تہا - بلکہ انگلستان سے خشکی اور سمندر دونون راستون سے قریب بہی تہا - اور اوسی کی طرف جان نے رجوع کیا - عام روایت ہے کہ اس نے خط مین یہ بہی لکھدیا تھا - کہ مین مدد ملنے کی صورت مین دین محمدی قبول کرنے اور سلطنت مراکو کا باجگزار بننے کو بخوشی امادہ ہون - اس سفارت مین تین شخص ٹامس ہارڈنگٹن - رلیف فزنکولس اور رابرٹ تھے - آخرالذکر لندن کا ایک پادری تھا - یہ لوگ ایوانون مین سے گذر کر جنکے دونون طرف خدام اور محافظان شاہی کی قطارین صف بستہ کھڑی تہین - امیر کے سامنے پہونچے - امیر اسوقت مطالعہ کر رہا تہا - جان کا خط پیش ہونے پر اوس نے انگلستان کی آبادی اور فوجی طاقت اور نیز شاہ جان کے حلیہ و سیرت کے متعلق چند سوال کئے - بعد ازان رابرٹ سے تخلیہ مین گفتگو کی - جان نے واپسی پر اس شخص کو علاقہ سینٹ البنس کا بڑا پادری بنا دیا تہا - گو یہ امر متحقق ہے کہ مراکو سے جان کی مدد کے لیئے کوئی فوج نہ گئی - لیکن اس امر کا تصفیہ اب ناممکن ہے کہ جان قبول اسلام کے متعلق کہانتک اپنے وعدہ کے ایفاء کے لیئے تیار رہتا - اوس کے قاصد پادری کو اس بارہ مین کس حدتک وعدہ وعید کرنیکا اختیار دیا گیا تہا - کتاب "برس کے میتھیو کی تاریخ" کا مصنف ذکر صرف اکیلے اوسی نے سب سے اول اس واقعہ کا ذکر کیا ہے - باقی فرنگی مورخون نے اوسی سے نقل کیا ہے لکھتا ہے کہ الناصر نے قبول اسلام کے وعدہ کو بالکل جھوٹا اور ابلہ فریبانہ سمجھ کر اوسے حقارت کے ساتھ مسترد کر دیا - اور اسیوجہ سے اس نے کوئی مدد نہ دی - لیکن مسلمانون کی تمام تاریخ بتا رہی ہے - کہ کسی مسلمان بادشاہ سے اپنے مذہب کی اشاعت و ترقی کے ایسے عجیب موقعہ کو ایسی لاپروائی کے ساتھ ہاتھہ سے جاتے رہنے کی کبھی توقع نہین ہو سکتی - ایک عیسائی بادشاہ کو مسلمان بنانے کا موقعہ روز روز نہین مل سکتا تہا - پوپ کو ایکدفعہ جب خبر پہونچی تہی کہ سلا کا ایک مسلمان بادشاہ دین مسیحی قبول کرنے - اور اپنا مذہبی پیشوا ماننے پر رضامند ہے - تو اوس نے اس حالت مین جیسی گرمجوشی ظاہر کی تہی - اوسکا مفصل بیان ناظرین کو پندرہوین فصل مین ملیگا - مسلمان فرمانروایون اور خاصکر ایسے بادشاہون کو جو مدعی خلافت تہے - بعہ پاپان روم سے کبھی اپنے مذہب کی اشاعت کا کم خیال نہ رہا - مراکو سے مدد نجانیکا باعث یقینًا کچھ اور ہوگا - یہ سفارت معرکہ ٹولوسا سے تین برس

پہلے ۱۲۰۹ء میں آئی تھی۔

انقراض سلطنت العقاب کی شکست کے بعد کچھ دن اشبیلیہ رہکر ناصر مراکش کو لوٹ گیا۔ ایک سال بعد وہ رات کے وقت بھیس بدل کر شاہی محلسرا کے باغات میں ٹہل رہا تھا۔ کہ محافظون نے چور سمجھ کر اوسے قتل کر دیا۔ اوس کی وفات پر سلطنت پارہ پارہ ہو گئی۔ ہسپانیہ کے اسلامی علاقہ کا بہت سا حصہ عیسائی پہلے ہی سے چھین چکے تھے۔ اب فاس پر عبد الحق مرینی قابض ہو گیا۔ اور مرینی خاندان کی حکومت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ موحدی خاندان کے پاس صرف مراکش باقی رہ گیا تھا۔ وہان ناصر کے بعد اسکا بیٹا یوسف ثالث المستنصر باللہ تخت نشین ہوا۔ عبد الواحد اور ابن خلدون کا بیان ہے کہ مان بھی ایک عیسائی کنیز تھی۔ مگر روض القرطاس کا مصنف اس سے اختلاف کرتا ہے۔

عیسائی پادری المستنصر خوبصورت وجیہہ اور فصیح البیان نوجوان تھا۔ مگر پرلے درجہ کا کاہل یہانتک کہ تخت نشینی سے تا دم مرگ ایک دفعہ بھی دار الخلافہ سے باہر نہ نکلا۔ اسلامی قبضہ کے بعد عیسائی پادریون کی پہلی مشن اسی کے عہد مین مراکو پہنچی۔ جسے ۱۲۱۴ء مین اٹلی کے شہر اسیسی کے مشہور عیسائی ولی اور امام سینٹ فرانسس نے روانہ کیا تھا۔ اسی کے عہد مین پہلی مرتبہ عیسائی پادری ۱۲۲۰ء مین اپنے دین پر مراکو مین قربان ہوئے۔ اور اوسی کے زمانہ مین پہلا مسیحی کنیسہ ۱۲۲۲ء مین بمقام مراکش قایم ہوا۔ یوسف عیش و عشرت مین منہمک رہا اور اس کی سلطنت کی رہی سہی طاقت اور زیادہ انحطاط پکڑتی گئی۔ وہ اسی لہو و لعب کی حالت مین ۱۲۲۳ء مین دوسرے کو رخصت ہو گیا۔

اس کی وفات پر یوسف ثانی کا ایک بیٹا اور متوفی کا بھائی عبد الواحد اول تخت نشینی کے لیے منتخب کیا گیا کیونکہ وہ پختہ عمر اور بہت عقلمند تھا۔ لیکن بادشاہ ہو کر وہ کوئی نمایان قابلیت نہ دکھا سکا۔ اور نو ماہ کے بعد موحدی شیوخ نے اوسے خلع پر مجبور کیا۔ اور پھر دو ایک دن بعد ہلاک کر دیا گیا۔ باغیون نے اوس کے سر کو محل کے حوض مین جبتک دم نکلا ڈبوئے رکھا۔ پھر اوسی کی دستار سے پھانسی پر لٹکا دیا۔ عوام نے اس کا لقب المخلوع[ا] (چھوڑ دیا گیا) مقرر کیا۔ وہ ابھی زندہ تھا کہ یعقوب المنصور کے ایک

[ا] بقول شیخ احمد یہ پہلا موحدی بادشاہ تھا جو خلع پر مجبور اور قتل کیا گیا۔ اسوقت سے موحدی شیوخ ... بادشاہون کے حق مین ویسے ہی ہو گئے جیسے کہ ترک غلام خلفائے عباسیہ کے حق مین تھے۔ اور یہی سرکشی اور نا فرمانی سلطنت کے زوال کا باعث ہوئی۔

فرزند عبداللہ ثانی (العادل) نے مدعی تاج و تخت ہو کر ہسپانیہ کے صوبہ مرسیا مین اپنی علیحدہ حکومت کرنی تھی۔ عیسائیون نے اوسے تھوڑے ہی برس بعد سنہ ۱۲۲۴ء مین تخت شکست دی۔ سنہ ۱۲۲۶ء مین وہ آبنائے عبور کر کے مراکو مین داخل ہو گیا کہ وہان جا کر اپنے دعوی کو مستحکم کرے۔ اور اشبیلیہ پہنچے۔ اپنے بھائی ادریس کو نائب بنا کر چھوڑ گیا۔ مگر وہان کے باشندون نے اس کی کچھ ایسی پروانہ کی۔ گو یحیی بن الناصر جسے مراکش کے تخت پر بٹھایا گیا تھا ایک ناتجربہ کار نوعمر اور انصرام کاروبار سلطنت کے بالکل ناقابل تھا اس خانہ جنگی سے فائدہ اوٹھا کر ادریس ثالث سنہ ۱۲۲۷ء مین تخت پر متصرف ہو گیا۔ اور المامون کا لقب اختیار کیا۔ اس کے عہد مین ہسپانیہ کا سارا علاقہ موحدین کے تصرف سے نکل گیا۔ یہ پہلا بادشاہ تہا۔ جس نے فرنگیون کو فوج مین نوکر رکھا سنہ ۱۲۳۲ء مین فوت ہونے پر اس کی بیگم فرنگی فوج کی مدد سے اپنے بیٹے عبدالواحد ثانی الملقب بہ الرشید اول کو بمقام سبطہ تخت پر بٹھانے مین کامیاب ہو گئی۔ اس فوج کی تنخواہ کے لیئے خاتون موصوف نے خاص ٹیکس لگا کر مراکش سے پانچ لاکھ دینار جمع کیے تھے دستہ مذکور کو کچھ عرصہ بعد یحیے کی فوج نے تہ تیغ کر دیا۔ الرشید کے بالمقابل اوس کے ایک اور بھائی نے بھی وارث تخت ہونے کا دعوی کیا۔ ہسپانوی صوبہ سارا گوسا کا امیر ابن ہود اس کی مدد پر تھا۔ الرشید نے تین مہینے سبطہ مین اوسکا محاصرہ کیا مگر غالب نہ آیا۔ انہین دنون اٹلی کی جمہوری ریاست جینوا کے بیڑہ نے سبطہ پر حملہ کیا[۱]۔ المامون نے خطبہ مین مہدی کا نام لیئے جانے کا دستور ترک کر دیا تھا۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ اس کے بجائے اوس نے بغداد کے خلفاء کا نام داخل کر دیا تھا۔ مگر صحیح نہین۔ المامون کے عہد کے سکون پر بھی برابر مہدی کا نام مضروب ہوتا رہا۔ جس سے خلدون کے بیان کی تردید ہو رہی ہے۔ بقول المقری صرف ایک برس یعنی سنہ ۱۲۲۹ء مین سکہ اور خطبہ دونون سے مہدی کا نام خارج کیا گیا۔ مخالفت

[۱] الرشید اپنے جھگڑون مین مبتلا تھا۔ وہ شہر کی کچھ مدد نہ کر سکا۔ عیسائی جہازون نے کئی مہینے محاصرہ رکھا مگر اوسے فتح نہ کر سکے۔ لیکن اہل شہر بھی محاصرہ کی شدت سے کچھ تھوڑے تنگ نہ آ گئے تھے۔ اونہون نے چار لاکھ دینار دیکر اس مصیبت سے جان چھڑائی۔ مترجم۔

کے وقت المامون نے خود مسجد مین خطبہ پڑہتے ہوئے وعظ کیا۔ کہ ابن تومرت کو امام معصوم نہین پکارو۔ بلکہ یہ کہو کہ وہ امام مذموم دخون آلود تہا۔ عیسیٰ مسیح کے سوا اور کوئی مہدی نہین۔ بربریون نے اذان مین مہدی کے لیئے جو فقرہ مقرر کر رکھا تہا۔ اُسے بہی اوس سے نکلوا دیا۔ اور نیز حی علی خیر العمل کا فقرہ۔ الرشید نے خطبہ سنہ ۱۲۳۴ء سے پہر مہدی کا نام داخل کرا دیا۔ جس سے اوس کے خاندان کی امیدین کچہہ عرصہ کے لیئے کسیقدر تازہ ہو گئین۔ مگر اوسے پراگندہ شیرازہ کو جمع کرنے کے لیئے ابہی کافی وقت نہ ملا تہا کہ سنہ ۱۲۴۲ء مین مراکش کے محل شاہی کے حوض مین ڈوب گیا۔ اوسکا بہائی علی چہارم السعید جسے المعتضد بہی پکارتے ہین تخت نشین ہوا۔ سنہ ۱۲۴۸ء مین بنی مرین نے اس کے قبضہ سے مکناسا کو جدا کر لیا۔ اور وہ خود تلمسان کے محاصرہ کے لیئے جاتا ہوا راستہ مین قتل ہو گیا۔ اس کے جانشین عمر المرتضیٰ کے عہد مین جو یوسف ثانی کا پوتہ تہا۔ بنی مرین نے فاس بہی فتح کر لیا۔ جن کی طاقت اسوقت تک خوب مضبوط ہو چکی تہی۔ اون کے پانچوین امیر یعقوب ثانی نے سنہ ۱۲۶۹ء مین آخری موحدی امیر ادریس چہارم (الواثق) کو جو بنی مرین ہی کی مدد سے سنہ ۱۲۶۶ء مین اپنے قبل نشین کو بیدخل کر کے بادشاہ بنا تہا۔ قتل کر کے مراکش کو بہی اپنی سلطنت مین شامل کر لیا۔ اور موحدین کا خاندان ایکسو پندرہ برس حکومت کے بعد بادشاہی سے بالکل بے دخل ہو گیا۔ ادریس کو الودبوس بہی پکارتے ہین۔ وہ ایک اور سلسلہ سے عبد المومن کی اولاد تہا۔ اوس نے مرینی امیر یعقوب سے اقرار کیا تہا کہ تم میری مدد کرو۔ جب مین تخت مراکش پر قابض ہو گیا۔ تو نصف ملک تمہارے حوالہ کر دونگا۔ یعقوب نے ایفائے وعدہ کے لیئے جب پیغام بہیجا تو الودبوس نے اوسے بیعزت کر کے نکالدیا۔ یعقوب نے ناراض ہو کر حملہ کر دیا اور اسکا انجام وہ ہوا۔ جو اوپر لکہا جا چکا ہے۔

مضروبات} اس خاندان کے طلائی سکے تو نسبتاً پتلے۔ مگر بڑے بڑے ہین۔ تاریخ کسی پر درج نہین۔ لیکن سلسلہ نسب بالتزام منقوش کیا جاتا۔ عبد المومن کے اکثر جانشینون کے سکون پر المہدی امام الامت اور نیز فرقہ موحدی کا قومی نشان اور سجع الحمد للہ وحدہ جو اب تک مراکو مین عام مستعمل ہے درج ہین۔

چند مغربی مہدی} اکثر اسلامی ممالک کیطرح مراکو مین بہی مہدویت کے دعویدار

۸۵۱ء کچھہ کم نہین ہوئے - پہلا مشہور مہدی مسمی مدمن تلمسان مین گذرا - اوس نے ۱۱۴۸ء
مین کمی کنے عجیب و غریب احکام جاری کئے - ناخن اور بال کٹانے اور زیور وغیرہ
پہننے کی اس دیس سے ممانعت کی - کہ ایسا کرنا خدا کی صنعت کو گہٹانا یا اوسپر بڑہانا
ہے - اور یہ کفر ہے افریقہ اور اندلس مین ہزارون اوس کے مرید ہو گئے - اوسے
آخر کار اندلسیہ کے امیر نے سولی پر چڑہوا دیا - مہدی نے حکم شکر کہا کہ تم مجھے اس قصور
پر مرواتے ہو کہ مین خدا کو اپنا خالق و مالک کہتا ہون - اس سے پچاس برس بعد ایک اور
مہدی ظاہر ہوا - جسے بہت بڑی کامیابی ہوئی - یہ شخص خاندان فاطمیہ کا بانی عبید اللہ
تہا - اوس نے بزور شمشیر فاس اور سجل ماسہ کو فتح کیا - مگر وہ جلد مشرق کو ہٹ گیا - جولائی
۹۶۶ء مین وہ مصر پر قابض ہو گیا - اور مراکو کا پھر خیال نہ کیا - عام خیال ہے - کہ
مراکو مین پہلی مرتبہ سکہ اوسی نے مضروب کیا تہا - روض القرطاس کا مصنف اسکی
تکذیب کرتا ہے -

۹۳۶ء ایک اور شخص مسمی حمیم نے غمارا مین مہدیت کا دعویٰ کیا - اور معقول جماعت
کو اپنا پیرو بنا لیا - اوس نے پانچ کی بجائے صبح اور شام صرف دو وقت کی نماز مقرر
کی - اور ہر نماز کے لئے تین رکعت اور ہر سجدہ مین ہاتھہ سر اور فرش کے درمیان رکھہ کر
رونے کی ہدایت کی - نماز کے شروع مین یہ پڑہنا پڑتا - ای تو جو دنیا کے دیکھنے کو لئے آنکھین
دیتا ہے مجھے گناہ سے بچا - اے تو جس نے یونس کو شکم ماہی سے اور موسیٰ کو سمندر کے
طوفان سے بچایا - مجھے گناہ سے بچا - بیعت کے وقت کلمہ طیب اور آمنت باللہ کے ساتھہ یہ
الفاظ کہلوائے جاتے ہین ایمان حمیم پر اور اس کے صحابی ابو اخلاف پر اور اس کی
پھوپھی طابیہ پر - ہر منگل جمعرات اور جمعہ کو روزہ کے دن مقرر کئے - اور ماہ رمضان
و شوال مین دس دس دن کے روزے - جو جمعرات کو روزہ نہ رکھے اس پر تین بیلون
کا - اور جو منگل کے دن کہائے اوس پر دو بیلون کا جرمانہ کیا جاتا - حج اور چند قسم کی
طہارتون کو موقوف کر دیا - خنزیر کی اجازت دیدی - مگر انڈے - جانورون کے
سر اور چند دیگر حلال چیزون کو حرام قرار دیا - اس کا انجام بہی پہلے جیسا ہوا
قصر مصموده مین اوسے سولی دیگئی - اور سر کاٹ کر قرطبہ بہیجدیا گیا -
عبد المومن کا رقیب ابن تومرت کے زمانہ مین ایک شخص محمد ابن ہود نے مہدیت کا

دعویٰ کیا۔ اور ابن تومرت سے ممیز رہنے کے لیئے ہادی کا خطاب پسند کیا۔ سلا کے لوگ اوسپر ایمان لے آئے۔ اوسی کی سزا مین عبدالمومن نے اون کے شہر کی فصیل گرادی تہی۔ سوس اور وسط مراکو مین اس شخص کے بہت سے مرید ہو گئے۔ مگر آخر کار موحدین نے اوسکا کام تمام کر دیا۔ عبدالمومن کے عہد مین ہی مغربی ہسپانیہ مین ایک مہدی نمودار ہوا۔ مگر وہ اپنے قلعہ مرٹولہ مین ہی پکڑا گیا۔ اور امیر کے سامنے مراکو لایا گیا۔ امیر نے پوچھا مہدی بننے سے تیرا کیا مطلب ہے۔ اوس نے جواب دیا۔ صاحب کیا۔ صبح دو نہین ہوتین۔ عبدالمومن نے کہا ہان صادق و کاذب دو ہوتی ہین۔ مہدی نے جواب دیا۔ پس اسیطرح مین کاذب مہدی تھا۔ اس ظریفانہ جواب نے اوس کی جان بچا دی ❊

تتمہ فصل پنجم

اگرچہ ہسپانیہ سے مراکش فرمانروایون کا تعلق المامون کے زمانہ مین ہی ایک طرح سے منقطع ہو گیا تہا۔ لیکن خاندان موحدین کے خاتمہ پر مراکش اور ہسپانیہ مین ہمیشہ کے لیئے قطعی بے تعلقی ہو گئی۔ موحدین کے جانشین بنی مرین نے امداد تو اندلسوی مسلمان امیرون کو کئی دفعہ دی۔ لیکن وہ صرف دوستانہ طور پر تھی۔ المامون کے اشبیلیہ سے مراکش کو روانہ ہونے پر وہان کے باشندے باغی ہو کر عرب امیر ابن ہود سے جسکا کئی دفعہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ مل گئے۔ اس سے اندلسیہ کے عرب امراء مین وہ سب سے طاقتور رہو گیا۔ اشبیلیہ کے دیکھا دیکھی باقیماندہ علاقے بہی خودسر ہو گئے۔ زیان (ابو جمیل) نے والنشیا مین بادشاہی لقب اختیار کیا۔ وہ مردانش کی اولاد تہا۔ جسے یوسف بن تاشفین نے باڈاجوز کی حکومت سے برطرف کیا تہا۔ محمد ابن یوسف نام ایک سردار نے ارجونا کے شہر و قلعہ مین اپنی ریاست قایم کی۔ جو قرطبہ کے علاقہ مین واقع تہا۔ محمد کا عام لقب ابن الاحمر مشہور رہے۔ تمام نو طاقت سرداروں مین دیرپا کامیابی اوسے ہی نصیب ہوئی۔ وہ ایسی سلطنت قایم کر گیا۔ جو ڈھائی سو برس تک سرزمین مغرب مین عرب تہذیب و تمدن کا منبع و مخزن

اور سرچشمہ اور اسلام کی دنیاوی شوکت وطاقت کا مظہر رہی۔ ابن احمر سعد بن عبادہ کی نسل سے تھا۔ جو حضرت سرور کائنات کے عہد مبارک مین قبیلہ خزرج کا سردار تھا۔ سعد کی اولاد عرصہ دراز سے بنو نصر کے نام سے ہسپانیہ مین آباد تھی۔ وہ اپنے مورث اعلی کی قومیت کے لحاظ سے الانصاری اور الخزرجی کہلواتے تھے۔ اور خلفا بنی امیہ کے زمانہ مین جلیل القدر مناصب پر مامور ہوتے رہتے تھے۔ موحدین کی قسمت گردی کے زمانہ مین محمد جو الشیخ پکارا جاتا تھا۔ بنو نصر کا سرغنہ تھا۔ اور اپنی قابلیت ولیاقت کیوجہ سے اوسے اپنے لوگون پر بہت اقتدار حاصل تھا۔ دیگر اصحاب محاقل (مالکان قلاع) کیطرح زمانہ مذکور مین اوس نے بھی سلطانی کا لقب اختیار کر لیا۔ تمام جزیرہ نما اسوقت خانہ جنگی کا شکار ہو رہا تھا۔ موحدین کے قتل واخراج سے فارغ ہوکر یہ نئے سلطان ایک دوسرے پر غالب آنیکی تباہی آور کوششون مین منہمک ہوگئے اس ناچاقی و نفاق سے عیسائیون نے پورا پورا فائدہ اوٹھایا اور جلتی پر تیل ڈالکر اونھون نے ان ناعاقبت اندیش مسلمانون کو آپس مین بھڑاتے رہکر پھر خود اونکو یکے بعد دیگرے فنا کرتے جانے مین سعی وکوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آغاز حکومت مین ابن احمر نے ابن ہود کے برخلاف مدد حاصل کرنے فرڈیننڈ سوم شاہ کیسٹل سے اتحادی معاہدہ کیا۔ اس کے جواب مین ابن ہود نے تیس قلعے ایک اور عیسائی بادشاہ کو دیدیئے۔ کروہ ابن الاحمر کے برخلاف اوسکا معاون بنے۔ اس برادر کشی کے دوران مین عیسائی خوب بفکری بلکہ مسلمانون کی مدد سے یکے بعد دیگرے مسلمانون کے شہر فتح کرتے چلے گئے۔ سنہ ۱۲۳۹ء مین اور سنہ ۱۲۴۶ء مین مرسیا پر متصرف ہوکر زیان کو ہمیشہ کے لیئے بیدخل کر دیا۔ جس نے تونس مین پناہ جالی۔ انہی دنون اہالی اشبیلیہ نے ابن ہود سے بھی سرکش ہوکر جمہوری حکومت قایم کرلی جسکا انتظام پانچ اعیان کی ایک مجلس کے سپرد کیا گیا۔ صدر مجلس ابو فارس بن ابو حفص مقرر کیا گیا۔ مگر اس حکومت کو قایم ہوئے۔ نو مہینے ہی ہوئے تھے کہ عیسائیون نے حملہ کر دیا اور پندرہ ماہ کے طویل محاصرہ کے بعد باشندگان شہر نے ہتھیار ڈالدیئے۔ ابن الاحمر اس محاصرہ اور نیز کارمونا وغیرہ کی دیگر مقامات کی فتح و تسخیر مین فرڈیننڈ کے ساتھ برابر شامل رہا۔ لیکن اوس نے ساتھ ہی یہ عقلمندی برتی کہ اپنی طاقت مضبوط کرنے محاصرہ بڑھانے سے بے فکر نہ رہا۔ جبکہ

عیسائی اور اس کے رقیب۔ مسلمان سلاطین کی بربادی و بیخکنی مین مشغول تھی۔ اوس نے عقلمندی و تدبیر سے زائیس۔ جائین۔ غرناطہ۔ ملاگہ اور المیرا پر قبضہ کرلیا۔ اور اس علاقہ مین جو سابقہ اسلامی مقبوضات کے مقابلہ مین کچھہ بھی حیثیت نہین رکھتا تھا۔ کمال ہنر و سلیقہ سے اپنی طاقت کو ایسا مستحکم کرلیا کہ پرتگال اور ہسپانیہ کے عیسائیون کی مجموعی طاقت جسے باقی یسحستان کے مجاہدین سے بھی عموماً مدد پہنچتی رہی۔ اوسے آئیندہ دو سو سال تک کوئی نقصان نہ پہونچا سکی۔ لیکن شروع ہی سے فریقین کی عدم مساوات بتا رہی تھی کہ بکرے کی مان کب تک خیر منائیگی۔ کمزور فریق کو آخر ایک دن میدان خالی کرنا پڑیگا تاہم غرناطہ کی ریاست کے مسلمان ہزار آفرین کے مستحق ہین۔ کہ اونہون نے آخری دم تک مردانہ وار مقابلہ کیا۔ غرناطہ کو فتح کرکے ابن الاحمر نے اوسے اپنا دار الخلافہ بنایا۔ اور الغالب باللہ کا لقب اختیار کیا۔ مشہور آفاق قصر الحمرا کا بانی وہی تھا۔ جس کی زیب و زینت اور وسعت مین اوسکا ہر جانشین برابر اضافہ کرتا رہا۔ ابن الاحمر کی کامیابی کا بڑا راز یہ تھا کہ گو اوس نے بنی مرین کا اپنے علاقہ مین حاکمانہ حیثیت سے کبھی دخل نہ ہونے دیا۔ لیکن اونکو دوست ہمیشہ بنائے رکھا۔ چنانچہ اوس کی سلطنت کی ہر جامع مسجد مین مراکش کے بنی مرین فرمانروایون کا نام بھی اوسکے نام کے ساتھہ برابر خطبہ مین پڑہا جاتا ۱۲۶۱ء مین اس کی اپنے دوست عیسائی بادشاہ کیسٹلا سے بگڑ گئی۔ اور آخر الذکر نے بڑے زور شور سے غرناطہ کی سلطنت پر حملہ کیا۔ مگر منہ کی کھاکر پسپا ہوگیا۔ یہ فرزانہ بعید یل سنہ ۱۲۷۲ء مین جوار رحمت آلہی مین جا بسا۔ اس کے بعد چونکہ مراکو کو ہسپانیہ سے کوئی تعلق نہین رہگیا۔ اس لیئے اوس کے خاندان کے حالات کے لیئے مراکو کی تاریخ مناسب محل نہین ہوسکتی۔ ختم کلام کے لیئے یہ بتا دینا کافی ہے۔ کہ ۱۷ ربیع الاول ۸۹۷ ہجری اور ۳۔ جنوری سنہ ۱۴۹۲ء کو غرناطہ عیسائیون کے حوالہ کردیا گیا۔ اور اسلامی جھنڈا ہمیشہ کے لیئے اس سرزمین مین سرنگون ہوگیا۔

اِلّا ما شاء اللہ

فصل ششم

(۶)

انقباض سلطنت عہد بنی مرین ۶۱۲۱۳ تا ۶۱۵۲۴

بنی مرین کا حملہ کہ مصنف روض القرطاس نے مراکو کے نئے مالکوں کی آمد اور حسب نسب کی کیفیت نہایت دلکش پیرایہ مین تحریر کی ہے۔ مصنف مذکور نے اپنی تاریخ اس خاندان کے عہد حکومت کے وسط مین تالیف کی تہی۔ ملتونہ کے بعد یہ دوسری یورش تھی۔ جو ایک بربری قبایل کے ٹڈی دل نے مراکو پر کی۔ وہ کوہ اطلس سے گذر کر تمام ملک مین اس طرح پہیل گئے جیسے کہ تیا ہے صفحہ آسمان پر۔ یا بارش کے قطرات سطح زمین پر۔ یہ ٹڈی دل ملتونہ کے مشہور رقیب قبیلہ زناتہ کا تہا۔ واگرچہ بربری النسل تہے۔ لیکن دوسرے قبایل کیطرح وہ بھی اپنے تیئن جالوت کی اولاد بتا کر عربی النسل ہونیکا دعوی کرنے لگ گئے تھے۔ ان کی نسبت ایک اور مضحکہ خیز روائت بھی مشہور ہے۔ بعض یورپینون نے نام کی مناسبت سے یہ قصہ گھڑ لیا کہ وہ شہر جنیوا کے امیر خاندان مرینی کی اولاد ہین۔ چنانچہ ۶۱۶۲۶ء مین اس فسانہ کی بناء پر نیپلز مین ایک کتاب بھی شایع کر دیگئی۔ ایک اور مصنف فریڈریکو اپنی لاطینی کتاب خاندان شاہان بنی مرین مین جو ۶۱۵۲۵ مین شایع ہوئی لکھتا ہے "وہ گیا کو موڈی مرینی ۶۱۲۳۳ء مین بحیثیت سفیر سبطہ گیا۔ اور وہین رہ پڑا۔ اور وہان اس کی اولاد بہت پہلی پہولی" لیوا فریکانس لکھتا ہے کہ اوسکی اولاد سولہوین صدی کے شروع مین قصبہ سالی مین آباد تہی۔ انہی کو بقول مؤرخ کرو برگ عام روائت نے بنی مرین سے خلط ملط کر دیا تہا۔

زناتہ ہر سال جانورون کو چرانے کے لیئے اپنے صحرائی مساکن سے جنوبی الجیریا کی چراگاہون کو جو طافیلالت اور زاب کے درمیان ہین۔ شمال کو آیا کرتے تھے۔ وہان آکر بھی وہ کسی حکومت یا بادشاہ کی پرواہ نہ کرتے۔ نہ اونکو کسی امیر سے واسطہ ہوتا۔ اور نہ کسی کے سکہ وخطبہ یا خراج و محاصل سے تعلق۔ اونکی جایداد صرف اون کے گھوڑے اونٹ یا غلام ہوتے تھے۔ البتہ یعقوب المنصور کے زمانہ مین

انہون نے ایک دستہ فوج کا بھیجا تہا۔ جو سنہ ۱۱۹۵ء کے معرکہ الارکوس مین داخل ہوا۔ جب سنہ ۱۲۱۲ء کی جنگ لاس نوا دو سا (؟) تو اس کے بعد اونہون نے کئی نہایت زرخیز میدانون کو لاوارث موحدی بادشاہ ہونا و شراب و رندی و عشرت مین غرق۔ والئے ملک ایک کمزور مزاج لڑکا۔ اور سلطنت کو بے پناہ اور بد امنی کا شکار دیکہا تو اونہون نے باہم مشورہ کرکے مراکو پر حملہ کر دیا۔

حملہ آور سرداروں کے حملہ آورون نے مہم کی افسری اپنے سردار عبد الحق کو سپرد کی۔ وہ اون کے اس سردار کا بیٹا تہا جو جنگ الارکوس مین انکے دستہ کا سپہ سالار تہا۔ عبد الحق خود بہی تہا قابل اور جری سپاہی ہی نہ تہا۔ بلکہ زہد و اتقا فیاضی اور نیک بختی مین بہی ایسا بے مثل تہا کہ لوگ اس کی ٹوپی اور جوتیون کو بطور تبرک سنبہال سنبہال کر رکھتے۔ اور جس پانی سے وہ وضو کرتا پایا جاتا تہا۔ اوسے آب حیات اور مایہ شفا سمجہکر باہم بانٹ لیتے۔ حسب ضرورت تہوڑی بہت تیاری کے بعد یہ قبیلہ وادطلاغ کے رستہ مراکو مین داخل ہوا۔ اور سنہ ۱۲۱۶ء مین موحدی لشکر سے اس کی پہلی لڑائی جو اونکی مزاحمت کے لیئے بہیجا گیا تہا۔ علاقہ ریف مین وادنکور کے قریب ہوئی۔ موحدی لشکر شکست ملی۔ مگر دوسرے ہی برس مقام سیبوٗ کے قریب عبد الحق عرب موحدین کے لشکر سے لڑتا ہوا ہلاک ہو گیا۔ اپنے سردار کے مرنے سے شکستہ خاطر ہونیکی بجائے زناتہ کا عزم سقدر اور پختہ ہو گیا۔ کہ سبنے حلف اوٹہائی کہ جبتک دشمن کو مغلوب نہ کرلین گے اپنے امیر کو دفن نہین کرین گے اونہون نے ایسا ہی کیا۔ اور اس معرکہ مین بہی موحدین کو آخر زک اوٹہانی پڑی۔ اگرچہ بنی مرین کے سردارون نے بہی حسب معمول دیگر فاتح خاندانون کے اکابر اور مورثون کی طرح ورع و اتقا کو اپنا شعار بنا رکہا تہا۔ لیکن اون کے حملہ کو کسی مذہبی تحریک سے کوئی تعلق نہ تہا۔ اون کی فوج کشی ویسی ہی تہی۔ جیسی کہ ملک گیری کے لیئے عام فوج کشیان ہوا کرتی ہین۔ انگلستان کا بادشاہ ہنری سوم اوسی سال سنہ ۱۲۱۶ء تخت پر بیٹہا۔ جس سال کہ بنی مرین مراکو پر حملہ آور ہوے۔ اسی زمانہ مین ہندوستان مین حکومت افغانان کی بنا قایم ہو رہی تہی۔ اور تاتار مین چنگیز خان اپنی عالم آشوب مہم پر روانہ ہونیکی تیاریان کر رہا تہا۔

عبد الحق کے بعد اوسکا بیٹا عثمان اول الملقب بہ ابو سعید اول جانشین ہوا

جو ۲۳ برس تک موحدین سے مشغول پیکار رہکر بتدریج اپنا اقتدار بڑہاتا رہا۔ سنہ ۱۲۴۰ء مین وہ ایک نومسلم فرنگی کے ہاتہہ سے جو بادشاہ کا ملازم تہا، ہلاک ہوا۔ اور اوسکا بہائی محمد چہارم (ابو معارف) وارث ہوا۔ وہ ۱۲۴۴ء مین موحدی فوج کے ایک فرنگی جرنیل کے ہاتہہ فاس کے قریب رنکے معرکہ مین شہید ہوا۔

اسوقت تک تمام مشرقی مراکو پر بنی مرین قابض ہوچکے تہے۔ اور باقی ملک مین بہی موحدین کی حکومت صرف شہرون کی چار دیوارون تک محدود ہوگئی تہی۔ اور ٹونس مین موحدین خاندان کی ہی ایک اور شاخ بنو حفص نے سنہ ۱۲۳۰ء مین آزاد ہوکر علیحدہ خلافت قایم کرلی تہی۔ چنانچہ بنی مرین شروع مین اپنے تئین اوسی کے تابع بتاتے رہے۔ اور ایک وقت تو اکثر کو خیال ہوگیا کہ مراکو اب ٹونس کے تابع ہو جائیگا۔ حفصی امیر ۱۲۴۲ء مین نہ صرف تلمسان پر قابض ہوگیا۔ بلکہ پہلے اشبلیہ اور پہر والنشیا اور مرسیا کے امراء نے بہی اوسے اپنا شاہنشاہ تسلیم کرلیا۔ اور دو برس بعد ۱۲۴۴ء مین ٹانجیر، سبطہ، القصر، مکناسا اور طافیلالت مین بہی ٹونس کے خلیفہ کا سکہ وخطبہ جاری ہوگیا۔ اطاعت پذیری سے کچہہ عرصہ بعد ٹانجیر والے ایک باغی ابن الامیر کے ساتہہ مل گئے۔ اور تونسی خلیفہ سے منحرف ہوکر بغداد کے عباسی خلیفہ کو اپنا بادشاہ ماننے لگ گئے۔ مگر وہ جلد تابع کرلئے گئے۔ تلمسان مین ایک اور زناطہ بربر مسمی یغمورسن[1] جو بنی زیان یا عبدالواحدی خاندان کا پہلا مقتدر شخص گذرا۔ ۱۲۳۵ء سے ایک علیحدہ آزاد ریاست قایم کرنے مین مصروف تہا۔ لیکن بنی مرین ان سب پر سبقت لے گئے۔ اور بتدریج اونہون نے ایک طرف تلمسان اور دوسری طرف مراکش کے برخلاف اپنی طاقت کو ایسی عمدگی سے قایم رکہا۔ کہ حفصی خاندان کی برائے نام متابعت کو بہت جلد چہوڑ دینے کے قابل ہوگئے۔

عثمان کے بعد عبدالحق[2] کا دوسرا بیٹا ابوبکر صاحب ریاست ہوا۔ یہ ایسا شہ زور

---

۲ عبدالحق کے نو بیٹے تہے۔ سب سے بڑا باپ کیساتہہ شہید ہوا۔ باقی مین سے چار یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے۔

---

۱ انکو بعض وقت عمرسن بہی کہتے ہین۔ اس خاندان کی بہترین تاریخ التنوی نے لکہی ہے۔ جس کا پادری بارگس فرنگی زبان مین ترجمہ کرچکا ہے۔

اور فن حرب مین ایسا ماہر تہا کہ ایک ساتھہ دونون ہاتہون سے جدا جدا نیزہ لگا سکتا اور نشانہ پر پھینک سکتا تہا - پہلے ہی سال ۱۲۴۵ء مین اوس نے پہلے مکناسا اور پھر شمالی حصہ سلطنت کے دار الخلافہ فاس کو فتح کر لیا - مگر مکناسا کو ۱۲۴۸ء مین موحدین نے پھر فتح کر لیا - اور انہی دنون موحدی امیر علی چہارم دالسعید ملقب بمعتضد رنے جو مراکش مین حکمران تہا - اس شرط پہ صلح کر لینی چاہی کہ ابو بکر اوسے یغمورسن کے مقابلہ اور تلمسان کی فتح کے لیے پانچ سو سوارون کی کمک بہیجے - ابو بکر نے ان شرائط کو مان لیا علی کو مان لیا - علی کی وفات پر دوسرے ہی برس ۱۲۴۹ء مین اوس نے مکناسا کو پھر لے لیا - اور فاس پر بھی جسے بنی مرین کے تنخواہ دار اجنبی سپاہیون کے دستہ کے افسر شدید نے موحدین کو واپس کر دیا تہا - مکرر قبضہ کر لیا - ادہر سے فارغ ہو کر ابو بکر یغمورسن کیطرف متوجہ ہوا - راستہ مین فتح کیا - اور دریاء اسلی کے قریب اوس موقعہ پہ جہان چھہ سو سال بعد فرانسیسون نے الجزائری عربون اور اون کے نامور جانباز سپہ سالار امیر عبد القادر کو ۱۸۴۴ء مین قطعی شکست دی - یغمورسن کو ۱۲۵۰ء مین ہزیمت فاش دی - شمالی حصہ ملک مین اپنی طاقت کو مستحکم کر لینے پر ابو بکر نے ۱۲۵۱ء مین رباط اور سلا - اور ۱۲۵۵ء مین طافیلالت جس پر یغمورسن متصرف تہا فتح کر لیے اور ۱۲۵۷ء مین درعہ کی تسخیر کے لیے قدم آگے بڑہایا - کچھہ عرصہ حفصی خلفا کے مسلسل جوڑ توڑ ون کے باعث جو کل ملک پر اپنا سکہ بٹھانا چاہتے تہے - بنی مرین حسب مراد فتوحات حاصل نہ کر سکے - مگر آخر کار حفصیون کی کوششین ناکام رہین - اور بنی مرین پورا غلبہ پا گئے -

ابو بکر چودہ سال کی قابل یادگار حکومت کے بعد ۱۲۵۸ء مین بمقام فاس داعی اجل کو لبیک کہہ گیا - اور عبد الحق کا ایک اور بیٹا یعقوب ثانی اوسی سال جبکہ چنگیزیون نے بغداد کو پامال کر کے عباسی خلافت کا چراغ ایشیائی سرزمین مین ہمیشہ کے لیے گل کر دیا - فاس کا حکمران بنایا گیا -

سوس سے لیکر اوجہ تک جو الجزائر کی سرحد کے قریب ہے - نئے بادشاہ کا کوئی رقیب یا مدعی باقی نہ رہگیا تہا - مراکش مین البتہ ابہی ایک موحد عمر اول المرتضیٰ حکمرانی کر رہا تہا - مگر وہ بھی بنی مرین کو باج دیتا تہا - اور اوس

جانشین ادریس چہارم پر تو خاندان کا بالکل ہی خاتمہ ہوگیا۔

یعقوب ثانی بن عبد الحق
سنہ ۱۲۵۸-۱۲۸۶ء

یعقوب نے نام کی طرح لقب بھی اپنے موحدی ہمنام کا اختیار کیا۔ جو المنصور تھا۔ مورخ پہلے بادشاہون کو خلفاء لکھتے ہین اور بنی مرین کو سلاطین۔ یعقوب اُن چند مراکشی حکمرانون مین سے ہے۔ جو عدالت و انصاف اور رفاہ عام کے کامون کے لیئے اپنا نام ہمیشہ کے لیئے چھوڑ گیا ہے۔ یعقوب نے جسقدر شفاخانے محتاج خانے اور جذامیون۔ دیوانون اور اندھون کی پرورش اور حفاظت کے لیئے آرامگاہین بنائین۔ اسقدر کسی امیر نے تیار نہین کین۔ وہ رات کا آخری تیسرا حصہ تلاوت قران اور نماز مین بسر کرتا۔ نماز صبح سے فارغ ہوکر دس بجے تک اخلاق و فلسفہ کا مطالعہ کرتا۔ پھر نماز چاشت کے بعد سرکاری خط و کتابت دیکھتا۔ اور دربار منعقد کرتا۔ اگرچہ وہ مطلق العنان اور ایسا مطلق العنان فرمانروا تھا کہ وزراء کو بھی دم مارنیکی مجال نہ تھی۔ لیکن ہر ایک سے بڑی مہربانی اور توجہ سے پیش آتا۔ اور جو کوئی اوس کے سامنے جاتا۔ اوسکا حوصلہ بڑھانے کے لیئے گفتگو مین خود ابتدا کرتا۔ یورپ والون کے ساتھ بھی اوس کے تعلقات بہت ہی دوستانہ رہے۔ ایک موقعہ پر سلا مین اسقدر فرنگی جہاز جمع ہو گئے۔ کہ فرنگی ملاح تعداد مین باشندون سے بھی بڑھ گئے۔ اندنون رمضان کا مہینہ تھا۔ اور فصیل شہر بھی ایک جگہ سے گری ہوئی تھی۔ مسلمانون کو روزہ داری مین مصروف دیکھکر عیسائیون سے ضبط نہ ہوسکا اور اس رخنہ کے رستہ شہر مین داخل ہوکر اوس پر قابض ہوگئے۔ مگر چودہ یوم مین ہی وہ بحال تباہ بیدخل کر دیئے گئے۔ یہ سنہ ۱۲۶۰ء کا واقعہ ہے۔ اس سے دس برس بعد العرائش مین بھی عیسائیون نے یہی کیا۔ اچانک حملہ آور ہوکر اونھون نے کل باشندون کو قتل اور شہر کو منہدم کر دیا۔ سنہ ۱۲۶۰ء کے واقعہ مین زیادہ تر شرارت ہسپانوی عیسائیون کی تھی۔ جن سے اسکا عوض لینے کے لیئے دوسرے برس ہسپانیہ پر فوجکشی کی گئی۔ اور صوبہ ملاگا معہ اس ضلع کے جو ملاگا اور الجیراس کے درمیان ہے فتح کیا گیا۔ مراکش ابھی تک موحدین کے تصرف مین تھا۔ سنہ ۱۲۹۷ء مین بنی مرین نے اوس پر حملہ کیا۔ مگر پیچھے سے یغمورسن کے حملہ آور ہو جانیکی وجہ سے اونکو مراکش سے لوٹ جانا پڑا۔ دوسرے برس یعقوب نے تونس کے حفصی امیر یحیی بن زکریا سے مدد لیکر

یغموراسن پر حملہ کیا۔ اور کامیاب ہوا۔ یحیی نے بلا تامل اس لیئے مدد دیدی کہ وہ خود مراکش کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور اوسے یقین تھا کہ اس امداد دینے سے یعقوب ایسا ممنون احسان ہو جائیگا۔ کہ مراکش کو اوس کے لیئے چھوڑ دیگا۔ مگر یعقوب نے یغموراسن سے فارغ ہو کہ مراکش کا دوبارہ محاصرہ کر لیا۔ وہ اسدفعہ فایز المرام ہوا۔ اور موحدی طاقت ہمیشہ کے لیئے پامال کر دیگئی۔ اسوقت صرف ریف کا علاقہ ایسا باقی رہ گیا تھا۔ جو ابھی کامل طور پر مطیع نہ ہوا تھا۔ وہان کے خانہ بدوش عربی قبائل نے قبیلہ شب نات کی مدد سے سوس مین آکر فساد برپا کر دیا جسے فتح مراکش سے دوسرے برس سنہ ۱۲۶۹ء مین فرو کر دیا گیا۔ علاقہ ریف کے صدر مقام سبطہ مین جس کے سلح خانہ اور بندرگاہ کو یعقوب المنصور نے تعمیر کیا تھا۔ اسوقت فقیہ ابن العزفی گورنر تھا۔ اور اوسے اس عہدہ پر موحدی خلیفہ عمر المرتضی نے مامور کیا تھا۔ اس نے بنی مرین کو خراج دینا قبول کر لیا۔ ٹانجیر جو پہلے سبطہ کے گورنر کے ماتحت ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ سے آزاد ہو گیا ہوا تھا۔ ملک کے نئے حکمرانون نے سنہ ۱۲۶۶ء مین اچانک حملہ کر کے اوسے فتح کر لیا تھا۔ دوسرے برس سنہ ۱۲۶۷ء مین ابو مالک نے اوسکا ناکام محاصرہ کیا۔ اس سے چار برس بعد سنہ ۱۲۷۱ء مین العزفی نے اوسے مسخر کر لیا۔ مگر دو برس سے زیادہ عرصہ قابض نہ رہ سکا۔ یعقوب نے سنہ ۱۲۷۳ء مین نہ صرف اوسے بلکہ سبطہ کو بھی فتح کر کے ابن العزفی کو اپنا باجگذار بنا لیا۔ اس سے دو برس پہلے سنہ ۱۲۷۱ء مین وہ یغموراسن کو ہتلی کی دوسری لڑائی مین دوبارہ سخت زک دیچکا تھا۔ سنہ ۱۲۷۰ء مین اوس نے اوجہ کو بالکل ویرانہ کر دیا۔ اس فتح سے مخالفات قطعی طور پر مطیع اور بنی مرین کا اقتدار کامل طور پر قایم ہو گیا۔

خاص اپنے ملک کیطرف سے فارغ البالی حاصل ہو جانے پر یہ طبعی امر تھا کہ وہ اب ہسپانیہ کیطرف متوجہ ہوتا۔ ابن العزفی نے سنہ ۱۲۷۵ء مین اوسے بیس جہاز پیش کیئے اونکے ذریعہ وہ پانچہزار فوج سمیت آبنائے سے عبور کر کے سرزمین یورپ مین داخل ہوا۔ اور طارفہ سے لیکر الجیراس تک اپنا کمپ قایم کیا۔ مقامات طارفات اور رونڈا ہسپانیہ کے چند مسلمان امرا نے اوسے پہلے ہی قاعدة الجیش بنانے کے لیئے حوالہ کر دیئے تھے۔ اس کے مقابل غرناطہ کے بادشاہ نے سبطہ فتح کر لیا تھا جس کی مکرر تسخیر کے لیئے مدد حاصل کرنے کے لیئے وہ بذات خود نومبر سنہ ۱۲۷۴ء مین بارسیلونا گیا تھا۔ وہان جاکر اوس نے علاقہ

اراگان کے عیسائی بادشاہ ایاگو اول سے دستی کا معاہدہ کیا۔ اور اس عہدنامہ کے روسے بادشاہ مذکور نے سبطہ کی فتح کے لیئے یعقوب کو دس جہاز اور پانچسو سپاہ کی مدد دینے کا ذمہ لیا۔ اس واقعہ کی تفصیل بارہوین فصل مین درج ہے۔

ہسپانیہ سے اسدفعہ یعقوب محض ایکطرح کی گرداوری کرکے واپس آگیا۔ مراکو واپس پہونچکر اوس نے اپنے عہد کی سب سے زیادہ دیرپا، یادگار قایم کی۔ وہ یادگار فاس کا نیا شہر ہے۔ جسے اسوقت مدینہ ابیض کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اوسکا نقشہ خود امیر نے تجویز کیا۔ اور منجمون سے دریافت کرکے سنہ ۱۲۷۶ء کی نہایت سعد تاریخ کو سبھ لگن اور ساعت مین اس کی بناء قایم کی گئی۔ اسیوقت کمتا سا مین ایک قلعہ اور جامع مسجد تعمیر کرائی گئی۔ ان عمارتون سے فارغ ہوکر اوس نے ہسپانیہ پر جہاد کرنیکا پھر عام اعلان مشتہر کیا۔ لیکن قبایل مسلسل جدال و قتال سے ایسے تھکگئے تھے کہ بہت تھوڑے لوگ جمع ہوئے مگر اس سے یعقوب کا عزم سست نہ ہوا۔ اور وہ اپنی خاصہ فوج لیکر ۱۲۷۵ء مین آبنائے سے عبور کرگیا بادشاہ کی یہ الوالعزمی دیکھہ کر قبایل کی رگ حمیت بھی متحرک ہوگئی۔ اور مجاہدین جوق درجوق اوس کے پاس جمع ہونے شروع ہوگئے۔ جب سب سامان تیار ہوگیا تو قرطبہ پر چڑہائی کی گئی۔ اور اشبیلیہ کی دیوارون تک کل علاقہ غازیون نے اپنے گھوڑون کے سمون سے روندڈالا۔ وہان دریا گوادلکور[1] کے کنارہ پر فریقین مین معرکہ کارن ہوا۔ میدان مسلمانون کے ہاتھہ رہا اور عیسائی شہر کی چاردیواری کی پناہ مین چلے گئے۔ مگر مجاہدین کے مسلسل دہاوون نے انہین وہان بھی چین نہ لینے دیا۔ اور بقول مصنف روض القرطاس عیسائی مایوسی کا شکار ہ اپنے سرون کو فصیلون سے ٹپکنے لگ گئے۔ اور جب اونہون نے کوئی مضر نہ پایا۔ تو اپنے پادریون کو بھیجکر مصالحت و امان کی استدعا کی۔ جو مان لی گئی۔ صرف اس اکیلے معرکہ مین ۱۸ ہزار عیسائی قتل ہوئے۔ جن کے سرون سے مینار بنایا گیا۔ اور موذن نے اوس کی چوٹی سے صدائے اللہ اکبر بلند کی۔ دوسرے برس ۱۲۷۸ء مین ملاکا کے امیر نے جو ابن الاحمر امیر غرناطہ کا رقیب تھا۔ اپنا شہر یعقوب کے حوالہ کردینے کا معاہدہ کیا

[1] عربون کی طرح ہسپانوی بھی اوسے وادلکبیر ہی پکارتے ہین۔ یہ بگڑا ہوا نام صرف دیگر یورپین زبانون مین مروج ہے۔ مترجم

مگر ابھی حوالہ نہ کیا تھا۔ کہ ابن الاحمر[1] یعقوب رسن اور الفونسو[2] دہم والیئے کیسٹل تینون نے باہم متفق ہو کر بندرگاہ پچاس ہزار دینار پر اسیر مذکور سے خرید لیا۔ اور بنی مرین سے پہلے اوس پر قابض ہو گئے۔ بعد الفونسو نے الجیراس کا محاصرہ جا کیا۔ مگر محصورین کبوترون کے ذریعہ قلعہ جبل طارق سے برابر خط وکتابت کرتے رہے۔ اور ۱۲۷۹ء مین ہمسایہ مراکشی بنادر کے باشندون کی امداد سے عیسائی فوج کا محاصرہ اوٹھا دیا گیا۔ سبطہ کے گورنر فقیہ العزفی نے ۴۵ جہاز کی مدد بھیجی۔ اور اس کی رعایا مین سے اسقدر مجاہد آئے کہ شہر مین پیچھے ذکور مین سے صرف بچے۔ بوڑھے یا مریض باقی رہ گئے۔ باقی مراکشی بنادر نے ۱۵۔ اور ہسپانیہ کے بندرگاہ المونیکا نے بارہ جہاز بھیجے۔ صاحب روض القرطاس لکھتا ہے: طنجہ۔ قصر الصغیر اور سبطہ کے مسلمان مسلسل چار رات تک فصیلون پر کھڑے ہوئے بارگاہ ایزدی مین فتح ونصرت کے لیئے بعجز ونیاز دعا مانگتے رہے۔ اونکی آنکھین مقابل کے ساحل پر لگی ہوئی تھین اور شہرون کے کل پھاٹک چوپٹ کھلے ہوئے تھے۔ اونکی التجائین قبول ہو گیئن اگرچہ ہسپانوی جہاز آدمیون سے اسطرح بھرپور تھے جیسے پہاڑ کی چوٹی کوون سے اونھین ہزیمت نصیب ہوئی۔ اور مسلمانون نے شہر کی فصیل و برج کو از سرنو مستحکم کر لیا۔

بسبب اتحاد کے ان فتوحات سے فارغ ہو کر یعقوب نے رفع فتنہ و شر کے لیئے یغمور سن سے بشرائط مناسب آیندہ کے واسطے مصالحت کر لینے کی بہت کوشش کی۔ کہ مسلمانون کی طاقت باہمی جدال وقتال مین ضائع نہو۔ مگر جب وہ نہ مانا۔ تو مجبوراً تلوار سے کام لینا پڑا۔ اور یغمور سن کو ۱۲۸۲ء مین پھر سخت شکست ملی۔ اس سے کچھ عرصہ بعد بنی مرین کی تیسری یورش کے لیئے حسن اتفاق سے ایک عجیب صورت پیدا ہو گئی۔ ۱۲۸۲ء مین الفونسو کا ولی عہد سانچو جو بعد مین سانچو چہارم الملقب

[1] یہ پہلے متن مین لکھا جا چکا ہے کہ ابن الاحمر ایک طرح سے شاہ کیسٹل کا باجگزار ۔۔ ہو گیا ہوا تھا۔ اور اسکی فوجین عیسائی لشکر کی مدد کو جایا کرتی تھین۔ [2] علم نجوم کے متعلق جو جدولین الفونسو کے نام سے مشہور ہین۔ وہ اسی کے عہد مین مرتب ہوئی تھین۔

بہ اعظم و شجاع کے نام سے حکمران ہوا - باپ سے بگڑ گیا - اور اسکا قافیہ ایسا تنگ کیا
کہ اوسے لاچار ہو کر اپنے قدیم دشمن یعقوب سے مدد مانگنی پڑی - یعقوب کی فرانس کے
بادشاہ سے براہ راست خط و کتابت تہی - اسوقت فلپ سوم حکمران تھا - یعقوب نے
اوسے لکھا کہ اپنی کسی ذاتی غرض کو ملحوظ نہ رکھہ کر مین نے محض خدا کے واسطے اس التجا
کو قبول کر لیا ہے - پھر ایفائے وعدہ جرار فوج لیکر اندلسیہ مین داخل ہو گیا - اور باغیون
کو سزا دیتا ہوا قرطبہ کی دیوارون تک پہونچ گیا - وہ راتون رات کوچ کرتا ہوا ایسا
ناگہان پہونچا - کہ سانچو شہر کی حفاظت کا کچھہ انتظام نہ کر سکا - اور شہر چھوڑ کر بہاگ
جانے کے سوا اوس کے لیئے کوئی چارہ نہ رہ گیا - قرطبہ کی فتح سے پہلے الفونسو نے اپنا تاج
شاہی گروی رکھہ کر یعقوب سے ایک لاکھہ دینار قرض لیئے تھے - کہ وہ اس روپیہ
سے خود بھی کچھہ فوج مرتب کرے - یہ تاج تاریخ رہن سے ایک صدی بعد تک بھی
بنی مرین کے شاہی محلات ہی مین دکھائی دیتا رہا - عیسائی بادشاہون کو اوسے فک
کرانے کی توفیق نہ ہوئی - قرطبہ مین الفونسو کو پھر تخت پر بٹھا کر مجاہدین کا لشکر
میڈرڈ اور ٹولیڈو ہوتا ہوا جن دونون شہرون کو بھی مطیع کر لیا گیا ۱۲۸۴ء
مین ملاگہ پہونچا - اور اوسکا محاصرہ شروع کر دیا گیا - مگر ابن احمر جو ابتک سانچو کا رفیق
رہا تھا - اب بنی مرین سے اتحاد کر لینے کا مستدعی ہوا - اور دونون کے متفقہ لشکر زریز
تک عیسائی علاقہ مین بڑہے چلے گئے - اس اثناء مین الفونسو مر چکا تھا - اور سانچو
شرعاً و قانوناً کیسٹل اور لیون کا بادشاہ ہو گیا تھا - فتوحات نے مسلمانون نے اوسے اطاعت
ماننے پر مجبور کر دیا - وہ طلب امان کے لیئے بنات خود امیر کے دربار مین حاضر ہوا - اور
عرض کیا کہ جو شرائط پیش کی جائین - مین اونہین قبول کر لونگا - امیر نے اس موقعہ
کے لیئے اپنے دربار کو نہایت تکلف سے سجایا - کل مسلمان سفید پوشاکین زیب تن کئے
ہوئے تھے - جنکی براقی سے تمام فرش نور کا بقعہ معلوم ہوتا تہا - سانچو اور اوس کے ہمراہی
سیاہ لباس مین حاضر ہوئے - امیر نے یہ شرائط پیش کین - وہ مراکو کے فرمانروا کو
اپنا شہنشاہ تسلیم کرے - اور اس بات کا عہد کرے کہ اس کی قلمرو مین خشکی و تری
ہر جگہ تمام مسلمانون کو خواہ وہ مراکشی رعایا ہون - یا اور کامل آزادی حاصل ہوگی
اور اُن سے کوئی ٹیکس یا خراج نہین لیا جائیگا - تیسرے وہ عربی کی تمام قلمی کتابین

جو اوس کی قلمرو مین تہی جمع کرکے امیر کو بہیجی۔ چنانچہ شرط سوم کی تعمیل مین اوس نے کتابون کے تیرہ بڑے بڑے گٹھے اسلامی لشکر کو بہیجدیئے۔ یہ عموماً فقہ و حدیث اور علم ادب کے متعلق تہین۔ اونکو یعقوب نے اس مدرسہ مین بہیجدیا جو اوس نے فاس مین قایم کیا تہا۔ اور دوسری طرف اس محنت و تلاش کے صلہ مین سانچو کو بیس لاکھ درہم ارسال کیئے۔

یعقوب کو پھر وطن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ وہ ہسپانیہ سے مراکو واپس جاتا ہوا الجزایرس مین بیمار ہو گیا۔ اور وہین سنہ ١٢٨٦ء مین ١٩ برس کی شاندار حکومت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اوسکا بیٹا یوسف چہارم تخت نشین ہوا۔ اوس نے اپنے باپ کی فتوحات کا خوب سیر ہو کر پھل اٹھایا۔ سنہ ١٢٩٩ء مین تلمسان کا محاصرہ کیا۔ جس مین منجنیقون اور دیگر قسم کی قلون سے بہی کام لیا گیا۔ مگر شہر فتح نہ ہوا۔ کچھ عرصہ بعد عبد اللہ بن احمر نے امیر غرناطہ کی سعی و کوشش سے سانچو کی بجائے مراکو کا غرناطہ سے اتحاد ہو گیا۔ اور سنہ ١٢٩٢ء مین یوسف نے ہسپانیہ پر حملہ کرکے اپنے نئے معاون کی مدد سے طارفہ کو فتح کر لیا۔ عبد اللہ کو توقع تھی کہ یوسف یہ مقام اوسے دیدیگا۔ اسلیئے وہ استقبال کے لیئے طانجیر تک آیا۔ اور وہان آکر وہ قرآن شریف[1]

---

[1] اس کلام مجید کے متعلق التونسی تلمسان کے خاندان بنی زیان کی تاریخ مین مختلف روایت لکھتا ہے اسکا بیان ہے کہ یہ قرآن مجید عبد المومن قرطبہ کی مسجد سے مراکش لایا۔ اور اسکی دوبارہ مرصع طلائی جلد بندی ہوائی۔ اوسے ایک برق رفتار ساندنی پر فوج کے آگے بطور نشان رکھا جاتا اور اسکے پیچھے کئی اونٹون پر تفسیرین ہوتین۔ اسلی کی لڑائی مین اوسے نیمورسن کی سپاہ نے چھین لیا۔ اور اس کی مرصع جلد کو اوکھاڑ کر قرانجید کو سترہ درہمون پر بازار مین بیچدیا۔ مگر بنی زیان کو جلد اوس کی اصل کیفیت معلوم ہوگئی۔ اور اوسے دوکاندار سے خرید کر بڑے ادب و احترام سے شاہی محل مین حفاظت تمام رکھا گیا۔ ازمنہ مابعد مین اوسے حاصل کرنے کیلئے ٹونس مراکو اور ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہون نے بہتیری کوشش کی۔ مگر سب تمنا کی حسرت لیکر ہی چلے گئے۔ ہمارے بادشاہون نے اوسے جدا کرنا کبھی منظور نہ کیا کیونکہ وہ اس مقدس خاندان کی نسل سے ہین جن پر قرانجید نازل ہوا تہا۔ (دیکھو صفحہ ایندہ)

بطور تحفہ پیش گیا جسے خاندان بنی امیہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے رہے تھے۔ اور اس کی نسبت عام روایت مشہور تھی کہ اسے خلیفہ ثالث عثمان ذوالنورین نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ مگر خانہ امید خالی است۔ یوسف نے طارفہ اپنے ہی قبضہ مین رکھا۔

اس اثنا تک بنی مرین کی طاقت و شوکت کی خبر دور دور تک پہونچ چکی تھی۔ اگر ایک طرف پرتگال اور بایودہ سے مسیحی سفرا مبارکباد اور تہنیت کے پیغام اور اظہار اخلاص و رفاقت کے مراسلے لیئے چلے آتے ہین۔ تو دوسری طرف حفصی امرا [illegible] سے جہازون کی کمک بھیج رہے ہین۔ سنہ ۱۳۰۰ء مین مصر کے مملوک فرمانروا کیطرف سے ہاتھی زرافے اور دیگر تحائف موصول ہوئے۔ اوسی سال شرفا مکہ کا ایک وفد پہونچا جن کی آمد سے خوش ہو کر سالانہ حج کا سلسلہ جو خانہ جنگی کے دوران مین بند کر دیا گیا تھا۔ کھولدیا گیا اور سنہ ۱۳۱۳ء مین پہلا قافلہ امیر یعقوب نے بڑے جاہ و حشم سے حجاز کو روانہ کیا۔ اور اس کے ساتھ پانسو سپاہی حفاظت کے لیئے کر دیئے۔ دوسرے برس اس سے بھی بڑا قافلہ بھیجا گیا۔ مگر واپسی کے وقت تلمسان کے عربون نے یوسف کے ان قاصدون کو جو اس قافلہ کے ہمراہ گئے تھے لوٹ لیا۔ صدی کے خاتمہ کے قریب یوسف تلمسان کے محاصرہ مین مشغول تھا۔ یہ محاصرہ جو اس نے سنہ ۱۲۹۹ء مین کیا۔ پورے ایک سو مہینے قائم رہا۔ اور یوسف کی موت کے ساتھ ختم ہوا۔ جسے ایک خفی القلب غلام نے سنہ ۱۳۰۷ء مین سوتے ہوئے خنجر سے شہید کر دیا۔ اس کی لاش سلا مین لاکر دفن کی گئی۔ اوران۔ الجیرز اور بوجیہ کو اوس نے سنہ ۱۳۰۰ء مین فتح کر لیا تھا۔ مگر اس کی طاقت و جبروت کی سب سے بڑی نشانی وہ نیا شہر تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۴۵) وہ ایسے بیش قیمت ورثہ کو کب اپنے سے جدا کر سکتے تھے۔ پس وہ نسلاً بعد نسل باپ سے بیٹے کو پہونچتا رہا۔ گو آخرکار ایک زمانہ مین وہ کسی نہ کسی طرح انکے [illegible] سے جاتا رہا۔ اسقدر لکھنے کے بعد مورخ مذکور بنی زیان کو ہاشمی النسل ثابت کرنے کے لیئے ایک شجرہ نسب درج کرتا ہے۔ جس مین یغمورسن کا سلسلہ بنی ادریس سے ملایا گیا ہے۔ مگر باخبر جانتے ہین کہ مراکو ہی نہین کل دنیا مین ایسے ہزارون فرمائشی شجرہ نسب موجود ہین۔ دیگر مورخین کا بیان ہے کہ جب مراکو کے بادشاہ علی نجم نے سنہ ۱۳۳۷ء مین تلمسان کو فتح کیا تو یہ قرآن مجید بھی اسے مل گیا تھا۔ مولف۔

جسے تلمسان کے مقابل اوس نے منصورہ کے نام سے تعمیر کرایا۔ یہ شہر گو اوس کے
لشکر کی فرودگاہ تہا۔ جس طرح دو سو سال بعد ہسپانیہ کے مسیحی بادشاہون نے غرناطہ
کے محاصرہ کیوقت اوس کے سامنے ایک نیا شہر بنام سنٹسانی بنالیا تہا۔ مگر اسے منصورہ
کے برابر عمر نصیب نہ ہوئی۔ وہان کی جامع مسجد کا نصف مینار ابتک ایستادہ ہے جو شہر
اور اس کی عمارت کی شان و شوکت کا پتہ بتا رہا ہے۔

یوسف کے بعد اوسکا بیٹا اور پہر بہائی تخت نشین ہوئے۔ جو تہوڑے
تہوڑے دنون کے وقفہ کے ساتہہ قتل کرا دیئے گئے۔ اور اون کے بعد اوسکا پوتا
عمر ابو ثابت منصورہ مین سلطان مشتہر کیا گیا۔ مگر اوسے بھی ایک برس سے زیادہ
حکومت کرنا نصیب نہ ہوا۔ وہ سنہ ۱۳۰۸ء مین قصبہ ٹانجیر مین فوت ہوا۔ جہان سے
اس کی لاش دفن کرنے کے لیئے سلا پہونچائی گئی۔ قطاوین کا موجودہ شہر اسی برس
تعمیر ہوا۔ اس کا جانشین اس کا چہوٹا بہائی سلیمان اوّل ابو ربیعہ ہوا۔ جسے بہائی
سے صرف دگنا عرصہ حکومت کرنی ملی۔ اس کے عہد کا بڑا واقعہ سبطہ کی تسخیر تہی۔
جو چار برس کے بعد ایاگو ثانی شاہ اراگان کی مدد سے امیر غرناطہ سے فتح کیا
گیا۔ لیکن ویسے ہی اوس کے مقابل فرنڈ و چہارم شاہ کیسٹل نے بنی مرین سے جبل
طارق فتح اور طارفہ کا محاصرہ کر لیا۔

اس کی وفات پر یعقوب ثانی کا ایک بیٹا مسمی عثمان ثانی الملقب بہ ابو سعید
دوم سنہ ۱۳۱۰ء مین بادشاہ ہوا۔ اسیکی شان مین اوس کے ہمعصر ایک شاعر نے وہ
مشہور عربی رباعی کہی تہی۔ جسکا ترجمہ اردو مین حسب ذیل ہے " خلافت اوسے
اباعن جد وراثت مین پہونچی ہے۔ وہ حق ہی اوسی کا تہی۔ اور وہ خلافت کے لیئے
ہی موزون تہا۔ اگر وہ اس کے سوا کسی اور کو ملی ہوتی تو دنیا تہ و بالا ہو گئی ہوتی
اس رباعی سے یہ پتہ مل سکتا ہے۔ کہ اوس زمانہ کے علم ادب کی شاخ شعر و سخن کا رنگ
ڈہنگ اور مذاق کیا تہا۔ شاعر کو اس بے اندازہ تعریف کا اس سے موقعہ ملا۔ کہ اوس کے
عہد کے پہلے ہی سال جبل طارق عیسائیون سے فتح کر لیا گیا۔ اور اونکا بیڑہ معدوم
و فنا کر دیا گیا تہا۔ دو برس بعد سنہ ۱۳۱۲ء مین الجیراس امیر غرناطہ کو واپس دیدیا
گیا۔ مگر سنہ ۱۳۱۹ء مین جب امیر مذکور نے رہائی کیسٹل کے مقابلہ کے لیئے مدد مانگی۔ تو نکاہ

کر دیا گیا۔ سنہ ۱۳۲۰ ہجری مین عثمان کے ایک بیٹے عمر نے بغاوت کر کے طافیلالت مین اپنی علیحدہ حکومت قایم کر لی۔ اور باپ کی وفات تک جو ۱۳۳۱ء مین واقع ہوئی۔ صوبہ مذکور پر متصرف رہا۔ مگر وارث تخت عثمان کا ایک اور بیٹا ابو الحسن علی پنجم ہوا۔ جو سلطان الاسود کے لقب سے عام طور پر پکارا جاتا تھا۔

اس کے عہد کا بڑا واقعہ تلمسان کا کامیاب محاصرہ ہے۔ اوس نے ۱۳۳۵ء مین علاقہ مذکور پر فوجکشی کی۔ راستے مین اوسے ہی پہلے اوجہ کو فنا و معدوم کیا۔ اور پھر تلمسان کا محاصرہ شروع کیا۔ جس کے دوران مین اوس نے یوسف چہارم کی تیار کردہ فصیلون سے ہی فایدہ نہ اوٹھایا۔ بلکہ اُنہیں اور کئی برج بھی ایزاد کیے۔ دو برس کی مسلسل کوشش کے بعد وہ اپنے مدعا مین کامیاب ہو گیا۔ لیکن مراکشی اس پر صرف بیچاس برس ہی قبضہ رکھ سکے۔ ۱۳۴۰ء مین علی نے ہسپانیہ پر چڑھائی کی۔ مگر طارفہ کے قریب بمقام راؤ سلاڈو۔ الفونسو نہم سے شکست اوٹھائی۔ مغرب مین بزور شمشیر اقتدار بڑھانے مین ناکام رہتے پر اوس نے بلطف و مدارات مشرق مین اپنی نیک نامی بڑھانے کی اس طریقے سے کوشش کی۔ کہ اس نے ہاتھ سے متعدد قرآن شریف لکھ کر مدینہ اور یروشلیم کو روانہ کیے۔ اور وہان کے حکمرانون سے درخواست کی کہ اوس کے ملک کے حجاج کی تکالیف و خطرات سے نگہداشت کی جایا کرے۔ ۱۳۴۸ء مین ٹونس پر فوجکشی کی۔ مگر دوسرے برس قیروان کی دیوارون کے نیچے ایسی شکست کھائی کہ عوام مین مشہور ہو گیا کہ وہ مر گیا ہے۔ اس افواہ کے سنتے ہی قسطنطین[1] اور بوجہ کے باشندون نے آزادی کا اعلان کر دیا۔ اور دوسری طرف علی کا بیٹا ابو العنان فارس اول نے تخت و تاج شاہی منصب اختیار کر لیا۔ اور پھر جدید فاس کو دھاوا کر کے فتح کر لیا۔ یہ رنج [illegible] کر علی نے پہلے سبطہ مین اور پھر طافیلالت مین پناہ لی۔ ابو العنان وہان تک تعا [illegible] پہونچا۔ لیکن ورینولا نشہ ۱۳۵۰ء مین علی مراکش پہونچ چکا تھا۔ جہان کے باشندون نے بڑی مسرت سے اپنے بادشاہ کا استقبال کیا۔ ابو العنان کو

---

[1] حفصی امیر نے خاندان حفص کے مورخ ابن خلدون کے باپ کو اسی جگہ ابو العنان سے مصالحت کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

بادشاہی کا چسکا پڑ چکا تہا۔ باپ بیٹے کی افواج مین ایک سال بعد میدان ام الربیع مین دست بدست گہمسان کی لڑائی ہوئی۔ جس مین شکست اٹہانے پر علی باضابطہ طور پر تاج و تخت سے دست بردار ہو گیا۔ بیٹے کی نافرمانی اور دست برداری کی ذلت سے اوسے ایسا صدمہ پہونچا کہ خون جاری ہو گیا۔ اور چند لحظون کے بعد اوس کا دم نکل گیا۔ دفن سے پہلے اس کی لاش بیٹے کے خیمہ مین لائی گئی۔ جس نے اوسکا بڑا ادب و احترام کیا۔ برہنہ سر ہو کر لاش بیجان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور اپنے والد کے منظوران نظر کو انعام و اکرام سے لاد دیا۔ سلاطین اسکی قبر کے تعویذ کا کتبہ اب تک قایم ہے۔ اس مین معمولی القاب و خطابات کے علاوہ تاریخ و مقام وفات اور موقعہ قبر بتلایا گیا ہے۔ اسی قبر کے متصل ابو العینان کی والدہ کی قبر ہے۔ جس کی تعویذ کے کتبہ مین تاریخ وفات اور متوفیہ کی منزلت کے علاوہ اس کی عفت و پارسائی۔ فصاحت و بلاغت اور خیرات و مبرات کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ خاتون موصوفہ کا نام شمس الضحی تہا۔ ایسے نام عموماً عیسائی کنیزون کے رکہے جاتے تھے۔ مگر بعض مورخون نے اوسکا نام شافیہ بہی لکہا ہے۔

ابو العینان نے سب سے اول تلمسان اور الجیریا پر فوج کشی کی۔ اور انکو باجگذار بنایا۔ اس سے دو برس بعد سنہ ۱۳۵۴ء مین طرابلس کے حکمران نے کہلا بہیجا کہ شہر کو فدیہ دیکر اہالی جنوا کے تصرف سے چہوڑانے کے لیے پچاس ہزار دینار کی ضرورت ہے۔ ابو العینان نے بلا تامل پانچ خچر لدوا کر یہ رقم بہیجدی۔ اسی سال سلطان غرناطہ محمد پنجم کا سفیر عیسائیون کے برخلاف مدد عطا کرنیکی درخواست لیکر آیا۔ یہ درخواست بہی بڑی خوشی سے قبول کر لی گئی مگر کسی نہ کسی وجہ سے وعدہ امداد کا ایفا نہ کیا گیا۔ اس واقعہ سے چند برس بعد جب محمد کو اس کے بہائی اسمٰعیل نے معزول کر دیا تو وہ فاس کو بہاگ آیا۔ اور دو تین برس تک وہان ابو العینان کا مہمان رہکر اپنے ملک کو واپس گیا۔ اور پہر اپنے تاج و تخت پر متصرف ہو گیا۔

ابو العینان کو عربون سے سخت نفرت تہی۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ اونکے ساتہ بڑی سختی سے پیش آتا تہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوس نے سنہ ۱۳۵۷ء مین قسطنطین اوس

لہ عیسائی مورخ نتی نیر لکہتا ہے کہ ہسپانیہ کے عیسائی بادشاہ پیڈرو ظالم نے بہی باپ بیٹے کے تنازعہ مین ابو العینان کو مدد دی تہی ؎

ٹونس کو فتح کیا ہی تہا کہ خبر پہونچی۔ کہ فوج مقیمہ فاس کے بہت سے عرب افسر ملازمت چھوڑکر چلدیئے ہین جس پر اوسے فوراً فاس واپس جانا پڑا۔ دوسرے ہی برس ۱۳۵۸ء مین وہ فاس مین فوت ہوگیا۔ اور اوسکا بیٹا سعید اول جو ابھی بچہ ہی تھا۔ برائے نام باپ کا جانشین ہوا۔ متوفی سلطان کے بہائی ابو سالم ابراہیم ثانی نے ۱۳۵۹ء مین ہسپانیون کی مدد سے چند ہی ہفتے بعد سبطہ اور طنجہ پر قبضہ کر لیا۔ اور دو برس تک ارض مغرب کا حکمران رہا۔

سوڈان سے راہ و رابطہ

اس عہد کا ایک دلچسپ واقعہ ارض سوڈان کے صدر مقام مالی کو سفارت کا بہیجا جانا تہا۔ جو سرحد مغرب سے تین ماہ کی مسافت پر واقع تہا۔ یہ اون سفارتون مین سے اولین سفارت تہی جنکی طفیل از منہ بعد مین سلطنت مغرب کو بے انتہا فایدہ اور اقتدار و عزت حاصل ہوتی رہی۔ سفارت ۱۳۶۰ء مین بہیجی گئی۔ اسوقت مالی پر مسلمان امیر سلطان منسا زاطہ حکمران تہا۔ جو سلطان منسا سلیمان کے بعد تخت نشین ہوا تہا۔ منسا زاطہ نے سلطانی سفیر کی واپسی پر بیش بہا ہدایا اپنے آدمیون کے ہاتھ روانہ کئے۔ اُن مین ایک زرافہ جانور بھی تہا۔ ابی سالم نے سفرا سے بہرے دربار مین ملاقات کی۔ جو بڑے تکلف کے ساتھ سجایا گیا تہا۔ زرافہ[1] کو اب پہلی دفعہ اہالی مغرب نے دیکہا تہا۔ اس عجیب الخلقت جانور کے معائنہ ہی سے اونکی حیرت و حیرانی کی حد نہ رہگئی تہی۔ مگر جب اونہون نے دیکہا کہ سوڈانی سفیر اظہار تعظیم کے لیئے خاک اپنے سرون پر ڈالتے ہین۔ اور ترجمان کے بیان کی تصدیق مین ہر موقعہ پر اپنی کمانون کو جہنکارتے ہین۔ تو اونکا تعجب اور بھی بڑہ گیا۔ مورخ ابن خلدون نے اس موقعہ پر ابی سالم کی شان مین ایک طویل قصیدہ لکہا ہے۔ جس مین زرافہ کے متعلق وہ حسب ذیل لکھتا ہے:؎

ورقمة الاعطاف حالية | موشية بوشائج البرد
وحشية الانساب ما انس | فی موحش البیداء بالقرد
تسمو بجید بالغ صعدا | شرف الصروح بغیر ما جہد
طالت رؤوس الشامخات بہ | ولربما قصرت عن الوہد

۱؎ عجیب کا ڈہنگ تین جانورون کی شکل رکہنے والا جانور +

ابی سالم کی وفات پر سنہ ۱۳۶۶ء تک پانچ برس کے لیئے مراکو تین مدعیان تخت ابو عمر تاشفین ثانی - عبدالحلیم اور محمد پنجم مین منقسم خانہ جنگی کا شکار رہا - آخر عبدالعزیز اول ابو العینان کا ایک اور بہائی خاصی طاقت پکڑ کر تخت نشین ہوا - اسوقت شاہ انگلستان کا ولی عہد ایڈورڈ الموسوم بہ شہزادہ سیاہ پوش باپ کیطرف سے مغربی فرانس کے علاقہ بورڈو پر حکمران تہا - عبدالعزیز نے سنہ ۱۳۶۸ء مین سفارت بہیجکر اس سے دوستانہ راہ و رسم قایم کی - اس کے عہد کا دوسرا اہم واقعہ الجیراس در جزیرہ الخضراء کا فتح ہونا تہا - اس شہر پر ابی الحسن کے عہد سے ہسپانوی عیسائیون کا قبضہ چلا آتا تہا - عبدالعزیز نے ابن الاحمر والیئے غرناطہ کو لکہا کہ مجہے چند باغیون کی سرکوبی سے فرصت نہین - تم اس شہر کو کفار کے پنجہ سے چہڑانے کا ثواب حاصل کرو - جہازون اور نقدی وغیرہ سے مین بہی تمہاری مدد کرونگا - ابن الاحمر نے اوسے مان لیا - اور شہر کا محاصرہ کر لیا گیا جسے محافظین نے تنگ آکر کچہہ عرصہ کے بعد مسلمانون کے حوالہ کر دیا - اور وہان پہر شعار اسلام رائج ہو گیئے - مگر دس برس بعد شہر مذکور کو اس سے بالکل برباد کر دینے کی تجویز کی گئی - کہ عیسائیون کو اس پر حملہ کرنیکی کوئی وجہ ترغیب ہی نہ رہجائے - چنانچہ سنہ ۱۳۷۹ء مین اوسے ایسا برباد کر دیا گیا کہ گویا کبہی پہلے وہان کوئی شہر آباد ہی نہ تہا -

سنہ ۱۳۷۲ء مین باپ کی وفات پر محمد السعید چہارم ابن عبدالعزیز تخت نشین ہوا مگر دو برس ہی مین اوس کے باپ کی تمام کوششون پر جس نے بڑی مشکلون سے سلطنت کے پراگندہ اجزا کو مجتمع کیا تہا - پانی پہر گیا - اور ملک پہر کئی دعویدارون مین منقسم ہو گیا دس برس تک احمد ثانی (ابو العباس المستنصر) جو سوقت تک طنجہ مین نظر بند تہا سلطنت کے شمالی حصہ پر اور عبدالرحمن اول جنوبی حصہ پر اور عبدالرحمن اول جنوبی حصہ پر قابض رہا - البتہ سرحدی قصبہ ازمور برابر فاس کے زیر فرمان رہا - لیکن ویسے ہی متذکرہ صدر دونون رقیب فاس اور مراکش پر حملہ آور ہوتے رہکر ملک کو ویران و تاراج کرتے رہے محمد نے تخت نشینی کے پہلے ہی سال ٹیوٹس و بوجہ کو فتح کر کے خاکستر کر دیا - مگر یہ فتح عارضی ثابت ہوئی - سنہ ۱۳۸۲ء مین تلمسان کو فتح کیا - اس سے دو برس بعد ایک رشتہ دار موسی ثانی نے اوسے معزول کر کے غرناطہ کو جلا وطن کر دیا - اور پہر سلطنت کو محمد

(المستنصر) ایک نئے مدعی تخت کے ساتھہ آپس مین تقسیم کر لیا بلکہ ملک مین یہی دونون شخص حکمران نہ تھے۔ معزول سلطان کے مدبر ابن ماسائی کو ابتک بہت اقتدار حاصل تہا۔ اوس نے سنہ ۱۳۸۶ء مین امیر غرناطہ کو ایک مرتبی شہزادہ کو جو نہائت غریب مزاج تھا بحیثیت تخت مراکو بھیجنے پر رضامند بنا لیا۔ اور جب یہ شہزادہ آیا تو اوسے محمد ہفتم الواثق کے خطاب سے سلطان مشتہر کر دیا۔ مگر ابن ماسائی کی کامیابی دیرپا نہ ثابت ہوئی۔ اہل مغرب نے ہسپانویون سے مدد مانگی۔ جن کے پاس امیر غرناطہ کے چند لواحق جو مدعی تخت تھے۔ سیول مین نظر بند تھے۔ ادہر موسٰی نے قصبہ سبطہ جو اوس نے سابقہ مدد کے معاوضہ مین غرناطہ کو دیا تہا۔ پھر واپس لے لیا۔ اور سنہ ۱۳۸۷ء مین احمد ثانی نے وہان واپس آکر کچھہ عرصہ کی محرومی کے بعد اپنے تخت پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اور ابن ماسائی کے ہاتھہ پاؤن کٹوا کر اوسے ہلاک کروا دیا۔ مورخ عظیم ابن خلدون کی تاریخ اس مقام تک پہونچکر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ چودہوین صدی عیسوی کے آخری نصف حصہ مین کبھی شاہ غرناطہ کے ہان اور کبھی دربار مراکش مین مناصب جلیلہ پر مامور رہتا رہا تہا۔ آخر عمر مین وہ مصر چلا گیا تہا جہان کہ ملوک حکمرانون نے اوسے بہت عزت واحترام سے اپنا مہمان بنایا۔ اس کے بعد پھر کسی مورخ نے ویسی شرح وبسط سے اس ملک کی تاریخ کا سلسلہ جاری نہ رکھا۔ مولانا احمد نے اپنی تازہ تصنیف کتاب الاستقصاء لاخبار دول المغرب الاقصیٰ مین بیشک حتے الوسع کسی اہم واقعہ کو فروگذاشت نہین ہونے دیا۔ لیکن ابن خلدون کی بات ہی کچھہ اور ہے۔

چودہوین صدی عیسوی کا آخری زمانہ ابنائے کے دونون طرف کی اسلامی سلطنتون کے لیئے کمال نحوست وادبار اور ویرانی وبربادی کا زمانہ تہا۔ غرناطہ مین متوفی امیر کے بیٹون مین خانہ جنگی محض مراکشی سفیر کی مداخلت او دیبیچ بچاؤ سے رکی۔ مگر عام افواہ ہے کہ پانچ برس بعد مراکشی سلطان ہی اپنے ہمعصر امیر غرناطہ کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ اوس نے ایک زہردار عبا سنہ ۱۳۶۹ء مین شاہ غرناطہ کو تحفتاً بہیجی۔ جس کے پہنتے ہی وہ مر گیا۔

مراکو مین ابی العباس احمد ثانی کے بعد اوس کا بیٹا ابی فارس عبد العزیز ثانی

سنہ ۱۳۹۳ء مین تخت نشین ہوا۔ ابی العباس نے عہد کا ایک قابل تذکرہ واقعہ یہ تہا۔ کہ ایک مراکشی امیر یوسف بن علی حج بیت اللہ کو گیا۔ واپسی کے وقت وہ مصر مین علامہ ولی الدین الحسن بن خلدون کو ملا جو اوسے مصر کے چرکس حکمران الملک الظاہر برقوق اول کے ہان لے گیا۔ وہ بڑی خاطر و تواضع سے پیش آیا۔ اور روانگی کے وقت اوس کے ہاتہ اپنے ملک کی بہت سی قیمتی مصنوعات تحفتًا سلطان مغرب کو روانہ کین۔ ابی عباس کو اس سے ایسی خوشی ہوئی کہ اوس نے خاص اہتمام و تکلف سے دربار کو سجائے جانیکا حکم دیا۔ اور پھر اس دربار مین یہ ہدایا اوس کے پیش کئے گئے۔ اس کی مکافات مین اس نے بہی اپنے معری ہمعصر کے لیئے قابل دید تحائف اور بادپا گہوڑے جمع کئے۔ اور انکو یوسف کے ہاتہ بہیجنے والا ہی تہا کہ موت کا پیغام پہونچ گیا۔

عجیب اتفاق } مراکو کے نئے سلطان کیطرح اوس کے ہمعصر تونسوی امیر کا نام بہی عبد العزیز ابن احمد تہا۔ اور وہ بہی اسی سال تخت پر بیٹہا۔ البتہ اوسکی حکومت مراکشی سلطان کی نسبت بہت زیادہ عرصہ رہی۔ ابی فارس شہسواری مین نظیر نہ رکہتا تہا۔ اور اسی لئے اوس کی یہ کیفیت رکہی گئی تہی۔ اس نے تین سال اور ایک ہفتہ حکومت کی۔ بقول مسٹر میکنس اس کا جانشین اس کا بیٹا فارس دوم والمتوکل، ہوا۔ اور بقول مولانا احمد اس کا بہائی ابی عامر عبد اللہ المستنصر باللہ[1] جو ایک سال پانچ ماہ کی حکومت کے بعد فوت ہوگیا۔ مولانا احمد ابی فارس دوم مطلقًا کوئی ذکر نہین کرتے۔ اس کے برعکس مسٹر میکنس لکہتے ہین کہ اس کے متعلق کچہہ حال معلوم نہین ہوا۔ پہر ایزاد کرتے ہین کہ اس کے عہد مین اہالی جبل طارق نے سنہ ۱۴۱۱ء مین برضا و رغبت خود غرناطہ کی متابعت چہوڑ کر سلطان مراکو کی حکومت کو تسلیم کیا۔ اور غرناطہ کی حالت ایسی نازک ہو رہی تہی۔ کہ اوسے تونس اور مراکو دونون سے عیسائیون کے برخلاف مدد مانگنی پڑی۔

مراکو پر مسیحی یورشین } مگر خود مراکو مین بہی مسلمانون کی حالت ایسی کمزور ہو چکی تہی۔

---

[1] مولانا احمد لکہتے ہین کہ اس صدی کے مشہور ولی اللہ ابو العباس احمد بن عمر اندلسی انکے عہد مین سنہ ۸۶۵ھ مین فوت ہوئے۔ اور ابو عبد اللہ اپنی کتاب نجم ثاقب مین انکو ابدال وقت مین شمار کرتا ہے۔ انکی قبر قصبہ سلا مین اب بہی زیارتگاہ عام ہے۔

کہان تو ہسپانیہ کے عیسائیون کو ہروقت اہالی مغرب سے جان کے لالے پڑے رہتے تھے۔ اور کہان اب مراکو ہی ان کی جولانیون کا اکہاڑہ بن گیا۔ شہزادہ ہنری سوم والئے ہسپانیہ کا بیڑہ منگل کے عہد مین تطاوین پر ۱۴۰۰ء مین حملہ کر چکا تہا۔ اب پرتگال کو بھی گدگدگی پیدا ہوئی۔ ۱۴۱۰ء مین ابو عینان کا تیسرا بیٹا ابو سعید سوم حکمران ہوا۔ اوس کے وقت سے مراکو پر مصیبت پر مصیبت وارد ہونی شروع ہو گئی۔ وہ کل کاروبار سلطنت وزراء کو سپرد کر کے خود عیش و عشرت مین غرق رہا۔ اور وزراء کی یہ کیفیت تہی کہ وزارت حاصل کرنے کے لئے متقدر امیر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے۔ ملک کی کسی کو فکر نہ تہی۔ پرتگالیون نے سب سے اول سبطہ پر ۱۴۱۵ء مین حملہ کیا۔ اور اوسی سال اوسے فتح کر کے وہان اپنی نوآبادی قائم کی۔ اس سے اونکو اپنی تجارت و حکومت کی وسعت و رونق کے لئے بڑی بڑی امیدین تہین۔ مگر ان مین سے ایک بھی پوری نہ ہوئی۔ اس فتح سے مراکو کا شیرازہ جمعیت اور پراگندہ ہو گیا۔ اس سے دوسرے ہی برس ابو سعید معزول کر دیا گیا۔ اور ملک دو دعویداران تخت۔ سعید دوم اور یعقوب ثالث نے آپس مین بانٹ لیا۔ پادریون نے مراکش سے اپنا بوریا بستر تاریخ قیام سے بعد پہلی مرتبہ اسی دوعملی کے عہد مین ۱۴۲۳ء مین اوٹہایا۔ ان کے بعد عبداللہ ثالث خاندان مرین کا آخری حکمران تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد مین پرتگیزون اور ہسپانویون کو بھی زک ملی۔ پرتگیزون نے ہسپانوی شہزادہ ہنری المشہور بہ جہازران کے زیر ہدایت طنجہ پر ۱۴۳۷ء مین حملہ کیا۔ مگر مسلمانون کے کثیر التعداد لشکر نے اونکو مقام مرتشا پر ایسے گہیرے مین لے لیا کہ عیسائیون کے لئے سفر کا کوئی رستہ نہ رہ گیا۔ اور اونکو بڑی ذلت کے ساتھ صلح کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ صلح سبطہ کو خالی کر دینے کی شرط پر ہوئی۔ اور اوس کے ایفار کی کفالت مین ہنری کا بھائی فرننڈ و بطور یرغمال مسلمانون کے حوالہ کیا گیا۔ مگر عیسوی دیانت ایفائے عہد کی کب اجازت دیتی تہی۔ خاصکر ایسی صورت مین جبکہ سبطہ پرتگالیون کے پاس تہا۔ اور ضمانت مین ایک ہسپانوی شہزادہ مکفول تہا۔ شاہ پرتگال نے سبطہ خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ اور عہد پرست پوپ روم سے خلاف ورزی معاہدہ کی باضابطہ اجازت

حاصل کرلی۔ غریب فرننڈ کو اس کی قسمت پر چھوڑ دیا جو کئی سال کی نظر بندی کے بعد غریب الوطنی مین ہی بمقام فاس فوت ہوا۔ ہسپانویون کو اب تک اپنے ہم مذہبون کی بیغداری فراموش نہین ہوئی۔

اسوقت سلطنت زوال و انحطاط کے آخری درجہ تک پہونچ چکی تھی تلمسان اور تونس آزاد ہو چکے تھے۔ یورپ مین مراکشی حکومت کا کچھہ دخل نہ رہگیا تھا۔ وہان کا آخری حصن حصین جبل طارق ہسپانوی سنہ ۸۷۷ ہجری مین فتح کر چکے تھے اور مراکو مین عیسائیون کا قدم سنہ ۸۶۹ ہجری مین بمقام طنجہ بڑی مضبوطی سے کر چکا تھا۔ جو اڑہائی سو برس تک پرتگالیون کے تصرف مین رہکر ۱۶۶۲ء مین بطور جہیز شاہ پرتگال کی بہن کو جو شاہ انگلستان چارلس دوم سے بیاہی گئی۔ دیا گیا۔ مگر خوش قسمتی سے عیسائیون کو اندرون ملک مین بڑہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ورنہ اسوقت حالت ایسی ابتر ہو رہی تھی کہ وہ باآسانی تمام مراکو کے مالک بن سکتے تھے۔ ۱۴۶۵ء مین عبداللہ ایک شریف کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور اس کی وفات پر بنی مرین کا وہ سلسلہ جو امیر عبدالحق مرحوم سے براہ راست چلا آتا تہا۔ ختم ہو گیا۔

اسکے قتل کیوجہ یہ ہوئی کہ اوس نے اس شہر سے ناراض ہو کر فاس پر ایک یہودی کو عامل مقرر کر دیا تہا۔ اس کمبخت نے رعایا کو ستانیکا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور آخر اپنی بدعنوانیون کی لگام یہان تک ڈہیلی چھوڑی کہ ایک دن ایک سیدانی کو گرفتار کرا کر سخت پٹوایا۔ اور جون جون وہ رسول اللہ کا واسطہ دیتی۔ اسکا غیظ و غضب اور بڑہتا جاتا۔ اس ظلم عظیم کو باشندگان شہر برداشت نہ کر سکے سب نے ایک سید ابی عبداللہ کے ہاتہہ پر بیعت کی۔ اور اس نے سلطان کو قتل کر دیا۔

مگر اس سلسلہ کے ختم ہونے سے بنی مرین کے خاندان کا عہد ختم نہ ہوا۔ اسکی ایک شاخ بنی وطاس علاقہ طلیلا مین عرصہ سے حکمران چلی آتی تہی۔ اصیلا فنسی زمانہ کی یادگار ایک نہائیت قدیم شہر اور ابنائے جبل طارق سے پرے مراکش کا پہلا بندرگاہ ہے۔ وہان اسوقت سعید ثالث مولائی سعید الشیخ الوطاسی حکمران تہا۔ اور معقول

۱۵۱ آخری مرینی بادشاہ اور اولین وطاسی بادشاہ کے نامون مین مسٹر میکیس کو مغالطہ

رکھتا تھا۔ پرتگیز مورخین نے اسے مولائی سیق وسیق ابرا لکھا ہے۔ اور عبد اللہ کو ہید ولاق۔ اس نے اپنے رشتہ دار مقتول سلطان عبد اللہ کی موت کا بدلہ لینے کے لیئے اوسی سال قاتل شریف پر فوجکشی کر دی۔ شریف کی حکومت کو صرف چند مہینے ہی ہوئے تھے۔ لیکن اس تھوڑے سے عرصہ مین ہی اس نے اپنی طاقت ایسی سنبھال لی تہی۔ کہ آٹھ ہزار آدمیون کی فوج سے الوطاسی کا مقابلہ کیا۔ اور پہلی دفعہ اوسے فاس کے سامنے سے ہٹانے مین کامیاب ہوگیا۔ اس کامیابی مین پرتگالیون کا بہی بہت کچھ دخل تہا۔ اونہون نے الوطاسی کی روانگی پر پیچھے سے اوس کے صدر مقام اصیلا پر حملہ کر دیا۔ الوطاسی اس خبر سے کچھ ایسا گھبرا گیا۔ کہ شریف کی فوج کا باستقامت مقابلہ نہ کرسکا۔ اوسے واپس جانے کی بہت جلدی تھی۔ اس جلدی کی طفیلی شریف کو اس پر فتح حاصل ہوگئی۔ مگر الوطاسی کے آنے تک پرتگیزی اپنا کام کر چکے۔ اور اوس کے تمام اہل وعیال بیگمات واولاد اور تخمیناً پانچہزار باشندونکو اسیر بنا کر لزبن بہیج چکے تھے[۵]۔ ادہر شریف اسکا پیچھا دبائے چلا آتا تہا جس سے مجبور ہوکر اوس نے اجنبیون سے مصالحت کرلینا ہی قرین مصلحت سمجھا۔ اوس نے نہ صرف عزیلا (اصیلا) بلکہ طنجہ (جس کے باشندے آصیلہ پر حملہ ہونے کی خبر سنتے ہی بھاگ گئے تھے) القصر الصغیر (جسے پرتگالی شبخون مار کر ۱۴۵۸ء مین فتح کر چکے تھے۔ اور یہ سلطہ کا بہی جو ۱۴۱۵ء سے اونکے تصرف مین چلا آتا تہا۔ اونکو قانوناً مالک ومتصرف تسلیم کر لیا۔ اس کے عوض پرتگالیون نے الوطاسی کے اہل وعیال کو واپس کر دینے کا عہد کیا۔ مگر اسد فعہ بہی وہ غداری سے نہ چوکے۔ کئی برسون تک مزید تاہم د

[۵] شہر مذکور پر پرتگالی ۱۴۷۱ء مطابق ۸۷۶ھ ہجری مین قابض ہوئے۔ عربی مین غزیلہ واصیلا پکارتے ہین۔ ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۵) ہو گیا ہے اور اگر مولانا احمد کا بیان درست ہو تو اوس نے دونون کے نام باہم بدلا دیئے ہین۔ مولانا احمد مقتول سلطان کا نام سلطان عبدالحق بن ابی سعید اسکے قاتل شریف کا نام جو کچھ عرصہ بادشاہ بہی رہا۔ سید الشریف ابی عبداللہ الحفید اور شریف سے عبدالحق مقتول کا بدلہ لینے والے وطاسی امیر کا ابی عبداللہ محمد الشیخ بن ابی زکریا الوطاسی لکھتے ہین۔ مترجم۔

پیام ہوتا رہا - اور کہین چھ برس کے بعد جاکر بہت بڑی نقد رقم اور فرنندو کی لاش لیکر الوطاسی کے بیٹے محمد کو واپس کیا - جب وہ اوسے لیگئے تھے - تو ابھی بچہ ہی تہا - اونہون نے اوسے پرتگالی طریق پر تعلیم و تربیت دلائی - مگر اوس کے دل مین ان بد عہدون کیطرف سے ایسی نفرت بیٹھ چکی تھی - جو مدت العمر تک کم نہ ہوئی - اہالی مغرب نے اسی چند سالہ رہایش و تربیت کیوجہ سے اوسکا نام محمد برتقالی رکھدیا تھا - فرنندو کی لاش کے متعلق عیسائیون کو یہ اعتقاد تہا کہ اس سے کرامتین سرزد ہوتی ہین اس توہم کی توضیح پندرہوین فصل مین کی جائیگی -

پرتگالیون سے متذکرہ صدر معاہدہ کرلینے سے شیخ محمد الوطاسی کو فاس کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت مل گئی - اوس نے دوبارہ جاکر اسکا محاصرہ کرلیا - جو ایک برس تک قایم رہا - آخر باشندون نے تنگ آکر شہر کے پھاٹک کہولدیئے - قاتل شریف تونس کو بھاگ گیا - اور وہ خاندان وطاس کے پہلے سلطان کی حیثیت مین تخت فاس پر متمکن ہوا - دار الخلافہ کی فتح سے فارغ ہوکر اوس نے متصلہ اضلاع و قبایل کو مسخر کیا - اور سلطنت کا پھر کچھ ڈہانچ قایم ہو گیا - مگر عیسائیون کی طاقت اسقدر زور پکڑ گئی ہوئی تھی کہ ۱۴۹۷ء مین ہسپانویون نے ملیلہ کا بندر بھی فتح کرلیا - کہ اب اکیلا وہی کچھ کام کا بندر مسلمانون کے پاس باقی رہ گیا تہا - اس واقعہ سے پانچ برس پہلے ہسپانویون کے فرمانروا فرننڈ و اور ازبیلا غرناطہ کو فتح کرکے سرزمین اندلس سے اسلام کی حکومت کی آخری و قطعی بیخکنی کر چکے - اور ابی عبد اللہ بن الاحمر معزول امیر غرناطہ کو مراکو کیطرف جلاوطن کرکے اکثر اندلسی مسلمانون کو دو ماہ کی اطلاع پر ملک سے خارج کر چکے تھے - ابی عبد اللہ بن الاحمر نے سلطان محمد الشیخ ابو طاسی کے پاس پناہ لی - جسنے اوسے بڑی عزت و حرمت سے اپنے پاس جگہ دی - ابن الاحمر نے آنے سے پہلے اپنے وزیر ابی عبد اللہ محمد العربی القعیلی سے لکھواکر ایک طویل قصیدہ معہ مرسلہ سلطان مراکو کی طرف بھیجا تہا - اس قصیدہ کے چند ابتدائی ابیات حسب ذیل ہین جن سے خدا کی شان کبریائی - دنیاوی جاہ و جلال کی بے ثباتی اور زمانہ کی متلون مزاجی صاف دکھائی دے رہی ہے -

مولی الملوک ملوک العرب والعجم | رعیا لما مثله یرعی من الذمم

بک استجرناء نعم الجار انت من | جار الزمان علیہ جور مستقیم
حتی غدا ملکہ بالرغم مستلبا | وقطع الخطب ما یاتی علی الرغم
حکم من اللہ حتم لا مرد لہ | وہل مرد لحکم منہ منحتم

صدیون کے وطن مالوف سے سخت ذلت وحرمان اور طرح طرح کے عذاب ہائے ناگفتنی کے ساتھ نکالے جانے پر اکثر اندلسی مسلمانون نے سلطان مراکو کی اجازت سے ریفی علاقہ کے متصل اپنی ایک الگ بستی تطاوین مین قایم کرکے اس شہر کو جو نوے برس سے ویران چلا آتا تھا - از سر نو آباد و درست کر لیا - ابن الاحمر پہلے کچھ دن ملیلہ مین رہا - پھر فاس چلا گیا - جہاں اس نے اندلسوی محلات کے نمونہ پر اپنی رہائش کے لیئے چند محل تعمیر کرائے - وہ سنہ ۹۴۰ہ ہجری مین فوت ہوا - اور باب الشریعت کے باہر مصلے کے قریب دفن کیا گیا - وہ کئی بیٹے بیٹیاں چھوڑ کر فوت ہوا - مگر بقول مؤلف نشر المثانی اوسکا خاندان جلد متفرق و پراگندہ ہو کر معدوم ہو گیا - فرنگی مورخ ماتویل ابن احمر کی موت کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ ابی عقبہ کی لڑائی مین وطاسیون کیطرف سے سعدیون کے ساتھ لڑتا ہوا فوت ہوا - یعنے جو کام اس نے اپنے ملک کے لیئے نہ کیا - وہ غیرون کے لئے ایسی تندہی سے کیا کہ جان تک قربان کردی -

شیخ محمد وطاسی سنہ ۱۵۰۴ء مطابق سنہ ۹۱۰ہ ہجری مین فوت ہوا - اور اس کے بعد سلطان منتسم البرتقالی تخت نشین ہوا - ہسپانوی اور پرتگالی اس وقت تک جیسا زور پکڑ چکے تھے - ناظرین کو سطور مندرجہ بالا سے اس کی کیفیت معلوم ہو گئی ہوگی - سلطان نے کفار کے ساتھ جہاد کرنے کو سب سے مقدم فرض سمجھا اور اندرونی علاقون کو ان کے حال پر چھوڑ کر ساحل کی حفاظت مین مصروف ہوا - اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ عیسائیون کی مزاحمت کرتے کرتے باقی ملک بھی کھو بیٹھا - ایک اور قبیلہ مسمی بنی سعد نے موقعہ کو غنیمت سمجھا اور قدم آگے بڑھانا شروع کر دیا - اور اس دو طرفہ زد نے صرف محمد برتقالی کو ہی کچھ کر سکنے قابل نہ رہنے دیا - بلکہ تمام ملک کو ایک طرح سے کفار کے رحم پر چھوڑ دیا - لیکن خوش قسمتی سے اس دفعہ بھی عیسائیون نے اندرونی علاقون کی تسخیر کیطرف بوجوہات چند در چند کچھ توجہ نہ کرکے فقط

ساحلی علاقون پر ہی کفایت کی۔

پرتگالیون نے معاور و مزاغان کے بعد ۱۵۰۶ء مین آسفی - اکادیر اور بالآخر آزمور کو فتح کرلیا - اور ۱۵۰۸ء مین ہسپانویون نے بندر دلنیر فتح کیا۔ سلطان محمد نے ۱۵۱۱ء مین اپنے موروثی وطن آصیلا کو چھڑانے کے لیئے اسپر بڑی ثابت قدمی سے حملہ کیا۔ اس فوج کشی مین لیوافریکانس بھی مسلمان فوج کے ہمراہ تہا - اور قریب تہا کہ مسلمان اوسے فتح کرلین کہ اتنے مین جا دڈی منزیز گورنر طنجہ مدد لیکر پہنچ گیا۔ اور محمد کو بے نیل مرام واپس لوٹنا پڑا - لیکن وہ اس عزم سے باز نہ آیا۔ ۱۵۱۳ء مین دوسری دفعہ اور ۱۵۱۶ء مین تیسری دفعہ اُس نے بڑی شدت سے حملہ کیا - اور اس مرتبہ بھی فتح ہونے کو ہی تہی - کہ پرتگالیون کی کمک کو ہسپانویون کا وہ بیڑہ آگیا جس نے بندر دلنیر فتح کیا تہا۔ فتح غرناطہ کے وقت سے مسلمانون کی مظلومی و بیکسی کا عوض لینے کے لیئے ترکی جہازات بہی بحیرہ روم کے مشرقی حصہ مین پہونچ گئے ہوئے تہے - اونہون نے ۱۵۲۲ء مین بندر دلنیر چھین کر تمام ہسپانوی فوج کو جو وہان مقیم تہی تہ تیغ کر دیا

محمد ۲۵ برس حکومت کرکے بنی سعد کے ساتھ لڑتا ہوا عالم ثانی کو سدہار گیا اس کے بعد اوس کا بہائی ابی حسون چند برس حکمران رہا - مگر درحقیقت بنی سعد محمد برتقالی کے عہد مین ہی ملک کے حصہ کثیر کے مالک ہو چکے تہے - ابی حسون کو اُسی سال اس کے بہائی محمد کے بیٹے ابی العباس نے بیدخل کرکے تخت پر قبضہ کرلیا - اور ... بنی مرین اور اسکی شاخ خاندان وطاس کی حکومت کا خاتمہ ہوکر ایک نئے خاندان کا دورہ شروع ہوگیا۔

ان خانہ جنگیون مین پرتگالیون اور ہسپانویون کو اپنی ابتدائی فتوحات کو اندرونی علاقہ کیطرف بڑہانیکا عجیب موقعہ مل گیا تہا۔ مگر اہالی فرنگستان مین بہی نوآبادیان قایم کرنے اور ممالک بعیدہ کی فتوحات کا شوق پیدا نہ ہوا تہا وہ ساحلی علاقون پر ہی قانع رہے - اور جب کچہ عرصہ بعد اونکو توسیع فتوحات

سلہ عثمانیہ بیڑہ کی کارگذاریون اور اس نواح مین ترکی حکومت کی بنا قایم ہونیکے مفصل حالات کے لیئے تاریخ خاندان عثمانیہ ملاحظہ کیجائے۔

کی پھر گڑبڑ پیدا ہوئی۔ اسوقت مراکو کی حالت بنی سعد کے زیر فرمان ایسی سنبھل چکی تھی کہ وہ ۱۵۵۴ء الہوسیاس کو اور ۱۵۶۴ء ولیز کو مکرر فتح کرنے کے سوا اور کوئی مزید علاقہ مسخر نہ کر سکے۔ اس موقعہ سے فایدہ نہ اوٹھانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ بحیرہ روم کے بنادر کے قریب یعنی علاقہ ریف میں وہ کوئی فایدہ اوٹھا ہی نہ سکتے تھے۔ اس پہاڑی علاقہ کے جنگجو بربر قبایل کو زیر کرنا آسان کام نہ تھا۔ اور عقلمندی اوسی کی مقتضی تھی کہ ان مراکشی آفریدیوں سے حتی الوسع پہلو کو بچائے رکھا جائے۔ مراکو کے اب تک سلامت و آزاد رہنے کا بڑا باعث یہی ریفی ہیں۔ جن کے نام سے فرنگستانیوں کی روح کانپتی ہے۔

ساحل ریف کے برعکس بنادر یہی ریفی ہیں۔ جن کے فراغان و آسفی کے متصل اضلاع دکالہ۔ عبدہ۔ وہاچونکہ میدانی اور وہاں کے باشندے اکثر میدانی علاقون کے رہنے والون کیطرح امن پسند اور غریب طبیعت تھے۔ عیسائیون نے وہان اپنا سکہ خوب بٹھا لیا۔ اور وہان کے باشندون نے انہیں بخوشی خراج دینا منظور کر لیا۔ یوروپین مورخ ماریحو نے متذکرہ صدر اضلاع اور نیز صوبجات غرب و اولاد عمران بلکہ علاقہ بربان کے بہت سے دیہات کی فہرست لکھی ہے۔ جہان سے لاکھون من غلہ خراج مین آتا تھا۔ صرف ضلع عبدہ سے چھ اصیل گھوڑون اور چار بازون کے علاوہ ایک ہزار بار شتر گندم و جو عیسائی گورنر آسفی کو ہر سال خراج مین آیا کرتے تھے۔ مزید بر آن یہ علاقے معقول فوجی مدد بھی دیا کرتے تھے۔ یہ امدادی فوج عموماً بارہ ہزار سوار اور دو لاکھ پیدل سپاہ پر مشتمل ہوتی تھی۔ اس سے صاف اندازہ ہو سکتا ہے کہ پرتگال کی حکومت مراکو کے اس حصہ مین محض برائے نام نہ تھی۔ اس اقتدار کی بڑی وجہ یہ تھی کہ پرتگالیون نے شروع شروع مین ناواجب و متعصبانہ پرجوشیان دکھانے کے بعد آخر کار اہل غرب سے نہایت عقلمندی کا برتاؤ شروع کر دیا تھا۔ اور بوقت ضرورت جنگجو بربر قبایل کی امداد سے پہلو تہی نہ کرتے تھے۔ اس طرح فریقین مین بسا اوقات گہرے دوستانہ تعلقات قایم ہو جاتے۔ اس کی تصدیق خود ایک مسلمان مورخ الیفرانی بدین الفاظ کرتا ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک پرتگال کپتان جہاز کی بیوی مسلمانون کے دیہات کی سیر کو گئی۔ تو اوسکا ہر جگہ بڑی دہوم دہام

سے استقبال کیا گیا۔ اور باشندون نے اوس کے آنیکی خوشی مین بہت خوشیان کین
اس سے بڑھکر ثبوت ان تعلقات کے استحکام کا اس سے مل رہا ہے۔ کہ ۱۶۱۰ء مین جب
العیاشی نے مزاغان پر حملہ کیا۔ تو متعلقہ قبیلہ اولاد عزیز نے اپنے ہم مذہب کی بجائے
عیسائی پرتگالیون کو مدد دی تھی۔ اس زمانہ مین یحییٰ بن طافوت جسے پرتگالیون نے
اندرونی علاقہ مین نائب گورنر مقرر کر رکھا تھا لزبن گیا۔ اور وہان اس کی بڑی خاطر
مدارات کی گئی۔ پرتگالیون کی یہ حکمت عملی بڑی عقلمندی پر مبنی تھی۔ مگر اونکی یہ دُور
اندیشانہ چال مراکو کے غیور مسلمانون کو زیادہ عرصہ تک مجہول و احمق نہ بنا سکی۔ وہ
جلد اس تعلق کے خطرات سے آگاہ ہو گئے۔ اور یہ آگاہی اون کے ملک کو غلامی و محکومی
سے بچانے کا کام دیگئی۔

یورپ و ایشیا مین کیا ہو رہا تھا

دریں اثنا بیرونی دنیا مین جو کچھ ظہور مین آیا یا آ رہا تھا۔ اوسکی مجمل کیفیت
یہ تھی کہ اسقف کی گدی پر ۱۵۱۳ء مین پوپ لیو دہم متمکن ہو چکا تھا۔ جو
جرائم و مفاسد کا بڑا مربی و سرپرست۔ لیو افریکانس (حسن الوزان الفاسی) کا دہرم
باپ اور شرافت و صداقت کے لیے مجسم ننگ تھا۔ قیصر چارلس پنجم جو اپنی مستعدی
و پھرتی کیوجہ سے ہر جا حاضر و ناظر سمجھا جاتا تھا۔ اور ۱۵۱۶ء مین تخت نشین ہوا تھا۔ اس
وقت تک نصف بر اعظم یورپ پر بزور شمشیر یا باستحقاق وراثت قابض ہو چکا تھا۔ مسیحی
مذہب کی اصلاح کی کارروائی (۱۵۱۹ء مین) بالاستحکام انگلستان مین جاری ہو گئی
تھی۔ کورٹیس میکسکو کی دریافت کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔ اور گسٹاوس واسا سویڈن
کو اجنبیون کے تصرف سے (۱۵۲۱ء مین) آزاد کرا چکا تھا۔ شرق مین بھی اس زمانہ
مین جو واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ وہ کچھ کم اہم اور وقیع نہ تھے۔ صفوی خاندان
(۱۵۰۱ء) ایران مین خوب طاقت پکڑ چکا تھا۔ عثمانی ترک (۱۵۱۶ء) شام و
مصر کی فتح سے فارغ ہو کر وائنا پر حملہ کرنے کی تیاریان کر رہے تھے۔ اور ادہر اونکا
امیر البحر باربروسا (۱۵۲۳ء) الجزائر مین ترکی حکومت کا نقشہ قایم کر چکا تھا۔
رہوڈس کے نائٹ پناہ گزین مہمانون کی حالت سے ترقی کر کے مالٹا کے مالک بن
چکے تھے۔ اور ادہر ہندوستان مین بابر (۱۵۲۶ء) مغلیہ خاندان کی بناء قائم
کر رہا تھا۔ جس سال بابر نے پانی پت کی لڑائی فتح کر کے ہندوستان کی سلطنت حاصل

کی اوسی برس ترکون نے تونس کو فتح کرکے مراکو کی تسخیر کا ہتیہ کیا۔

فصل ہفتم

ارتکاد و انحباس سلطنت سعدی خاندان سنہ ۱۵۲۴ء تا سنہ ۱۶۶۸ء

رقبہ کی کمی } شہنشاہی کا زمانہ بنی مرین کے ساتھہ گذر گیا۔ ہسپانیہ ہمیشہ کے لیئے اسلام کے ہاتھہ سے چھین چکا تہا۔ الا ماشاء اللہ۔ مشرق مین ایک نیا بندرگاہ نہایت خوبصورت موقعہ و محل پر تیار ہو کر ایک نئی ریاست کا دار الخلافہ بن گیا ہوا تہا۔ جس کے نام پر ہی نئی حکومت کا نام اوسکے ترک مالکون نے مغرب الاوسط کی بجائے الجیریا و الجزایر رکھدیا تہا۔ ہسپانیہ کے بندر الجیر اس کو اس سے ممیز رکھنے کے لیئے عرب جزیرۃ الخضرا پکارتے تہے۔ چند ہی برسون کے اندر الجیریا کے نئے حکمرانون نے تلمسان کی حکومت کو فتح کرکے اس طرف سے بہی اہالی مغرب کے لیئے ایک معین حد قایم کردی۔ اور اون کے لیئے اب صرف جنوب کی طرف کہلی رہ گئی۔ جدہر سوڈان کا زرین اور طلائی معاون رکہنے والا ملک سینگٹرون کوس تک پہیلا ہوا تہا۔ مگر یہ طرف بہی در حقیقت برائے نام ہی کشادہ تہی۔ سوڈان اور مراکو کے درمیان مہیب صحرائے اعظم کا متلاطم ریگستانی سمندر بحر ذخار سے بہی زیادہ خوفناک صورت مین حایل تہا۔ تاہم پندرہوین صدی سے بعد اہالی مغرب کو جب کبھی اپنے اقتدار کے بڑہانے کا خیال آیا۔ ان کے قدم ادہر ہی اوٹہے۔ اور یہ کوئی جانب رہ ہی نہ گئی تہی۔ اور وہ دو دفعہ فاتحانہ حیثیت سے ٹمبکٹو مین داخل ہوئے۔ لیکن اونکی عملی تصرف مین اسطرف کا کوئی علاقہ نہین رہا۔ اور اونکی سلطنت کا رقبہ وہی رہا۔ جسقدر کہ اسوقت بنی مرین کے زوال کے بعد سلطنت مراکو صرف فاس و مراکش کی حکومتون۔ سوس کے جنوبی صوبہ اور اطلس پار کے غیر معین الحدود اضلاع توآت۔ طافیلالت اور درعہ پر مشتمل رہی ہے۔

حدود سلطنت بنی مرین کے آخری زمانہ مین ہی شیرازہ ایسا پراگندہ ہوچکا تہا کہ یہ یقین کیسا تہہ نہین کہا جاسکتا کہ آخری مرینی سلطان کا حکم کہا نتک نافذ تہا - عملاً اوسکا دایرہ فاس کی ریاست سے متجاوز نہ تہا - مراکش مین ایک علیحدہ حکمران تہا - مراکش مین ایک علیحدہ حکمران تہا اور گو اوسے فاس کی باجگزاری سے انکار نہ تہا - لیکن اس کی اپنی حکومت بھی شہر کی چار دیواری تک محدود تھی - قصبہ بادیس دو شہر کی بھی یہی کیفیت تھی - اور قصبہ آسفی کے باشندے ایک طرح کی جمہوری حکومت قایم کرچکے تہے - شمالی حکومت یعنی علاقہ فاس مین بہی یہ حالت تہی مگر بربر تقریباً آزاد ہوچکے تھے - ساحل کا بہترین حصہ پرتگال کے قبضہ مین تھا - اور خانہ جنگی کا یہ عالم تہا کہ جب مراکش پرتگالیون کو صلح کے لیئے کہتے تو وہ طنزاً جواب دیتے تمہارا سردار کونسا ہے - جس سے ہم گفتگو کرین - ایسی صورت مین ظاہر ہے کہ اجنبیون کا دباؤ اور غلبہ ملک مین دن بدن کسقدر زور پکڑتا جا رہا ہوگا حتیٰ کہ حالت ایسی نازک ہوگئی - کہ اہالی ملک اس کی اصلاح سے اور زیادہ غافل نہ رہ سکتے تھے -

خاندان سعدیہ کی اصل یہ خیال پہلے پہل جنوبی مراکو کے سرغنہ امراء اور علماء کو پیدا ہوا - اور ان سب نے بہت غور وفکر کے بعد ضلع درعہ کے ایک مشہور شریف محمد کی بعیت کرنے کا فیصلہ کیا - جس نے اپنے زہد واتقا اور خوش اخلاقی سے تمام علاقہ مین بڑی ناموری حاصل کرلی ہوئی تہی - اس خاندان کو امام محمد نفس الزکیہ کے واسطے سے سید النسل ہونیکا دعویٰ تہا - مگر مورخ یفرنی لکھتا ہے کہ وہ دراصل حضرت سرور کاینات کی دایہ حلیمہ کی نسل سے تہے - اور اسی لیئے عام طور پر اونکا خاندان سعدیہ پکارا جاتا ہے - ابن القاضی درۃ السلوک مین لکھتے ہین - ابو عبداللہ محمد جس نے بعد مین القائم بامراللہ کا لقب اختیار کیا - حاجی حرمین اور محب الدعوات درویش صالح تہا - مدینہ منورہ مین اوس نے خواب دیکہا کہ دو شیر اس کی رانون سے نکلے خلقت اونکے پیچھے ہولی - اور وہ ایک صومعہ مین داخل ہوگئے - اسکی تعبیر وہان کے ایک بزرگ نے یہ کی کہ دو بیٹے بادشاہ ہونگے - چنانچہ عبداللہ نے اپنے وطن کو واپس آکر جابجا اپنے خواب اور اس کی تعبیر کا چرچا شروع کر دیا - کچھہ عرصہ بعد اہالی سوس

ودرعہ نے ودرینو لا ایک شخص کو اپنا سردار بنانیکی ضرورت محسوس کی۔ اور وہ یہ درخواست لیکر علاقہ مذکورہ کے ایک صالح درویش عبد اللہ محمد بن مبارک اقادی کے پاس گئے۔ اوس نے جواب دیا۔ عبد اللہ سعدیہ یہ دعویٰ کر رہا ہے اور وہ اس منصب کے لائق بھی ہے۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ اونہون نے ایسا ہی کیا۔ اور تیاری جیش و لشکر کے لیے حسب ضرورت روپیہ بھی جمع کر دیا۔ بنی سعدیہ کی حکومت کی بنا رقایم ہوگئی۔ یہ واقعہ ۱۵۱۱ء کا ہے۔ مگر عیسائی مورخ ٹارس زبانی روایتون کی بنا و پر اس سے مختلف داستان سُناتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اِس شریف نے اپنے بیٹون احمد و[1] محمد کو جو حج کر چکے تھے۔ فاس بھیجدیا۔ جو رفتہ رفتہ اپنی فصاحت و طلاقت کے ذریعہ وطاسی سُلطان ابو عبد اللہ برتکالی کے مقرب اور منظور نظر اور اسکی اولاد کے اتالیق ہوگئے۔ پرتگالیون کے پے درپے ہجوم کی مدفعت کے لیئے سُلطان نے اِن دونون کو انہی کے مشورہ پر عام جہاد وعظ کہنے کے لیئے جنوبی علاقہ کو بھیجا۔ جہان اونکے پاس تھوڑے دنون مین کافی جمعیت فراہم ہوگئی۔ مگر اوسے لیکر سلطان کے پاس آنے کی بجائے وہ خود مختار اور بالآخر ملک کے دعویدار بن گئے۔ وہ کچھ عرصہ پرتگالیون سے جہاد کرتے رہکر مراکش پر قابض ہوگئے۔ اور وطاسی سلطان کو یہ کہکر اطمینان دلا دیا۔ کہ ہم تمہارے ہی تابع و محکوم ہین۔ اتنے مین محمد الوطاسی فوت ہوگیا۔ اور اس کا بیٹا ابو العباس احمد فاس مین تخت نشین ہوا۔ اس کے ساتھ سعدیہ خاندان کا اس طرح سے معاہدہ ہوا کہ فاس پر وہ مراکش مین محمد شیخ کا بیٹا۔ اور درعہ وسوس پر خود شیخ محمد حکمران رہے۔ مگر یہ مصالحت چند ہی دن رہی۔ وطاسی سلطان لشکر لیکر مراکش پہنچا۔ اور اسکا محاصرہ کر لیا۔ اتنے مین پیچھے فاس مین بغاوت ہوگئی۔ اوس کے فرو کرنے کے لیئے وہ محاصرہ سے دست بردار ہوکر فاس پہونچا۔ اور ادھر سے فارغ ہوکر دوبارہ پہلے سے زیادہ لشکر لیکر مراکش کو گیا۔ اس دفعہ بنی سعد شہر سے باہر نکل کر مقابل ہوئے۔ فریقین مین بمقام

---

[1] اس کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑے کا نام عبد الکبیر تھا۔ جو اپنے بھائیون کے بادشاہ بننے سے پہلے پرتگالیون کے ساتھ جہاد کرتا ہوا شہید ہوگیا۔

ابی عقبہ معرکہ کارزن ہوا۔ غرناطہ کا مخلوع سلطان بقول ایک مورخ اس معرکہ مین قتل ہو
تہا۔ وطاسیون کو شکست ملی۔ اور سلطان وطاسی بحال تباہ فاس کو لوٹا۔ اس کے
بنی سعد نے طانیلات اور نیزاکادیر۔ آسفی و آزمور پر جنکو پرتگالی خالی کر گئے تھے قبضہ
کر لیا۔ اور تہوڑا عرصہ بعد فاس پر بہی انکا تصرف ہوگیا۔ یفرانی ان تمام ابتدائی فتوحات
اور معرکون مین بنی سعد کا کمانڈر بڑے شریف ابی عبداللہ القائم کو بتاتا ہے۔
القایم کے اجداد چار اور بقول بعض پانچ پشتون سے مدینہ منورہ کے بندر
ینبوع سے اس نواح مین لائے گئے تھے۔ عام روایت ہے کہ درعہ مین متواتر کئی
سال فصل ناقص ہوئے۔ اور کہجورون مین پہل نہ پڑا۔ اس پر اونکو صلاح دی
گئی۔ کہ جس طرح تمہارے سجل مسائے بہائیون نے عرب سے فلالی شرفاء کو لاکر اپنے
علاقہ مین آباد کیا۔ اور اونکی برکت سے اونکے کہیت سرسبز ہوگئے۔ اسی طرح تم
بہی کوئی سید خاندان عرب سے لے آؤ تاکہ اس کی برکت سے تمہاری بہی نحوست
کٹ جائے۔ چنانچہ درعہ نے اس صلاح پر کاربند ہوکر بنی سعد کو اپنے ہان لاکر
آباد کیا۔ فلالی شرفاء کی آمد کا قصہ زیادہ تفصیل سے آگے درج کیا جائیگا۔ مسٹر
میکنس بحوالہ یفرانی لکہتے ہین۔ شریف ابی عبداللہ القایم نے بیعت لیتے ہی جہاد کا
اعلان کر دیا۔ اور دوسرے ہی برس (۱۵۱۱ء) مین اس کے پاس کافی جمعیت ہو
گئی۔ سلطان فاس کو شروع شروع مین اس نئی طاقت کیطرف سے کسی طرحکا خدشہ
نہ ہوا۔ وہ اون کی مدد کرتا بہی رہا۔ اور اون سے مدد لیتا بہی رہا۔ بنی سعد
نے سب سے اول اگادیر اگیر کی پرتگالی بستی پر جو اونہون نے نئی نئی درعہ
کے متصلہ ساحل پر قایم کی تہی حملہ کیا۔ جس مین غالب رہنے پر حاجا اور شیاظمہ
کے قبائل بہی اس کے ساتہ شامل ہوگئے۔ پہر دونون بیٹون کو انتظام مین اپنے
ساتہ شریک کرکے پہلے (۱۵۱۶ء) تارودانت کو اپنا صدر مقام بنایا۔ اور وہان
نیا شہر آباد کیا۔ تین برس بعد وطاسی سلطان کی وفات پر اوسکا بڑا بیٹا احمد
(ابو العباس المعروف باعرج) مراکش مین داخل ہوا۔ انہی دنون (۱۵۲۱ء) تمام
ملک مین ایک خوفناک وبا پہیل گئی۔ جو نئی طاقت کو فروغ پکڑنے سے مانع رہی۔
مگر چند برس بعد (۱۵۲۵ء) کفار کے حملہ کو بکامیابی پسپا کر دینے سے شرفاء کا اقتدار

بہت بڑھ گیا۔ اور اونکی قوت اسقدر بڑھگئی کہ دوسرے ہی برس (۱۵۲۶ء) انہون نے امیر فاس کو کھلے میدان مین جنگ کرکے فاش زک پہونچائی۔ اس معرکہ مین ہزارہا جانین ضایع ہوئین۔ ۱۵۳۳ء مین بنو وطاسی اور بنی سعد نے باہمی مصالحت کے لیے سلطنت کو براہ ام اربیعہ تا درا سے ساحل تک باہم تقسیم کرلینے کی تجویز کی۔ لیکن اسدفعہ بھی صلح کچھ دن سے زیادہ قایم نہ رہ سکی۔

امیر عبداللہ القایم ۹۲۳ھ ہجری مین فوت ہوا۔ اور بمقام آفغال ایک مشہور ولی شیخ ابی عبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی کی قبر کے پاس دفن کیا گیا۔ وہ اپنے بڑے بیٹے احمد کو زندگی مین ہی ولی عہد مقرر کر گیا تھا۔ روایت ہے کہ یہ دونون بھائی مکتب مین قرآن شریف پڑھ رہے تھے کہ ایک مرغ کمرہ مین آگیا۔ اور باری باری دونون کے سرون پر بیٹھکر اوس نے بانگ دی۔ جس سے انکے معلم نے اسیوقت اونکی آیندہ عظمت کا اندازہ کرلیا۔

دونون بھائیون مین ابتک بہت اتفاق تھا۔ بڑے نے بادشاہی سنبھالی تو چھوٹا اس کا وزیر ہوا۔ ابی العباس احمد الاعرج (لنگڑے) نے وہانکے حکمران امراء ہنتاتہ کی رضامندی بلکہ دعوت پر مراکش مین دخل ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا۔ کہ شیخ جزولی اور اپنے باپ کی لاشین آفغال سے منگوا کر وہان دفن کرائین۔ شیخ جزولی کے فوت ہونے پر اوس کے رفقاء اور مرید تین برس تک طلب خیر و برکت کے لیے اس کی لاش صندوق مین بند کرکے ساتھ ساتھ لیے پھرتے رہے تھے۔ اور ہر لڑائی مین اس سے طلب نصرت کرتے تھے۔ انتقال لاش کے دو مختلف سبب مروی ہین۔ بعض کا خیال ہے کہ شیخ جزولی کی لاش اس لیے منگوائی گئی کہ کوئی مخالف افغال پر قابض ہوکر اوسے قبر سے نہ نکال لے۔ جس کی برکت سے وہ ہر ایک پر فتح پانے کے قابل ہوجاتا۔ چند کا بیان ہے کہ احمد کو خیال تھا کہ قبر کے نیچے بڑا خزانہ مدفون ہے۔ جس کو حاصل کرنے کے لیے طلب برکت و خیر کی نام نہاد غرض سے لاش کو منتقل کرنے کا بہانہ کیا گیا۔ بھائیون کا اتفاق چغلخوارون کی مہربانی سے ہمیشہ کے لیے قایم نہ رہ سکا۔ عیسائیون سے ۱۵۳۶ء مین قلعہ فونتی دنشتانہ کروز جس پر بعد مین اگادیر کا نیا شہر آباد کیا گیا۔ فتح ہوا ہی تھا۔ کہ ان مین ناچاقی ہوگئی

چھوٹے بھائی محمد الشیخ کی طاقت ۱۵۳۱ء میں بمقام ابی عقبہ بنی مرین کو پامال کرنے سے بہت بڑھ گئی تھی۔ وطاسیون سے فارغ ہوکر اوس نے اپنے بھائی پر حملہ کیا۔ سکینر مارس کی سند پر لکھتے ہین کہ ۱۵۳۹ء مین محمد نے اوسے سوس اور درعہ حوالہ کر دینے پر مجبور کرکے اوس کے پاس مراکش اور طافیلالت کا علاقہ رہنے دیا۔ اور اوسکے بیٹے کو کل سلطنت کا ولی عہد تسلیم کیا۔ اور پھر پانچ برس بعد ۱۵۴۳ء مین اوسے حکمرانی سے بالکل علیحدہ کرکے مراکش مین قید کر دیا۔ مگر مولانا احمد کا بیان ہے کہ کچھ عرصہ کی خانہ جنگی کے بعد جب محمد الشیخ بڑے بھائی پر غالب آگیا تو اوسی وقت (پہلے ہی مرتبہ) اوسے معہ اولاد مراکش مین نظر بند کرکے خود کل ملک کا حکمران ہوگیا۔ اور ۱۸ برس بعد جبکہ وہ خود قتل ہوا اوس سے تین دن بعد اعرج مراکش مین قتل کر دیا گیا۔ نشر المثانی والا اعرج کی گرفتاری کا سن ۹۵۱ء ہجری بتاتا ہے۔ مگر صحیح ۹۴۶ء ہجری ہے۔

اعرج کے فرزند زیدان کی نسبت اختلاف ہے کہ آیا باپ کی وفات پر وہ حکمران ہوا یا نہین۔ زہرہ الشماریخ کا شارح لکھتا ہے۔ وہ اوسوقت سجلماسہ مین تھا اور وہان کے لوگون نے اس کی بیعت بھی کی۔ لیکن باقی ملک کے باشندون نے ایسا نہ کیا۔ اور وہ سن وفات یعنی ۹۶۰ء تک اسی حال پر رہا۔ شیخ محمد نے ابی عبد اللہ محمد المہدی کا لقب اختیار کیا۔ وہ ۸۹۶ھ ہجری مین پیدا ہوا تھا۔ بربری اوسے امغار پکارتے تھے۔ جو اونکی زبان مین شیخ کے مترادف ہے۔

فتح بنادر کے بھائی سے فارغ ہوکر محمد نے اوسی برس (۱۵۳۹ء) آسفی پر ایسی شدت وثابت قدمی کے ساتھ حملہ کیا۔ کہ عیسائی محافظین کو اپنی عورتین تک مسلح کرکے فصیلون پر کھڑی کرنی پڑگئین۔ شہر فتح ہونے ہی کو تھا کہ ایک یہودی مسمی [illegible] والن شیا نو جہاز لیکر آزمور سے پہونچ گیا۔ اور اس کمک کو لیکر محافظین نے محاصرین پر جان سے ہاتھ دھوکر ایسی سختی سے حملہ کیا کہ مسلمانون کو چھ ماہ کا محاصرہ چھوڑ دینا پڑا۔ مگر پرتگالیون کا اس عرصہ مین اسقدر نقصان عظیم ہوا تھا۔ کہ انہین دوسرے حملہ کی برداشت کی طاقت نہ رہگئی تھی۔ اور وہ اس کے وقوع مین آنے سے پہلے ہی ۱۵۴۱ء مین آسفی کو خالی کرکے چلے گئے۔ یہ تخلیہ بربادی کے برابر

تھا۔ ایک مکان بھی اپنا دہ نہ رہنے دیا گیا۔

پرتگالیون کے اس طرح مرعوب اور مرہوب ہو جانے سے محمد کی کامل کامیابی یقینی ہوگئی۔ اور وہ دس برس کے اندر کل سلطنت کا مالک ہوگیا ۱۵۴۳ء مین اوس نے اپنے بھائی کو آخری مرتبہ مغلوب کرکے مراکش کے زندان مین محبوس کیا۔ ۱۵۴۴ء مین شاہ فاس کو زک دی۔ لیکن اوسے ابھی بالکل بیدخل نہ کر سکا۔ ۱۵۴۵ء مین پرتگالی فوج خوب درعب مین آکر خود دیجو دبندر آزمور کو خالی کر گئی۔ اور اس سے محمد کے پہلو سے ایک اور تکلیف دہ کانٹا دور ہو گیا۔

فتح فاس پانچ برس کی تیاریون کے بعد محمد چالیس ہزار فوج لیکر ۱۵۴۹ء مین فاس کی فتح کے لیئے مراکش سے روانہ ہوا۔ اس موقعہ کا ایک خاص بھاٹک تیار کیا گیا تھا۔ جس کے گرد پچاس ببر شیرون کے سر ٹکائے گئے ہوئے تھے۔ یہ سر خاص اسی غرض کے لیئے اوس کے قایدون درجرنیلون نے سلطنت کے مختلف حصون سے جمع کیئے تھے۔ مکناسا کو وہ اس سے ایک برس پہلے فتح کر چکا تھا۔ مسٹر میکنس بحوالہ طارس لکھتے ہین۔ کہ فاس چند مہینون کے محاصرہ کے بعد ۱۵۵۰ء مین فتح ہوگیا تھا۔ اسم خاندان وطاس کا چوتھا اور آخری سلطان پابجولان مراکش بھیجا گیا۔ اور اس کی لڑکی سے فاتح نے عقد نکاح کر لیا۔ مولانا احمد محاصرہ کی میعاد ایک سال بتاکر تاریخ الدوحہ کے حوالہ سے ایک دلچسپ قصہ اس کی فتح کے متعلق لکھتے ہین۔ جو حسب ذیل محاصرہ شروع ہونے پر ایک درویش شیخ ابو الرواین مجحوب محمد کے پاس آیا۔ اور کہا کہ پانچ دینار دیکر فاس کو مجھ سے خرید لے سلطان نے جواب دیا ایسی بخر بات کی خداوند کریم اجازت نہین دیتا۔ نہ شریعت ایسی مزخرافات کو روا رکھتی ہے۔ شیخ نے جواب دیا خدا کی قسم اگر تو میرا کہا مان لیتا تو اسی سال شہر مین داخل ہو جاتا۔ محاصرہ کئی مہینے جاری رہا۔ اور فتح کی کوئی صورت بظاہر دکھائی نہ دی۔ امیر عبد القادر فرزند سلطان محمد نے باپ سے کہا کہ آپ نے اس ولی اللہ کا کہا کیون نہ مانا۔ اوس کے مسلسل اصرار پر باپ نے اجازت دیدی۔ اور امیر عبد القادر نے شیخ مجحوب کو زر مطلوبہ حوالہ کر دیا۔ جس کو اوس نے اوسی وقت غربا مین تقسیم کرکے بشارت دی کہ "سال کے ختم ہونے پر تم اپنی مراد پا لوگے۔ میرا یہ کہنا امر ربانی کے مطابق ہے"

اوسکا کہنا درست نکلا۔ اور جب تاریخ نوادس نے کہا تھا اسی تاریخ شیخ محمد کو فاس مین داخل ہونا نصیب ہوا۔ شیخ مجذوب کے متعلق ایک اور بھی روایت مشہور ہے۔

جب ملک مین پرتگالیون کا دخل بڑھنا شروع ہوا۔ اور مسلمانون مین اس سے عام اضطراب پیدا ہو گیا تو شیخ موصوف نے بازارون مین پھرتے ہوئے یہ نعرہ لگانا اپنا شعار بنا لیا "اے حران۔ آ مین نے تجھکو مغرب کا ملک دیا" اسوقت بنی سعد کا کوئی نام بھی نہ جانتا تھا۔ نہ کسی کو یہ خبر تھی کہ حران کون شخص ہے۔ یہ عقدہ حران فرزند سلطان محمد کے ظاہر ہونے پر کھلا۔ جس کے قوت بازو سے ہی شیخ محمد کو یہ تمام فتوحات حاصل ہوئی تھین۔ مولانا احمد لکھتے ہین کہ شیخ محمد نے کل بنی وطاس کو قتل کر کے مراکش بھید یا بسولے کے سلطان ابی حسون[1] کے جو الجزائر کو بھاگ گیا اور ترکون سے جا کر مدد مانگی۔

فتح تلمسان کی تلمسان پر عثمانیہ ترکون کے قابض ہونے کی خبر لکھی جا چکی ہے۔ محمد کو طبعًا یہ امر ناگوار تھا۔ وہ اپنے پڑوس مین ایک سابق مغربی صوبہ پر ایک مسلمان سلطنت کا قبضہ بھی یونہی گوارا نہ کر سکتا تھا۔ مگر جب ابی حسون کو وہان پناہ ملی تو اوسے اور بھی طیش آیا۔ جس نے ملک گیری کی طبعی خواہش و حرص کو اور تیز کر کے محمد سے تلمسان پر فوجکشی کرادی۔ اور ۱۵۵۱ء مطابق ۹۵۷ھ ہجری اوس پر محمد کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ سبط اور مستغنم بھی اوس کے دائرہ حکومت مین داخل ہو گئے۔ مگر ترکی فوج تھوڑی ہی مدت کے بعد[2] تلمسان پر پہونچ گئی۔ اور اوس نے محمد کو وہان سے فاس کیطرف بھگا دیا۔ محمد پھر جمعیت درست کر کے تلمسان پر حملہ آور ہوا لیکن چند دن کے محاصرہ کے بعد ہٹ جانے پر مجبور کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد پھر اوس کا یا کسی مغربی سلطان کا تلمسان پر قبضہ نہ ہوا۔ انیسوین صدی مسیح کے وسط مین فرانس کے فتح کرنے تک بدستور سلطنت عثمانیہ یا اوس کے باجگذار عمال کے تصرف مین رہا۔

---

[1] مسٹر میکنس کے آخری سلطان کا نام قاسم لکھتا ہے۔ اور اسکا بیان ہے کہ ترکون نے قاسم کی بیوی اور بہن کی التجا پر فاس پر حملہ کیا تھا۔ مگر مین مولانا احمد کی تحریر کو ترجیح سمجھکر متن مین اسکو درج کرونگا۔

[2] مسٹر میکنس کا بیان ہے کہ دس برس کے بعد تلمسان محمد کے قبضہ سے نکلا۔

ترکی سفارت الجزائر کے ترکی گورنر نے جب سُنا کہ محمد اس دوبارہ شکست سے بہت سٹ پٹا رہا - اور سہ بارہ حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کر رہا ہے - تو اوس کی حمیت دینی نے گوارا نہ کیا کہ دو مسلمان اس طرح آپس مین کٹے مرتے رہین - اور عیسائی انکا تماشا دیکھین اوس نے رفع فساد اور آئندہ کے لیئے مصالحت کر لینے کی غرض سے فقیہ ابا عبد اللہ محمد بن علی الخروبی الطرابلسی مقیم الجزائر کو سفیر بنا کر روانہ کیا - باہمی جنگ و جدال کے نقصانات ظاہر کر کے محمد کو تعیین حدود اور مصالحت باہمی پر رضامند ہونے کی کوشش کرے - فقیہ موصوف ۹۶۱ھ ہجری مین مراکش پہونچے - سلطان محمد بڑی عزت سے پیش آیا - مگر حرف مطلب کو بالکل چبا گیا - مصنف المراۃ لکھتا ہے کہ فقیہ موصوف بہ سبب سفارت دو دفعہ مغرب مین آئے - بہت سی باتین اُس سے بیان کے فاضلون اور درویشون نے حاصل کین - اور بہت سے فیوض اوس نے شیخ رزوق مغربی سے ایک مرتبہ فقیہ موصوف نے شیخ ابی عمر و قسطلی پر جو مراکش کے باغ ریاض العروس مین دفن ہین - اعتراض کیا - کہ آپکو طریقت مین داخل ہونیوالے لوگ مریدون کا سر نہین منڈوانا چاہیئے - یہ بدعت ہے - شیخ عمر نے جواب دیا - شیخ جزولی اسی طرح کیا کرتے تھے - جس پر فقیہ نے فرمایا کہ ممکن ہو - اونکو اس امر کی اجازت مل گئی ہو لیکن جو اذن کسی ولی کو ملے اوسکا عام اتباع درست نہین - یہ منصب و عزت صرف انبیاء کے اذن کو حاصل ہے - شیخ جزولی ۹۶۳ء مین فوت ہوئے - اور شہر الجزائر کی فصیل سے باہر مدفون ہین -

ترکی حملہ جب ترکی سفیر بے نیل مرام واپس گیا تو ترک گورنر پناہ گزین وطاسی سلطان کی متواتر الحاح و اصرار کو ماننے پر مجبور ہو گیا - اوس نے صالح پاشا ترکمانی کے زیر کمان ایک جرار فوج ابو حسون کے ہمراہ اوسے موروثی ملک دلانے کے لیئے بھیجدی - یہ مہم اپنے مدعا مین کامیاب ہوئی - ترکی فوج راستہ مین بادیس کو فتح کرتی ہوئی ۱۵۵۴ء ۳ صفر ۹۶۱ ہجری مین فاس داخل ہوئی اور سلطان محمد الشیخ کو وہان سے بیدخل کر کے ابی حسون کو پھر اپنے آبائی تخت پر بٹھا دیا -

محمد فاس سے مراکش کو بھاگ گیا - اور وہان قبائل سوس کے لوگون کو جمع کر کے نئی فوج تیار کرنے مین مصروف ہو گیا - ابی حسون نے فاس پر قابض ہو

ترکی فوج کا بہت سا حصہ واپس کر دیا تھا۔ محمد نے چند ہی مہینون مین جمعیت مضبوط کر کے
فاس پر حملہ کر دیا۔ فریقین مین سخت لڑائی ہوئی۔ جس مین ابی حسونہ قتل ہوا۔ اور
محمد اوسی برس ۹۶۴ھ شوال کو پھر فاس پر متصرف ہو گیا۔ باقی ماندہ ترکی فوج مین
سے اکثر لڑائی مین × × × × مارے گئے تھے۔ جو بچ رہے اونہون نے سلطان محمد
کی اطاعت منظور کر لی۔ سلطان نے بھی اون کی جان بخشی کر دی۔ اور وہ اوسی کے پاس
رہ گئے۔ جن کا وس سے ایک علیحدہ دستہ ترکی فوج کے نام سے ینگچری بنا دیا۔ فاس
پر مکرر قابض ہونے کے بعد سلطان محمد نے وہان کے قاضی ابی محمد عبد الوہاب اور
مکناسا کے خطیب شیخ ابی علی حرزوز کو قتل کرا دیا۔ پہلے کا یہ قصور بنایا گیا کہ اوسکا
میلان وطاسیون کی طرف ہے۔ اور دوسرے پر یہ الزام لگایا کہ وہ اہل سوس کو
اپنے خطبون مین بنی سعد سے بدگمان بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اونکو مفسد اور
ظالم بتاتا ہے۔

روایت ہے کہ جب قاضی عبد الوہاب سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو سلطان نے
اوسے کہا۔ تو کس موت مرنا چاہتا ہے۔ قاضی نے جواب دیا۔ جو موت تو اپنے لیے پسند
کرتا ہے۔ کیونکہ جس چیز سے کوئی شخص کسی کو قتل کرے اوسی سے خود بھی ہلاک ہوتا ہے
یہ سنکر سلطان کو غصہ آیا۔ اور حکم دیا کہ اوسکا سر تلوار سے جدا کر دو۔ خدائی حکمت و
انصاف اسکا نام ہے کہ محمد الشیخ بھی آخر اسی طرح بضرب تلوار قتل ہوا۔

انتظام ملک۔ افرانی لکھتا ہے۔ سلطان محمد الشیخ کو رعیت کی نگہبانی اور فلاح کا ہر وقت
خیال رہتا تھا۔ اور ہمیشہ خونریزی سے بچنے کی کوشش کرتا تھا۔ جب وہ فاس مین داخل
ہوا تو اوسوقت تک وہ اور اوس کے ساتھی خوبو اور وضع قطع مین بالکل بدوی تھے۔ یہان
آکر اونہین تہذیب و تمدن اور شہریون کے آداب سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس اصلاح
مین اونکو ایک مرد اور ایک عورت سے بڑی مدد ملی۔ مرد کا نام قاسم زرہونی تھا۔ وہ
تصویرین بنا بنا کر سلطان کو بادشاہون کے ملبوسات کے نمونے دکھاتا۔ اور اونکے پہننے
پہنانے اور دربار و مجالس کے آداب و قواعد بتاتا رہا۔ عورت کا نام بنت خجو تھا۔ اوس نے
اوسکو سکھایا کہ محل مین بادشاہون کا طریق عمل کیا ہوتا ہے۔ وہ کھاتے کیا ہین۔ اور
بیگمات سے کس طرح برتاؤ کرتے ہین۔ اس تربیت سے بنی سعد کی عزت باشندون کی

نگاہوں میں بہت بڑھ گئی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جنگجو ہکو شہری بڑی حقارت کی نظر سے
دیکھتے ہیں۔ سلطان محمد نے اکادیر کے نئے قلعے کے علاوہ جو فوتی سے اکادیر تک
پھیلا دیا گیا۔ وادی ام الربیع اور وادی سبو پر عالی شان پل تعمیر کرائے۔

نیا ٹیکس جو ملک مسلمان بزور شمشیر فتح کریں اونکی اراضیات پر انہیں شریعت خراج
یعنے معاملہ مقرر کرنیکا حکم دیتی ہے۔ اور جو مصالحت سے حاصل ہو جائیں وہاں عشر وصول
کرینگا۔ مراکو کی نسبت علما میں اختلاف رہا ہے کہ آیا وہ تلوار سے فتح ہوا۔ یا کہ صلح
سے۔ تاہم یہ کل مانتے ہیں کہ سب سے اول عبد المومن بن علی سلطان نے مغرب میں
خراج مقرر کیا۔ اور اس کے بعد خاندان بنی مرین اور بنو سعد نے اس طریقے کو جاری
رکھا۔ البیفری کے قول کے مطابق محمد الشیخ نے خراج کی شکل اور مقدار تو نہ بدلی۔ بلکہ
امیر غریب شیخ سید کو کسی کو اس سے مستثنی نہ رہنے دیا۔ حتی کہ اولیا اور زاہدوں کو بھی
اوسے مخصوص کر دیا۔ اس خراج کی مقدار ایک چولہے کے لیے آدمیوں کی اوسط تعداد
مقرر کر کے فی چولہا ایک صاع جو پچیس ہر گندم اور ہر چالیس چولہا پر ایک صاع گھی۔ اور
ایک دنبہ مقرر کی گئی۔ لیکن اگر کسی چولہے یعنی کنبہ میں افراد معینہ سے زیادہ آدمی ہوتے
تو جو مقدار * * * * * * اوسی نسبت سے بڑھا دی جاتی تھی۔ یہ ٹیکس بزور جلادوں
اور محلے کے چوہدریوں کے ذریعہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس کی سنگینی سے لوگ ایسے
تنگ آ گئے کہ عوام الناس نے اسکا نام خراج کی جگہ نائبہ (مصیبت) رکھ دیا۔ محمد الشیخ کے
بیٹے غالب اور بھائی معتصم کے عہد میں خراج اسی جنسی صورت میں رہا۔ منصور نے
اوسے نقدی کی شکل میں بدل دیا۔ اور بازار کے بھاؤ کے مطابق اون چیزوں کی
قیمت نقدی میں وصول کرنیکا حکم دیا۔ پھر رفتہ رفتہ اوس کی مقدار اس قدر
بڑھائی جاتی رہی کہ وہ رعایا کی برداشت کی حد سے بڑھ گیا۔ اور ظالموں کو اس
سخت گیری کا خمیازہ اوٹھانا پڑا۔

سلطان سلیمان عثمانی کا مراسلہ محمد الشیخ کو الجزائر پر عثمانیہ ترکوں کا قبضہ جمنا ناگوار تھا۔ اوسکا اوپر
ذکر ہو چکا ہے۔ تو اس پر یہ دوبارہ متصرف ہو کر وہ پھر تسلی کی نیند لینے
لگا۔ اس نے یہ ارادہ علانیہ ظاہر کیا کہ وہ ترکوں کو صرف اپنے ہی علاقہ سے ہی
نہیں۔ بلکہ مصر سے بھی نکالدینے کے لیے فوج کشی کریگا۔ اور اونکے بادشاہ کو جس کی طاقت

وحیرت سے وہ شاہد بخوبی واقف نہ تہا خفارت کے طور پر ملاحون کا بادشاہ پکار آتا تہا - اوس نے ان کے صرف بیڑے اور جہاز ہی دیکھے تھے - اونکی بری فوجکی اصل عظمت وشوکت یورپ یا ایشیا جاتا تو دیکھتا - سلطان سلیمان تک جب یہ روایتین پہنچین تو اپنے نایب اور ہر فہمیدہ مسلمان کیطرح اس نے بھی طیش وغضب مین آجانے کے بجائے ایک مسلمان فرمانروا کو بلطف وآشتی اپنا معاون ورفیق یا کمازکم مرحام کے دوست بنانیکو ترجیح دیکر یہی مناسب سمجھا - کہ ایک سفارت والی مراکو کیطرف روانہ کرے - بعض مورخین نے یہ روایت کسی قدر اختلاف[1] کے ساتھہ بیان کی ہے - وہ متذکرہ صدر عناد ومخاربات کو برطرف رکھہ کر صرف یہ لکھتے ہین - کہ سلطان سلیمان کو جب بنی وطاس کی بربادی اور بنی سعد کے عروج کی خبر پہونچی تو اوس نے معمولی خوش اخلاقی اور برادری کے برتاؤ کے طور پر خاص سفیر کے ہاتھہ شیخ ابا عبد اللہ محمد کو مبارکباد کا خط بہیجا - اور اس مین درخواست کی کہ سر زمین مغرب کی مساجد مین اوس کے لیئے بہی دعاے عمر درازی کی جایا کرے - یہ سفیر قسطنطنیہ سے براہ سمندر رسید ہا الجزائر کو گیا - اور وہان سے خشکی کے راستہ مراکش پہونچا محمد الشیخ نے اوسے صالح بک ترکی کے ہان فرود کش کرایا - دوسرے دن مراسلہ پیش ہوا - مگر جب اس مین یہ مطالبہ پڑہا کہ بنی وطاس کی طرح وہ بہی سکہ وخطبہ

[1] مسٹر ملکلس اس سفارت کا اپنی کتاب مین کوئی ذکر نہین کرتے[2] اور اوسی ایلچی سفارت کو جو گورنر کو الجزایر کیطرف سے بہیجی گئی تھی سلطان کی طرف سے بہی بتاتے ہین - حالانکہ بقول الیفرانی ودیگر مورخین گورنر کی دونون سفارتین بالکل الگ نہین - مسٹر مذکور کے الفاظ حسب ذیل ہین ,, قاسم کی بیوی اور بہن دونون قسطنطنیہ پہونچکر سلطان سلیمان کی خدمت مین حاضر ہوئین - اور اس سے زبانی قاسم کی امداد اور دستگیری کی التجا کی جس پر سلطان نے الجیریا سے ایک قاصد بہیجا کہ الجیریا اور مراکو کی حدود کی تعیین کرالینے اور قاسم کو کچھ ملک دیدینے کا پیغام بہیجا - مگر چونکہ ترکی ثانی سلطان نے محمد کو فقط شیخ اعراب اور بقول الیفرانی شاہ مغرب کے لقب سے مخاطب کیا تھا - محمد نہ برافروختہ ہو کر قاصد کو بلا جواب واپس کردیا - صرف ایک جبہ یہ کہکر اوسے دیدیا کہ یہ خلعت میری طرف سے شاہ ملاحان کو عطا کردینا

مین عثمانی سلطان کا نام شریک کرے۔ تو طیش سے اوسکا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور خوب کڑکا اور گرجا۔ پھر قاصد کو اپنے سامنے طلب کرکے اس گستاخی کا جواب طلب کیا۔ سفیر نے جان بچانا فرض سمجھا۔ اور عاجزی سے جواب دیا کہ مین اس کے لیے کوئی جواب نہین رکھتا۔ آپ مجھے اجازت دین کہ مین مصر جا کر سلطان جہانبان کو اسکا جواب بھیجنے کے لیے لکھون۔ محمد نے اسکی واپسی کی اجازت دیدی۔ قاصد جان بچا کر بھاگا۔ اور جب تک ترکی علاقہ مین پہونچ گیا پیچھے منہ پھیر کر بھی نہ دیکھا۔

محمد الشیخ کا قتل ترکون کے ہاتھ سے

الجزائر سے وہ جہاز پر سوار ہو کر قسطنطنیہ پہونچا۔ اور کل کیفیت صدر اعظم کو جا سنائی۔ وزیر نے سلطان کی خدمت مین سارا ماجرا عرض کیا جسے سنتے ہی مراکو پر فوجکشی کرنے کے لیے فوج اور جہاز کیے جانے کا حکم صادر کر دیا مگر جب یہ معاملہ حسب دستور دیوان (مجلس شوریٰ) مین پیش ہوا۔ تو سب نے اس خیال سے کہ فوجکشی کی صورت مین ایک اسلامی ملک جس کے باشندے سنت جماعت ہین۔ ویران ہوگا۔ اور ایک شخص کی گستاخی و بے ادبی کی سزا مین لاکھون مسلمانون کو برباد کرنا زیبا نہین سمجھ کر اس تجویز کو ناپسند کیا۔ اور یہ صلاح ٹھہرائی کہ صرف بے ادبی کرنیوالے کو سزا دیجائے۔ اور وہ بھی اسطرح کہ ملک پر اوسکا کچھ اثر نہ پڑے۔ اس کے لیے اونہون نے یہ تدبیر سوچی کہ بارہ ہوشیار و ذکی آدمی مصارف راہ وغیرہ کیلئے بارہ ہزار دینار دیکر مغرب کو بھیجے جائین جو وہان جا کر وہان کے امرا کو مال و منصب کے وعدے سے اپنے ساتھ ملا لین۔ اور پھر امرا کی مدد سے قابو پا کر محمد الشیخ کو قتل کر کے اسکا سر کاٹ لائین۔ اب صرف سلطانی منظوری باقی رہ گئی تھی جسکو اپنے سابقہ حکم واپس لینے پر رضامند بنانا آسان کام نہ تھا۔ مگر وزیر نے آخر سلطان کو بھی متفق کر لیا۔ اور بارہ نہایت عیار آدمی اس کام پر روانہ کر دیئے۔ الجزائر پہونچکر انہون نے اونٹ خچر اور سامان تجارت خرید لیا۔ اور سوداگرون کے بھیس مین مراکش

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۳) یعنی اسطرح اشارہ کر دیا کہ وہ عثمانی بادشاہ کو اپنے سے ادنیٰ اور کم رتبہ سمجھتا ہے۔ کیونکہ ایشیائی آداب و مراسم کے مطابق خلعت اعلیٰ کیطرف سے ادنیٰ کو عطا ہوتے ہین۔ سلیمان کے بیٹے اوس نے "سلطان المحمدانہ" کا لقب اختراع کیا تھا۔

پہونچے۔ صالح بلابلامل اونکے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور محمد الشیخ کے سامنے جاکر ظاہر کیا۔ کہ یہ شخص ترکی گورنر کے جبر وظلم سے بھاگ کر آپ کی پناہ مین آئے ہین۔ اور جان و مال آپ کے سر پر تصدق کر دینے کو تیار ہین۔ یہ سُنکر محمد نے اونکو اپنے سامنے طلب کیا۔ اور اونکی مشہین شکل وشباہت اور فربہ و مضبوط جسمون کو دیکھکر اوسکا اُنپر پورا اعتماد بیٹھ گیا۔ رفتہ رفتہ وہ اسکے منظور نظر اور مقرب ہوئے کہ بڑے بڑے اہم کامون پر انہی کو مامور کرکے صوبون کے گورنرون اور مشائخ کیطرف بھیجتا۔ جنکو اونکی پوری پوری خاطر تواضع کرنے کا تاکیدی حکم تھا جب کچھہ عرصہ اسطرح گذر گیا۔ آخر ایک دفعہ محمد الشیخ نے کوہ اطلس کیطرف کوچ کیا۔ راستہ مین ترکون کو موقعہ ملگیا۔ اونہون نے رات کیوقت اوس کے خیمہ مین گھسکر تلوار سے اوسکا سر کاٹ لیا۔ اور اوسے لیکر اسیوقت تیز رفتار گھوڑون پر سوار ہوکر ترکی علاقہ کو روانہ ہوگئے۔ راستہ مین ایک دو جگہ ایک مغربی جمعیت سے انکا مقابلہ ہوا۔ جسمین چند مارے گئے۔ مگر باقی سر کو لیکر ترکی علاقہ مین پہونچ جانے مین کامیاب ہوگئے۔ سلطان کے خیمہ مین مراکش کا مفتی ابو الحسن اور سلطانی کاتب ابو العمران بھی اسی وقت قتل کئے گئے۔ قتل کا واقعہ تارودانت کے قریب گذرا۔ جہان سلطان مراکو کے ترکی لشکر کا کچھہ حصہ مقیم تھا۔ جب لوگون مین قتل کی خبر عام ہوئی تو یہ ترک بخوف انتقام شہر کے دروازون کو بند کرکے لڑائی کے لیئے تیار ہو بیٹھے۔ محمد کا بیٹا غالب تخت پر بیٹھتے ہی سب سے اول فاس سے اس شہر پر حملہ آور ہوا۔ مگر اس کے سارے لشکر کی مٹھی بھر ترکون کے سامنے کچھہ پیش نہ گئی۔ شہر فتح نہ ہوسکا۔ آخر غالب نے یہ حیلہ کیا کہ ترکون کو دھوکہ مین ڈالنے کے لیئے کل لشکر لیکر شہر سے رخصت ہوگیا۔ ترک دھوکہ مین آگئے وہ سمجھے کہ غالب سچ مچ واپس چلا گیا ہے۔ حالانکہ در اصل وہ ایک دو منزل جاکر ٹھہر گیا تھا۔ اور چارون طرف جاسوس چھوڑ گیا تھا۔ کہ جب ترک باہر نکلین فوراً خبر پہونچائین۔ ترک جانتے تھے کہ وہ ہمیشہ سارے ملک کا مقابلہ نہین کرسکتے۔ محاصرہ کے اوٹھنے کو غنیمت سمجھکر الجزائر کو نکل جانے کے عزم سے وہ بھی فوراً شہر سے روانہ ہوگئے مگر پہلی منزل ہی طے کی تھی کہ صبح کو کیا دیکھتے ہین کہ سارا مراکشی لشکر اوسکا احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ شہر بہت دور رہگیا تھا اور وہان واپس ہٹنا محال ہوگیا

تہلتا تاہم اونکی سپاہیانہ ہمت یہ کبھی گوارا نہ کر سکتی تھی۔ کہ دشمن اونکو زندہ پکڑ لے۔ پاس ہی ایک پہاڑی تہی جہٹ اوسکی پناہ مین چلے گئے۔ اور غنیم کے قریب پہونچنے سے پہلے مٹی اور پتھر کے دمدمے بنا لیے۔ اور ایسے سر باختہ ہوکر لڑے کہ جب تک کل فنا نہ ہوگئے۔ لڑائی جاری رہی۔ مراکشی ایک کو زندہ نہ پکڑ سکے۔ اور ترکون کی نسبت اونکا دہ چند زیادہ نقصان ہوا۔ مراکشی لشکر مین بارہ سو صرف قتل ہوے۔ زخمی علیحدہ رہے۔

ادہر تقیۃ السیف قاتل سر لیکر الجزائر کے راستہ قسطنطنیہ پہونچ گئے اور صدر اعظم کی معرفت سر کو بارگاہ سلطانی مین پیش کیا۔ جس کے حکم سے اوسے ایک مسی پنجرہ مین رکھکر قلعہ سلطانی کے پہاٹک پر لٹکا دیا گیا۔ جہان وہ برسون اسیطرح لٹکتا رہا۔ سلیم بن سلیمان کے عہد مین محمد الشیخ کے دو بیٹے عبد الملک المعتصم اور احمد المنصور اپنے بہتیجے کے برخلاف باب عالی سے مدد مانگنے کی التجا لیکر قسطنطنیہ آئے۔ اسوقت اونہون نے ساتہہ ہی یہ بھی التماس کی اونکے باپ کے سر کو زیادہ بیحرمت نہ کیا جائے۔ سلطان سلیم ثانی نے اِس درخواست کو مان لیا۔ اور سر اتروا کر دفن کر دیا گیا۔

شیخ کا دہڑ مراکش لیجا کر جامع منصور کے سامنے دفن کیا گیا۔ اِس کی قبر ابتک زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ اس کے سنگی تعویذ پہ یہ ابیات تحریر ہین۔

حے فریحا تتمدتہ رحمات ۔۔۔ وظللت لحدہ منہا غماما ت

وستنقص بفسحۃ التقدیس منہ فقد ۔۔۔ ہبت من الخلد لی منہا نسیما ت

بحربہ کورت شمس الہدی حکت ۔۔۔ من اجلہا السبعۃ الارضین ظلمات

یا مہجۃ غالہا غول الردی تنصا ۔۔۔ واہ تمنت سہمہا فیہا المنیات

وقت لسوتک اکلوا اعلی صحوتا ۔۔۔ وارتج من بعد تک السبع السموات

وشیعت نعشک الزجی الی عدن ۔۔۔ من الملائک الحان واصوات

یا رحمۃ اللہ عاطیہ سلاف رضا ۔۔۔ تدو منہا علیہ الدہر کلسات

قفی فرا فوق فی التار مورخ منہ ۔۔۔ دار الامام الہدی المہدی جنات

شیخ محمد ا ذالحج ۹۶۴ھ ہجری (۱۵۵۷ء) کو قتل ہوا۔ وہ ثقافت و صیانت مین یکتا اور صغر سنی مین ہی علم و فضل کیوجہ سے شہرہ آفاق ہوگیا تہا۔ وہ قوی الجسم عظیم الہیبت اور

رعبدار شخص تھا۔ اور مذاق شعر وسخن مین بھی خاص پایہ رکھتا تھا۔ قرآن کریم اور رسالہ صحیح بخاری کے علاوہ دیوان متنبی اور کئی ایک دیوان اوسے ازبر یاد تھے۔ اور علم تفسیر مین نظیر نہین رکھتا تھا۔ اوسکا مقولہ تھا۔ کہ گو عوام اور رعایا کے لیئے یہ مناسب نہ ہو۔ بادشاہون کے لیئے طویل الامل ہونا ایک ضروری وصف ہے۔ اور شمال مین تلمسان اور سبطہ کی فتوحات کو پیش کرکے کہا کرتا تھا۔ کہ اگر مین یعنی امیدین رکھنے والا نہ ہوتا تو یہ مقام فتح نہ کر سکتا۔ اوسکے دو بیٹے ظالحران ابو عبد اللہ محمد جو بعید مل سپاہی تھا۔ اور ابو محمد عبد القادر جو لائق مدبر اور باپ کا وزیر تھا۔ اس کی زندگی مین ہی فوت ہو گئے تھے تین اس کے بعد حکمران ہوئے۔

سلطان کے قتل ہونے سے تیسرے دن مراکش کے گورنر نے اس خوف سے کہ بیر باشندگان شہر اسکے ہاتھ پر بیعت نہ کر لین مفید سلطان ابو العباس الاعرج اور اس کی تمام اولاد ذکور ومونث صغیر وکبیر کل کو قتل کر دیا۔ اور لاشوں کو باہر پھینکوا دیا۔ رعایا مین سے کسی کو ان کے دفن کرنے کی جرأت نہ پڑتی۔ آخر کچھ دن بعد شیخ ابو عمر قسطلی نے جو سوقت کے مشہور ولی تھے۔ اور اونکی قبر شیخ جزولی کے مزار کے متصل ہے۔ لاشون کو اٹھوا کر دفن کروا دیا۔

سلطان ابو محمد عبد اللہ الغالب باللہ — مسٹر میکنس نے اس بادشاہ کے عہد کی تاریخ کو چند سطرون مین ختم کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہین کہ محمد الشیخ نے قرار دیا تھا۔ کہ وارث تخت ہمیشہ وہ ہوگا۔ جو خاندان مین سب سے بڑا ہو۔ زبانی تو اس دستور کو سب مانتے رہے مگر عمل کسی نے نہ کیا۔ عبد اللہ اپنے بارہ بھائیون سے دس کو قتل کرکے تخت پر بیٹھا تاہم اوسکا عہد حکومت با امن اور طریق حکمرانی عقلمندانہ ثابت ہوا۔ اس کے عہد کے بڑے واقعات یہ ہیں سنہ ۱۵۵۸ء مین تمام ملک مین خوفناک وبا پھیلی سنہ ۱۵۶۲ء مین مزاغان کا کام محاصرہ کیا گیا۔ سنہ ۱۵۶۳ء مین جامع شرفا اور علی بن یوسف کی مسجد کے ساتھ جو مدرسہ مراکش مین تھا۔ اوسے تعمیر کرایا۔ سنہ ۱۸۶۲ء مین عیسائی غلامون نے سرنگ لگا کر جامع المنصور کا گنبد اڑا دیا۔ اونکا منشا نماز جمعہ کے وقت تمام جماعت کو فنا کرنے کا تھا۔

اس اختصار کے مقابل مولانا احمد نے بہت شرح وبسط سے کام لیا ہے ہم اپنے ناظرین کی مزید آگاہی کے لیئے اس تفصیل کا خلاصہ بھی پیش کر دینا ضروری

سمجھتا ہون۔

ترکون کا حملہ ابن القاضی کا بیان ہے کہ غالب باللہ نے زیانی کی جلع کو بالائے طاق رکھ کر اسی زمانے کو جو اس کا باپ چھوڑ گیا تھا سفیدہ و مستحکم بنانا زیادہ مناسب سمجھا۔ ترکون کے ساتھ تعلقات اور بھی بگڑ چکے تھے۔ ۹۶۵ ہجری کے جمادی الاول مین حسن بن خیرالدین باشا باربروسا (سرخ ریش) کے فرزند حسن پاشا نے جو باپ کے بعد الجزایر کا گورنر ہوا تھا۔ مراکو پر فوج کشی کی۔ فریقین مین صوبہ فاس کی وادی اللبن کے قریب مقابلہ ہوا۔ حسن کو شکست ملی۔ اور وہ پہاڑون مین ہوتا ہوا اپنے دلیس کو واپس لوٹ گیا۔ غالب نے فتح پاکر فاس کو گیا۔ مگر وباء کی وجہ سے شہر مین داخل نہ ہوا۔ اور شہر سے لوٹتے ہوئے اپنے بھائی عثمان کے قتل کا حکم دیتا گیا۔ جس کی فوراً تعمیل کردی گئی۔

تعمیر مسجد و حوض و مدرسہ و شفاخانہ اور کیمیا پر بحث یفرنی راوی ہے کہ سلطان غالب باللہ نے ۹۷۰ ہجری مین مراکش کے محلہ مواسین مین جامع الاشراف تعمیر کرائی جو اس وقت تک پوری شان و شوکت کے ساتھ کھڑی ہے۔ اور اوس کے متصل ایک وسیع حوض بنوایا کہ آجتک پانی کے لئے شہر کا دار و مدار اوسی پر ہے۔ علاوہ برین ایک وسیع اور عالیشان شفاخانہ قائم کر کے بڑے بڑے املاک اس کے مصارف کے لئے وقف کر دیئے۔ اس شفاخانہ سے باشندون کو جو نفع پہونچا اوس کا کچھ اندازہ نہین ہو سکتا۔ مولانا احمد اس پر ایزاد کرتے ہین کہ یہ شہر کے محلہ طالعہ مین جیل خانے کے قریب ہے۔ اور آجکل اس سے عورات قیدیون کے جیل خانہ کا کام کیا جاتا ہے۔ جامع ابن یوسف لمتونی کے متصل جو عالیشان مدرسہ ہے اس کی نسبت اکثر کا خیال ہے کہ اس کا بنا نیوالا غالب ہی تھا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اوسے جیسا کہ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے سلطان ابو الحسن مرینی نے تعمیر کیا تھا۔ البتہ غالب نے اسے بہت کچھ بڑھا دیا۔ اور اس کی ایسی تجدید کی جو خرچ و لاگت مین نئی عمارت سے بھی بڑھ گئی اور اسی بے اندازہ لاگت کو دیکھ کر عوام مین مشہور ہو گیا۔ کہ سلطان کیمیا جانتا ہے۔ جو اس نے اپنے استاد شیخ ابو العباس احمد بن موسیٰ سملالی سے سیکھی تھی۔ اگر اوسے یہ علم نہ حاصل ہوتا ہرگز اس عالیشان عمارت کی تکمیل

نہ کر سکتا - رینزی نے اس عام قیاس کو محض غلط بتا کر کیمیا کے نام مشہور مفہوم پر
عالمانہ بحث کی ہے - وہ اس روایت یا عام خیال کی تین وجوہات سے تردید
کرتا ہے - ایک یہ کہ خود شیخ موصوف سے یہ منسوب ہے کہ اوسے کیمیا کے وجود
ہی سے انکار تھا - اور وہ اسے فتنہ و فساد اور بربادی و افلاس کے اعظم اسباب مین
سے ایک عظیم سبب بتایا کرتا تھا - دوم اس بناء پر کہ تمام اہل بصیرت تین
وجوہات سے لوگون کو ہمیشہ کیمیا کی ہوس خام اور اوس کے مشغلہ سے ڈرانے
اور پر حذر رہنے کی نصیحت کرتے رہے ہین - سب سے اول وہ یہ بتاتے
ہین کہ وہ متخیلات (ناممکنات) مین سے ہے - ابن سینا کی بھی رائے ہے - اور
عقلی و علمی دلایل کے علاوہ اپنے دعویٰ کی تائید مین لا تبدیل لخلق اللہ
کی آیت ربانی سے بھی استدلال کیا ہے - وہ کہتا ہے جس طرح بندر کو انسان
اور بھیڑیئے کو ہرن بنانا مخلوق کی قدرت مین نہین - اسی طرح رانگ کو چاندی
اور تانبے کو سونا بنانا اس کی استطاعت سے خارج ہے - کیونکہ یہ قلب حقائق
کی قسم سے ہے - اور قلب حقایق محال ہے -

اس کے متعلق دو شخصون کا ایک مناظرہ بھی درج کرنا دلچسپی بلکہ فائدہ
سے خالی نہ ہوگا - کیونکہ شامت اعمال سے ایشیائیون مین ابھی تک ہوسیون
کا وجود معدوم نہین ہوا - اور فقط ہندوستان مین ہی اب بھی ہر سال ہزارہا
بیوقوف کیمیا کے دہوکہ مین لٹتے یا اپنے ہاتھ سے اپنی دولت اور وقت کو لٹاتے
اور خاکستر کرتے رہتے ہین - یہ مناظرہ کیمیا کے معتقد و مخالف مین ہوا - معتقد نے
کہا کیا تم رنگسازی کے متعلق اپنے مشاہدہ سے انکار کرسکتے ہو - کیا تم نہین دیکھتے
کہ چند مصالحوں سے سرخ زرد اور سفید سیاہ ہوجاتا ہے - مخالف نے کہا اس سے
مجھے انکار نہین - کیونکہ رنگسازی سے اصل نہیں بدلتا - صرف رنگ بدلتا ہے یہ نہین
کہ سفید اونی کپڑے کو رنگریز سرخ یا سبز ریشمی یا سوتی عبا بنا دے - رانگ کے
متعلق بھی رنگ کی صنعت سے مجھے انکار نہین - تانبا بعض ترکیبون سے سفید ہو
جاتا ہے - مگر وہ اس تبدیلی رنگ سے اپنی حقیقت کو نہین چھوڑ دیتا - تانبا ہی رہتا
ہے - اور لوگ اوسے سفید تانبا کہتے ہین - جسطرح رنگ اونی کپڑے سے اونی

کپڑے کا نام نہین چھین لیتا۔

مولانا احمد لکھتے ہین دوسری دلیل یہ ہے کہ ہم دلیل کی خاطر مان لیتے ہین۔ کہ اوس کا وجود ممکن ہے۔ لیکن یہ پھر بھی کہین گے کہ خارجاً اس کا وجود معدوم ہے۔ مولانا ابوالفرج ابن الجوزی رحمۃ اللہ نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ تین چیزین ایسی ہین جن کی غائبا موجود ہونے پر اکثر کا اتفاق ہے۔ اور اونکی عدم رویت پر اہل المشارق والمغارب کلہم متفق ہین۔ اور وہ تین چیزین کیمیا۔ عنقا۔ غول ہین جن کی نسبت کل روائتین سماعی یا ازقسم حکایات وفسانہ ہین۔ یا کسی متین وعاقل نے آجتک نہین کہا کہ مین نے خود ان مین سے کسی کو دیکھا ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر اوسکا وجود خارج مین بھی ہو۔ تو اوسکا حصول اور کیمیا کے ذریعہ بنا کر ہوئے سونے چاندی کی خرید وفروخت حرام ہوگی۔ شیخ ابو اسحاق تونسی رحمۃ اللہ سے پوچھا گیا کہ اگر ایسا سونا خالص ہو تو کیا وہ حلال ہوگا۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر کوئی شخص تانبے یا کسی اور ادنی دہات کو چند ترکیبون سے خالص سونا بنالے اور اور بیچنے جائے۔ لیکن خریداری کے خواہش مند سے یہ کہے کہ وہ پہلے تانبا تھا اور مین نے اوسے خاص تدابیر اور ترکیبون سے خالص سونا لیا ہے۔ تو اس مین کوئی شک نہین کہ وہ دہوکہ دینے والا ہوگا۔ اور اگر یہ امر بتادے تو صاف ظاہر ہے کہ اس سونے کو کوئی ایک فلوس کو بھی نہین خریدے گا۔ اور جواب دیگا کہ اگر تو خاص ترکیبون سے اوسے سونا بنا سکا ہے۔ تو اسی طرح کوئی اور اسی قسم کی دیگر تدابیر سے اوسے پھر اپنی حالت پر لوٹا دیگا۔ اور پہلی صورت مین اوس شخص پر سرور کائنات کا یہ قول صادق آئے گا۔ کہ "من غشنا فلیس منا" جو ہمین دہوکہ دے وہ ہم مین سے نہین ہے۔ پس اس صنعت کو حرام سمجھنا چاہیے۔ مولانا احمد لکھتے ہین کیمیا کی شان مین کسی نے یہ شعر بالکل صحیح کہا ہے ؎

فقلت لاصحابی ہی الشمس ضوءہا

قریب ولکن فی تناولہا بعد

(ترجمہ) مین نے اپنے احباب کو کہا۔ وہ سورج ہے۔ اوسکی روشنی ہم سے قریب ہے۔ لیکن اوس تک پہنچنا بہت بعید ہے۔ تاہم بیشک اچھے اچھے لوگون کے دلون

ہی کچھ عرصہ ایسی تنگی سے جیا رہا کہ ایسی وہم سے کہ یہ کل تعمیرات کیمیا کے سونے سے بنائی گئی ہین۔ اکثر سادہ لوح متقی مُدت تک جامع اشراف مین نماز پڑھنے سے محترز رہے روایت ہے کہ اس موقعہ پر پہلے یہودیون کا قبرستان تہا۔

فتح شفشاون کو بنو راشد نے جو صاحب علم و ارباب جہاد شرفا تھے۔ بلا غمارہ اور ہبط مین تعمیر کیا۔ اوس کے بانی امیر ابوالحسن علی بن موسیٰ بن راشد کے بعد اس کی اولاد و اپنی ریاست ہوتی رہی۔ وہ مراکو کے فرمانرواؤن سے کبھی برسر جنگ اور × × × × × × × کبھی برسر صلح رہی۔ الغالب باللہ نے اپنے بھتیجے عبداللہ بن عبدالقادر کو جو اوسکا وزیر تھا۔ اس کی تسخیر پر مامور کیا۔ اسوقت امیر ابوالحسن کا بیٹا عبداللہ اوسپر حکمران تہا۔ اوس نے دل توڑ کر مقابلہ کیا۔ مگر جب دیکھا کہ شہر کے فتح ہوجانے مین اب کوئی شک نہین رہ گیا تو ماہ صفر سنہ ۹۶۹ ہجری کے دوسرے جمعہ کی رات کو شہر سے نکل کر مع عیال و اطفال متصل پہاڑ کو چلا گیا۔ اور وہان سے بندر ترغہ جا کر جہاز پر سوار ہوگیا۔ اور حجاز پہونچکر مدینہ منورہ کی رہائش اختیار کر لی اور اس تاریخ سے بنی سعد کا اس شہر پر قبضہ ہوگیا۔

بریجہ کا محاصرہ اسی سال غالب نے ایک اور لشکر شہر بریجہ کی فتح پر مامور کیا۔ یہ شہر جسے آجکل جدیدہ کہتے ہین۔ عرصہ سے پرتگالیون کے تصرف مین تہا۔ اس مہم پر اس نے اپنے بڑے بیٹے محمد المعروف بملوخ کو جو اسوقت بیس برس کا تہا۔ مامور کرکے سپاہ کی کمان اپنے ایک مشہور جنرل ابا زید عبدالرحمن عمرانی کے سپرد کی جو فن سپاہگری کے ساتھہ ہی شعر و سخن اور علم و فضل مین بڑے پایہ کا آدمی تہا شہر کا ۶۴ دن محاصرہ رہا۔ اور آخری دنون مین کچھہ مورچے فتح بھی ہوگئے لیکن بقول ایک مورخ کے شہر فتح نہ ہو سکا۔ اور مجاہد پیچھے ہٹ گئے۔ اور مصنف نزہت مورچون کی فتح کے بعد شہر پر فیصلہ کن حملہ ہونیوالا ہی تھا جس مین شہر کے فتح ہوجانیکا غالب یقین تھا۔ اور عیسائی جہاز و پر سوار ہوکر بھاگ جانے کے لئے شہر سے نکلنے کا تہیہ کر رہے تھے۔ جو غالب کا حکم آگیا کہ فوج واپس آجائے۔ بریجہ قصبہ آزمور کے قریب واقعہ ہے۔ پرتگالی مورخ لوبز ماریہ نے اس محاصرہ کے روزانہ حالات بڑی شرح و بسط سے لکھے ہین

اوسکا بیان ہے کہ پرتگالی گورنر کو اسلامی حملہ کی خبر کچھ عرصہ پہلے ل گئی تہی جس
پر اس نے خود اَنہ مور کے مسلمان گورنر سے دو ہزار تلوارین خرید کرلین اور محاصرہ
کی مقاومت کے لیئے ہر طرح کا سامان حرب و رسد کافی جمع کرلیا۔ اسلامی لشکر
مین بقول اوس کے تیئس ہزار سوار اور ساٹھہ ہزار پیدل ہندو فیجی تھے۔ اس م
ہد۔ اس فوج کے علاوہ بیس توپین دوس چھوٹی اور دس بڑی بہی تہین۔ سب
سے بڑی توپ کا میمونہ نام تہا۔ بڑا جھنڈا اسفید رنگ کا بہی اسی لشکر کے ساتھہ
تھا۔ ترکون نے توپون کے علاوہ دیگر اقسام کے جلانے والے مصالحون سے
نہایت قابلیت اور ہوشیاری سے کام لیا۔ اور انہی واقعات لیاقت سے فصیل شہر کے
قریب عیسائیون کے چند مورچے بھی فتح ہو گئے۔ لیکن شہر کی چاردیواری ایسی
مضبوط اور بلند تہی کہ توپون کے گولے اور مجاہدین کی شجاعت و سرفروشی اوسپر
غالب نہ آسکی۔ عیسائیون نے محاصرین کو نقصان پہونچانے کے لیئے سرنگون سے
کام کیا۔ ایک سرنگ مین نو پیپے بارود کے رکہے گئے۔ جن مین سے سات پھٹے
اور ان سے محصورین اور محاصرین دونون کے بیشمار آدمی ضایع ہوئے
دوسری سرنگ چاردیواری کے قریب بنائی گئی۔ اور اس مین ۱۹ پیپے رکہے
گئے۔ اون کے پھٹنے سے سینکڑون مسلمان غازی جام شہادت نوش کر گئے
اسلامی سپاہ کی کم اسلامی لشکر گو قلعہ کو فتح نہ کرسکا لیکن عیسائی شجاعت و
قادراندازی لیاقت کے علاوہ مسلمان سپاہیون کی قادراندازی اور
مہارت استعمال تفنگ کے بھی پورے قائل ہو گئے۔ جس طرح ۱۸۷۷ء
کو محاربہ پلیونا مین عثمان پاشا غازی کے ترکی قادراندازون نے ایک روسی
مورچہ کی حالت بنا رکہی تہی۔ وہی کیفیت برجہ کی ہو رہی تہی۔ کسی عیسائی کے
جسم کا ایک انچ بہی فصیل کی پناہ سے غیر محفوظ ہوتا اور جہٹ محمدی قادر
اندازون کا اوسے نشانہ بنا کر خواب عدم مین سلا دیا۔ ایک اعلیٰ پرتگیز جرنیل
زمین سے لڑائی دیکھنے آیا۔ وہ جہاز سے اوتر کر سیدھا فصیل شہر کو گیا مگر اسلامی
صفون کو دیکھنے کے لیئے اوس نے فصیل سے سر اونچا کیا ہی تہا کہ ایک گولی
قضا کی طرح آپہونچی۔ اس سے اوسکا بھیجا پاش پاش ہو گیا اور وہین

[illegible]

چت ہو گیا۔ اسوقت سے بعد پھر شاذ و نادر ہی کسی عیسائی نے فصیل سے سر اونچا کیا۔ اس عیسائی مؤرخ کا بیان ہے کہ محاصرہ سے تنگ آ کر عیسائیوں نے مسلمانوں کا ارادہ معلوم کرنیکی کوشش کی تاکہ اگر وہ فتح کا عزم بالجزم رکھتے ہوں۔ تو پھر شہر خالی کر کے بھاگ جائیں۔ انہوں نے سمندر کے رستہ ایک چھوٹی سی جماعت بھیجی کہ شہر سے دور فاصلہ پر جا کر کسی مسلمان کو پکڑ لانیکی کوشش کریں۔ جماعت مذکور جب خشکی پر اتری تو اوسے حسن اتفاق سے ایک تنہا مسلمان سوار مل گیا گھوڑے کو ہلاک کر کے اوسے جہاز پر لے گئے۔ اور پھر اپنے گورنر کے سامنے جا پیش کیا۔ مسلمان نے جان کے خوف سے بتا دیا۔ کہ اگر شہر برسوں تک فتح نہ ہو سکا تو مسلمان محاصرہ سے دست بردار ہو جائینگے۔ ایسا ہی ہوا۔ اور عیسائیوں نے اس مخلصی پر بڑی دھوم دھام سے خوشیاں منائیں۔ اور شکرانہ کی نمازیں اپنے گرجوں میں ادا کیں۔

مبازرت کے آداب و قواعد

تاکہ ناظرین کو زمانہ قدیم کے اس پرانے دستور کے آداب و شرائط سے آگاہی ہو جائے۔ اس موقعہ پر اس زمانہ کا ایک واقعہ بلا اختصار درج کر دیتا ہوں۔ متذکرہ صدر محاصرہ سے کچھ دن بعد ایسا اتفاق ہوا کہ آزمور کا ایک باشندہ ایک جمیلہ عورت پر عاشق ہو گیا۔ مگر چونکہ وہ کوڑنگا تھا۔ عورت اوس کی درخواست نکاح کو بڑی نفرت سے رد کر دیتی۔ آخر ایک دفعہ اوس نے کہلا بھیجا کہ اگر مجھ میں ایک نقص ہے تو ایسے ہی اوس کی تلافی کرنیوالی کئی خوبیاں بھی ہیں۔ از انجملہ ایک شجاعت ہے۔ اگر تو کہے تو میں عیسائیوں کے شجاع ترین پہلوان کا سر کاٹ کے تجھ کو لا دیتا ہوں۔ یہ پیغام اثر کر گیا اور عورت نے مان لیا کہ اگر وہ سر لے آیا تو اوس سے نکاح کریگی۔ یہ شخص اپنے شہر کے گورنر کے پاس حاضر ہوا۔ اور ان کی معرفت بریجہ کے عیسائی گورنر کو اپنے سب سے بہادر آدمی کو مبارزت کے لئے بھیجنے کی دعوت دی۔ آخر ایک روز مقرر ہوا۔ بریجہ کے متصل دنگل قایم کیا گیا اور فریقین کے لشکر اور عام لوگ ہزاروں کی تعداد میں۔ تماشا دیکھنے کو جمع ہو گئے۔ اسوقت ہر ایک فریق سے دو دو منصف (عدل) مقرر کئے گئے۔ مسلمان منصفوں نے عیسائی پہلوان کی تلاشی کی۔ اور تلوار و نیزہ کے سوا کسی

کے پاس کچھہ نہ دیکھا۔ وہ دونون ہاتہہ سے یکسان تیزی و چستی کے ساتھہ وار کرسکتا تھا۔ عہد لیا گیا کہ صرف دائیں ہاتہہ کو استعمال مین لائیگا۔ اکھاڑہ کی حد مرکز سے [illegible] پچاس بالشت چارون طرف مقرر کی گئی۔ قاعدہ تھا اگر کوئی اکھاڑہ سے ایک انچہ بھی باہر نکل جائے تو وہ مغلوب سمجھا جائیگا۔ اور فریق غالب کو اختیار ہوگا۔ کہ خواہ اوسے قتل کردے۔ اور خواہ غلام بنالے مبارزت صرف تلوار اور نیزہ سے جائز ہوتی تھی۔ یہ دنگل آخری وقت پر ایک بیہودہ سی بحث سے رک گیا۔ مسلمان کے گلے مین چند آہو بند چمڑہ مین منڈھے ہوئے تھے۔ عیسائی منصفون نے انہین اتروا دینے کا تقاضا کیا۔ مسلمان نے کہا کہ کوئی ایسی چیز نہین جس سے بدن کا کچھہ بھی حصہ تلوار یا نیزہ کی ضرب سے محفوظ رہ سکے۔ نہ مین نے انکو اس غرض سے رکھا ہے۔ مگر چونکہ ان مین خدا کے نام ہین اس لیے انکو اتار دینے پر بھی کبھی رضامند نہین ہوسکتا۔ ممکن ہے مین اس لڑائی مین مارا جاؤن۔ اور ایسے وقت اللہ تعالے کے نام کے ساتھہ بے ادبی کرنیکی کبھی جرأت نہین کرسکتا۔ اس شخص نے بعد ازان کئی معرکون مین عیسائیون سے برخلاف نمایان شجاعت دکھائی۔

پیری مریدی۔ ایک دن سلطان نے اپنے استاد سے کہا۔ میرا دل کسی بزرگ شیخ کے مرید ہونے کو چاہتا ہے۔ کسی لائق اور سچے بزرگ کی تلاش کرو۔ مراکو مین مشائخ ہمیشہ بافراط رہے ہین۔ اوستاد نے تلاش و جستجو کے بعد شیخ احمد جزولی کو جو سلا مین مقیم تھے۔ سب سے بہتر پایا۔ بادشاہ سے آکر اس کی تعریف کی اور بڑے زور سے اوس کے ولی کامل ہونے کی تصدیق کی۔ یہ سنکر بادشاہ معہ ارکین فوراً مقام مذکور کو روانہ ہوگیا۔ شیخ احمد اس کی آمد کی خبر سنکر استقبال کو شہر سے باہر آئے۔ اور اوسے بڑی عزت و احترام سے فروکش کرکے نفیس بیر کھجورون اور خالص دودھ سے اوس کی ضیافت کی۔ غالب اونکا تین دن مہمان رہا۔ اور آخری دن یہ دعا کرنیکی التماس کی کہ اس کا ملک باامن رہے۔ اور وجہ یہ بتائی کہ بغیر امن کے نہ اوسے اپنی گبھراہٹ سے بیفکری ہوسکتی ہے۔ اور نہ ملک ترقی کرسکتا ہے۔ شیخ نے درخواست منظور کرکے باآواز بلند کہا ای عربو۔ ای بربرو اے پہاڑو۔ اور اے میدانو۔ سلطان مولائی عبداللہ کی اطاعت و فرمانبرداری

کرتے رہو۔ اس مستجاب الدعوات کی دعا خالی نہ گئی۔ اور غالب کو مدت العمر تک پھر کسی
مصیبت فتنہ و تشویش سے سابقہ نہ پڑا۔ اس ملاقات سے کچھ عرصہ بعد ترک کی بیڑہ طنجہ و
سبطہ کے سامنے نمودار ہوا۔ جس سے تمام ملک میں تمام تشویش پھیل گئی۔ اور سلطان
بھی گھبرا گیا۔ اس کے حواشی اور درباری بہت تسلی دیتے۔ مگر اس کی طبیعت
نہ سنبھلتی۔ آخر اس نے ایک قاصد کو خط دیکر اپنے مرشد کی خدمت میں روانہ کیا۔
شیخ نے خط پڑھتے ہی نعرہ بلند کیا۔ اے ترک اپنے ملک کو لوٹ جاؤ اور اے عبداللہ
خدا تجھے اپنے ملک میں بخیر و عافیت رکھے۔ قاصد نے جسوقت واپس آکر اس کا ذکر
کیا تو سلطان کو فوراً اطمینان ہو گیا اور تھوڑے دنوں بعد یہ خبر موصول ہو گئی۔ کہ
ٹھیک اس تاریخ اور اسی وقت جبکہ شیخ احمد سملالی نے مندرجہ ذیل صدر کلمہ کہا۔
ترکی بیڑہ مراکشی ساحل سے لنگر اوٹھا کر روانہ ہو گیا۔ شیخ احمد ایک دفعہ اپنے مرید
کو ملنے مراکش آئے۔ سلطان نے کمال ادب و احترام سے پیشوائی کی اور باصرار
محل شاہی میں لیجا کر ضیافت کا سامان کیا۔ اور عہد کیا کہ کھانا کسب حلال کا ہوگا
لیکن جب دسترخوان بچھا تو شیخ موصوف نے اوسے صرف چھو کر ہاتھ کھینچ لیا۔ جب
وہ محل سے رخصت ہوئے۔ تو سلطان نے عرض کیا۔ حالانکہ میں نے محض پاک و
طیب روزی و کمائی کا کھانا پیش کرنیکا عہد کیا تھا۔ جناب نے اوس کے تناول
سے کیوں احتراز فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ بادشاہوں کا اگر طعام حلال
بھی کھایا جائے تو دل چالیس دن تک تاریک رہتا ہے۔ اور اگر طعام مشتبہ کھایا
تو دل چالیس برس تک مردہ رہتا ہے۔ سلطان کو شیخ ابو عمر قسطلی سے بھی بڑی
عقیدت تھی۔ شیخ نے اوسے کھجور کے پتوں کی ایک چھتری دی تھی۔ اسے وہ
ہمیشہ حرز جان بنا کر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ شیخ مذکور جب ۲۵ شوال ۹۷۴ھ
کو بروز جمعہ فوت ہوئے۔ تو سلطان جنازہ میں شامل ہوا۔ اور اپنے ہاتھ
سے اونکی قبر پر مٹی ڈالی۔ اسی سلطان کے عہد میں جب ایک شیخ ابا محمد عبداللہ
بن الحسن المغازی کو مراکش میں بڑی طاقت حاصل ہو گئی۔ اور چاروں طرف سے
ہزارہا آدمی اوس کے مرید ہونے لگے تو غالب نے اوسے کہلا بھیجا کہ یا تم میرے
پاس سے چلے جاؤ۔ یا میں شہر تمہارے پاس چھوڑ کر خود چلا جاتا ہوں۔ شیخ نے

جواب دیا نہیں میں ہی چلا جاتا ہوں۔ اور پھر مستغانم تا مصلحت کو چلا گیا۔

نصاریٰ سے معاہدہ یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بنی وطاس کے زمانہ میں نصاریٰ نے مجبار پیس کو تعمیر کیا تھا۔ اور وہران پر ۹۱۴ھ ہجری میں قابض ہو گئے تھے۔ ان مقامات سے جب تک ترکوں نے آکر اونہیں نہ نکالا۔ اونکا قبضہ برابر قایم رہا۔ بعد ازاں پھر یہ مراکو کے تصرف میں آ گئے۔ مگر سلطان غالب نے جب دیکھا کہ ترکوں کی برابر اونپر نظر ہے۔ اور اونکے بیڑے اسی لیئے آبنائے میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ تو اوس نے بقول بعض مورخین روز کا جھگڑا اٹھانے کے لیئے یہ شہر عیسائیوں کو دیدا ئے۔ اور وہاں کے مسلمانوں کو نکل آنیکا کوئی بہانہ ہی نہ رہا۔ بجائے مصنف نزہت کا بیان ہے کہ عیسائیوں نے اونپر قابو ہو کر اون مسلمان باشندوں پر جو ابھی نہیں نکلے تھے۔ سخت وحشیانہ جور و ستم کئے۔ قبروں کو کھود کر لاشوں کو جلوا دیا۔ اور پھر منتی داہانت مسلیس کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ غالب کا بیٹا محمد فاس میں گورنر تھا۔ بوجہ قرب اوسی ان مظالم کی جلد خبر پہونچ گئی۔ جنکو سنکر اوس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور وہ فوج لیکر اپنے ہم مذہبوں کی امداد کو روانہ ہو گیا ہے۔ اور کل مسلمان باہر نکل گئے ہیں۔ یہ سنکر مجبوراً اوسے واپس لوٹ جانا پڑا۔

مگر عقل باور نہیں کر سکتی کہ غالب ایسے متقی و غیور بادشاہ نے ترکی حملہ کے محض اندیشہ ہی اندیشہ سے ڈر کر اپنا کوئی علاقہ عیسائیوں کو دیدینا گوارا کر لیا ہو۔ یہ کیا عقلمندی ہے کہ اگر کسی طرح کے نقصان کا اندیشہ ہو۔ تو اندیشہ کے انسداد کے لیئے اوس کے نقصان کو پہلے برداشت کر لیا جائے۔ چنانچہ مورخ یفرنی کو بھی اس روایت پر چنداں اعتبار نہیں۔ اور اوس کا بیان ہے کہ میں نے اس کا ذکر صرف گمنام اور کم وقعت تحریروں میں دیکھا ہے اور اس کی درستی پر مجھے مطلق اعتبار نہیں۔

ایک مرتد غالب کے عہد میں ایک عالم مسمی فقیہ ابو عبداللہ محمد اندلسی کا دماغ رفتہ رفتہ مریدوں کی کثرت سے بگڑ گیا۔ شروع شروع میں وہ بڑا زاہد و متقی رہا۔ مگر بعد میں معلوم ہو گیا کہ یہ صرف ظاہر داری اور دھوکہ کی ٹٹی تھی۔

باآخر آئمہ مذاہب کی شان میں بے ادبی کرتا۔ اور احکام دین کی نسبت برُے بھلے الفاظ کہتے رہنا اوسکا معمولی شیوہ ہوگیا۔ یہ دیکھکر سلطان نے اوس کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ سپاہی پکڑنے آئے تو اوسکے مریدون کو للکارا اور شہر مین ایک عظیم فتنہ برپا ہوگیا۔ لیکن آخر پکڑا گیا۔ اور اسے ہی گہر کے دروازہ پر محلّہ رباض زیتون مین سنہ ۹۸۰ ہجری کی ۱۵ ذی الحجہ کو سولی پر چڑہا دیا گیا۔

فرقہ یوسفیہ دوم دوحہ کا مصنف لکھتا ہے: شیخ ابو العباس احمد بن یوسف راشدی قصبہ ملیانہ مین ایک نامور صاحب کرامات وانفعالات گذرا۔ اوس کا آوازہ دور دور تک پھیل گیا۔ اور بیشمار لوگ اوس کے مرید ہوگئے۔ جب اس کا عام چرچا ہوگیا تو ایک بد باطن حواری نے اپنے مرشد کو صاحب النبوۃ قرار دیکر یا غیر شیعون کے مشابہ ایک نئی ملت بنام یوسفیہ قایم کردی۔ جس مین اخلاقت وا خسا اور عیاش طبع نے بڑی خوشی سے شریک ہوگئے۔ بعض کا بیان ہے کہ جبکہ اس بدعت نے سر نکالا۔ شیخ راشدی اسوقت ابہی زندہ تہا۔ اور اس نے اس کے موجدون پر لعنت بہیجی تہی۔ غالب کے عہد مین بدعتیون کی صرف ایک یہی جماعت باقی رہ گئی تہی۔ جس نے اوسکو بھی تقریبًا معدوم کردیا۔ مگر بعد ازان یہ بدعت پھر تازہ ہوگئی چنانچہ فرقہ شراقہ کے نام سے جو فرقہ اب تک مراکو مین چلا آتا ہے۔ وہ اسی یوسفیہ ملت کیطرف منسوب ہے۔ خود شیخ احمد راشدی جو سنہ ۹۲۷ ہجری مین فوت ہوا بڑا زاہد، متقی اور پابند سنت وہدایت تہا۔

وفات سلطان ابی محمد عبداللہ الغالب باللہ بروز جمعہ ۲۸ رمضان سنہ ۹۸۱ ہجری (۱۵۷۴ء) کو بعارضہ ضیق النفس فوت ہوا۔ اور قبرستان اشراف مین باپ کی قبر کے متصل دفن ہوا۔ اس کی قبر اب تک محفوظ وسلامت ہے۔ اور اس کی لوح پر یہ اشعار لکھے ہوئے ہین ؎

ایا زائری ہب لی الدعاء ترحما　　　فانی الی فضل الدعاء فقیر

وقد کان امر المومنین ملکہم　　　الی وصیتی فی البلاد شہیر

فہا انا قد صرت ستقی بحضرۃ　　　ولم یغن عنی قائد و وزیر

تزود حسن الظن باللہ اجا　　　وزادی حسن الظن فیہ کثیر

وان کان شئی عالنا بجنانہ - فھو بنیل العفو منہ جدیر
وقد جاء ان اللہ قال ترحما - الی ما تظن العبد بی سینصر

روایت ہے کہ متوفی کے بیٹے نے جب یہ شعر پڑھے تو لفظ حفرۃ سے بہت مکدر ہوا کیونکہ حدیث نبوی "القبر روضۃ من ریاض الجنۃ - او حفرۃ من حفر النار" میں حفرۃ اچھے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ اور کہا کہ کیوں نہ حفرۃ کی بجائے بلبقع یا اور ایسا ہی لفظ استعمال نہ کیا - متوفی سلطان اپنے ملک میں عقلمند اور نیک نہاد بادشاہ ہی نہیں - بلکہ ولی کامل سمجھا جاتا تھا - اور یہ عام مقولہ تھا کہ تین شخص اسوقت زمانہ کی آنکھیں ہیں اول سلطان - دوم شیخ المغاری - اور سوم شیخ ابو السلم

اس کے معاصر زمانہ کے دیگر اہم وقعات جو باقی دنیا میں وقوع میں آئے حسب ذیل ہیں - الجزائر میں اور تونس میں باجلی کے زیر حکومت علی الترتیب دائے اور باربائی کے لقب سے موروثی حکمرانوں کا سلسلہ ۱۵۱۶ء میں قایم ہو گیا - دوسرے برس خلیج لیپانٹو میں ترکی بیڑہ کو یورپ کی عیسائی طاقتوں کے متفقہ بیڑوں نے ایسی زک دی کہ گو بوقت عین اوج شباب پر ہونے کی وجہ سے ترکی حکومت نے اوسے چنداں محسوس نہ کیا - لیکن درصل یورپ میں ترکوں کی ترقی اسی وقت سے رک گئی - چودہ برس بعد اونکو ایرانیوں کے ہاتھ سے بھی سخت زک اوٹھانی پڑی - جس نے ایک طرح سے ایشیا کی طرف اونکی ترقی و پیشقدمی کے سلسلہ میں رکاوٹ ڈال دی -

مغربی یورپ میں بھی یہ زمانہ اہمیت سے خالی نہ رہا - انگلستان والوں نے اپنی قابل و فرزانہ ملکہ ایلزبیتھ کے زیر فرمان جو ۱۵۵۸ء میں تخت نشین ہوئی بحری طاقت پیدا کرنی شروع کر دی تھی - ہسپانیہ میں مسلمان عیسائیوں کے جور و ظلم سے ایسے تنگ آ گئے تھے - کہ جب معاملہ حد برداشت سے گذر گیا - تو ۱۵۶۹ء میں ہر قصبہ شہر میں جہاں جہاں وہ آباد تھے - جوش انتقام بڑی تیزی سے پھوٹ نکلا - تین برس تک خونریزی اور خانہ جنگی برپا رہی - رعایا کا ایک حقیر حصہ اور وہ بھی تھوڑا نہ مغضوب اور بےکس و بے پناہ - کب تک ساری بربادی اور حکومت کا مقابلہ کر سکتا تھا - لاکھوں قتل ہوئے - اور باقی بڑی بیدردی کے ساتھ ۱۶۰۹ء میں ملک سے مراکو کو

بدر کر دیے گئے - دو برس بعد ۱۵۷۲ء فرانس مین رومن کیتھولکون نے ایک خاص دن اور وقت مقرر کرکے جا بجا تک دلی بار تھلمو کا دن مشہور ہے - اپنے لاکھون پروٹسٹنٹ مذہب ہم وطنون کے گلے کاٹ دیے - بہت تھوڑے اس قتل عام سے بچ سکے بقیۃ السیف نے انگلستان مین پناہ لی - پرتگال والون نے بھی اپنے مشہور ترین شاعر کاموئس کو انھی دنون جزیرہ مکاؤ (متصل چین) کو جلا وطن کیا تھا -

سلطان المتوکل باللہ} غالب کے تین بیٹے تھے - سب سے بڑا محمد جو ایک حبشن کنیز کے بطن سے تھا - ولی عہد تھا اور فاس کی گورنری پر مامور تھا - باپ کی وفات پر المتوکل باللہ کے لقب سے تخت نشین ہوا - مگر عام طور پر وہ سلوخ کے لقب سے مشہور ہے کیونکہ اس کی کھال کھینچ کر بھس بھر دی تھی - باقی دونون ہسپانیہ کو بھاگ گئے جہان ایک عیسائی ہوگیا - اوسکا ذکر پندرہوین فصل مین بالتفصیل کیا جائیگا - یہ دونون ہسپانویون کی مدد سے مراکو مین داخل ہوئے - لیکن فائز المرام نہ ہوئے - اونکا چچا عبد الملک زیادہ خوش نصیب ثابت ہوا - متوکل کو تخت پر بیٹھے دو ہی برس ہوئے تھے کہ اس کے دونون چچا عبد الملک اور احمد چار ہزار ترکی فوج لیکر مراکو پر حملہ آور ہوئے - اور متوکل کو متواتر شکستین دیکر ۱۵۷۶ء مین فاس و مراکش پر قابض ہوگئے - متوکل کے دو سالہ عہد کا بڑا واقعہ الی خاص کی لڑائی تھی جو طنجہ کے قریب عیسائیون کے ساتھ ہوئی - اس مین ایک مشہور مجاہد ل شیخ ابو مہدی عیسیٰ مصباحی مسلمانون کے لشکر سے شہید ہوئے - شیخ شہید مقام دعادع مین اپنے بزرگ باپ کی قبر کے متصل دفن کیے گئے - مورخین کا بیان ہے کہ متوکل بڑا فقیہ ادیب عالم اعلیٰ بڑے پایہ کا ناظم و ناثر - مگر ساتھ ہی بڑا متکبر اور کسی کو خاطر مین نہ لانیوالا - اور رعیت پر ظلم کرنیوالا تھا - بطور نمونہ اوس کے چند عربی شعر یہان درج کیے جاتے ہین - ؎

فقم بنا نصطبح صہباء صافیۃ	فی وجہہا عسلجد فی وجہ نقط
وانہض الیہا علی عمد لعہد تعلقا	فان آخر اوقات العصبا خلاط
ساروا اعنان زوادی الجر طلبہم	وخلفونی بتخیل الجسم حیرانا
لا امر شغر الشری من بعید ہم	ولا سقی ہاطل روا و ریحانا

مسٹر مکینس عبدالملک کو مدد ملنے کی وجہ یہ لکھتے ہین کہ سُلطان مراد جس نے بہر داؤد سلیم اول کے بعد مصر فتح کرکے ۱۵۱۷ء مین منصب خلافت حاصل کیا تھا۔ چونکہ اس منصب کی عام اشاعت کا خواہان تھا چارلس پنجم والئے ہسپانیہ کے جانشینون سے تونس سے تونس کے مقر رفتح ہو جانے پر اوس نے عبدالملک کو جو بھائی سمیت ۱۵۶۰ء کو قسطنطنیہ گیا ہوا تھا۔ بڑی خوشی سے مدد دینا منظور کرلیا۔

فتح تونس والجزائر کے مفصل حالات مین کتاب تاریخ خاندان عثمانیہ مین لکھہ چکا ہون۔ لیکن چونکہ اس کا مراکو کی تاریخ سے اہم تعلق ہے۔ اس لئے بالاختصار یہان بھی اوس کے کچھہ حالات لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جسوقت خیرالدین پاشا باربروسا نے تلمسان والجزائر کو فتح کیا۔ اسوقت تک تونس کے حکمران خاندان بنی حفص کی طاقت جو خاندان موحدین کی ایک شاخ تہا۔ بالکل مضمحل ہو چکی تھی۔ خیرالدین نے ان فتوحات سے فارغ ہو کر ۹۴۰ھ ہجری مین تونس پر حملہ کرکے اوسے بھی قلمرو عثمانیہ مین شامل کرلیا۔ وہان کا خصی امیر حسن بن محمد سمندر کے راستہ ہسپانیہ بھاگ گیا۔ اور وہان کے عیسائی بادشاہ سے مدد کی التجا کی۔ اسے درخواست قبول کرکے حسن کے ساتھہ جرار لشکر بھیجدیا۔ جو جہازون سے حلق الوادی کے مقام برج العیوان مین خشکی پر اترا۔ اور وہان سے آگے بڑھکر تونس پر حملہ کیا۔ خیرالدین پاشا کو ہزیمت ملی۔ وہ الجزائر کو ہٹ گیا۔ فتح کے بعد نصاریٰ حسن کے ساتھہ تونس کی حکومت مین شریک بلکہ غالب ہو گئے۔ اور حسب معمول قتل ونہب اور ظلم وستم کا بازار گرم دیا۔ تونس کی آبادی اسوقت ایک لاکھ اسی ہزار تھی۔ مورخون کا اتفاق ہے کہ ایک تہائی قتل۔ ایک ثلث اسیر اور صرف ایک ثلث باقی چھوڑے گئے مسیحی تہذیب و رحمدلی کو عمل مین لانے کے لئے جب شہر مین کوئی گنجائش باقی نہ رہگئی۔ تو ہسپانیون کو اب فوجی استحکام ومضبوطی کی فکر ہوئی۔ انہون نے حلق الوادی (خلیج تونس) پر قبضہ کرکے جس کی انتہا پر تونس آباد ہے۔ اوس کے کنارے پر ایک نہایت مضبوط قلعہ کی تعمیر شروع کردی۔ اور پہر ۴۳ برس تک عمارت برابر جاری رہی۔ اور ایسی پختہ چنائی کی گئی۔ کہ جب بعد مین ترک اوسپر قابض ہوئے تو وہ اوسے گرانے سے عاجز رہے۔

کچھ عرصہ بعد علی کے بیٹے احمد نے باغی ہوکر شہر تونس پر قبضہ کرلیا۔ اور قلعہ
حلق الوادی پر بھی حملہ کیا۔ مگر اوسے نصاریٰ سے فتح نہ کرسکا۔ اس خانہ جنگی سے فایدہ
اوٹھاکر علی پاشا گورنر الجزایر نے حملہ کردیا۔ اور ۹۷۷ھ ہجری مین تونس پر قابض ہوگیا۔
شکست کھاکر احمد بھی باپ کی طرح شاہ ہسپانیہ کے پاس بھاگ گیا۔ اور مدد کی التجا
کی۔ شاہ مذکور نے مہم کے مصارف ادا کردینے کا وعدہ دیکر عظیم بیڑہ احمد کیساتھ
بھیجدیا۔ مگر جب یہ بیڑہ تونس کے سامنے پہونچا۔ تو اوس کے کپتان نے احمد کو اپنے
بادشاہ کا ایک خط دیا جسے اب تک مخفی رکھا گیا تھا۔ اس ادائے مصارف
کے علاوہ حکومت کی شراکت کا بھی مطالبہ کیا گیا تھا۔ احمد نے اوسے منظور نہ کیا۔ اور
آزردہ خاطر ہوکر سسلی (صقلیہ) کو چلا گیا۔ وہ وہین فوت ہوا۔ لیکن اوس کی لاش
تونس پہونچا دی گئی۔ درینولا اس کا بھائی محمد بن حسن تقاسمت کی شرط کو منظور
کرکے تونس پر قابض ہوگیا ہوا تھا جہان ہسپانی گورنر اوس کے برابر تخت
پر بیٹھتا تھا۔ عیسائیون نے اسدفعہ بھی وہی حرکات کین۔ جن کے پہلے مرتکب ہوچکے
تھے۔ بلکہ اس دفعہ مردے اور عبادتگاہین بھی اونکے دست تطاول سے محفوظ
نہ رہین۔ جامع مسجد سیمی لشکر سواران کا اصطبل بنادی گئی۔ تمام کتب خانہ سڑکون پر
پھینکدیا گیا۔ اور اکثر اولیا و علماء کی قبرین کھود ڈالی گئین۔ محمد نے لوگون کو
جتنی دفعہ امان کے وعدے دیکر بلایا اتنی ہی دفعہ عیسائیون نے اعتبار کرکے
چلے آنے والون کے ساتھ غداری کی۔ ان مظالم کی جب عثمانی سلیم کو خبر پہونچی
تو اوس کی حمیّت و غیرت زیادہ خاموشی گوارا نہ سکی۔ ایک طرابلس کے گورنر مصطفےٰ
پاشا۔ قیروان کے عامل حیدر پاشا اور گورنر الجزایر کو ملکر ظالمون پر حملہ کرنے کے
تاکیدی احکام روانہ کئے گئے۔ اور دوسری طرف ساڑھے چارسو جہازون کا جرار
بیڑہ وزیر سنان پاشا کے زیرکمان قسطنطنیہ سے روانہ کردیا گیا۔ یہ بیڑہ یکم
ربیع الاول ۹۸۱ھ کو قسطنطنیہ سے روانہ ہوکر اوسی مہینہ کی ۲۴ تاریخ کو حلق
الوادی مین پہونچا۔ متذکرہ گورنر پہلے سے پہونچکر محاصرہ مین مشغول تھے۔ مگر
قلعہ کے فتح نہ ہوسکنے سے اون کے حوصلے ایسے ٹوٹ گئے ہوئے تھے۔ کہ اگر سنان
پاشا جلد نہ پہونچ جاتا تو وہ واپس چلے جانیکو تیار بیٹھے تھے۔ اوس کی آمد

پر سب کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ اور اوسی سال کی چھٹی جمادی الاول کو قلعہ علیٰ الوادی کو طے کر کے بزور شمشیر فتح کر لیا گیا۔ محمد معہ اپنے عیسائی ساتھیوں کے آخری حصن[1] سوبشیوں میں پناہ گزین ہو گیا۔ سنان پاشا نے اوسے بھی چند دن بعد فتح کر لیا۔ اور اسلام کی سرزمین شرک و کفر کی نجاست سے بالکل پاک ہو گئی۔ محمد کو اسیر بنا کر سنان پاشا اپنے ہمراہ قسطنطنیہ لے گیا۔ جہاں اوسے محبس یدی قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اوس کی ہزیمت پر خاندان موحدین کی آخری فتاح بھی معدوم ہو گئی تونس غالب باللہ کی وفات سے پانچ ماہ بعد (۱۵۷۴ء) میں فتح ہوا۔

سلطان (ابی مروان عبدالملک) عبدالملک اور اوس کا بھائی احمد باپ کے زمانہ میں سجلماسہ میں تھے غالب کے تخت نشین ہونے پر تلمسان اور پھر الجزائر کو چلے گئے جب متوکل کے تخت نشین ہونیکی خبر لگی تو عثمانی سلطان سے فوجی مدد مانگنے کے لئے قسطنطنیہ کو روانہ ہو گئے۔ اسطرح بقول مولانا احمد انکی روانگی کا سال ۱۵۷۴ء ہوتا ہے۔ لیکن مسٹر میکنس ۱۵۷۶ء لکھتے ہیں۔ اور کئی دیگر راویوں کا بھی یہی بیان ہے ان کے ساتھ اینکی ماں بھی تھی۔ بعض کہتے ہیں۔ وہ عبدالملک کی ماں سحابہ الرحمانیہ تھی۔ اور بعض کا بیان ہے کہ وہ احمد کی ماں مسعودہ تھی۔ مدد ملنے کے متعلق گوکہ ... میں بھی اختلاف ہے۔ چند لکھتے ہیں کہ دونوں بھائی سنان پاشا کے ساتھ قسطنطنیہ سے آکر تونس کی فوجکشی میں شامل ہوئے۔ اور بعض کی روایت ہے کہ وہ الجزائر سے جاکر اس مہم میں شامل ہو کے اور فتح کی بشارت لیکر قسطنطنیہ پہونچے۔ بہرکیف یہ مسلم ہے کہ اس فتح کی خوشخبری سب سے پہلے اونہوں نے جاکر سنائی۔ سنان پاشا نے دو جہاز یہ خوشخبری سنانے کے لئے روانہ کئے۔ عبدالملک اور احمد بھی ایک جہاز پر سوار ہو کر اس کے ساتھ چلائے۔ راستہ میں طوفان نے ان کے جہاز کو دوسرے دن سے جدا کر دیا۔ اور وہ تین دن پہلے دار الخلافت میں پہونچ گئے۔ اس مژدہ کے استماع سے عثمانی سلطان کو بہت

[1] ناظرین کو معلوم رہے کہ جو قلعہ فوجی اغراض کے لیے بنایا جائے۔ وہ ورمیان کی قلعوں کا مجموعہ ہوتا ہے

خوش اور مسرور دیکھہ کر اونہون نے اپنے مطلب کی بات بھی عرض کر دی ۔ سلطان صرف
تونس کی وجہ سے جسے وہ نسبتاً بہت اہم سمجھتا تھا ۔ اونکو مدد دینے سے رکا ہوا تھا ۔
اس مانع کے دور ہو جانے پر اوس نے بڑی خوشی سے مدد دینے کا وعدہ کر لیا ۔
محمد الشیخ کے سر کو اوتار کر دفن کئے جانے کی التماس بھی اسی موقعہ پر عرض کی گئی ۔
ترکی امداد کہ سلطان نے با یفائے وعدہ دونون بھائیون کو زر و دولت اور
اسلحہ و زاد کی مقدار کثیر عطا کر کے دولائی گورنر الجزائر کے نام عبد الملک کو پانچہزار
فوج کی مدد دینے کا حکم لکھدیا ۔ یہ فرمان دولاتی نے اعیان مجلس کے روبرو
پیش کیا ۔ تو اونہون نے فیصلہ کیا کہ حسب دستور بہ تعمیل فرمان سلطانی اونکو فوج
دیجائے ۔ لیکن اوسکا خرچ اون سے لے لیا جائے ۔ اون کے پاس روپیہ کہان
تھا ۔ صوبہ کے خزانچی نائب گورنر اور کمانڈر سے منت سماجت کر کے مراکو جا کر زر نقد
بھیجدینے کے وعدہ پر کچھہ روپیہ قرض لیکر دخل کر دیا ۔ اور باقی رقم جو حساب سے
بنے مراکو پہونچکر ادا کرنیکا عہد لیا ۔ دس ہزار دینار فی منزل معاوضہ مقرر کر کے
وہ بقول بعض پانچ اور بقول دیگر چار ہزار ترکی فوج کے ساتھہ مراکو روانہ ہوگئے
ملک مین ان کے کئی امراء بھی خیر خواہ تھے ۔ انکی طرف پہلے سے مراسلے بھیجدئے گئے
چنانچہ فاس کے قریب پہونچکر جب دونون لشکر مقابل ہوئے ۔ تو متوکل کی فوج سے
کئی امیر اپنے اپنے دستے لیکر عبد الملک کو جا ملے ۔ یہ رنگ دیکھہ کر عبد الملک کے ہوش
و حواس پران ہوگئے ۔ وہ لشکر کو میدان مین چھوڑ کر فاس کو بھاگ آیا ۔ اور
وہان کے سامان حرب کو آگ لگا ۔ اور بیش قیمت خزائن کو اٹھوا مراکش کو بھاگ
گیا ۔ ابو مروان عبد الملک بفتح و ظفر فاس مین داخل ہوا ۔ اور باشندون نے
بڑی خوشی و مسرت سے اوس کے ہاتھہ پر بیعت کر لی ۔ کچھہ دن آرام کر کے اس نے
لشکر کا لی ۔۔۔ لئے مراکش کا عزم کیا ۔ سو وقت ترکی سپاہ و سالارون نے کہا اب تمہا
ہو گیا ۔ ہمین رخصت کر دو ۔ ورنہ مفت کی زیر باری ہو گی ۔ اوس نے اسی تجویز کو
پسند کیا ۔ اور فاس کے تجار سے قرض لیکر رقم مقررہ کے علاوہ ہر ترک سپاہی
کو چار چار سو قبہ چاندی اور ارض مغرب کے بیشمار تحائف دیکر انہین بڑی
کے ساتھہ رخصت کیا ۔ اور خود بھی ۔ . . . .

تک خود اونکی نسبا بیعت کے لیئے گیا۔اس کام سے فارغ ہوکر وہ مراکش کی طرف بڑھا۔ متوکل فوج لیکر شہر سے باہر مقابلہ کے لیئے آیا۔مگر حسب معمول بلا مقابلہ بھاگتے ہوئے شتر مرغ کیطرح شہر کو بھاگ گیا۔اور جب سنا کہ عبد الملک کا بھائی احمد تعاقب مین چلا آتا ہے تو شہر سے بھی فرار ہوگیا۔اور احمد نے بلا مقابلہ مراکش مین داخل ہوکر اہالی شہر سے اپنے بھائی کیطرف سے بیعت لے لی۔خود سلطان ابو مروان بروز دوشنبہ ۱۹ ربیع الثانی ۹۸۴ھ ہجری کو مراکش مین داخل ہوا۔متوکل جبال سوس کیطرف بھاگ گیا۔اور کچھہ دن اوس کی کچھہ خبر سنائی نہ دی۔اس پر ابو مروان نے بھائی کو نائب بناکر فاس بھیجدیا۔وزیر ابو فارس عبد العزیز بن سعید وزکینی نے جو احمد کی والدہ کا قرابت دار تہا۔صلاح دی کہ پہلے متوکل کی طرف سے اطمینان خاطر کر لینا ضروری ہے۔اس پر عمل نہ کیا گیا۔مگر اُس کی معقولیت جلد واضح ہوگئی۔ساحلی علاقہ کے کچھہ حصہ پر عیسائی اب تک قابض تھے۔اور اون سے چھیڑ چھاڑ برابر چلی جاتی تھی۔اور اونکی ہی وجہ سے ابو مروان نے شمالی علاقہ کو کچھہ زیادہ عرصہ بے پناہ چھوڑنا قرین مصلحت نہ سمجھکر بھائی کو ایسی جلدی فاس بھیجدیا تہا۔اور جب وہ وہان پہونچگیا۔تو اوسے ہر وقت عیسائیون کے مقابلہ کے لیئے تیار اور اون کے علاقہ کے متصلہ اسلامی قلعون مین سامان حرب وضرب اور رسد کی کافی مقدار مہیا رکھنے کے تاکیدی احکام بھیجتا رہتا تہا۔

متوکل نے جبال سوس مین پہونچکر وہان کے کئی قبایل کو اپنے ساتھہ ملاکر پھر ایک لشکر جمع کر لیا۔اور جب احمد کی روانگی کی خبر سنی تو لشکر لیکر مراکش پر چڑھہ آیا۔ ابو مروان اوسے راستہ مین ہی جا روکنے کے لیئے مراکش سے باہر نکلا۔مگر متوکل نے عجیب ہوشیاری سے کام لیا۔وہ ابو مروان سے اس عیاری کی خبر سنتے ہی پچھلے پاؤن لوٹکر مراکش کا محاصرہ کر لیا۔اور ادہر احمد کو کل لشکر لیکر جلد پہونچنے کے لیئے لکھا۔جب یہ لشکر پہونچا۔تو متوکل اپنی عادت مستمرہ کے مطابق شہر کو اپنے حال پر چھوڑکر پھر جبال سوس کو بھاگ گیا۔باشندے اپنی کرتوتون کے خوف سے کچھہ عرصہ ثابت قدم رہے۔لیکن آخر سلطانی لشکر غالب آگیا۔اور مراکش پر پھر قبضہ ہوگیا۔

ابو مروان نے اس سبق کو فراموش نہ کرکے اس دفعہ احمد کو پہلے متوکل کا تصفیہ کرنے پر مامور کیا - جو بچہ لشکر لیکے جبال سوس کو روانہ ہوگیا - اور ادہر دو معرکے میدان مارے - دوسری لڑائی مین احمد کے پاس صرف تین ہزار اور متوکل کے پاس ساٹھہ ہزار فوج تھی - مگر احمد کی خوش نصیبی کے سامنے کثرت تعداد کی کچھہ پیش نہ گئی - متوکل کو سخت شکست ملی - اور وہ بحال خستہ و تباہ پہلے جبل درن پھر بادیس کو بھاگ گیا - اور پھر سبطہ ہوتا ہوا طنجہ جاکر سیستان شاہ پرتگال سے مدد و اعانت کی التجا جا کی -

جنگ القصر عیسائیون پر فتح عظیم

سیستانی نے اِس شرط پہ مدد منظور کی ہے - کہ تمام ساحلی علاقہ اس کا ملک ہو - اور باقی ملک متوکل کے پاس رہے - متوکل نے اِس شرط کو منظور کرلیا - مگر چونکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے تمام مسلمانون مین عام ناراضگی پھیل جائیگی - اس نے علماء اُمت اور قوم کیطرف ایک طویل منشور اپنے فعل کو جائز و مباح قرار دینے کے لیئے اس مضمون کا بھیجا - کہ تم لوگون نے بیعت کو توڑ کر دوسرے شخص کو اپنا بادشاہ قبول کرلیا - حالانکہ شرعاً یہ جائز نہین - اور چونکہ مجھے اپنے حقوق کی بازیافت کے لیئے کسی مسلمان × × نے مدد نہ دی - مجھہ کو مجبوراً ایک عیسائی بادشاہ کیطرف رجوع کرنا پڑا - اور یہ تمام فقہا کا فتویٰ ہے کہ غاصب سے اپنے حق واپس لینے کے لیئے ہر ممکن ذریعہ سے کام لینا جائز ہے۔ آخر مین اونکو دہمکیان دین کہ اگر وہ اب بھی راہ راست پر نہ آئے تو لڑائی کے لیے تیار رہین - جو خدا اور اوس کے رسول سے لڑائی کرنے کے برابر ہوگی - کیونکہ وہ حق پر ہے - اور دوسرا فریق غاصب - علماء اُمت نے اِس اعلان کے جواب مین اُس سے بہی زیادہ طویل منشور تحریر کرکے اس کے ہر ایک دعویٰ اور دلیل کی واقعات اور نص قرآن و حدیث سے کامل تردید کی - اور اوسے ہر طرح سے جھوٹا ثابت کرکے آخر مین اُس کو تائب و نادم ہونے کی نصیحت کی - اِس جواب کو مولانا احمد نے بجنسہا نقل کیا ہے - جو باریک ٹائپ مین بڑی تقطیع کے چار صفحون مین سمایا ہے -

مورخین کا بیان ہے کہ مصاحبین نے شاہ پرتگال کو بہت سمجھایا کہ وہ

اِس موسم مین چڑہائی نہ کرے۔ مگر موت اُس کے سر پر سوار تھی۔ اور ملک کی قسمت گردش مین آئی ہوئی تھی۔ جوانی کے جوش اور ملک گیری کی جوع البقر نے کوئی نصیحت موثر نہ ہونے دی۔ اور وہ بقول مسٹر مکینس ۲۰ ہزار سے زیادہ فوج لیکر عین موسم گرما کے وسط مین جہاز ون پر لزبن سے طنجہ آ پہونچا۔ مگر جب دریاے وادالکوس کے معاون وادی المخازن کو طے کر کے اسیلا کے راستہ القصر کے سامنے پہونچا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ لاکھون مجاہد اوس کے سامنے ڈیرہ ڈالے ہوئے ہین۔ یہ دیکھکر اوسکا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے شرط پر جو متوکل سے تہی ابو مروان سے صلح کر لینی چاہی۔ لیکن مروان ایسا بے حمیت نہ تہا۔ اوس نے اوسے بڑی حقارت سے مسترد کر دیا۔ مگر جب تک عیسائیون کی کل فوج پل کے راستہ دریا سے عبور نہ کر آئی۔ اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔ جب وہ دوسری طرف آگئے تو پل کو توڑ دیا۔

ابو مروان کو متوکل نے کسی غدار ملازم کی معرفت کچھہ عرصہ پہلے زہر کھلا دی تھی۔ اور وہ اس کے اثر سے سخت بیمار ہو گیا تہا۔ متوکل نے بہت چاہا کہ لڑائی مین کچھہ دن کا توقف ہو جائے۔ اتنے مین ابو مروان مر جائیگا۔ اور میدان اسطرح خود بخود فتح ہو جائیگا۔ ابو مروان بھی اس نتیجہ کو سمجھتا تہا۔ اوس نے چارپائی پر لیٹے لیٹے عام حملہ کا حکم دیدیا۔ مجاہدین کفار پر شیران ببر کی طرح جھپٹ پڑے۔ ابو مروان لڑائی کے ختم ہونے سے پہلے داعی اجل کو لبیک کہ گیا۔ لیکن اوس کے حاجب رضوان العلج نے جو عیسائی سے مسلمان ہوا تہا۔ اس راز کو مخفی رکھا۔ اور میدان کے فتح ہونے تک اس کے نام سے برابر احکام جاری کرتا رہا۔ اسدن صرف وہی فوت نہ ہوا۔ بلکہ دو اور بادشاہون کی موت بھی اوسی دن کے لئے لکھی ہوئی تھی محمد متوکل کارزار کا رُخ بدلا دیکھہ کر اِس مرتبہ بھی حسب معمول بھاگنے کے لئے دریا مین کود پڑا کیونکہ سوائے منہدم پل کے اور کوئی پل دریا پر نہ تہا۔ اور واپس جانے کے لئے دریا سے ہی گذرنا پڑتا تہا۔ وہ اس مین ڈوب گیا۔ فاتحین نے اوس کی لاش نکال کی۔ پھر کھال کھینچکر بھس بھر دی۔ اور اسے شہر بشہر پھراتے پھرے۔ تیسرا بادشاہ جو اوس معرکہ کی بھینٹ چڑہا۔ سبسٹیانی تھا۔ اوس کی بیباکی و تہور سے پہلے ہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ شاید ہی سلامت بچے۔ اوسے خود متوکل نے سمجھایا کہ اس گرمی کی

شدت کے موسم مین دن کے وقت حملہ کرنا ٹہیک نہین۔ مگر بنا نا۔ اور اوس کا خمیازہ اوٹھایا۔

یہ معرکہ جمادی الاول ۹۸۶؁ ہجری کے پہلے دو شنبہ کو (۴۔ اگسٹ ۱۵۷۸؁ء) ہوا دست بدست لڑائی صرف ۴۵ منٹ اور بقول دیگر ۲۵ منٹ رہی۔ اس قلیل عرصہ مین عیسائیون کے پاؤن اوکھڑ گئے۔ وہ اندھون کی طرح دریا مین کود پڑے اور اس طرح جو تلوار سے بچے تھے۔ وہ دریا مین ڈوب کر مر گئے۔ مراکو کے متعلق کسی اور واقعہ کو اسقدر عام شہرت یورپ مین نصیب نہین ہوئی۔ جسقدر کہ اس معرکہ کو اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اوس مین صرف پرتگالی سپاہ ہی شامل نہ تھی۔ بلکہ کئی دیگر ممالک کے عیسائی مجاہد بھی شامل تھے۔ دوم اوسوقت تک یورپ کے تعلقات مراکو کے ساتھ اچھے وسیع ہو گئے تھے۔ تیسرے اس لیئے کہ جنگ مذکور کا نتیجہ بھی دور تک اثر کرنیوالا پایا گیا۔ پرتگال کا اثر نہ صرف شمالی افریقہ بلکہ دنیا کے دیگر حصص مین اس شکست سے نہایت کمزور بلکہ معدوم ہو گیا۔ اور خود پرتگال کا وجود بھی جلد مفقود ہو گیا۔ سبتیانی کے بعد دو برس تک اوسکا بھائی بادشاہ رہا۔ اوس کے مرنے پر فلپ ثانی ہسپانیہ کے بادشاہ نے جو ان دونون کا ماموں تہا۔ پرتگال کو ہسپانیہ کے ساتھ ملحق کر لیا۔ جس کے اپنے شاہی خاندان کا اب کوئی فرد باقی نہ رہگیا تہا۔ مسلمان مورخین مسیحی لشکر کی تعداد سوا اور ڈیڑھ لاکھ کے بین بین بتاتے ہین۔

عیسائی مورخ مالنویل کا بیان ہے کہ اس مین بارہ ہزار پرتگالی ۲۰ ہزار ہسپانوی تین ہزار اطالین و جرمن کے علاوہ مجاہدین بکثرت تہے۔ پوپ روم نے چار ہزار پیدل۔ ۱۵ سو سوار۔ اور ۱۲ توپون کی جو کمک بہیجی وہ مزید بران تہی اسلامی لشکر مین بقول اوس کے چالیس ہزار سے کچھ زیادہ آدمی اور ۳۴ توپین تہین۔ اس لڑائی مین مسلمانون کو اسقدر غنیمت ہاتھ آئی کہ پہلے مراکو مین کبھی اسقدر غنیمت کسی لڑائی سے حاصل نہ ہوئی تہی مگر یہ پہلی دفعہ تہی کہ مال غنیمت جمع کر کے شریعت کے مطابق سب مجاہدین مین تقسیم نہ ہوا۔ بلکہ جو کچھ کسی کے ہاتھ لگا وہ اوسی نے رکھ لیا۔ شریعت کی اس صریح خلاف ورزی سے لوگون کو اسیوقت سے یہ اندیشہ ہو گیا تہا کہ اوسکا ضرور وبال پڑیگا۔ ایسا ہی ہوا۔ اور اسوقت سے

بعد متواتر قحط سالی اور امساک نے ملک پر یورشین کرکے اوسے قلاش کر دیا۔ عام روائت ہے کہ روپیہ اور دولت کی برکت بھی اسیدن سے اُٹھہ گئی۔ بقول اوسی مورخ کے پرتگالیون کے علاوہ تین ہزار جرمن۔ سات سو اطالین۔ اور دو ہزار ہسپانوی قتل ہوئے۔ اس لڑائی کے واقعات جگر دوز پیرایہ مین انہی دنون انگریزی۔ فرنچ ہسپانوی۔ اطالین اور لاطینی وغیرہ مین چھپ گئے۔ اور اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس مہم کیطرف تمام سر زمین فرنگستان کی آنکھین کیسی بیتابی و شوق سے لگی ہوئی تھین۔ اور کسطرح ہر ایک عیسائی متنفس اس ایک اہم صلیبی جہاد سمجھکر کامیابی کے لیئے دست بدعا تھا۔ اور جب شکست کی خبر پہونچی تو اونکو کیسا سخت صدمہ پہونچا۔

عجیب روایات کہ اس معرکہ سے فریقین کے ممالک مین عجیب و غریب روائتین مشہور ہوئین۔ اور عجیب عجیب نتیجے نکالے گئے۔ سب سے لطیف مولانا احمد کا نکالا ہوا نتیجہ ہے۔ لڑائی کے ختم ہونے پر مولائی احمد اسی دن اپنے بھائی کی جگہ اوس کی وصیت کے مطابق المنصور کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ مولانا موصوف اس ایک دن مین تین بادشاہون کے مرنے اور ایک کے حکمران ہونیکو عیسائی تثلیث کے بطلان اور اسلامی توحید کی فتحیابی کا واضح اشارہ بتاتے ہین۔

سبیستانی کے جانشین ریکی نے فدیہ مین بشمار مال و منال دیکر اپنے قیدیون کو چھڑایا۔ مگر اونکو پھر بقول عرب مورخین اس جرم مین زندہ جلوا دیا۔ کہ وہ دشمن سے مل گئے تھے۔ اور اسی لیئے ثابت قدمی سے نہ لڑے۔ اس دوہرے قتل عام سے ملک مین مردون کی اس قدر قلت ہو گئی۔ کہ پادریون نے کثرت توالد و تناسل کے لیئے زنا کی عام اجازت دیدی۔ اور اوسے اپنے لیئے بھی جائز و مباح قرار دیدیا۔ ادہر پرتگالیون مین عرصہ تک یہ اعتقاد پھیلا دیا کہ سباستیانی ہلاک نہین ہوا۔ بلکہ مسلمانون کے پاس مقید ہے۔ اگرچہ منڈوزا نے جو مہم مین شریک تھا۔ اور ہلاکت و قید سے بچ گیا تھا۔ انہی دنون مفصل طور پر اوس کی تدفین اور شناخت کے حالات ایک رسالہ مین لکھہ دیئے تھے۔ من بعد یہ روایت مشہور ہوئی کہ سباستیانی خفیہ پرتگال کو واپس آیا۔ اور وہان سے شاہ پرستر جان

اور شاہ ایران کے درباروں میں پہونچا۔ اور آخر الذکر کے پاس بطور کمانڈر افواج کئی برس ملازم رہا۔ پھر یروشیلم۔ قسطنطنیہ وسط یورپ انگلستان ہالینڈ اور فرانس کی سیر کرتا ہوا انپلز گیا۔ اور اسجگہ راہب بن گیا ہے۔ ان حالات کے مشتہر ہونے پر عام پر جوشی اور تحریک پیدا ہو گئی۔ لیکن جنگ القصر سے بیس برس بعد یہ ثابت ہو گیا کہ راہب مذکور فریبی ہے۔ اور اس کا نام مارکو ٹلیبو کاٹی زون ہے جو پہلے کالا باریا کا تاجر تھا۔ اور پرتگال کو تجارت کے لئے جایا کرتا تھا۔ سباسٹیانی کے ہم شکل پاکر چند راہبوں نے اوسے اپنے تئین یہی ظاہر کرنے پر رضامند بنا لیا اور پھر گرم لوہے سے اوس کے جسم پر جا بجا داغ دیکر ویسے نشان بنا دیئے جیسے کہ سباسٹیانی کے جسم پر تھے یہ راز افشا ہونے پر طور ریتس کے حکمران نے اوسے گرفتار کرکے قتل کرا دیا۔ مگر راہب آخر وقت تک اوس کے سباسٹیانی ہونے کی شہادت دیتے رہے اور اکثر کو مسلسل اصرار کیوجہ سے اس امر کا پختہ یقین ہو گیا۔ ان راہبوں نے اپنے دعوی کی تائید مین ایک رسالہ اطالین۔ فرنچ۔ ہسپانوی۔ انگریزی اور پرتگالی زبانون مین تحریر کرکے بہ تعداد کثیر تمام یورپ مین مشتہر کیا تھا۔ مالزین کا بیان ہے کہ ریکی نے زرخطیر دیکر سباسٹیانی کی لاش کو خرید لیا تھا۔ وہ پہلے سبتہ مین لاکر دفن کی گئی۔ اور جب ریکی کی وفات پر فلپ ثانی پرتگال کا بھی بادشاہ ہو گیا۔ تو لاش کا صندوق لزبن مین لیجا کر دفن کیا گیا۔

انگلستان و مراکو۔ سباسٹیانی تو نہین البتہ ایک اور پرتگالی شہزادہ ضرور قید ہو گیا تھا جس کا دستاویزی ثبوت بھی کافی موجود ہے۔ ملکہ ایلزبتھ نے ابو مروان سے نامہ و پیام کا سلسلہ قایم کر لیا تھا۔ جو موصوف کے بعد بھی برابر جاری رہا۔ ملکہ کے ایک خط بنام امیر المومنین شریف مراکو فنرا اور سوس عین جو محل سینٹ جیمس مین لندن مین سنہ ۱۵۸۰ء مین لکھا گیا تھا۔ اس قیدی شہزادہ کا ذکر ہے۔ امیر مراکو نے اس خط کا جواب چار برس بعد بھیجا تھا۔ اور اس مین اس نے ملکہ سے اپنے دشمنون کے برخلاف مدد مانگی تھی۔ پوپ روم نے جو مدد بھیجی تھی۔ اوس کی جمعیت مسٹر سٹکلیں سات سو سپاہ کی لکھتا ہے۔ یہ ایک انگریز مسمی ٹامس سٹوکلی کے

زیر کمان تہی - اور در اصل آیرلینڈ والون کو انگلستان کے برخلاف بغاوت کرنے مین مدد دینے کے لیئے بہیجی گئی تہی - مگر جب وہ لزبن پہونچی تو آیرلینڈ جانے کے بجائے اوسے صلیبی جہاد مین شامل ہونیکا حکم آپہونچا -

عیسائی حکومتون کی طرف سے اول اول ابو مروان کے عہد مین ہی قونصل اور سفیر مقرر ہوئے - اگرچہ ایک انگریز تاجر الدائی اس سے پیشتر مراکو مین پکا مبائی تجارت کرآنے کا مدعی ہے - لیکن متفق علیہ یہی ہے کہ سب سے اول انگلستان کی تجارت کو مراکو مین رائج کرنیوالا ماسٹر تہا مس وِنڈہم ایک کپتان جہاز تہا - جو ۱۵۵۱ء مین اپنا جہاز لیکر ساحل مراکو پر پہونچا - سفر کی کامیابی پر اورون کا بہی حوصلہ بڑہ گیا - دوسرے ہی برس زیادہ سامان بہیجا گیا - اور اسطرح تجارتی سلسلہ ایسے استحکام سے قایم ہوگیا کہ باضابطہ قونصل کی تقرری کی ضرورت درپیش آگئی - اور ملکہ ایلزبیتھ نے اپنے ایک مصاحب مسٹر اڈمنڈ ہوگن کو سفیر بناکر ۱۵۷۷ء مین "شاہ مروکوس[1] و فیس" کے دربار مین بہیجدیا - مگر سفیر مذکور اپنی رپورٹون مین سلطان کو ہمیشہ "شاہ فاس و سوس" لکہتا رہا - ملکہ نے اپنے سفیر کو جو ہدایات دین وہ شاہی مسودات اور مراسلہ مین ابتک موجود ہین - اسی برس ہنری سوم شاہ فرانس مراکو اور فاس کے دربار مین اپنا قونصل مقرر کیا -

سلطان ابو مروان ہمیشہ ترکی لباس پہنتا تہا - اور اور بہی کئی باتون مین اوس نے عثمانیون کو عادات و آداب کو اختیار کر لیا تہا - اسے چہوٹے بہائی احمد سے بڑی محبت تہی - اس زمانہ مین ایک دفعہ اس شدت سے بارش ہوئی کہ چاہات لبالب پانی سے بہر گئے - یہ سال اب تک "عام آلا باری (چاہات کا سال)" کے نام سے مشہور ہے - اسکے دوسرے برس ۲۸ رمضان ۹۶۴ھ کو سورج کو گہن لگا - جس نے تمام آفتاب کو ڈہانپ لیا - اور آخر شوال ۹۶۵ ہجری مطابق ماہ مارچ ملک مین ٹڈی دل بکثرت پہیل گیا - سلطان غالب کے عہد مین ایک نیا ستارا نمودار ہوکر چند دن بعد چہپ گیا - پہر کچہہ عرصہ بعد اوس کے بیٹے کے عہد مین آسمان پر بجانب

[1] یعنی مراسلہ شاہی مین سلطان مراکو کا یہ لقب لکہا گیا ٭

شرق کئی دن سرخ جھنڈون کے مشابہ علامتین دکھائی دیتی رہین۔ اس آسمانی کرشمہ سے تہوڑا ہی زمانہ بعد ابو مروان ثمر کی لشکر لیکر مراکو مین پہونچ گیا۔ ابو مروان کے عہد مین پہلے ایک بڑی دُم کا اور پہر ایک چھوٹی دم کا ستارا نمودار ہُوا۔ واد المخازن کی لڑائی اس واقعہ سے کچھہ مدت بعد وقوع مین آئی۔

سلطان احمد المنصور المعروف بالذہبی

تمام لشکر نے ابو مروان کی وفات پر القصر کے میدان مین ہی اوس کے ہاتہہ پر بیعت کرکے اوسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ اس نے اپنا لقب المنصور باللہ رکھا۔ مگر عوام مین وہ الذہبی (سونیوالا) کے خطاب سے مشہور ہے۔ یہ خطاب اوسے اُن مہمون کی طفیل ملا جو اوس نے ٹمبکٹو کو روانہ کی تہین۔ اور وہان سے سونا بمقدار کثیر لاتی رہی تہین۔ اوسکا عہد امنیت و خوشحالی مین کل تاریخ مراکو مین نظیر نہین رکہتا۔ اور یہ امر اس کی خوش نصیبی و سعادت کا مزید نہایت زبردست ثبوت ہے۔ اس کی مان ایک مقبول الہی درویش کی صاحبزادی اور خود بھی نہایت پارسا اور نیک نہاد عورت تھی۔ وہ خود بھی نہایت عالم فاضل تہا۔ اوسکا بیان ہے۔ بحالم شہزادگی ایک دفعہ مین نے حضرت سرور کائنات کو خواب مین دیکہا۔ اوسوقت میرے دل مین آیا کہ حضورؐ محمدؐ سے اپنے بادشاہ ہونیکی متعلق دریافت کرون۔ لیکن ابہی کچھہ عرض نہ کرنے پایا تہا۔ کہ سرور عالم نے مجہے بادشاہی کی بشارت دیکر دست مبارک کی تین انگلیون سے اشارہ کیا۔ اس کے متعلق اس قسم کی بہت سی روایتین ثقہ و معتبر راویون کی زبانی مشہور رہین۔

ٹمبکٹو اور مغربی سوڈان کے دیگر علاقون کی مہمون پر وہ بربری قبائل کے ہوشیار و پہرتیلے سردارون کو مامور کیا کرتا تہا۔ جن کے بیٹون کو بطور یرغمال اس نے اپنے پاس منگوا لیا ہوا تہا۔ اور اپنی نگرانی مین ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کر رکھا تہا۔ یورپ بین طاقتون سے اس کے تعلقات دوستانہ رہے۔ خاصکر ملکہ ایلزبیتھ سے جس کی وہ ہمیشہ کمال تعریف کیا کرتا تہا۔ ان دونون فرمانروا اولو کی باہمی خط وکتابت کا کچھہ حصہ اب تک شاہی کاغذات مین موجود ہے۔

شاہان دُنیا کی مبارکبادین

منصور نے عنان حکومت ہاتہہ مین لیتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس فتح کی خبر سلطان مراد بن سلیم شہنشاہ روم اور تمام

ہمسایہ عیسائی بادشاہون کو خاص سفیر بھیجکر کی جس کے جواب مین چارون طرف سے مبارکباد کی سفارتین بعہد ایا پہونچنی شروع ہو گئین۔ سب سے پہلے الجزایر کے ترکی گورنر کی سفارت پہونچی۔ اس کے بعد ریگی شاہ پرتگال کی جس نے بیش بہا تحایف کے علاوہ تین لاکھ نقرئی ڈیوکٹ نقد بھی بھیجے۔ مگر اون کے جس تحفہ کو اہالی مراکش نے نہایت متحیر و متعجب بنا دیا۔ وہ گاڑیان اور چھکڑے تھے۔ جنکو اب پہلی مرتبہ ان لوگون نے دیکھا تھا۔ پھر ہسپانیہ کے بادشاہ کی پہونچی۔ جو تحایف یہ لائی۔ اون مین چند نہایت کے قیمتی الماس۔ یاقوت موتی اور زمرد بھی تھے۔ یہ شاہ مذکور نے اپنے آبا کے تاج شاہی سے الگ کر کے بھیجے تھے۔ اندونون عیسائی بادشاہون کے تحفے بجائے خود اسقدر قیمتی اور عجیب و غریب تھے۔ کہ بڑے بڑے نقاد بھی ایک کے تحایف کو قدر و منزلت مین دوسرے کے تحفون پر فضیلت دینے سے عاجز رہے۔ اس سے پیچھے سلطان مراد کی سفارت آئی جس نے ایک نہایت بیش بہا شمشیر بران تحفتاً روانہ کی۔ اور پھر شاہ فرانس کی سفارت اسی طرح کئی مہینون تک مبارکباد دینے والی سفارتون کا تمانتا لگا رہا جنکو دیکھ دیکھ کر اہل مراکو خوشی سے جامون مین نسماتے تھے۔

منصور اسی برس ایسا سخت بیمار رہا کہ اوس کے بچنے کی امید نہ رہگئی۔ مگر آخر کار حکیم ابی عبداللہ محمد کے معالجہ سے اوسے کامل شفا ہو گئی۔ جس کی خوشی مین تمام رعایا بہ ایا نے بڑی دہوم دہام سے جلسے کئے۔ اور شعرا و ادبا نے معرکے قصیدے کہے۔ جن مین سے فقیہ ابو عبداللہ محمد بن علی کے قصیدے کو کل مبصرون نے پہلے نمبر پر رکھا ہے۔ اوس کے چند بیت نموتا ذیل مین درج کئے جاتے ہین ۵

تردی اذی من ستقمک البر والبحر ۔۔۔ وضجت لشکوے جسمک الشمس والبدر

وبات الهدی خوفا علیک مسهدا ۔۔۔ واصبح مذعور الغوا دالندی الغمر

فلما اعاد الله صحتک النتی ۔۔۔ افاق بها من غمه البید د والحضر

ترات لنا الدنیا بزینة حسنها ۔۔۔ دعا وانی ابانه فالک البشر

وصار بک الاسلام فی کل بلدة ۔۔۔ ینهی و یدعی ان یطول لک العمر

وصحت لنا الآمال بعد اعتدالها — وعادت الی الاینا ع غضا النخضر
ولا غروان صامت علی سمط الندا ے — اذا اغبر وجہ الارض واختبس القطر
لبیت ابی العباس نضت بمجا فہا — قد یما فخا فت ان یعا ودہا الضر
لئن صد بیض المعالی لقد غدت — تسی الکماۃ البیض وا للدن السمر
بقیت لہذا الدین تحمی ذ مارہ — ویحمیک رب العرش باقی الدہر

صحت یابی پر منصور نے اپنے ولی عہد کی نامزدگی کا ارادہ کر کے اس بارہ مین تمام علماء و فضلاء اور مشایخ سے مشورہ کیا۔ سب نے یہی جواب دیا کہ فرزند اکبر سے بڑہکر اور کوئی اس منصب کے قابل نہین ہو سکتا۔ یہ جواب منصور کے عین حسب منشار تہا۔ اوس نے بیٹے کو خاص سے جہان وہ گورنر تھا۔ بلایا۔ اور خود اوسکے استقبال کو مراکش سے چند میل تک آگے گیا۔ باپ بیٹے کی ملاقات کا نظارہ قابل دید تہا۔ بیٹا جس کا نام مامون تہا۔ باپ کو دیکھہ کر گہوڑے سے اتر پڑا۔ اور فرشی آداب بجالاکر باپ کے قدمون کو بوسہ دیا۔ منصور گہوڑے پر بیٹھا رہا تہا اوس نے سعادتمند بیٹے کو دعائین دین۔ اور پایہ تخت کو واپس آکر ایک عالیشان جلسہ مین تمام امراء و مشایخ سے مامون کے ہاتہہ پر بیعت کرائی یہ بیعت منصور کے ایک بہتیجے ابو سلیمان داؤد بن عبدالمومن بن سلطان محمد الشیخ کو ناگوار گذری۔ وہ جبل سکتیسوہ کو بہاگ گیا۔ اور چند شورہ پشت بربر ونکو جمع کر کے علانیہ باغی ہو گیا۔ آخر سلطانی لشکر سے پے در پے شکستین کہانے پر صحراء اعظم کے خانہ بدوش عرب قبایل کے پاس بہاگ گیا۔ اور ۹۸ سنہ عیسوی مین موت ہو جانے تک وہین رہا۔

سلطان مراد اور منصور مین رنجش

عبدالملک نے اگرچہ ترکی جیش کو بڑی عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا تہا۔ لیکن بعد ازان عثمانیہ سلاطین کے احسانات کو ایک طرح سے بالکل بھلا دیا تہا۔ اوس نے پھر کبھی کوئی خط یا سفیر دربار عثمانی کو نہ روانہ کیا۔ اور بیگانہ محض بن گیا۔ اس احسان فراموشی سے طبعًا ترکی سلطان کے دل مین کدورت آجانی چاہیے تھی۔ لیکن عالی حوصلہ سلطان مراد نے اوسکا کچھ خیال تک بھی نہ کیا۔ اور جب منصور نے اوسے فتح القصر کی خبر بھیجی۔ تو

وہ اس اسلامی فتح پر نہایت ہی خوش ہوا۔ اور جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہی منصور اور اوس کے بہائی کی سابقہ خاموشی و اجنبیت کی کچھہ پروا نہ کرکے فورًا مبارکباد کی سفارت روانہ کر دی۔ مگر خدا معلوم منصور کے دل مین کیا آیا۔ کہ اوس نے اس مزید الطاف سلطانی کی بھی جیسی کہ چاہیے تھی قدر نہ کی ترکی سفراء کو اپنے ہان بیکار بٹھا رکھا۔ اور سلطانی مراسلہ کے جواب اور شکریہ ادا کرنے مین غیر معمولی تاخیر سے کام لیا۔

عثمانیہ صیغہ بحری کی وزارت ایک شخص مسمی علی علوج کو تفویض تھی۔ جو کسی نہ کسی وجہ سے منصور سے ناراض سا تھا۔ اس تاخیر سے جس نے سابقہ احسان فراموشی کے معاملہ کو بھی یاد دلا دیا۔ اوسے اپنا عوض لینے اور سلطان مراد کو منصور کے برخلاف بھڑکانیکا خوب موقعہ مل گیا۔ اور اس نے سلطان سے آخر اس امر کی اجازت حاصل کر لی۔ کہ جنگی بیڑہ کے ساتھہ الجزائر کو روانہ ہو جائے۔ اور وہان پہونچکر ایک طرف سے الجزائر کی بری فوج کو خشکی کے راستہ مراکو پر حملہ کرنیکا حکم دیدے۔ اور دوسری طرف خود بیڑہ لیکر سواحل مراکو پر فوجکشی کرے۔ وہ ابھی ان تیاریون مین ہی مصروف تہا۔ کہ منصور کو ایک انگریزی قونصل کے ذریعہ اس معاملہ کی خبر مل گئی۔ جس پر ایک طرف تو وہ اپنے ملک کے فوجی استحکام مین اور دوسری طرف امن پسند وسائل سے تلافی مافات کی سعی و کوشش مین مشغول ہو گیا۔ امر اول کے لیئے وہ فورًا مراکش سے فاس کو گیا۔ اور شمالی ساحل اور مشرقی سرحد کے قلعون اور بندرون کے مورچون کو آراستہ کرکے اون مین ذخائر حرب و رسد بمقدار کثیر جمع کر لیئے۔ دوسری طرف یہ کیا کہ گرانبہا تحائف اور معذرت نامہ کے ساتھہ اپنے چند اعلی عہدہ دارون کی سفارت بارگاہ خلافت کو روانہ کی۔ جو بندر تطاوین (طیطوان) سے براہ سمندر قسطنطنیہ کو گئی۔ راستہ مین اس کی مٹ بھیڑ علی علوج کے بیڑہ سے ہو گئی۔ سفارت کو دیکھہ کر علوج کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر یہ آستانہ علیہ تک پہونچگئی تو مراد کی حمیت اسلامی اوس کی شخصی غیرت جمعیت پر غالب آجائیگی اور وہ فوجکشی کے حکم کو منسوخ کر دیگا۔ پس سفارت کو روک لینے کے لیئے

اس نے منصور کے سفراء کو کہا کہ تمہارا جانا بے سود ہے۔ تمہارے آقا نے نئر کون کی ایسی تحقیر نہیں کی۔ کہ اب اِن حیلوں سے سلطان کا غضب فرو ہو سکے۔ تم واپس ہٹ چلو۔ سفارت مین ایک احمد بن ودہ عمرانی منصور کا سپہ سالار اور دوسرا احمد بن یحییٰ اوس کا نوعمر کاتب تھا۔ معمر کمانڈر تو علی کی باتون مین آگیا۔ اور وہ علی کے ساتھ واپس جانے پر رضامند ہو گیا۔ مگر نوجوان کاتب پر اوس کی چال کارگر نہ ہوئی۔ وہ قسطنطنیہ جانے پر مصر رہا۔ علی نے اوس کی حداثت سن کا خیال کرکے سوچ لیا کہ یہ بچہ ایسے اہم معاملہ کو سرانجام نہین دے سکے گا۔ اگر وہ جانے سے باز نہین آتا تو جانے دو۔ وہ کچھہ نہین کر سکے گا۔ چنانچہ ابن ودہ کو ساتھہ لیکر ابن یحییٰ کو آگے چلا جانے دیا۔ لیکن اس کو اس صغیر السن کی سحر بیانی اور جادو طرازی کا علم نہ تھا۔ اس نے آستانہ پہنچکر سلطان کے دل کو فوراً نرم کر لیا۔ اور صدر اعظم کو بھی اپنا معاون بناکر منصور کی تاخیر کے لیے ایسے انداز سے معذرت پیش کی۔ جس مین اوس کے آقا کی ہیٹی بھی نہ ہوئی۔ اور سلطان مراد بھی خوش ہو گیا۔ اوس نے عذر قبول کرکے ہدایا منظور کر لیے۔ اور اسی یحییٰ ہوزالی کے ہاتھہ ہی علی کیطرف واپس آجانے کا حکم بھیجکر منصور کیطرف بھی اوسی کے ہمراہ اپنے سفیر روانہ کر دیئے۔ جن کو اس مضمون کا خط منصور کے نام دیا گیا۔ کہ بادشاہون کے معاملات مین ایسا تساہل نازیبا ہوتا ہے۔ آئندہ ایسی غلطیون سے محترز رہا کرے۔ ہوزالی فرحان و مسرور ملک کو واپس لوٹا۔ مساعدت بخت سے ہوا کا رُخ بھی موافق تھا۔ وہ ایک مہینہ کے اندر پھر علی بن علوج کو جا ملا۔ جو سلطان کا حکم دیکھکر بہت پچتایا۔ کہ اس پر کالہ آتش کو اوس نے کیون جانے دیا تھا۔ منصور کے پاس جب اُس کے قاصد معہ عثمانی سفراء پہونچے۔ تو وہ خدا کا شکریہ بجا لایا۔ اور سلطانی ملامت کی معقولیت کے سامنے سر تسلیم خم کرکے اس دفعہ مراد کے سفراء کی تکریم و تعظیم مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور ان کی واپسی پر مراکش کے قاضی ابو القاسم شاطبی اور جرنیل قائد عبد الرحمٰن کو اون کے ہمراہ قسطنطنیہ بھیجدیا۔ مراد اس مکرر سفارت کے دورہ سے اور بھی خوش

ہو گیا۔ اور جب قاضی نے کمال فصیح و بلیغ عبارت مین خطبہ پڑھکر اس کے سامنے ان دونون اسلامی طاقتون کے فضایل اور اسلامی اتحاد و اتفاق کے فوائد بیان کئے۔ تو اس کی فرحت و انبساط کا کوئی حد و پایان نہ رہگیا دونون قاصدون کو انعام و اکرام سے لاد دیا۔ اور چند دنون کے بعد انکو بڑی عزت کے ساتھہ رخصت کر دیا۔

اسوقت کے بعد بقول مصنف خلاصۃ الاثر فی اعوان قرن حادی العشر منصور نے یہ معمول بنا لیا۔ کہ وہ ہر سال عثمانی سلاطین کو ہدایا و تحایف ارسال کرتا۔ اور وہ اس کی طرف اون کے جواب مین دوستانہ مراسلات اور گران بہا خلعت بہیجا کرتے۔ یہ تعلق رفتہ رفتہ ایسا مضبوط ہو گیا۔ کہ ایک خط مین سلطان مراد بن سلیم نے یہان تک لکھدیا کہ میرا ہاتھہ تیری طرف کبھی آگے نہین بڑھے گا۔ مگر مصافحہ کے لیے۔ اور میرے دل مین تیری نسبت بجز دوستی و مسالمت کے کبھی کوئی اور جاگزین نہین ہوگا۔ یہی مصنف پھر دوسری جگہ لکھتا ہے "منصور کے رسول سمندر کے راستہ ہمیشہ قسطنطنیہ آتے رہتے۔ جہان وہ بڑے بڑے عرصہ قیام کرتے اور وزراء اور اعیان دولت سے راہ و رسم بڑہاتے رہتے۔ ان مین سے ایک سرآمد فضلا و ادبا اور دونون مین مدت العمر تک خط و کتابت کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔" خلاصۃ الاثر مین ان دونون کے چند خطوط بجنسہ درج ہین۔

کوتاہ کلام اس رنجش کا خاتمہ مصداق۔ خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما در آن باشد۔ دونون دولتون کے مستحکم ارتباط اور ہر دو بادشاہان اسلام پناہ کے دلی پر ہوا۔ جب یہ غرض حاصل اور بقول مولانا احمد صاحب استقصا جسم دولت کو مرض سے شفا حاصل ہو گئی۔ منصور کے سفرا ر امرار فایز المرام ہو کر واپس لوٹے تو منصور با طمینان خاطر ۹۸۹؁ ہجری مین فاس سے مراکش کو روانہ ہو گیا روانگی سے پہلے اس کے سامنے حسب معمول بخاری شریف کا ختم پڑھا گیا۔ اور تمام مشایخ و اعیان کئی میل مشایعت کے لیئے ساتھہ گئے۔

علاوہ خلطکے عربون کی بربادی۔ ان عربون کو قرابت داری کی وجہ سے بنی مرین

کے عہد مین بڑا اقتدار حاصل رہا شروع شروع مین خاندان سعد کی بہی انہون
نے اچھی خدمتین کین - مگر جب ترکی لشکر بنی وطاس کی حمایت مین آیا تو شیخ
محمد سے بگڑ کر اوس سے جا ملے گئے - اس غداری کی سزا مین محمد الشیخ نے دوبارا
غلبہ حاصل ہونے پر اون کے منصب اور جاگیرین ضبط کر لین - خراج مقرر کر دیا
اور بطور یرغمال اونکے اکثر سردار مراکش کو بہیجدے - برسون یہی کیفیت رہی
لیکن جب القصر کی لڑائی مین ان سردارون نے نمایان شجاعت دکھائی - تو
منصور نے خوش ہوکر نصف کو پہر فوج مین لے لیا - اور باقی کو کسانی کے لیے
رہنے دیا - اس عزت افزائی کو وہ پہر نہ پہونچا سکے - اور جلد سابقہ سرکشیون
پر اتر آئے - اس کی پاداش مین منصور نے انکو ایسی سخت سزا دی کہ ہمیشہ کیلئے
ان کا نام ونشان ہی مٹا دیا - اور اُن کی جمعیت کر معدوم کر دیا -

فتح نخلستان توات و تیکورارین

بیرونی حملون کے اندیشون اور سلطنت کی حفاظت و مدافعت کی طرف سے فارغ البالی حاصل ہونے پر الوالعزم
اور اسم بامسمی بادشاہ مظفر و منصور نے اپنی مملکت کی حدود کی توسیع کیطرف
توجہہ مبذول کی - ہندوستان کے مسلمان مراکو کی عام تاریخ یا جغرافیہ سے
دگو اس کتاب کا خاکسار مترجم و مؤلف کئی برسون سے بذریعہ اخبارات اس
لاعلمی کو دور کرنے کی اپنی طرف سے بہت کوشش کر رہا ہے، اسوقت تک
خواہ کیسے ناواقف اور بے خبر ہون - لیکن گذشتہ دو تین برس کے واقعات
اور مراکو کی حدود پر فرانس کے اغتصابات نے توات کا نام اب ہر اخبار
خوان کے کانون تک پہونچا دیا ہے - یہ وہی نخلستان ہے - جسپر فرانس
نے الجزائر کی جنوبی حدود سے تجاوز کرکے ۱۸۹۹ء سے قبضہ کر لیا ہوا ہے
یہ مراکو کے جنوب مشرقی گوشہ پر صحرائے اعظم کی حدود مین واقع ہے -
یہان کے باشندے قدیم زمانہ سے آزاد چلے آتے تہے - بڑی بات کی - تو
کبہی کبہار مراکشی خلیفہ کے مذہبی اقتدار کے قائل ہو جاتے تہے - منصور نے
اب سب سے اول انکی تسخیر کا عزم کرکے قاید عبداللہ بن برکہ اور قاید احمد
بن حداد کے زیر کمان ایک جرار لشکر ادہر روانہ کر دیا - جو مراکش سے ستر

منزلین طے کرکے وہان تک پہونچا۔ باشندے برسر مقابلہ ہوئے۔ مگر منتظم لشکر کے سامنے اس زمانہ مین بھی انکی طبعی شجاعت وہی کچھہ کرسکتی تھی۔ جو سنہ ۱۸۹۹ء مین فرنچ تو اعد دان فوج میکسیم توپون اور میگزین رایفلون کے سامنے کرسکی۔ پے درپے شکستون سے انکی سرمستی دور ہوگئی۔ اور اطاعت قبول کرکے جماعت کے زمرہ مین داخل ہوگئے۔ یہ سنہ ۱۵۸۲ء (سنہ ۹۹۰ء) کا واقعہ ہے۔ اس فتح کی خبر پہونچنے پر نہ فقط منصور کو ہی کمال خوشی ہوئی بلکہ بقول مولانا احمد تمام سرزمین مغرب پر فرحت انبساط کی لہر پھیل گئی۔ اس کامیابی سے منصور کے دل مین بلاد سودان پر غلبہ پانے اور خلافت کا منصب اختیار کرنے کی خواہش بڑے زور سے مشتعل ہوگئی۔ اس خواہش وعزم کی تکمیل کی داستان لکھنے سے پہلے اسلامی فتح کے زمانہ سے لیکر اسوقت تک کی مختصر تاریخ بلاد سوڈان کی یہان درج کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مختصر تاریخ مغربی سوڈان

مولانا احمد لکھتے ہین:- یہ سوڈانی باتفاق مورخین حام بن نوح کی نسل سے ہین۔ ارض مغرب کے بربری باشندونکی ہمسائگت مین انکی کئی قومین اور امتین آباد ہین۔ جن مین سب سے بڑی مملکت غانہ کی قوم ہے۔ جو مغرب کیطرف بحر اوقیانوس (بحر محیط) تک دریاء ناگر (نیل سوڈانی) کے دونون طرف آباد تھے۔ اوس کے مشرق مین قوم صوصو آباد ہے۔ پھر اوس کے مشرق مین قوم مالی۔ اور اسی طرح علی الترتیب اقوام کوکوا (جسے کاغو بھی کہتے ہین) تکرور (جسے سفائی بھی پکارتے ہین) اور کانم (جو مملکت برنو پر قابض ہے)، قوم کانم کی سرزمین سے بجانب مشرق ارض نوبہ ہے جو بلاد مصر کے قرب وجوار مین ہے۔ اور پھر دیگر اقوام جنکا حصر خالق ارض وسما ہی کرسکتا ہے۔

اسلام کے اس سرزمین مین داخل ہونے کے زمانہ مین غانہ قوم سب سے بڑی تھی۔ وہ قدیم زمانہ سے مشرف باسلام ہے۔ اور اونکی حکومت بڑی زبردست شمار ہوتی تھی۔ پایہ تخت کا نام بھی غانہ ہے۔ جو دریائے ناگر کے دونون کنارونپر آباد اور دنیا کے عظیم ترین شہرون مین گنا جاتا

ہے۔ نزہت المشتاق اور المسالک والممالک کے مصنفوں نے اس کا مفصل تذکرہ اپنی کتابوں مین کیا ہے۔ ادیب ابو العباس احمد القیسی الشریشی مقامات حریری کی شرح مین لکھتے ہین کہ یہ شہر ارض مغرب کے سوداگرون کی انتہائی منزل ہے وسجلماسہ کے رستہ وہان جاتے ہین۔ حاجی دفعہ سجلماسہ سے غانہ کو تین ماہ مین پہونچتے ہین۔ اور واپسی کے وقت اس مسافت کو ڈیڑہ ماہ مین طے کرلیتے ہین۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جاتے وقت اون کے ساتھہ وزنی سامان ہوتا ہے اور آتے وقت سونا جسے وہ اپنی متاع کے بدلے مین لاتے ہین۔ اسطرح اگر پہلے سفر مین ان کے ساتھہ بیس اونٹون کا بار ہوتا ہے۔ تو واپسی کے سفر مین صرف دو یا تین اونٹ ہوتے ہین۔ ایک سواری کے لئے دوسرا پانی کیواسطے کیونکہ یہ راستہ ۱۹ دن کی مسافت مین بالکل بے آب وگیاہ علاقہ اور لق ودق ریگستان سے گذرتا ہے۔ یہان اسلام کا بہت چرچا اور جابجا علمی مدارس موجود ہین۔ بلاد مغرب کے تاجر بکثرت آتے ہین۔ اور اپنے مال واسباب کے عوض سونا اور غلام خرید کرلے جاتے ہین۔ امیر علاقہ ان کی بہت خاطر و مدارات کرتا ہے۔ یہان کی عورتین نہائیت خوش خصال۔ پاکیزہ خو۔ نیک عادات متناسب الاعضا اور بدیع الجمال ہوتی ہین۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ یہان علوی خاندان کی قوم بنی صالح صاحب حکومت تہی۔ اون کی طاقت پانچوین صدی ہجری مین ضعیف ہوگئی۔ اور امیر ابوبکر بن عمر لمتونی فاتح مغرب نے مراکو سے واپس آکر تین مہینہ کی مسافت کا علاقہ اس مملکت سے فتح کرکے اپنے تابع کرلیا۔ اور باشندے ابہی بت پرست تھے۔ ان مین سے بیشمار کو اسیر کرکے اپنے ساتھہ لے گیا۔ اس شکست سے اہل غانہ بالکل ہی کمزور ہوگئے۔ اور قوم صوصوا اونپر غالب آگئی۔ جسے اپنی باری مین قوم مالی کے تابع ہونا پڑا۔ اور مالی قوم کا بادشاہ مشرق مین ارض تکرور سے لیکر شمال مین سرحد مراکو تک کل ملک پر قابض ہوگیا۔ سلاطین منسا موسیٰ ومنسا سلیمان فرزندان ابوبکر جن کا ذکر سلطان ابی الحسن مرینی کے عہد کے حالات مین ہوچکا ہے۔ اسی قوم مالی کے بادشاہ تہے۔ اور مشہور شاعر ابو اسحق اندلسی اسی سلطان منسا کا ندیم

تھا جس نے اس کے لیئے بارہ ہزار مثقال سونا خرچ کرکے ایک بدیع و بے نظیر مربع قبہ بنوایا تھا۔ سلطان ماری زاطہ بھی جس نے سلطان ابا سالم مرینی کو دیگر تحائف کے علاوہ ایک زرافہ بھیجا تھا۔ اسی خاندان سے تھا۔ یہ فرمانروا نہایت مسرف و مبذر تھا۔ اس کے اسراف نے ملک کی حالت تباہ کردی۔ اس اسراف کی وجہ سے اس نے خالص سونیکا خزانہ بھی جسے اوس کے بزرگ یکے بعد دیگرے فراہم کرتے آئے تھے۔ مصر کے سوداگرون کے پاس بہت سستے دامون فروخت کردیا تھا۔ خالص سونا جس کی عربی ذہب العین ہے۔ اس سونے کو کہتے ہین۔ جو معدن سے ہی بالکل صاف و مصفا برآمد ہو۔ آگ دیکر اور صاف کرنے کی اوسے کوئی ضرورت نہ ہو۔ یہ سونا خزانہ مذکور مین بیس قنطار کی مقدار مین جمع تھا۔ اور چونکہ ایسا سونا شاذ و نادر کانون سے برآمد ہوتا ہے۔ یہ خزانہ دنیا کے بہت بڑے عجائبات مین متصور ہوتا تھا۔

آخر عمر مین ماری زاطہ کثرت خواب کی بیماری مین مبتلا ہوگیا۔ جو اس نواح کے اغنیا و امراکو عموماً لاحق ہوجاتی رہے۔ اس بیماری کا مبتلا سال سال بھر تک سویا رہتا ہے۔ اور اس اثنار مین بہت کم جاگتا ہے اور آخر اسی حالت مین مرجاتا ہے۔ ماری زاطہ دو برس اس مین مبتلاء رہکر ۷۷۵ھ ہجری مین مرگیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے وارث ہوئے۔ مگر سلطنت کے پُرزے ڈھیلے ہوچکے تھے۔ وہ کچھ دنون مین ہی زوال پکڑ گئی اور مملکت کو کوادکاغو، کی قوم آل سکیہ صاحب تاج و تخت ہوگئی۔ ایام تکروری اپنی کتاب نصیحت اہل سوڈان مین لکھتے ہین۔ کہ آل سکیہ جو سقعا قوم مین سے ہے۔ جو سوڈان کے علاقہ کثیر کی مالک ہوگئی۔ اونکے پہلے بادشاہ کا نام حاجی محمد سکیہ تھا۔ وہ نوین صدی کے وسط مین حج بیت اللہ اور زیارت مرقد نبوی کو گیا۔ واپسی کے وقت مصر مین عباسی خلیفہ کو ملکر اوس سے مغربی سوڈان کی زیارت اور خلیفہ کی نیابت کی سند حاصل کی پھر کچھ مدت شیخ الاسلام و حافظ الحفاظ جلال الدین سیوطی سے علم دین

کی تحصیل کرکے وطن کو واپس لوٹا۔ جہان پہونچکر اوس نے عزلی سیرت و معاشرت کے ساتھہ اشاعت اسلام اور احیائے سنت مین سعی بلیغ کی اور بدعتون اور منکرات رسوم کی بیخکنی کرکے ارشاد و ہدایات کے جسم کو تاریکی و گمراہی کی بیماری سے نجات دلائی۔ اور رعایا پر ایسے ملکے محاسن مقرر کئے۔ کہ وہ دل و جان سے اس کی فریفتہ و شیدا ہو گئی۔ روایت ہے کہ وہ ہر اہم معاملہ مین امام سیوطی اپنے استاد سے قاصد بھیجکر صلاح مشورہ کیا کرتا تھا۔ اوس کے بعد اوس کا بیٹا داؤد حکمران ہوا۔ جو ہر امر مین باپ کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ مگر جب داؤد کا بیٹا اسحاق وارث تخت ہوا تو وہ اپنے باپ کی چند خوبیونکو چھوڑ بیٹھا۔ لیکن ساتھہ ہی کسی نالائقی کا بھی مرتکب نہوا۔ منصور کے عہد مین وہی اس نواح مین حکمران تھا۔ اور اسی پر فوجکشی کرکے منصور نے آل سکیہ کی حکومت کا خاتمہ اور چند مہینون کی مسافت کا ملک ملحق و مسخر کیا۔

مملکت تکرور کا نام کے متعلق ابن خلکان لکھتا ہے۔ یہ دونون قبیلے عربون اور نواح مذکور کے دیگر قبائل کے برخلاف اپنے نامون مین باپ یا مان کی طرف نسبت نہین کرتے۔ یہ قبیلے علاقہ تکرور اور اس کے صدر مقام کا نام کے نام پر جو نواحی نمانہ مین ہے۔ موسوم ہوگئے۔ مشہور ادیب ابو اسحق ابراہیم بن یعقوب کانمی جو یعقوب منصور موحدی کے دربار مین حاضر ہوا تھا۔ اسی کانم کا باشندہ تھا۔ یعقوب کی خدمت مین حاضر ہو کر اوس نے جو قصیدہ پڑھا تھا اوس کے مطلع کے دو شعر یہ ہین:۔ ؎

ازال حجابہ عنی و عینی تراہ من الہیابۃ فی حجاب
وقربنی تفضلہ ولاکن بعدت مہابۃ عند اقترابی

اہل کانم ریاست برلو پر حکمران تھے۔ یہ وہی برنو ہے۔ جسے حکومت مصر کے معزول سابق گورنر سوڈان زبیر پاشا کے آزاد شدہ غلام اور اولو العزم جوانمرد رابح مرحوم نے جسے اہالی یورپ افریقی نپولین پکارتے تھے۔ مسخر کرکے اپنا مستقر حکومت بنانے سے تمام دنیا مین مشہور کر دیا تھا۔

اور جو افسوس مرحوم کی شہادت پر سنہ ۱۹۰۱ء سے فرانس کی حمایت مین ہوگیا ہے۔ جس طرح خاندان مالی کا بنی مرین سے رابطہ دوستی و اتحاد قائم تہا۔ اوسی طرح اہل کانم کا تونس کے خاندان حفصیہ کے ساتہہ نام و پیغام اور باہم تحفہ تحائف بہیجنے کا سلسلہ ساتوین صدی ہجری سے چلا آتا تہا۔ اہل برنو مین دو نامور اولیا اللہ گذرے ہین۔ شیخ عارف باللہ تعالی ابو محمد عبد اللہ اور شیخ الولی العارف باللہ ابی فارس عبد العزیز الدباغ اون کے مناقب وارا کتاب الذہب الابریز مین بالتفصیل درج ہین۔ مغربی سوڈان کی ان اقوام مین اسلام زمانہ قدیم سے جلوہ فگن ہے۔ اور یہ سرزمین ہزارون بے نظیر علماء و فضلاء اور شاعر ادیب پیدا کر چکی ہے۔ علم و فضل کا اس مسلمانون کی عام پستی و نکبت کے زمانہ مین بہی ادہر یہ حال ہے۔ کہ سنہ ۱۸۹۶ء مین انگریزی علاقہ نائیگر کی مت نے جب بیضا اور نیوپ کی اسلامی حکومتون پر فوجکشی کرکے اون کے دار الخلافون کو فتح کیا۔ تو انگریزی افسر غلامون اور اندہون کو علم کلام منطق۔ فقہ اور فلسفہ پر مساجد اور بازارون مین وعظ کرتے دیکھہ کر دنگ رہ گئے۔ شجاعت مین بہی یہ لوگ کچھہ کم نہین۔ مگر افسوس وہی کمی اب بہی اون کی ذلت و مقہوری کا باعث ہوئی۔ جو منصور کے زمانہ مین ہوئی تہی۔ وہ کمی کیا ہے؟ یہی جدید آلات حرب کو اختیار کرنے سے غافل رہنا اس زمانہ مین شیخ احمد بابا سوڈانی ایک اعلی پایہ کا عالم وہان موجود تہا۔ وہ اپنی کتاب معراج الصعود مین لکہتے ہین۔ اہل کمتو۔ کنتی۔ برنو دسفائی وغیرہ جمیع اہل سوڈان بلا کسی کے جبر یا تلوار کے خوف کے برضاء و رغبت خود مسلمان ہوئے تہے۔ یہ اب تک نہین سنا گیا کہ ان قبائل مین سے کسی پر اون کے اسلام لانے سے پہلے کسی مسلمان فاتح نے حملہ کیا ہو۔ بلکہ ان قبائل مین سے بعض تو ایسے ہین کہ اونکو قدیم اسلام کہنا چاہیئے۔ مثلاً اہل مالی و برنو دسفائی جو پانچوین صدی ہجری مین ہی اس پاک دین کے معتقد ہو گئے تہے۔ اور اہل غانہ کی نسبت روایت ہے کہ اون کا اسلام اس سے بہی زیادہ قدیم العہد ہے اس مختصر تاریخ کے بعد پہر اصل سلسلہ سخن شروع کیا جاتا ہے۔

شاہ برنو کا ہدیہ بھیجنا اور منصور کی بیعت کرکے اسکی طاعت قبول کرنا

منصور کو فتح سوڈان کے عزم مین کامیاب ہونے کے لیے اپنی مسلمہ خوش بختی اور نیک طالعی سے ایک اور قوی سبب بہی خداوند کریم کی مہربانی سے بہم پہونچ گیا۔ یہ سبب برنو کے بادشاہ کا اس کی بیعت کو قبول کرنا تہا۔ مناہل الصفا کا مصنف لکھتا ہے۔

۹۹۰؁ ہجری مین منصور کو خبر پہونچی کہ شاہ برنو کیطرف سے ایک سفارت لونڈی غلام اور بلاد سوڈان کے دیگر بیش قیمت تحائف لیکر آ رہی ہے۔ منصور اسوقت فاس مین تہا۔ منصور اپنا لشکر لیکر شہر سے کئی میل آگے خود اس کے استقبال کے لیے گیا۔ اور عالیشان دربار وہین میدان مین مرتب کرکے سفیر سے ملاقات کی۔ سفیر نے زبانی جو گفتگو کی۔ اوسکا ماحصل یہ تہا کہ شاہ برنو منصور کی عظمت و بزرگی کا معترف اِس کی حمایت کا مستدعی اور اِس کی اطاعت قبول کرنے کو تیار ہے۔ مگر جو وہ خط لایا تہا۔ اس مین صرف یہ درج تہا۔ کہ امیر المومنین منصور سپاہ لشکر اور توپ و بندوق کی کچھہ تعداد عطا کرنے سے اسکی مدد کرے۔ تا کہ وہ سوڈان کی انتہائی حدود کے کفار باشندون کے برخلاف بکامیابی جہاد کرنے کے قابل ہو جائے۔ یہی درخواست دیکر پہلے قاصد مذکور سلطان مراد کی خدمت مین قسطنطنیہ بہیجا گیا تہا۔ مگر جب وہ وہان سے ناکام آیا بدینوجہ کہ سلطان مراد نے اسقدر دور دراز ملک کو جہان تک پہونچنے کے لیے صحرائے اعظم کو بہی طے کرنا ضروری تہا۔ فوج بہیجنا قرین مصلحت نہ سمجہا۔ بے نیل مرام واپس آیا۔ تو شاہ برنو نے اوسکو دوسری مرتبہ قریب تر مسلمان بادشاہ کی خدمت مین روانہ کر دیا۔ قاصد کے زبانی بیان اور خط کے مضمون مین اختلاف ہونے کی وجہ بقول مولانا احمد کسی طرح کی بدنیتی نہ تہی۔ بلکہ یہ کہ غالباً شاہ برنو کے پاس کوئی ایسا فاضل موجود نہ تہا۔ جو اوس کے خیالات کو صحیح طور پر تحریر مین ادا کر سکتا۔ منصور نے اِس اختلاف کو دور کرکے اپنے آقا کے دلی مدعا کو ٹہیک ٹہیک صاف و واضح طور پر معلوم کرنے کے لیے قاصد کو معمولی طور پر چند ہدایا و تحائف دیکر برنو کو واپس بہیجدیا۔ اس پر شاہ برنو نے دوبارا اس قاصد کو بہیجکر خط مین بہی وہی مضمون لکھا۔ جو

قاصد نے پہلے زبانی عرض کیا تہا۔ یہ پیغام سُنکر منصور بہت خوش ہوا۔ اور شاہ برنو اور اس کی قوم کو دعا دیکر قاصد کو کہا کہ اصل اطاعت احکام شریعت کے مطابق یہ ہوگی۔ کہ بیعت کر لی جائے۔ بغیر بیعت اور امام وقت کی اجازت کے کوئی مسلمان امیر بروئے شریعت جائز طور پر کسی کافرون کے ملک پر جہاد نہین کر سکتا۔ کیونکہ امت محمدی کے نیک و بد کا کفیل اور بیضہ اسلام کا حامی وہی ہوتا ہے۔ اور چونکہ امام وقت کے لئے قریشی ہونے کی شرط لازم ہے موجودہ بادشاہان اسلام مین سے یہ شرف صرف مجھے ہی حاصل ہے۔ قاصد نے یہ سُنکر پہلے اپنی طرف سے اور پھر بطور نائب اپنے بادشاہ کیطرف سے منصور کے ہاتھہ پر بیعت کی۔ اور عرض کیا کہ ایک مراسلہ بصورت بیعت نامہ لکھہ کر اوس مین بیعت کی تمام شرائط درج کیجائین تاکہ اون سے کسی طرح کا انحراف نہ ہو۔ منصور نے اِس درخواست کو منظور کر کے بیعت نامہ لکھنے کا کام شاہی کاتب (سکرٹری) ابو فارس عبدالعزیز کے سپرد کیا۔ جس نے اِس مضمون پر ایک خاصہ چھوٹا سا رسالہ تحریر کر دیا۔ جس مین اس حدیث پر کہ "خلافت کے وارث قریش۔ قضاء کے انصار۔ اور آذان کے حبشی ہین" یہ ظاہر کرنے کے لئے خاصکر بہت زور دیا گیا۔ کہ موجودالوقت شاہان اسلام مین قریشی ہونے کی عزت فقط منصور کو حاصل ہے۔ اِس تحریر کو مولانا احمد نے بجنسہ اپنی تاریخ مین نقل کیا ہے۔ جو باریک ٹائپ کے اٹھائی صفحون مین سمائی ہے۔

یہ تحریر مناسب تحائف کے ساتہہ سلطان ابی العلا والی برنو کی طرف بھیجدی گئی۔ جس نے منصور کی بیعت کو بخوشی منظور کر کے اس امر کی اطلاع دینے کے لیئے پھر تیسری دفعہ اس قاصد کو گران بہا ہدایا کے ساتہہ روانہ کیا۔ مگر بدقسمتی سے وہ صحرائے اعظم طے کر کے تکورارین پہونچا تہا۔ کہ بیمار ہوگیا اور موت نے اسے مقام مذکور سے آگے نہ بڑہنے دیا۔ جس بعد وہان کے گورنر نے قاصد مذکور کے ہمراہیون کو معہ ہدایا اپنے آدمیون کے ساتہہ مراکش کو بھیجدیا۔ منصور نے تحائف کو بڑی خوشی سے منظور کیا۔ اور

کاغو کی فتح کا تہیہ شروع کر دیا۔

سلطان کاغو کو دعوت بیعت منصور نے اس دفعہ ان قاصدون کے ساتھہ اپنے دو معتمد بہی جو نہائیت عقلمند اور تجربہ کار تہے۔ ملک کے حالات کو بنظر غور دیکہنے کے لیئے بہیجدیا۔ اور اون کے ہاتھ ایک خط سلطان اسحق بن داؤد سکیہ والیئے مملکت کاغو دواقع مغربی سوڈان، اس مضمون کا روانہ کیا۔ کہ سلطان برنو کیطرح وہ بہی منصور کی خلافت کو تسلیم کرے۔ اور تغازی کی کانہاے نمک کی پیداوار پر جو سوڈان اور مراکو کے درمیان ہین۔ کفار پر جہاد کرنے والے مسلم عساکر کے مصارف کے لیئے فی بار شتر ایک مثقال زر خالص محصول کرکے یہ روپیہ خلیفہ کو بہجوا دیا کرے۔ اس مطالبہ کی تائید و تصدیق کے لیئے اس نے اسحق کیطرف تمام علماء مراکو کے فتوی بہی بجنسہ بہیجدے جو اس مضمون کے تہے۔ کہ معاون پر فقط امام وقت کو اختیار تصرف حاصل ہے۔ اور کوئی شخص اس کے یا اس کے نائب کی اجازت کے بغیر اون پر تصرف نہین کر سکتا۔ یہ مراسلہ کاتب خاص ابا فارس عبد العزیز کی بیماری کی وجہ سے مراکش کے مفتی موسی ابی مالک عبد الواحد سجلماسی نے لکہا تہا۔ جب قاصد اسے لیکر اسحق کے پاس پہنچے تو وہ اوسے پڑہکر سخت برافروختہ ہوا۔ اور جواب دیا کہ خلافت پر منصور کو کوئی حق حاصل نہین۔ وہ پہلے بنو عباس کے ہاتہہ مین تہی۔ اور ۹۲۳ ہجری سے عثمانی سلاطین کو یہ منصب بذریعہ انتقال حاصل ہے۔ جیسا مین ایک ملک کا امیر ہون۔ اس مین اور مجہہ مین کوئی فرق نہین۔ قاصد نے واپس جاکر جب یہ پیغام سنایا تو منصور کے غیض و غضب کی بہی وہی کیفیت تہی۔ جو اسحق کا مراسلہ پڑہکر اسحق کی ہوئی تہی۔

فوجکشی کا مشورہ منصور نے اوسی وقت اعیان دولت کو جمع کرکے انہین کاغو پر فوجکشی کرنے کے عزم سے اطلاع دی اور اس کے فوائد کی توضیح کرتے ہوئے کہ علاوہ ملک بہت زرخیز ہے۔ اس کی آمدنی سے جیش اسلام کو بڑی مدد ملے گی۔ اور لاکہون مسلمانون کی ایک نئی جماعت سلطنت مین شامل ہوکر اس کی تقویت کا باعث ہوگی۔ ساتہہ ہی یہ بہی ایزاد کیا۔ کہ انکا موجودہ سلطان

قریشی نہ ہونے کیوجہ سے شرعًا سلطنت کا مستحق نہین اور معزولی کا مستوجب ہے۔ اور پھر ان سے مشورہ پوچھا کہ وہ کیا صلاح دیتے ہین۔ مگر جب سب خاموش رہے۔ اور کسی نے کچھہ جواب نہ دیا۔ تو اس نے دریافت کیا کیا تمہاری خاموشی رضامندی و اتفاق کی وجہ سے ہے۔ یا کہ اختلاف کے باعث اس پر سب نے یک زبان ہو کر جوابدیا۔ کہ آپ کی رائے صحیح نہین۔ بلا دسوڈان اور ہماری دیار کے درمیان اس قدر فاصلہ درازہ اور صحرائے ذخار حائل ہے کہ اس کے عبور کرنے سے انسان تو انسان فرشتون کا بھی زہرہ آب ہوتا ہے۔ آپ سے پہلے مرابطی موحدین۔ اور خاندان مرین مین بڑے بڑے اولوالعزم شہنشاہ گذرے ہین۔ ان مین سے کسی کو ادہر رُخ کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ منصور نے منکر کہا۔ کیا صرف انہی موانعات اور انہی دلائل کیوجہ سے آپ لوگ میری رائے کی مخالفت کرتے ہین۔ اگر یہی بات ہے تو مین اُن مین ایک بھی ایسی نہین پاتا۔ جو میری رائے کے برخلاف حجت ہو سکے۔ کیا تم نہین دیکھہ رہے۔ کہ تجار اسی فاصلہ اور صحرا کو جس سے تم اتنا ڈرتے ہو۔ قافلون مین اور فردًا فردًا دن رات طے کرتے رہتے ہین۔ کوئی دن ایسا نہین گذرتا جبکہ کوئی نہ کوئی جماعت ادہر جاتی اور اسطرف سے آتی نہ ہو۔ اور یہ تم جانتے ہو کہ مین تجار کی نسبت ہر ضرورت کا بدرجہا زیادہ عمدگی اور خوبی سے انتظام کر سکتا ہون۔ اور سپاہی تاجرون سے کئی درجہ زیادہ جفاکش اور سخت جان ہوتے ہین۔ باقی رہا سابق سلاطین کا ادہر توجہ نہ کرنا۔ سو مرابطی اندلس و فرنگستان کے عیسائیون کے غزوات اور اپنے ملک کے ساحل سے کفار کو نکالنے مین ہی اسقدر مشغول رہے کہ اور طرف وہ توجہ نہ کر سکتے تھے۔ موحدین کی بھی یہی کیفیت رہی۔ اور جب کبھی ادہر سے اونکو فرصت ملتی۔ ابن غانیہ اونکی توجہ کو اپنی طرف منعطف کرنے کے لیئے موجود تھا۔ بنی مرین کو بھی عیسائیون کی لڑائیون سے جب کبھی کچھہ فرصت ملتی۔ تلمسان کی ریاست قریب ہی طبع آزمائی کے لیئے موجود تھی۔ آج اندلس پر کفار کو کامل تصرف حاصل ہو جانے سے فرنگستان کیطرف بڑہتے کا۔ اور تلمسان پر ترکی قبضہ ہو جانے سے مشرق

کیطرف جانے کا رستہ ہمارے بلئے بند ہوگیا ہے۔ مغرب مین سمندر رہے ہے۔ اب باقی صرف جنوبی جانب رہگئی ہے۔ اور اسی طرف ہم اپنی مملکت کو وسیع کر سکتے ہین۔ کیونکہ قواعد دان فوج رکھنے کے علاوہ اس نواح کے باشندون پر ہمین یہ فوقیت حاصل ہے۔ کہ ہمارے پاس توپ بندوق ہے۔ اور وہ ابھی تک محض تلوار و نیزہ سے مسلح ہین۔ ایسے لوگو نپر فتح پانا بالکل آسان کام ہے۔ سابق سلاطین نے ایک اسوجہ سے بھی ادہر رخ نہ کیا تھا۔ کیونکہ ان کے پاس بھی اسوقت صرف نیزہ و تلوار ہی تہے۔ باروری اسلحہ نہ تھے۔ ٹونس و الجزایر پر اگر ہم فوجکشی کرین۔ تو انھین ترکون سے فتح کرنا آسان کام نہ ہوگا۔ لاکھون جانین ضایع ہونگی۔ اور پھر اگر ہماری فتح بھی ہو جائے تو یہ ملک ایسے سیر حاصل نہین کہ اون سے کوئی بڑی آمدنی ہو۔ اس کے برعکس سوڈان کی فتح آسان اور وہان کی آمدنی الجزایر وغیرہ سے کئی گنے زیادہ ہوگی۔ آخری دلیل تمہاری یہ تہی۔ کہ متقدمین مین سے کسی نے ایسا نہین کیا۔ اس سے یہ لازم نہین آتا کہ پیچھے آنیوالی نسلین بھی کوشش نہ کرین۔ کیا سینکڑون ایسی مہمین متاخرین نے فتح نہین کین۔ جو متقدمین سے فتح نہین ہوتی تہین۔ یہ تقریر سُنکر تمام اعیان دولت مان گئے کہ عقول الملوک ملوک العقول ہوتی ہے۔ اور کہ منصور کی رائے بالکل درست و صحیح ہے۔

مولانا احمد منصور کی تقریر کے دو مقامات پر اعتراض کرتے ہین۔ ایک یہ کہ ملثمین کو بھی سوڈان پر غلبہ حاصل نہ تھا۔ حالانکہ اون کے بانی ابوبکر بن عمر مراکش سے صحرا کو واپس جاکر تین ماہ کی مسافت کا علاقہ فتح کیا تھا۔ دوم اس بیان کو صحیح نہین بتاتے کہ سابق سلاطین کے پاس شرربار اسلحہ نہ تھی کیونکہ بارود کا رواج بنی مرین کے عہد سے پیشتر ساتوین صدی ہجری سے شروع ہوگیا ہوا تھا۔

علماء مصر سے استجازت } اعیان کو متفق بنا کر منصور نے قوم کے دیگر علماء سے بھی فوجکشی کے جواز کا فتوی حاصل کر لینا ضروری سمجھا۔ اس نے اس امر

لئے مصر کے دو نامور علماء امام العارف باللہ ابو عبداللہ محمد بن ابی الحسن البکری اور امام العلامہ ابو محمد بن یحییٰ مصری المشہور بہ بدر الدین قرانی صاحب ذیل الدیباج سے استفتا کیا - اور ان دونوں نے ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۹۹۲ ہجری کو منصور کے قاصد کو فوجکشی کے جواز کے فتوے لکھدیئے -

تجدید بیعت و تقسیم مملکت

اس دوران مین منصور کے دوسرے بیٹے بھی جوان ہو گئے ہوئے تھے - جو ولی عہد کی بیعت و نامزدگی کے وقت نابالغ تھے - ان سے بھی بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرانے کے لیئے منصور نے ولی عہد کو فاس سے بلایا - اور پہلے خود بیعت کرکے پھر تمام اعیان و مشائخ سے بیعت کرائی - شاہی خاندان کے اراکین نے دوسرے دن بذریعہ خطوط بیعت مکرر کی تصدیق کی البتہ ایک بیٹے مسمی زیدان کو بقول زیدان منصور نے یہ کر کر بیعت کی حلف نہ دلائی - کہ اوسے حلف اوٹھانیکی ضرورت نہیں - جو امر دوسرے بھائیون کو بہت ناگوار گذرا - بیعت سے فارغ ہوکر سلطان نے تمام بیٹون کو مختلف صوبون پر گورنر مقرر کردیا - ولی عہد فاس کی گورنری پر رہا - ابی فارس ابی فارس کو سوس اور اوس کے ملحقات پر - ابی الحسن کو مکناسا پر اور زیدان کو تادلا پر گورنر مقرر کیا - کچھ عرصہ بعد زیدان اور ابی الحسن کو ایک دوسرے کی جگہ بدل دیا -

سنہ ۹۹۳ ہجری مین ایک دنیا فریب زاہد نفس پرست حاجی قرقوش نام نے جبال غمارہ اور بلاد ہبط مین علم بغاوت بلند کرکے امیر المومنین کا لقب اختیار کر لیا - مگر جلد کیفر کردار کو پہونچ گیا - اور اوسکا سر کاٹکر مراکش بھیجدیا - مسجد جامع کی بنا کا منصور کی والدہ مسعودہ کا جو ایک ولی زادی تھی - پہلے ذکر آچکا ہے - سنہ ۹۹۵ ہجری مین اس نے مراکش کے دروازہ دکالہ پر عالیشان مسجد تعمیر کرائی - اور وادی ام الربیع پر ایک سنگی پل بنا گیا - یہ مسجد اس نے روزہ توڑنیکی کفارہ مین تیار کرائی - رمضان کے مہینہ مین ایک دفعہ باغ مین گئی - ان دنون وہ حمل سے تھی - اس حالت مین عورتون کو بعض چیزون کے کھانیکی جو زبردست خواہش پیدا ہو جاتی ہے - وہ حام علوم

ہے۔ اسے عربی مین وحامہ کہتے ہین۔ باغ مین خوب پکے ہوئے انار اور ناسپاتیان
دیکھہ کر اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور اس نے ان پہلوان کو توڑ کہا لیا۔ بعد ازان
سے سخت ندامت ہوئی۔ اور اس خطا کے کفارہ مین سینکڑون نیکی کے کام کئی
ازانجملہ ایک اسی مسجد کی تعمیر تہی۔ یہ قصہ ابتک عورتون اور بچون کے زبانزد ہے
جو مسعودہ کو بربرون کے محاورہ کے مطابق مخفف کرکے اب باتون باتون مین
یہ فقرہ بولجاتے ہین۔ عودہ اکلت رمضان باظوخ والرمان۔ سنہ ۹۹۶ ہجری
مین منصور نے فاس کی جامع قرویین کے لیئے ایک نہائت عالیشان منبر
سنگ مرمر کا تیار کرا کر مراکش سے روانہ کیا۔ اس کا وزن ایکسو قنطار ہے۔
اور ابتک مسجد مذکور مین موجود ہے۔

اصیلا کی عیسائیون سے مخلصی کہ اسی سال منصور فاس کو جا رہا تہا۔ کہ اوسے سبتہ
کے نصارا رابہ اُس کے ایک جرنیل کا نام ابو العباس مین احمد النقسیس التطوانی
تہا۔ دوسرے برس عیسائی شہر اصیلا کو اسلامی لشکر کے خوف سے خود بخود
خالی کرکے جہازون پر سوار ہوکر اپنے ملک کو بہاگ گئے۔ جاتے ہوئے وہ ایک
خطرناک شرارت یہ کر گئے۔ کہ شہر کے نیچے سرنگین لگا کر اون مین بارود بہر دیا۔
اور فتیلہ کو آگ لگا گئے۔ کہ جون ہی مسلمان شہر مین داخل ہون۔ سرنگون
کے اڑنے سے فنا ہو جائین۔ مگر شہر کے ایک نصرانی باشندہ نے بروقت
اطلاع کر دی۔ اور مسلمان اس شر سے بال بال بچ گئے۔ ابو العباس ابن قاضی
نے اس واقعہ کے متعلق جو قصیدہ لکہا۔ اس کے مصرع۔

اضحی لبارود والعداۃ خلیلا

مین انہی سرنگون کی طرف اشارا ہے۔

فتح سوڈان کہ مہم سوڈان کے عزم کے متعلق پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ سب اعیان جبر
وقت منصور سے متفق الراے ہوگئے۔ تو اوس کا اپنا ارادہ مذبذب ہوگیا۔
کبھی دلکو حوصلہ دیکر تیاری کا ارادہ کرتا۔ اور کبھی پہر دل چرا جاتا۔ آخر سنہ ۹۹۷ھ

لہ سنہ ۱۵۸۹ء مطابق سنہ ۹۹۷ ہجری

مین اوسکا عزم بالکل پکہ ہوگیا۔ اور وہ سامان حرب و ضرب لشکر کی ضروریات اور سامان سفر کی تیاریون مین پوری سرگرمی سے مصروف ہوگیا۔ اس نے ہر ضلع کے گورنر اور عامل کو حکم بہیجدیا۔ کہ اوس کے علاقہ مین جسقدر عمدہ اونٹ گہوڑے اور خچر ہون۔ اونکو جمع کرکے بہیجدے۔ جو ضعیف جانور لائیگا سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔ دوسری طرف جنگی کارخانون مین توپین ڈہلنی۔ اونکی گاڑیان بننی۔ اور گولہ بارود کشتیون کے تمام چوبی و فولادی اجزا اور پانی کے لیئے پیپے اور دیگر سامان شروع ہونے شروع ہوگئے۔ صرف پیپون کی تیاری پر ایک ہزار بنجارے لگائے گئے۔ کشتیون کا سامان جدا جدا کرکے اونٹون پر لادکر بہیجا گیا تہا۔ اور دریار نائگر کے کنارہ پر پہونچکر اونکو جوڑا گیا تہا۔ ان تیاریون کی تکمیل ہونے پر کل سامان اور لشکر ۱۶ ذی الحجہ ۹۹۸ھ کو مراکش سے باہر وادی نسفت مین جمع کیا گیا۔ لشکر کی جمعیت بیس ہزار سوار و پیادہ کی تہی۔ دو ہزار توپچی اور بحری ملاح ان کے علاوہ تھے۔ اس مہم کی کمان منصور نے اپنے ترک غلام جوذر پاشا کو تفویض کرکے بہترین جرنیل اور اعیان دولت اوس کے ہمراہ کردیئے۔ مہم مذکور کا ایک ایک اونٹ قابل دید ایک ایک گہوڑا بےنظیر اور ہر سپاہی اشجع زمانہ تہا۔ یہ کل جمعیت یکم محرم الحرام ۹۹۹ ہجری کو ثمینہ الکلاوی اور درعہ کے راستہ ٹمبکٹو کے قاضی ابی حفص بن شیخ محمود بن عمر آقیت سنہاجی کیطرف ایک خط بہی لکہدیا۔ جس مین اوسے لوگون کو قبول اطاعت اور لزوم جماعت کی ترغیب دلانے یا نصیحت کرنے کا حکم دیا گیا تہا۔ درعہ سے مہم مذکور صحرائے اعظم مین داخل ہوئی۔ جسے ایک سو مرحلون مین طے کرکے وہ بخیریت تمام ٹمبکٹو سوڈان کے سب سے بڑے سرحدی شہر مین پہونچ گئی۔ راستہ مین اونٹ کا ایک پالنگ تک ضایع نہ ہوا۔

اسحق اپنے صدر مقام کاغو مین تہا۔ جب اوسے حملہ کی خبر پہونچی تو اپنی قوم۔ خانہ بدوش قبایل اور رفیق ملثمین سے ایک لاکہہ چار ہزار مقابل جمع کرکے غنیم کے مقابلہ کے لیئے پایۂ تخت سے روانہ ہوپڑا۔ اس نے فوج ہی پر قناعت نکرکے جادوگرون۔ ساحرون۔ سیمیاگرون۔ اور دیگر اس قسم کے فریبیون کا بہی ایک جم غفیر ہمراہ لے لیا

کہ غنیم کو پامال کرنے مین اُن سے بہی مدد لے۔ افسوس محمد سکیہ عالم متبحر اور متشرع
بہادر کا پوتا ایسا ضعیف الاعتقاد ہو۔ خدا ان تمام کا بھلا کرے جنہون نے ایسے
واہمہ پرستون کی خوب خبر لی ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

السیف اصدق انباء من الکتب	فی حدہ الحد بین الجد واللعب
بیض الصفائح لا سود الصحائف فی	متونهن جلاء الشک والریب
والعلم فی شهب الارماح لامعة	بین الخمیسین لا فی السبعة الشهب
این الروایة بل این النجوم وما	صاغوہ من زخرف فیها ومن کذب
تخرصا واحادیثا ملفقة	لیست بنبع اذا عدت ولا غرب

جب اسحٰق کی فوج قریب پہونچی تو جوذر پاشا اپنی سپاہ کو صفون مین مرتب
کرکے آگے بڑہا۔ سوڈانی جانبازون نے اپنے پاؤن اونٹون کے سینون سے باندہ
دیئے تھے۔ کہ کہین حملہ کی تیزی سے اون کے آسن نہ اکھڑ جائین۔ پھر چارون طرف
سے شیرون کی طرح مراکشی فوج پر جھپٹ پڑے۔ مگر انکی شجاعت و بسالت
اور نیزہ و تلوار اس زمانہ مین بھی توپ اور بندوق کے سامنے ویسی ہی بیکار
ثابت ہوئین۔ جیسی کہ نو سو برس بعد خلیفہ عبداللہ تعایشی والیئے ام درمان
رابح والیئے برنو۔ امراء نیوپ و بفیا اور سموری اور اونکے رفقاء کی حیرت انگیز
جانبازی فرنچ اور انگلش توپون کے سامنے۔ تاہم سوڈانی طلوع فجر سے عصر
کے وقت تک تحیّر افزا ثابت قدمی سے میدان مین ڈٹے رہے۔ آخر کار غروب
آفتاب کے قریب توپون اور بندوقون کی باڑہ ہون نے اونکے قدم ڈگمگا دیئے
اور وہ پیٹھ پھیر کر بدکے ہوے ہرنون کیطرح اودھر دوڑے۔ اسوقت جوذر
کی سپاہ نے فراریون کو اپنی تلوارون پر رکھ لیا۔ اور اتنون کو تلوار کی
گھاٹ اتار دیا۔ کہ بقیۃ السیف پکارا اوٹھے۔ اے تعاقب کرنیوالو ہم بھی مسلمان
اور تمہارے دینی بھائی ہین۔ ہم پر رحم کرو اسحٰق کاغو کو بھاگ گیا۔ اور اس
مین قلعہ بند ہوگیا۔ جوذر نے مال غنیمت جمع کرکے اس مین سے دس ہزار مثقال
سونا اور دو سو بہترین غلامون کے ساتھ اپنے آقا کو فتح کی خوشخبری روانہ کی
اور پھر کاغو کا جا کر محاصرہ کرلیا۔ جس کی شدت سے تنگ آکر اسحٰق نے صلح کی

درخواست کرکے کہلا بہیجا کہ بطور تاوان جنگ ایک معین رقم مین فی الفور ادا کر دینے اور آیندہ ہر سال خراج دیتے رہنے کو منظور کرتا ہون۔ جوذر نے جواب دیا کہ مین اپنے بادشاہ کے بغیر حکم صلح نہین کر سکتا۔ اوسکو تمہاری درخواست سے اطلاع کئے دیتا ہون۔ درین اثنا رآب وہوا کے تحائف کی وجہ سے جوذر کی سپاہ مین تپ کی بیماری عام ہو رہی تہی۔ سب کی یہی صلاح ہوئی۔ کہ محاصرہ اوٹہا کر جواب کا انتظار ٹنبکٹو مین جا کر کیا جائے۔

جب قاصد یہ پیغام لیکر منصور کے پاس پہونچے۔ تو اوسے جسقدر کہ فتح سے خوشی ہوئی تہی۔ اس سے وہ چند مصالحت کی گفتگو اور جوذر کے اس سے متاثر ہو جانے سے رنج پہونچا اس نے اسی وقت ایک بیکبار لشکر تیار کرکے اپنے دوسرے ترک غلام محمود پاشا د برادر جوذر کے ہمراہ ٹنبکٹو کو روانہ کر دیا اور جوذر کو معزول کرکے کل سپاہ کی اعلیٰ کمان محمود کے حوالہ کر دی۔ اور اسکو تاکیدی حکم دیدیا۔ کہ اسحٰق سے صلح ہرگز نہ کی جائے۔ اوسی کے ہاتہہ اوس نے دیگر امرار لشکر کو سخت سرزنش کا خط لکہا۔ کہ اسحٰق سے صلح کی گفتگو کرنے مین اونہون نے سخت غلطی کی۔ اب فوراً پہر اسحٰق پر حملہ کر دین۔ اور جب تک اوسے زندہ یا مردہ گرفتار نہ کر لین خواہ وہ دریا عبور کرکے براعظم کے انتہائی گوشہ کو چلا گیا ہو۔ اوس کے تعاقب سے باز نہ آئین۔ محمود پاشا جب دوسرا لشکر لیکر چلا اسوقت گرمی عین شباب پر تہی۔ یہ موسم اور صحرا کی گرمی۔ اندلون مین قطعاً ناسنگوار پرندکے سوا اور کسی جاندار کو صحراؤن مین سے گذرنے کا حوصلہ نہین پڑتا۔ مگر یہ بہادر ترک اور اوس کے ہمراہی یہی نہین کہ ایسے موسم مین بڑہے۔ بلکہ معمول سے آدہی مدت دیجاس مرحلون، مین اس مسافت بعیدہ کو طے کر کے ہزارویں صدی ہجری کے شروع مین ٹنبکٹو پہونچ گئے۔ ایسی سرعت کہی پہلے کبھی اس نواح مین نہین سنی گئی تہی۔ جوذر نے ٹنبکٹو واپس آکر کشتیان

لہ بعض مورخین کا بیان ہے کہ اسحٰق کاغو واپس نہین گیا تہا اور پہلے معرکہ کے فتح ہونے پر جوذر ۱۵ جمادی الاول ۹۹۹ھ ہجری کو بلامزاحمت اوسپر قابض ہو گیا تہا۔ مگر کثرت کا اتفاق اسی پر ہے جو متن مین درج ہے (مترجم مولف)

اور جہازون کو جوڑنا شروع کر دیا تہا جو محمود کے پہونچنے تک بالکل آراستہ ہوچکے تہے۔ محمود نے ٹمبکٹو مین اتنے لمبے سفر کے بعد صرف تین دن آرام کیا پہر لشکر کو خشکی خشکی چلنے کا حکم دیکر خود معہ امراء دریائی رستہ پسند کرکے جہازون پر سوار ہو گیا اور چند دنون مین کاغو کے سامنے پہونچ گیا۔

جوذر کی واپسی پر اسحٰق نے تمام قبایل کو جمع کرکے اون سے عہد لیا تہا کہ جب تک جسم مین جان ہے وہ اس کا ساتہ نہین چہوڑین گے۔ مگر اسدفعہ توپون کی گرج اور نقارون کی کڑک ہی سے اون کے ہوش پران ہوگئے۔ اور شتر بے مہار کیطرح جدہر جس کسی کے سینگ سمائے اوٹھ دوڑے۔ فاتح تاریکی شب تک منہزمین کے تعاقب اور مال غنیمت کے لوٹنے مین مشغول رہے۔ محمود نے فوجکو آرام دینے کے لیے تین دن تک یہین قیام کرکے چوتہے دن کچہہ فوج دیکر اپنے بہائی جوذر کو بطور عامل کاغو مین چہوڑا۔ اور خود باقی فوج لیکر اسحٰق کے تعاقب مین روانہ ہوگیا۔ جو بمقام شغا نکر شکست کہاتے ہی دریاء ناگر کو عبور کرکے مغربی کنارہ کے علاقہ کو بہاگ گیا۔ محمود بہی دریاء سے گذر کر اوس کے پیچہے ہولیا اور تیسرے معرکہ مین بہی شکست فاش دیکر اوس کے کل خزانہ اور حرم و اولاد کو پکڑ لیا۔ اس ہزیمت کے بعد اسحٰق صحرا کو بہاگ گیا۔ اور چند دن بہٹکتا رہکر وہین ہلاک ہوگیا۔ اس کی وفات پر اس کا ایک بہائی کچہہ جمعیت فراہم کرکے مقابلہ کو آیا۔ مگر محمود پاشا نے دنون مین اسکا خاتمہ کر دیا۔ وہ اپنے ہمراہیون سمیت میدان جنگ مین ہی ہلاک ہوگیا۔ اور اسوقت سے سوڈان کا تمام ملک دریاء ناگر سے لیکر بلا نوبہ مقبوضات مصر تک منصور کے تصرف و قبضہ مین آگیا۔ جسدن اس فتح کی خبر مراکش پہونچی۔ وہ دن روز عید سے کم نہ تہا۔ منصور نے تین دن رات عام خوشی منائے جانے اور شہر کو آراستہ کیے جانیکا حکم صادر کر دیا۔ اس حکم کی تعمیل دلی شوق سے کی گئی۔ کیونکہ باشندون کو اس فتح کی اپنے بادشاہ سے کم خوشی نہ ہوئی تہی۔ شعراء نے سینکڑون نظمین اور قصائد پیش کیے۔ اور ہر طرف اسی کا چرچا اور اسی کا تذکرہ تہا۔ مورخین نے کاتب سلطانی ابو فارس عبد العزیز فشتالی

یہ قصیدہ کو ثبت دوام او حیات مدام کی سند عطا کی ہے۔ اس کے چند ابیات یہ ہین:۔

ع

جیش الصباح علی الدجا متدفق | فبیامن فی السواد ذلک یمحق
وکانہ رایات عسکرک التی | طلعت علی السودان بیضا تخفق
لاحت وافقہم لیال کلہ | کعمود صبح فی الدجا یتالق
نشرت لتطوی منہ لبلاد مسا | اضحی بسیفک فی الفقار یفرق
ارسلتہن جوا سحا وجوا زحا | فی کل مخلبہا عراب ینعق
وسرت فکان لیلہن الیہم | مشہور عزمک والسنان الازرق
ہی اللیالی قد جلی احلا کہا | نور النبوۃ من جبینک یشرق
صعقت بہن رعود نارک صعقت | رجت لصیحتہا العراق وجلق
سحقا لاسحق الشقی وحزبہ | فلقد غدا بالسیف وہو مطوق
رام النجاۃ وکیف ذاک وخلفہ | من جیش جوذرک الغضنفر فبلق
جیش آواخرہ ببابک سیلہ | عرم واولہ بکاعنو امحدق
لم یشعروا الا واسوار الردی | ضربت علیہم من قناک وخندق
کتب الالہ علی عداتک انہم | قنص لسہمک غرسوا او شرقوا
ضلت ملوک جلوک علی العلا | سفہا وشاؤک فی العلی لا یلحق
ان یشبہوک وملا شبیہ یری لکم | فی الخلق این من اللجین الزیبق
بشر ملوک الارض انک فاتح | بالمشرقی علی الولا ما غلقوا
وبقاصل لک ذی الفقار یفرق | ماجمعوہ وجامع ما فرقوا
دامت طیور لسعد وہی غوارد | بالمشتہی لک والمسرۃ تنطق
مادام اصل علاک فی صحف الثنا | اصل الفخار وکل غیرک ملحق

مشتہی و مسرت منصور کے دو باغ تھے۔ قاصد کی روانگی سے چند دن بعد محمد پاشا نے بلاد مفتوحہ مین ہر طرح سے امن و امان اور نظام قایم ہوجانے پر آدھا لشکر معہ تحائف و ہدایا کی مقدار عظیم کے مراکش کو واپس کر دیا۔ ان مین بارہ سو غلام و کنیزکین۔ چالیس بار شتر زر خالص۔ چار طلائی زینین۔ اور آبنوس

مشک وعنبر وزباد کی بہت بڑی مقدار تہی۔ اِن تحائف کے موصول ہونے پر فتح کی خوشخبری پہونچنے کے وقت سے بہی وہ گونہ خوشی منائی گئی۔ ممالک سوڈان سونے کی کانون کے لیئے ہمیشہ سے مشہور چلے آتے ہین جب سوڈانی مہدی انیسوین صدی کے آخری ربع مین صرف مشرقی اور وسطی سوڈان پر متصرف ہوا۔ تو اوسے سینکڑون من سونا باشندون سے ملا تہا۔ اس زرریز ملک کے مل جانے سے مراکش مین سونے کی اسقدر ریل پیل ہوگئی اور ہر سال اسقدر سونا آنے لگ گیا کہ محاسب اوس کے انداز سے عاجز آگئے۔ زیورات اور سلیس بنانیوالون سے علاوہ صرف اشرفیان ضرب کرنے کے کام مین چودہ سو سونار بلا ناغہ روز منصور کے محل کے دروازہ پر مشغول رہتے تہے۔ سونے کی اسی افراط سے منصور کا لقب الذہبی پڑ گیا تہا۔

الغرض ۱۰۰۰ھ ہجری تمام دیار مراکش اور اس کے حکمران کے لئے نہایت ہی خوشی ومسرت کا سال تہا۔ مگر چونکہ خالق عالم نے فقط ایک طرح کی کیفیت اپنے بندون کے حق مین مفید نہین سمجہی۔ یہ سال ایک صدمہ عظیم پہونچانے سے بہی خالی نہ رہا۔ یہ صدمہ منصور کی والدہ مکرمہ مسعودہ کی وفات کا تہا۔ جو بروز سہ شنبہ ۲۷ محرم ۱۰۰۱ھ ہجری کو خلد برین کیطرف سدہار گئی۔ روایت ہے۔ کہ مدت کے بعد خواب مین نظر آنے پر جب اس سے سوال کیا گیا کہ اللہ کریم نے اوس سے کیا سلوک کیا ہے۔ تو جواب ملا۔ اللہ جلشانہٗ نے مجہے اس کی طفیل بخشدیا ہے۔ کہ ایکدفعہ مین قضائے حاجت کے لیئے بیٹہی ہوئی تہی۔ کہ اذان کی آواز میرے کان پہونچ گئی۔ جس پر مین نے اللہ کے نام کی عظمت کے خیال سے فوراً کپڑے لے لیئے تا وقتیکہ موذن اذان سے فارغ ہوگیا۔ اللہ کو یہ فعل پسند آیا اور مجہے بخشدیا۔

ہاتہی مراکش مین بالکل نہین ہوتا۔ محمود پاشا نے ۱۰۰۱ھ مین سالانہ محاصل کے ساتہ ایک ہاتہی بہی روانہ کی۔ وہ راستہ مین جس جس شہر سے گذری مرد وزن صغیرہ کبیر تمام اس کو دیکہنے کو شہر سے باہر نکل

آتے - یہی کیفیت مراکش مین ہوئی - منصور نے اپنے پایہ تخت کے باشندون
کو اس عجیب الخلقت جانور کے معاینہ سے اچہی طرح سیر کرنے کے لیئے اوسے چھ برس
وہان رکھا - پھر رمضان ۱۰۰۸ھ ہجری مین خاص اپنے ولیعہد کے پاس بہیجدیا
کہ تمام رعایا کو اس دیوتی کی زیارت ہو جائے - وہان وہ ۱۶ رمضان سن مذکور
کو پہونچی - جہان ایک لاکہہ سے زیادہ باشندے اس کے انتظار اور شوق
دیدار مین شہر سے باہر آئے ہوئے تہے -

تمباکو کی ہاتہی کے ساتہہ ایک اور بدعت مراکو مین داخل ہوئی - وہ بدعت
تمباکو تہا - جس کو اس کے مخالف اب تک عربی مین "عشبہ خبیثہ" کہتے ہین -
ہاتہی کے ساتہہ جو سوڈانی آئے وہ اس کے پینے کے عادی تہے - وہ اپنے
استعمال کے لیئے اوس کی کچھہ مقدار ساتہہ لائے - اور اونکے دیکہا دیکہی بمصداق
"کل جدید لذیذ" - اہالی مراکش بہی اس کے کڑوے دہوئین کے جلد فریفتہ و
شیدا ہو گئے - جس طرح اکبر کے زمانہ مین اوس کے ہندوستان آنے پر تمباکو
کی حلت و حرمت کے متعلق علماء مین اور اوس کے فایدہ و مضرت کی بنسبت
طبا و حکما مین بحث شروع ہو گئی تہی - ویسے ہی مراکش مین ہوا - بعض نے اس
کے حرام مطلق - چند نے مکروہ - اور بعض نے حلال ہونے کا فتوی دیدیا
یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس جانور کے ساتہہ یہ بوٹی مراکش مین داخل ہوئی
سی جنس کے ایک اور جانور کے آنے پر اس کی حلت و حرمت کا سرکاری
طور پر فیصلہ ہوا - منصور کے سوڈانی ہاتہی کے بعد اہالی مراکو کو اس جانور کے
دیکہنے کا اتفاق پہر پورے تین سو برس کے بعد ہوا - دوسرا ہاتہی ہندوستانی
نسل کا تہا - جو ملکہ وکٹوریہ نے شریف مولائی الحسن ثالث کو تحفتاً ارسال کیا
تہا - جس سال یہ پہونچا - اسی سال حکومت نے تمباکو کو حرام قرار دیکر اوسکے
استعمال کی قانوناً ممانعت کر دی - وہابی حکومت نے نجد مین اوسے شرک کے
بعد سنگین ترین جرم قرار دیکر تمباکو پینے والے کے لیئے موت کی سزا مقرر کر دی
تہی - مولانا احمد مصنف استقصا بہی تمباکو حرام بتانیوالون کے گروہ مین شامل
ہین - اس کے لیئے جو دلایل اونہون نے پیش کیے ہین - اونکا ماحصل یہ ہے - کہ

کہ اسلامی شریعت جسم و بدن کے حصہ کی کامل طہارت و صفائی کا حکم دیتی ہے صحت و تندرستی کے اس اہم موجب کا اوسے یہان تک خیال ہے کہ اگر مرد و عورت مین سے کسی کے جسم سے بدبو آتی ہو-تو شریعت کے رو سے فریق ثانی علیحدگی حاصل کرنے کا اختیار رکہتا ہے-تمباکو کے استعمال سے انسان کے منہ اور ناک مین جو کل وجوہ کا بہترین حصہ ہین-اور اوس کے تنفس مین ایسی سخت بدبو پیدا ہو جاتی ہے-کہ لاکہہ مسواک اور مضمضہ کرو اوسکا اثر دور نہین ہوتا-پس یہ صاف ظاہر ہے کہ اسلامی شریعت کبہی ایسی بدبودار اور مکروہ الرایحہ چیز کے استعمال کو جائز نہین رکہہ سکتی-دوسری دلیل طبی قسم کی ہے-وہ لکہتے ہین اس کے مسلسل استعمال سے عقل مین ضرر آ جاتا ہے-اور عادت ہو جانے پر اس کا چہوڑنا محال اور مورث جنون ہوتا ہے-یہ سب صحیح سہی-لیکن ہر کالی بلا کا رواج اب ایسا عالمگیر ہو گیا ہے کہ اس کے سم قاتل ہونیکا ثبوت مل جانے پر شاید ہی اس کے روز افزون فروغ مین کوئی کمی آ سکے-یورپین اطبا مین بہی اس کی نسبت اختلاف بلکہ انتصاد ہے-بعض اسے عمر اور عقل کا گہٹانیوالے-اور دوسرے عین برعکس اسے ان دونون کا بڑہانیوالا بتاتے ہین-ان مین خواہ کسی فریق کا بیان درست ہو-یہ مسلم ہے کہ تمباکو شریف کا قدم دن بدن وسعت پکڑتا رہیگا-انگلستان مین بہی یہ اسی زمانہ مین تازہ تازہ وارد ہوا تہا-اور چاندی کے تول بکتا تہا-منصور ذہبی اسکا ایسا مخالف تہا کہ اس نے اپنے ولی عہد کے ہسپانوی نو مسلم اتالیق کو اس قصور مین قتل کرا دیا کہ اس نے شہزادہ کو تمباکو کا استعمال سکہایا تہا-

فقیہ ابی العباس احمد باباسوڈانی اور اس کے خاندان کی جلا وطنی-

احمد باباسوڈانی ٹمبکٹو کا ایک مشہور ادیب و مؤرخ اور شاعر گذرا ہے جسکو تمام فضلاء نے باتفاق بیوا فریکالس-ابن خلدون-التونسی وغیرہ کا ہم پلہ مانا ہے-اس کے خاندان کا نام بنو آقیت تکروری تہا جنہین شہر مذکور مین دو سو برس سے نہایت وجاہت و عزت حاصل چلی آئی ہے-کیونکہ اس مدت مین کوئی زمانہ ایسا نہ گذرا تہا-کہ اس مین خاندان مذکور کے بعض امراء علم و فضل اور

اختیار قضاء میں مشہور زمانہ نہ ہون۔ چنانچہ منصور کی فوج کے حملہ کے وقت بھی اس خاندان کا ایک فرد ابوحفص عمر شہر مذکور کا قاضی تھا۔ محمود دباشانے اس خاندان کو اس کے حال پر چھوڑے رکھا۔ اوسے کچھ تعرض نہ کیا۔ لیکن جب منصور نے دیکھا کہ اہالی سودان اس کی حکومت کو اسحق کی حکومت سے زیادہ سختگیر پاکر کچھ بڑبڑانے لگ گئے ہین۔ اور بنو آقیت ایک ایسا خاندان ہے کہ عوام کا اوسے اپنا سردار بناکر فساد کر دینا بعید از قیاس نہین تو اس نے سنہ ۱۰۰۲ ہجری میں محمود کو خاندان مذکور کے تمام افراد کو قید کر پابجولان مراکش بھیجدینے کا حکم ہی بھیجدیا۔ محمود نے بہ تعمیل حکم سب افراد کو معہ زن وبچہ ماخوذ کرکے مراکش روانہ کر دیا۔ اور اُن کے گہرون اور ان کے مال اسباب اور کتب خانون کو لٹوا دیا۔ اس خاندان کی علم پروری اور علمی شوق و محبت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ بقول مصنف بذل المناصحہ۔ شیخ احمد بابا کہا کرتا تہا کہ اگرچہ میرے پاس سب بہائیون کی نسبت تہوڑی کتابین تہین پھر بہی اُن کی تعداد سولہ سو سے کچھ اوپر تھی جو سب کی سب ضایع کرادی گئین۔ یہ لوگ ماہ محرم سنہ ۱۰۰۲ ہجری کے اور آخر مین ماخوذ کیے گئے۔ اُسی سال کے شروع رمضان مین پہونچے۔ جہان اونکو حسب الحکم سلطانی قیدخانہ مین بھیجدیا گیا۔ مگر آخر علماء کی سعی و سفارش سے اسی عہد پر کہ وہ مراکش سے باہر نہ جائینگے۔ ۱۲ رمضان سنہ ۱۰۰۴ ہجری کو اونہین قید سے رہائی مل گئی۔ جس پر تمام مسلمانون کو دلی مسرت ہوئی۔ احمد بابا کو رہائی پر منصور نے دربار مین بلوایا۔ منصور عباسی خلفا کیطرح پس پردہ رہکر لوگون سے گفتگو کیا کرتا تہا۔ یہ دیکھکر احمد بابا فوراً بول اُٹھا۔ اللہ پاک فرماتا ہے وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب۔ کیا تو بہی رب الارباب کا تشبہ کرتا ہے۔ اگر تجہے مجھ سے گفتگو کی خواہش ہے تو پردہ اوٹھاکر سامنے آ۔ یہ کلام اثر کر گیا۔ اور منصور پردہ کو ہٹواکر باہر نکل آیا۔ اسوقت شیخ اور سلطان مین حسب ذیل گفتگو ہوئی :۔ احمد بابا تجہے ایسی کونسی ضرورت لاحق ہوئی تہی کہ میرے مال و اسباب اور کتابون کو ضایع کرادیا۔ اور مجھے ہتھکڑے

یہان کھینچ بلایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مین راستہ مین اونٹ سے گر گیا۔ اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ منصور۔ جب ہمارا ارادہ ہوا کہ تمام مسلمانون کو ایک جماعت مین منسلک کرین۔ اور دیکھا کہ تم اپنے ملک مین با قتدار اعیان ہو تو جسطرح مین اور ون کو مطیع بناتا ہون اسیطرح تم کو بنایا۔ احمد بابا۔ یہ ارادہ تہا تو تلمسان کے ترکون کو جماعت مین کیون نہ لیا۔ وہ تو ہماری نسبت تجہہ سے بہت قریب تہے۔ منصور۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ اترکوا لترک کما ترکوکم[1]۔ مین نے اس حدیث کی تعمیل کی۔ احمد بابا۔ یہ حدیث ایک وقت بیشک سرور کائنات نے فرمائی تہی۔ مگر بقول ابن عباس سے بعد دوسرے وقت آپنے یہ فرمادیا تہا۔ لا تتر کوا الترک وان ترکوکم[2]۔ یہ سنکر منصور چپ ہو گیا۔ اور مجلس برخاست ہو گئی۔

رہائی پاتے ہی احمد بابا نے مراکش مین بہی درس و تدریس کا سلسلہ کر دیا۔ اور ہزارون لوگون نے اس سے اکتساب فیض کیا۔ منصور کی زندگی تک وہ یہین رہا۔ اوس کے مرنے پر اوس کے بیٹے سلطان زیدان نے آل آقیت مین سے جو لوگ ابہی زندہ تہے۔ اونکو واپس وطن جانے کی اجازت دی۔ احمد بابا دوران اپنے وطن کے فراق مین دردانگیز شعر اشعار پڑہتا رہتا تہا۔ اور اپنی تمنا کے پورے ہونے سے کبہی مایوس نہ ہوتا تہا۔ آخر اس کی دعا قبول ہو گئی۔ دو اوسکی کیوقت اوس کے تمام سرگروہ مشایعت کے لیئے آئے۔ احمد بابا کا معمول تہا۔ کہ جب کسی کو رخصت کرتا تو یہ آیت پڑہا کرتا۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد۔ جس کی برکت سے وہ مسافر ضرور بخیر و عافیت گہر کو واپس آجاتا۔ دستا دکو رخصت کرتے وقت ایک شاگرد نے مصافحہ کرتے ہوئے جیسے ہی آیت پڑہی۔ تو احمد بابا نے جہٹ ہاتہہ کہینچ لیا۔ اور کہا خدا مجہے اس معاد اور اس دیار کو واپس نہ لائے۔ وطن مالوف پہنچکر وہ ۱۰۳۶ ہجری

---

[1] چہوڑ دو ترکون کو ان کے حال پر جسطرح انہون نے تمکو تمہارے حال پر چہوڑ دیا۔
[2] خواہ وہ تم کو تمہارے حال پر چہوڑ دین تم ترکون کو نہ چہوڑو۔

تک زندہ رہا۔

سوڈانی غلامونکی تجارت اور مولانا احمد کی اسپر سخت ناراضگی

بلاد سودان سے لونڈی اور غلام پکڑکر لانے اور دیگر ممالک مین انہین جا بیچنے کا دستور صدیون کا پرانا ہے۔ جس مین عیسائی یہودی۔ مسلمان۔ ایشیائی۔ افریقی۔ امریکی۔ اور یورپین سب کے سب تجارت غلامان کی بندش کیوقت تک شریک رہے ہین۔ مگر مولانا احمد مصنف استقصا صرف زمانہ سابقہ کے مظالم اور بے شرعی افعال کیوجہ سے ایسے آزردہ خاطر نہین ہوئے۔ وہ دیکھ رہے ہین۔ کہ انکی ملک مراکو مین اسوقت بہی اس قبیح ترین تجارت کا عام رواج ہے۔ اور بڑا ظلم یہ ہے کہ اسلام کو بدنام کرنیوالے اور برائے نام مسلمان تجار غلامان۔ جن غلامون کو بیچ رہے ہین۔ اون مین نوّے فی صدی مسلمان ہوتے ہین۔ جنکو شریعت کبہی غلام تسلیم نہین کر سکتی۔ مگر اس ظلم کے تدارک کا کسی کو خیال نہین۔ مولانا احمد لکہتے ہین:۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ دیار سودان کے باشندے قدیم سے مسلمان۔ بلحاظ اسلام و مذہب بہترین مسلمانون کے زمرہ مین شامل اور ان مین سے اکثر صاحب علم اور اس کی تحصیل و محبت مین بے نظیر ہین۔ یہ کیفیت کسی خاص قوم کی نہین۔ بلکہ اون کے جسقدر ملک مراکو کے پڑوس مین ہین ان مین سے اکثر کے باشندون کی یہی کیفیت ہے۔ اون کے ان اوصاف سے اس بلا کی شناعت بآسانی واضح ہو رہی ہے۔ جو قدیم زمانہ سے بحیثیت غلام و کنیز اہل سودان کی بلا قید تجارت کے متعلق مراکو مین عام ہو رہی ہے۔ ہر سال اونکی قافلے پر قافلے لائے جا کر دیار مغرب کے دیہات و قصبات مین حیوانون کیطرح بلکہ انکی تجارت سے بہی بدتر طریق سے بیچے جا رہے ہین۔ اور یہ بیع و شرا ایک ایسا معمولی امر ہو گیا ہے کہ عوام الناس اپنے زعم مین شرعاً غلامی کی شرط ایک یہی سمجہ بیٹھے ہین۔ کہ جو بیع کے لیئے پیش کیا جائے وہ سیاہ فام اور دیار سودانی سے لایا گیا ہو۔ حالانکہ خدا جانتا ہے کہ اس سے بدتر گناہ اور قبیح ترین فعل دین کے رو سے اور کوئی ہو ہی نہین سکتا۔ کیونکہ سودانی مسلمان ہین۔ پس جو کچہ ہمارے حقوق ہین وہی اونکی ہین

اور جو کچھہ ہم پر واجب ہے وہی انپر ہے - لو فرضنت ان مین مشرک یا دیگر مذاہب
کے پیرو موجود بھی ہون - تو بھی یہ مسلم ہے کہ عرصہ دراز سے غالب حصہ آبادی کا
اسلام کا پیرو چلا آتا ہے - اور یہ ظاہر ہے کہ حکم غالب پر لگایا جاتا ہے - ہم یہ
بھی مان لیتے ہین کہ مسلمان زیادہ نہین - بلکہ کافر اور مسلم تعداد مین مساوی ہین
لیکن اسکا ثبوت ہمارے پاس کیا ثبوت ہے - کہ جو لائے گئے ہین وہ کافر ہین
مسلمان نہین - آزادی و حریت انسان کا طبعی وصف ہے - پس ایسی صورت
مین اول قیاس طبیعت اور اصل کے حسب اقتضاء ہوگا - اور جو شخص ان
بکیس انسانون کی عدم حریت کا مدعی ہو - وہ منشاء قدرت و طبیعت کے خلاف
کہنے والا ہے - مزید بران اونکو لانیوالون اور بیچنے والون کے بیان پر کبھی
اعتبار نہین ہوسکتا - یہ عام مشاہدہ ہے کہ تاجر اپنے مال واسباب کی فروخت
مین عموماً جھوٹ بولتے ہین - شاید ہزار مین ایک ہوگا جو ایک ہی قیمت کہے
اور سچ بولے - جب عام تجارت کی یہ کیفیت ہے تو غلامون کے لانیوالون اور
تاجرون کی نسبت کسطرح سچ بولنے کا یقین ہوسکتا ہے - حالانکہ یہ مانی ہوئی
بات ہے - کہ وہ ایسے لوگ ہین جن مین مروت و احسان - نیکوکاری اور دینداری
کا نام و نشان نہین پایا جاتا - یہ لوگ ایسے ہون - اور زمانہ ویسا ہو جیسا
کہ ہم دیکھہ رہے ہین - پھر کون بیوقوف ہے جو انکو سچا مان سکتا ہے - باقی رہے
خود یہ غلام یا کنیزکین - تو انکی اپنی شہادت بھی جو انکی حریت کے برخلاف ہو - اس
معاملہ مین اجتماع فقہا کے رو سے اختلاف اغراض و احوال کیوجہ سے قابل
پذیرائی نہین - کیونکہ اگر اونکا کوئی بیان بایع کی خلاف مرضی ہو تو اُنھین دو
کوب صاف سامنے دکھائی دیتی ہے - مزید بران ان ظالمون کا ان بکیسون سے
ایسا برا برتاو ہوتا ہے - کہ خواہ مدت العمر کی غلامی کے ذریعہ سے کیون نہ ہو -
وہ ہر طرح سے حتی الوسع بہت جلد اون کے پنجہ سے رہائی پانے کی کوشش
کرتے ہین - ان کے علاوہ اور بھی کئی غرضین ہوتی ہین - جو اونکو خلاف واقعہ
کہنے کی ترغیب دلاتی ہین -

اہل عدل و صداقت راوی ہین کہ اہل سودان کا عرصہ دراز سے یہ دستور

چلا آیا ہے کہ اونکو قبائل ایک دوسرے پر یورشین کرتے اور شبخونین مارتے رہکر ایک دوسرے کے شہرون اور بستیون سے اینسانون کو اسطرح چراتے پکڑتے یا پکڑ کرلے جاتے ہین۔ جسطرح مراکشی عرب ایک دوسرے کے مویشی اور جانور۔ باوجودیکہ یہ سب کے سب مسلمان ہین۔ مگر چونکہ دینداری کی قلت ہے۔ اور اسلامی حمیّت وہدایت کمزور ہوگئی ہوئی ہے۔ اور کسی زبردست کا ڈنڈا سر پر نہین اونکو ایسی حرکات قبیحہ کے ارتکاب سے مطلق شرم یا خوف نہین آتا۔ اب مین اپنے ابنائے وطن کو مخاطب کرکے پوچھتا ہون کہ ایسے حالات مین کون شخص جو دین مین محتاط ہو۔ ایسے اینسانون کی خریداری کا اقدام کرسکتا ہے۔ یا کس طرح ایسی کنیزون کی ہم بستری کو اپنے لیئے جائز رکھہ سکتا ہے۔ جو کم از کم "فروج مشکوکہ" پر اقدام کرنا ہوگا۔ اور شریعت اس کی اجازت نہین دیتی۔ بعض لوگ میری اس تحریر پر اعتراض کرین گے۔ کہ عام مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص کھانا یا ہدیہ یا کوئی چیز بغرض بیع پیش کرے۔ تو اس سے صرف ایک مرتبہ اس کی حلّت یا حرمت کا سوال کرلینا چاہیئے۔ تفتیش یا تحقیقات کی اجازت نہین۔ لیکن امام ابوحامد غزالی احیا العلوم مین اس مسئلہ پر کافی وضاحت سے بحث کرکے اُسے حل کرچکے ہین۔ اور وہ آخری فیصلہ یہ دیتے ہین کہ جب بائع پر بہر نہج اپنی بضاعت کو فروخت کردینے کی کوشش کرنیکا اتہام لگ چکا ہو۔ اس کے قول پر اعتماد نہین ہوسکتا۔ جب عام بضاعت کے لیئے یہ حکم ہے تو اینسان کی بیع و اشترا کے لیئے جیسی کچھہ احتیاط درکار ہے ظاہر ہے۔

یہ درست ہے کہ شیخ احمد بابا نے اپنی کتاب معراج الصعود مین چند کافر اقوام مویشی وغیرہ کا ذکر کرکے لکھا ہے۔ کہ ان لوگون کو غلام بنانا جائز ہے۔ اور علامہ ولی الدین ابن خلدون نے تحریر کیا ہے کہ دریاء نائگر سے پرے لملم نام کا فر قوم آباد ہے۔ جس پر اہل غانہ وتکرور وغیرہ یورشین کرتے رہکر وہان کے باشندون کو اوٹھا یا چرا لاتے ہین۔ اور بیوپاریون کے ہاتہہ بیچ ڈالتی ہین۔ جو اونکو مغرب کو لاکر فروخت کرتے ہین۔ یہی کافر قوم کے لوگ اہل غانہ وغیرہ کے عام غلام ہین۔ اس سے پرے جنوب کی طرف کوئی آبادی نہین"

لیکن ہم باشندگان مغرب جن کے اور ارض سودان کے درمیان ہزارون میل لانبے کا صحرا حایل ہے۔ کس طرح تحقیق کر سکتے ہین۔ کہ یہ کافر ہے یا مسلمان۔ اور یہ ہم کسطرح مان سکتے ہین۔ کہ وہ قبیلے اب تک بہی کافر ہی ہین۔ مگر وائے بر حال ما ہم ان باتون پر مطلق غور نہین کرتے۔ اور جب کسی غلام یا لونڈی کو بازار مین بکتا دیکہتے ہین۔ تو اس کے بدنی عیوب و صواب کے سوا۔ اور کسی امر کیطرف کچہہ خیال نہین کرتے اور کالے گورے مین کچہہ فرق نہین دیکہتے۔ حتی کہ یہ بد معاشی اب یہانتک وسعت پکڑ گئی ہے۔ کہ بد معاش و فاسق اور خدا کے برخلاف جراءت کرنیوالے سودائیون پر اکتفا نہ کر کے اب خود مراکو کے قبیلون اور اوس کے شہرون اور دیہات سے بہی آزاد مسلمانون کے بچون کو چرا کر علانیہ اور بلا خوف و خطر بازارون مین بیچنے لگ گئے ہین۔ اور عیسائی اور یہودی ان مسلمان بچونکو خرید کر ہماری آنکہون کے سامنے انہین غلام بنائے ہوئے ہین۔ یہ خدا کیطرف سے ہماری بد اعمالی اور سودان پر ظلم کرنے کی عقوبت و سزا ہے۔ کہ اب بہی عبرت پکڑ جائین ورنہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کیونکہ خواہ یہ سودانی کافر ہی ہون۔ اور باقاعدہ طور پر لڑائی مین اسیر ہونے پر تاجرون کے ہاتہہ بیچے گئے ہون۔ پہر بہی یہ رو سے شریعت یا کم از کم امام مالک کی رائے مین وہ غلام نہین سمجھے جا سکتے نہ انکی بیع و شرا جایز ہے۔ کیونکہ جس غلامی کی شرع نے اجازت دی تہی۔ اور حضرت سرور کائنات یا سلف صالحین کے زمانہ مین پائی جاتی تہی۔ اس کا شرعی سبب مدت کا مفقود ہو چکا ہے۔ یہ سبب ایسے جہاد سے متعلق تہا۔ جس کا مقصد صرف اعلائے کلمۃ اللہ اور لوگون کو راہ حق پر لانا ہو۔ اب ایسے جہاد کا کہین نشان نہین پایا جاتا۔ اور بنا برین وہ سبب بطریق اول معدوم ہو چکا ہے۔ کیونکہ شرعاً صرف وہی لوگ غلام بنائے جا سکتے تہے۔ جو جہاد مین اسیر ہون۔ پس خداوند کریم ہم لوگون کو ہدایت دے کہ اس نافرمانی اور ستمگاری سے باز آ جائین۔ اور اولیا و امراء کو توفیق رفیق ہو کہ وہ اس عالمگیر بلا مدہشہ کا تدارک و انسداد کرین۔ و آخر دعونا ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین۔

مراکش مین قصر البدیع کی تعمیر کو منصور نے تخت نشین ہوتے ہی یہ خیال کر لیا تہا۔

کہ جب تک وہ بقول شاعر ؎

ہمم الملوک اذا ارادوا ذکرہا ‏ ‏ ‏ من بعدہم فبالسن البنیان
ان البناء اذا تعاظم شانہ ‏ ‏ ‏ اضحی یدل علی عظیم الشان

کوئی بڑی عالیشان عمارت تعمیر نہ کریگا۔ اُس سے خاندان کا نام موحدی۔ مرابطی یا موننی سلاطین کیطرح کبہی ملک مین دیرپا رواج و شہرت حاصل نہیں کر سکیگا۔ اور چونکہ وہ تفاخر و خود نمائی کا بڑا دلدادہ تہا۔ اور مزید بران اہل بیت کی کوئی یادگار ملک مین موجود نہ تھی۔ اُس نے تمام سابقہ سلاطین کی تعمیرات سے بدرجہا زیادہ شاندار عمارت تیار کرنیکی ٹہانی۔ اور تمام اہل علم و فضل سے صلاح و مشورہ کرکے شوال ۹۸۶ہجری مین جبکہ اوسے تخت پر بیٹھے ابہی و ہ پانچ مہینے ہی ہوئے تہے تعمیر کا کام شروع کرادیا۔ یہ عمارت محض شاہی کی صورت مین شروع کی گئی۔ اس کی تیاری و تعمیر پر بڑے بڑے ماہر کاریگر اور صناع سرزمین یورپ سے منگوائے گئے۔ اور سنگ مرمر بلاد اطالیہ سے۔ جسے منصور قند کے مساوی تول پر خرید لیتا۔ اس کے لیئے قند کی مقدار عظیم کی ضرورت پیدا ہوجانے پر منصور نے بلاد حاحہ شوشاوہ۔ اور حبیبہ وجیرہ وغیرہ مین ہزاروں ایکڑ پر سرکاری طور سے نیشکر کی کاشت اور تیاری قند کا کام جاری کردیا۔ تعمیر محل مین ہر روز کاریگرون۔ معمارون۔ سنگ تراشون کا اسقدر جمگہٹا ہتا کہ اُن کی آسائیش کے لیئے سینکڑون دوکانین وہان کہل گیئن۔ اور ایک خاصہ مستقل بازار محل کے سامنے قائیم ہوگیا۔ اِس عمارت پر منصور نے جسقدر دل کہولکر روپیہ صرف کیا۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ اگرچہ ہزارہا معمار اور مزدور کام کرتے تہے۔ وہ کہین ۱۰۰۲ھ مین جاکر سترہ برس کے بعد مکمل ہوئی۔ اس نے کاریگرون کے خاندانون کے لیئے بہی مشاہرے مقرر کردیئے تہے۔ تاکہ وہ باطمینان خاطر کام مین مشغول رہین۔ اس پر سب مورخ متفق ہین۔ کہ شان و شوکت۔ جاہ و جلال۔ نفاست و لطافت اور دلفریبی اور کمال صنعت مین قصر شعب بوان۔ محل غمدان اور قصور زہرا اور زہرہ بہی اوس کے سامنے ماند ہوگئے تہے۔ ہر ایوان مین پانی کی

نہرین رواں تہین - عمارت فرش سے لیکر گنبد تک سفید و سیاہ مرمر اور رخام مجزع کی تہی - جس پہ جا بجا سونا چڑہایا گیا تہا -

اس جنت دنیا کے ہر ایوان کے در و دیوار پر مناسب محل اشعار اور آیات پاک منقوش تہین - اکثر ایوانون کے اشعار ایک دوسرے کے بالمقابل اپنے اپنے ایوان کے فضیلت کی دلائل بیان کر رہے تہے - مولانا احمد نے صرف قبہ خمسینیہ کے در و دیوار کے اندر و باہر کے اشعار معہ تفصیل سمت و جہت و مقام اپنی کتاب مین نقل کئے ہین - جو دو سو سے کم نہین - ایک فخریہ نظم کا مطلع جس مین شاعر قبہ کی زبان سے اوس کے اوصاف بیان کرتا ہے - یہ ہے ؎

سموت فخر البدر دونی والنخطا واصبح قرص الشمس فی اذنی قرطا

قبہ خضراء کی ایک طرف جو جمادی الاول ۹۹۵ھ ہجری مین مکمل ہوا - جو ابیات درج تہے - ان مین سے پہلے دو یہ ہین ؎

معانی الحسن تظہر فی المغانی - ظہور السحر فی حدق الحسان
مشابہ فی صفات الحسن ضحت - تمست بہا المغانی للغوانی

ایک بند کا مقطع جسے جنت کے لفظ کی وجہ سے منصور نے بہی بہت ہی پسند کیا - یہ تہا - ؎

دا دان صنعی ان تقول لاتبل - ببدیع احمد جنۃ المتنعے

کل عمارت کی تکمیل پر وزیر ابو الحسن نے تاریخ تعمیر مین یہ بیت کہا - جو قبۃ الزجاج (ایوان بلورین) کی مباح پر درج تہا ؎

ان شمست تاریخ اکمال البدیع فقل - ایوان احمد ایوان السعادات

وزیر موصوف کا دوسرا تاریخی قطعہ اس سے بہی لطیف ہے :- وہ قصر بدیع کے باب رخام پر منقش تہا - ؎

الحسن لفظ وہذا القصر معناہ ۔ یا ما امیلح مراہ دا بہاہ -
فہو البدیع الذی راقت بدائعہ ۔ وطابق اسم لہ فیہ مسماہ
صح اقیمت علی التقوی قواعدہ ۔ ودل منہ علی التاریخ معناہ
ولاح الیضا دعین لحفظ تکلو ہ ۔ تاریخہ من تمام تعل ہو اللہ

مصنف نفح الطیب لکھتا ہے۔ منصور نے تین عمارتین بنائین۔ جو تینون کی تینون بدیع الحسن اور غریب الشکل تہین۔ یہ فقرہ بدیع اور باغات مسرت وشتہی تہے۔ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن غداری اندلسی اپنی کتاب بیان المعرب عن اخبار المغرب مین لکہتے ہین۔ باغ مسترہ کو جو باغ صالحہ کے متصل ہے۔ اولا عبد المومن بن علی موحدی نے تعمیر کیا تہا۔ اس کا طول تین میل اور عرض بہی تقریبًا اسی قدر تہا۔ اسین اغمات سے پانی لایا گیا تہا۔ اور جابجا نہرین جاری تہین۔ اور کوئی پہل نہین جس کے اس مین درخت نہ تہے۔ مین ۵۴۴ھ ہجری مین مراکش سے رخصت ہوا۔ اس سال اسکار یتون اور پہل تیس ہزار دینار مومنیہ پر فروخت ہوئے تہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ منصور باغ مذکور کا بانی نہ تہا۔ اس نے اس کی صرف تجدید و مرمت کرائی۔

زخارف دنیا کا انجام } بدیع کی تکمیل پر منصور نے جشن عظیم مرتب کر کے تمام باشندگان شہر کو پرتکلف دعوت دی جن مین درویش مجذوب اور زاہدان گوشہ نشین بہی شامل تہے۔ ان مجذوبون مین سے ایک سے منصور نے پوچہا۔ تم نے ہمارے مکان کو کیسا پایا۔ دیوانہ نے ایسا معقول جواب دیا جس سے عمارتون پر لاکہون اور کروڑون روپیہ خرچ کرنیوالے اپنے فعل کی سفاہت سے عبرت بخش آگاہی حاصل کر سکتے ہین۔ دیوانہ صورت فلاسفر جواب دیتا ہے "ہان جب یہ گریگا۔ تو مٹی کا بہت بڑا تودہ دکہائی دیگا" یہ صاف اور سچا جواب سنکر منصور دم بخود ہو گیا۔ مجذوب کا کہنا جلد صحیح ثابت ہو گیا۔ ۱۱۱۹ھ ہجری مین مولانا اسمٰعیل نے جو بنی کو گرا کر بنانیوالا بادشاہ گذرا ہے گروا دیا۔ اور وہ قصر جو کروڑون روپیہ کی لاگت سے سترہ برسون مین تیار ہوا تہا۔ سترہ ہفتون کے اندر کہنڈرات کا تودہ اور پری چہرہ کنیزون اور غلامون کی بجائے بوم و شغال کا ملجا و ماوا بن گیا۔ اور مغرب کا کوئی شہر ایسا نہ رہگیا۔ جہان اس کی عمارت اور مصالحہ کا کچھہ نہ کچھہ حصہ نہ پہونچا ہو۔ یہی حشر نیرنگی قسمت سے اس محل کا ہوا تہا جسے منصور کے ہمنام اندلسی بادشاہ منصور بن ابی عامر نے بنام زاہرہ تعمیر کرایا تہا۔ اور عجائبات عالم مین شمار ہوتا تہا۔ وہ ابہی تازہ ہی تیار ہوا تہا۔

کہ ایک اہل دل اور صاحب بصیرت ادہر سے گذرا۔ اسوقت محل مذکور کمال کے جوبنون پر تہا۔ اور مکان کیطرح مکین بہی برگزیدہ آفاق تہے۔ درویش کی زبان سے یہ ٹہاٹہ دیکہہ کر بیساختہ نکل گیا۔ "ای مکان تجہ مین کل مکانون کا مصالح لگا ہے ایک دن خدا تیرا مصالح کل مکانون مین تقسیم کرادیگا"۔ زیادہ مدت نہ گذری۔ کہ ایسا ہی ہوا۔ دیوار کے ساتہہ دیوار کہڑی نہ رہگئی۔ اور اس کی عمارت کے مختلف حصّے اور ستون وکتبے وغیرہ نہ صرف اندلس کے ہر شہر مین پہونچے۔ بلکہ عراق عرب تک لے جائے گئے۔

یفرنی لکہتا ہے۔ جب مین بطریق سیاحت مراکش پہونچا اور بدیع کے کہنڈر دیکہے تو بے اختیار شیخ محی الدین ابن عربی کے یہ شعر میری زبان پر جاری ہوگئے جو اس ولی اللہ نے زاہرہ کے ٹیلون پر کہڑے ہوکر دلی سوز سے پڑہے تہے:۔

دیار باکناف الملاعب تلمع — وما ان بہا من ساکن فہی بلقع
ینوح علیہا الطیر من کل جانب — فتصمت احیانا وحینا ترجع
فخاطبت منہا طائرا متفردا — لہ شجن فی القلب وہو مروع
فقلت ماذا تنوح وتشتکی — فقال علی دہر مضی لیس یرجع

ابن الابار نے اس قطعہ مین جو اس کی کتاب تحفۃ القادم مین درج ہے بے ثباتی عالم کا نقشہ عجیب عبرت بخش پیرایہ مین کہینچا ہے:۔

قلت یوما لدار قوم تفانوا — این سکانک الکرام علینا۔
فاجابت ہنا اقاموا قلیلا — ثم ساروا ولست اعلم اینا

ایک سبق آموز لطیفہ ان ابیات کو نقل کرکے یفرنی لکہتا ہے۔ مین نے لفظ "البدیع" پر تامل کیا تو بحساب جمل اوسکے حروف کے اعداد ایک سو سترہ پائے۔ جو خدا کی شان۔ اس کی عمر کے عدد تہے۔ سنہ ۱۰۰۲ ہجری مین تیار ہوا اور سنہ ۱۱۱۹ ہجری مین منہدم۔ قدرت کے یہی تماشے اور کرشمے ہین۔ جو بے اختیار انسان سے منوا دیتے ہین کہ لاالہ الا ہو الحکیم العلیم۔

ناصر بن غالب کی بغاوت بلاوریف مین اور اسکا قتل ہونا

ناصر باپ کی زندگی مین تادلا کا گورنر تہا۔ غالب کی وفات پر متوکل نے تخت نشین ہوکر اپنے بہائی کو نظر بند

کر دیا۔ مگر جب معتصم ترکی لشکر کی مدد سے والیئے ملک ہوا۔ تو اوس نے ناصر کو بلا کرکے بڑی عزت و احترام کے ساتھہ اپنے پاس جگہ دی۔ اور وہ وادی المخازن کی لڑائی تک اپنے چچا کے پاس رہا۔ جب وہ اس معرکہ مین فوت ہو گیا۔ اور منصور صاحب تاج و تخت ہوا تو ناصر اصیلا کے عیسائیون کے پاس چلا گیا۔ اور وہان سے سمندر طے کرکے اندلس پہونچگیا۔ اور عرصہ دراز تک والیئے ملک قشتالہ کے پاس مقیم رہا۔ جس نے آخر سنہ ۱۰۰۳ ہجری مین اسے مسلمانون مین باہم پہوٹ ڈلوانے کی نیت سے کچھہ فوج دیکر مراکو بہیجدیا۔ ناصر بندر ملیلہ مین خشکی پر اترا اور اس نواح کے باشندونکو متفق بناکر امیر المومنین کا لقب اختیار کر لیا۔ رفتہ رفتہ دیگر علاقون کے باشندے بہی اوس کی طرف میل خاطر ظاہر کرنے لگ گئے۔ کیونکہ منصور کی سخت گیری اور جابرانہ حکومت سے درحقیقت رعایا خوش نہ رہگئی ہوئی تہی۔ لیکن جو سمجھہ دار اور عاقبت اندیش تہے۔ وہ جانتے تہے۔ کہ ناصر منصور کی طاقت کے سامنے چند دنون سے زیادہ نہین ٹہر سکتا۔ وہ خود ہی ناصر سے محترز نہ رہے۔ بلکہ اورون کو بہی روکتے رہے۔ آنجملہ ایک فقیہہ محمد بن قاسم القصاری تہا۔ جس نے بلاد غمارہ کے مقتدر اور با اثر شیخ صالح محمد بن علی کو منصور کی اطاعت سے منحرف نہ ہونیکا تاکیدی خط لکہا۔ یہ خط منصور کو مل گیا۔ جس نے اس وفاداری کے صلہ مین قصاری کو فاس کا مفتی اور امام شہر مقرر کر دیا۔ ولی صالح ابی الحسن بوزیدی کے حالات مین لکہا ہے کہ ان دنون وہ ایکدفعہ اپنے چند شاگردون کے ساتھہ خچر پر جا رہے تہے۔ کہ یکبارگی اپنے شاگردون سے سوال کیا۔ تم سن رہے ہو۔ میرا خچر کیا کہتا ہے۔ وہ مولا ناصر کی فتح و نصرت کے لیے خدا سے فریاد کر رہا ہے۔ اور اسی طرح کل شجر و حجر۔ مگر مین اس کے برخلاف دیکھہ رہا ہون۔ اور ایسا ہی ہوا۔ منصور نے فوراً ایک جرار لشکر ولیعہد کے پاس بہیجکر اوسے اس مہم پر مامور کیا۔ جس نے بمقام حاجب ناصر کو فاش شکست دیکر گرفتار کر لیا۔ اور اوسکا سر کٹوا کر باپ کے پاس بہیجدیا۔ یہ معرکہ بقول بعض سنہ ۱۰۰۴ ہجری اور بقول دیگر سنہ ۱۰۰۵ھ مین ہوا۔ نشر المثانی مین حکایت درج ہے کہ ناصر کے قیام پر ایک ولی اللہ

شیخ ابو العباس احمد بن قاسم صوصی نے ظاہر کیا۔ کہ وہ تاولا مین داخل ہوگا جس سے اونکی مراد اس کے بحیثیت فاتح داخل ہونے سے تھی۔ جب شیخ محمد الشرقی التاولی نے یہ سنا تو کہا۔ احمد با بائے دمکاشفہ مین، ناصر کا سر تاولہ مین داخل ہوتا دیکھا ہے۔ اور اس سے یہ غلط نتیجہ نکال لیا ہے۔ نہ یادہ دن نہ ہوے تھے کہ ناصر کا سر مراکش کو جاتے ہوئے راستہ مین تاولا سے گذرا۔

اس فتح کو خوشی مین بھی بڑا جشن بنایا گیا۔ اور شعرائے مبارکباد کے قصیدون مین خوب خوب طبع آزمائیان کین۔ ادہر منصور نے حسب معمول دیگر فتوحات کی طرح اس کی خبر بھی کل دوست سلطنتون اور ممالک غیر کے احباب کو روانہ کی۔ ان احباب مین دو سب سے نامور ابی عبد اللہ زین العابدین بکری۔ اور ابی عبد اللہ محمد بدر الدین قرافی مصر کے جید علماء اور اہل دل تھے۔ انکو منصور عموماً اپنے ہاتھ سے خط لکھا کرتا تھا۔ اس فتح کی اطلاعی خط کا عنوان اس زمانہ کی عربی انشار کا نمونہ دکھانے کے لیئے یہان بجنسہ درج کر دیا جاتا ہے۔

من عبد ربہ المجاہد فی سبیلہ احمد المنصور باللہ امیر المومنین الحسنی الی الفاضل الذی اعتجر بالتقوی و ہو زین العابدین و تجلی بحلی المعارف الربانیۃ و تلک حلی العارفین والسالک الذی برز فی الطریقۃ وسلک علی المجاز الواضح الی الحقیقۃ نفحات شاءو السابقین والعارف الذی تجرد عن رعونۃ الاہوا النفسانیہ فکان سلوکہ علی التجرید الی حضرت الواصلین الشیخ العالم الحجۃ الوافی السید الدین القرافی والشیخ العارف الواصل السری الکامل سلالۃ العلماء سبط الفضلاء ابی عبد اللہ زین العارفین ابن الشیخ السامی المقام قطب المشائخ الاعلام فخر علماء الاسلام الشہیر البرکت فی الانام ابی عبد اللہ محمد بن ابی الحسن الصدیقی ابقاکما اللہ وار واحکما تنتعطر بہ یاصین الانس فی حضرت القدس و تستنشق نفحات الہابتہ من ریاض المشاہدۃ الی مدارج الانس ومعارج النفس وسلام علیکما ورحمۃ اللہ تعالی و برکاتہ۔ وبعد حمد اللہ مفیض انوار عنایتہ احمد علی صاحبہ الصدیق منظہر کنوز المعارف الربانیہ جیلا بعد جیل من بیت عتیق و الصلات

والسلام علی سیدنا محمد الذی اختار لمرافقۃ صاحبہ فی النار والعریش والطریق والرضا من آلہ آئمۃ الخلق وسیوف الحق واصحاب الذین فاضت انوار ہدایتہم علی الغرب والشرق وبرکتہم انشق لنا الفتح انشقاق الاکمام وبفضلہم یحلو سعدنا علی نکفر علو القطب علی دایرۃ الافلاک فکتبنا ہذا الیکم من حضرتنا مراکش حاطہا اللہ وصنع اللہ لہا مفعم السجل وواسع المجال عزمتہا الماضیۃ تبعث الی العدا رسل الاوجال والایام بعز صولتہا ویمین دولتہا بغرہ المغارب باسمۃ الثغور وموذنۃ باتصال امرہا العزیز لمجول اللہ تعالی ان تطوی ملاۃ الدہور ہذا وانہ اتصل بعلی مقامنا کتابکم الذی صدحت علی افنان البلاغت سواجعہ وعذبت فی موارد المجبت الصدیقیہ مناہلہ ومشارعہ ولطفت فی کل معنی من المعانی افانینہ ومنازعہ وتالفت علی الاجادت فی کل مقصد من المقاصد مواصلۃ العذبت ومقاطعہ وابتحت بازہار العنایات الربانیۃ اباطحہ الفیح واجارعہ ومعہ المنظومات التی سحت بالحکم ویمہا ورسا فی البلاغت قدمہا وربانی منبت المواہب الربانیۃ یراعہا الفصیح وقلبہا وحل من نفوسنا موقعہا العجیب محلا من دون الثریا فی مطالعہا والبدر لیلۃ تمامہ اعجابا بہا وتنویہا وابتہاجا بالخوارق التی طلق اللہ علی لسان مبدیہا۔ الخ

اس کے بعد اونکو ناصر کی بغاوت وہلاکت اور اس کی سابقہ زندگی کے حالات سے اطلاع دیکر عنقریب اندلس کو کفار سے فتح کرنے کے لئے اوسپر فوجکشی کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ اور اون سے استدعاء کی کہ وہ غلبہ اسلام اور شکست کفار کے لیئے دعا کرتے رہیں۔ اور بارگاہ الہی میں التجاء کریں کہ اس سرزمین میں پھر اسلام کا جھنڈا لہراتا دکھائی دے۔ یہ خط ربیع الاول ۱۰۰۸ھ کو لکھا گیا تہا۔

انہی دنوں اسی مضمون کا ایک خط مغربی قافلہ حجاج کے میر سامان کے ہاتھہ حسن بن ابی نمی شریف مکہ کیطرف بہی لکھا۔ مولانا احمد نے حسن کو سلطان مکہ و حجاز شریف لکھا ہے۔ اور منصور نے بہی اوسے سلطان حسن کے لقب سے مخاطب کیا ہے۔ مگر یہ اونکی غلطی ہے۔ دیار مقدسہ اسوقت سے بہت عرصہ پہلے سے حکومت عثمانیہ کی حدود میں شامل ہو چکی تہی۔ حسن صرف شریف مکہ تہا۔ حرمین

کا بہی شریف نہ تہا۔ اس خط کا عنوان حسب ذیل تہا

من عبداللہ المجاہد فی سبیلہ الامام المنصور باللہ احمد امیر المومنین الشریف الحسنی الی الاصالت التی تحجبت من ذوابت ہاشم فی صمیمہا و توغلت من محرمات حرمت اللہ بین زمزمہا و حطیمہا و تنعقت من عرارت مجدہا منتشاق نمامہا الا بیجبتہ و شمیمہا اصالت السلطان الاصیل الاثیر الاسنی الاسمی الازکی سلطان حسن ابن ابی نمی ابقاکم اللہ و البیت ذو الاستار تستفیون ظلالہ و تلتثمون من الحجر الاسود الاسعد خالہ و سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مجالس میلاد

منصور کو مجالس میلاد منعقد کرنے کا بڑا شوق تہا۔ ماہ ربیع الاول کے شروع ہوتے ہی مجلس میلاد کی تیاریاں شروع ہو جاتین۔ اور کل سلطنت کے اسباب ذکر و فکر اور اصحاب حال و قال کے نام دعوتی رقعہ تقسیم ہو جاتے اور عجیب و غریب صنعت کی قندیلین اور شمعین رنگ برنگ کی بننی شروع ہو جاتیں جو تاریخ مقررہ کی شام کو بڑے ٹہاٹہہ اور جلوس کے ساتہہ ایوان شاہی کو پہونچائی جاتین۔ طلوع فجر کو سلطان بوقار تمکنت شاہانہ شان مجلس ہوتا۔ امرا و وزرا و فقہا و علما و درویش و فقرا اور عام باشندگان صف در صف قرینہ وار بیٹھ جاتے اور سب سے اول واعظ فضائل نبی اور اون کے معجزات اور ولادت و رحمت کے حالات اور دیگر واقعات تذکرہ شروع کرتا۔ پہر شعرا باری باری نعتیہ قصائد پڑہتے۔ من بعد اہل ذکر اور صوفیا کرام طرائقت و معرفت کے اشعار پڑہتے۔ اور بالآخر سلطان کے مدحیہ قصاید سنائے جاتے۔ الحسن علی بن محمد تا مجروتی نے جو بلاد ترک سے بطریق سیاحت مراکو پہونچا۔ اپنی کتاب نفحۃ المسکیہ فی السفارت الترکیہ مین شاہانہ مجلس میلاد کے جاہ و تجمل اور شوکت و احتشام کا بالتفصیل ذکر کیا ہے وہ لکہتے ہین کہ ذکر و ورد اور قصائد خوانی سے بیطے تمام حاضرین کو پر تکلف کہانا مالقی و بلنسی و ترکی و ہندی ساخت کے طلائی و نقرئی گلٹ اور مینا سے ظروف اور چینی کے برتنون مین کہلایا جاتا۔ عود و مشک اور عنبر کی انگیٹھیان جا بجا جل رہی ہوتین۔ اور عرق گلاب یا معطر پانی سے اون کے ہاتہہ دہلائے جاتے ساتوین تاریخ کو اس سے بہی زیادہ اہتمام و تکلف کے ساتہہ مجلس مرتب کیجاتی۔

رمضان شریف مین وہ ہمیشہ بخاری شریف کا ختم کراتا۔ اول رمضان سے فقہا اور قاضی اوس کے حضور یومیہ ایک سفر پڑہتے۔ بخاری شریف کو اونہون نے ۳۵ سفرون مین تقسیم کر رکہا ہے۔ عید اور تیسرے دن کو چھوڑکر ۲۷ شوال کو پوری ختم ہوتی۔ تلاوت کا یہ دستور تہا۔ کہ پہلے قاضی ایک ورق پڑہکر حاضرین پر اوسکی تقریر واضح کرتا۔ اور قابل توجہ مسائل پر بحث کرتا۔ جب دن بہت چڑہ آتا۔ تو مجلس برخاست کردیجاتی۔ اور سفر کا باقی ماندہ حصہ قاضی اپنے گہر جاکر ختم کرتا۔ اسی طرح ۳۵ سفر تک ہر روز سلطان کے سامنے تلاوت اور بحث ہوتی۔ ختم رمضان پر منصور غربا و مساکین مین بڑی فراخدلی سے نقدی و اجناس تقسیم کراتا۔ اور ہر سال یوم عاشورہ کو عالیشان جشن مرتب کرکے غربا لڑکون کا اپنے خرچ سے ختنہ کراتا۔ اس موقعہ پر ہر مختون لڑکے کو کچھہ کپڑا۔ چند دراہم اور کچھہ مقدار گوشت کی بہی عطا کیجاتی۔

قاضی ابو القاسم بن علی شاطبی کے میلادی قصیدہ کا مقطع یہ ہے۔

بکم راس ہذا القرن جبر و ننیا وفاضت بجور للعلوم ہوامع

اس شعر مین سرور کائنات کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ہر صدی کے سرے پر خداوند کریم ایسے شخص کو مبعوث کریگا۔ جو اس امت کے امور دین کی تجدید کریگا۔ بعض آئمہ نے ایسے اشخاص سے بادشاہ بعض نے علماء اور کسی نے اولیا سے مراد لی ہے۔

ابو الفارس عبد العزیز بن محمد فشتالی کے قصیدہ کے آخری چند ابیات یہ ہین :-

ہزبرا اذا زار البلاد زنیرہ	تضاءل فی اخیاسہا اسد خفان
وان اطلعت غیم القتام جیوشہ	وارزم فی مرکوسہ عد نیران
صببن علی الارض العداۃ صواعقا	اس ہلت علیہم سحب خسف ورجفان
کتائب لو یعلون رضوی لصدعت	صفاہ والجیاد الجر وانقد جفبان
عدید اسنہ امن کل روق حسلم	نبکل کمی باردینی طعان
اذا جن لیل النحر عنہم حلّی لعدا	ہرتہم الی اردا جہا شہب فرسان

من اللاجر عن الحد اغصص الرد — وعفرن فی وجہ الثری وجہ بستان
وفتحن اقطار البلاد فاصبحت — تودی الخراج الجزل املاک سودان
توسمت لقمان الحجاد ہو ناطق — وشاہدت کسر العدل فی صدر ایون
وان ہذہ حرّ الثنا قد فقت — انا ملہ غمر فاتدفق خلجان
ایا ناظر الاسلام شم بارق المنا — وباکر لروض فی ذر المجد فینان
قضی اللہ فی علیاک ان تملک الدنا — وتفتحہا ما بین سوس وسودان
وانک تطوی الارض غیر مدافع — فمن ارض سودان الی ارض بغدان
وتملاہا عدلا یرف لواده — علی الہرمین او علی راس غمدان
فکم ہنات ارض العراق بک العلا — ووافت بک البشری لاطراف عمان
فلو شارفت شرق البلاد سیوفکم — اتاک استلابا تاج کسری وخاقان
ولو نشر الاملاک وہی رک اصبحت — عبالا علی علیاک ابناء مروان
وحیاک السفاح یقتا ولما تعا — برایۃ السوداء واہل خراسان
فما المجد الا ما رفعت سماکہ — علی عمد من سمر الطوال ومران
دہا تیک ابکار القوافی جلوتہا — تغار لہن الحور فی دار رضوان
اتتک امیر المومنین کانہا — لطائم مسک او حمائل بستان
تعانقن حسان یقال شبیہا — فرائد در او قلائد عقیان
فلا زلت الدنیا تخوط جہاتہا — وللمدین تحمیہ بملک سلیمان
ولا زلت بالنصر العزیز موزرا — تقاد لک الاملاک فی زی عبدان

ترتیب جیوش وحالات سفر

ابی عبداللہ مہدی سے لے کر متوکل کے زمانہ تک ترتیب جیوش اور ناکل وملبس ومعاشرت وغیرہ میں بنو سعد کی سیرت وہی رہی۔ جو عرصہ سے عربوں کی چلی آتی تھی۔ معتصم نے جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے مہمات میں ترکی آداب وقواعد کو رائج کیا۔ جس سے عوام الناس اوسے دل میں بہت برا سمجھنے لگ گئے۔ منصور نے دونوں معاشرتوں کو باہم ملا کر ایک

؎ شاہ پرتگال کا مخفف۔

نئی ترکیب پیدا کرکے ضروریات زمانہ کے اقتصار کو بھی پورا کر دیا۔ کیونکہ خاصکر ترتیب و تسلیح جیش مین ترکون کی تقلید جو بوقت اول درجہ کی فوجی طاقت شمار ہوتی تھی۔ زاجبات سے ہو چلی تھی۔ اور دوسری طرف اپنے ملک و الوان کے قومی احساس و شعور کو بھی خوش کر دیا۔ فوجی خدمات کے لیے اوس نے چند ترکون اور علوجیون کو منتخب کرکے انہین اپنے الطاف و اکرام اور احسان و انعام سے سچا ہوا خزانہ اور جان نثار بنا لیا۔ ان مین سے ایک مصطفی باتی تھا جو ترک سوارون کے دستہ کا سردار اور محل شاہی کی محافظ فوج کا افسر اعلی تھا۔ دوسرے کا نام محمود پاشا تھا۔ جو خزانہ شاہی کا محافظ تھا۔ اور بیت المال کی کنجیان اسی کے ہاتھ مین رہتی تھین۔ تیسرا۔ جو ذر پاشا فاتح سوڈان تھا جو اندلسی سپاہ کا قاید تھا۔ جلاوطن اندلسی سلمانون سے تفنگچیون کا جرار لشکر بھرتی کیا گیا تھا۔ قوم علوج مین سے ایک بھائی مسمی قاید علوج اپنی ہمقوم سپاہ کا اور دوسرا مسمی عمار اہل سوس کے جیش کا سردار تھا۔ ان کے علاوہ چند اور بھی دیگر غیر عرب اقوام کے سردار تھے جن مین سنجقیاہ اور نجابت نامور تھے۔ ترکی اور علوجی لشکران اقسام پر منقسم کیے گئے تھے۔

(۱) بیاک۔ یہ دستہ کلاہ پوش تھا۔ کلاہ زرد رنگ کی اور اس پر طلائی بیل ہوتی تھی۔ اور ٹوپی کے ساتھ شتر مرغ کے رنگے ہوئے پرون کی کلغی ہوتی تھی۔ یہ دستہ سلطان کے خیمہ یا خاص ایوان کے سامنے حلقہ باندھے رہتا تھا

(۲) سلاق۔ یہ بھی کلاہ پوش ہوتے تھے۔ مگر ان کی ٹوپیان بہت لمبی اور اونچی ہوتی تھین۔ جو کندھون تک لٹکی ہوتین۔ اور پیشانی کے بالائی حصہ کے قریب سر کے دونون طرف اون سے زرد رنگ کے گلٹ شدہ تیر بندھے ہوئے تھے جن پر بوقت خرام شتر مرغ کے پرون سے بنے ہوئے دو پر دیدار کر لیے باندھتے تھے۔ یہ دستہ بیاک کے پیچھے کھڑا ہوتا تھا۔

(۳) بلبہ دوش۔ یہ دستہ چھوٹے سے نیزہ سے جس کا ڈنڈا خوب موٹا اور چھوٹا

لے ترکی لفظ بک اور مغلیہ لفظ بیگ کا معرب۔ ترکی مین بک کا کاف سی پڑھا جاتا ہی۔ مولف مترجم

ہوتا تھا مسلح تہا۔ ڈنڈے پر بہی لوہا چڑہا ہوتا۔ اور سرے پر خاردار میخین جڑی ہوتین۔ یہ سلاق کے نیچے کہڑا ہوتا۔

(۴) شنشریہ۔ ان کے ذمہ کہانا لانا اور لیجانا تہا۔ اس دستہ کا سردار بختیار تہا جو وادی مخازن کے پرتگالی اسیرون مین سے تہا۔ اور مسلمان ہو گیا تہا۔

(۵) قبیجیہ[۱] یہ دستہ دروازون کے کہولنے اور بند کرنے اور ان کی حفاظت پر مامور تہا۔ مسعود شادری انکا سردار تہا۔ سدات کیوقت محل شاہی کے گرداگرد پہرہ دینا۔ اور شاہی تخت و مسند کو بچہانا اوٹہانا۔ اور اس مین جہاڑو دینا او صفائی کرنا بہی اوسی کے سپرد تہا۔

(۶) شواشین[۲] جنگ و امن ہر دو حالت مین سپاہ کا اندرونی نظم و نسق اور ضبط اور پیغامات و رسائل کا لیجانا ان کے سپرد تہا۔

فشتالی لکہتا ہے۔ یہ دستے وہ تہے جو پیدل سوار و توپخانہ یعنی سپاہ کی معمولی اقسام کے علاوہ صرف منصور کی فوج مین پائے جاتے تہے۔ اُسوقت کے کسی اور بادشاہ کے پاس اس قسم کا کوئی دستہ نہ تہا۔ اِن کے بعد مرتبہ مین سوار فوج تہی جس کے سردار بلکباشات[۳] کہلاتے تہے پہر فوج پیدل۔ جیش سوس جیش شراکہ (مشرقی علاقہ ملک کے باشندے) عسکر علوجی۔ و عسکر اندلس مین منقسم تہی۔ علم بردارون کا علیحدہ دستہ تہا۔ جنکا اعلیٰ افسر ابروز[۴] شاہی چتر کا سایہ منصور کے سر پر رکہتا تہا۔ مقاتلین شجاع اور شجاع کو رستم دوران بنا دیتی تہین۔ جسوقت منصور کی سواری باہر نکلتی۔ اور یکل دستے اپنے اپنے موقعہ پر قرینہ دار صف بستہ اوس کے آگے پیچہے اور دائین بائین ساتہ ہوتے۔ تو ایک عجیب بارعب جلوس بنتا تہا۔ جس کا باجلال و وقار نظارہ لوگون کی آنکہون مین چکا چوند اور دلون مین ہیبت پیدا کر دیتا۔ مصنف مناہل الصفا کا بیان ہے کہ چتر شاہی کا استعمال پہلے پہل

[illegible]

۱؎ ترکی لفظ قپوجی کا معرب قپو ترکی مین دروازہ کو اور جی صاحب کو کہتے ہین۔
۲؎ شاوش کی جمع جو چاوش کا معرب ہے۔ انکو زمانہ حال کے صیغہ ارکان حرب یا جنرل سٹاف کے برابر سمجہنا چاہئیے۔ ۳؎ یہ بہی ترکی بلوق باشا کا معرب ہے۔ بلوق رسالہ کو کہتے ہین۔
۴؎ عربی مین اسے معرب بنا کر طرنباط کہتے ہین جو دراصل انگریزی لفظ ٹرمپٹ ہے۔

خاندان سعدیہ سے راج گیا۔ جو صریح غلط ہے۔ اس کا رواج بلاد شرق و غرب دونوں جگہ زمانہ قدیم سے پایا جاتا ہے۔ اس ٹھاٹھ اور شاہی کروفر کو دیکھکر عوام کے دلوں میں یہ خیال بڑی پختگی سے بیٹھ گیا تھا۔ کہ منصور کے پاس بے انتہا فوج ہے۔ اس عام اعتقاد نے سینکڑوں طرح طرح کے مبالغہ آمیز قصے اور فسانے ایجاد کرائے۔ ازانجملہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ منصور اکیلا مراکش سے اوس کے متصل میدان ملیہ کو اپنی محافظ فوج کی بیخبری میں نکل گیا۔ جب اوسکو خبر ہوئی تو اوسکا ہر ایک آدمی جس حال میں تھا اپنے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے دوڑا۔ ان کے جمع ہو جانے پر منصور نے گنتی کئے جانے کا حکم دیا۔ تو اونکی تعداد اسی ہزار پائی گئی۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ اسکا لشکر قواعد دانی اور کار آموزی میں خاصہ ماہر ہونے کے علاوہ تعداد میں بھی کچھ کم نہ تھا۔ شیخ احمد المقری اندلسی اپنی کتاب "روضۃ الشباب الانفاء الاحباب" میں لکھتے ہیں جب میں نے مراکش میں آکر منصور کی سپاہ میں صرف سواروں کی تعداد ۲۶ ہزار سے زیادہ پائی تو مجھے خیال گذر گیا کہ اگر وہ ہمت و حوصلہ کرکے اندلس پر حملہ کردے تو اوسے کفار سے فتح کر لینا اس کے لئے کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔

عوام میں مشہور ہے کہ منصور چھ مہینے مراکش اور چھ مہینے فاس میں رہا کرتا تھا۔ یہ صحیح نہیں زہرۃ المشائخ کا شارح لکھتا ہے کہ وہ بہت ہی قلیل السفر بادشاہ مدت العہد میں صرف دو دفعہ پایۂ تخت سے فاس کو گیا۔ عموماً عیش و عشرت اور استیفاء شہوات میں ہی منہمک رہتا۔ اور جب سفر کو نکلتا بھی تو بڑے ٹھاٹھ اور تجمل سے۔ نفحۃ المسکیہ کا مؤلف لکھتا ہے۔ اس نے سفر کے لیے ایک عالیشان قصر عود کی لکڑی کا تیار کرایا ہوا تھا۔ جو مختلف الوزن اور حصوں میں منقسم تھا۔ ہر ایک ایوان کا رنگ اور نقش و نگار کی طرز جداگانہ تھی۔ اور آرایش و تکلفات کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا۔ قصر کا ہیکل ایک ایسا خاصہ شہر تھا۔ یہ ہر سفر میں اس کے ساتھ ساتھ رہتا۔ اور وہ اس میں فروکش ہوتا۔ اس سفری مکان کی نظیر شاہان قدیم میں سے کسی کے پاس نہیں پائی جاتی۔ منصور اولیاء اللہ کے مقابر کی زیارت

کے لیئے بھی عموماً جاتا تھا۔

ایک بدوی و شہری کا مناظرہ ایک دفعہ زمانہ ابو دانت کو گذر گیا۔ علمائے عصر میں سے قاضی عالم فقیہ ابو مالک عبدالواحد بن احمد الحمیدی بھی ساتھ تھا۔ جو علمیت و فضیلت کے ساتھ شعر گوئی میں بھی طاق۔ مگر کسی قدر زود رنج اور تنگدل ہونے کے علاوہ اپنی قابلیت پر نازاں بھی بہت تھا۔ اوسے نادر و دانت میں ایک بادیہ نشین فطرتی طباع اور طبعی شاعر نے ایسا سبق دیا۔ جسے وہ مدت العمر فراموش نہ کر سکا۔ اور روایت تک۔ یہ واقعہ جریدہ عالم پر ثبت ہو گیا۔ قاضی کے خیموں کے رسوں میں سے ایک کے۔ ناگہ اس شخص کا اتفاقیہ پاؤں الجھ جانے سے جب خیمہ کو جنبش پہونچی تو اندر سے قاضی صاحب نے للکارا۔ کہ کون بیل ہے۔ جس نے خیمہ کو میرے سر پر گرا دیا ہے۔ بیل نے اس حقارت آمیز نخرہ کے جواب میں ایک ورق اندر پھینکدیا۔ جس پر نہایت بدیع اشعار میں چند ایسے سوالات پوچھے گئے تھے۔ کہ قاضی صاحب کی عقل چکر کھا گئی۔ جب منصور تک یہ قصہ پہنچا تو متحیر ہو کر پکار اوٹھا۔ یہ خدا کی شان ہے کہ ایک بدوی نے شہریوں کے قاضی القضاة اور علامہ کو ایسا ذلیل و شرمندہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ قاضی نے جواب تو دیا۔ مگر چار سال بعد جب کہ سائل فوت ہو چکا تھا۔ اس بدوی کا نام ابو عثمان الہلالی الرودانی بتایا جاتا ہے۔ یہ سوال و جواب بجنسہ عربی دان ناظرین کی دلچسپی و آگاہی کے لیئے یہاں درج کیئے جاتے ہیں۔

سوال

ان یا ابا المعالی سائل ترتقی	تفطن لہن یا حمیدی و اصدق
فما الحکم فی الاوزاغ ہل یباح اکلہا	وما الحکم فی موتی الجانین فانطق
وہل جار للمسبوق بعد تشہد	دعاء اذا رام اکمال ما بقی
وما وزن لیس یا ادیب و اصلہ	وما جمع قلت نصاع محقق
وما وزنہ سمر ولاتن و اثنتا	بجمع سواء و المقید اطلق
وبین لنا من فی اعوذ بربنا	من الجیس والتخمین فی الکل فاتق

سلہ جمع وزغ۔ جنگلی گرگٹ ۱۲

جواب

جوابک فی الاولی اباحت کہا — یحذ ہینا فاجزم بذاک وصدق
کذا ابن حبیب فی الخشاش ماجہ — لفتاحہ مثل العقارب فاسبق
وقد قیل فی الاوزاغ بجرم اکلہا — وذالک فی الکافی لیوسف فاتق
ومستقذر یحکی المخالف منعہ — وانکرہ التنبیہ فافہم ودقق
ورجح ما یحکی المخالف بعض من — لہ العزو للتحقیق لا للتشدق
وبیت مجنون جری خلف حکمہ — بعام کلام لا تمکن غیر متق
وتحقیقہا ان یجنون الذی طرا — یصیر کموت فصل الحق یعلق
تا ونہ بعد البلوغ طروہ — وحین یری قبل البلوغ فطبق
واونہ اخو الصلاح وتوعہ — وحینان بعصیان الکبیرۃ یلتقی
وحینا یدوم للممات ونارۃ — یفیق فخذ حکم الجمیع ووثق
ویندب للمسبوق دعوی تشہد — وفاق امام فی المناجات فارتق
ولیس لہ غسل کقال واصلہ — بکسر الیاء فاکسر العین ترتق
وجمعک صاعا فی اقلین باصوع — واصوع بہمزۃ الواو فانہج وحقق
وان نصبت فاقلبہ فیرجع صیعا — لضابط تصریف فللعلم شتوق
وصاع کعام عینہ فرع ضمتی — وتحریکہ فتح فترنہ وحقق -
وجمع سواء فالذی منہ جاء — باسوئۃ علم لقیاس فعرق
وشقۃ وزن الخطا یا قیاسہ — سواسیۃ نقل فیا سحق فانطق
ومقصد من فی العوذ بہ نحایۃ — فابلیس عبد العوذ عند الموفق

ولیعہد کی بغاوت کے منصور کو بڑے بیٹے سے جو دلی محبت تھی۔ اس کا ثبوت اس سے بل رہا ہے کہ اعیان دولت اور افراد خاندان سے دو دفعہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرائی۔ منصور کو اپنی ذات کے بعد دنیا میں اگر کسی کا خیال تھا۔ تو صرف اپنے ولی عہد کی بہتری کا۔ چنانچہ جب کبھی وہ خزانہ کے کسی صندوق کو مقفل کراکر اوپر اپنی مہر ثبت کرتا۔ تو بلا ناغہ ہر دفعہ یہ دعا ساتھ کرتا۔ کہ خدا

وند کریم اوسے شیخ (ولی عہد کا بیاری کا نام) کے نام سے کہلاتے مگر مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال ـ بمصداق ـ

ماکل ما یتمنی المرء یدرکہ　　تجری الریاح بما لا تشتہی السفن

منصور اوسے جیسا لائق و قابل دیکھنا چاہتا تھا ـ ویسا ہی نالائق و خبیث نکلا ـ وہ دنیات شراب و عصیان مین غرق رہتا ـ اور امور دین اور صوم و صلوٰۃ سے درگذر کر ملکی انتظام سے بھی روگردان ہو گیا ـ جب یہ خرابی زور پکڑ گئی ـ تو منصور کے وزیر ابو اسحق ابراہیم نے اوسے بہت سمجھایا ـ لیکن تربیت نااہل را چون گردگان بر گنبد ست ـ سدھرنیکی بجائے وہ اور بگڑ گیا ـ اور نصیحت کے صلہ مین ناصح کو زہر سے ہلاک کرا دیا ـ بعد ازان منصور کا کاتب ابی عبد اللہ محمد بن عیسیٰ مؤلف کتاب مد المدود والمقصور من سنا السلطان المنصور کا بھی نامہ بننے کی گستاخی کا مرتکب ہوا ـ تو اوسے بھی اس کی پاداش مین مقید کر کے اس کا کل مال و اسباب جس مین صرف سونے کے اسی وزنی برتن تھے ـ ضبط کر لیا جب پانی سر سے گذر گیا ـ اور باپ کے پاس متواتر شکایات پہونچنے لگین ـ تو اوس نے اوسے سخت زجر و توبیخ بتائی ـ اوسکا بھی اثر الٹا پڑا ـ تو منصور نے خود فاس جانیکا عزم کیا ـ یہ سنکر برخوردار فرزند نے اپنا کل لشکر جو تعداد مین ۲۲ ہزار تھا ـ اور اوسکا ـ اور اسکا ہر ایک سپاہی زربفت اور حریر کے لباس مین غرق گل اندام معشوق بنا پھرتا تھا ـ جمع کیا ـ اور ارادہ یہ کیا کہ تلمسان جا کر ترکون سے باپ کے برخلاف مدد ملنگے ـ منصور یہ خبر پا کر فاس جانے سے رک گیا ـ اور یہ سوچکر کہ شاید اسی طرح اوسکی عقل آ جائے ـ لطف و نرمی سے بیٹے کے نام فرمان لکھا کہ مین تمہین سجلماسہ اور درعہ کی گورنری دیتا ہون ـ اور وہان کی کل آمدنی تمہارے سپرد کرتا ہون اس خط کا کچھ اثر ہوا ـ حتی کہ وہ سجلماسہ کے ارادہ سے فاس سے روانہ بھی ہو گیا ـ مگر تھوڑے ہی دور جا کر پھر بدبختی سر پر سوار ہو گئی ـ اور شہر کو پلٹ گیا ـ اور پہلے ہی حال مین غرق ہو گیا ـ اس پر منصور نے چند اعیان دولت اور علماء ملت کو روانہ کیا ـ اونہون نے بہت سمجھایا ـ اور باپ کے غصہ و ناراضگی کے نتائج بد سے ڈرایا دہمکایا ـ مگر دیکھا کہ اوسے سوائے اپنی بدمعاشی

اور ان کے لوازمات سے اور کسی قسم کے کلام یا کام سے دل بستگی ہی نہین۔ ایک کان سُن رہا ہے۔ اور دوسرے کان تمام نصیحتون کو باہر نکال رہا ہے تو سخت مایوس ہو گئے تاہم جب اس نے اسقدر وعدہ کیا کہ اس نے بہلے گنے کا عزم چہوڑ دیا ہے۔ اور چند کہلم کہلا نالائقیون سے بہی محترز ہو گیا۔ تو اونہون نے اسی کو غنیمت سمجہا۔ اور واپس آکر رفع شر کے لیئے منصور کو کہدیا کہ اب وہ تائب ہو گیا ہے۔ . . . منصور جانتا تہا۔ کہ یہ محض دروغ مصلحت آمیز ہے۔ اب اس نے بلطف وحیل بیٹے کو قابو کرنے کی کوشش شروع کی کے اوسے ایک طویل خط لکہا جس مین اوس کے بعض کامون پر ڈانٹ بتائی کہین نرمی سے کام لیا۔ اور بڑا زور اس امر پر دیا کہ اُس نے بنو سعد کے شریک خاندان بنو طلحہ کے جو اکثر امرا اپنے گرد وپیش مناصب جلیلہ پر جمع کر لیئے ہین اس مین بہت غلطی کہائی ہے۔ ان لوگون پر اعتماد و بہروسہ کرنا اپنی بیخکنی کرنا ہے۔ بطور سابق اس طویل خط کا بہی جو باریک ٹائپ کے اڑہائی صفحہ پر پہیلا ہوا ہے۔ صرف عنوان ناظرین کی آگاہی کے لیئے یہان درج کر دیا جاتا ہے:۔

من عبد اللہ تعالیٰ المجاہد فی سبیلہ الامام المنصور باللہ امیر المومنین ابن امیر المومنین ابی عبد اللہ محمد الشیخ الشریف الحسنی ایداللہ اوامرہ وظفر عساکرہ الی ولدنا وولی عہدنا الامیر الاجل الافضل الاکمل الانمر بابا الشیخ وصل اللہ کمالکم وسنی من خیر الدین آبالکم ورحمۃ اللہ امابعد مکتابنا ہذا الیکم من حضرت مراکش حاطہا اللہ ولاجدید الاعودہ مولانا من الخیر اللہ الحمد للہ والمنۃ

یہ خط جو یکم جمادی الاول ۱۰۱۱ھ سنہ ہجری کو لکہا گیا۔ درحقیقت محض ابلہ فریبی کی غرض سے تہا۔ کہ سرکش و بدکردار ولی عہد مطمئن خاطر ہو کر باپ کی یورش و حملہ کیطرف سے بیفکر ہو جائے۔ ادہر اوسے یہ خط بہیجا۔ دوسری طرف دوسرے بیٹے زیدان کو حکم بہیجدیا ہے کہ ایک سو سوار تافیلالت کو راستہ بہیجدے کہ جو آدمی مراکش کیطرف سے شمال و مغرب کو جاتا ہوا ملے۔ اوسے واپس لوٹا دین۔ انہی ہدایات کے ساتہہ اپنے آزاد غلام مسعود الادری کو سلا کی سڑک پر بہیجدیا۔ پہر خود بارہ ہزار چیدہ سوار ہمراہ لیکر

اوائل جمادی الاول ۱۰۱۱ھ ہجری مین فاس کو روانہ ہوگیا۔ اور پیشتر اس کے وہان کسی کو کچھہ خبر پہونچے چند دنون مین ڈبل کوچ کرتا ہوا فاس کے متصلہ موضع الدُوح پہونچ گیا۔ اوسی دن ولی عہد نے کچھہ مصاحب موضع بدگور کی طرف یہ دیکھنے کے لیے روانہ کیے۔ کہ آیا کوئی مسافر مراکش کا بہی گذرتا ہے کہ نہین۔ اگر گذرے تو اس سے وہان کے حالات دریافت کرین۔ وہان پہونچکر تمام میدان کو فوج اور گھوڑون سے بھرا ہوا دیکھہ کر انکی حواس بیجان ہوگئے۔ اور بار نگ و روباختہ ولی عہد کو کل خبر جادی کہ تم چارون طرف سے گھر گئے ہو۔ اور بہاگنے کا کوئی راستہ نہین رہ گیا۔ بد نصیب کو سوقت بہی ہوش نہ آیا۔ نہ بدبختی نے اوس کا ساتہہ چھوڑا۔ تائب ہوکر سیدہا باپ کے پاس پہونچنے کی بجائے اپنے بدکردار حوالی موالی اور مصاحبون کو لیکر شیخ صالح کے زادیہ کو جو دریا ورغہ کے کنارہ ہے بہاگ گیا۔ شیخ موصوف ۹۹۵ھ ہجری کو فوت ہوچکا تہا۔ منصور کو خبر ملی۔ تو اُس نے جوذر پاشا اور قاید منصور البنیلی کو اس کی گرفتاری کے لیے بہیجکر سخت قسم کہائی کہ اگر وہ اوسے ساتہہ نہ لائے تو عبرت بخش سزا دیگا۔ جب یہ پہونچے تو ولیعہد کے حکم سے اوس کے رفقاء لڑائی کو تیار ہوگئے۔ اور اونپر گولیان چلائین۔ لیکن آخرش پکڑا گیا۔ اور باپ کے حضور لایا گیا۔ منصور اسوقت تک فاس مین داخل ہوچکا تہا۔ اوس نے ولیعہد کو مکناسہ کے قید خانہ مین بہیجدیا۔ اور اس واقعہ کے مفصل حالات اپنے بیٹے ابوفارس کو جسے مراکش مین اپنی جگہ چھوڑا یا تہا۔ تحریر کیے۔

کچھہ دنون کے بعد ولی عہد کی مان خیزران نے مراکش کے ان اعیان کو جو منصور کے ساتہہ آئے تہے۔ کہلا بہیجا کہ وہ اس کے بیٹے کی سفارش کرکے باپ کے دل کو اس کی طرف سے صاف کردین۔ وہ جب سفارش کو گئے۔ تو منصور نے اونکو جواب دیا۔ پہلے مکناسہ جاکر اوس کی حالت دیکھہ پھر جو رائے قایم ہو اس سے اطلاع دو۔ وہ جب مکناسہ گئے تو اوسے پہلے سے بدتر اور خبیث پایا۔ اُس نے اپنے بدکردار رفقاء کے حالات

دریافت کرنے اور انکی جدائی اور بیعزتی پر افسوس ظاہر کرنیکے سوا اور کوئی بات ہی نہ کی۔ ان لوگون مین سے چندنے واپسی پر ازراہ منافقانہ اس کی تعریف کی۔ کہ وہ اب سدہر گیا ہے۔ لیکن باقی ماندہ نے صاف کہدیا کہ وہ اس قابل نہین کہ اوسے دو شخصون پر بہی حاکم بنایا جائے۔ یہ سُنکر منصور نے پوچھا کہ پہر اس کا کیا علاج کیا جائے۔ اور تو سب خاموش رہے۔ لیکن خلیفہ کے مامون عبدالعزیز بن سعید ورتیتنی نے جواب دیا مین اس کی کرتوتون کو دیکھہ چکا ہون وہ کبھی نہین سدہریگا۔ اوسے قتل کرا دیا جائے۔ منصور کو یہ جواب بُرا تو نہ معلوم ہوا۔ مگر جواب دیا کہ بیٹے کو . . کس طرح مروا دون۔ پھر مکناسہ کے گورنر کو اُس پر اور زیادہ سختی اور تشدد کرنے کا حکم بہیجدیا۔ کہ شاید اسی سے اس کی حالت سدہر جائے۔

وبا اور قرنطینہ و دیگر احتیاطین

منصور کچھہ عرصہ بعد فاس مین ابوزیدان کو نائب چھوڑ کر خود مراکش واپس جانے کے لیئے شہر سے باہر میدان مین خیمہ زن ہو گیا۔ اتنے مین اوسے خبر پہونچی کہ مراکش اور بلاد سوس مین وبا نمودار ہو گئی ہے۔ اس پر اس نے اپنے بیٹے ابی فارس کو جو مراکش مین تہا۔ بمضمون ذیل خط لکھا۔

تمہارا خط مجھے سہ شنبہ کی شام کو ملا۔ اور آج چہار شنبہ کی صبح کو اس کا جواب لکھتا ہون۔ آج اگر دیوان اور دربار عام کا دن ہوتا۔ تو بھی تحریر جواب مین توقف نہ کرتا۔ تاکہ تمہین جلد میرا خط مل جائے۔ اگر شہر مین وباء خفیف سی بہی نمودار ہو جائے۔ یعنی خواہ ایک ہی شخص کے اس مین مبتلا ہونے کی خبر ملے۔ تو قائد محمد کے ماتحت ایک سو معتبر تفنگچی چھوڑ کر خود فوراً شہر سے نکل جاؤ۔ پہر شہر سے نکل کر یہان تک احتیاط رکھنا کہ جب تک سلامتہ پہونچ جاؤ راستہ مین کہین ایک یا دو دن سے زیادہ قیام نہ ہو۔ مزید بران تریاق کو بلا ناغہ بمقدار معلوم ہر روز استعمال کرتے رہو۔ باقی رہا تمہارا لڑکا اور دیگر صغیر السن اطفال انکو تریاق گرمی کریگا۔ انہین شربت معروفہ جسکی کثیر مقدار مین التولنسی کے پاس چھوڑ آیا ہون۔ دیتے رہو۔ اور جب کبھی دیکھو کہ اس کے استعمال سے

اون کے معدہ مین برودت پیدا ہو گئی ہے۔ تو ایک یا دو مرتبہ تریاق بقدر حاجت
انکو کہلا دیا کرتا۔ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے اور بحرمت خیر البشر تم سب کو
اپنے حفظ و امان مین رکہے۔ اور ملک کو اس مصیبت سے نجات بخشے۔

انتظام قحط کے در۔ تم نے یہ بہی لکہا ہے کہ خنق الوادی کے لوگون کے پاس صرف ایک
مہینہ کا غلہ رہگیا ہے۔ اس کے بعد اگر در بنیولا انہین غلہ نہ بہیجا گیا تو وہ قحط سے
مرنے لگ جائینگے۔ اس کے متعلق مین پہلے ہی حکم دے چکا ہون کہ تسمند کے رستہ
اونکو غلہ بہجوا دیا جائے۔ جو اگر روانہ کر دیا گیا ہے تو اب تک پہونچ گیا ہوگا۔
ورنہ اب بلا توقف اس کا تدارک کیا جائے۔ اگر سرکاری ذخیرہ مین کافی غلہ
نہ ہو تو خرید کر بہیجا جائے۔

تجہیز و تطہیر کے در۔ مین یہان تک لکہ چکا تہا کہ تمہارا دوسرا خط پہونچا۔ تمہارے
پاس کے گورنر یا کسی اور آدمی کیطرف سے جو خط آئے۔ اوسے تم خود ہرگز
نہ پڑہو۔ نہ قاصد کو اپنے مکان مین آنے دو۔ بلکہ لفافہ اپنے کاتب کے حوالہ
کرا دو۔ اور وہ اوسے پہلے سرکہ مین بہگو کر خشک ہونے کے بعد کہولا کرے
اور خود ہی پڑہکر تمہین اوس کے مضمون سے آگاہ کر دیا کرے۔

در۔ مجہے تمہارے مامون کے بیٹے احمد بن محمد الصغیر گورنر سوس کا خط
ملا ہے۔ جس مین وہ وہان کی وبا کی کثرت کی شکایت کرتا ہے۔ وہ یہہ
شکایت اسی لئے کرتا ہے کہ اوسے اپنے محل ماموریت کے چہوڑنے کے لئے
بہانہ بنجائے۔ تم نے اچہا کیا۔ کہ اوسے مراکش نہ آنیکی اطلاع دیدی۔ وہ ہماری
اجازت کے بغیر اور پہر ایسی صورت مین جبکہ ہم دار الخلافہ سے دور رہین۔ ایسی
جگہ سے جانیکا ارادہ رکہنے کی کس طرح جرأت کر سکتا ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا
تو وہ ہماری نظرون سے گر جائیگا۔ اور پہر کبہی یہ منزلت حاصل نہ کر سکے گا۔
ہان اگر وہان بیماری بہت ہی شدت سے پہیل جائے تو اس مین کوئی ہرج نہین
کہ وہ وہان سے نقل کر کے متصل علاقہ خنق الوادی مین چلا جائے۔"

پہر چند گورنرون کی تقرری و ماموری اور ترسیل غلہ اور قصر النخیل کی
جلد تکمیل کے متعلق لکہہ کر اپنے ایک پست قامت سرخ یا بو کی نسبت تاکید کی

کراوسے ہمیشہ سبز خورید نہ دی جاے کہ موٹا نہ ہو جاے۔ اور دن مین ایک دفعہ ضرور اس پر سواری کی جاے۔ اس کے بعد تریاق کے استعمال کی مکرر تاکید کرکے لکھا کہ (نئی تریاق (معجون) داروغہ ملبوسات کی تحویل مین ہے اوسے اپنے سامنے وہان سے نکلوانا۔ اور خاندان شاہی کے علاوہ فلان فلان یہان ایک غلام محل سرا کی ارد بیگنی اور کئی اور اشخاص کے نام درج ہین) کو بہی روزمرہ کہلائی جاوے۔ اور اپنے چچا کی بیٹی (یعنی اپنی بیوی) عزیز بابا عبدالملک کی مان کو پیچھے نہ چھوڑ جانا۔ اور میرے عزیز بچون (اولاد ابی فارس) عزیز بابا اور رضیہ کو بہت بہت پیار کرنا۔ اس بیاری لڑکی کے لیے میرا دل بہت ترس رہا ہے جمع اللہ بکم الشمل جمیعا آمین۔ بحرمت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم وآلہ خیرال والسلام۔"

کرنتینہ کی بحث میں اس خط کو بجنسہ نقل کرکے مولانا احمد مصنف استقصا دو اعتراض کرتے ہین۔ اول یہ کہ منصور کا ابی فارس کو وبا ظہور پر (خواہ وہ کیسی ہو خفیف کیون نہ ہو) مراکش سے نکل جانے کا حکم دینا خلاف شرع تہا۔ دوم یہ کہ سوس کے خطوط کے متعلق جو ہدایت کی وہ فرنگیون کے دستور قرنطینہ کے مشابہ تہی۔ جسے وہ وبا سے محفوظ رہنے کا ایک بڑا سبب سمجھتے ہین۔ اس کرنتینہ کے متعلق توںس کی جامع زیتون کے مدرسہ کے مالکی مدرس شیخ ابن عبداللہ المناعی التونسی المالکی۔ اور تونس کے حنفی مفتی شیخ محمد بیرم کی رائین نقل کین۔ مالکی عالم نے اوسے قضا سے فرار قرار دیکر حرام بنایا۔ اور حنفی مفتی نے مباح۔ میری اپنی عاجزانہ رائے یہ ہے کہ حرمت واباحت کے فیصلہ کے لیے پہلے یہ دیکہنا واجب ہے کہ امر زیر بحث مین مصلحت ومفسدہ کیا کیا ہے۔ اور کس کا پلہ وزنی ہے۔ اور اگر دونون مساوی ہون۔ تو اصول شریعت کے مطابق مفسدہ کو مصلحت پر مقدم سمجھا جائیگا۔ کرنتینہ پر بنظر امعان غور کرنے سے مین اس مین مصلحت اور مفسدہ دونون پاتا ہون۔ مصلحت یہ ہے کہ وہ بلاد زیر کرنتینہ کے باشندون کی سلامتی کے لیے قایم کیا جاتا ہے لیکن یہ مصلحت غیر محقق ہے۔ بلکہ مظنون بہی نہین۔ کیونکہ یہ عام مشاہدہ ہے کہ اکثر

زیر کرنتینہ علاقہ و بلاد مین گو اس کے قواعد و ضوابط کی پوری پوری تعمیل کیگئی ہو۔ وبا داخل ہو جاتی ہے۔ جس کا یہ بیان ہو کہ کرنتینہ ہمیشہ سلامتی کا موجب ہوتا ہے۔ وہ اس کا ثبوت پیش کرے۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ کرنتینہ کی مصلحت مشکوک بلکہ معدوم ہے۔ اور ایسے امر کو شریعت کبھی قابل التفات نہین سمجھہ سکتی۔

باقی رہے مفاسد۔ وہ دونون قسم کے دینی و دنیاوی اس مین پائے جاتے۔ دنیوی یہ ہے کہ تاجرون اور مسافرون کو اس سے سخت تکلیف پہونچتی ہے۔ اور ان کے کاروبار مین بہت بڑا ہرج واقع ہوتا ہے۔ دینی یہ ہے کہ اس سے مومنین کے اعتقاد مین خلل اور توکل مین رخنہ پڑجاتا ہے اور یہ سمجھنے لگ جاتے ہین۔ کہ وہ خدائی قضاء کا دافعہ اور اس سے بچانیوالا ہے۔ اور اسطرح عوام الناس قصور افہام سے ضعف ایمان کے ورطہ مین پھنس جاتے ہین۔ یہ دونون مفسدات تحقیقی اور عام مشاہدہ کی بات ہین پس کرنتینہ کی حرمت صاف ظاہر ہے۔

حافظ قسطلانی نے اپنی کتاب جامع الصحیح مین سورہ نساء کی آئیت لاجناح علیکم ان کان بکم اذی من مطر او کنتم مرضی ان تضعوا اسلحتکم وخذوا حذرکم۔ کی تفسیر مین جو یہ لکھا ہے کہ اس سے جمیع مضار مظنونہ سے حذر کرنیکا وجوب ثابت ہو رہا ہے۔ اور بنا برین دوا سے علاج کرنا اور وبار سے احتراز کرنا اور جھکی ہوئی دیوار کے نیچے بیٹھنے سے محترز رہنا واجب ہے۔ اس سے ایسا حذر مفہوم ہے جس کی شریعت اجازت دیتی ہے۔ مثلاً اس کا یہی حکم کہ جس علاقہ مین وبا ہو وہان نہ جاؤ۔ اور بیماری کا لائق طبیب سے علاج کروانا نہ کہ ایسا حذر جس سے کوئی مفسدہ اور اعتقاد مین خرابی پیدا ہوتی ہو۔

مولانا احمد کی اس قطعی رائے سے استاد ابو محمد عبد اللہ بن الہاشمی بن خضراء السلاوی نے بھی جو کئی برسون سے مراکش کے قاضی ہین کامل اتفاق کیا ہے۔ لیکن حنفی علماء نے ہر جگہ اس کی اباحت کا فتویٰ دیدیا ہے چنانچہ سلطنت عثمانیہ مین جہان فقہ حنفیہ کو مقدم سمجھا جاتا ہے۔ اب کرنتینہ

کا عام رواج ہے۔

وفات منصور وبا، کی خبر سنکر فاس کے میدان مین ہی رنگ گیا تھا مگر قضا، کو کوئی تدبیر یا احتیاط نہ روک سکی۔ اور اسی وبا سے فوت ہوا۔ جس کا ادسے بڑا خوف تھا۔ یہ بیماری اوسے ۱۱ ربیع النبوی سنہ ۱۰۱۲ ہجری کو بروز چہارشنبہ چمٹی۔ اور دوشنبہ کو (سنہ ۶۰ مین)، راہی ملک بقا ہو گیا۔ اسے پہلے فاس مین جامع اعظم کے مقصورہ کے سامنے دفن کیا گیا۔ مگر بعد ازان اس کی لاش کو مراکش لیجا کر جامع المنصور کے سامنے قبرستان شرفا رین دفن کیا گیا۔ اس پر ابتک عالیشان عمارت کھڑی ہے۔ اور قبر کے تعویذ پر یہ تاریخی کتبہ نقش ہے:۔

ہذا ضریح من غدت به المعالی تفتخر

احمد منصور اللوا بکل مجد مبتکر

یا رحمۃ اللہ اسرعی　　بکل نعمی تستمر

وہا کری الرمس بما　　ومن رضاہ منہمر

وطیبی ثراہ من　　تذکرہ کرہ العطر

وافق تاریخ الوفا　　ہ دون تفنید ذکر

مقعد صدق وارہ　　عنہ ملیک مقتدر

یہ وبا سنہ ۱۰۰۶ ہجری سے شروع ہو کر سنہ ۱۰۱۶ ہجری تک بلا مبرم کیطرح مراکو پر متسلط رہی اور گھرون کے گھر ویران اور شہرون کے شہر برباد کرکے رخصت ہوئی۔ عوام نے بعد مین یہ مشہور کر دیا تھا۔ کہ منصور کو اُس کے بیٹے زیدان نے اپنی مان مشبانیہ کے اشارہ پر وبا کے ظہور پر زہر دیکر اطبا کو اس کے معالجہ سے روک دیا۔ جب منصور کو اوس کا علم ہوا۔ تو اُس نے زیدان کو بد دعا دیکر کہا۔ زیدان تو نے جلدی کی۔ زیدان کو تھوڑے عرصہ مین شکست اوٹھانی پڑی تھی۔ عوام اسکا سبب اسی بد دعا کو سمجھتے رہے۔ مگر یہ روایت از سر تا پا غلط ہے۔ منصور در حقیقت وباہی سے فوت ہوا تھا۔

سیرت وخصائل منصور با سیاست۔ خوش انتظام۔ حازم وبیدار مغز۔ اور اہم معاملات مین مشورہ کر لینے کا عادی تھا۔ ہر چہارشنبہ کو دیوان منعقد کرتا۔

جس مین تمام اعیان دولت جمع ہونتے۔ اور اون سے اہم معاملات پر رائے لیجاتی۔ اس کے علاوہ دربار عام مرتب کرتا۔ جس مین ہر فریادی کو حاضر ہونیکی عام اجازت ہوتی۔ باخبر ایسا تہا کہ ملک کے ہر حصّے کے حالات کی ذرہ ذرہ خبر اسے برابر پہونچتی رہتی۔ اور گورنرون کے خطوط کے جواب مین ایک لمحہ کا توقف نہ کرتا۔ اسی لیے کاتبان شاہی کو ہر وقت حاضر رہنے کا حکم تہا منصور کا مقولہ تہا کہ اور سب معاملات مین توقف واہمال ہوسکتا ہے۔ مگر عمال کے خطوط کے جواب بین درنگ خالی از نقصان نہین۔ وہ وسیع النظر اور وسیع المطالعہ فرمانروا تہا۔ اوس نے ایک بیش قیمت کتب خانہ جمع کیا۔ اور ارادہ رکھتا تہا کہ شرفا کی تمام نظمون اور دیوانون کو جمع کرے۔ اوس نے علم سیاست اور اوعیہ مخصوصہ پر خود بہی دو کتابین تصنیف کین۔ جو علماء مصر کے پاس تبصرہ و تقریظ کے لیئے بہیجی گئین۔ وہ خطاط بہی اعلے ایایہ کا تہا۔ اس فن مین اس نے ایک قابل قدر ایجاد بہی کی۔ بلاد مشرق کی رسم الخط مین خطوط لکہتا۔ مشہور لباس منصوریہ کا بہی وہی موجد ہے۔ ممالک غیر سے اوس کے تعلقات ہمیشہ دوستانہ رہے۔ سلطنت عثمانیہ سے اس کے تعلقات کی توضیح ہو چکی ہے۔ سنہ ۱۶۰۱ء مین اوس نے انگلستان کو بہی ایک خاص سفارت روانہ کی۔ اور اپنے محل البدیع کی تعمیر کے لیئے اوس نے اجنبی صناع بہ تعداد کثیر منگوائے۔

وہ باوجود اس تمول اور آمدنی کی کثرت کے بہت ہی حریص تھا رعایا پر اوس نے پہلے ہی ٹیکس سنگین نہ کر دیئے۔ بلکہ کئی نئے بہی ایزاد کئے اور انکی وصولی مین بڑے تشدد و جبر سے کام لیتا۔ جس کی وجہ سے وہ رعایا مین فی الحقیقت ہردلعزیز نہ رہگیا تہا۔ حرص و طمع کے علاوہ سنگدل بہی بڑا تہا۔ ذرا سے قصور پر قوم کی قوم کو سخت سزائین دیتا۔ اس کا یہ عام قول تہا کہ اہل مغرب مجنون ہین۔ اور زنجیر وسلاسل اون کے شفاخانے ہین۔ مگر اوس کے ساتھ بہی یہ خوبی رکھتا تھا کہ علے العموم عمال کے ظلم و ستم کو روا نہ رکھتا۔

قصور و محلات کے علاوہ اوس نے جنگی تعمیرات بھی بتعداد کثیر تیار کرائے۔ فاس کے باہر جو عجیب و غریب قلعے بنام باستنیات[1] اب تک موجود ہین۔ وہ اسی کے تیار کرائے ہوئے ہین۔ ان کے استحکام اور مضبوطی کا اندازہ کچھ دیکھنے سے ہی اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ انکی عمارت بروز دوشنبہ ۲۲ ربیع الاول ۹۹۶ھ سے شروع ہوئی تھی۔ ان کے علاوہ بندر العرائش اور کئی دوسرے شہر کی حفاظت کے لیئے بھی قابل دید قلعے تعمیر کرائے۔

معرکہ وادی المخازن کے بعد فوراً ہی ۹۸۶ھ ہجری مین تمام قحط پڑنے کی کیفیت اور اس کی نسبت لوگون کے عام اعتقاد کی توضیح ہو چکی ہے۔ اسی سال ایک اس قسم کی وبائی کھانسی ملک مین پھیل گئی کہ انسان ذرا کھانسا اور دم ہوا ہو گیا۔ بلا طاعون پہلے پہل ۱۰۰۶ھ ہجری کو مراکش مین داخل ہوئی۔ کئی اولیاء اللہ اور اعیان دولت بھی اس نامراد کی بھینٹ چڑھے ۱۰۰۱ھ ہجری مین کثرت باران سے دریا کے بند ٹوٹ جانے سے فاس کے بیشمار مکانات منہدم ہو گئے۔

مین نے منصور کے عہد کے حالات عمداً بکمال شرح و بسط سے اس غرض کے لیئے تحریر کیے ہین۔ کہ ناظرین کو سرزمین مغرب اور وہان کے فرمانرواؤن کے عوائد و ضوابط۔ عادات و مراسم وغیرہ وغیرہ جملہ حالات سے جب ایکدفعہ پوری آگاہی ہو گئی۔ تو آئندہ ایسی توضیح و تفصیل کی احتیاج نہ رہجائے گی چنانچہ اس سے آگے مین پھر زیادہ تر مسٹر میکنس کی کتاب کے ترجمہ پر اکتفا کر کے منصور سے پہلے سلاطین کے حالات کی طرح اختصار سے کام لونگا۔

سلطان زیدان اور خانہ جنگیان۔

منصور نے اگرچہ خانہ جنگی کی روک تھام ہی کے لیئے مامون الشیخ کی دو دفعہ بیعت کرائی تھی۔ اور اس امر کا اوسے بڑا خیال تھا۔ مگر منشاء ایزدی یہ نہ تھا۔ اس کی آنکھین موندتے ہی ایسی خانہ جنگی برپا ہوئی۔ جو خاندان کو تباہ کرنے سے پہلے ختم نہ ہوئی۔ فاس مین زیدان

[1] الطالین و انگریزی لفظ باسٹین بمعنی حصن و قلعہ کا معرب [2] زیدان نے فاس بکاجلنے سے پہلے بزمانہ گورنری تادلہ کے علاقہ مین دریائے ام الربیع پر ایک نیا شہر بنام زیدانیہ تعمیر کرانا شروع

نے اور مراکش مین ابو فارس عبد العزیز نے شاہی لقب اختیار کیا۔ محمد الشیخ کو
مکناسا کے گورنر نے ابو فارس کے پاس پہونچا دیا۔ ابو فارس اور محمد کے بہائی او
ایک ہی مان سمات خیرزان دجس کا دوسرا نام جوہر بھی تھا) کے فرزند تھے۔ ابو فار
نے عبد اللہ او اثق باللہ کا لقب پسند کیا۔ منصور کے اکثر اعیان دولت اور تمام
باشندگان مراکش نے اس کے ہاتھہ پر بخوشی بیعت کی۔ کیونکہ زیدان عموماً باہر او
وہ باپ کے پاس رہا کرتا تہا۔ زیدان نے ابی فارس کو اطاعت تسلیم کرنے کیلئے
کہا۔ اور انکاری جواب ملنے پر مراکش پر چڑہائی کر دی۔ ابو فارس نے فوج کی
کمان اپنے کم سن بیٹے عبد الملک کو سپرد کر کے جو ذر پاشا کو اوس کے ساتھہ
کر دیا۔ یہ لشکر روانہ ہو چکا تھا۔ کہ اوسے چند مشیرون نے صلاح دی۔ عبد الملک
ابھی بچہ اور زیدان ایسے کہن سال نبرد آزما کے مقابلہ کے ہرگز لائق نہین
شیخ محمد کو اگر یہ مہم سپرد کی جائے تو ایک یہ بہی فائدہ ہوگا کہ فاس کے لوگ
جہان وہ عرصہ تک حکمران رہ چکا ہے۔ اوسے دیکھتے ہی زیدان کو چھوڑ کر اُس
کو آملین گے۔ یہ مشورہ اوسے پسند آیا۔ بہائی کو قید خانہ سے بلا کر وفاداری
و اطاعت کا حلفیہ عہد لیا۔ اور پھر چند سو متفرق قسم کی سپاہ دیکر جسے منصور نے
کا غود مستقر بلاد سوڈان، بھیجنے کے لیئے جمع کیا تہا۔ راتون رات پہلے لشکر
کیطرف روانہ کر دیا۔ دونون لشکر دریا ام الربیع کے قریب ہم مقابل ہوئے
زیدان کے اکثر آدمی جیسی کہ توقع کی گئی تہی۔ شیخ محمد کو آملے۔ اور زیدان
کو شکست ملی۔ زیدان فاس کو بھاگ گیا۔ مگر جب وہان کے باشندون کا
رُخ پھرا ہوا دیکہا۔ تو اہل و عیال لیکر تلمسان ترکون کے پاس بہاگ گیا۔
ابو فارس نے اپنے اعیان کو سکہار کھا تہا۔ کہ جسوقت زیدان کو شکست ملے
تم نے شیخ محمد کو قابو کر لینا۔ دل را بدل رہیست۔ محمد کے دل مین پہلے سے
ہی یہ بات کہٹک گئی تہی۔ اس نے زیدان کے بہاگنے سے پہلے ہی اہل فاس
کو اپنے گرد و پیش جمع کر لیا تہا۔ جن کی وجہ سے ابو فارس کی فوج اس کے برخلاف
کرنے کی جرأت نہ کر سکی۔ محمد بڑے طمطراق سے فاس مین داخل ہوا۔ اور
مراکشی لشکر کو واپس بہیجدیا۔ پھر نیا لشکر مرتب کر کے اوسے اپنے بیٹے عبد اللہ

کے ماتحت فتح مراکش کے لیئے روانہ کیا شہر سے باہر فریقین مین مقابلہ ہوا
ابو فارس شکست کہاکر مقام مستیوہ کو بہاگ گیا۔ اور مراکش مین بہی محمد الشیخ
کا سکہ وخطبہ جاری ہوگیا۔ عبد اللہ ۲۰ شعبان ۱۰۱۵ھ ہجری (۱۶۰۶ء) کو داخل
ہوا تہا۔ یہ باپ سے بہی بڑہکر ہنجار اور بدکردار ثابت ہوا۔ اوس نے
اپنے لشکریون کو عام غارتگری اور پردہ دری کی اجازت دیدی۔ اور
خود فسق و فجور مین یہانتک بڑہگیا کہ اپنے دادا منصور کی کنیزون سے
بہی زنا کرنے سے نہ رکا۔ اور روزہ نہ رکہنا درکنار۔ دن کے وقت رمضان
مین علانیہ شراب پینے اور بدکاریون کے ارتکاب سے بہی نہ جھجکا۔ یہ حالت
دیکہ کر اہل مراکش دلون مین تنگ آگئے۔ حسن اتفاق سے زیدان بہی
جلد ملک کو لوٹ آیا تہا۔ تلمسان پہونچکر اوس نے الجزایر کے ترکی گورنر سے
مدد کی درخواست کی۔ جب وہان سے حسب مطلب جواب نہ ملا۔ اور مدد
کی امید نہ رہی تو تلمسان سے اپنے ملک کو واپس آکر پہلے جبل ماسہ۔ پہر
ورعہ اور بعدازان سوس مین آگیا۔ اہالی مراکش کا خط اوسے وہین ملا
جس مین لکہا تہا کہ خواہ وہ بالکل یکہ و تنہا ہو کچہہ پرواہ کرے۔ اور جلد آجائے
اس طلبی پر وہ مراکش کو چلدیا۔ جہان رات گئیتو پہونچا۔ اوسکے پہونچنے کی دیر
تہی۔ کہ باشندون نے عبد اللہ اور اوس نے رفقاء کو تلوارون پر رکہ
لیا۔ جن مین سے پانچہزار قتل ہوئے۔ اور باقی معہ عبد اللہ بحال تباہ
فاس کو بہاگ گئے۔ یہ واقعہ ۱۰۱۵ھ ہجری کے اواخر مین گذرا۔

ان لوگون کے پہونچنے پر اہالی فاس مین جوش انتقام بڑی تیزی
سے مشتعل ہوگیا۔ شیخ محمد نے پہلی مہم کے لیئے تجار سے روپیہ قرض لیا تہا۔
دوسری مہم کے لیئے باپ کے اعیان اور سردارون کو لوٹا۔ اور دوسری
مہم تیار کرکے عبد اللہ کو پچہلے پاؤن مراکش کیطرف بہیجدیا۔ ہزارون فاسی
اپنے مقتولین کا عوض لینے کے لیئے بلاتنخواہ و معاوضہ بطور خود ساتھ
شامل ہوگئے۔ زیدان نے اپنے ترک سپہ سالار مصطفےٰ پاشا کو مقابلے کے
لیئے روانہ کیا۔ مگر فاسیون کے غیظ وغضب کا مقابلہ آسان نہ تہا۔ مصطفےٰ کو

سخت شکست ملی - اور اس کے ۹ ہزار آدمی اس معرکہ مین کام آئے - یہ لڑائی شعبان ۱۰۱۶ھ ہجری مین بمقام تافلفلت ہوئی - مراکشی عبداللہ کے ہاتھ دیکھ چکے ہوئے تھے - ۱۳ ہزار کی جمعیت مین اونہون نے شہر کے متصل دوسرا مقابلہ کیا - اس مین بھی انہین زک پہونچی - جس پر زیدان کوہستانی علاقہ کو بھاگ گیا - اور اکثر باشندگان شہر بھی عبداللہ کے لشکریون کے خوف سے جنہون نے پہلے سے بڑھکر طوفان بے تمیزی برپا کیا - متصلہ پہاڑ جبل جیلیز کو چلے گئے - وہان اونہون نے سلطان محمد الشیخ نہم کے ایک پوتہ محمد بن عبدالمومن کو جو بڑا انیک نہاد شاہزادہ تھا - اپنا خلیفہ بنایا - عبداللہ اس نئے رقیب کی گرفتاری کے لیئے جبل جیلیز پہ حملہ آور ہوا - مگر چہ شوال ۱۰۱۶ھ ہجری کو سخت شکست کھاکر فاس کیطرف ہٹ جانے پر مجبور ہوگیا - راستہ مین قلت رسد سے اس کی شکست خوردہ سپاہ کو بڑی تکلیف پہونچی - ایک ایک روٹی دو دو روپیہ پر بکی - آسودگی مین اونکو کبھی رعیت پر رحم نہ آیا تھا - اب تو فاقہ مر رہے تھے - جو بستی یا خیمہ دکھائی دیا - اوسے فوراً لوٹ گیا - اور کسی عورت یا لڑکی کی عصمت سالم نہ رہنے دی - ان نامراد ظالمون کی جماعت ۲۴ شوال کو فاس پہونچی - عبداللہ کی ہزیمت پر محمد بن عبدالمومن مراکش مین داخل ہوا - وہان ڈیڑھ ہزار آدمی عبداللہ کے لشکر کے پیچھے رہ گئے تھے - محمد نے قصور معاف کرکے اونکے لیئے روزینہ مقرر کردیا - یہ امر اہالی مراکش کو ناگوار گذرا - اور انہون نے چوری سے خط بھیجکر زیدان کو پھر بلا بھیجا - محمد نے شہر سے باہر مقابلہ کرکے شکست کھائی - اور زیدان پھر تیسری دفعہ ۱۰۱۸ء مین تخت مراکش پر متمکن ہوگیا - عبداللہ کے پسماندہ لشکریون سے اس نے بھی درگذر کی - شرح زہرۃ الشماریخ مین جبل جیلیز کے پیر کو سلطان ابوالعباس اعرج کی اولاد مین سے ابوحسون نام ایک شخص بتایا گیا ہے - اور اسی مضمون کی روایت زیدان کے خط مین درج ہے مگر اکثر مورخین نے پہلی روایت کو ہی ترجیح دی ہے -

اندلس کے مخروج مسلمان } فتح غرناطہ کے بعد عیسائیون نے سرزمین اندلس کے مسلمانون پر جو ظلم و ستم کیئے اونکا حال مختصر تذکرہ اسی کتاب مین پہلے کسی

دفعہ ہوچکا ہے۔ فتح غرناطہ یعنی ۸۹۷ھ ہجری سے سوقت (۱۰۱۷ھ) تک اگرچہ لاکھوں مسلمانوں نے متفرق اوقات میں وطن کو خیرباد کہا۔ اور لاکھوں بالجبر عیسائی بنائے گئے۔ پھر بھی جو درخت تقریباً ۸ سو برس سے قائم تھا۔ اس کی سو سوا سو برس کے عرصہ میں کامل طور پر اکھاڑنا سہل کام نہ تھا۔ اندلسی عیسائیوں کے دلوں میں مسلمانوں کیطرف سے کچھ ایسا وہم مرکوز یا ایسا سخت متعصب راسخ ہوچکا تھا۔ کہ جنکو انہوں نے عیسائی بنالیا تھا۔ اونکی طرف سے بھی انکو اطمینان حاصل نہ ہوتا تھا۔ اور ان کے لیئے بھی ویسے ہی ذلت بخش قوانین جاری تھے۔ جیسے خالص مسلمانوں کے لیئے ہتھیار درکنار اونکو معمولی چاقو تک کے بھی پاس رکھنے کا اختیار نہ تھا۔ ان کے مظالم سے تنگ آکر کئی دفعہ پسماندہ مسلمانوں نے کوہستانی علاقوں میں بغاوتیں کیں۔ مگر کوئی اور سلطان طاقت ایکدفعہ بھی فریاد کو نہ پہونچی۔ اور انجام یہ ہوتا کہ انکی حالت پہلے سے بھی ردّی ہو جاتی۔ مراکو میں جو اندلسی آکر آباد ہوئے۔ ان میں سے اکثر کو سعدی سلاطین نے جیسا کہ پہلے ذکر ہوچکا ہے۔ فوج میں بھرتی کر لیا تھا۔ ہمیش اندلس انہی سے مرتب تھا۔ اور فتح سودان میں زیادہ تر حصہ اسی سپاہ نے لیا تھا۔ سنہ ۱۶۱۰ء مطابق (۱۰۱۶ھ) ہجری میں فلپ ثانی شاہ ہسپانیہ نے ایک مسلمان یا مسلمان بنسل عیسائی کے ملک میں نہ رہنے دیئے جانیکا حکم صادر کرکے ملک سے نکل جانے کے لیئے صرف تین دن کی مہلت دی۔ جس کے بعد پیچھے رہنے والوں کو سزا ر موت کی مستوجب قرار دیا گیا۔ مال اسباب میں وہاں میں سے فقط نقدی ساتھ لیجانیکی اجازت دیگئی۔ اس حکم سے فقط چار برس کے بچے پیچھے رہنا[۱] پسند کریں نیز عیسائیوں کی مسلمان بیویاں۔ اور مسلمانوں کی عیسائی عورتوں کے ایسے بچے جو چھ ماہ سے کم عمر کے ہوں۔ مستثنیٰ رکھے گئے۔ عیسائی بیویوں کو ساتھ لے جانیکی اجازت نہ دی گئی۔ نہ ان کے مسلمان خاوندوں کو پیچھے

۱؎ اللہ اکبر۔ سفاہت اور ڈھٹائی ہو تو ایسی۔ چار برس کا بچہ اور اسپین رہنے یا جانیکا فیصلہ کرسکنے کی تمیز ہو۔ صاف یہ کیوں نہ کہا کہ بچے غلام بنانے کے لیئے رکھ لیئے جائینگے۔ مترجم

رہنے کی۔ صرف صوبہ ارا گان کے ایک سو تیس مقامات سے ۴۶ ہزار مسلمان جو تیرہ ہزار آٹھ سو ۳۰۹ خاندانوں مین منقسم تھے جلاوطن کیے گئے۔ اور بلک تمام جہاز اونکو افریقہ کے سواحل پر چھوڑ آنے کے لیئے بیگاری پکڑے گئے ہزارون فاس کو۔ ہزار ہا تلمسان اور وہران کو اور بیشمار تونس کو گئے۔ راستہ مین ان خانمان بربادون کے ساتھہ خانہ بدوش مسلمان بھائیون نے عیسائیون سے کچھہ کم سلوک نہ کیا۔ اور اکثر کے کپڑے تک اوتار کر برہنہ کر دیا۔ البتہ جو تونس کی طرف گئے وہ اس تازہ مصیبت سے بچے رہے۔ اور ترکی گورنر تونس عثمان دائی نے روپیہ وغلہ سے ہی اونکی دستگیری نہ کی۔ بلکہ علاقہ مین جابجا بستیان بہی ان کے لیئے تعمیر کرا دیئے۔ اہالی تونس نے ان لوگون سے کئی نئی صنعتین سیکہین۔ جن کی طفیل دنون مین مالا مال ہوگئے۔ ان خانمان ویران مہاجرین کی کچھہ تعداد الجزائر۔ سلا اور تطاوین مین آباد ہوئی۔ سلا کے مہاجرین نے اعدا سے بدلہ لیتے رہنے کے لیئے بحری قزاقی کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اور اس مین ایسی مہارت پیدا کی کہ ابتک تجارتی جہاز اون کے نام سے ڈرتے ہین دوسری طرف اس شہر کو اپنی بینظیر صناعی سے نمونہ فردوس برین بنا دیا۔ جہان اونہون نے قلعہ کے علاوہ کئی عالیشان محل اور مکانات تہوڑی مدت مین تیار کر لیئے۔ مسٹر مسکینس کا بیان ہے کہ سلا کے اندلسی کچھہ عرصہ بعد ایک طرح سلطان مراکو سے بہی آزاد ہو گئے تھے۔ اور اوسے انکی برخلاف ۱۶۲۵ء مین انگلستان کے بادشاہ چارلس اول سے مدد مانگنی پڑی تہی۔ ان مہاجرین کا کچھہ حصہ قسطنطنیہ عظمیٰ۔ شام اور مصر مین بہی جا کر آباد ہوا۔

فاس کی فتح در حقیقت اہالی فاس بہی محمد الشیخ کی اعمال ناسزا سے پھر کبیدہ خاطر ہوئے تھے۔ چنانچہ جب اوس نے اواخر ذی الحجہ ۱۰۱۶ہجری مین تیسری دفعہ اپنے بیٹے کو مراکش کیطرف روانہ کیا۔ تو زیدان نے اوس کے لشکر کو باآسانی بسپا کر دیا۔ اور فوج کا حصہ کثیر اس کے ساتھہ جا ملا۔ اس کے معاوضہ مین زیدان نے اہالی فاس کی سابقہ سرتابی کو معاف کر دیا۔ اور متفقہ لشکر لیکر فاس کیطرف بڑھ آیا۔ محمد الشیخ مقابلہ کی طاقت نپا کر العرئش کو بھاگ گیا۔ زیدان کے ایک

لشکر نے ابو فارس کا بہی تاحیہ تنگ کر رکھا تہا - وہ بہی بہائی کے پاس العریش پہونچ گیا - اور وہین عبداللہ باپ کو جاملا - متذکرہ صدر معرکہ ۱ شوال ۱۰۱۰ھ کو مقام روس الشعاب مین ہوا تہا - فاس مین داخل ہوکر زیدان نے اپنے ترک سپہ سالار مصطفی پاشا کو مفرورین کی گرفتاری کے لیئے العریش بہیجا جس پر محمد الشیخ معہ والدہ شاہ ہسپانیہ سے مدد مانگنے کے لیئے جہاز پر سوار ہو گیا اور ابو فارس معہ عبداللہ بنی یہتاسن کے علاقہ کے ایک یہودی ابن مشعل کے مکان مین چہپ گئے - سنہ ۱۰۱۱ ہجری کے آغاز پر زیدان پیچہے مراکش مین کچہہ فساد ہوجانے کی خبر ملنے پر ادہر روانہ ہو گیا - اور مصطفےٰ پاشا کو فاس مین نایب چہوڑ گیا - اس کی روانگی کی خبر سنکر عبداللہ اور ابو فارس کچہہ لشکر لیکر فاس پہونچ گئے مصطفےٰ شہر سے باہر مقابلہ کو آیا - مگر لڑائی ابہی شروع نہین ہوئی تہی - کہ گہوڑے کے ٹہوکر کہانے سے وہ گر پڑا - اور گرتے ہی دشمنون سے اس کا کام تمام کر دیا - اسپر زیدان کی فوج کے پاؤن اکہڑ گئے - ہزار ہلاک ہوئے - اور مصطفےٰ کے لشکر تمام خیمہ و خرگاہ فاتحین کو غنیمت مین ملا غنیمت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ صرف شیر دار گائین ۷ ہزار ملین - یہ معرکہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۰۱۲ء کو ہوا -

اس فتح سے فاس پر پہر عبداللہ بن محمد کا تصرف ہو گیا - ابو فارس اسکا چچا ہی ساتہہ - کچہہ دنون بعد عبداللہ کو خبر ملی - کہ شراکہ لشکر کے سردار ابو فارس کو خلیفہ بنانے کی سازش کر رہے ہین - وہ یہ سنتے ہی ایک جرنیل کو ہمراہ لیکر رات کیوقت چچا کے محل مین گیا - جسے قالین پہ اپنی کنیزون کے وسط مین بیٹہا ہوا پایا - اور وہین اسکا کام تمام کر دیا - یہ جمادی الاول ۱۰۱۶ھ ہجری کا واقعہ ہے -

زیدان مصطفےٰ کے قتل اور فاس کی تسخیر کی اطلاع ملنے پر کوہستانی علاقہ کے راستہ فاس کو روانہ ہوا - اسوقت تک العرایش پر محمد الشیخ کے اذن سے ہسپانوی قابض ہوچکے تہے - عبداللہ کو باپ کی یہ حرکت سخت ناگوار گذری - اور اوس نے تمام جہاد کا اعلان کر دیا - لیکن ابہی لشکر العرایش

کو روانہ نہ ہوا تھا۔ کہ زیدان سر پر پہونچگیا۔ زیدان کو پہلے تو فتح ہوئی۔ اور وہ شہر پر قابض ہو گیا۔ جہان کے باشندون کی بدعہدی سے ناراض ہو کر اس نے دو دفعہ کچھ کچھ عرصہ کے لیے قتل عام کرایا۔ مگر پھر تہوڑے ہی دلون بعد عبداللہ کے ہاتھ سے شکست اوٹھا کر مراکش کو چلاگیا۔ اور اس ہزیمت کے بعد پھر فاس کا رُخ نہ کیا۔ وادی ام الربیع سے پرے کے علاقہ پر قناعت کرکے فاس کو عبداللہ بن شیخ کے لیے چھوڑ دیا۔ جو مدت العمر اس پر قابض رہا۔ اس کے بعد وہان برسون تک بدامنی و بغاوت کا دور دورہ رہا۔ کتاب ابتہاج القلوب مین اس وقت کے ایک مجذوب شیخ سیدی کدّار کا قصہ نقل ہے۔ کہ جب اس سے بادشاہون وقت کے متعلق پوچھا گیا۔ تو جواب ملا کہ سلطان الشیخ جس نے العرائش عیسائیون کو دیدیا ہے۔ اہل اللہ نے اس کے کہونٹے وہین ٹھونک دیے ہین۔ موت تک وہ وہان سے آگے نہین بڑھ سکے گا۔ باقی رہا زیدان اوسے مولا ادریس نے اس قتل عام کی سزا مین ایسی لات ماری ہے کہ ام الربیع کے پار پھینکدیا ہے۔ جس سے وہ آیندہ کبھی تجاوز نہین کر سکیگا۔"

العرائش پر ہسپانوی قبضہ

محمد الشیخ (مامون) نے العرائش پہونچکر ایک اطالین تاجر کو بحیثیت سفیر ہسپانیہ بہیجا۔ اور شاہ اندلس کو لکھا کہ اگر وہ روپیہ اور فوج سے مدد دے تو مین العرائش سلا اور القصر اوس کے حوالہ کر دون گا۔ پھر وہ جب خود ہسپانیہ پہونچا تو صرف العرائش پر فیصلہ ہوا اور مامون ہسپانوی کمک لیکر ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۰۱۸ ہجری مین حجر بادیس مین پہونچ گیا۔ اہل فاس نے اس کی آمد کی خبر سُنی تو مخالفت و مزاحمت کے انجام سے خوف کھا کر اپنے اعیان کو پہلے سے قبول اطاعت کے لیے مامون کے پاس بہیجدیا۔ مگر عوام مین مامون کی اس حرکت سے کہ وہ کفار کو اسلامی ملک پر چڑھا لایا۔ ایسا جوش ناراضگی کا پہیل گیا تھا کہ جب یہ اعیان اس کی ملاقات سے واپس لوٹے تو جبالیہ عربون نے اونکو محض مامون کی مصاحبت کی سزا مین لوٹ کر بدن کے کپڑے تک اوتار لیے فقط ایک قاضی کو اس کے عہدہ کی حرمت کرکے برہنہ نہ کیا۔ حجر بادیس سے مامون قصر کتامہ کو گیا۔

اوس نے اپنے سابقہ جرنیلون مین سے ہر ایک سے درخوست کی کہ وہ العرائش کو مسلمانون سے خالی کرا کر ہسپانویون کو دلا دے اور تو سب یکے بعد دیگرے انکار کرتے رہے۔ لیکن ایک کمبخت قایدؔ کرنی نے مان لیا۔ اور العرائش پر حملہ کر کے کچھہ مسلمانون کو قتل اور باقی کو خارج کر کے شہر معہ قلعہ بتاریخ ۴ رمضان ١٠١٩ سنہ ہجری عیسائیون کو دلا دیا۔ العرائش کی حوالگی اور مسلمانون کے جبریہ اخراج پر ناراضگی کا کوئی حد و حساب نہ رہگیا۔ شریف احمد بن ادریس عمرانی نے علم جہاد کہڑا کر دیا۔ بے غیرت محمد الشیخ نے اس عام جوش کو ٹہنڈا کرنے کے لیئے کئی جہوٹے بہانے جو بیع ہونے کی صورت مین شرعًا معذرت کا کچھہ کام دے سکتے تہے۔ بنائے۔ مگر جمہور کی خفگی مین کچھہ کمی نہ ہوئی۔ اور وہ چار برس تک ساحلی علاقہ مین ہی بھٹکتا پھرا۔ وہان سے آگے تجاوز نہ کرسکا۔ اور آخر ١٦١٣ سنہ ع مین بتاریخ ۵ رجب ١٠٢٢ سنہ ہجری، قصبہ فحص کے ایک شیخ کے ہاتہہ سے قتل ہوگیا۔ بعض کا بیان ہے کہ علاقہ فحص کے باشندے اس کے ظلم سے تنگ آگئے تہے۔ اونہون نے ایک شیخ کو اس کام پر مامور کر دیا۔ دوسری روایت ہے کہ وہ باغی ابو محلی کے اشارہ پر جسکا ذکر آگے آئے گا قتل ہوا۔ قتل کے بعد اوس کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ جس مین صرف یاقوت ہی ایک مد تھے۔ سامان شاہی کا ایک بھرپور جہاز وہ طنجہ چھوڑ آیا تہا۔ اس کے قتل کی خبر سنکر اوسپر پرتگالی نصارا نے تصرف کر لیا۔ مقتول امیر بد چلن تو تہا ہی۔ مگر ساتہہ ہی صاحب علم اور طبابت مین بھی خاصہ ماہر تھا۔

ولی اللہ ابی عبداللہ سیدی محمد عیاشی یہ ولی اللہ جس نے زیدان کے بعد کفار سے بڑی قابلیت کے ساتھ جہاد کیا۔ زیدان کے عہد مین ہی خاصہ نامور ہو گیا تہا۔ وہ مالکی المذہب اور بنی مالک ہلالی کی نسل سے تھا۔ یہ قبیلہ اب تک مغرب مین موجود ہے۔ عیاشی ولی عبداللہ بن حسون سلاسی وفین سلا کا شاگرد رشید تھا۔ مرشد اس کی خدمت زہد و ورع اور اتقا سے ایسا خوش ہوا۔ کہ ایکدن اوسے اپنا گہوڑا۔ لبادہ اور ٹوپی دیکر خود رکاب کو تہام کر اوسے گھوڑے پر سوار کرایا۔ اور حکم دیا کہ آزمور جاکر اولاد ابی عزیزہ کے پاس ٹہرو۔ وہان اونکی

کافرون کے برخلاف جہاد مین اپنی شجاعت وجوانمردی دکہائی - کہ سلطان تک بھی اس کی خبر پہونچ گئی - اور اونے خوش ہوکر آزمور کے سابق گورنر کے فوت ہونے پر اوسے ہی وہان کا حاکم مقرر کر دیا - عامل ہوکر اوس نے جدیدہ کے نصارے کا قافیہ ایسا تنگ کر دیا کہ چار دیواری سے باہر اونکو پھٹکنے کا یارا نہ رہ گیا - اُن کی کھیتی باڑی اور آمد و رفت بالکل بند ہو گئی - اس پر وہ چال چلے کہ بیش بہا ہدایا زیدان کو بھیجکر ساتھ ہی یہ بھی اشارا کر دیا - کہ اگر آپ نے جلد عیاشی کو معزول نہ کیا تو خلقت کا اوس کی طرف ایسا رجوع ہے کہ وہ جلد خلافت دعویدار ہو جائیگا - عیاشی مال غنیمت اور قیدی ہمیشہ مراکش بھیجدیا کرتا تھا - جس سے خاص پایہ تخت مین بھی اوس کا بڑا چرچا ہو گیا تہا - اُس کی اس ہر دلعزیزی کو دیکھہ کر زیدان عیسائیون کا حکمہ کہا گیا - اور قایدٔ محمد سنوسی کو چار سو سوار دیکر حکم دیا کہ عیاشی کو قتل کر کے اوس کا سر بھیجدے - مگر محمد عیاشی کی بیقصوری سے واقف تہا - وہ ایسا ظلم نہ کر سکا - اس نے چپکے سے عیاشی کو خبر بھیجدی کہ میرے آنے سے پہلے بھاگ جاؤ - چنانچہ وہ چالیس سوار لیکر سلا کو نکل گیا جہان ۱۰۲۳ھ ہجری تک مقیم رہا - اتنے مین قایدٔ محمد آزمور پہونچ گیا - اور زیدان کو بدگمانی نہ پیدا ہونے دینے کے لیئے وہان کے چند لوگون کو اس قصور مین کہ اونہون نے عیاشی کو کیون بھاگنے دیا - برائے نام سزا دیکر اس معاملہ کا تصفیہ کر دیا -

فقیہہ ابو محلی کا پورا نام جس کا اوپر اشارہ ہو چکا ہے - ابی العباس احمد بن عبداللہ سجلماسی تھا - وہ کئی کتابون کا مصنف بھی گذرا ہے - ایک اس کی اپنی سوانح عمری ہے - اس کا نام اصلیت الخیریت ہے - اس مین وہ اپنی نسبت لکھتا ہے کہ وہ ۹۶۷ھ ہجری مین بمقام سجلماسہ پیدا ہوا - اور کہ اس کے باپ کا بیان ہے کہ اولاد ابی محلی عباس بن عبدالمطلب کی نسل سے ہے مگر ابن خلدون اس انتساب کو بدین دلیل غلط بتاتے ہین - کہ جس صورت مین عباسی پہلے دن سے علویون کے دشمن چلے آتے ہین - تو یہ ہرگز قرین قیاس نہین معلوم ہوتا - کہ کوئی عباسی اور ریسہ اور علیدیہ کے شیعان علی خاندان

کی حکومت مین مغرب مین آنے کی جرأت کرسکا ہو۔ پھر وہ اپنی پیدائش اور پیدا الیش سے پہلے اپنی مان کے ایک خواب کا ذکر کرکے لکھتا ہے کہ کرسنہ ۹۸۰ ہجری مین مجھے تحصیل علم کے لیئے فاس بہیجدیا گیا۔ جہان مین وادی المخازن کی لڑائی تک پانچ برس رہا۔ اس کے بعد فاس سے پہلے بکرہ کو اور وہان سے بادیہ کو چلاگیا۔ وہان مجھے ایک ایسا بزرگ درویش ملا کہ عام فقرا کی گمراہی اور بدعت پرستی سے جو نفرت اس فرقہ کیطرف سے میرے دل مین بیٹھ گئی ہوئی تہی۔ وہی رفع نہ ہوگئی۔ بلکہ خود بخود دل اس کی طرف کہینچتا چلاگیا۔ اسکا نام شیخ ابی عبداللہ سیدی محمد بن مبارک تہا۔ مین اس کی خدمت مین اٹھارہ برس رہا۔ اس کے بعد اس نے مجھے اپنا خرقہ و ٹوپی اور نعلین و عصا دیکر وادی سہارہ کو بہیجدیا۔ جہان تہوڑے تہوڑے دنون مین ہی اس کی ولایت و بزرگی کا عام شہرہ ہوگیا اور جوق در جوق لوگ اس کے پاس جمع ہونے شروع ہوگئے۔ جنکو وہ ہمیشہ اون بدعات و منکرات سے جو لوگون مین پہیل گئی تہین۔ بچنے کی نصیحت کرکے اولاد منصور کے جبر و ظلم اور زر و مال اور ملک و حکومت کے لیئے باہم خانہ جنگیون سے خلق خدا اور دیار کو تباہ کرنے کا شکوہ کرتا تہا۔ جب اس نے مامون کے العرائش کو کفار کے حوالہ کردینے کی خبر سنی تو سخت غضب مین آگیا۔ اور ظاہر کیا کہ اس کا یہ غصہ محض خدا کے لیئے ہے۔ نہ کسی ذاتی غرض کے لیئے۔ پھر ہمراہیون کو لیکر جنکی تعداد چار سو سے زیادہ نہ تہی۔ سجلماسہ کو روانہ ہوگیا۔ وہان زیدان کیطرف سے حاجی میر گورنر تہا۔ وہ چار ہزار فوج لیکر اوس کے مقابلہ کو نکلا۔ مگر شکست کہاکر بہاگ گیا۔ اس فتح پر شیطان نے لوگون کے کانون مین پہونکدیا۔ کہ ابن محلی کے معتقدین پر گولی اثر نہین کرسکتی۔ اوہر جب وہ سجلماسہ مین داخل ہوا۔ تو ایسے عدل و انصاف سے کام لیا کہ تمام لوگ اس کے گرویدہ ہوگئے۔ اور تلمسان اور راشدیہ تک سے لوگ اس کی زیارت کو آنے لگ گئے۔

زیدان بہی عجیب بدنصیب بادشاہ تہا۔ اوسے اپنے بہائیون اور بھتیجے کے معرکون سے ابہی نجات نہ ملی تہی۔ کہ یہ ایک اور نیا گہونسہ پیدا ہوگیا

اُس نے اپنے چھوٹے سگے بھائی عبداللہ بن المنصور المعروف بالزیدہ کو فوج دیکر محلی کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ محلی نے آگے بڑھکر مقابلہ کیا۔ اور بمقام درعہ عبداللہ کے تین ہزار آدمی قتل کرکے اوسے بھگا دیا۔ اس فتح سے اوس کی طاقت اور مضبوط ہوگئی۔ اور درعہ بھی اوسکا قبضہ ہوگیا۔ اتنے مین ایک جرنیل قاید یونس الائیسی زیدان سے کسی بات پر بگڑ کر ابی محلی کو آملا اور اوسے زیدان کی تمام کمزوریان بتا دین۔ اس سے خود مراکش پر حملہ کرنیکی بھی جرأت ہوگئی۔ اور زیدان کے لشکر کو دوبارہ شکست دیکر شہر پر قبضہ کرلیا۔ زیدان بندر آسفی کو بھاگ گیا۔ اور وہان سے جہاز پر سوار ہوکر علاقہ عدوہ کو چلا گیا۔

زیدان کی حمیت دینی کہ مامون کے بالمقابل جو اسلامی ملک پر خود جاکر کفار کو چڑھا لایا۔ زیدان نے یہ قابل تعریف اسلامی غیرت دکھائی کہ ابی محلی کی شورش کے فرد کرنے مین مدد دینے کے لیے جدیدہ کے قصرانی گورنر نے خود بخود دو سو سپاہ زیدان کو بھیجدی۔ جب یہ لوگ اس کے پاس پہونچے تو اُس نے اونکو با احترام واپس بھیجدیا۔ اور ان کے چند بھائی بند اسیر بھی اون کے ساتھ واپس لوٹا دئے۔ اپنی فوج مین بدین وجہ شامل نہ کیا کہ مسلمانون کے مقابلہ پر عیسائیون سے کام لینا دینی حمیت کے نقیض ہے۔ یہ دو سو سپاہی انگریز اور ایک انگریز کپتان جان گیفرڈ کے زیر کمان تھے۔ مسٹر میکینس کا بیان ہے کہ زیدان نے اُن سے کام لیا۔ اور اونکو خود بلایا۔ لیکن پرتگالی مؤرخ لوئیز بھی مسلمان مؤرخون کے بیان کی تائید کرتا ہے۔

ابی محلی نے مراکش مین داخل ہوتے ہی ولایت وزہد کا تمام چولہ یکبارگی اوتار کر پھینکدیا۔ اور محل شاہی پر متصرف ہوکر وہ رنگ رلیان سنائین کہ الاامان۔ زیدان کی مان سے نکاح کرلیا۔ حکومت کا نشہ سر مین سما گیا۔ اور درویشی و فقیری طاق نسیان پر دھری رہگئی۔ اس کے بہت سے درویش بھائی اوسے مبارکباد دینے آئے۔ جب یہ سب اوسے بڑھ بڑھ کر بڑے تپاک سے تہنیت و مبارکباد دے رہے تھے۔ ایک چپکا کھڑا تھا۔ محلی نے اِس سے وجہ سکوت دریافت کی۔ اس نے جواب دیا تو آج بادشاہ ہے۔ اگر امان دے

تو کہتا ہون- محلی نے کہا تجھے آمان ہے- اس پر وہ بولا جس گیند کے ساتھہ لڑکے کہیلتے ہین- اور سینکڑون اس کے پیچھے دوڑ کر اپنے ہاتھہ پاؤن توڑ لیتے ہین- اور یہ شور و غوغا بلند کرتے ہین- جب اوسے کہولو تو پہٹے ہوے چیتھڑے ہی نکلتے ہین- ابی محلی یہ نکتہ سمجھکر خوب رویا- اور کہا- ہم نے ارادہ کیا تہا- دین کی جبر تلافی کا اور کر دیا اوسے برباد-

سلطان زیدان بلاد عدوہ سے طلب مدد کے لیئے خود ایک مشہور فقنیہ ابی ذکریا یحییٰ حاحی کے پاس جسکا فذا دیر جبل درون مین تہا- اور بلاد سوس مین تہا- اور بلاد سوس مین اوسے بہت اقتدار حاصل تہا- پہونچا- اور اس سے کہا کیا میری بیعت تمہاری گردنون مین نہین ہے- اور کیا تم پر میری امداد وجب نہین- ابی ذکریا نے ان دونون باتون کو تسلیم کیا- اور لشکر جمع کر کے ۱۰ رمضان ۱۰۲۲ء ہجری کو مراکش کیطرف روانہ ہو پڑا- ابی محلی مقابلہ کو باہر نکلا- اور جبل جیلیز مین فریقین کی نبرد آزمائی ہوئی- آغاز محاربہ مین ہی ابی محلی کی گردن مین گولی لگی- جس نے اس کا وہین کام تمام کر دیا- اس پر اس کا تمام لشکر پراگندہ ہو گیا- اور کل خیمہ و خرگاہ فاتحین کو غنیمت مین ملا- محلی کا سر کاٹکر مراکش کے دروازہ پر لٹکا دیا گیا- جو بارہ برس وہین لٹکا رہا- مگر وادی الساورہ مین اب تک اس کے بعض معتقدین کا یہ اعتقاد ہے کہ ابی محلی فوت نہین ہوا- نظرون سے پوشیدہ ہو گیا ہے- اوسے مہدی آخر الزمان ہونیکا بہی دعویٰ تہا- شیخ الیوسی کتاب محاضرات مین لکھتا ہے- ایک دفعہ ابو محلی اپنے مرشد ابن مبارک کے پاس بیٹھا تہا کہ اسپر حالت وارد ہوئی- اور پکارنے لگ گیا- مین سلطان ہون جس پر استاد نے جھڑک کر رکہا- اے احمد اگر تو بادشاہ ہو بہی گیا- تو انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولاً- تو زمین کو نہین پہاڑ ڈالیگا- نہ بلندی مین پہاڑون کو مل سکیگا- ایک دفعہ مجلس فقراء مین بہی اس کی یہی حالت ہوئی- تو ایک اور درویش پکارا وٹہا تو بادشاہ ہوگا مگر صرف تین برس کے لیئے چوتھا برس نصیب نہ ہوگا-

یہ روایت صحیح ہو یا غلط ابی محلی کی حکومت کا زمانہ اسیقدر ہوا-

ایک شاعر نے ابی محلی کی بغاوت اور اس کی وفات کی تاریخین ان دو حسب حال جملون "درقام طیشا"، اور "رمات کبشا" سے نکالی ہین۔

ابی محلی کے قتل کے بعد یحیی مراکش مین داخل ہوا۔ اور وہان کچھہ اس طرح ڈیرے ڈالے۔ جس سے معلوم ہورہا تہا کہ اب ٹلنے کا نام نہین لینا چاہتا اس پر زیدان نے اوسے لکھا۔ اگر تو میری مدد اور باغی کی سرکوبی کے لیے آیا تہا۔ تو تیری غرض حاصل ہوچکی ہے۔ اور اگر تو اپنے لیے ملک فتح کرنے کے لیے آیا تہا۔ تو خدا تجھے وہ مبارک کرے۔ یحیی یہ خط پڑہتے ہی اوٹھہ کہڑا ہوا۔ اور اپنے علاقہ کو لوٹ گیا۔ اور زیدان مراکش کو واپس آگیا۔

یحیی کا دادا سعید صاحب علم و فضل تہا۔ اور بلاد سوس مین مذلون کی خرابی کے بعد اس کے وعظ و نصیحت سے پھر دین نے تازگی پکڑی تہی۔ وہ سنہ ۹۵۳ ہجری مین فوت ہوا۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا عبد اللہ بہی باپ کے نقش قدم پر چلا۔ جو سنہ ۱۰۱۲ ہجری مین فوت ہوا۔ یحیی نے باپ کے علاوہ فاس کے اکثر علماء وادبا سے بہی اکتساب فیض کیا تہا۔ اور باپ دادا کے طریق پر چلتا رہا۔ مگر جب ایک دفعہ امور سلطنت مین داخل ہوا۔ پہلے مشرب مین خلل پڑگیا۔ بزرگون کا یہ قول بالکل صحیح ہے۔ کہ جب ایک دفعہ امارت وریاست کی بو انسان کے دماغ مین داخل ہوجائے تو موت سے پہلے نہین نکلتی۔ چنانچہ اسوقت سے یحیی کو بہی کچھہ ایسا چسکا پڑگیا کہ سلطان زیدان کو ہمیشہ مراسلات بہیجکر امور سلطنت کے متعلق نصیحتین اور مشورے دیتا رہتا۔ اور اُن مین اکثر سخت باتین بہی کہ گذرتا۔ جنکو زیدان اس کے احسان کے لحاظ سے گوارا کرلیتا۔ آخر رفتہ رفتہ ملک گیری کی تمنا اسقدر قوی ہوگئی کہ کھلم کھلا بغاوت کرکے تارودانت کے باغی فقیہہ مسمی ابوالحسون سملالی سے جاملا۔ لیکن اس سے زیادہ کامیابی اوسے نصیب نہ ہوئی۔ وہ ۱۰ رجمادی الثانی سنہ ۱۰۳۵ ہجری کو وہین فوت ہوا۔

معمورہ پر نصاریٰ کا قبضہ وطاسی خاندان کے حالات مین بندر معمورہ پر جو اب مہدیہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پرتگالیون کے کچھہ عرصہ کے

لیئے قابض ہو جانے کا واقعہ لکھا جا چکا ہے۔ العرائش پر قابض ہونے کے بعد ہسپانیون کو اس متصلہ بندر بھی قبضہ کر لینے کی خواہش دامنگیر ہو گئی فلپ ثالث نے نوے جنگی جہاز بندر قاوس (لیڈز) سے ادہر بھیجدیئے مسلمان خوف سے بلامقابلہ شہر کو چھوڑ گئے۔ اور عیسائی ۱۰۲۳ ہجری مین اُسپر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد نصارا نے دونون بنادر کے درمیانی علاقہ کو فتح کرنا چاہا۔ لیکن اہل سلا کی غیرت و حمیت اور عیاشی کی شجاعت و بسالت کے سامنے اون کی کچھہ پیش نہ گئی۔ عیاشی آزمور سے آکر اپنے مرشد ابی محمد بن حسون کی خانقاہ مین عزلت گزین ہو گیا تھا۔ اہل سلا اس کے پاس آئے کہ کفار کی مدافعت مین مدد دے۔ وہ اگرچہ امور ریاست سے الگ رہنے کا عزم کر چکا تھا۔ مگر ایسے موقعہ پر اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ فوراً چار سو اہالی سلا کو لیکر معمورہ کیطرف چل پڑا۔ اوسے راستہ مین نصارا کے جہاز قلعہ سے ورے دریا دادالخلق مین مل گئے۔ اونکو حملہ کر کے چھین لیا گیا۔ تین سَو مسلمان غلام رہا کرائے گئے۔ اور تین سو عیسائی گرفتار کر لیئے گئے۔ اور ان کے علاوہ چار سو عیسائی قتل ہوئے۔ مسلمان صرف دو سو ستر شہید ہوئے گرفتارون مین عیسائی جہازون کا بڑا کپتان بھی شامل تہا۔ اوسے اہالی الجزائر نے اہل سلا سے خرید لیا۔ اور مدت العمر ایک آہنی قفس مین اوسے بند رکھا۔

اس معرکہ مین عیاشی کا نام آنے سے زیدان کو اوس کے محل اقامت کا جب پتہ معلوم ہو گیا تو سلا کے گورنر زعروری کو اوس کے قتل کا حکم بھیجدیا لیکن اس حکم کے پہونچنے سے پہلے زیدان اور اہل سلا کے تعلقات بگڑ چکے تھے۔ زیدان نے اُن کے چار سو آدمی ودیعہ منگوا کر اتنا عرصہ اونکو وطن سے باہر رکھا کہ اونمین سے اکثر بھاگ گئے۔ اور پھر اوس نے اونکو ادھر مدد بھیجنے کا حکم ارسال کیا۔ اونہون نے اوس کی تعمیل سے بچنے کے لیئے یہ فریب کیا۔ کہ سلطان کو کہلا بھیجا کہ آپ کا گورنر زعروری ہمین منع کرتا ہے۔ یہ فریب چل گیا۔ زیدان اونکو زعروری کے قتل کی اجازت دیدی۔ اور پھر اپنے ایک مملوک سردار عجیب کو گورنر بنا کر بھیجدیا۔ اہل سلا نے اوسے بھی قتل کر

دیا۔ اور جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے۔ خود سر ہو کر کھلم کھلا بحری ڈاکو بن گئے۔
سید عیاشی اپنے گوشہ مین چپکا بیٹھا یہ سب تماشے دیکھتا رہا۔ کبھی خریق کی طرفداری یا مخالفت نہ کی۔ متذکرہ صدر معرکہ ۱۰۲۲ ہجری (۱۶۱۳ء) مین ہوا۔

عبداللہ بن الشیخ جب آخری مرتبہ ۱۰۱۹ ہجری مین چچا زیدان کو شکست دیکر فاس پر حکمران رہا تو اوسے وہان زیادہ عرصہ امن سے رہنا نہ ملا۔ وہ ۱۰۲۱ ہجری مین باپ کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔ اور جب شیخ مارا گیا تو عبداللہ کا رعب اور بھی جاتا رہا۔ جسکو معدوم کرنے مین اوس کی شریر فوج نے بھی کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھا۔ شراقہ مشارقہ کا مخفف ہے۔ مراکو کے مغربی علاقہ کے باشندے مغاربہ اور مشرقی علاقہ و تلمسان کے مشارقہ یا شراقہ پکارے جاتے ہین۔ عبداللہ کی سپاہ مین زیادہ تر یہی لوگ تھے۔ جن مین آس پاس کے لوگون کے باغات اور مکانات بانٹ دیئے تھے۔ اور کسی کا ننگ و ناموس اون دست تطاول سے محفوظ نہ رہگیا تھا۔ برداشت کی بھی حد ہوتی ہے۔ ایک جانگداز واقعہ نے معاملہ کو حد برداشت سے بڑھا دیا۔ ایک جوان عورت اپنے گھر مین کھانا پکا رہی تھی۔ اور اوسکا شیرخوار بچہ پاس کھیل رہا تھا۔ ایک بد ذات شراقہ بہ نیت بد مکان مین داخل ہوا۔ عورت آبرو بچانے کے لیئے دوڑ کر کوٹھے پر چلی گئی۔ اور کواڑ بند کر لیا۔ کواڑ مضبوط تھا۔ شراقہ اوسے توڑ نہ سکا اس پر اوس نے لڑکے کو اوٹھا کر عورت کو دھمکی دی۔ نیچے آجاؤ ورنہ لڑکے کو دیگچہ مین ڈال دونگا۔ عورت نے نہ مانا۔ تو شقی نے لڑکے کو بیچ تیج کھولتے ہوئے پانی کے دیگچہ مین ڈالدیا۔ یہ دیکھ کر ماں چیختی ہوئی نیچے بازار مین کود پڑی۔ اور گرتے ہی اس کی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا۔ اس ظلم اظلم نے باشندون کا پیمانہ تحمل اچھل پڑا۔ اور وہ ایک سید شریف ابو ربیع کو سردار بنا کر شراقہ پر بپھرے ہوئے۔ شیرون کی طرح کود پڑے۔ عبداللہ ان دنون سلا گیا ہوا تھا۔ وہ فوراً واپس آگیا۔ اور فریقین مین مصالحت کرانیکی کوشش کی۔ مگر معاملہ معاملہ عبداللہ نے جب باغیون کو سمجھانا چاہا تو سب نے یکزبان ہو کر جوابدیا۔ لا۔ لا نہین نہین اسی سے اس برس کا نام ہی سنۃ لالا پڑگیا۔ اس بدامنی کے دوران مین ایک سال قحط بھی ایسا شدید پڑا کہ صرف فاس مین چار مہینون کے اندر ۵ ہزار جانین بھوک سے ضائع ہوئین۔ اور

کی حد سے تجاوز کر چکا تھا۔ باشندوں نے عبداللہ کو ڈنڈے مار کر شہر سے نکالدیا۔ اور وہ متصل قصبہ فاس جدید میں چلا گیا۔ اس کے بعد کئی برس شہر میں عام بدامنی مستولی رہی۔ جس کے دوران میں شریف ابو ربیع اور کئی اور سرغنے ہلاک ہوئے آخر ١٠٢٧ھ ہجری میں عبداللہ پھر فاس پر متصرف ہو گیا۔ اور ساتھی دلوں اہالی سبط نے روز کے فسادوں سے تنگ آکر شیخ کے دوسرے بیٹے محمد کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ عبداللہ اس کی گرفتاری کے لیئے خود لشکر لیکر روانہ ہوا۔ دونون فریق وادی الطین مین مقابل ہوئے۔ عبداللہ کو شکست ملی۔ اور محمد شعبان ١٠٢٩ھ ہجری مین فاس پر متصرف ہو گیا۔ مگر اسی مہینہ کے آخر مین عبداللہ نے بمقام مکناسا بھائی کو شکست دیکر بھگا دیا۔ اور رمضان مین فاس پر پھر اس کا قبضہ ہو گیا۔ اور دوسرے برس بماہ رجب وادی بہت مین محمد کے لشکر کو پھر ہزیمت دی۔ محمد کو ١٠٣٦ھ ہجری کے ماہ شوال مین زیدان کے بیٹے احمد نے فریب سے بمقام قصبہ قتل کیا۔

عبداللہ کو اس کے بعد بھی امن سے رہنا نصیب نہ ہوا۔ لوگ جب اس کے مظالم سے تنگ آجاتے تو بغاوت کر دیتے۔ اور جب بدامنی سے تنگ آجاتے تو پھر اس کے مطیع ہو جاتے۔ آخر اس کے پس پھر فاس جدید کے سواء کوئی علاقہ نہ رہگیا۔ اور وہ اس شہر مین کثرت شراب خواری سے بیمار ہو کر جسے وہ دن رات خفیہ وعلانیہ ہر وقت پیتا رہتا تھا۔ ٣ ہو شعبان ہجری کو اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور اس کا بھائی عبدالملک اسکا جانشین ہوا۔ جو ذی الحجہ ١٠٣٦ھ ہجری مین فوت ہوا۔ فاس قدیم کی خانہ جنگی اور بدامنی کا قطعی خاتمہ سلطان رشید کی آمد سے پہلے نہ ہو سکا۔

زیدان کے عہد کے باقی حالات

یوروپین تعلقات پرتگالی مورخ لوپز لکھتا ہے کہ پرتگال کے ساتھ زیدان کے تعلقات ہمیشہ دوستانہ رہے۔ اس نے خود ہمیشہ کوئی لڑائی نہ کی۔ مگر قبائل ہر وقت ہم پہ یورشین اور حملے کرتے رہتے۔ جن مین سب سے اہم سید سعید مرکالی کا حملہ تھا۔ اس نے بارہ ہزار مجاہدون سے جدیدہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور اگر وہ تیسرے ہی دن فوت نہ ہو جاتا تو مسلمان ضرور شہر فتح کر لیتے۔ دو سو انگریزی سپاہیون کمک کا اوپر ذکر

ہوچکا ہے۔ ہالینڈ کی مسیحی ریاست سے بھی اس کا دوستانہ عہد و پیمان ہوگیا تھا۔ جہاں اس کی طرف سے بھی ایک خاص سفارت گئی تھی۔ سنہ ۱۶۰۵ء میں جرمنی کے قیصر نے ایک انگریز سرانتھونی شرلی کو سفیر بنا کر اس کے دربار میں بھیجا۔ سنہ ۱۶۲۱ء میں لیڈن (ہالینڈ کا شہر) کی یونیورسٹی کا پروفیسر السنہ شرقیہ جیکیپ دان گول مراکو پہونچا۔ یہ پروفیسر عربی ایسی سلیس لکھتا تھا۔ کہ زیدان اس کی تحریر دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ مگر عربی میں تکلم کرنے سے بالکل عاری تھا۔ چنانچہ زیدان کے ساتھ ہسپانوی میں گفتگو کرتا رہا۔ زیدان خود بھی ایک اعلیٰ پایہ کا عالم تھا اور اوسے دینی کتابوں سے بڑی محبت تھی۔ ابو محلی کی بغاوت کے دوران میں وہ مراکش سے اپنی تین ہزار کتابیں ساتھ لیتا گیا۔ اور اپنے خزانہ سے پہلے اونکو جہاز پر جو ایک فرانسیسی تاجر کا تھا۔ پہونچا دیا۔ وہ ابھی خود جہاز پر سوار نہ ہوا تھا۔ کہ طوفان نے جہاز کو بندرگاہ سے سمندر میں ہٹا دیا۔ ایسا آسفی کے بندر میں عموماً ہوتا رہتا ہے۔ اس جہاز کو ہسپانوی قزاقوں نے پکڑ لیا۔ اس کے معاوضہ میں زیدان نے فرنچ قونصل کو گرفتار کر لیا۔ اور فرنچ سفیر رازلی کو ہسپانیہ والوں سے کتابیں مانگنے کے لئے واپس لوٹا کر اوس کے ہمراہیوں کو قید کر لیا۔ جو نئے سلطان کی تخت نشینی تک برابر مقید رہے۔ زیدان کے بعد اس کے بیٹے نے ہسپانوی پادریوں کو قید کیا۔ مگر کتابیں کسی تدبیر سے واپس نہ ملیں۔ وہ شاہی اقامتگاہ اسکوریل کے شاہی محل میں (جو میڈرڈ سے ۲۶ میل شمال مغرب میں ہے۔) جا کر رکھی گئیں۔ اور اب تک وہاں موجود ہیں۔ سنہ ۱۶۴۶ء میں سلطان سیزدہم نے شاہ فلپ کو لکھا کہ اگر وہ پہونچانے کے لئے وہ جہاز پر پہونچائی گئی تھیں۔ دیگر فرانسیسی تاجر نے انکو چرا کر تمہارے پاس بھیجدیا۔ سینٹ اگسٹائن کے قلمی مسودے یہاں کتابوں میں بتائے جاتے ہیں۔ پرتگالیوں سے زیدان کے تعلقات ایسے عمدہ رہے کہ سنہ ۱۰۳۴ء میں جب وہ جدیدہ کے پاس سے گذرا۔ تو اونہوں نے سلامی کی توپیں چلائیں۔ اور تحائف لیکر آگے چلے۔ اور رجب سنہ ۱۰۳۶ء میں اسی موقعہ کے قریب سلطان کو ایک باغی مسمی ابراہیم پر فتح حاصل ہوئی تو اونہوں نے پھر خوشی کے شادیانے

مین آریون کی سلامی اوتاری۔ اسکی مکافات مین سلطان نے عیسائی گورنر کو تیاریخ ۲۷ رمضان ۱۰۳۶ھ ہجری خود اپنے ہاتھہ سے ایک خط لکھا۔ اور ساتھ ہی ایک اسپ اشہب بطور انعام ارسال کیا۔

یفرنی کا یہ قول بالکل درست ہے۔ کہ زیدان جیسا بدنصیب بادشاہ بھی شاید ہی کوئی ہوا ہوگا۔ مدت العہد مین کوئی برس لڑائی سے خالی نہ گیا۔ پھر ایک ایک معرکہ ایسا جانگداز جو قرآنی محاورہ کے مطابق بچہ کو بوڑھا بنا دینے والا تہا۔ اس کی بدنصیبی اسی تک محدود نہ رہی۔ بلکہ جس نے اوس کی مدد کو ہاتھہ بڑھایا۔ اس کا بھی ہاتھہ کٹ گیا۔ ابو محلی کی سورش کے دوران مین اس نے سلطان روم سے بھی امداد کی شورش کے دوران مین اس نے سلطان روم سے بھی امداد کی درخواست کی۔ اور بطور ہدیہ دس قنطار۔ دایک قنطار۔ ایک ہنڈرویٹ = ۵۶ سیر انگریزی) سونا بھی سفیر کے ہاتھہ ارسال کیا۔ سلطان نے آباء کی تقلید مین بلاتامل بارہ ہزار سپاہ روانہ کردی۔ مگر اس نے ابھی نصف رستہ طے کیا تہا۔ کہ طوفان نے بیڑہ کو گھیر لیا جس سے صرف ایک جہاز معہ تہوڑی سی سپاہ کے جانبر ہوا۔ باقی سب غرق ہو گئے۔

زیدان کا دعویٰ تہا کہ اس نے کسی شخص کو جب تک اہل علم نے اس کی موت کا فتویٰ نہ دیدیا ہو قتل نہ کرایا۔ اوسے علوم دینی مین بھی بڑا درک تہا۔ اور اکثر فقیہوں سے اس کے معرکے کے مناظرے کتب تواریخ مین درج ہین۔ مؤرخین نے اس کی بدنصیبی کو اس کی جس خطاء کی طرف منسوب کیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔ جن دنون مین بعالم شباب وہ تادلا کا گورنر تھا۔ وہان کے ایک بزرگ درویش ابی العباس صومعی نے اپنے مرشد شیخ ابی یغزی کے مناقب مین ایک کتاب لکہی۔ اور مرشد کے نام کی مناسبت سے بصیغہ اسم مفعول رباعی اس کا نام معزی بضم میم و فتح ز رکھا۔ زیدان نے اوسے سنکر کہا کہ اس مادہ سے مین نے کبھی رباعی کا کوئی صیغہ نہین سنا۔ عرب۔ غزاہ۔ یغزوہ کو ہمیشہ ثلاثی شمار کرتے ہین۔ شیخ ابوالعباس

نے اپنی رائے پر اصرار کیا۔ اس سے طیش کھاکر زیدان نے اس کے رخسارہ پر جوتی اوٹھا ماری۔ ابو العباس نے منصور کے پاس شکائیت کی۔ اس نے جواب دیا اگر تم راستی پر تھے تو خدا اُسے اس بے ادبی کی سزا دیگا۔ اور اگر وہ راستی پر تھا تو اوس کے اس فعل سے جو راستی پر ہونے کے جوش مین سرزد ہوئی۔ درگذر کر دیگا۔ اس کی بدبختی خواہ اُس نا سزا حرکت کی سزا تھی۔ یا کسی اور قصور کی پاداش۔ اس مین کوئی کلام نہین کہ غریب و مسکین کی دل آزاری برا اثر پیدا کئے بغیر نہین رہتی۔

زیدان کو شعر گوئی مین بھی اچھا ملکہ تھا۔ بطور مثال چند شعر یہان درج کئے جاتے ہین :-

فتنتنا سوالف و خدود	وعیون مدعجات و قود
و وجوہ تبارک اللہ فیہا	وشعور علی المناکب سود
اہلکتنا الملاح وہی ظباء	وخضعنا لہا و نحن اسود
مررت بقبر ہامد وسط روضۃ	علیہ من النوار مثل النمارق
فقلت لمن ہذا فقالوا ابذلۃ	ترحم علیہ انہ قبر عاشق

وہ بماہ محرم ۱۰۳۷ھ ہجری فوت ہوا۔ اور قبرستان اشراف مین باپ کی قبر کے متصل دفن کیا گیا۔ اس کی قبر کی لوح پر یہ اشعار نقش ہین :-

ہذا ضریح من بہ	تفتخر المفاخر
زیدان سبط احمد	تتیکر المآثر
حامی حمی الدین	لکل ذا بل وباتر
اجل من خاض الوغا	وللاعادی قاہر
لازال صوب	رحمۃ اللہ علیہ ماطر
ومن شذا رضوانہ	نفحۃ کل عاطر
ارخ وفاۃ من غدا	جار الرب غافر
بمقعد الصدق علا	ابو المعالی الناصر

وہ کئی بیٹے چھوڑ مرا۔ ان مین سے عبد الملک۔ ولید۔ محمد الشیخ تو تخت

نشین ہوئے - اور احمد وغیرہ چند اور تھے - جنکو حکمرانی نصیب نہ ہوئی -
زیدان کے جانشین { زیدان کی وفات پر عبد الملک ثانی ۱۶۳۰ء؁ مین صاحب
تاج و تخت ہوا - مگر اس دائم الخمر کو چار برس سے زیادہ حکومت کرنا نصیب
نہ ہوا - اور چند عیسائی نو مسلمون (علوج) اور اس کو رفقا کے ہاتھہ سے قتل
ہو گیا - اس کے بعد اس کا بھائی ولید تخت پر بیٹھا - وہ بھی شرا الخولد تھا - اور
اس کا بھی یہی حشر ہوا - اس کے بعد زیدان کا تیسرا بیٹا محمد الشیخ الصغیر جو ایک
ہسپانوی کنیز کے بطن سے تھا - قید خانہ سے نکال کر ۱۶۳۷ء؁ مین تخت پر بٹھایا
گیا - وہ نہایت روشن خیال و رحمدل و محتاط فرمانروا ثابت ہوا - اس نے
بے شمار قیدیون کو رہا کر دیا - اور ہسپانوی پادریون کو بھی قید سے چھوڑ کر
والیس چلے جانے کی اجازت دیدی - مغرب کے فرمانروا یون نے اس کے وقت
سے سلطان کا لقب اختیار کیا پہلے سب امیر کہلاتے تھے - اس کا عہد بنو سعد
کے آخری زمانہ کا روشن ترین حصہ تھا - وہ اٹھارہ سال کی حکومت کے بعد
قتل ہوا - چند بربرون نے اوسے تطاوین اور القصر کے درمیان گھوڑے
سے گرا ہوا پایا - اور ہلاک کر دیا -

اہل سلا کی سرکشی اور سیدی عیاشی کی خاموشی و عزلت گزینی کا اوپر
ذکر ہو چکا ہے - جب ساحل پر عیسائیون کا غلبہ دن بدن بڑھنا شروع ہو گیا - تو
سب جنبور مسلمان عیاشی کے پاس جمع ہوئے - کہ وہ انکا سردار بن کر باقاعدہ
جہاد شروع کر دیے - عیاشی نے جواب دیا کہ امیر المومنین کے حکم کے بغیر جہاد جائز

---

(۱) قتل کا قریبی باعث یہ ہوا کہ عبد الملک کے ہان لڑکا پیدا ہوا - ساتوین کے دن اسنے
حکم دیا کہ شہر کی تمام عورتین محل مین خوشی کے لیے جمع ہون - اور خود اسدن
ایک منارہ پر ہو بیٹھا - جب عورتین محل مین آکر جمع ہو گیئن - اور برقعے
و چادرین اوتار مخمور بالطبع ہو کر ادہر ادہر پھرنے لگین - تو ان مین
سے اوسے جو پسند آئی گئی - اوسے اپنے پاس بلواتا گیا - یہ حرکت لوگون کو سخت
ناگوار گذری - اور اسی دن اوسے قتل کر دیا -

نہین۔ اس پر بیشمار علماء نے فتویٰ دیدیا۔ کہ کافر دشمن کے جہاد کے لیے سلطان کے وجود کی ضرورت نہین۔ اس صورت مین قوم اس کی قایم مقام ہو سکتی ہے اسپر اوسے مجبوراً لوگون کی بیعت قبول کرنے پر رضامند ہو جانا پڑا۔ اور ستانزا سے تامستا تک کل علاقہ اس کے زیر فرمان ہو گیا۔ اس نے عنان حکومت کو ہاتھہ مین لیتے ہی تمام بدامنی اور سینہ زوری کا خاتمہ کر دیا۔ یہ امر عرب قبائل کو جو مدتون سے خانہ جنگی لوٹ مار اور شتر بے مہاری کے عادی ہو رہے تھے سخت ناگوار گذرا۔ اور اس کی اطاعت سے منحرف ہو گئے۔ مگر عیاشی نے تمام کو ایک ایک کر کے شکست دینے کے بعد پھر مطیع بنا لیا۔ اور اسطرف سے فارغ ہو کر ولاتی سنہاجہ بربرون کی معقول فوج کے ساتھہ مزاگان۔ العرائیش۔ اور معمورہ پر سنہ ۱۶۳۹ء مین متواتر حملے کیے۔ جنکو اگرچہ وہ فتح نہ کر سکا۔ لیکن انکی متصل متعدد معرکون مین عیسائیون کو بارہا سخت نقصان پہونچایا۔ مگر شامت اعمال مسلمانان۔ اہل سلا جلد پھوٹ گئے۔ اور اوتھون نے بتاریخ ۱۹ محرم سنہ ۱۰۵۱ ہجری اس ولی عارف ماند اور مجاہد سبیل اللہ کو قتل کر کے اسکا سر کاٹ لیا۔ نشر المثانی کا مؤلف لکھتا ہے۔ یہ متفق علیہ روایت ہے۔ کہ جب اس مجاہد شہید کا سر سلا لایا گیا۔ تو رات کیوقت اوسے بآواز بلند قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہوا پایا گیا۔ اس کی وفات کی خبر سُنکر عیسائیون نے تین دن تک خوشی کے جلسے کیے۔ سید عیاشی نے اپنے ہاتھہ سے ۷ ہزار چھہ سو عیسائی قتل کیے تھے۔ سوس مین جہان فقیہہ سیدی عبداللہ مبارک عرصہ سے مقتدر چلا آتا تھا۔ علی السملالی نے علیحدہ حکومت قایم کر لی۔ فاس بھی بدامنی سے تنگ آچکا تھا۔ اس نے تافیلالت سے ایک اور شریف خاندان کو مدعو کیا۔ جو سنہ ۱۶۴۶ء مین ملک پر حملہ کر کے دو برس بعد سلطان محمد الشیخ کے عہد مین سنہ ۱۶۴۸ء مین فاس پر متصرف ہوا۔

احمد ششم — محمد[1] کی وفات پر اس کے رفقا نے فی الفور اوس کے بیٹے احمد ششم

[1] محمد الشیخ کی قبر پر یہ ابیات نقل ہین:۔ لبدر سموات المعالی اقول۔ وفی ذا الضریح کامنہ نزول محمد الشیخ بن زیدان غالہ۔ حمام مخزن العالمین طویل۔ امام الانام وذا الاثر ضلہ۔ لہ عزۃ فی الصالحات جمیل۔ حیاہ المرالعرش رحمی تخصہ۔ بیا ہو فی الفردوس منہ کفیل۔ عبدالملک کی قبر پر یہ ابیات نقش ہین:۔ لا تفنطن فان اللہ کان۔ وعندہ للمسی عفو وغفران۔ ان کان عندک اہمال ومعصیۃ۔ نعمۃ ربک انفصال واعلان۔

الملقب بہ العباس کو سنہ ۱۶۵۵ء مین تخت پر بٹھا دیا- اس کی والدہ شبانی قبیلہ کی عورت تہی- یہ قبیلہ ان عیسائی اسیران جنگ کی نسل سے تہا- جنکو یعقوب المنصور نے ہسپانیہ سے لاکر مسلمان بنانے کے بعد مراکو مین آباد کیا تہا- ان کی جمعیت اب اس قدر بڑہ گئی تہی کہ ان کی قاید عبداللہ الہیانوی نے مراکش پر قبضہ کرکے سنہ ۱۶۵۹ء مین العباس کو قتل کر دیا- اور اس کے ماموں عبدالکریم بن ابوبکر المعروف بہ کردم الحاج کو تخت پر بٹھا دیا- مگر اصل اختیار اپنے ہی ہاتہہ مین رکھا- سنہ ۱۶۶۸ء مین وہ بھی کیفر کردار کو پہونچ گیا- نئے خاندان کے فرمانروا الرشید نے مراکش کو فتح کرکے شبانی قبیلہ کے حصہ کثیر کو تہ تیغ کر دیا- اور باقیماندہ کو فوج مین بھرتی کرکے انکو کنبونکو کوہستان اوجہ و ملیلہ کے درمیان مقام السلادیہ کو جلاوطن کر دیا- کردم الحاج اسوقت سے پہلے العباس کی بہن کے ہاتہہ سے قتل ہو چکا تہا جسے اس نے اپنے حرم مین داخل کرنے پر مجبور کیا تہا- الرشید نے اس کی لاش قبر سے نکلوا کر جلوا دی- اور اوس کے بیٹے ابوبکر مولائی الشیخ کو خچر کی دم سے بندہوا کر شہر کے بازارون مین تاوقتیکہ وہ ہلاک نہ ہو گیا- پھروایا- الرشید فلالی شرفا مین سے تہا- جو فتح مراکش سے بیس برس پہلے فاس پر قابض ہو چکے تہے- اس نئی فتح سے کل سلطنت پر ان کا عمل دخل ہو گیا- اور خاندان بنو سعد کا دور دورہ ڈیڑہ سو برس کی حکومت کے بعد ختم ہوا-

فصل ہشتم

فلالی شرفاء کا پہلا زمانہ سنہ ۱۶۴۹ تا ۱۷۲۷ء

مظہر سلطنت- ایک ظالم بادشاہ

فلالی شرفا کا خاندان کہ تیرہوین صدی عیسوی کے خاتمہ تک مغرب کی سرزمین سے

لہ اسکی عہد مین سنہ [illegible] ہجری مین ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگ انسانون کی مردہ لاشونکو بہی کہا گئے

ادریسی شرفاء کا جنہون نے اول اول مراکشی سلطنت کو قائم کیا۔ تقریباً کل نام و نشان میٹ چکا تہا۔ یہ درست ہے کہ اب تک چند منفرد خاندان کہین کہین موجود ہین۔ جو ادریسیون کی نسل سے ہونے کی مدعی ہین۔ لیکن اونکی دعویٰ کی تصدیق بہت مشکل امر ہے۔ اس خاندان کو بربرون نے جو تیرہوین صدی سے ملک پر حکمران چلے آتے تہے۔ ایسا منتشر و پریشان کر دیا تہا۔ کہ ایک کو دوسرے کے ساتہہ نہ رہنے دیا۔ مگر اہالی مغرب کے خوش اعتقادی یہ کبھی گوارا نہ کر سکتی تہی کہ انکا ملک اولاد پیغمبرؐ کی موجودگی کی خیر و برکت سے کچہہ زیادہ عرصہ محروم رہے۔ چنانچہ ادریسیون کے زوال پر جب ملک پر پے در پے مصائب وارد ہوئین۔ تو اوسکا باعث اسی آل پیغمبرؐ کی قلت کو سمجہا گیا۔ بنابرین تیرہوین صدی کے آخری برس جب علاقہ تافیلالت کے جسے اسوقت سجل ماسہ پکارا جاتا تہا۔ چند اولو العزم حج بیت اللہ کو گئے۔ تو اونہون نے ینبوع النخل کے ایک شریف یعنی سید کو جو علی ابن ابی طالب کی نسل سے تہا۔ اور اسکا خاندان اس ضلع پر قدیم زمانہ سے حکمران چلا آتا تہا۔ مراکو چلنے کی دعوت دی۔ شریف کا نام الحسن بن قاسم تہا۔ اس نے دعوت قبول کر لی۔ اور حاجیون کے ساتہہ مراکو آکر تافیلالت مین آباد ہو گیا۔ جس کا نو وارد ہونے کی وجہ سے الدخیل خطاب رکہدیا گیا۔ عوام مین روایت مشہور ہے کہ مراکشیون نے الحسن[۲] کے باپ کو اس کے تول کے برابر چاندی دیکر اوسے مراکو بہیجنے پر رضامند کیا تہا۔ مگر یفرنی کا بیان ہے کہ یہ بھی انہی بیہودہ داستانون مین سے ایک ہے۔ جن کا کوئی سر پیر نہین ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فلالی شرفا کے اجداد ہی سعدی شرفا کے بھی اجداد تہے۔ بنو سعد فلالیون سے پیچھے آئے۔ اور پہلے بادشاہ ہوئے۔ فلالیون کو ان کے بعد حکومت نصیب ہوئی۔ گو اگر وہ چاہتے تو اس سے بہت عرصہ پہلے صاحب تاج و تخت ہو سکتے تھے۔ فلالی تمالتیا ہلالی کا بگڑا ہوا ہے۔ اون کی وجہ سے مراکو کے اس علاقہ کا بھی جہان

---

[۱] روایت ہے کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ مین دیدیا تہا۔

[۲] الحسن کی عمر اسوقت ۶۰ برس کی تہی۔

وہ آباد ہوئے۔ ہلالی نام پڑگیا۔ الحسن کے وارد ہوتے ہی نخلستان خوب پھل دینے لگ گئے۔ جس سے اوس کی اور اوس کی اولاد کی قدر و منزلت باشندون کے دلون مین یہان تک بڑہ گئی۔ کہ ایک مرتبہ الحسن کے پر پوتہ کو غرناطہ کا تخت نشین کیا گیا۔ مگر اوس نے کنج قناعت کو ایوان شاہی پر ترجیح دی۔ بنو سعد کے انحطاط پر جب ملک مین ہر طرف بدامنی پہیل گئی۔ تو اسوقت فلالی خاندان کے موجود الوقت شریف[۱] کو جو الحسن سے آٹہوین پشت مین تھا۔ مجبوراً درویشی کو امارت و ریاست کے ساتھہ بدلنا پڑ گیا۔ اور اس نے ۱۶۳۴ء مین سجل ماسہ پر علیحدہ حکومت قائم کر کے علاقہ کا نام تافیلالت رکھدیا۔

پہلا فلالی امیر کہ ابی حسون سملالی کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ وہ پہلے علاقہ سوس پر قابض ہو کر بعد ازان درعہ اور سجل ماسہ کا بھی مالک ہو گیا۔ مولائے الشریف بن علی اس کا پرانا دوست تھا۔ اور علاقہ سجل ماسہ کے ایک پہاڑی قلعہ تابو عصامت کے لوگون سے اس کی دیرینہ عداوت چلی آتی تھی۔ اپنے علاقہ کی امارت اختیار کرنے پر مولائی الشریف نے باشندگان تابو عصامت کے برخلاف ابی حسون سے مدد مانگی۔ اور ان لوگون نے زادیۃ الدلاء کے باشندون سے جو العیاشی کے مریدون مین سے تھے۔ یہ دونون اپنے اپنے دوستون کی مدد کو پہونچ گئے۔ اور سنہ ۱۰۴۳ء کا بہت سا حصہ اس خانہ جنگی مین صرف ہوا۔ آخر اہالی قلعہ نے یہ دیکھہ کر کہ ابی حسون کا مقابلہ مشکل ہے۔ اوس کی منت و خوشامد اور خدمت گذاری شروع کر دی۔ اور رفتہ رفتہ اوسے ایسا غلام کر لیا کہ وہ انکا طرفدار اور الشریف کا دشمن ہو گیا۔ اور اوسے قید کر کے اپنے قلعہ المیغ واقعہ سوس کو لیگیا۔ باپ کی گرفتاری پر محمد بن الشریف نے کار و بار سنبھال لیا۔ اور سب سے اول اپنے حسن قابلیت اور بے نظیر شجاعت سے اوروں کی امداد کے بغیر صرف اپنی طاقت سے تابو عصامت کو فتح کر لیا پھر سنہ ۱۶۳۸ء (سنہ ۱۰۴۷ ہجری) مین بہت سا زر فدیہ بھیجکر باپ کو چھڑوا لیا

[۱] اوس کا نام بھی شریف بن علی ہی تھا۔

الشریف بیٹے کی کارگذاری سے ایسا خوش ہوا کہ زندگی کے باقی تین برس وہ کل نیک و بد بیٹے کے ہاتھ مین رہنے دیکر آپ ایک طرح سے عزلت گزین رہا۔ ایام قید مین ابی حسون نے ایک لونڈی الشریف کی خدمت کے لیے بہیجدی تھی۔ مولائی رشید اور اسمٰعیل فرزندان الشریف اسی کنیز کے بطن سے بایام نظربندی پیدا ہوئے۔

دوم فلالی امیر کی مولائی الشریف کے ۱۶۴۱ء (مطابق ۱۰۵۰ ہجری) مین فوت ہونے پر تمام باشندگان سجلماسہ نے بطیب خاطر محمد بن الشریف کے ہاتھ پر بیعت کی البتہ اسکا چھوٹا بھائی الرشید بیعت مین شامل نہ ہوا۔ اور وطن چھوڑکر شمالی مراکو کو چلا گیا۔

محمد نے باقاعدہ امیر ہونے پر سب سے پہلے ابی حسونہ پر حملہ کرکے اوسے علاقہ درعہ سے خارج کیا۔ عیاشی کی شہادت پر اس کے مریدون نے سید محمد حاج دلائی کو اپنا سردار بنا لیا تہا۔ جو فاس اور مکناسہ اور تمام ملحقہ علاقہ پر حکمران تہا۔ جب اوسے شریف محمد کی فتوحات کی خبر پہونچی۔ تو وہ اس نئی طاقت کو شگوفہ مین ہی دبا دینے کے لیے سجل ماسہ پر بڑھ آیا۔ محمد مقابلہ کے لیے آگے بڑھا۔ اور فریقین مین بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۵۶ ہجری بمقام قاعہ سخت لڑائی ہوئی۔ محمد الشریف کو شکست ملی۔ اور دلائی نے سجل ماسہ تک بڑہے جاکے کچھ عرصہ وہان قتل و غارت کا بازار خوب گرم رکھا۔ آخر فریقین مین اس شرط پر مصالحت ہوگئی۔ کہ جبل بنی عیاش کا جنوبی علاقہ مولائی محمد کے تصرف مین رہے۔ اور شمالی علاقہ محمد الحاج الدلائی کے پاس۔ اس جنوبی علاقہ مین بھی پانچ دیہات مولائی محمد کی حکومت سے باہر رکھے گئے۔ کچھ عرصہ بعد مولائی محمد نے ان مین سے ایک پر حملہ کر دیا۔ جس فریقین مین معاندانہ نامہ و پیام اور باہمی طعن و تشنیع کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ ابھی ختم نہ ہوا تہا۔ کہ فاس کے لوگون نے جو الحاج الدلائی کے بھی برائے نام ہی تابع تہے۔ اور انکا اصلی شعار وہی خانہ جنگی اور خود سری چلا آتا تہا۔ محمد کو فاس کی حکومت قبول کر لینے کی دعوت بہیجدی۔ جو اوسے فوراً قبول کرکے فاس پہونچگیا۔

اور سنہ ۱۰۴۹ھ مین اہالی فاس نے اس کے ہاتھہ پر بیعت کردی مگر اوسے وہان اوسے زیادہ دن رہنا نصیب نہ ہوا۔ السحاج الدلائی خبر ملنے پر فوج کثیر لیکر آگیا۔ اور بروز سہ شنبہ ۱ شعبان سنہ ۱۰۵۹ ہجری کو محمد شریف کو شکست دیکر بہگا دیا۔ فاس پر پھر دلائیون کا تصرف ہو گیا۔ محمد السحاج اوس کے بعد اوسکا بیٹا احمد سنہ ۱۰۶۴ ہجری تک اور پھر احمد کا بہائی سنہ ۱۰۷۰ ہجری تک حکمران رہا۔ اس کے بعد الرشید کے متصرف ہونے تک ابو عبد اللہ الدریدی کا دور دورہ رہا۔

محمد الشریف کی غارتگرانہ تاخت و تاراج اور عثمان علی ترکوں کی بنظر شرافت و حمیت اسلامی

فاس و مغرب کی حکومت سے مایوس ہو کر مولائی محمد نے عنان عزیمت صحرا اور شرقی علاقہ کی طرف منعطف کی۔ اور خانہ بدوش عرب و بربر قبایل کو ساتھہ ملا کر پہلے پر ترکی رہا یا قبیلہ بنی گاسن پر۔ پھر مقام وجدہ پر جہان کا ایک فریق ترکون کا طرفدار اور دوسرا انکا بدخواہ تہا۔ بعد ازان سنہ ۱۰۶۰ ہجری مین ترکون کے محکوم قبایل اولاد ذکری۔ اولاد علی۔ اور بنی سنوس پر اور بالآخر تلمسان کے سرحدی علاقہ پر حملہ آور ہو کر قتل و نہب کا بازار گرم کیا۔ اور نقد و جنس اور مویشی کی مقدار عظیم لوٹ کر اپنے وطن سجل ماسہ کو لوٹ گیا۔ تلمسان کی سرحد پر بمقام تھوڑی سی ترکی فوج مقیم تھی۔ اس نے باوجود قلت تعداد غارتگرون کا بڑی ثابت قدمی سے مقابلہ کیا۔ مگر بالآخر شکست یاب ہوئے۔ الجزائر کے گورنر کو جب خبر پہونچی۔ تو اوس نے اپنے علاقہ کی حفاظت کے لیے ایک جرار لشکر روانہ کیا۔ لیکن محمد اس کے پہونچنے سے پیشتر روانہ ہو چکا تہا۔ علاقہ کے باشندے بغرض پناہ پہاڑون کو بہاگ گئے ہوئے تھے۔ اور خود علاقہ ایسا ویران و برباد ہو گیا ہوا تہا کہ فوج کیلئے تو درکنار مویشی کے لیے بہی ایک تنکہ گہاس کا کہین سے نہ مل سکتا تہا۔ جس پر وہ مجبورنہ اپنے نیل مرام الجزائر واپس چلی گئی۔

ترک اگر سکدل اور لو دشتعال ہوتے تو وہ بغرض انتقام فوراً مراکش پر فوجکشی کر دیتے۔ لیکن ان کی دینی حمیت مین محمد الشیخ اور منصور سعدیہ

کے زمانہ کی نسبت کچھہ کمی نہ واقع ہوسکی تہی- اونہون نے ہر دفعہ بہی پہلے با لطف
ومدارات دو اسلامی ممالک کو جنگ وجدال کی لازمی بربادی سے محفوظ
رکہنے کی کوشش کی- فوج کی واپسی پر عثمان پاشا گورنر الجزایر نے مجلس [illegible]
کے ارکان کو جمع کرکے یہ معاملہ اون کے پیش کیا- سب کی یہی رائے ہوئی کہ
پہلے مولائی محمد کو زبانی فہمائیش کی جائے- چنانچہ ایک خاص سفارت سجلماسہ
اس کی طرف بہیجی گئی- جو دو مستند عرب علماء و فقہا اور دو مقتدر ترک
اعیان پر مشتمل تہے- ان کے ہاتہہ جو خط بہیجا گیا- مولا احمد نے کتاب الا
ستقصا مین اوسے بجنسہ درج کیا ہے- وہ عربی زبان مین تہا جس مین
معمولی القاب وعنوان کے بعد مولائی محمد کو شرم دلائی گئی- کہ کیا بے زبان
رعایا کو تاخت وتاراج کرنا اور قزاقانہ غارتگری کو شعار بنانا سادات امجاد کی
شان سے بہت بعید نہین ہے- اور اپنے نانا کی امت کو لوٹنا ان کے لیئے باعث
شرم نہین ہے- پہر اوسے عثمانیہ سلطنت کی شوکت وجبروت سے آگاہ کیا گیا-
کہ بیشک تم اور تمہارے عرب رفقا بہت بہادر اور بے نظیر سوار ہین- مگر
توپ اور بندوق کے سامنے یہ شجاعت کسی کام نہین آسکتی- عساکر ترکیہ
کا توپخانہ تمہاری کل جمعیت کو چند لحظون مین فنا کرسکتا ہے- پس آیندہ ایسی
روش اختیار کرو جس سے تمہارے نانا کی روح کو خوشی پہونچے- باہم مسلمانون مین
خونریزی برپا کرکے اوسے آزردہ کرو- یہ خط ۱۵ رجب سنہ ۱۰۶۴ ہجری کو لکھا گیا-

محمد نے جب اوسے پڑہا تو اوسکا چہرہ غضب سے سرخ ہوگیا- اور
قاصدون پر خوب کڑکا گرجا- مگر جب جواب ملا کہ ہم تو صرف پیامبر ہین- جو کچہہ
لکہنا ہو الجزایر کے پاشا کیطرف لکہدو- ہم اوسے بہی پہنچادینگے- [illegible]
لال پیلا ہونا فضول ہے- تو طبیعت مین شرافت کا اصل جوہر تو موجود ہی تہا-
اس نے اس سرزنش کی معقولیت کو تسلیم کرکے گورنر الجزایر کی طرف [illegible]
بہرا ہوا خط لکہدیا- اس خط کے مطالعہ پر بہی عثمان پاشا اور اس کے امراء
وشادرین نے طبیعت کو بے بس نہ ہونے دیا- اور دوبارا اپنے قاصد [illegible]
یہ زبانی پیغام پہونچانے کے لیئے بہیجدیا- کہ مآل کار پراچہی طرح غور [illegible]

ہم تم سے فقط یہ چاہتے ہین کہ اپنے نانا کی شریعت پر عمل کرو۔ اور اپنی حد سے تجاوز نہ کرو۔ تمہارے نانا نے مسلمانون سے کبھی جنگ نہ کیا۔ نہ عاجز و اور ضعیفون کا مال واسباب لوٹنے کا حکم دیا۔ اگر تجھے جہاد کا شوق ہے تو کفار پر حملہ کر جو خود تیرے اپنے ملک کے وسط مین موجود ہین۔ اور اگر تجھے آل عثمان کی سلطنت پر غلبہ پانے کی تمنا ہے۔ تو مرد میدان بنکر اس کے مقابلہ پر ڈٹ جا۔ جسے خدا دے۔ سو لے۔ ایسا کرنے پر تجھے کوئی مطعون نہین کر سکتا غریب رعایا کو لوٹنا اور خدا کے بیکس بندون مین آتش فتنہ کو مشتعل کرنا اہل بیت کے اخلاق سے بعید ہے۔ تو جانتا ہے کہ تیرا یہ فعل حرام مطلق ہے۔ اور مسلمانون کے کسی فرقہ کا بھی مذہب اس کی اجازت نہین دیتا۔ تیری اس غارتگری سے۔ ہمارے ملک کی تجارت معطل۔ اور رعایا گھرون سے بے گھر ہوگئی ہے۔ اس کا تو خداوند کریم کو کیا جواب دیگا۔ ابن رسول اور یہ افعال! کیا اس سے بڑھکر کوئی شرم کا موقعہ ہوسکتا ہے۔ ہم تمہارے ملک مین تری بہ تری ایسا ہی کرنے اور تمہاری رعایا کو بے خانمان بنا دینے سے عاجز نہین ہین لیکن حالانکہ تمہارے جور وظلم کے جواب مین اگر ہم ایسا کرین تو شرعاً جائز ہے لیکن ہمارے سلطان کی دینی حمیت و غیرت اسے گوارا نہین کرسکتی۔ پس سوچ اور اپنے عندیہ سے ہمین مطلع کر"

یہ تقریر سنکر محمد کانپ اٹھا۔ خدا کا خوف بلاد شریعت غرا کا پاس نفسانی اغوا پر غالب آگیا۔ اور اس نے بلاتاہل جواب دیا۔ بیشک مین اپنی اس حرکت پر سخت نادم ہون۔ یہ مجھ سے میرے عرب معاونون کے اغوا سے سرزد ہوئی۔ اور انہون نے مجھے خدا کی نافرمانی کا مرتکب بنایا۔ مین اللہ کے مقدس نام پر عہد کرتا ہون کہ آج سے بعد تمہارے ملک اور تمہاری رعیت سے کوئی برائی نہ کرونگا۔ مین خدا اور رسول کو اس عہد کا ضامن بناتا ہون۔ اگر مین وادی دھسیا ہ تا فتا سے گذر کر کبھی . . . ، تمہاری نواح مین گیا۔ تو صرف دوست کی حیثیت مین جاؤنگا۔ پھر اس مضمون کا ایک تحریری عہد ہی گورنر الجزائر کیطرف لکھدیا۔ اور سجل و درعہ اوران کے علاقہ کی حکومت

پر ہی قناعت کرکے بیٹھ گیا۔

بندر طنجہ[1] اسی شریف کے زمانہ مین اخوان رجان، ششم شاہ پرتگال نے اپنی بہن کے جہیز مین اپنے بہنوئی چارلس دوم شاہ انگلستان کو دسمبر ۱۶۶۲ء ۱۰۷۲ھ ہجری کے آغاز مین دیا تھا۔ انگریز اس پر ۲۲ برس متصرف رہے۔ پھر اسے مسلمانون کے حوالہ کرکے خالی کر گئے۔

مولا رشید ثانی } محمد کا چھوٹا بھائی رشید باپ کی وفات پر شمالی علاقہ کو نکل گیا تھا۔ وہ پہلے کچھ عرصہ دلا یون کے زاویہ مین درویشانہ حیثیت سے مقیم رہا۔ پھر جبل آصر کو چلا گیا۔ اور وہان سے جاکر کچھ عرصہ فاس جدید مین رہایش گزین رہا۔ جہان کے امیر عبداللہ دریدی نے اس کی بہت خاطر تواضع کی۔ وہان سے وہ پہلے تازا کو اور بعد ازان احلاف عربون کے پاس چلا گیا۔ اس سیاحت کے دوران مین جب اوسے معلوم ہوا کہ تازا کے قریب مقام قصبہ مین ایک یہودی ابن مشعل نہایت ہی متمول ہے۔ تو وہ اسی دن سے اس کے زر و دولت کو قابو کرنے کی فکر مین غرق ہو گیا۔ آخر احراز تازی کے ایک دینی معلم شیخ ابی عبداللہ اللواتی کی اجازت سے اس کے طلباء کو لیکر ایک دن یہودی کے مکان پر پہونچ گیا۔ یہودی نے ان سب کو بڑی عزت و احترام کے ساتھ اپنے ہان اوتارا۔ اور اُن کی مہمانداری مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اوسے کیا معلوم تھا۔ کہ وہ اپنے جانی دشمنون کو پناہ دے رہا ہے۔ جب رات ہوئی تو رشید نے طلبا کو لیکر اچانک مکان والون پر حملہ کر دیا۔ اور یہودی قتل کرکے ابن مشعل کی بے انتہا ثروت پر قبضہ کر لیا۔ اس دولت نے اس کی بادشاہی کی بناء قایم کر دی۔ اس روپیہ سے اس نے مشرقی علاقہ کے عربون سے ایک جرار لشکر دنون مین تیار کرکے جہانبانی کا تہیہ کر لیا۔

---

[1] جزیرہ بمبئی بھی اسی تقریب سے انہی دنون انگلستان کو ملا تھا۔

[2] اسی واقعہ کی یادگار مین اتبک ہر سال فاس مین جشن طلباء کے نام سے ایک مجلس منعقد ہوتی ہے۔

اور سب سے پہلے وجدہ پر قبضہ جا کیا۔ محمد کو سجل ماسہ مین جب یہ اطلاع پہونچی تو اوسے اپنی حکومت کیطرف سے اندیشہ پیدا ہو گیا۔ اور لشکر لیکر بہائی کے مقابلہ پر روانہ ہو گیا۔ فریقین مین بروز جمعہ ۹ محرم ۱۰۷۵ھ ہجری کو بمقام لبیط آنکا مقابلہ ہوا۔ مگر پہلی ہی گولی جو رشید کی فوج سے چلی۔ محمد کی گردن مین بیٹھی اور اسکا کام وہین تمام ہو گیا۔ رشید کو بہائی کی وفات کا سخت قلق ہوا۔ وہ خود تجہیز و تکفین مین شامل ہوا۔ اور اُسے بنی یزناسن مین لیجاکر اندر زمین کی آغوش مین رکہدیا۔

محمد نہائیت شجاع اور بلند ہمت تہا۔ کسی انسان کا تو اوسے کبھی خوف محسوس ہوا ہی نہ تہا۔ وہ قوی البنیان اور دراز قامت اور جفاکشی مین بہی بیعدیل تہا۔ اس کے ساتہہ ہی سخاوت و فیاضی اور علم کی قدر و منزلت مین کسی ہمعصر سے کم نہ تہا۔ ایک دفعہ اس نے ابا عثمان سعید تلمسانی کو مدحیہ قصیدہ کے صلہ مین بیس رطل و خالص سونا عطا کر دیا تہا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا محمد الصغیر سجل ماسہ مین باپ کی مسند پر بیٹہا۔ مگر اوسے جلد یہ جگہ خالی کر دینی پڑی۔

اس فتح سے رشید کا غلغلہ اور بڑہ گیا۔ اور ملاف و بنو یزناسن وغیرہ کئی اور قبیلے بہی اس کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ رشید ابن مشعل کو قتل کر کے اس کے ایک خورد سال لڑکے کو زندہ اپنے ساتہہ اوٹہا لایا تہا۔ اس معرکہ سے کچہہ عرصہ بعد لڑکے کی ماں رشید کی خدمت مین حاضر ہوئی۔ کہ زر فدیہ لیکر بچہ کو چہوڑ دیا جائے۔ اس سے تیز بین رشید تاڑ گیا۔ کہ یہودن کے پاس ابہی ضرور کوئی بڑا خزانہ موجود ہے۔ اس کا یہ قیاس صحیح ثابت ہوا۔ کیونکہ جب یہودن کو دہمکی دی گئی کہ اپنے خاوند کا مدفونہ نہ بتانے پر لڑکے کو قتل کر دیا جائے گا۔ تو محبت مادری نے بیٹے کے مقابلہ پر دولت کو ہیچ سمجہا۔ وہ اُسی وقت رشید کو ہمراہ لیگئی۔ اور کل دفائن بتا دیئے۔ اس مزید موہبت الٰہی اور خزانہ غیب سے رشید کو اپنی فوجی طاقت بڑہانے کا ایک اور ذریعہ دست وسیلہ مل گیا۔ فوج کو از سر نو مرتب کر کے اس نے پہلے تازا کو اور پھر

اپنے بھتیجے سے سجل ماسہ کو نو ماہ کے محاصرہ کے بعد فتح کیا۔ اس کے بعد اہالی فاس سے اس کے تین چار معرکے ہوئے۔ اور دو تین دفعہ شہر کا اس نے محاصرہ کیا۔ آخر بروز سہ شنبہ شروع ذوالحجہ ١٠٧٥ھ ہجری مطابق ١٦٦٤ء مین مولائی رشید نے اسپر حملہ کر کے بزور شمشیر فتح کر لیا۔ اور کئی دن تک شہر مین قتل عام جاری رکھا جہان محلہ محلہ کا سردار اپنی ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا جدا قائم کیے ہوئے تھا۔ دو برس بعد رشید نے فاس سے نکل کر زاویہ دلائی پر فوجکشی کی اور العیاشی کے اس مسکن کو بتاریخ ٨ محرم ١٠٧٩ھ ہجری مین فتح کر کے تمام دلائیون کو کسی طرح کی بیحرمتی یا بے عزتی کرنے کے بغیر فاس اور تلمسان وغیرہ کیطرف جلا وطن کر دیا۔

دلائیون سے فارغ ہو کر مولا رشید نے اسی سال کی ٢٢ صفر کو چڑھائی کر کے مراکش کو فتح کر لیا۔ اور وہان کے شبانی امیر ابوبکر بن عبد الکریم اور اس کے دیگر لواحقین کو قتل کروا دیا۔ مراکش سے وہ پھر فاس کو لوٹ گیا۔ اور کچھ عرصہ وہان آرام کر کے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے سوس و دارد دانت پر فوجکشی کرنے کا ہتیہ شروع کیا۔ اس کے اخراجات کے واسطے اس نے فاس کے تجار سے ٥٢ ہزار مثقال سونا قرض لیا۔ جو دوسرے برس انکو ادا کر دیا۔ اسی سال ١٠٧٩ھ ہجری مین مولاے رشید نے اشرفیان ضرب کرائین۔ اور اسی سال پرتگال نے بر بنائے معاہدہ لزبن مراکشی بندر سبطہ ہسپانیہ کے حوالہ کر دیا۔ جو آجتک اس پر قابض ہے۔ سن مذکور کی ١٤ ذیقعدہ کو رشید نے فاس کے باہر دریا سیبو پر چار محرابون کا پختہ پل بنانیکا حکم دیا۔ اس پر تعمیر کا کام ١٥ جمادی الثانی ١٠٨٠ھ ہجری کو شروع ہوا۔ اور وہ دنون مین با حسن وجوہ مکمل ہو گیا۔ رشید نے اسی برس اپنے چھوٹے بھائی اسمٰعیل کی شادی ایک سعدیہ شہزادی سے کی۔ اور اس تقریب پر ایسی دہوم دہام سے جشن مرتب کیا کہ لوگ دیکھہ کر دنگ رہگئے۔ ماہ شوال مین اس نے فاس کے پل رصیف کی مرمت کرائی +

رشید فاس واپس آ کر خاموش نہ بیٹھا رہا تھا۔ اس نے ارد گرد کے کئی سرکش قبایل کو درشولا اپنا مطیع فرمان بنایا۔ اور جب تیاریان مکمل ہو

گیئین تو سنہ ۱۰۸۱ ہجری کے شروع مین سوس پر حملہ کر دیا۔ ابی حسونہ سملالی سنہ ۱۶۷۰ء مین فوت ہو چکا تھا۔ اور اب وہان اس کا بیٹا ابو عبداللہ محمد حکمران تھا۔ رشید نے سن مذکور کے ابتدائی چند مہینون مین ہی تارودانت اور ایلیغ کو فتح کر کے سوس کے علاقہ کو اپنی مملکت مین شامل کر لیا۔

مراکو مین تانبے کا سکہ ابتک مربع شکل کا رائج تہا۔ اس نے اسے وزن مین نصف کرا کر جمادی الثانی سنہ ۱۰۸۱ ہجری سے گول شکل کا ضرب کرانا شروع کیا۔ وہ اس مہم سے سن مذکور کے ماہ رجب مین فاس واپس گیا۔ اور وہان جاکر عزور پاشا کے مکان مین شراطین کا عالیشان مدرسہ قائم کیا۔ اور ویسا ہی ایک بڑا مدرسہ مراکش مین مسجد شیخ عبداللہ کے سامنے کیا۔

ان فتوحات سے مولائی رشید کی شہرت و ناموری چار اکناف عالم مین پہیل گئی۔ حتی کہ طنجہ کے انگریز مستعمرین نے اس کا نام نافیلظ اعظم رکہدیا۔ اس نے آٹھ برس کی حکومت مین مراکش کی سلطنت کے پراگندہ شیرازہ کو پھر مجتمع و یکجا کر دیا۔ اس کے اخلاق و اوصاف مین میکنس اور شیخ احمد کے بیانات مین زمین و آسمان کا اختلاف ہے۔ مسٹر میکنس عیسائی مورخ شی نیر کی سند پر اوسے مجسم ظلم و ستم اور حرص و طمع کا بے بس غلام بنا کر رکہتے ہین کہ اس کا پہلا فعل آزادی حاصل ہوتے پر یہ تہا۔ کہ جس غلام کی مدد سے وہ اپنے بہائی کی قید سے آزاد ہوا تہا۔ اوسے اپنے ہاتہہ سے ہلاک کیا۔ اور اس کے عہد کا آخری واقعہ جو بد عہدی اور عقوبت کا غیر منقطع سلسلہ تہا۔ یہ تہا کہ اس نے روپیہ اور دفینے بتانے کے لیے چند بیکس عورتون کو اپنے سامنے پٹوایا۔ پھر ان کی چھاتیون کو صندوقون کے نیچے دبا کر خود انکے دکہنون پر اچہلتا رہا۔ ان مظالم کی پاداش مین خداوند کریم نے اوسے بہی ایک عبرت بخش موت سے مارا۔ مراکش کے باغ اگودال مین وہ گھوڑے پر سوار جا رہا تہا کہ بحالت خمار اس نے گھوڑے کو اندہا دہند ایڑ لگا دی۔ جسپر وہ اوسے ایک درخت کیطرف لے بہاگا۔ اس درخت کے دو شاخہ مین رشید کا گلا پہنس گیا۔ اور وہین اوس کا دم نکل گیا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۶۷۲ء کا ہے۔

مولانا احمد اس کے برعکس رشید کو نہایت نیک مزاج - رعیت پرور اور فیاض وسخی اور اس کا عہد رعایا کے لئے نہایت سعید و مبارک بتاتے ہیں۔ اس کی تصدیق مین وہ کئی روایتین لکہتے ہین - از انجملہ چند ایک یہ ہین :- جسدن اہالی فاس نے اس کے ہاتہہ پر بیعت کی - اس روز صبح گیہون گندم کا نرخ پانچ اوقیہ مدتھا - شام کو نصف اوقیہ فی مد ہو گیا - جس ارزانی کو رعایا نے کمال مبارک شگون سمجہا - ایک دفعہ رشید نے بقول مؤلف الجیش اپنے پایہ تخت کے ایک عالم کو کہلا بہیجا - کہ علم نہین کسی کے پاس جاتا - بلکہ اس کے پاس آیا کرتے ہین۔ رشید نے بالکل برا نہ مانا - اور مہینون تک خود اس عالم کے مکان پر جاتا رہا - اسی طرح عرصہ تک وہ جامع قرویئیین کے امام شیخ یوسی کی خدمت مین حاضر ہوتا رہا - سخاوت کا یہ حال تہا کہ ایک طالبعلم ایکی فیاضی کا چرچا سنکر الجزائر سے اس کے پاس پہونچا - اور یہ دو مدحیہ بیت پیش کئے :-

فاض بحر الفرات فی کل قطر من ندی راحتیک عند بافراتا
غرق الناس فیہ التمس الفقر خلاصا فلم یجدہ فماتا

رشید نے اوسے فوراً آٹھ ہزار اشرفیان عطا کرین - اس کے عہد مین رعیت بڑے امن چین سے رہی - اور کوئی مصیبت ارضی یا سماوی اس پر وارد نہ ہوئی " اس کی موت کا قصہ شیخ موصوف اس طرح لکہتے ہین - رشید مراکش مین تہا - کہ ۱۰۸۲ہجری کی عید الضحیٰ کے دوسرے دن وہ گہوڑے پر باغ مسرت کی سیر کو گیا - وہان لگام اس کے ہاتہہ سے چہوٹ گئی - اور گہوڑا بے قابو ہو کر اوٹہہ دوڑا - اس حالت مین ایک درخت نارنج کی شاخ اس کے سر مین اور بقول بعض اس کے کان مین گہس گئی اور وہ ۴۲ برس کی جوان عمر مین اس دار ناپایدار سے رخصت ہو گیا

مولائی اسمٰعیل کہ الرشید کی وفات پر اس کا بہائی اسمٰعیل جو ۲۶ سالہ نوجوان تہا - امیر المومنین المظفر باللہ ابی النصر کے خطاب و القاب کے ساتہہ مالک تاج و تخت ہوا - یہ حیرت انگیز لیاقت و قابلیت کا شخص ۵۵ سال کے

زمانہ دراز تک فرمانروا رہا۔ جس کے دوران مین سلطنت مراکو کو بے انتہا دولت و ثروت حاصل ہو گئی۔ لیکن وہ عہد صرف اسی کے لیئے خاص غور کے قابل نہیں۔ بلکہ بالخصوص ان خارجیہ تعلقات کے لحاظ سے جو اس بے انتہا طول کا باعث ہوئے۔ اس کے عہد مین اہالی یورپ کو مراکشی دربار کے حالات و مراسم کے بالمشافہ معاینہ و تجربہ کا ایسا عمدہ موقعہ ملا۔ کہ ایسا نہ کسی پہلے عہد مین انکو حاصل ہوا۔ اور نہ کسی سلطان مابعد کے عہد مین اسی لیئے مسٹر میکنس نے اس کے عہد کو مشرقی فرمانرواون کی طرز جہانبانی اور اصول سیاست کا ایک معقول نمونہ و مظہر قرار دیکر اس کے حالات نسبتاً زیادہ شرح و بسط سے تحریر کئے ہین۔

سلطان اسمٰعیل کے حالات مسلمان مورخین کے علاوہ کئی عیسائی [illegible] نے یہ تحریر کئے ہین۔ ان دونون اقسام کے مورخون کی تالیفات مین اصل واقعات اگرچہ تقریباً یکسان ہی بیان کیئے گئے ہین۔ لیکن ان سے نتایج نکالنے اور رائے قایم کرتے وقت ہر ایک فریق نے ایک دوسرے سے ایسا متضاد انداز اختیار کیا ہے جسے دیکھکر تعجب آتا ہے۔ اور بیساختہ یہ محسوس ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت انسان کا دماغ بھی خداوند کریم نے کیسی نہایت ہی عجیب و غریب مصالحے سے تیار کیا ہے۔ کہ ایک ہی شخص کو اس کے بعض ہم جنس شیطان مجسم اور دیگر بعض ہم جنس انہی واقعات اور حالات کی بنا پر اسکو فرشتہ منش بتا رہے ہین۔ بہر کیف اس مین کلام نہین۔ کہ اگر مسلمان مورخین نے اسمٰعیل کی تعریف مین کسیقدر مبالغہ کرکے اس کی بعض کمزوریون کو نظر انداز کردیئے مین اس کی کچھ طرفداری کی ہے۔ تو عیسائی مورخون نے مذہبی و قومی تعصب سے اندھا ہو کر اس کی کل خوبیون کو پس پشت ڈالدینے اور اس کی کمزوریون ہی کو ہر روز پیش نظر رکھنے سے اپنے مسلمان معاصرین کی جنبہ داری کا نہایت نامعقول حد تک بدلہ لینے کی کوشش کی ہے۔ ان مسیحی مورخون نے اسمٰعیل کے حالات قلم بند کرتے ہوئے اس امر کو یکسر بھلا دیا ہے۔ کہ کسی فرمانروا کے اعمال و افعال کو اس زمانہ کے تمدن کے معیا

سے جانچنا اور پرکھنا - اور یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا دیگر سلاطین کا عام برتاؤ - اور دستور العمل کیا تھا - اور زمانہ کا رنگ و ڈھنگ کیا تھا - مسٹر میکینس نے اس معاملہ مین زیادہ تر ایک مولف فرائیض کو مدنظر رکھہ کر دونون فریق کے بیانات پیش کر دیئے ہین تاہم انصافاً یہ کہدینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جہان کہین اس نے اپنی رائے ظاہر کی ہے - وہ بالکل متعصبانہ ہی نہین - نہ اس نے مندرجہ بالا اصول کو اسمٰعیل کے متعلق قطعاً نظرانداز ہونے دیا ہے - بنا برین مین اسی کی تحریر کو پیش نظر رکھہ کر مولانا احمد کی کتاب سے صرف حسب ضرورت کہین کہین مزید توضیح و تشریح یا ان واقعات کو قلمبند کرنے کے لیئے جنہین مسٹر میکینسی چھوڑ گئے ہین - امداد لینے پر کفایت کرونگا ۔

مولائی اسمٰعیل اگرچہ چوتھا فلالی حکمران تھا - مگر جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے - تھا پہلے فلالی شریف امیر مولائی الشریف کا بیٹا - اسے چند برس اپنے بھائی محرز کے بیٹے احمد سے جو مراکش مین باغی ہو گیا تھا - مشغول پیکار رہنا پڑا - اس سے فارغ ہو کر اس نے مکناسا کو اپنا دار الخلافہ بنایا - جہان بڑے بھائی رشید کے عہد مین وہ بحیثیت گورنر مقیم تھا - اور اُسے اس مقام سے ایک خاص انس ہو گیا تھا -

اس امر کے اعلان کے ساتھہ اس نے اپنے رقیب کے لشکر کے مقتولین کے دس ہزار سر مراکش اور فاس کے دروازون پر چنے جانے کے لیئے روانہ کیئے اور اسیران جنگ کو گھاس کے رسون سے باہم بندھوا کر پل کا کام دینے کے لیئے ایک دریا پر لٹوا دیا - اور پھر اپنے لشکر کو اس پل کے راستے سے گذارا مکناسا کو بربرون نے ظہور اسلام سے پہلے آباد کیا تھا - چھٹی صدی ہجری مین موحدین نے سات برس کے محاصرہ کے بعد فتح کر کے پرانے شہر کو ویران کر دیا اور اس کے متصل جدید مکناسا بنام تاکردات تعمیر کیا - پھر بنی مرین نے اس شہر کی زیب و زینت بڑھانے مین کوئی کسر اوٹھا نہ رکھی - عالیشان محل - مدارس - حمام - مساجد اور خانقاہین تعمیر کین - اور اسے مملکت کا خوبصورت ترین شہر بنا دیا - یہ شہر آب و ہوا کی عمدگی کے لیئے قدیم الایام سے مشہور

چلا آتا ہے۔ چنانچہ وہان کا ایک شاعر ابن عبدون اپنے شہر کی آب و ہوا کی تربیت و نطافت کی تعریف مین لکھتا ہے۔

ان تفتخر فاس بما فی طیبہا ۔ و بآبہا فی زیہا حسنا
یکفیک من مکناسا ارجاؤہا ۔ والاطیبان ہواؤہا والماء

اسمٰعیل نے گورنری کے زمانہ مین بہی وہان کئی نئے محل تعمیر کرائے تہے۔ اب کل مملکت کا دار الخلافہ بنانے پر جدید عالیشان عمارت و مساجد سے اس کی شکل ہی بدل دی۔

انسانی جسمون سے بل کا کام لینے اور مقتولین کے سرون کو دونون قدیم دار الخلافون مین بہونچنے کی واقعہ کا ذکر کر کے مسٹر میکنس کہتا ہے "اس طرح اس مہیب عہد کے مظالم و مصائب کا سلسلہ شروع ہو گیا" پھر ایک عیسائی مسٹر پیلو کی کتاب سے اخذ کر کے اسمٰعیل کا کیرکٹر ان الفاظ مین بیان کرتا ہے۔ اس شہوت پرست۔ عیش پسند۔ طامع و حریص غضہ دار دغا باز۔ اور ظالم سے بدتر ستم شعار نے اپنی رعایا کی طبعی وحشت اور فطری شورہ پشتی کو یہ ثابت کر دینے سے کہ وہ ان سے بہی زیادہ خونخوار اور درندہ صفت ہے۔ مغلوب اور رام کر لیا" یہ رائے ظاہر کر نیوالا انگریز تیس برس تک اسمٰعیل کا پہلے غلام اور پھر ملازم رہا تہا۔ مولائی اسمٰعیل کے بعد اب تک آٹھ سلطان مراکو پر حکمران ہو چکے ہین۔ مگر ان مین سے کسی کو اپنی قوم کے دلون مین اپنی یادگار برائی یا بھلائی سے چھوڑ جانے کی عزت حاصل نہین ہوئی۔ اسمٰعیل ہی ایسا اب تک آخری مغربی فرمانروا ہے۔ جو اپنی حکومت کا امٹ نشان سرزمین مغرب مین چھوڑ گیا۔ اس معاندانہ ریمارک کے بعد مسٹر میکنس کی رائے پر یکایک جنس انصاف غالب آ جاتی ہے۔ اور وہ فوراً ایزاد کرتا ہے "تاہم اسمٰعیل کے کیرکٹر مین ایک جز ایسی موجود ہے۔ جو بےساختہ تعریف کرائے بغیر نہین رہتی اس کی خونخواری و سفاکی طبعی نہ تہی۔ بلکہ اس زمانہ کے حالات کا نتیجہ تہی جس مین وہ گذرا۔ وہ اپنے معاصرین سے بدتر نہ تھا۔ بلکہ صرف زیادہ قوی اور زبردست اپنے ظالمانہ رویہ اور قتل ہائے عامہ کے باوصف اس نے اپنی

اقتدار کی تمام ملک مین ایسی دہاک بٹھادی تہی - کہ جان و مال جیسے اس کے عہد مین محفوظ ہوے پہلے یا بعد کبھی نہین رہے - مسٹر جارڈ ین ایک انگریز سیاح سنہ ۱۷۷۱ء مین اس کے عہد مین محفوظ اُسی قزاق صفت و بے رحم سفاک کے عہد مین ملک ایسا سرسبز ہوا - کہ رحمدل اور تاجر منش مگر حریص محمد کے عہد مین اُس کا عشر عشیر بہی او سے سرسبزی نصیب نہ ہوئی تہی" یفرانی کا بیان ہے :- تمام ملک مین اس کے عہد مین جو دفرت وارزانی اور امن و سکون پایا جاتا تہا - انسان اُسے آسانی قیاس نہین کرسکتا" الزیانی اس کی عقلمندی اور مآل اندیشی کے ثبوت مین اس واقعہ کا ذکر کرتا ہے - کہ بنی اور اسین کے سرکش قبیلہ کو مغلوب کرنے کے بعد اس نے معدوم یا منتشر نہ کیا - بلکہ صرف اسلحہ اور گہوڑے لے لینے پر کفایت کرکے اونکو امن پسند رعایا بنانے کے لیئے اس شرط پر ساٹہہ ہزار بہیڑ مین خرید دین - کہ دو اور بچے انکے - اور ان سلطان کی ہونگی - لوئی چہاردہم والیئے فرانس کیطرف خطوط وہ بہیجا کرتا - اس مین اپنے تئین گیارہ بادشاہون کا فاتح لکہا کرتا تہا - کرنیل سکاٹ ۱۸۴۲ء مین اپنی کتاب مین اس فرمانروا کے تعلق باشندگان ملک کی روایت و سند پر لکہتا ہے کہ اسمٰعیل کامراکشی سلاطین اور بادشاہون کی نسبت نہایت روشن خیال اور بیدار مغز سلطان گذرا ہے - جس کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ مین نے ملک مین جسقدر تعمیرات رفاہ عام کی قسم کی دیکہین - وہ سب کی سب اوسی کے عہد کی تیار شدہ بتائی گئین" الغرض بقول مسٹر میکینس خواہ وہ خود کیسا ہی سنگدل اور سفاک تہا - لیکن یہ بڑا وصف رکہتا تہا - کہ اپنی قلمرو کے اندر کسی اور ظالم کی موجودگی کو برداشت نہ کرسکتا تہا - ظلم و ستم کا وہ تنہا اجارہ وار رہنے کا عزم بالجزم کرچکا تہا - اس کے عہد مین بقول مؤلف ترہت الہادی رباط و مکناسا اور مراکش و فاس کی سڑکین دزات مسافرون سے معمور رہتی تہین - اور اکیلی عورتین سرحد تلمسان سے وادلنول تک سونا اُچہالتی چلی جاتی تہی - کسی کو معترض ہونے کا یارا نہ پڑتا تہا -

اس ہیبت و رعب خداداد کے باوجود کہ تمام مملکت مین ایک شخص

بہی ایسا نہ تہا جو اسکا نام سُنکر کانپ نہ جاتا ہو۔ خود ملک مین اس کے عہد مین یا اس کے بعد ایک بہی ایسا شخص نہین پایا گیا۔ جس نے اوسے سفاک یا ظالم سمجھا ہو۔ بلکہ ہر ایک مراکشی کی اس کی نسبت یہی رائے ہے۔ کہ وہ بڑا فرشتہ اور متقی سلطان تہا۔ اس کے حوالی موالی تو اوسے فی الحقیقت کمال تشرع سلطان سمجھنے لگ گئے تہے۔ اور سلطانی منصب کے علاوہ اس کے زہد و اتقا اور تشرع کیوجہ سے بہی اس کا دل سے ادب کرتے تہے۔ وہ پنجوقتہ نماز با جماعت ادا کرتا چنانچہ جہان کہین اسکا چند دنون کے لیئے بہی قیام ہوتا۔ وہان فورًا ایک جامع مسجد تیار کرا دیتا۔ اور ہر نماز وہان جاکر پڑہتا۔ بطور قاعدہ کلیہ قرآن کریم کا ایک نسخہ ہر وقت سفر و حضر مین اپنے ساتھہ رکہتا۔ جن اشخاص کو اس نے قتل کرایا۔ اُن مین سے اکثر جمعہ کے دن قتل کرائے گئے۔ یہ اس امر کے اظہار مین کیا جاتا۔ کہ اسمٰعیل اپنے منشا سے ان لوگون کو قتل نہین کرا رہا۔ بلکہ کسی برتر و فائق طاقت کے حکم دیا ہے اور احکام شریعت کی پابندی مین چنانچہ خود مقتولین مین سے اکثر کو یہ پختہ اعتقاد ہوتا تہا کہ سُلطان کے حکم سے قتل ہونا دخول جنت اور مغفرت کا یقینی ذریعہ ہے۔ بعض کی نسبت وہ خود بہی ان کی ہلاکت کے بعد یہ کہدیا کرتا۔ کہ وہ بخشے گئے ہین۔ اسے اسمٰعیل کا کھنبح سمجھو۔ یا فی الحقیقت کسی قدر مجذوب ہونیکی شہادت۔ بعض اوقات وہ ایسے شخص کی نسبت جسے اس نے کل قتل کرا دیا ہوتا۔ درباریون سے دریافت کرتا۔ کہ وہ کہان ہے یہ لوگ اپنے ہم مشربون کے مسلمہ آداب و رسم کے مطابق دروغ نوراستی پر ترجیح دیکر جواب دیتے۔ وہ مر گیا۔ اور پھر جب وہ پوچھتا کس طرح فوت ہوا۔ تو اسمٰعیل کی طرح خود بھی باعث موت سے کامل لاعلمی ظاہر کرتے۔ اسمٰعیل کی فراموشی و لاعلمی گو اکثر کے خیال مین بناوٹی ہو۔ لیکن سب ظاہر ہی کرتے ہین۔ کہ اوسے فی الحقیقت قتل کا واقعہ فراموش ہو گیا ہے۔ کیونکہ جب اس نے قتل کا حکم دیا تہا اسوقت اسپر ایک خاص وجدانی حالت طاری تھی۔ اور اس حالت مین اس نے احکام آلہی کی تعمیل کی تہی۔ اس کے حکم سے ہلاک کیئے گئے۔ اشخاص کی لاشین اس کی اجازت کے بغیر نہ اُٹہائی جا سکتین۔ چنانچہ بعض

اوقات وہ بوچھوڑ دینے کے وقت تک محل کے قریب پڑی رہتیں۔ لیکن اس سے اگر کسی یوروپین نے اسمٰعیل کو مطعون کرنے کی جرأت کی تو اوسے سخت شرمندہ ہونا پڑے گا۔ کیونکہ یورپ کے مہذب ترین ملک انگلستان میں بھی اندنون یہی دستور مروج تھا۔ اور سرکاری حکم سے قتل کیے گئے اشخاص کی لاشیں لندن کے محلہ نیوگیٹ کے جیلخانہ کے احاطہ سے بلا اجازت نہیں اوٹھائی جاسکتی تہیں مسٹر ایلوڈ نے جیل خانہ نیوگیٹ کے اس زمانہ اور بخاصکر ۱۶۶۱ء کے حالات نہایت شرح و بسط سے تحریر کئے ہیں۔ جو معترضین کی تشفی کرنے کیلئے کافی سے بڑھکر ہیں۔

بقول یوروپین مورخ بسانٹ اسمٰعیل خود اپنے ہاتہہ خون کرنے کا بہی ایسا شائق تھا کہ وہ نئی تلوار یا تیر کی دہار کو آزمانے کے لیئے قریب ترین کہڑی ہوئے غلام کا سر اڑا دینا معمولی بات سمجہتا تہا۔ ایک دوسرے یوروپین مصنف کوماسی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک فرنچ سفیر کے سامنے اس نے کئی غلاموں کو محض تفریحاً قتل کر دیا۔ اور جب سفیر نے اس حرکت پر اعتراض کیا۔ تو جواب دیا۔ "تمہارا بادشاہ لوگ آدمیوں پر حکومت کرتا ہے۔ اور میں وحشیوں پر کر رہا ہون" اس کے بازو قتل کرنے کی تکان سے محفوظ رکہنے کے لیئے ایک جلاد ہر وقت اس کے پہلو پر کہڑا رہتا۔ جسکو حکم تھا۔ کہ جونہی سلطان کسی شخص کیطرف اپنی ٹہوری کو سرکائے۔ اس کا سر فوراً قلم کر دے۔ کہنی کی گردش سے یہ مراد ہوتی کہ معتوب کو گلا گہونٹ کر مارا جائے۔ مرحوم شاہی کی جو عورتیں زیر عتاب ہوجاتیں انکو بھی گلا گہونٹکر ہلاک کرایا جاتا۔ بعض اوقات ایک ایک دن میں تیس تیس بیگمات کو زندگی کے بار گران سے مخلصی دلائی جاتی۔ عیسائی مورخ سنٹ اولون اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۱ میں لکھتا ہے کہ عام روایت کے مطابق اسمٰعیل نے اپنے عہد کے فقط پہلے بیس برسون میں بیس ہزار سے زیادہ آدمی خود اپنے ہاتہہ سے دوسرے جہان کو پہنچائے۔ اس کی ایک بڑی مرغوب تفریح رعایا اور ملازمون کو نیزہ سے چہیدنا بہی تہا۔ دو نیزے ہر وقت اوس کے دونون طرف موجود رہتے۔ بندوق کا جو اس زمانہ تو ڑے

وارد ہوتی تھی۔ ابھی اس قدر رواج نہ ہوا تھا۔ کہ قدیم اسلحہ بالکل متروک الاستعمال ہو جاتے۔ فلپس کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ اس نے اسمٰعیل کو ایک وقت یکے بعد دیگرے ۲ حبشی غلاموں کو نیزے سے چھیدتے دیکھا اسمٰعیل کو اکثر ایسے مخالفوں سے معرکہ آرا ہونا پڑا۔ جن کے پاس آتشبار اسلحہ بالکل نہ تھے۔ صرف نیزہ و تلوار اور تیر کمان یا گوپھن رکھتے تھے۔ قتل و ہلاکت کی چند نسبتاً نرم صورتیں بھی مستعمل تھیں۔ مگر یہ صرف بظاہر نرم تھیں معتوب کو درحقیقت ان سے سخت عقوبت و ایذا پہنچا کرتی تھی۔ ان صورتوں میں سے ایک اُچھالنے اور پٹخنے کی تھی۔ اس سزا کی مسٹر ونڈس نے جو انگریزی سفیر بحری کپتان سٹوارٹ کے ہمراہ ۱۷۲۱ء میں مراکو گیا تھا۔ اپنے سفرنامہ میں اسطرح توضیح کی ہے۔ جس شخص کو یہ سزا دیئے جانیکا حکم ملتا۔ اس کو تین یا چار قوی ہیکل حبشی ایڑیوں سے پکڑ کر پوری طاقت سے اوپر کو اُچھالتے اور پھر ساتھ ہی چکر دیکر اوسے سر کے بل زمین پر پٹخ دیتے۔ اس کام میں یہ حبشی ایسے ماہر ہوتے تھے۔ کہ اُچھالتے وقت معتوب کی گردن کو توڑ دیتا یا کسی کندھے کو جھٹکا دیتا۔ یا صرف خفیف سا صدمہ پہونچا کر زمین پر پٹخنا ان کے اختیار میں ہوتا تھا۔ چنانچہ بعض وقت معتوب کو فقط چند رگڑیں آتیں۔ اور سب طرح سے وہ صحیح سالم رہتا۔ ایسی حالت میں اس پر واجب ہوتا کہ جب تک سلطان موجود رہے۔ بے حس و حرکت پڑا رہے۔ اگر وہ ذرا سا بھی کسی عضو کو ہلا دیتا۔ تو دوبارہ پٹخے جانیکا فوراً حکم صادر ہو جاتا۔ اسمٰعیل کے بیٹے زیدان کی عمر ابھی سات برس کی تھی۔ جبکہ اوسے اول اول اپنے ہاتھ سے غلام کو قتل کرنے کی اجازت دی گئی۔ دوسری قسم کی عام مستعمل عقوبتیں سولی دیا جانا۔ یا آرہ سے چرانا تھیں۔ آخر الذکر سزا ایک شخص کو انگریزی سفیر سٹوارٹ کے روبرو محض اس قصور پر دیگئی۔ کہ جبل طارق میں ایک شخص کے قرضہ کا ضامن ہونیکی وجہ سے روک لیئے جانے کے دوران میں وہ یورپین مردوں اور عورتوں کا بڑا ثنا خوان اور مداح ہو گیا تھا۔ اس الزام کی کوئی تحقیقات نہ کی گئی۔ اور بلا تفتیش و

اور اس کے جسم کو دو تختون مین رکھواکر سر سے پاؤن تک چِرواکر دو ٹکڑے کروادیا گیا۔ بعض بد نصیب زندہ جلوا دیئے جاتے۔ یا خچر کی دم سے بندھواکر اسوقتیکہ ہلاک نہ ہوجائین شہر کے بازارون مین گھسیٹے جاتے۔ ایک مرتبہ یہی سزا ایک سلطانی بلی کو دی گئی۔ اسمٰعیل کے پاس چالیس بلیان تہین۔ جن مین سے ہر ایک کے جدا جدا نام تہے۔ اور بکری کے گوشت پر پرورش پاتی تہین ایک شامت کی ماری نے ایک دفعہ ایک پالتو خرگوش کو پکڑ لیا۔ اس جرم مین پہلے اوسے خچر کی دم سے بندھواکر شہر مین پھرایا گیا۔ اور پھر سر قلم زن کرادیا گیا۔ ایک مرتبہ ایک زندہ عورت کے جسم سے گوشت اترواکر سلطانی کتون کو کھلایا گیا۔ ایک دفعہ ایک وزیر پر الزام عاید ہوا کہ اس نے کسی پر ظلم کیا ہے اسمٰعیل نے پہلے پستول چلاکر اُس کے بازو کو توڑا۔ پھر بیل کے کچے چمڑے مین سلاکر تمام لشکر مین بطریق مندرجہ بالا پھرایا۔ اسمٰعیل کے شاہی رمنہ کے چڑیا خانہ مین ببر شیر چیتے۔ ریچھ بھیڑیئے اور شتر مرغ رکھے ہوئے تھے۔ ان ببر شیرون کو کئی دفعہ غلام کھلائے گئے۔ عیسائی مورخ سیران ڈی لاٹور لکھتا ہے۔ ایک دن پورے ساٹھہ غلامون کو شیرون سے بلا اسلحہ لڑائی کرنیکا حکم دیا گیا۔ انکار کرنے والون کے لیئے زندہ جلا دیئے جانے کی سزا مقرر کی گئی۔ اور اسطرح ساٹھون کے ساٹھہ ایک نہ ایک بلا کے شکار ہوگئے مکناسا کی جدید پختہ چار دیواری پر کام کرنے والے مزدورون مین اگر کوئی سست یا کاہل پایا جاتا۔ تو اوسے فوراً کنگرہ فصیل سے قعر خندق مین گرادیا جاتا۔ یا دیوار کے خلا مین بھر کر ملبہ کے ساتھہ کوٹ دیا جاتا۔ اسمٰعیل کے ایک بیٹے سیدی محمد کو بغاوت کے سزا مین اُبلتے ہوئے تیل کے کڑاہ مین پھینکدیئے کا حکم ہوا۔ مگر جب وہ پھینکا جانے لگا۔ تو الفت پدری غالب آگئی۔ اور پہلی سزا ایک ہاتھہ اور ایک پاؤن کے کاٹ دیئے جانیسے بدل دی گئی۔ ایک اور بیٹے زیدان کو اسی جرم کی پاداش مین اسطرح سے مروایا۔ کہ چند عورتین جبتک اسکا دم نہ نکل گیا۔ اس کی چھاتی پر چڑھی رہین مگر تماشہ یہ ہے کہ اس سفاک باپ نے بعد ازان دونون بیٹون کے عالیشان

مقبرے تہارے - جو اب تک مکناسا مین موجود ہین - اسمٰعیل کا ایک اور بیٹا یا یونہ باغی ہو جانے پر شکست کھانے کے بعد پہلے ہسپانیہ کو اور پھر فرانس بھاگ گیا - جہان ۶ نومبر ۱۷۰۹ء کو وہ لوئی کے سامنے حاضر ہوا - اور پیری ڈی جیس کا نام اختیار کر کے عیسائی ہو گیا - اس کے مفصل حالات پندرھوین فصل مین درج ہین - ایک بیگم پر شبہ ہو جانے پر اسمٰعیل نے اس کے جسم مین --- بحالت زندگی بارود بھروا کر اوسے آگ لگوا دی - اسی طرح ایک یورپین غلام کے منہ ناک اور کان داڑھی مین بارود بھروا کر اُسے آگ دکھا دی -

ان واقعات کو مسلمان مورخون نے بالکل نظرانداز کر دیا ہے -....

لیکن اس سے انکا بالکل غلط ہونا کسی طرح ثابت نہین ہو سکتا - اسمٰعیل کے یورپین اسیران جنگ موئٹی - فلپس - بروکس وغیرہ کے علاوہ یوروپین سفراء سینٹ اامانت - ڈی لاکراکس اور سینٹ اولان - اور پادریان ڈی لا مرسی جو لیا ڈی لا نفے - سان جوان - ڈی ال یو ار ڈو - بسنائٹ اور ڈیسمیٹ نے ان مظالم کی پوست کندہ تشریح کی ہے - انکے رنگون کی چشم دید شہادت ان واقعات کی درستی کی کافی سند ہے - پس اسمٰعیل کی حمایت مین صرف یہی پیش کیا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ کا رنگ ڈھنگ ہی یہی تھا - وہ اکیلا خطاکار نہ تھا - مہذب یورپ کے بادشاہون - پولیون اور امرا کا بھی یہی بلکہ اس سے بدتر وطیرہ تھا - جن مین سے اکثر خوبی ایک بھی نہ رکھتے تھے - مگر برعکس ازین اسمٰعیل اگر ظالم تھا تو اس ایک برائی کے بالمقابل اس مین خوبیان بھی بہت سی تھین -

(اسمٰعیل کی خوبیان) چنانچہ اسی مسٹر مکینس کو جس نے اسمٰعیل کو مجسم ظلم و ستم ثابت کرنے کے لیے کسی کوشش مین معاند مورخ کی تحریر کو نظرانداز نہین ہونے دیا - اس تمام توضیح و تشریح کے بعد تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اسمٰعیل کی طبیعت کا انداز ہمیشہ اسی ڈھنگ پر نہ رہتا تھا - بعض اوقات یہ نہین کہ رحمدلی کی صفت سفاکی پر غالب آجاتی - بلکہ وہ اپنی حرکات پر نادم اور متاسف بھی ہوا کرتا - ایک ہسپانوی نے ایک دفعہ بہ نیت قتل اوس پر حملہ کیا - ایسے مجرم کی سزا بلا شبہ ضروری ہلاکت تھی - لیکن اسمٰعیل نے اسکا گناہ معاف کر دیا - اور پھر اس کے مسلمان ہو

جانے پر اوسکو فوج مین قایدٔ مقرر کر دیا - ایسا ہی سلوک اسمٰعیل نے اپنے ایک بھائی سے کیا - جو باغی ہو گیا تہا - عام روائیت ہے کہ اسمٰعیل کی مہربانی حاصل کر دیکا یقینی ذریعہ اس کے حکم سے کوڑا کہانا اور جائیداد کا ضبط کرانا تہا - جو لوگ معتوب ہو کر ہلاکت سے بچ رہتے تھے - اونکو وہ عموماً پہلے سے زیادہ آسودہ حال اور مقتدر بنا دیتا تھا - ایک دفعہ نیزہ کی انّی طرف سے اس کے ہاتھ سے اسکا ایک منظور نظر درباری ہلاک ہو گیا - اسمٰعیل نے بارہا اوسے یقین دلایا تھا کہ میرے ہاتھ سے تم کو کبھی گزند نہ پہونچے گا - اس واقعہ کے بعد اسمٰعیل کو بارہا اپنے باغات مین تنہا ٹہلتے وقت اس درباری کا نام لیتے اور اوسے واپس بلاتے ہوے گیا - روائیت ہے کہ جس شخص کو اس نے چروا دیا تہا - وہ اوسی رات اوسے خواب مین خدا سے دونون مین انصاف کرنیکی التجا کرتا ہوا نظر آیا - اس سے اسمٰعیل ایسا متاثر ہوا کہ اس نے علی الصبح وہ خاک جس پر مقتول کا خون گرا تھا - منگوا کر بطور سزا اپنے تمام جسم پر ملی - اور اس حرکت پر نہائیت نادم اور متاسف ہوا -

اسمٰعیل وفاداری اور جان نثاری سے خدمت کرنے والون کی دل سے قدر کرتا تھا - اور یہ اس امر کی کافی شہادت ہے - کہ وہ بالطبع ظالم نہ تھا - جو بالعموم ناحق شناس اور ناقدردان ہوتے ہین - اسمٰعیل پر ہسپانیہ کے صوبہ کٹالونیا کے رہنے والے ایک عیسائی غلام ماسٹر جوان کو اپنی حسن خدمت صداقت اور تسلیم الطبعی کی طفیل مدت العمر سے انتہا درجہ اقتدار حاصل رہا - اسمٰعیل کو انہی اوصاف کی وجہ سے اس کے ساتھ ایسی محبت ہو گئی تھی کہ اس نے حلف اوٹہائی ہوئی تہی کہ جب کبھی جوآن سامنے آئے اوسے کوئی نہ کوئی انعام عطا کئے بغیر واپس نہین جانے دیگا - اس عہد کو اسمٰعیل نے علی وجہ الکمال پورا کیا - اور یہان تک نباہا کہ اگر جوآن نے کسی عیسائی کی جس کے لیے حکم موت صادر ہو چکا ہو - جان بخشی کے واسطے بھی التجا کی - تو اوسے منظور کیا - مورخین کا بیان ہے کہ جس امیر کو سلطان نے زندہ نہ چھوڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہوتا - تو اوس کے حاضر ہونے کے وقت محل کے پہاٹک کو

بند کر دیئے جانیکا حکم دیدیا تھا۔ کہ کہیں جوآن اس معاملہ کی خبر سُنکر نہ آپہونچے اور اسیر کی جان بخشی کی استدعا نہ کرے۔ عیسائی مورخ ڈی ال پورٹو جوآن کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اور اسمٰعیل نے اسکو شاہی کارخانہ پارچہ بافی کا مہتمم کر دیا ہوا تھا۔ مگر موت کے قریب وہ اسلام سے مرتد ہو گیا اور اسی مریضانہ حالت مین گھر سے باہر نکل کر اپنی عیسائیت کا اظہار کرتا ہوا بازارون مین دوڑتا پھرا۔ ایسے سنگین قصور سے اسمٰعیل چشم پوشی نکر سکتا تھا۔ حکم دیا گیا کہ اگر وہ تین دن کے اندر تائب نہ ہو۔ تو جلا دیا جائے لیکن وہ اس میعاد سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔

حلیہ [1] فونڈس آخر العمر کے قریب اسمٰعیل کا حلیہ اس طرح لکھتا ہے " قد درمیانہ۔ رنگ خوشنما۔ خط وخال متناسب گو اس کی والدہ حبشن تھی۔ لیکن حبشی نسل کا کوئی نشان اس کے چہرہ پر نہ پایا جاتا تھا۔ ناک بلند و بالا۔ لمبی اور پتلی۔ دانت تمام گر گئے ہین۔ اور تنفس رُک رُک کر آتا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ اس کے پھیپھڑون مین کچھ خرابی آگئی ہے۔ اکثر کھانستا اور تھوکتا رہتا ہے۔ بلغم یا تھوک زمین پر نہین گرنے پاتی۔ خدام رومال لیئے کھڑے ہوتے ہین۔ جو فوراً اُسے رومال پر لے لیتے ہین۔ داڑھی سفید اور پتلی ہے۔ آنکھین کسی وقت نہائیت روشن ہونگی۔ مگر اب پیرانہ سالی کیوجہ سے انکی چمک بہت کچھ جاتی رہی ہے۔ اور رخسارے بھی بہت مرجھا گئے ہین" بناٹ لکھتا ہے "اس کا رنگ سیاہی مایل۔ آنکھین مشتعل و چمکدار اور آواز بلند ہے۔ اُسے چھلنے کودنے کا بڑا اشتیاق اور عادی۔ اور پیری مین بھی ایسا مستعد اور پھرتیلا ہے۔ کہ

---

[1] اسمٰعیل اور رشید کی ماں کا قصہ پہلے درج ہو چکا ہے۔ مولانا احمد اسے ایک صحرائی عرب قبیلہ کی عورت بتاتے ہین۔ مگر مسٹر میکینس بناٹ۔ یفرانی اور آڈیلو کی سند پر اسی حبشن بتا کر یہ فسانہ ناروایت ایناد کرتے ہین۔ کہ جب ابو حسونہ مولائی شریف کو معہ حرم قید کر کے قلعہ ایلیغ کو لیگیا۔ تو شریف نے کچھ عرصہ بعد اسے کہلا بھیجا کر میری بیویون مین سے ایک کو ہی خدمتگذاری کے لیئے بھیجدے۔ ابو حسونہ نے اس کے جواب مین ایک بڑھیا حبشن بھیجدی۔ اور اسی کے بطن سے رشید اور اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ مولائی شریف کے ۸۲ لڑکے اور ایک سو چوبیس لڑکیاں تھین

ایک ہی وقت گھوڑے پر سوار ہونے۔ نیام سے تلوار نکال لینے اور جو غلام کاب تھامے ہو اُسکو قتل کر دینے پر قادر ہے۔ دن مین کئی دفعہ پوشاک بدلتا ہے۔ طبیعت کی مختلف کیفیتون کے لیئے مختلف رنگون کی پوشاک مختص کر رکھی ہے سبز رنگ کو پسند کرتا ہے۔ جب بہت خوش ہو تو سفید رنگ پہنتا ہے۔ زرد رنگ کا لباس قہر و جلال کی علامت تھا''

کثیر العیالی کہ ایسے تندرست اور طویل العمر سلطان کے ہان پھر جس کے حرم مین دو ہزار عورتین ہون۔ سینکڑون بیٹون بیٹیون کا پیدا ہونا کوئی تعجب کی بات نہین۔ بیٹیون کے علاوہ صرف ایسے لڑکے جو شہ سوار ہونیکی عمر تک زندہ رہے تعداد مین سات سو سے اوپر تھے۔ بیگمات شاہی مین ایک انگریز عورت بھی شامل تھی۔ وہ پندرہ برس کی عمر مین پکڑی گئی تھی۔ اور بقول مسٹر میکنس ابلتے ہوئے تیل مین پاؤن ڈالکر اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ ایک ہسپانوی عیسائی لڑکی کماچا نام بھی لوٹ مین پکڑی آئی تھی۔ جب اوسے سلطان کے پیش کیا گیا۔ تو وہ اسپر فریفتہ ہو گیا۔ اور اوسے حرم مین داخل کرنے کے لیئے شاہی محل مین بھیجدیا۔ مگر اس لڑکی نے خود اپنے ہاتھ سے جلتا ہوا تیل چھاتیون پر ڈال لیا۔ تاکہ سلطان کی نظرون سے گندہ ہو جائے۔ ایسا ہی ہوا۔ اور سلطان نے اوسے ایک عیسائی سے نکاح پڑھا لینے کی اجازت دیدی +

اسمٰعیل تمام لڑکون کو اپنے پاس نہ رکھتا تھا۔ صرف وہی جن کی ماؤن کو بادشاہ کی طبیعت پر کچھ قابو تھا۔ دربار مین رہتے۔ باقی طافیلالت خلائی خاندان کے اصل مسکن کو عام لوگون کی طرح کاشتکاری و دہقانی کرنے کیلئے بھیجدیئے جاتے۔ امتیاز کے لیئے ہر لڑکا ایک وزندار طلائی انگشتری جس مین ایک بڑا موتی جڑا ہوتا پہنتا تھا۔ یہ یہودی صرافون کے ذمہ تھا۔ کہ وہ سلطانی حرم مین ہر پیدائیش کے موقعہ پر لڑکے کے لیئے طلائی انگشتری لڑکی کے لیئے ایک نقرئی زیور۔ اور زچہ کے لیئے بیش قیمت استرا نذر گذارین۔ الزیانی اسمٰعیل کے لڑکون کی تعداد ۵۲۸ بتاکر لڑکیون کی تعداد بھی اسیقدر

لکھتا ہے۔ مولائی محمد بن عبداللہ کے عہد مین اسمٰعیل کی اولاد پانسو گھرون مین آباد تھی۔ اوران سبکو خزانہ شاہی سے وظیفہ ملتا تھا جسے تقسیم کرنے پر کچھ عرصہ مورّخ الزیانی بہی مامور رہا تھا۔ ڈی ال پورٹو لکھتا ہے "مین نے ۱۷۲۱ء مین اسمٰعیل کے ایک بیٹے سے پوچھا تمہارے کتنے بہائی ہین۔ تیسرے دن اوس نے مجھے ایک فہرست دی۔ جس مین پانسو اٹھائیس لڑکے اور تین سو بیالیس لڑکیون کے نام درج تھے۔ الغرض اسمٰعیل کی کل اولاد کی تعداد ایک ہزار سے کچھ اوپر ہی تھی۔ اسی مؤرخ کا بیان ہے کہ اسمٰعیل کے جانشین کے پاس ایک دن کے لیے ایک بیوی کے حساب سے کل تین سو ۶۵ بیویان تہین۔ میرالٹ اسمٰعیل کی بیگمات کی تعداد بارہ سو بتاتا ہے۔ ایک فرنچ سیاح سیران ڈی لاٹو۔ لکھتا ہے۔ کہ میری سہ ماہ اقامت کے دوران مین اسمٰعیل کے ہان چالیس بچے پیدا ہوئے پیلو کا بیان ہے کہ اسمٰعیل کے محل مین ایک وقت بارہ سو یا دو ہزار عورتین کبھی نہین ہوئین۔ ہر وقت تخمیناً تین سو کی اوسط رہتی تھی۔ جن سے نوسو لڑکے اور دو سو لڑکیان پیدا ہوئین۔ . . . .

. . . .

. . . . پیلو سلطانہ لالہ زیدانہ کے محل مین عرصہ دراز تک غلام کی حیثیت مین رہا تھا۔ لالہ زیدانہ چار منکوحہ بیویون مین سے تھی۔ وہ دوغلی نسل کی تھی۔ اور ولیعہد زیدان کی مان ہونے کے علاوہ اسوجہ سے بہی اوسے . . . . اپنے خاوند پر بڑا اقتدار حاصل رہا کہ وہ اوسے ہمیشہ خوبصورت کنیزین پیش کرتی رہتی تھی۔ زیدان کی ہلاکت کے واقعہ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اسے بحالت نشہ اس کی بیویون نے اسمٰعیل کے ایما مین دم گھونٹ دینے سے ہلاک کیا۔ اور پھر اُن مین سے سات عورتون کو اسمٰعیل نے قتل کی پاداش مین سزا دی کہ ان کی چھاتیان کٹوا کر یہ گوشت کھانے پر اونکو مجبور کیا گیا۔ چھاتیان یک مرتبہ نہ کاٹی گئین۔ بلکہ تھوڑا تھوڑا ٹکڑا اُکتار کر عورتون کے منہ مین دیا جاتا رہا۔ سلطان ام الولد بیگمات کے سوا دوسری دفعہ بہت کم شاہی کنیزون کو ملتا۔ لیکن جب سے وہ ایک

دفعہ ہم بستر ہوچکا ہوتا۔ وہ دوسرون کے لیئے حرام سمجھی جاتی۔

ایک داد عورت کا اسمٰعیل کے عہد کے عجیب ترین واقعات مین ایک واقعہ یہ بھی ہے۔ صحرائی علاقہ سے ایک مقتدر خاتون جسے ملکہ بلقیس ثانی کہنا چاہیئے اسمٰعیل سے طاقت آزمائی کے لیئے مراکو کیطرف بڑھی۔ اسمٰعیل لشکر لیکر اس کے مقابلہ کو گیا۔ خاتون نے کہلا بھیجا کہ اگر اسمٰعیل مبازرت مین اس پر غالب آجائے تو وہ معہ تسید س کے تابع و محکوم ہو جائیگی۔ اسمٰعیل نے اس شرط کو مان لیا۔ اور دونون مین نیزہ سے مبازرت ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سلطانی حرم مین داخل ہوگئی۔ اور اس کی فوج اپنے ملک کو واپس چلی گئی۔ ایک اور اسی قسم کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ مولائی اسمٰعیل کا بیٹا زیدان باغی ہونے کے بعد روپوش ہوگیا۔ اسمٰعیل نے اوسے اپنے مامن سے باہر نکل آنے کی ترغیب دلانے کے لیئے اپنی موت کی خبر مشہور کر دی۔ اور لالہ زیدان کو فوج کی کمان پر مامور کر دیا۔ مگر اہالی مراکو نے ایک عورت کی سپہ سالاری کو ایسا برا منایا۔ کہ عام بغاوت برپا ہوجانے کے خوف سے اسمٰعیل کو جلد اپنے تئین ظاہر کر دینا پڑا۔

ایک فرنچ شہزادی کے لیئے سوال

بیشک مسٹر مکینس کا یہ خیال درست ہے کہ فی زمانا یورپین لوگون کو ان چیزون مین جو تاریخ مراکو مین ممکن الوقوع ہوسکتی تھین اس سے زیادہ کوئی خبر اغلب نہ معلوم ہوگی کہ مراکو کا کوئی سلطان کبھی یورپین شہزادی کے ازدواج کا متمنی ہو۔ مسٹر مکینس نے خواہ [illegible] لکھا ہو ہم اس کے ساتھہ بدرجہ اتفاق کرتے ہین۔ کہ بلاد مشرق کے مسلمان سلاطین عیسائی شہزادیون کے خود بہت کم ملتجی ہوتے رہے ہین۔ جسقدر عیسائی شہزادیان مسلمان فرمانروایون کے ازدواج مین آئی ہین۔ ان مین سے نوے فی صدی کو خود ان کے باپ ان سلاطین کو خوش کرنے کے لیئے خود بخود ان کے نکاح مین دیدیا کرتے تھے۔ حتی کہ صلاح الدین اور رچرڈ کی بیوہ بہن ملینا کی شادی کر دینے کی تجویز کے متعلق صلاح الدین کی طرف سے کوئی ایما نہ ہوا تھا۔ رچرڈ نے خود ہی یہ تجویز

پیش کی تھی۔ زمانہ حال کے کئی واقعات بھی اس متکبرانہ ریمارک کی تردید و تکذیب کر رہے ہین۔ مُسلمان تو پھر بھی اہل کتاب اور زمانہ انحطاط و زوال مین بھی ایک تہائی دُنیا کے مالک ہین۔ افریقہ کے وحشی و کندہ ناتراش سردارون اور امیرون کے ساتھ ہم اس انیسوین صدی مسیحی کے اختتام اور بیسوین صدی کے آغاز مین کئی یورپین عالی جاہ مخدرات کو بڑے اصرار و تقاضا سے ان سردارون کو مجبور کر کے نکاح کرتا دیکھ رہے ہین۔ مسٹر میکنس کو یہ ریمارک لکھتے وقت فرانس کے ایک شاہزادہ کی امریکن بیوی پرنسس ڈی شامین اور جنوبی افریقہ کے حبشی بادشاہ لوبنگولا کے بھائی کی انگریز بیوی کا قصہ غالباً یاد نہ ہوگا۔ اس بحث کو چھوڑ کر پھر سلسلہ سخن شروع کیا جاتا ہے۔

مسٹر ممدوح لکھتا ہے گو یہ امر کیسا غیر اغلب معلوم ہوتا ہم مولائی اسمٰعیل کی ذات مین ایسا سلطان پایا جاتا ہے۔ سید عبداللہ بن عیسٰی مراکشی امیر البحر پر جو لوئی چہاردہم کے دربار مین بحیثیت سفیر مامور تھا۔ بادشاہ مذکور کی ناجائز بیٹی مس ڈی بلائے کے حسن جہانتاب کا جو مس ڈی لاوالاری کے بطن سے تھی۔ اور بعد مین شہزادہ ڈی کونٹی کی بیوی ہوئی۔ ایسا جادو چل گیا۔ کہ سفیر مذکور نے فوراً اپنے آقائے نعمت کے اس لڑکی کے حسن و جمال کی مشرح کیفیت لکھدی۔ مولائی اسمٰعیل اس خط کو پڑھکر اس دوشیزہ کے نادیدہ عاشق ہوگئے۔ اور بلا توقف اپنے سفیر کو اسمٰعیل کے دوست پونچار ٹرین کیطرف یہ پیغام لکھنے کا حکم بھیجدیا۔ کہ وہ اس لڑکی کے لیئے بادشاہ سے سوال کرے اور دوسری طرف خود بھی ایک خط نہایت دوستانہ پیرایہ مین لوئی کیطرف لکھدیا۔ جس مین اس معاملہ کا کوئی ذکر نہ کیا۔ اس مین معمولی مشرقی طرز کے لمبے چوڑے القاب اور تعریفی جملے اور فقرات لکھنے کے بعد لوئی سے صرف یہ استدعا کی گئی تھی۔ کہ کچھ معمار اور چند زرہ بکتر بھیجدے۔ پونچار ٹرین نے اپنے دوست کا پیغام اوسیوقت لوئی کو پہنچا دیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اسمٰعیل اوسے ہر طرح کی آسائش و آرام سے رکھنے کے ساتھ یہ بھی عہد کرتا ہے کہ وہ اسے تبدیل مذہب پر کبھی مجبور نہ کریگا۔ مگر لوئی نے اختلاف مذہب

کے عذر پر اسمٰعیل کو داماد بنانے کی عزت حاصل کرنے سے معذوری ظاہر کی۔
سید عبداللہ وہی شخص ہے۔ جس نے جیمز ثانی شاہ انگلستان کے ساتھ اس کی
جلاوطنی کے دنون مین فرانس مین ملاقات کرکے اس امر کا شکریہ ادا کیا تھا
کہ جب وہ بحیثیت ایک قزاق کے پکڑا گیا تھا۔ تو شاہ موصوف نے اوسے بلا
زر فدیہ رہا کر دیا تھا۔ سید عبداللہ نے میڈ مسائیل بولائے کو شاہی محل مین
ایک ناچ کی مجلس مین پہلے پہل دیکھا تھا۔ اور اس پہلی ملاقات مین ہی اس
کے حسن و جمال کا گرویدہ ہو گیا تھا۔ اس واقعہ سے شاعرون اور فسانہ نویسون
کو اپنی اپنی نازک خیالی اور بلند پروازی دکھلانیکا خوب موقعہ مل گیا۔ ۱۷۰۰ء
مین بمقام کولون ایک چھوٹی سی کتاب دلفریب صورت مین بنام "کونٹس سے
شہنشاہ مراکو کے عشق کی تاریخی داستان" شائع ہو گئی۔ جس مین متعدد خطوط
چھاپ دیئے گئے۔ اس کتاب کے مضمون کا ماحصل یہ تھا۔ کہ اسمٰعیل کو خاتون موصوف
کے حسن و جمال کی کیفیت ایک فرنچ اسیر کی زبانی معلوم ہوئی۔ جسے سنتے ہی وہ
ایسا ہی ازخود رفتہ ہو گیا۔ کہ خود بھیس بدل کر اپنے سفیر کے ساتھ فرانس پہونچا
یہ داستان غالباً روس کے زار پیٹر اعظم کے بھیس بدل کر یورپ کی سیاحت
کرنے کے واقعہ سے اخذ کی گئی۔ اس زمانہ کے مشہور فرنچ شاعر جین بپٹسٹ روسو[۱]
نے بھی جو اسی نام کے مشہور فرنچ فلاسفر اور نویسندہ جین جیکیس روسو[۲] کا ہمعصر
اور میدان ہجو کا مسلم الثبوت استاد یعنی سودا ثانی تھا۔ دیگر شاعرون کے زمرہ
مین شاہزادی کی شان مین جو قصیدہ لکھا۔ اس مین اس واقعہ کا اس واقعہ
کا اسطرح ذکر کیا کہ تیرے ناز و کرشمہ اور حسن و شمائل کے لشکر جرار نے آبنائے
ہرقلیس کو عبور کرکے افریقہ کی سرزمین کو بھی فتح کر لیا ہے۔ دوسرے شعراء
مین پرینی کی نظم مقبول عام ہوئی۔ سیدی عبداللہ نے پونچارٹرین کو جو
خط لکھا تھا۔ اوسے ٹوماسی نے اپنی کتاب مسئلہ شرق کے صفحہ ۱۶ پر بجنسہ
درج کر دیا ہے۔

---

۱ سنہء مین بمقام پیرس پیدا۔ اور ۱۷۴۱ء مین بمقام برسلز فوت ہوا۔
۲ ۱۷۱۲ء مین بمقام جنیوا (سوئٹزرلینڈ) پیدا اور ۱۷۷۸ء مین پیرس کے قریب فوت ہوا۔

یورپ سے تعلقات یورپین فرمانرواؤن سے مولائے اسمٰعیل کے دوستانہ تعلقات کے بہت سے واقعات مین سے مندرجہ بالا معاملہ صرف ایک واقعہ ہے - وہ ایسا مدبر بادشاہ تہا - کہ ایسے تمام تعلقات سے بہی خواہ وہ معاندانہ ہون - یا دوستانہ اپنی رعایا کو یہ ذہن نشین کرانیکا کام لے لیتا کہ دیکہو ممالک غیر مین بہی میرا کیسا رعب پہیلا ہوا ہے - اس کی رعایا جب ہزارون عیسائیون کو اس کی قید مین دیکہتی تہی - جن کی حکومتین اونکو چہڑانے سے عاجز یا لاپرواہ ہوتی تہین - تو یہ اعتقاد ان کے دلون مین اور بہی پختہ ہو جاتا تہا - فرانس کا مشہور مؤرخ والٹیر اپنی کتاب تاریخ لوئی چہاردہم کے باب اٹہارہ مین جو کتاب سنہ ۱۷۰۳ء مین شائع ہوئی تہی - لکہتا ہے "شاہ پرتگال - وائے ڈار مسٹاٹ - آرچ ڈیوک کا وزیر - اور کیٹس کا امیر البحر یہ سب یہان تک اس کے سامنے ذلیل ہوئے - کہ اس سے امداد کی التجا کرنے سے بہی دریغ نہ کیا - انہون نے اس وحشی سے گہوڑے اور گندم حاصل کرنے کے لیئے ہی معاہدے نہ کیئے - بلکہ فوجی مدد کی بہی درخواست کی - لیکن مولائی اسمٰعیل شہنشاہ مراکو نے جو اس زمانہ کی مسلمان اقوام مین نہایت ہی جنگ جو اور کمال مدبر ظالم تہا - ایسی شرطون پر مدد دینے پر رضامندی ظاہر کی - جو مسیحیت کے لیئے خطرناک اور شاہ پرتگال کے لیئے باعث شرم تہین - اس نے بادشاہ مذکور سے اس کا بیٹا اور چند قلعے بطور کفالت مانگے - بنا برین معاہدہ کی تکمیل نہ ہوئی - اور عیسائی وحشیون (یعنی مسلمانون) کو داخل کیئے بغیر اپنے ہی ہاتہون سے ایک دوسرے کو قتل و برباد کرتے رہتے تہے"

کفار کا اخراج جب مولائی اسمٰعیل بہائی کا جانشین ہوا - اسوقت ہسپانیہ العرائش - معمورہ - سبطہ - اور پنان ڈی ویلز دبا دئیے ، یہ انگریز طنجہ پر - اور پرتگال مزغان پر قابض تہے - سنہ ۱۶۸۲ء مین طنجہ کے انگریز گورنر لارڈ ... نے لارڈ ہوارڈ کو سفیر بنا کر بہیجا - لیکن اسمٰعیل نے اس سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا - تین برس بعد سلطان نے پہلے تو انگریز سفیر کی تمام درخواستون کو منظور کر لیا مگر بعد مین اسے اس عہدنامہ کو منسوخ کر دیا

کہ ایک ولی اللہ نے اعتراض کیا ہے۔

اسمٰعیل کے عہد حکومت کے نوین برس اہالی مراکش نے انگریزون سے طنجہ کا بیرونی قلعہ موسومہ فورٹ چارلس جو مرشان پر واقع تھا۔ اور گرڈ ہیان فتح کرلین۔ دوسرے برس ۱۶۸۱ء مین ہسپانیون سے معمورہ کو فتح کرلیا۔ اور تین برس بعد انگلستان نے خود اپنے ہی اہلکارون کی بدروشی وسرتابی وخیانت وغبن اور نیز اہالی مراکش کی روزافزون ستعدی سے مجبور ہوکر ۱۶۸۴ء مین طنجہ کو خالی کردیا۔ انگریز خالی کرنے سے پہلے اس کے قلعون او لنگرگاہ کو گراگئے۔ یہان کے انگریز اہلکارون اور فوجی افسرون کے متعلق جو خاندان سٹوارٹ کے دربار کے بدترین مصاحبین مین سے تھے۔ اور رعمانًا ان عہدون پر مامور کیئے گئے تھے۔ لارڈ مکالے نے رسالہ اڈنبرا ریویو جولائی ۱۸۴۳ء مین جوسف ایڈیسن کی سوانح عمری پر مضمون لکھتے ہوئے جس کا باپ طنجہ مین پادری تھا۔ اور اس نے مراکو پر دو کتابین بھی لکھی تھین بالکل بجا اور صحیح رائے بالفاظ ذیل ظاہر کی تھی:۔ "اس سے بری حالت قیاس مین نہین آسکتی تھی۔ اور اس امر مین تمیز کرنا بہت مشکل کام تھا کہ جو بدنصیب انگریز تاجر طنجہ مین مقیم ہوگئے تھے۔ انکو وہان کی گرمی اور بارش سے زیادہ ایذا پہونچتی تھی۔ یاکہ خود اپنے ہی ملک کے ان سپاہیون سے جو شہر کی حفاظت پر مقرر اس کے اندر رہتے تھے۔ یا اہالی مراکش سے جو شہر پر باہر سے حملے کرتے رہتے تھے"۔ مسٹر میکنس لکھتی ہین "پولٹیکل لحاظ سے انگلستان کے لیئے یہ تخلیہ بہت نامناسب موقعہ پر عمل ہین۔ تمام اہالی مراکش کو بھی یقین تھا۔ کہ انگریز محض ان کے خوف سے بھاگ گئے ہین۔ چنانچہ اسے مولائی اسمٰعیل کی نہایت شاندار فتوحات مین شمار کیا گیا۔ اس سے اس کی طاقت وقوت مین بے اندازہ اضافہ ہوگیا۔ اور ایک طرح سے تمام دنیا مین اسکی دہاک بیٹھ گئی۔ اس طرح چورون کی طرح شہر کو خالی کرکے بھاگ جانے کی بجائے انگلستان اگر کوشش کرتا۔ تو طنجہ کے عوض اسمٰعیل سے کئی کارآمد رعایتین حاصل کرسکتا۔ اور اس صورت مین تخلیہ کا نتیجہ بالکل ہی الٹا برآمد ہوتا"۔

. . . . اسمٰعیل کو جسوقت اس تخلیہ کی خبر پہونچی تو اس نے بھرے دربار مین سربسجود ہوکر خداوند کریم کا شکریہ ادا کیا۔ اسکا ایسا کرنا کوئی تعجب خیز امر نہ تھا۔ کیونکہ انگریزون کا طنجہ کو خود بخود چھوڑ کر بھاگ جانا کوئی چھوٹی سی بات دی اس دن سے اسمٰعیل کی نگاہ مین یورپ والے بادشاہون کی وقعت بہت گر گئی۔ ہسپانیہ کی نسبت وہ کہا کرتا تھا۔ کہ اس پر مرد نہین۔ عورتین حکومت کر رہی ہین۔ اور شاہ انگلستان کو وہ عموماً پیرزال یا اپنی پارلیمنٹ کا غلام کہا کرتا تھا۔ اس کی نگاہ مین صرف لوئی چہار دہم شاہ فرانس بادشاہی کے لقب سے پکارے جانے کے قابل تھا۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ اسکا خاندان اسوقت سے بادشاہ چلا آتا ہے۔ جبکہ ہرقل والیئے قسطنطنیہ نے فرنگیون سے مسلمانون کے برخلاف مدد مانگی تھی۔ اور جو امر ایسا ہے کہ تنہا کل یورپ کا مقابلہ کر رہا ہے۔ تاہم اس نے لوئی کے سفیر کی درخواستون کو بھی دیگر سفراء کی درخواستون پر کوئی ترجیح نہ دی تھی۔ اور انکو بھی مسترد کر دیا تھا۔ اس سفیر کا نام سنٹ امانڈ تھا۔ جو سنہ ۱۶۷۶ء مین مکناسا پہونچا تھا۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ حضرت سرور کائنات نے جو خط دیگر بادشاہون کی طرح ہرقل کو بھیجا تھا۔ وہ سنہ ۱۳۱۰ء مین ہسپانیہ کے علاقہ بایون کے عیسائی بادشاہ نے سلطان محمد الناصر کے پیش کش کیا تھا۔ یہ خط ناصر کی شکست عظیم کے موقع پر پھر عیسائیون کے تصرف مین چلا گیا تھا۔ مولائی اسمٰعیل نے لوئی کو اسکی تلاش کرنے کے لیئے لکھا اور اس نے تلاش بھی کرائے۔ مگر خط کا کہین سے سراغ نہ ملا۔ سنہ ۱۶۸۹ء مین ہسپانویون سے العرایش فتح کیا گیا۔ جس مین پانچ فرنچ جنگی جہازون نے بھی اسمٰعیل کی فوج کو مدد دی۔ اس سے فارغ ہوکر سبطہ کی فتح کی تیاریان بڑے پیمانہ پر شروع کی گئی۔ اور سنہ ۱۶۹۳ء مین اسکا محاصرہ شروع کر دیا گیا۔ جو برابر ۲۶ برس سنہ ۱۷۲۰ء تک قایم رہا۔ اسمٰعیل نے اس کے محاذ شروع شروع مین چالیس ہزار سپاہ کا کیمپ قائم کیا۔ اور پھر مکان اور

لہ لوئی چہار دہم کے حالات کافی تفصیل کیساتھ تاریخ خاندان عثمانیہ مین درج ہین۔

جھونپڑیان بناکر دس ہزار سپاہ مستقل طور پر اس کام پر لگادی جس نے فلپ پنجم والئے ہسپانیہ نے آخر الذکر سن مین ایک شدید حملہ کرکے محولہ بالا کمپ سے نکالدیا۔ مگر اسمٰعیل اس ہزیمت کے بعد بھی سبطہ کی فتح کے عزم سے بالکل دست بردار نہ ہوا۔ کچھہ نہ کچھہ چھیڑ چھاڑ برابر قایم رکھی۔ اور جب وہ فوت ہوگیا۔ تو مراکشی فوجی فرودگاہ کو عیسائیون کی نقل وحرکت کی دیکھہ بھال کرتے رہنے کے لیئے نگرانی کی چوکی بنادیا گیا۔ یفرانی لکھتا ہے کہ اسمٰعیل کے عہد کے شاندار اور باجبروت ہونے کے موجبات مین سے ایک بڑا باعث یہ ہے کہ اس مین سرزمین مغرب کفار کی آلودگی سے پاک ہوگئی۔ اور ان کے اغتصاب وچیرہ دستی کا خاتمہ ہوگیا۔

سیاہ غلامان الموسوم بہ جیش عبید البخاری

یورپین مقبوضات کو فتح کرنے پر جو لشکر مامور کیا جاتا رہا تھا۔ اُسے خود اسمٰعیل نے ملک سے غلام جمع اور خرید کرکے مرتب کیا تھا اس لشکر کی بنا رکا آغاز اس طرح ہوا۔ کہ جب اسمٰعیل ابن محرز کو شکست دیگر مراکش مین داخل ہوا۔ تو وہان بھی اُس نے حسب معمول صرف آزاد باشندو سے لشکر مرتب کیئے جانیکا حکم دیا۔ یہ سُنکر کاتب ابو حفص نے جس کا باپ منصور سعدی کا میر منشی تھا۔ اور اس کا خاندان قدیم سے معزز چلا آتا تھا۔ اسمٰعیل کی خدمت مین حاضر ہوکر منصور کے لشکر غلامان کا رجسٹر جو خاندان سعدیہ کے انقراض پر منتشر وپریشان ہوگیا تھا۔ پیش کردیا۔ اسمٰعیل نے دریافت کیا۔ کیا یہ لوگ اب بھی موجود ہین۔ ابو حفص نے جواب دیا۔ ہان ان مین سے اکثر نواح مراکش مین پھیلے ہوئے ہین۔ اگر آپ حکم دین تو مین انکو جمع کرسکتا ہون۔ سلطان نے اجازت دیدی۔ جس پر ابو حفص نے ایک سال مین تین ہزار سابق ونئے غلام۔ جن مین سے کئی بدستور غلام چلے آتے تھے۔ اور کئی آزاد ہوگئے تھے۔ جمع کرکے مکناسا بھیجدیئے۔ ان مین کئی متاہل اور کئی کنوارے تھے۔ سلطان نے کنوارون کو کنیزین خرید کر ان سے بیاہ دیا۔ اور انکو اسلحہ وملبوسات عطا کرکے فوجی قواعد سکھلانا شروع کردیا۔ تھوڑے ہی دنون مین وہ اس لشکر کی جان نثاری اور وفاداری سے جس کا بادشاہ کی ذات کے سوا کوئی اور

والی وارث نہ تھا۔ ایسا خوش ہوا کہ اس نے ملک کے تمام حصّون سے غلامون یا آزاد شدہ سابق غلامون کی جمع کرنے کا حکم دیدیا۔ جو کل ۱۷ ہزار کی تعداد مین جمع کیے گئے۔ نئے چودہ ہزار مین بھی جسقدر کنوارے تھے سلطان نے لونڈیان خرید کر اونکا بیاہ کر دیا۔ اور اسکو اپنا خاص مستقل لشکر قرار دیا۔ یہ سیاہ سلطان کی وفات تک نئی نسلون کے اضافہ سے ڈیڑہ لاکھ کی جمعیت تک پہونچ گئی تھی۔ یہ عبید البخاری کے نام سے پکارے جاتے ہین۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب اسمٰعیل کو اس لشکر کی مدد سے متعدد فتوحات حاصل ہوئین۔ تو اس نے عام دربار کرکے اس کے اعیان اور سردارون کو جمع کیا۔ اور صحیح بخاری کا ایک نسخہ منگواکر اونکو کھایا۔ اور تم سب سنت رسول اللہ کے غلام ہین۔ اور چونکہ رسول مقبول کی تمام شریعت اس کتاب مین موجود ہے۔ پس ہم پر لازم ہے کہ جس چیز کا وہ حکم کرتی ہے۔ اوسپر عمل کرین اور جس سے وہ منع کرتی ہے اس سے محترز رہین۔ اور اس کے احکام کے مطابق جدال و قتال کرین۔ اعیان لشکر نے ایسا ہی کرنے کا عہد کیا۔ جس پر اس نے انکو اس نسخہ کو اپنے پاس محفوظ اور سفر و کوچ کیوقت بنی اسرائیل کے تابوت سکینہ کیطرح کے آگے آگے رکہنے کا حکم دیا۔ جس کی آجتک تعمیل ہو رہی ہے۔ اس سے اس لشکر کا نام عبید البخاری یعنی بخاری شریف کے غلامون کا لشکر پڑ گیا۔

انجام کار اس لشکر کی خود سرکشی کی بھی کیفیت ہوگئی۔ جو خلفاء عباسیہ کے ترک غلامون کے لشکر کی یا خلفاء عثمانیہ کی سپاہ ینگچری کی ہوگئی تھی سرکشی سلاطین ان کے غلام اور وہ ان کے آقا ہو گئے تھے۔ بادشاہون کا عزل ونصب اور حیات و ممات ان کی مرضی پر منحصر ہوگئی۔ اس لشکر کا جو بقیہ اس وقت بھی موجود ہے۔ اس کی بھی ابھی تک تقریبًا یہی کیفیت ہے۔ وہ بادشاہ کے لیئے نہ سہی ملک کے لیئے اب بھی تہر سے کم نہین۔ کیونکہ وہ کسب حلال سے روزی کمانیکا ڈہب کبھی سیکھے ہی نہین۔ اور جوان ہونے پر وزارت سے لیکر پولیس کی کنسٹبلی تک کسی نہ کسی عہدہ کا اونکو ملجانا ضروری امر ہے۔ اور یہ

ظاہر ہے کہ سرکاری ملازمت مین اگر میلان طبع اسطرف ہو تو کسی نہ کسی کو لوٹنے کا موقعہ ضرور ملتا ہے۔ ان غلامون نے اس پر اپنے مقولہ کی مصداقت کو زیادہ وضاحت کے ساتھہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ جیسے بحیثیت خادم ان سے بہتر کوئی نوکر نہین ہو سکتا۔ ویسے ہی بحیثیت آقا و مختار ان سے بدتر کوئی مالک نہین ہو سکتا۔ لکھنے پڑھنے اور علم و ہنر سے تو وہ کوسون بھاگتے ہین۔ لیکن ایسے اسمٰعیل کی تربیت کا قصور نہین سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ کچھہ ان کی فطرت کا اور کچھہ فن سپہ گری کا۔ جس مین انسان کو عموماً بیکار رہنا پڑتا ہے۔ یا پڑتا تہا۔

ان ستره ہزار غلامون مین سے ۱۴ ہزار کو اس نے مکناسہ کے قریب بمقام مشرع الرملہ اور باقی کو سرحد سوڈان کے قریب جدا کیمپ بنوا کر رکھا۔ اسمٰعیل کو اس لشکر کی تربیت کا ایسا خیال تہا کہ مشرع الرملہ کے کیمپ کو وہ ہر سال ایک دفعہ خود جا کر ضرور معاینہ کرتا۔ اور جب اس کیمپ کو قایم ہوئے گیارہ برس ہو گئے۔ اور ان غلامون کی پہلے سال کی اولاد عمر مین دس برس کی ہو گئی۔ تو اس نے سنہ ۱۱۰۰ ہجری مین ان کے تمام دس سالہ لڑکون اور لڑکیون کو مکناسا بلا کر لڑکیون کو اپنے محل کی باسلیقہ خادمات کی نگرانی مین دیدیا۔ کہ ان کو سینا پرونا۔ کپڑے دہونا۔ کھانا پکانا۔ اور دیگر لوازمات خانہ داری سکھائین۔ اور لڑکون کو نجارون۔ معمارون۔ اور دیگر اہل حرفہ و پیشہ ورون مین بانٹ دیا۔ کہ انکو ہر ایک اپنا اپنا کسب سکھلائے۔ جب انکو ایک سال اسطرح گذر گیا۔ تو مزدوری کا کام سپرد کیا۔ کہ اینٹ پتھر۔ لکڑی ڈہویا کرین سال بھر یہ کام کرنے کے بعد انکو چونہ پیسنے اور کنکر کوٹنے کے کام پر لگایا۔ چوتھے سال فوج کی پہلی جماعت یعنی پیدلون مین داخل کرکے اسلحہ ان کے ہاتھون مین دیدیئے۔ ایک سال یہ تربیت پانے کے بعد پانچوین سال انکو گہوڑے دیدیئے۔ جن پر بلا زین سواری کرکے نیزہ بازی و دوڑ وغیرہ مختلف کرتب سکھائے گئے۔ چھٹے برس زین بھی دیدی گئی۔ اور وہ نظام فوج مین شامل کر لیے گئے۔ سولہوین برس کے ختم ہونے پر سلطان ان مین سے ہر ایک کے ساتھہ مندرجہ بالا لڑکیون مین سے ایک ایک لڑکی کو بیاہ دیا۔ اور نکاح کی

موقعہ پر دلہاکو زوجہ کے مہر کے لیئے دس مثقال سونا - اور دلہن کو پانچ مثقال عطا کرکے ان سب پران کے کسی بزرگ کو سردار مقرر کر دیا - اور اس سردار کو تعمیر مکان کے لیئے ایک خاص رقم عطا کر دی - پھر ان کے نام دفتر عسکریہ مین درج کرکے انکو مشرع الرملہ کو بہیجدیا - اسی طرح ہر سال نئی دہ سالہ اولاد آتی رہتی ہے کہ پہلے چھہ برس ختم ہونے پر یہ سلسلہ قایم ہوگیا - کہ پہلے سال کی جماعت دوسرے سال کی جماعت کی جگہ لیتی - پہلی کی جگہ نئی جماعت داخل ہوتی - اور سلسلہ وار پانچویں جماعت چھٹی جماعت کی جگہ چلی جاتی - جو تعلیم کی تکمیل پر رسالہ اور لشکر مین داخل ہوجاتی ؎

بقول صاحب بستان یہ عجیب اتفاق ہے کہ عباسی خلیفہ معتصم بن رشید نے جب ترک غلامون کا لشکر قایم کیا تہا - تو اس کی جمعیت بھی پہلے ٹہیک ستره ہزار ہی کی تہی -

مولائی اسمٰعیل کو اسقدر مدت دراز تک کامل اقتدار و غلبہ اسی لشکر کی طفیل حاصل رہا تہا جبکو کسی خاص قبیلہ یا مقام سے کوئی تعلق یا لگاؤ نہ تہا - جو تعلق تہا صرف اپنے بادشاہ سے - مگر اس فوجکو قابو مین رکہنے کے لیئے ایک اور بالمقابل لشکر کے موجود ہونے کی ہی ضرورت نہین - بلکہ اس امر کی بھی تہی - کہ بادشاہ وقت اولوالعزم اور مستقل مزاج ہو - چنانچہ اسمٰعیل کے عہد مین وہ ایسے خودسر ہوگئے کہ اگر انکو اپنی جماعت مین سے کوئی شخص اس قابل ملتا - تو وہ باغلب وجوہ اسکو بادشاہ بناکر حکمران خاندان کو بالکل برطرف رکہدیتے - مولائی محمد ہفتدہم آخرکار ان کی سرکشی کا بہت کچھہ تدارک کرنے مین کامیاب ہوا - جس نے ان کے حصہ کثیر کو ملک کے مختلف اقطاع کیطرف جلا وطن کر دیا -

ان غلامون مین سے دو ہزار غلام جہین کو بلاد سوڈان کے سرحدی اور سوڈان و مراکو کے درمیانی علاقہ سے ملے تہے - صحرائے سوڈان کی جس خاتون کا اوپر ذکر ہوچکا ہے - اس نکاح بھی اسی سال ہوا تہا - جس سال یہ غلام اسمٰعیل کو ملے - مولانا احمد اس ازدواج کے واقعہ کو مسٹر سیکنس سے مختلف

پیرایہ مین بیان کرتے ہین۔ مولانا موصوف لکھتے ہین۔ کہ ۱۰۸۹ھ ہجری مین
جبس سال دیگر حصص ملک مین غلام لشکر کے لیے جمع کیے جا رہے تھے۔ اسمٰعیل صحرائے
سوس پر فوجکشی کرکے آقا و طاطا۔ تیغثیت تشکیطرا اور سرحد سوڈان تک
بڑھ گیا۔ اس مہم کے دوران مین اہالی ساحل وقبیلہ اودومیم۔ بربوش مغافرہ
ودی۔ ودی مطاع۔ اور جرار وغیرہ عرب قبایل معقل کیطرف سے بیشمار
وفد اظہار اطاعت ومتابعت کے لیے اس کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ انھین
سے ہی ایک وفد کے ساتھ سلطانہ خناثی کے والد شیخ بکار المغفری بھی معہ
صاحبزادی کے آئے تھے۔ شیخ مذکور نے یہ لڑکی جو نہایت حسین اور عالمہ
وفاضلہ تھی۔ سلطان اسمٰعیل کے ساتھ بیاہ دی۔ اور اسمٰعیل یہ بیوی اور دو
ہزار غلام لیکر اس مہم سے واپس لوٹا۔ مولانا عبد اللہ بن اسمٰعیل اسی صحراے
خاتون کے بطن سے پیدا ہوا۔

انگریزی رسوخ کی تجدید

انگلستان کی خوش نصیبی مسلمہ ہے۔ تخلیہ طنجہ سے اس کے اقتدار
ور رسوخ مین جو ضعف پہونچا تھا۔ چند برس بعد جبل طارق
کے لیے سامان رسد کے معاوضہ مین اسمٰعیل کو سبطہ کے محاصرہ کے لیے اسلحہ اور
سامان جنگ بہم پہونچانا شروع کردیا۔ تو یہ رسوخ اور بھی بڑھ گیا۔ یورپین
مؤرخین نے مولائی اسمٰعیل کی مذمت وبرائی مین اگرچہ کوئی دقیقہ باقی نہین
رہنا دیا۔ مگر یہ اسی "ظالم" کی طفیل ہے کہ یورپ کے تاجر بلا تکلف وتردد جبل
طارق کے ساتھ تجارت کر رہے ہین۔ انگلستان نے اسے تجارت کے لیے مسدود
نہین کیا۔ یہ اس طرح ظہور مین آیا۔ کہ جب انگلستان نے مولائی اسمٰعیل سے
جبل طارق کے لیے عمارتی مصالحہ مانگا۔ تو اس نے سوائے اس شرط کے کہ
مراکشی رعایا کو وہان تجارت کرنے کی کامل آزادی عطا کی جائے۔ مطلوبہ مصالحہ
کے بہم پہونچانے سے صاف انکار کردیا۔ انگلستان کو مجبوراً یہ شرط ماننی پڑی
اور جب ایک کے ساتھ رعایت کی گئی۔ تو دوسرون کے لیے بھی اوسے قایم رکھنا
لازمی تھا۔ یہ رعایت جبل طارق کے حق مین بھی اکسیر ثابت ہوئی۔ کیونکہ
وہان اگر کچھ دولت وثروت پائی جاتی ہے۔ تو محض اس کے تجارتی بندر

رہنے کی طفیل اگر اوسے بالکل جنگی بندر بنا دیا جاتا۔ تو وہان ملازمون کے سوا کسی اور کا ٹھکانا ہی نہ رہتا۔

اِن عہدنامون اور باہمی داد دستد سے انگریزون کے تعلقات مولائی اسمٰعیل سے اسقدر بڑھ گئے کہ ۱۷۲۱ء مین انگریزی سفیر مراکشی اسیرون اور خاص طور پر بنائی گئی توڑے دار بندوقون۔ گندھک۔ بارود۔ اور پارچہ کی معقول مقدار کے بدل مین تین سو ایک انگریز اسیر چھوڑانے پر قادر ہوگیا۔ جن مین ۵۲ جہازون کے کپتان تھے۔

اجنبیون کے حقوق اسی سال اب پہلی مرتبہ بروئے معاہدہ یہ شرط منوالی گئی۔ کہ اجنبی حکومتون کو اپنی رعایا کے جان و مال اور حقوق کی حفاظت کا استحقاق حاصل ہوگا۔ بادی النظر مین ملکی حکومت اور اس کے عمال کی بے قانونی کارروائیون کے لحاظ سے تجارت کے قیام و رواج کے لیئے یہ شرط بلا شبہ نہایت ضروری تھی۔ لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ طاقتور طاقتین ایسی حقوق سے عموماً ناجائز فایدہ اوٹھاتے بلکہ اِس سے ان حقوق کو عطا کرنیوالی سلطنت کی بیخکنی کا کام لینے سے بھی دریغ نہین کرتین۔ تو مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ کاش اِن بادشاہون نے ملک کی تجارت کے فروغ و رواج کے مقتضیات کو بالکل نظر انداز کر دیا ہوتا۔ اور کسی اجنبی کو ایسے حقوق کا عشر عشیر بھی عطا نہ کیا ہوتا۔ ٹرکی اس دریا دلی کی طفیل صدیون سے جن مشکلات مین مبتلا ہے۔ وہ باخبر اشخاص سے مخفی نہین۔ یہی گت بتدریج مراکو کی بنانیکی کوشش مدتون سے جاری ہے۔ اس مین اگر چندان کامیابی نہین ہوئی۔ تو اس کی بڑی وجہ یہ نہین کہ اجنبی پوری مستعدی سے ساعی نہین۔ یا سعی کرنا نہین چاہتے۔ بلکہ صرف اسوجہ سے کہ ریل و تار وغیرہ لوازمات کی عدم موجودگی اور راستون کی دشوار گذاری اور غیر محفوظیت کی وجہ سے بہت کم یوروپین ساحلی علاقہ سے اندرونی علاقون کیطرف جانیکی جرائت کر سکتے ہین۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جسقدر ان بھلے مانسون کی تعداد قلیل ہو اسی قدر فتنہ برپا ہونے کے امکان ضعیف ہونگے

اس رعایت کے متعلق انیسوین فصل مین بالتفصیل لکھا گیا ہے۔ مگر یہان اسقدر توضیح کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حصول مین انگریزی سفیر کو اوگادہ یہودیون کی مہربانی سے اور پھر ایک سلطانہ کی سفارش سے جسے بیش قیمت تحایف بھیج کر سفیر نے اپنا طرفدار بنا لیا تھا۔ کامیابی ہوئی تھی مسٹر میکنس لکھتے ہین کہ آجکل کی ڈپلومیسی کے مطابق یہ کارروائی نہایت عجیب معلوم ہوگی۔ لیکن مترجم کے خیال مین یہ اریارک مسٹر ممدوح کی وسیع معلومات کے لیئے بڑا دھبہ ہے۔ یوروپین سفرا غیر یوروپین ممالک مین ہی نہین ابتک بہی ایسی تدابیر سے کام نہین لے رہے۔ بلکہ خاص یورپ و امریکہ مین بہی اسوقت تک عورتون اور منظوران نظر کی وساطت سے بہت سے کام ہر روز نکالے جاتے ہین۔ اور ایسے معاہدے یا رعایتین حاصل نہ کیجاتی ہون۔ بڑی بڑی اہم معلومات توضرور حاصل کی جاتی ہین۔

ان یہودیون کا نام معمران اور ابن عطار تھا۔ انکو مولائی اسمعیل پر شروع شروع مین اس طرح اقتدار حاصل ہوگیا تھا کہ اس نے اس سے کئی دفعہ روپیہ قرض لیا۔ اور ان قرضون سے اوسے حصول تخت مین بہت مدد ملی۔ معمران کے باپ یوسف نے ہی سب سے پہلے اسمعیل کو اس کے بھائی رشید کی وفات کی خبر پہونچائی تھی۔ اور مزید بران فوج کے لیئے جس قدر روپیہ درکار تھا۔ دیا۔ مگر جب بعد مین اس نے روپیہ کے لیئے تقاضا کیا تو ایک غلام کو اوسے قتل کردینے کا ایما کردیا گیا۔ غلام نے ایک شریر گہوڑا اس پر چھوڑ دیا۔ جس نے اوسے ٹاپون سے کچل دیا۔ اس سزا سے اسمعیل کا غصہ فرو ہو گیا۔ چنانچہ جب معمران نے اس سلوک کی شکایت کی تو اسمعیل نے اوسے یہودیون کے ٹیکس کی محصلی پر جو بڑی فایدہ والی اسامی تہی اور ساتھہ ہی محل شاہی کی دیوانگری کے ممتاز عہدہ پر مقرر کردیا۔ اس ٹیکس کا محصل گویا یہودیون کا گورنر ہوتا ہے۔ دوسرا ابن عطار بظاہر منشی مگر دراصل وزیر خارجیہ کے اختیارات رکہتا تہا۔ صلح کے معاہدون پر وہی دستخط کیا کرتا تہا۔ اور زندگی و موت کے اختیارات بہی اوسے حاصل تھے۔ مگر ایسی

وسیع و اہم اختیارات کے باوصف یہ دونون ہی دیگر یہودیون کی طرح پشت توسن پر سوار ہونے کے مجاز نہ تھے - اور دیگر اس قسم کی پابندیون سے بھی آزاد نہ تھے - ان دونون مین باہم سخت رقابت تھی -

ایک وفادار ملازم کل سلطنت مین صرف ایک شخص ایسا تھا - جو کچھہ حد تک سمٰعیل کو قابو مین رکھہ سکتا تھا - اس کا پرانا اور ہر طرح سے آزمایا ہوا کابل وفادار وزیر قائد علی بن عبداللہ تھا - فقط وہی ایک شخص تھا - جو سمٰعیل کو رُو در رُو صاف صاف سچ بات کہدیتا تھا - اور اس کے سامنے دو زانو یا سربسجود نہ ہوتا تھا - لیکن وہ بہی اپنی منزلت کو قایم رکھنے کے لیئے ہر سال گران بہا تحایف بھیجتے رہنا قرین مصلحت سمجھتا تھا - یہ سالانہ تحائف چالیس قنطار دہنڈے ویٹ، چاندی اور بیس یا چالیس خچر جن پر نفیس و بیش قیمت پارچات لدے ہوتے تھے - اور اسی قدر ساونٹو نیپر مشتمل ہوتے تھے - قائد مذکور کا بہی ایک زبردست رقیب تھا - جس کا نام قائد محمد ہادی عطار تھا - وہ ایک دفعہ سفیر بناکر انگلستان بھیجا گیا تھا -

اجنبی سپاہیون کا دستہ جس زمانہ مین اجنبیون کو مندرجہ بالا استحقاق عطا کیا گیا - ان دنون ملکتا سا کے یہودیون کا قائد ایک انگریز نو مسلم تھا - جس کا اصلی نام کار تھا - سمٰعیل نے یورپین نو مسلم کے بہی کئی فوجی دستے تیار کر رکھے تھے جو جیش عبید البخاری سے بہی بڑہکر اس کے احکام و منشا کی دلی شوق اور کامل ہوشیاری و مستعدی سے تعمیل کیا کرتے تھے - پیلو جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے - کئی برس تک اُن مین سے ایک دستہ کا کمانڈر رہا تھا - اس دستہ مین چھہ سو اجنبی تھے - اور اس کا ہیڈ کوارٹر علاقہ شاویہ کے مقامات زمنات اور تامستا مین تہا - سمٰعیل کے پاس یورپین غلامون یعنی اسیرون کی کسی وقت کمی نہ رہتی تھی - مراقو کے بحری لوٹیرے ان امیرون کی جمعیت کو بڑہاتے رہتے تھے - یہ لوگ صرف دو طرح رہائی پا سکتے تھے - قبول اسلام سے - یا جب کے اون کے ممالک کے سفرا یا پادری زر فدیہ ادا کر دین - یورپ کے ممالک مین اپنے ہم قومون کو رہائی دلانے کی نیک غرض کے لیئے متعدد

خیراتی انجمنین قائم ہو گئی تہین - جو زرفدیہ کے لیے مناسب رقمین چندون سے جمع کرکے پادریون اور راہبون کے ہاتہہ مراکو کو بہیجتی رہتی تہین - زر فدیہ کی مقدار یکسان نہ تہی - بلا معاوضہ کسی کو نہ چہوڑا جاتا تہا - فرق صرف یہ تہا کہ جن اسیرون کی ملکی حکومت طاقتور رہو - اونکو تہوڑے سے فدیہ پر بہی چہوڑ دیا جاتا - اور جن کی حکومتین کمزور رہون - اون کے لیے بہاری رقمین مانگی اور لیجاتی تہین - اس زمانہ کے اہالی مراکش اور مغربی حکومت آج کی نسبت یورپ کی جملہ اقوام کے حالات سے بدرجہا زیادہ واقف اور ہر ایک کی نسبتی طاقت سے خوب آگاہ تہے -

بقول بعض لوئی چہاردہم کی تقلید مین اور بقول دیگر خود اپنی تجویز سے سمٰعیل نے حبشی غلامون کی طرح سفید رنگ غلامون اور اسیرون کو بہی شاہی خدمت کے لیے ان کے گرفتار کرنیوالون اور مالکون سے خرید لیا - چنانچہ پیلو اور اس کے رفقاء کو اس نے انکو گرفتار کنندگان سے فی کس دس پونڈ کے حساب سے ۱۷۱۵ء مین خرید کیا تہا - بعد مین اس نے خریداری کا دستور موقوف کرکے تمام اسیرون کو سلطانی حق قرار دیدیا - یہ غلام یا اسیر مسلمان ہونے پر جب آزاد ہو جاتے - تو ان مین سے کئی سالہا سال کے بعد بہی وطن کی کشش سے مجبور ہو کر بہاگنے کی کوشش سے دریغ نہ کرتے - اور وقتاً فوقتاً ان مین سے بعض اس کوشش مین کامیاب بہی ہو جاتے - پیلو بہی ان فراریون مین شامل ہے - ان لوگون مین سے اکثر نے وطن واپس جاکر مراکو پر کتابین لکہین - اس زمانہ کے متعلق مراکو کے حالات نسبتاً بہت زیادہ وضاحت سے یورپ مین معلوم ہونیکا باعث یہی کتابین ہین - اور چونکہ ان کے لکہنے والون سے گرفتاری کے ابتدائی زمانہ یعنی قبول اسلام سے ماقبل کے زمانہ مین معمولی غلامون کی طرح سخت محنت و مشقت لی جاتی تہی - اس کا عوض اونہون نے ان تالیفات مین سلطان اور مسلمانون کو خوب دل کہول کر تبرے سنائے اور جہان کی تمام برائیان ان کے سرتہوپنے سے لینے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا -

لیکن ان فراریون کی تعداد نسبتاً بہت کم ہے - اکثر وہین جگر آباد ہو گئے - اور بھاگنے کی کوشش کا نام نہ لیا - عیسائی مورخ اسکی وجہ یہ بتاتے ہین - کہ متواتر ناکامیون سے اونکو آخر تن بہ تقدیر سونپ دینا پڑا - اُنکا یہ خیال غلط ہے - اصل وجہ یہ ہے کہ سلطانی مراحانت - نئے تعلقات اور اولاد و عیال کچھ مدت بعد ان کو اس ملک سے ویسے ہی وابستہ کر دیتے تھے - جیسے کوئی شخص اپنے اصل وطن سے ہوتا ہے - مسلمان ہو جانے کے بعد اونپر بھی نہین - کہ کسی طرح کی پھر کوئی سختی نہ ہوتی تھی - بلکہ اُن کی بڑی عزت و خاطر کی جاتی تھی - ان مین سے اگر کوئی بھاگتا تھا - تو کسی تکلیف کیوجہ سے نہین - بلکہ حبّ وطن کی کشش سے مجبور ہو کر اور یہ بھی عموماً نئے تعلقات کے زمانہ آغاز مین ہوتا تھا - بیگانہ ملک مین صاحب عیال و اولاد ہو جانے پر گو پچھلے تعلقات بالکل فراموش نہین ہو جاتے - اور یاد وطن قطعاً نہین بھول جاتی - لیکن یہ کشش اب ایسی مضبوط بھی نہین رہجاتی - کہ نئے تعلقات پر غالب آ سکے - اسلام قبول کر لینے کے بعد یہ لوگ پھر مرتد ہو جانے کے مجاز نہ رہجاتے تھے - اہالی مراکش ایسے غیور مسلمان جو کبھی زمانہ مین کل عیسائی یورپ کو مسلمان بنانے یا اس سے جزیہ لینے کا اراد و حوصلہ رکھتے تھے - شریعت محمدیہ کی اہتک کو کبھی گوارا نہ کر سکتے تھے - لیکن اس کے ساتھ ہی آزاد خیال اور صلح کل بھی بیتے تھے - کہ تاجو عیسائی ہو یا یہودی - بلا روک ٹوک ان کے ملک مین آ سکتا تھا - مذہب کیوجہ سے اس کے راستہ مین کوئی رکاوٹ کبھی نہین ڈالی گئی - سلا اور قطاوین مین سینکڑون یورپین تاجر عرصہ سے مقیم چلے آتے ہین - اختلاف مذہب کی بناء پر کبھی اُن سے تعرض نہین کیا گیا - آخرالذکر مقام مین فرانس کا قونصل ان دنون مین مقیم رہتا تھا - عیسائی غلامون سے جس قسم کی مشقت لیجاتی تھی - اسکی مفصل کیفیت چودھوین فصل مین درج کی جائے گی - یہان اسیقدر اشارہ کر دینا کافی ہے - کہ ان سے بالعموم مکناسا اور اس کے قرب و جوار مین شاہی عمارات پر کام لیا جاتا تھا -

تعمیراتِ سلطانی۔ اسمٰعیل کو عمارت کا گویا خبط تھا۔ اس کے عہد میں تعمیر کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوا۔ ملک کا کوئی حصہ یا گوشہ اس بے انتہا شوق کی شہادت سے خالی نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جب کوئی نئی دہن آجاتی تو وہ نئی بنائی عمارت کو فوراً اگر وادینے میں بھی کچھ کم مستعدی سے کام نہ لیتا تھا۔ منصور کا قصر بدیع اسی دوسرے خبط کے دوران میں گروایا گیا تھا۔ مصالحہ و مزدوری پر وہ کچھ خرچ نہ کرتا تھا۔ اول الذکر بطور ٹیکس رعایا پر بوجھ دیا جاتا۔ اور مزدوری کی بجائے بیگار سے کام لیا جاتا۔ الزیانی کا بیان ہے کہ ایک وقت اس نے بیس ہزار ملکی قیدیوں یا بیگاریوں کے علاوہ پورے اڑتالی ہزار یورپین اسیر سلطانی عمارات پر کام کرتے دیکھے۔ اسی مورخ کے قول کے مطابق اسمٰعیل نے ۷۶ قصبے یا قلعے تعمیر کرائے۔ اور ایک مرتبہ اس کا مکناسا سے لیکر تادلا تک پختہ دیوار کھینچوا دینے کا ارادہ ہو گیا۔ مکناسا کی عالی شان جامع الاخضر کا وہی بانی ہے۔ جس کا ایک بڑا دروازہ قصبہ یعنی شاہی قلعہ کی طرف اور دوسرا شہر کی آبادی کی طرف ہے۔ قصبہ کے بیس بڑے بڑے دروازے بنوائے۔ اور ہر پھاٹک کے دو طرفہ برجوں پر گران وزن تانبے کی توپیں نصب کرائیں۔ قصبہ کے میدان میں ایک نہایت وسیع تالاب تیار کرایا۔ جس میں چھوٹے چھوٹے جہاز چلائے جاتے۔ اور اس کے متصل ایک بہت بڑا تہ خانہ غلہ جمع رکھنے کے لیے بنوایا۔ مگر سب سے زیادہ شہرت جس عمارت کی ہوئی وہ اسمٰعیل کا اصطبل تھا۔ اس کی عمارت تین میل لمبی تھی۔ اور اس میں بارہ ہزار گھوڑوں کے لیے جگہ تھی۔ جن کے تھانوں میں بیس بیس بالشت کا فاصلہ تھا۔ مسٹر میکنس لکھتے ہیں کہ ہر دس گھوڑوں پر ایک حبشی غلام مامور تھا۔ اور مولانا احمد کا بیان ہے۔ کہ ہر گھوڑے کے لیے ایک مسلمان سائیس اور ایک عیسائی اسیر گراس کٹ اور ایک خادم مقرر تھا۔

اسمٰعیل کے زمانہ کی عمارتوں میں سے اگرچہ کئی اس کے جانشینوں کے عہد میں دوسری عمارات کا مصالحہ بن چکی ہیں۔ لیکن جو ابھی تک سلامت ہیں

کہڑی ہین۔ انکی تعداد بہی کچہہ کم نہین۔ اور انکی عمارت کی پختگی اور مصالحہ کی عمدگی کو دیکہہ کر عقل دنگ رہجاتی ہے۔ دیوارین کاہیکو ہین۔ سر بفلک پہاڑ ہین۔ صاحب البستان لکہتا ہے کہ اگر تمام سلمان بادشاہون کے آثار جمع کیئے جائین۔ تو اسمٰعیل کی عمارتین اس مجموعہ پربہی فوق لے جائینگی۔ ترکی اور یورپ کے جس سفیر نے اونکو دیکہا ششدر رہگیا۔ اور بیساختہ پکار اوٹہا کہ یہ بنی انسان کا کام نہین نہ دنیا کا کوئی خزانہ اُن کے لیئے مکتفی ہوسکتا تھا۔ مطبس کے متصل اتنا ہی لمبا ایک دلفریب باغ بنایا گیا تہا۔ غلہ کے تہ خانہ کے اوپر اتنا بڑا گنبد بنوایا گیا کہ اس کا ارتفاع سطح زمین سے ایک سو گز تھا۔ پچاس گز دیوارون کی اونچائی تھی جنپر گنبد قایم تھا۔ اور پچاس گز خاص گنبد کی بلندی تہی۔

اسمٰعیل ہر روز صبح کے بعد تمام زیر تعمیر عمارتون کا معاینہ کرنے جایا کرتا تھا۔ اور مزدورون کو بتانے کے لیئے عموماً خود درمٹ پکڑ کر کنکر کوٹنا شروع کردیتا۔ ایسے موقع پر تمام حاضرین ہکے بکے ہو کر اس کیطرف دیکہنے لگ جاتے۔ کہ اسے عمارت کا غضب کا شوق ہے۔ اس معاینہ کے وقت وہ کبھی کبھی دوسرون کی تنبیہ و عبرت کے لیئے کسی نامراد مزدور کو قتل بہی کردیا کرتا تہا۔ اس کا مقولہ تہا کہ یہ کاریگر لوگ ایسے چوہے ہین جو تھیلے مین بند ہون۔ اگر وہ تھیلے کو برابر ہلاتا نہ رہے۔ تو وہ اسے کتر کر بھاگ جائین بعض اوقات وہ نیم تیار دیوار پر ہی بیٹھے ہوئے سفرا ممالک غیر کو باریابی کی اجازت دے دیتا۔ اور وہین اُن سے معاملات ملکی پر گفتگو کرتا۔ وہ ایسی متنوع اور مختلف الاقسام قابلیت و ذہانت کا آدمی تھا۔ کہ بادشاہی کے علاوہ وہ اپنی افواج کا ہی سپہ سالار نہ تھا۔ بلکہ محل شاہی کے بہی ذرہ ذرہ سے معاملات پر خود نظر رکہتا۔ اور ان کا تصفیہ کیا کرتا تہا۔ مکناسا کے قصر شاہی پر جو اسوقت اس کی عظیم ترین یادگار ہے۔ ایک وقت بیس ہزار آدمی اور بارہ ہزار خچر کام کرتے تھے۔ وہ اپنا مقبرہ بہی خود ہی قصر شاہی کے قبہ معمور یہ کے قریب تیار کرایا گیا تہا۔ جسکی عمارت پختگی و استحکام مین نظر نہین رکہتی۔

وفات۔ اسمٰعیل ۸۱ برس کی پختہ عمر مین ۱۷۲۷ء کو طبعی موت سے مرا۔ اس کی
وفات سے چند دن پہلے ہی قصر شاہی کے آخری نقش و نگار سے نقاش فارغ
ہوئے تھے۔ مگر اس نئے عمارت کا سلسلہ ختم نہ ہو گیا تہا۔ ایک عمارت کے ختم ہوتے
ہی وہ دوسری عمارت شروع کرا دیا کرتا تہا۔ چنانچہ اسوقت بھی ہزار ون
غلام ولیو بلکیس (قصر فرعون)، کے رومن کہنڈرات سے پتھرون کی بڑی
بڑی سلین مکناسا لانے پہ لگے ہوئے تھے۔ جب انکو اس کے مرنے کی خبر پہونچی
تو جہان جہان کوئی کہڑا تھا۔ اس نے وہین پتھرون کو راستہ مین پہینکدیا
اور اس مشقت غیر منقطع سے نجات ملنے پر خدا کا شکریہ ادا کر دیا۔ مسٹر میکنس
کا بیان ہے کہ انہون نے مکناسا اور قصر فرعون کے درمیانی میدان مین
ان سلون کی مسلسل قطار سو سو پچاس پچاس گز کے فاصلہ پر بچشم خود معائنہ
کی۔ الناصری کا بیان ہے کہ عربون نے اول اول موت کی خبر پر یقین نہ کیا۔ انکو
اس کی طویل العمری سے یہ یقین ہو گیا تہا۔ کہ اسمٰعیل کو حیات جاوید کلس نہان یعنی اکسیر
اعظم دستیاب ہو گئی ہے

انصاف دار ارکہ عیسائی مورخ شمی نیر اسمٰعیل کی نسبت یہ رائے لکھتا ہے:۔ یہ امیر الطول
مستعد۔ اولو العزم اور بدرجہ کمال مدبر و معاملہ فہم تہا۔ مگر اس نے اپنے عہد کی
شان و شوکت اور ضیاء و درخشانی کو حرص و طمع دور خاپن ظلم۔ بے انصافی
اور مسلسل مظالم سے جنکی تشریح کی قلم تاب نہین رکہتا۔ اور انکی یاد کو حرف
زمانہ بھی معدوم کر سکتا ہے مکدر کر دیا۔ اور اسپر سخت دہبہ لگایا۔ نیرو۔ کالی گولا
ہیلیہ نکا یولائش[1] سخت نفرت انگیز ظالم اور بد معاش تہے۔ لیکن یہ بھی اس شیطان
کے مقابلہ مین جس کے اعمال کی مین نقط جزوی کیفیت لکھتا ہون بالکل ہیچ

---

[1] یہ تینون رومن قیصر گذرے ہین نیرو چھٹا قیصر تھا۔ اوائل عمر مین وہ بڑا خوش
اخلاق علم دوست اور فیاض منش تہا۔ مگر بادشاہ ہوتے ہی اس کی کایا پلٹ گئی اسکی
سفاکی کی ادنےٰ مثال ہے کہ محض تماشا دیکھنے کے لئے شہر رومہ کو آگ لگوا دی۔
ہزارون عورتون اور خود اپنے استاد حکیم سنیکا کو قتل کرا دیا ۶۸ء مین بیدا

تھے" پیلویا اس کی کتاب کا ترتیب کنندہ یہ رائے رکھتا ہے بسبب اندازہ سفاکی و نگہدلی امدلی، یا تحت و قابلیت سے احمد اپنی رعایا کی مزاج و خاصیت کے کامل علم کی طفیل اس امیر المومنین نے ۵۵ برس کے طویل زمانہ تک اپنے تاج و تخت کو محفوظ رکھا اور صرف موت انکو اس کے تصرف سے نکال سکی"

ان کے برعکس مسلمان مورخ بلا استثنا اس کی مدح و ثنا میں تر زبان ہیں۔ اور یفرنی اپنے ایک فاضل دوست کے ایک مدحیہ قصیدہ کو جو اس نے مولائی اسمعیل کی شان میں لکھا تھا۔ کامل پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ کر اور اس سے بالکل اتفاق رائے ظاہر کر کے اپنی تاریخ میں درج کرتا ہے۔ اس قصیدہ کے تین پہلے شعر یہ ہیں۔ ؎

مولاء اسمعیل یا شمس الوری یامن جمیع الکائنات فدی لہ

ما ات الاسیف حق منتضی اللہ من دون البریۃ سلہ

من لا یرہ لک طاعۃ فاشد قد اعماہ عن طرق الہدیٰ وضلہ

مہر و مضروبات کے اسمعیل کی مہر انگریزی روپیہ کے برابر تھی۔ اس کی اندہ وتی دائمی

لہ فقیہ الادیب ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الجزولی سے مراد ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۳) اور ۶۸ء میں قتل ہوا۔ دوسرا ظلم و ستم میں اسکا بھی باوا تھا۔ دریا پر پل تیار ہونیکی خوشی میں اس نے سینکڑوں کو غرق کرایا تھا۔ علانیہ فاحشہ عورتوں کو لیے ہوئے برہنہ بازاروں میں پھرتا۔ اور اپنے خدائی کا دعویٰ کرتا۔ شاہی محل کے چڑیا خانہ کے درندہ جانوروں کی خوراک ہی اس نے انسان کا گوشت مقرر کر رکھی تھی۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کاش رومن قوم کا ایک سر ہوتا۔ کہ وہ بیک ضرب شمشیر اوسے قلم کر دیتا۔ چار برس کی حکومت کے بعد ۴۱ء میں ۲۹ برس کی عمر میں قتل ہوا۔ تیسرا اون نوں کا گرو کا گھنٹال نکلا۔ چودہ برس کی عمر میں قیصر ہوا۔ اس چھوٹی عمر میں ہی آپ ایسے حسن پسند تھے کہ مردوں کی بجائے حسین مہ جبین عورتوں کا پارلیمنٹ بنایا۔ اور اپنے گھوڑے کو وزارت کا رتبہ عطا کر کے اپنی پرستش شروع کرا دی آخر تین ہی برس بعد ۲۲۲ء میں قتل ہو گیا۔

مین جو ٹہیک ایک انگریزی پیسے کے برابر محیط رہا کرتا تہا۔ اسمٰعیل بن الشریف بن علی،، اور اس کے حاشیہ پر یہ آیت ربانی درج تہی۔ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ سورہ احزاب رکوع ۴-۳ اس کی طلائی اشرفی کی ایک طرف تمن مین ”لا الہ الا اللہ ۔ الامر کلہ للہ“ اور حاشیہ پر ”ضرب ہمہ ہنا اسمٰعیل حافظہا اللہ فی المنۃ الثالث وتسعین والف،، اور دوسری طرف تمن مین ”اللہ حق۔ ناصر الحق المبین“ اور حاشیہ پر ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب“ نقش تھا۔

مسٹر میکنس فریقین کی رائے صحیح کر کے اپنی طرف سے کچھہ رائے ایزاد کرنے کی بجائے مسلمان مؤرخین کے اس قول سے اتفاق کرتے ہین۔ کہ ”اس امر کو خدا ابہتر سمجہتا ہے۔ کہ وہ کسے اپنے کام سپرد کرتا ہے“۔ اور بالآخر اس فقرہ پر اس کے عہد حکومت کے حالات کو ختم کرتے ہین۔ کہ ”اسمٰعیل کے زمانہ مین مراکو کی جو کیفیت تہی اسے سمجہنے کے بغیر موجودہ مراکو کی حالت کو سمجہہ سکتا ناممکن ہے“۔ اسمٰعیل کے عہد کے حالات کا ذکر ختم کرنے سے پہلے جن پر مین اس کتاب کے پہلے حصہ کو ختم کرونگا۔ مین چند مزید واقعات جن کا مسٹر میکنس نے تذکرہ نہین کیا۔ مولانا احمد کی کتاب سے درج کر دینا مناسب سمجہتا ہون۔

اسمٰعیل نے لشکر غلامان کے علاوہ نواح صحرا اور سوس کے خانہ بدوش عرب قبایل سے بہی بنام جیش الودایا ایک لشکر تیار کیا تہا جسکو وہ اپنی ماں کی قومیت کی وجہ سے ماموں پکارا کرتا تہا۔ اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ حبشن نہین بلکہ عرب تہی اس قبیلہ کا ایک شخص اوسے شکار کے وقت مراکش سے باہر بکریان چراتا مل گیا تہا۔ اس کی سادی وضع اور طرز معاشرت اوسے بہت پسند آئی اور جب اس کا حسب نسب دریافت کیا۔ اور اوسے اپنی ماں کے قبیلہ ودایا کا آدمی پایا۔ تو دل کی کشش اور بہی بڑہ گئی۔ اور اسے حکم دیا کہ تو کل قوم مین منادی کر دے۔ کہ جو میرے پاس آئیگا۔ مین اوسے عمدہ سے عمدہ کپڑا پہناؤنگا۔ اور اپنی فوج مین بھرتی کرونگا۔ اس صلائے عام پر ہزارہا عرب قبیلہ ودایا و قبیلہ

مغافرہ کے جمع ہو گئے۔

ترکی علاقہ پر یورش

صحرائے سوس کی مہم سے واپس آکر اسی سال ۱۰۸۹ھ ہجری میں مولائی اسمٰعیل نے تلمسان کو ایکطرف چھوڑ کر ترکی مقبوضہ الجزائر کے جنوبی علاقہ پر جو صحرا کے متصل ہے، حملہ کیا۔ راستہ میں کئی عرب قبائل اس کے مطیع اور ہمراہی ہو گئے۔ ترکی پاشا نے یہ خبر سنکر ایک جرار لشکر مع توپخانہ مقابلہ کے لیے بھیجدیا مگر چونکہ مسلمانوں کی خونریزی سے حتی الوسع بچنا چاہتے تھے۔ جب یہ لشکر اسمٰعیل کی فرودگاہ کے قریب پہونچکر خیمہ زن ہوا۔ تو ترک سپہ سالار نے متوقعہ خونریزی کو ٹالنے کے لیئے عجیب حکمت اختیار کی۔ وہ جانتا تھا کہ اسمٰعیل کے پاس زیادہ تر انہی عرب قبائل کے آدمی ہیں۔ جو اس نواح سے اس کے ساتھہ مل گئے ہیں۔ ذاتی فوج چنداں بڑی نہیں۔ اور یہ صحرائی توپ کے نام سے جاتی ہیں چنانچہ اُن کو ڈرانے کے لیئے اس نے سات کیوقت آسمان کیطرف منہ کرکے توپوں کے چلانے کا حکم دیدیا۔ یہ تدبیر پوری کارگر ہوئی۔ عرب توپوں کی آواز سنتے ہی ایسے ڈرے کہ اسمٰعیل کے لشکر کو چھوڑ کر بگٹٹ بھاگ گئے۔ اس کے پاس صرف اپنی اصلی فوج ہی رہگئی جسے ترک اگر چاہتے تو بآسانی فنا کر دیتے لیکن ان کی شہامت نے گوارا نہ کیا۔ اور حملہ کرنے کی بجائے یہ پیغام دیکر قاصد بھیجدیا۔ کہ بنو سعد نے کبھی ترکی قلمرو میں قدم نہ رکھا تھا۔ اور تمھارا بھائی محمد بھی یہ عہد کر چکا تھا۔ اس کے خط کو پڑھ لو۔ تم بھی اُن کی آئین سے تجاوز نہ کرو۔ اسمٰعیل کی پہلے نیت خواہ کچھہ تھی۔ اسوقت اس نے ترکوں کے اس شریفانہ پیغام کو بڑا غنیمت سمجھا۔ اور دوامی صلح کا عہد کرکے بدستور سابق دریاتافنا کو حد فاصل قرار دیکر شہر وجدہ کے راستہ واپس لوٹ گیا۔ اس سال کے ماہ رمضان میں اوسے اپنے تین بھائیوں۔ حران۔ ہاشم اور احمد کی سرکوبی کے لیئے جو سجلماسہ میں باغی ہو گئے تھے۔ سوس جانا پڑا انکو شکست دیکر صحرا کی طرف بھگا دینے کے بعد جب وہ مکناسا کو واپس لوٹتا تو راستہ میں جبل ورن کے کوہستانی علاقہ میں اس کی فوج کو برفباری سے بہت نقصان پہونچا اور بہت سا سامان ضایع گیا۔ ادہر کل علاقہ میں قحط

مستولی ہو رہا تھا۔ فاقہ سے تنگ آکر لشکریون نے رعایا کو لوٹنا شروع کر دیا۔ مگر شکایت پہونچنے پر اسمٰعیل نے ایسا انتظام کر دیا۔ کہ پھر کسی کو جرأت نہ ہوئی جب دہقان یہ شکایت لیکر حاضر ہوئے۔ تو اوس نے حکم دیدیا کہ جو لشکری فرودگاہ کی حد سے باہر ملے۔ اوسے فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل مین اسدن تین سو سپاہی قتل ہوئے۔ اور وزیر عبدالرحمٰن کیلیئے اس بدنسقی کی پاداش مین یہ حکم دیا کہ اوسے خچر کی دم سے باندہ دیا جائے۔ اور اسی طرح بندھا ہوا مکناس تک لے جایا جائے۔ جہان پہونچنے تک اسکے پرخچے اڑ گئے ہوئے تھے۔ صرف چند اعضاء دم کے ساتھ باقی رہگئے۔

وباء کا خوف۔ سنہ ۱۰۹۰ ہجری مین فاس مین وباء طاعون کے نمودار ہونے پر اسمٰعیل نے اپنے غلامون کو حکم دیدیا کہ اسطرف کے کسی آدمی کو مکناسا مین داخل نہ ہونے دین۔ چنانچہ جابجا تمام سڑکون پر اون کے پہرے بیٹھ گئے۔ جو شخص قصر یا فاس کے گردنواح کا ہوتا۔ اوسے وہین قتل کر دیتے۔ اور دیگر اطراف کے باشندون کو بھی آگے نہ جانے دیتے۔ الغرض جب تک طاعون دفع نہ ہوئی مکناسا کے راستے بالکل بند رہے قلعہ فورٹ چارلس اور چار متصلہ گڑھیان اسی سال کے ماہ محرم کے اواخر مین مسلمان لشکر نے طنجہ کے انگریزی لشکر سے فتح کی تھین۔ اس معرکہ مین انگریز میمن ننانوے پچاس اور مسلمان پچاس قتل ہوئے تھے۔ اسمٰعیل نے اسی سال عرب قبیلہ زنارہ اور قبیلہ شبانات یعنی حاج کروم کی قوم کو اصلی مساکن سے منتقل کرکے وجدہ مین بھیجدیا۔

سنہ ۱۰۹۳ ہجری کے شروع مین جب اسمٰعیل کو خبر پہونچی کہ ابن محرز نے ترکون سے امداد کی درخواست کی ہے۔ اور انہون نے اُس کی اعانت کے لیئے فوج روانہ بھی کر دی ہے۔ جو بنی برناسن اور ابن مشعل یہودی کے موضع پر قابض ہو چکی ہے۔ تو ایک طرف اس نے مراکش کے گورنر کو ابن محرز کو روکے رکھنے کی تاکید لکھہ کر دوسری طرف تلمسان کیطرف فوجکشی کر دی۔ مگر ترک اس کے آنے سے پہلے ہی اپنے علاقہ کو ہٹ گئے ہوئے تھے۔

جس پر اسمٰعیل ادہر سے مطمئن ہو کر مراکش کیطرف چلا گیا - اور وہان سے سوس جاکر ربیع الثانی ۱۰۹۶ھ ہجری مین ۲۵ دن کے سخت و مسلسل لڑائی کے بعد ابن محرز کو شکست دی - وہ اس کے بعد تارودانت کے قلعہ مین چلا گیا - اسمٰعیل بہی تعاقب کرتا ہوا وہان جا پہنچا - اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا - مگر وہ فتح ہونے مین نہ آتا - اور ہر روز ایسی سخت لڑائی ہوتی کہ ادہر خود اسمٰعیل اور دوسری طرف اس کا بہتیجا احمد بن محرز بہی زخمی ہونے سے نہ بچے - انہی دنون اسمٰعیل نے خواب دیکہا کہ وہ اور اسکا وزیر ابی العباس محمدی دونون اکیلے رہگئے ہین - باقی اس کا تمام لشکر غارون مین چہپ گیا ہے - بادشاہ کو اس خواب سے بہت فکر لاحق ہو گیا - مگر صبح جب وزیر مذکور سے ذکر کیا تو اس نے حضرت سرور کائنات و صدیق کے غار مین چہپنے کے واقعہ اور اس ربانی تسلی و تشفی

ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ؕ

پر خیال دوڑا کر اسے بشارت آمیز بتایا - چنانچہ ایسا ہی ہوا - اور فریقین مین مصالحت ہو گئی -

قاضیون یعنی ججون اور منصفونکا امتحان

مکناسہ واپس آکر اسمٰعیل نے اسی سال ۱۰۹۴ھ مین تمام قاضیون کو بلا کر انکا امتحان لیئے جانے کا حکم دیا - جو لایق ثابت ہوئے - اونکو اپنے عہدہ و منبر بحال رکہا گیا - اور جو جاہل نکلے اونکو نا سمجہ جدید کے قید خانہ مین بہیجدیا - اور معلم مقرر کر دیئے کہ اونکو احکام شریعت اور منصب قضاء کے لوازمات سے آگاہ کرین - اس کے بعد انکو بلکنا سا منگوا کر بعض کو قتل کروا دیا چند کو پہر جیلخانہ مین ڈالدیا - اور باقی ماندہ کو معزول کر کے رہا کر دیا - اس واقعہ کی نسبت مورخ ابو عبید اللہ اکنسوس لکہتا ہے - کہ قضاۃ سے غالباً جنگلی علاقہ و اقوام کے قاضی مراد ہین کیونکہ عقل اوسے باور نہین کر سکتی کہ شہرون کے قاضی کبہی ایسے نالایق ہون - ایک دفعہ پہر بہی تمام قاضیون کا اسیطرح امتحان لیا گیا تہا -

قلعے کو مسٹر میکنزی نے اسمٰعیل کے تعمیر کردہ قلعون کی تعداد ۶۶ لکھی ہے۔ مگر مولانا احمد انکو شمار مین ۷۶۰۰۰ بتا کر لکھتے ہین کہ یہ اسوقت بہی سب کے سب ملک کے مختلف حصون مین بدستور موجود ہین +

تقدیر کے صاحب البستان ان قلعونکی تعمیر اور لشکر غلامان کی کثرت اور بعید پیل قوا اعد دانی نظام کا ذکر کرنے کے بصد افسوس لکہتا ہے۔ کہ کاش اسمٰعیل ان قلعون کی بجائے جنگی جہاز بنواتا اور ان جہازون پر اس خوش نظام و آراستہ موجودہ کا لشکر کو لیکر ہسپانیہ پر حملہ کرتا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو باغلب وجوہ خدا کے فضل و کرم سے اس سرزمین پر پھر اسلامی جھنڈا اڑانے مین کامیاب ہو جاتا۔ مولانا احمد تقریر کو درمیان مین لاکر اس پر ریمارک کرتے ہین:۔ بخدا یہ کلام نہایت ہی مقبول اور پسندیدہ ہے۔ لیکن انسان مختار کے قالب مین دراصل مجبور ہے۔ امور جاریہ کا انتظام و تصرف درحقیقت خدائے قدیر کے ہاتھ مین ہے۔ نہ کہ اس کے سوا کسی اور کے ہاتھ مین۔ مگر میرا یہ قول محض بالنظر الی الحقیقت ہے۔ شریعت کی طرف دیکھو تو خداوند کریم فرماتا ہے۔ واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل الخ۔ پس علے کل حال انسان کے لیے یہ کبھی جائز نہین ہو سکتا۔ کہ وہ اس تیاری و استعداد کیطرف سے غافل رہے۔ جس کے لیے شریعت اوسے حکم دیچکی ہے۔ اور کل کام تقدیر پر سونپ کر بیٹھ رہے۔ ایسی صورت مین وہ خطاکار اور شریعت اور طبیعت (یعنی فطرت انسانی) کی مخالفت کرنے والا ہوگا۔ حضرت سرور کائنات ایک اعرابی کو جس نے بر توکل اونٹنی کو کھلا چھوڑ دیا تھا اعقلها و توکل، بر زانوئے اشتر بہ بند کا فرمان دینے سے اس مسئلہ کی کافی توضیح فرما چکے ہین۔ اس مضمون پر ایک شاعر نے بہت درست لکھا ہے ؎

علے المرء ان يسعى لما فيه نفعه ۔ وليس عليه ان يساعده الدهر

پس اگر اسمٰعیل تیاری لشکر اور تکمیل مہمات حرب سے غفلت کرتا تو یہ اسکا قصور ہوتا۔ اور اگر بوجہ چند در چند ان تمام سامانون کے اوسے ہسپانیہ پر حملہ کرنے کا خیال نہ آیا۔ تو اوسے نشان تقدیر سمجھنا پڑیگا

فتح العرائش کی اس فتح کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ مسلمانون کو اس کا پانچ مہینہ تک محاصرہ رکھنا پڑا۔ جس کے دوران مین اونہون نے کئی سرنگین اڑائین۔ ایک سرنگ کے قبل از وقت پھٹنے سے ان کا اپنا بہی سخت نقصان ہوا تھا۔ بیرونی قلعون اور شہر کے فتح ہونے پر عیسائی فوج اندرونی قلعہ مین پناہ گزین ہو گئی تہی۔ مگر چند دن بعد بتاریخ ۱۸ محرم سنہ ۱۱۰۱ ہجری بروز چہار شنبہ وہ بہی فتح ہو گیا۔ لڑائی سے پہلے یہان ۳۲ سو نصرانی فوج تہی۔ ۱۲ سو قتل اور دو ہزار گرفتار ہوگئے۔ اور بارود اور سامان جنگ کی کثیر مقدار کے علاوہ ۱۸۶ توپین فاتحین کو ملین۔ جن مین ۲۲ تانبے کی تہین۔ اور باقی لوہے کی۔ ایک توپ مسمی غصاب ۲۵ قدم لمبی تہی۔ اور اس مین ۳۵ رطل وزن کا گولہ پڑتا تہا۔ طنجہ سے بہی مسلمانون کو بہت سی توپین ملی تہین۔ جنکو اسمٰعیل نے مکناسا منگوا لیا تہا۔ انکو فاس اور قبائل غمارہ کے بیگاری چالیس دن مین وہان سے کہینچ کر مکناسا لائے تہے۔

طنجہ و مہدیہ کے بعد اس تیسرے اہم بندرگاہ کے عیسائیون کے ہاتھ سے چہین لیے جاتے پر مسلمانون کی مسرت و انبساط کا کوئی پایان نہ رہگیا اور یہ زیادہ تر انہی فتوحات کی وجہ سے ہے کہ ابتک اہالی مراکش اسمٰعیل کو عظیم الشان سلطان مجاہد سمجہتے ہین۔ اور اس کے مظالم اور دیگر کمزوریون کو بالکل نظرانداز کر دیا ہوا ہے۔ نامی گرامی شعرا نے اس موقعہ پر بڑے معرکے کے قصیدے لکہے۔ اور جابجا خوشی کے جلسے مرتب کیے گئے۔ ادیب محمد عبدالسلام بن طیب قادری کے قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

علی عرش دین اللہ کل العرائش   وہذا نبصر اللہ قصر العرائش

فاس کے مفتی ابو محمد عبدالواحد بن محمد الشریف بوعنانی اور قصبہ ناملار ابو محمد عبدالسلام بن حمدون جسوس کے قصائد نمونتاً ذیل مین درج کیے جاتے ہین:۔

الا البشر فہذا الفتح نورہ ❊ قد انتظمت بعزکم الامور

وطیر السعد نادی حیث غنی ❊ قد انشرحت بفتحکم الصدور

وضوء النصر ساعدہ التہانی ۔۔۔ ولنور الفجر نحوکم یدور
وقدوافتکم البخارات طراً ۔۔۔ وطاب العیش واتصل السرور
حمیتم بیضۃ الاسلام لما ۔۔۔ بعین الحق قد حرس الثغور
وجاہدتم وقاتلتم فانتم ۔۔۔ لدین اللہ انصار تنیر
واطلعتم صوار لکم نجوما ۔۔۔ لدی ہیجاء صاحبہا کفور
فاقت البدر یوم السلم حسنا ۔۔۔ وفی یوم الوغا الاسد الہصور
وفی ثغر العرائش قد تبدی ۔۔۔ لقدرکم علی الشعری الظہور
لقد کان الملوک فسادموہا ۔۔۔ ورامو ہادیان لہا نفور
فلما جئتہا انقادت وقالت ۔۔۔ الیک یحق مولانا المصیر
ملکت قیاد عزتہا بذل ۔۔۔ فما اغنی الحصار ولا العبور
قہرتہم بابطال ضخام ۔۔۔ علی الہیجا کلہم جسور
فکم راس من الکفار مرمی ۔۔۔ تطیح الراس مجروراً یخور
وکم انحر قلادتہ رساح ۔۔۔ وسن الرمح مرکزہ النحور
وکم اسری وکم قتلی بارض ۔۔۔ وکم جرحی دما وہم کفور
تمر بہا الطیور فتنتقیہا ۔۔۔ وبات الذئب وہو لہا شکور
واضحی الناس کلہم تنادی ۔۔۔ علی طرب وما شربت خمور
فبشراکم بہذا الفتح نور ۔۔۔ وبشراکم بما منح الغفور
بہ زادت مآثرکم علوا ۔۔۔ وقد عظمت بہ لکم الاجور
الا یا معشر الکفار ہذا ۔۔۔ یبددکم ولیس لکم فتور
الا یا اہل سبتۃ قد اتاکم ۔۔۔ بسیف اللہ سلطان وقور
اذا ما جار سبتۃ فی عشی ۔۔۔ تناویہ اذا کان البکور
ووہران تنادی کل یوم ۔۔۔ متی یاتی الامام متی یزور
متی یاتی ویفتحہا سریعا ۔۔۔ ویلحق اہلہا منہ ثبور
فیہزمہم ویقتلہم ویسبی ۔۔۔ وسیف الحق فی یدہ ینور
ایا مولای قم وانہض وانشر ۔۔۔ لاندلس فانت لہا الامیر

وجاہدہم وجاربہم وفرق   حمیجہم فر بکم النصیر
ولا منح بفضل اللہ منہا   کما قد قیل براد بجور
لسان الحال ینشد کل یوم   ومعنی الحال تفہمہ الصدور
بقرطبۃ تنال المجد طرا   ویاتی العز والملک الکبیر
وذالکم بعون اللہ سہل   ومن برکا تکم امر یسیر
ایا مولائی اسمٰعیل ہذا   عبید کم الضعیف المستجیر
ینادی کم ینادیکم ویدعو   دعاء لا تحجبہ الدہور
فیا رب البریۃ یا الٰہی   ویا رحمٰن یا نعم المجیر
اثب ہذا الامیر لکل خیر   ولا تجعل بنجارتہ تبور
وابق الملک فیہ وفی بنیہ   ولو کرہت زیدوا و عمرو
ونحن رعیۃ نرجوا ہنا   وبالسلطان تنتظم الامور
علیکم من عبید کم سلام   مدی الدنیا لصحرا ابعیر
یعم جنابکم ما قال صب   الا ابشر بہذا الفتح نور

دوسرا قصیدہ

رفعت منازل سبتۃ اقوالہا   تشکوا الیکم بالذی قد طالہا
مع بادس وبریجۃ فتحققوا   وتنبہوا کی تسمعوا تسآلہا
یا ابن النبی الہاشمی محمد   قل یا امیر المومنین انا لہا
فلقد قضیتم لامرائش حاجۃ   مع طنجۃ فاقضوا الذی آمالہا
عار علیکم ان تکون اسیرۃ   بجوار کم وجنودکم تغزی لہا
ان لم تکونوا اخذین ثنارہا   من ذا یفک من الوثاق حبالہا
لا تسمعن من جاہل ومثبط   ومصحب من جہلہ احوالہا
ان الذین تقدموا قد جاہدوا   بنفوسہم وبما لہم امثالہا
فتملکوا املاکہا ودیارہا   وتقسموا اموالہا ورجالہا
فابعث لہا اہل الشجاعۃ عاجلا   حتی تراہم نازعین حبالہا

واﷲ معصم بمونتہ و معونتہ　　کیفما تقطع بالعدا اوصالہا
وارفع لہذا الغرب رأسا انہ　　فی ضعف ما دام العدا اغوالہا
ایقاک ربی الخلافۃ عدۃ　　تفقر الشریعۃ موثرا افعالہا
واقبل ہدیۃ من انی بنصیحۃ　　ینبغی الثواب ولاتقل سوالہا

سیاہ رنگ جوتی کی اسی سال کے ماہ ربیع الاول مین اسمٰعیل نے کل ملک مین سیاہ چمڑے کی جوتی پہننے کی ممانعت کرکے زرد رنگ چمڑے کی جوتیان پہننے کا حکم صادر کیا۔ سیاہ رنگ کی جوتیان پہننے کا رواج ملک مین اسوقت سے شروع ہوا تھا۔ جبکہ ماموں نے العرائش کو ہسپانیون کے حوالہ کیا تھا غمگیون کی دیکھا دیکھا سیاہ رنگ بوٹون کا رواج اہالی مراکش مین بھی ہو گیا۔

سبتہ کی ایک پہاڑ سبتہ مین بقول غزال اب تک ایک بڑا رخنہ موجود ہے جو اسمٰعیل کی محاصر فوج کے توپخانہ کے ایک گولہ سے پڑا تھا۔ سیاح مذکور اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہے کہ ہسپانوی نصاریٰ نے اپنی قوم کی عبرت اور اسکو ہر وقت تیار و ہوشیار رکھنے کے لیے اس رخنہ کو بدستور رہنے دیا ہے تاکہ اس کے مشاہدہ سے وہ اہالی مراکش کیطرح سے کبھی غافل و لاپروا نہ ہو جائین۔ اور حزم و احتیاط کو نہ چھوڑ بیٹھین۔

سنہ ۱۱۰۳ ہجری مین اسمٰعیل کا ترکون سے پھر لگاڑ ہو گیا۔ لیکن جلد مصالحت ہو گئی۔ لڑائی تک نوبت نہ پہونچی۔ اس نے اپنے بیٹے عبدالملک ابو عبداﷲ وزیر اور فقیہ ابا عبداﷲ محمد الطیف الفاسی کے ہمراہ الجزائر بھیجدیا۔ جو عہدنامہ صلح کو طے کرکے چند ماہ بعد واپس آ گئے۔

قبائل سے ہتھیار لے لیے گئے　بربر قبائل شورہ پشتی مین قدیم سے مشہور چلے آتے ہین۔ مولا اسمٰعیل نے ان کی باربار کی شرارت سے تنگ آ کر ان کی بیخکنی کے لیے بڑے زور شور سے تیاریان کین۔ جب سب سامان مکمل ہو گیا۔ تو سنہ ۱۱۰۴ ہجری مین ان کے علاقہ پاناد پر چڑھائی کر دی۔ اس نے فوجکو متعدد دستون مین تقسیم کرکے حکم دیا۔ کہ سب دستے ایک ہی وقت چارونطرف سے حملہ کرین۔ اس مہم مین توپخانہ بھی بڑی تعداد ہمراہ لیگیا

بربرون نے اب پہلی مرتبہ یہ گرجنے اور ہلاکت برسانیوالی بلا دیکھی تھی۔ اونپر بھی اوسکا وہی اثر ہُوا۔ جو تتہ کی تریون کی خالی آواز سے اسمٰعیل کے عرب فقاء پر ہوا تھا۔ بربر کل چوکڑی بہُول گئے۔ ادہر تین طرفون سے اس کے جرنیلون مساہلا پاشا۔ علی بن یشی اور علی بن برکات نے اور چوتھی طرف سے خود اسمٰعیل نے یکبارگی حملہ کرکے اونکو تلوارون پر رکھ لیا۔ یہ قتل عام تین دن جاری رہا۔ بربر غارون اور جنگلون مین سے تلاش کرکے قتل کیے گئے۔ انکا تمام مال و اسباب اور مویشی لوٹ لیے گئے۔ اور عورتین بچے غلام بنا لیے گئے۔ اس معرکہ مین بارہ ہزار بربر قتل ہوئے۔ اور بارہ ہزار گھوڑے پکڑے گئے۔ فتح کے بعد سلطان نے تمام بقیۃ السیف سے اسلحہ لے لیے جانے کا حکم صادر کرکے کل قبیلون کو بے ہتھیار کر دیا۔ صرف اون کے پاس اسلحہ رہے جنکو فوج مین شامل کر لیا گیا۔ اس حکم کو اکثر علماء نے پسند نہ کیا۔ انکی حجّت یہ تھی۔ کہ خدا انکو کافرون کے مقابلہ کے لیئے فوجی طاقت بڑھانے اور گھوڑے رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اسمٰعیل نے اس کے اُلٹ دونون چیزین لیکر مسلمانونکو کمزور کر دیا ہے۔ مگر اسمٰعیل کا یہ جواب تھا کہ مین نے اسقدر مستقل اور منتظم لشکر تیار کر لیا ہے۔ جو جہاد اور حفاظت کے فرض کو تمام مسلمان باشندون کیطرف سے ادا کرنے کے لیئے کافی ہے۔ اس کی موجودگی مین سب باشندون کو خیل و سلاح کے موجود رکھنے کی احتیاج نہین رہگئی۔ مزید بران یہ قبایل کفار کا مقابلہ تو خاک نہین کرتے۔ البتہ خود مسلمانون کا ہی گلا کاٹنے۔ رہزنی کرنے۔ اور ملک مین فساد برپا کرتے رہنے کا ان چیزون سے خوب کام لیتے ہین۔ جن کے چھن جانے پہ آئندہ وہ اس ایذا رسانی سے عاجز ہو جائینگے۔ اس فتح سے تمام سرزمین مغرب پر اسمٰعیل کا تسلط ایسی مضبوطی سے بیٹھ گیا۔ کہ پھر مدت العمر کسی کو اس کے برخلاف اونچا سانس لینے کی جرأت نہ رہگئی۔

انہی دنون ایک کامل درویش شیخ یوسی نے اسمٰعیل کو تشخیص و وصولی محاصل اور آمدنی کے ضروری مصرف۔ طریقہ جہاد کے قیام۔ سرحدی

فلاح و بنا در کے استحکام - اور فوجی طاقت و استعداد کی اشد ضرورت اور ظالم سے مظلوم کو انصاف دلانے اور رعیت کو ظلم و ستم سے محفوظ رکھنے - ان تین اہم معاملات پر ایک طویل خط لکھ کر اوسے احکام شریعت کو ہر وقت نگاہ رکھنے کی موکد نصیحت کی - جس یہ رگانہ مشورہ کو سلطان نے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا - اس مین شیخ ممدوح نے سلطان کو صاف صاف لکھدیا تھا کہ تو ان تینون اہم فرائض کی کما حقہ تعمیل نہین کر رہا - اس خط مین آپ نے عدل و انصاف پر خاص کر بہت زور دیا - اور لکھا - ملک عمارت ہے - اور لشکر اس کی بنیاد سلطان بغیر لشکر نہین ہو سکتا - اور لشکر بغیر مال نہین مرتب ہوتا اور مال بغیر محاصل جمع نہین ہوتا - محاصل کے لیے آبادی ضروری ہے اور آبادی بغیر عدل کے نہین ہوتی - پس عدل سب کی بنا ہے۔[1]

---

[1] یہ خط عزبی دان ناظرین کے مطالعہ کے لیے بجنسہٖ حاشیہ پر درج کرایا جاتا ہے۔
الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد و آلہٖ و اصحابہ اجمعین - قطب المجد و مرکزہ محاز الفخر و مارزہ و اساس الشرف الباذخ و مغبہ و مناط الفضل الشامخ و محیہ السلطان الاعظم الاجل الافخم مولانا اسمٰعیل ابن مولانا الشریف لازالت اعلامہ منصورۃ و ایامہ علی الغر والیمن مقصورۃ سلام علی سیدنا و رحمۃ اللہ و برکاتہ - ہذا ولانہ اید عندنا سوی المحبت لسیدنا و غایۃ التعظیم والاجلال والدعاء لسیدنا بصالح الاحوال و ذالک لبعض ما اوجبتہ یدہ المبسوطۃ علینا بالبر والاحسان والفضل والامتنان والتوقیر والاحترام والانعام والاکرام مع علینا و علی غیرنا من الحقوق التی اوجبتہا منزلتہ السلطانیۃ و مشابتہ الطوقیۃ الفاطمیۃ فکتبنا ہذا ببطاقت و ہی فی الوقت منتہی اوراقہ و کنا کثیرا ما نزی من سیدنا التشوق الی الموعظت والنصح والرغبۃ فی استفتاح ابواب الربح والنجح فاردنا ان نرسل الی سیدنا ما ان وفق الی النہوض الیہ رجونا لہ ربح الدنیا والآخرۃ والارتقاء الی الدرجات الفاخرۃ و رجونا وان لم نکن اہلا لان نعظ ان یکون سیدنا اہلا لان یتعظ وان یحتمی من جمیع المنام (باقی صفحہ ۳۳۶ پر)

سنہ ۱۰۱۶ ہجری میں مولای زیدان فرزند سلطان نے تلمسان کیطرف ترکی علاقہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۵) ولیحفظ فلیعلم سیدنا ان الارض وما فیہا ملک اللہ تعالی لا
شریک لہ والناس عبید اللہ سبحانہ واٰنا و سیدنا واحد من العبید وقد ملکہ اللہ عبیدہ
ابتلاء وامتحانا۔ فان قام علیہم بالعدل والرحمۃ والانصاف والاصلاح فہو خلیفۃ اللہ
فی ارضہ وظل اللہ علی عبیدہ ولہ الدرجۃ العالیۃ عند اللہ تعالی وان قام بالجور والعنف
والکبریاء والطغیان والافساد فہو متجاسر علی مولاہ فی مملکتہ ومتسلط ومتکبر فی
الارض بغیر الحق ومتعرض لعقوبۃ مولاہ الشدیدۃ وسخطہ والخفی علی سیدنا حال
من تسلط علی رعیتہ یروم تملکہم بغیر اذنہ کیف یفعل بہ یوم تمکن منہ ثم نقول ان
علی السلطان حقوقا کثیرا لا تفی بہا البطاقۃ ولنقتصر منہا علی ثلاثۃ ہی امہاتہا
الاول جمع المال من حق وتفریقہ فی حق الثانی اقامۃ الجہاد لاعلاء کلمۃ اللہ وفی
معناہ تعمیر الثغور بما تحتاج الیہ من عدد وعدۃ الثالث الانتصاف من الظالم
للمظلوم وفی معناہ کف الید العادیۃ علیہم منہم ومن غیرہم وہذہ الثلاثۃ کلہا قد
اختلت فی دولۃ سیدنا فوجب علینا تنبیہہ لئلا یعتذر بعدم الاطلاع والغفلۃ
فلان تنبہ وفعل فقد فاز وذلک صلاح الوقت وصلاح اہلہ وسبوغ النعمۃ وشمول
الرحمۃ والا فقد ادینا الذی علینا اما الامر الاول فلیعلم سیدنا ان المال الذی
یجبی من الرعیۃ قد اعد للمصالح التی ینتظم بہا الدین وتصلح الدنیا من اہل البیت
والعلماء والقضاۃ والائمۃ والمجاہدین والاجناد والمساجد والقناطر وغیر ذلک
من المصالح ومثال ہذا ارکایتام لہم دیون قد عجزوا عن قبضہا الا بوکیل ومثال
المدیان والسلطان ہو الوکیل۔ فان استوفی الوکیل الدین بلا زیادۃ ولا نقصان
واداہ الی الیتامی عجیب لم یجب لکل فقد بری من اللوم ولم تبق علیہ تباعۃ
المدیان ولا للیتیم وحصل لہ اجران اجر القبض واجر الدفع وان ہو زاد علی الدین
الواجب بغیر رضی المدیان فہو ظالم لہ او نقص الیتیم من حقہ الواجب لہ فہو ظالم
لہ وکذا ان ستقر فی الدیون وامسکہا ولم یدفعہا لاربابہا فہو ظالم۔ فلینظر سیدنا
فان جباۃ مملکتہ قد جاروا فلیول الظلم علی الرعیۃ فاکلوا اللحم وشربوا د (باقی صفحہ ۳۳۷ پر)

پرتاخت وتاراج کی نیت سے یورش کی اور لوٹ گھسوٹ کر واپس آگیا۔ ترکی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۶) الدم وامتشوا العظم وامتصوا المخ ولم یترکوا للناس دینا ولا دنیا
اما الدنیا فقد اخذوہا واما الدین فقد فتنوہم عنہ وہذا شیٔ شاہدناہ۔ ثم ان ارباب
الحقوق قد ضاعوا ولم تصل الیہم حقوقہم فعلی السلطان ان یتفقد الجباۃ ویکف ایدیہم
عن الظلم ولا یغتر بکل من یزین لہ الوقت فان کثیرا من الذین یرون طلاب الدنیا
لا یتقون اللہ تعالی ولا یتحفظون من المداہنۃ والنفاق والکذب وفی فصل
منہم قال جدہ امیر المومنین مولانا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ المغرور من
غررتموہ اہ وان یتفقد المصالح ویبسط ید الفضل علی خواص الناس من اہل
الفضل والدین والخیر لیکتسب محبتہم وثناءہم ونصرہم کما قیل۔

افادتکم النعماء منی ثلاثۃ یدی والسانی والضمیر المحجبا

وقد جبلت القلوب علی حب من احسن الیہا ولا سیما فیتمنوا غیرہ ویطلبوا
دولۃ اخری کما قیل

اذا لم یکن للمرء فی دولۃ امری نصیب ولا حظ تمنی زوالہا

وما ذاک من بغض لہا غیر انہ یرید سواہا فہو یہوی انتقالہا

ولیعلم سیدنا ان السلطان اذا اخذ اموال العامۃ ونشرہا فی الخاصۃ و
شید بہا المصالح فالعامۃ یذعنون ویعلمون انہ سلطان وتطیب قلوبہم بما یرون
من انفاق اموالہم فی مصالحہم والا فالعکس وایضا السلطان تعرض للسہام الرا
شقۃ من دعوات المظلومین من الرعیۃ فاذا احسن الی الخاصۃ دعوا لہ بالخیر و
السلامۃ والبقاء فیقابل دعاء بدعاء واللہ الموفق واما الامر الثانی فقد ضاع ایضا
وذالک انہ لم یتأت فی الوقت الاعمارۃ الثغور وسیدنا قد غفل عنہا فقد ضعفت الیوم
غایۃ وحضرت بمدینۃ تطاوین ایام مولانا الرشید رحمہ اللہ۔ فکانوا اذا سمعوا
الصریخ تہتز الارض خیلا ورماۃ وقد بلغنی الیوم انہم سمعوا صریخا من جانب البحر
ذات یوم فخرجوا یسعون علی ارجلہم بایدیہم العصی والمقالیع وہذا وہن فی الدین
وغرر علی المسلمین وانما جاءہم الضعف من المغارم الثقیلۃ وتکلیفہم (باقی صفحہ آئندہ)

عمال نے اس کی شکایت قسطنطنیہ کی۔ جہاں سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں دس آدمیوں کی سفارت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۳) الحرکات واعطار الحدة کسائر الناس فعلی سیدنا ان یتفقد السواحل
کلها من قلیلة الی اتة ویحرضهم علی الجهاد والحراسة بعد ان یحسن الیهم ویعفیهم مما
یکلف به غیرهم ویترک لهم خیلهم وعددهم ویزیدهم ما یحتاجون الیه فهم حماة
بیضة الاسلام ویتحری لیمن بولیة ملک الله احق ان یکون اشد الناس رغبة فی
الجهاد ونجدة فی المضایق وغیرة علی الاسلام ولا یوجد بها من سمیة مل ربطته والا
تکال علی البرکة والله الموفق واما الامر الثالث فقد اختص ایضا لان المشجعین للا
نتصاف بین الناس فی البلدان وهم العمال وخدامهم هم المشتغلون بظلم
الناس فکیف یزیل الظلم من یفعله ومن ذهب یشتکی سیقفوه الی الباب فزادوا
علیه فلا یقدر احد ان یشتکی خلیق الله سیدنا ولیتق دعوة المظلوم فلیس بینها
وبین الله حجاب ولیجتهد فی العدل فانه قوام الملک وصلاح الدین والدنیا۔
قال تعالی ان الله یامر بالعدل والاحسان وایتای ذی القربی وینهی عن الفحشاء
والمنکر والبغی الآیة۔ وقال الله تعالی ولینصرن الله من ینصره ان الله لقوی
عزیز۔ ثم ذکر تعالی المنصورین وشروط النصر فقال الذین ان مکناهم فی الارض
اقاموا الصلوٰة وآتوا الزکوٰة وامروا بالمعروف ونهوا عن المنکر فضمن تعالی للملوک
النصر وشرط علیهم هذه الامور الاربعة فمتی اختل علیهم امر الرعیة وتسلط علیهم من
یفسد علیهم الدولة فلیعلموا ان ذالک من اخلالهم بهذه الامور فکان علیهم الرجوع الی
الله تعالی وتفقد ما امرهم به ورعایة ما استرعاهم ایاه وقد اتفقت حکماء العرب
والعجم علی ان الجوار لا یثبت معه الملک ولا یستقیم وان العدل یستقیم معه الملک
ولو مع الکفر وقد عاش الملوک من الکفرة المئین من السنین فی الملک انتظموا
لکلمة المسموعة والراحة من کل شخص لما کانوا علیه من العدل فی الرعیة استحلاء
حالمدینا هم فکیف بمن یرجو اصلاح الدنیا والدین وقال بعض الحکماء، الملک
بناء والجند اساسه واذا ضعف الاساس سقط البناء فلا سلطان الا بجند ولا
جند الا بمال ولا مال الا بجبایة الا بعمارة ولا عمارة الا بالعدل (باقی صفحہ آئندہ)

سلطان مصطفیٰ ابن محمد شہنشاہ روم کا خط لیکر اسمٰعیل کے پاس پہونچی۔ اس میں مولائی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۸) فالعدل اساس الجمیع وقد صنع ارسطوطالیس الحکیم للملک الاسکندر الشکل المستدیر منه وکتب علیه العالم بستان سیاجه الدولة الدولة سلطان تعضده السنة السنة سیاسة یسوسها الملک الملک راع یعضده الجیش الجیش اعوان یکفلهم المال المال رزق یجمعه الرعیة الرعیة عبید یتعبدهم العدل العدل مالوف وبه صلاح العالم۔ العالم بستان الی آخره وقال صلی اللہ علیہ وسلم، کلکم مسئول عن رعیته وقال صلی اللہ علیہ وسلم، ان رجالا یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق لهم النار یوم القیامة او کما قال وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم، ما من وال یلی ولایة الا جاء یوم القیامة ویداه مغلولتان فاما عدل یفکه واما جور یوبقه۔ وعن مولانا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال رایت عمر علی قتب یعدو به بعیر بالابطح فقلت یا امیر المؤمنین این ترید فقال بعیر من ابل الصدقة شرد اطلبه فقلت اذللت الخلفاء من بعدک فقال لا تلمنی فوالذی بعث محمدا صلی اللہ علیہ وسلم بالحق لو ان عناقا ضلت بشاطی الفرات لاخذ بها عمر یوم القیامة انه لا حرمة لوال ضیع المسلمین ولا لفاسق روع المؤمنین وقد رای رضی اللہ عنه شیخا یهودیا یسال علی الابواب فقال ما انصفناک اخذنا منک الجزیة ما دمت شابا ثم ضیعناک الیوم وامر ان یجری علیه قوته من بیت المال ولیعلم سیدنا ان اول العدل ان یعدل فی نفسه فلا یاخذ لنفسه من المال الا بحق ولیسال العلماء عما یاخذ وما یعطی وما یاتی وما یذر وقد کان بنو اسرائیل یکون فیهم الامیر علی یدی نبی فالنبی یامر والامیر ینفذ لا غیر ولما کانت هذه الامة المرحومة قطعت منها النبوة بنبیها خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فلم یبق الا العلماء یقتدی بهم وقال صلی اللہ علیہ وسلم، علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل فکان حق علی هذه الامة ان یتبعوا العلماء ویتصرفوا علی ایدیهم اخذا وعطاء وقد توفی صلی اللہ علیہ وسلم واستخلف ابوبکر رضی اللہ عنه وکان قبل ذلک یبیع ویشتری فی السوق علی عیاله فلما بویع اخذ بالذی للتجارة وذهب الی السوق علی عادته حتی رده علماء الصحابة وقالوا انک فی شغل من الخلافة عن السوق وفرضوا له ما یکفیه مع عیاله وجعلوا المال علی ید امین فکان

کو ہمیشہ اہل جزائر سے برسر صلح رہنے کی تاکید و نصیحت کی گئی تھی جسے اوس نے بسر
و چشم قبول کیا۔ ۱۱۱۱ھ ہجری میں اسمٰعیل نے ملک کے مختلف حصوں پر چند بیٹوں کو مامور
کیا۔ مولا احمد کو تادلا کا گورنر مقرر کیا۔ اور تین ہزار غلام سپاہی اس کے ہمراہ
کئے۔ مولائی عبدالملک کو ایکہزار سوار دیکر درعہ پر مامور کیا۔ مولائی محمد عالم
کو تین ہزار سواروں کے ساتھ سوس بھیجا۔ مولائے مامون کو مراکش سے سجلماسہ
تبدیل کیا۔ اور پانسو سوار ساتھ دیئے۔ یہ دو برس بعد فوت ہو گیا۔ تو اسکی
جگہ مولائی یوسف کو مامور کیا۔ مولائے زیدان کو مشرقی علاقہ پر مقرر کیا۔ اسنے
پہلے کی طرح ترکی علاقہ پہ تاخت و تاراج کرتے رہنے کو اپنا شعار بنا لیا۔ اور
ایک دفعہ یہ خبر ملنے پر کہ تلمسان کا ترکی گورنر عثمان پاشا کے مکان کو بھی لوٹ لیا۔
اسمٰعیل کو جو سلطان مصطفےٰ اسے مدامی مصالحت کا عہد کر چکا تھا۔ یہ امر سخت
ناگوار گذرا۔ اور اس کی سزا میں اس نے زیدان کو گورنری سے معزول
کرکے ایک دوسرے بیٹے مولائی فقیہہ کو یہاں مقرر کر دیا۔ مگر اس سے ترکوں
کا رنج دور نہ ہوا۔ اور اونھوں نے جنگ کا اعلان کر دیا۔ جس پر اسمٰعیل جرار
لشکر لیکر الجزائر کیطرف روانہ ہوا۔ لیکن راستہ میں پیاس سے اس کے
اسقدر سپاہی ضائع ہو گئے کہ اُسے (سنہ ۹۱۲ ہجری) فریق ثانی سے صلح کرکے
واپس آجانا پڑا۔ مکناسا واپس آکر اس نے قائد عبدالخالق بن عبداللہ الروسی
کو اس جرم کی سزا میں قتل کرا دیا کہ اس نے سلطان کے ایک غلام کو بلا اذن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۹) ہو وغیرہ فیہ سواء یأخذ منہ بما اقتضتہ الشریعۃ لنفسہ ولغیرہ وہکذا
سیرۃ الخلفاء الراشدین من بعدہ فعلی سیدنا ان یقتدی بہولاء الفضلاء ولا یقتدی
باہل الاہواء ولیسأل من معہ من الفقہاء الثقات کسیدی محمد بن الحسن وسیدی
احمد بن سعید وغیرہما من العلماء العالمین الذین یتقون اللہ ولا یخافون فی اللہ لومۃ
لائم فما امروہ بہ مما ذکرناہ وحماکذ کرہ افعلہ وما نہوہ عن انتہی ہذہ طریقۃ النجاۃ
انشاء اللہ تعالیٰ ان یرزق سیدنا توفیقا وتسدیدا وارشادا وتائیدا مان بصلح بوجود
الصلاح والعباد وان یحسم بسیفہ اہل الزیغ والفساد آمین والحمد للہ رب العالمین +

اپنے مکان مین داخل ہو جانے سے مشتعل ہو کر قتل کر دیا تھا۔

اسمٰعیل کے ایک بیٹے کے ہاتھہ پاؤن کاٹے جانیکا واقعہ بالاجمال اوپر بیان ہو چکا ہے۔ یہ بیٹا محمد المعروف بہ عالم تھا۔ جو سوس کا گورنر مقرر کر کے بھیجا گیا تھا۔ وہ ۱۱۱۴ سنہ ہجری مین باپ سے باغی ہو گیا۔ تین برس لڑائی جاری رہی۔ جس مین فریقین سے ہزار دن جانین ضائع ہوئین۔ آخر مولائی زیدان نے سرکش بھائی کو گرفتار کر کے باپ کے پاس بھیجدیا۔ جو اسوقت دار الخلافہ سے باہر وادی بہت مین مقیم تھا۔ اور یہ سزا اُسے وہین ۴۔ ربیع الاول ۱۱۱۶ سنہ ہجری کو دی گئی تھی۔ اس کے بعد اوسے مکناسا بھیجدیا۔ جہان وہ گیارہ ہو ین دن پہونچا۔ اور پہونچنے کے ساتھہ ہی اوس کی جان نکل گئی۔ بادشاہ کا بیٹا سمجھکر خود قاضی شہر نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اسے اس کے حاسدون نے اس کی بربادی کا ذریعہ بنانے کی کوشش کر کے سلطان کو بھڑکایا کہ قاضی نے تیرے دشمن کا جنازہ پڑھا۔ سلطان نے اس کا سختی سے جواب طلب کیا۔ قاضی نے کئی وجوہ لکھین۔ جن مین سے ایک یہ بھی کہ گو وہ بُرا تھا۔ لیکن آخر سلطان کا بیٹا تھا۔ اور اس کی تذلیل مین سلطان کی ذلت تھی۔ دوسرے جب امام حسن بصری حجاج بن یوسف ایسے ظالم جنازہ مین شریک ہو گئے۔ اور فرمایا۔ "مجھے شرم آتی ہے کہ حجاج کے گناہون کو غفور الرحیم کے عفو و کرم سے بڑا سمجھون" تو مجھے کب لائق تھا کہ سلطان کے باغی بیٹے کو حجاج سے بھی بد تر سمجھتا +

۱۱۱۷ سنہ ہجری مین انگریزون نے بحر و بر سے حملہ کر کے تین دن کے محاصرہ کے بعد جبل طارق کو ہسپانیون سے فتح کر لیا۔ ہسپانیہ کی حکومت اندرونی فسادات کے انطفا مین مشغول تھی۔ اور جبل طارق مین بہت تھوڑی فوج مقیم تھی۔ بنابرین انگریزون کو باسانی یہ فتح حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد ہسپانیہ و فرانس نے بارہا اسے چھیننے کے لیئے زور لگایا۔ مگر کچھہ پیش نہ گئی۔ اہل ہسپانیہ کو جبل طارق پر انگریزون

کا تصرف اب تک ایسا ناگوار ہے۔ کہ گو سنہ ۱۸۹۷ء کے محاربہ امریکہ سے
انکی رہی سہی شوکت جاتی رہی ہے۔ اور امریکہ و بحر الکاہل کے
آخری مقبوضات کیوبا۔ پورٹو ریکو اور جزائر فلپائن بھی ان کے ہاتھ جو
کسی وقت کل بر عظم امریکہ کے مالک تھے۔ نکل گئے ہین۔ لیکن جبل طارق
کو بمصالحت یا بزور شمشیر حاصل کرنے کی امنگ اسوقت تک ان کے دلون
مین باقی ہے۔ اور خود کئی انگریز بھی اس قبضہ کے مخالف ہین۔ چنانچہ سنہ ۱۹۰۱ء
کے وسط مین یہ بحث مکرر شروع ہو گئی ہے۔ کہ محاربہ ٹرانسوال
مین جو اکتوبر سنہ ۱۸۹۹ء سے انگلستان اور جنوبی افریقہ کی دو حقیر ریاستوں
ٹرانسوال و اورنج ریور کالونی مین ہنوز (جولائی سنہ ۱۹۰۱ء) جاری ہے
بوئیر جس سرعت و تعمیل سے نہایت وزنی توپین بھی باسانی تمام
ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتے رہے ہین۔ باقی سلطنتین بھی اب
بوئیرون کے طریقہ پر چل کر ایسا کر سکین گی۔ اور اس صورت مین
ہسپانوی چپ چاپ ایسی توپین جبل طارق کی متصلہ ہسپانوی بلندیون
پر لا کر ان انگریزی جہازات کو جو بندرگاہ مین موجود ہون۔ چشم زدن
مین فنا کر سکین گی۔ اور جبل طارق پر اس غرض سے زیادہ تر قبضہ
رکھا گیا تھا۔ کہ وہ جہازون کو محفوظ مامن کا کام دے سکتا ہے۔
پس ایسی صورت مین جبل طارق کو ہسپانیہ کے حوالہ کر کے اس
سے کوئی جزیرہ اس کے بدل مین لے لیا جائے۔ اس مسئلہ کے متعلق
مترجم مؤلف کتاب ترکون کی موجودہ ترقیات اور اسلامی دنیا
کا فوٹو مین مفصل بحث کر چکا ہے۔ شائقین اس کتاب کو
مطالعہ کرین۔

سنہ ۱۱۱۹ ہجری مین مولائی زیدان تارودانت مین جہان
اس نے مولائی محمد کو گرفتار کیا تھا۔ فوت ہوا۔ اور مکناسہ
لا کر دفن کیا گیا۔

سنہ ۱۱۲۰ ہجری مین ترکون نے ساحلی قصبہ وہران ہسپانویون

سے فتح کیا۔ ۱۱۲۳ھ ہجری مین سلطان کے ایک اور بیٹے ابو نصر نے سوس مین بغاوت کی اور ہلاک ہوا۔ ۱۱۲۰ھ ہجری مین حرۃ دخاتون، عائشہ مبارکہ زوجہ سلطان اور ام مولائی الحسن بن اسمٰعیل فوت ہوئی۔ ۱۱۲۹ھ ہجری مین سلطان کا بیٹا ابو مروان بقصد حج حجاز کو گیا۔ ۱۱۳۰ھ ہجری مین سلطان نے تمام بیٹون کو گورنریون سے واپس بلا کر صرف مولائی احمد ولیعہد کو تافلالا مین رہنے دیا۔ اسوقت سے تمام ملک مین ایسا امن و امان ہو گیا۔ کہ سونا اچھالتے چلے جاؤ۔ کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ کل قلمرو مین ایک چور یا رہزن باقی نہ رہ گیا۔ اس کے عہد مین عموماً بارشین بروقت ہوتی رہین۔ اور تجارت کی بھی خوب گرم بازاری رہی صرف ۱۱۰۹ھ عیسوی مین ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ ورنہ ہمیشہ خوشحالی رہی۔ اس کے عہد مین گندم کا نرخ چھ اوقیہ فی مد۔ جو کا تین اوقیہ فی مد۔ بھیڑ کی قیمت تین اوقیہ۔ بیل کی ایک سے لیکر دو مثقال شہد و گھی کا نرخ موزونہ دو رطل۔ اور زیتون کا چار رطل فی موزونہ رہا۔ ۱۱۳۲ھ ہجری مین سلطان نے مولائے ادریس اکبر کا جو زرہون مین دفن ہے۔ پرانا مقبرہ گروا کر نیا نہائیت عالی شان مقبرہ بنوایا۔ جو دو سال مین ختم ہوا۔ اور اسی برس مولانا ادریس اصغر بانی فاس و مدفون فاس کا بھی نیا مقبرہ ایسا بینظیر تیار کرایا۔ کہ کل شہر مین اس کے پلہ کی عمارت نہین ہے۔ ۱۱۳۳ھ مین سبتہ کے عیسائیون نے مسلمان محاصرین کو غافل پا کر ایسی سختی سے حملہ کیا کہ ایک ہزار سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے۔ مگر جلدی مسلمانون کو ایک اور معرکہ مین ایسی فتح حاصل ہوئی کہ تین ہزار عیسائی صرف گرفتار کئے گئے۔ ۱۱۳۴ھ ہجری مین سلطان اسمٰعیل کا معتبر و معتمد ترکی جرنیل غازی پاشا بن شغر اگورنر مراکش وجبدہ مین فوت ہوا۔

اسمٰعیل قمری حساب سے ۵۷ برس حکومت کرکے بروز سہ شنبہ ۲۷- رجب سنہ ۱۱۳۹ ہجری کو فوت ہوا- مولانا احمد لکھتے ہیں- کہ فاطمی خلیفہ مصر المستنصر العبیدی کے سوا جو ساٹھ برس حکمران رہا- اور کسی مسلمان بادشاہ یا خلیفہ کو اتنا عرصہ حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا- اور جوانی سے پہلے بھی گورنر تھا- بالفاظ دیگر اس نے حکومت سے تمتع بھی پورا پورا اٹھایا- اس کے برعکس المستنصر تخت نشینی کے وقت ستر برس کا بوڑھا تھا- مزید براں اسمٰعیل کو ابن محرز اور مولائی محمد کے معاملون کے سوا کسی رنجیدہ واقعہ سے سابقہ پڑا- اور سب طرح سے اوسے خوشی و شادمانی حاصل رہی- اس کے برخلاف المستنصر کے عہد میں سات برس تک مصر میں ایسا خوفناک قحط مستولی رہا- کہ یوسف علیہ السّلام کے بعد ویسا قحط کبھی نہ پڑا تھا- ایک روٹی پچاس دینار کو بھی نہ ملتی تھی- انسان انسان کو کھا گئے- غلہ و چارہ کے فقدان کے باعث خلیفہ کے سوا وزرا تک کے پاس سواری نہ رہ گئی- اور بھوک سے انکا بھی یہ عالم تھا کہ بادشاہ کے ساتھ شہر کا دورہ کرتے ہوئے کئی مصاحبین ضعف سے غش کھا کر گر پڑے- اسمٰعیل کی حکومت منصور مہدی کے وقت سے بھی زیادہ علاقہ پر پھیلی ہوئی تھی- مغرب کی طرف دریا نائیگر اس کی قلمرو کی حد تھا- جسطرح اس کے عمارتوں کے مقابل سابق سلاطین کی عمارتیں کچھ حیثیت نہ رکھتی تھیں- اسی طرح اس کے باغوں کے سامنے باغ مسرت وغیرہ کی کچھ حقیقت نہ تھی- اس کے باغ حمریہ میں صرف زیتون کے درخت ایک لاکھ تھے- جن کی آمدنی حرمین شریفین کے لیئے وقف تھی- بعد میں یہ باغ اجڑ گیا- لیکن سلطان مولا محمد بن عبداللہ نے اوسے پھر آباد کرنے کا عزم کرکے باقیماندہ درختوں کا شمار کرایا- تو زیتون کے ساٹھ ہزار درخت ابھی باقی تھے- سلطان محمد نے نہروں کو صاف کراکے باغ کی رونق دوبارہ تر و تازہ کر دی- اور اسمٰعیل کیطرح اس کی آمدنی کو حرمین کے لیئے وقف رکھا-

بعض کا بیان ہے کہ اسمٰعیل مرلاسے احمد کو ولیعہد مقرر کر گیا۔ چنانچہ مرض الموت کے عنود کا ہونے پر اُسے تاولاسے بُلا لیا۔ اور اس کے ہاتھ پر بعیت کرائی۔ دیگر مؤرخ لکھتے ہیں۔ کہ وہ جانشینی کا کوئی تصفیہ نہ کر گیا۔ اُس نے ابا العباس کاتب شاہی سے مشورہ کیا۔ کہ اُس کی رائے میں کون مناسب ہوگا۔ اُس نے جواب دیا۔ اب کوئی لائق نہیں رہ گیا۔ صرف محرز مامون اور محمد یہی تین لائق تھے۔ جو مر چکے ہیں۔ اسمٰعیل نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور کسی کو جانشین نہ مقرر کیا۔ لشکر غلامان جس کو چاہتا بادشاہ بناتا اور جسکو چاہتا ہٹاتا رہا۔

کتاب الاستقصا کے مؤلف مولانا احمد کے جد امجد سید ابو عبداللہ جو ولی کامل تھے۔ اسی کے عہد میں ۱۰۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ سنہ ۱۰۹۰ ہجری میں امساک باران سے ایسی گرانی ہوئی۔ کہ گندم کا بھاؤ فی مُد (مُد۔ ڈیڑھ صاع) ساٹھ اوقیہ تک پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے استسقاء کی نمازیں شروع کیں۔ نویں نماز پڑھے جانے پر خاطر خواہ بارش ہوگئی۔ جس سے دنوں میں ہی نرخ ۳۵۔ اوقیہ پر اُتر آیا۔

حصہ اوّل ختم شد ؛

حصہ دوم میں بہ تفصیل ذیل مضمون ہونگے

فہرست حصہ سوم - تاریخ مراکو ؎ ؎ ؎

کتاب شائع نہیں ہوئی تھی۔ جس میں مسلمانوں کی اس واحد مقتدر سلطنت کے حالات جو کئی صدیوں سے اسلام کی پولٹیکل طاقت کو قائم رکھنے کا کام دے رہی ہے۔ ایسی شرح و بسط سے جدید تاریخی اصول پر لکھے گئے ہیں۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اوّل میں ابتدائے خاندان سے سلطان محمد چہارم کے عہد تک کے حالات ہیں قیمت ۶/ اور دوسری میں سلطان سلیمان ثانی ۱۶۶۷ء سے لے کر حالات تا ب سلطان عبدالحمید خان ثانی شہنشاہ حال کی تخت نشینی تک کے مفصل حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ جسکی قیمت ۸/ دونوں جلدوں کی قیمت ۱۴/ ہے۔

بست سالہ عہد حکومت۔ سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی معہ تصاویر۔ طبع چہارم۔ یہ گویا کل دنیا کی بست سالہ تاریخ ہے۔ ضخامت سات سو صفحات کے قریب ہے۔ منصب خلافت اور تمام مسائل متعلقہ اسلامی دنیا پر بوضاحت مدلّل بحث کی گئی ہے اصل کتاب ایک انگلستان کی شاہزادی لو سگنان نے لکھی تھی۔ اڈیٹر وطن کے حواشی کی داد سر سید مرحوم ایسا جلیل القدر شخص بھی دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ صرف چند نسخے باقی ہیں۔ اور ایسی ضخیم کتاب کا جلد طبع ہونا مشکل ہے۔ قیمت ۶/

محاربات پلیونا۔ غازی عثمان پاشا کا نام کون مسلمان نہیں جانتا۔ اون ہی کے کارناموں کی یہ مفصل تاریخ ہے۔ جس میں ضمناً ۱۸۷۷ء کے جنگ روم و روس کے حالات بھی پلیونا کے قیامت تک یادر ہنے والے معرکوں کے ہمراہ بیان کئے گئے ہیں۔ طبع جدید میں بہت ایزادی کی گئی ہے۔ ہر سہ حصہ۔ طبع سوم۔ ۳/

محاربات تھسلی۔ یعنے محاربہ روم و یونان اور مارشل ادہم پاشا کے کارنامے معہ حالات جنگ سوڈان و محاربہ تیراہ و ہمند و تاریخ تحریک و تجویز بغداد و حجاز ریلوے۔ تین حصوں میں معہ تصاویر۔ ضخامت ہزار صفحہ کے قریب ہے۔ (طبع دوم) ۱۵/

دختر وزیر۔ اور داستان جنگ ہزارہ۔ مولفہ مس ہملٹن لیڈی ڈاکٹر دربار کابل امیر عبدالرحمن مرحوم کے دربار و طریق انتظام اور جنگ ہزارہ۔ اور میر منشی سلطان محمد خان صاحب کے دربار کابل سے قطع تعلق ہونے کے مفصل حالات ناول کے پیرایہ میں۔ قیمت ۲/

نمونہ کا پرچہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جائیگا

لاہور کا مشہور اخبار

وطن

... الوطن من الایمان

نمونہ کا پرچہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جائیگا

عام اخباری اغراض و مقاصد کے علاوہ اسلامی۔ ملکی۔ قومی۔ فو... زراعتی۔ تعلیمی۔ طبی۔ اور اخلاقی و تمدنی معاملات و مضامین پر بحث... والا ہندوستان کا واحد اردو اخبار جس نے چند مہینوں میں ملک کے ہر طبقہ... کے باسمجھ حصہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اور اُن سے تسلیم کرا لیا ہے۔ کہ... اسم با مسمےٰ اور ملک و وطن کا سچا خادم ہے۔ یہ اخبار ہر جمعہ کی شام کو حمیدیہ... پریس لاہور میں طبع ہو کر دفتر حمیدیہ ایجنسی سے شائع ہوتا ہے۔

شرح قیمت
- رؤساء سے ۶؎ روپیہ سالانہ۔ للعہ روپیہ ششماہی
- دیگر شائقین سے للعہ روپیہ سالانہ۔ دو روپیہ آٹھ آنہ ششماہی
- کم استطاعت طلباء سے ۳؎ روپیہ سالانہ۔ دو روپے ششماہی

پیشگی قیمت وصول ہوئے بغیر کسی صاحب کے نام اخبار جاری نہیں ہوسکتا

المشتہر

مولوی محمد انشاء اللہ (سابق اڈیٹر اخبار وکیل) مالک و اڈیٹر اخبار وطن۔ وفـ...

حمیدیہ ایجنسی و حمیدیہ سٹیم پریس

لقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب

تاریخ مراکش و مغرب الاقصیٰ

حصہ دوم و سوم

یکجا

جسے کارپردازان کارخانہ وطن لاہور نے مسٹر میکنس

کی کتاب سے ترجمہ و تالیف کیا

سنہ ۱۹۰۶ع

سنہ ۱۹۶۲ بکرمی مطابق سنہ ۱۳۲۳ ھ

میں

مطبع حمیدیہ لاہور میں باہتمام مولوی محمد عبداللہ مہتمم مطبع حمیدیہ ایجنسی کے ٹھیکہ کی طرف سے

شائع ہوا

طبع اول قیمت عہ

عرض حال

محترم ناظرین۔ حصہ اول اس کتاب کا خود میں نے مولانا احمد زندہ مورخ مراکش و مسٹر میکینس کی کتب سے تالیف کیا تھا۔ جو ۱۹۰۱ء میں شائع ہو گیا۔ حصہ دوم سوم بھی میں اُسی انداز سے لکھنا چاہتا تھا۔ مگر بوجہ عدیم الفرصتی سال پر سال گذرتے گئے۔ اور میں اس کام کے لئے وقت نہ نکال سکا۔ اور جو چند اجزا حصہ دوم کے پہلے لکھ چکا تھا۔ اُنپر کچھ ابزاد نہ کر سکا چونکہ ایکطرف اس عدیم الفرصتی کے کم ہونے کی امید دن بدن زیادہ موہوم ہوتی جاتی تھی۔ دوسری طرف خریداران حصہ اوّل تکمیل کتاب کیواسطے درپے اصرار کر رہے تھے۔ باقی حصہ کتاب کا صرف انگریزی سیاح کی تصنیف سے ترجمہ کرا کے شائع کر دیا جاتا ہے جو اسکی نظر ثانی کے لئے بھی وقت نہیں ملا۔ تاہم بہتر سے بہتر مترجم جو دستیاب ہو سکا اُس سے یہ ترجمہ کرا دیا گیا ہے اور یقین ہے کہ اُس سے شاید ہی کسی جگہہ کوئی فروگذاشت ہوئی ہوگی اس جلد میں جو حصص دوم و سوم پر مشتمل ہے۔ صرف پہلے چند صفحات میرے لکھے ہوئے ہیں۔ مراکو کا مسئلہ آجکل پھر تازہ ہو رہا ہے۔ اور اس موقعہ پر کتاب ہذا کی اشاعت یقیناً شائقین کو اُس کے سمجھنے میں بہت کچھ مدد مل سکیگی۔ مسٹر میکینس نے جابجا بہت سا زہر اُگلا ہے۔ اگر صحت نے ساتھہ دیا اور فرصت ملگئی تو انشا اللہ طبع ثانی میں اُس کے بیانات کا شانی جواب لکھدونگا۔ والسلام

العارض بندہ **محمد انشا اللہ** عفی عنہ مالک و اڈیٹر اخبار وطن

لاہور

مارچ سنہ ۱۹۰۶ء

تاریخ مراکو حصہ دوم

فصل نہم

زمانہ فلالی حکمران سلاطین سنہ ۱۷۲۷ء سے سنہ ۱۸۹۴ء تک

بدامنی اسمٰعیل خواہ ظالم تھا یا عادل ہو اس کے مضبوط ہاتھ کے اُٹھنے کی دیر تھی کہ تمام ملک میں پھر سخت بدامنی معہ اپنی لازمی خرابیوں اور تباہیوں کے تمام ملک میں پھیل گئی۔ وہی قومیں جو اس کی اپنی پنجہ حکومت میں ملک کو قابو میں رکھنے کا کام دیتی رہی تھیں۔ اب نا اتفاقی اور فتنہ و فساد برپا کرنے کا موجب ہو گئیں اور وہی سپاہ جو کل کی طرح اسکے اشارہ پر چلتی تھی۔ اب شورش و ہنگامہ اور بدامنی پھیلانے کا باعث ہو گئی اور تیس برس تک سلطنت ان کا مشغلہ بنی رہی جب چاہا کسی کو بادشاہ بنا دیا۔ اور جس وقت ذرا بگڑے اُسے علیحدہ کر کے اور فرمانروا بنا لیا۔ اس قلیل عرصہ میں اسمٰعیل کے سات بیٹوں کو اس طرح انہوں نے اپنا کھلونا بنا رکھا تھا۔

ہشتم احمد الذہبی بقول مسٹر میکنس اسمٰعیل نے وفات سے تین دن پہلے احمد کو تادلا سے مکناس بلا لیا تھا۔ باپ کی وفات پر تمام درباریوں نے جیش عبید کے اشارہ سے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور سب نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی اسقدر داد و دہش کی اور لشکر کو اسقدر انعام و اکرام عطا کیا کہ اسکا لقب "الذہبی" یعنے سونا لٹانے والا ہو گیا لیکن یہ نوجوان ایسا عالی ظرف نہ ثابت ہوا کہ حکومت و فرمانروائی کے نشہ و ترنگ پر غالب رہ سکے۔

اس کم ظرفی کو شراب خوری کی علت نے اور بڑھا دیا ہوا تھا۔ ان دونوں نے ملکے اُسے نیم دیوانہ بنا
دیا۔ اُس نے خودمختاری کو بڑا مقتضی اور معاملہ خونریزی اور قتل و سفاکی سمجھا۔ چنانچہ تخت پر بیٹھے
اُسے چند دن ہی ہوئے تھے کہ اپنے باپ کے بڑے بڑے سرداروں اور جرنیلوں کو قتل
کرا دیا جن میں علی بن یحییٰ ابن الاشقر پاشا اور خواجہ سرایان محل شاہی کا اعلیٰ افسر مرجان اکبر
بھی شامل تھے۔ مرجان جس کے ماتحت ۲۲ سو خواجہ سرا تھے جن میں سے ہر ایک کے تابع کم از کم
دو غلام ہوتے تھے۔ مرجان بیت المال کا بھی اعلیٰ مہتمم تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ قتل
شاہی طبیب کے اشارہ پر وقوع میں آئے تھے۔

بادشاہ کو عیش و عشرت میں مبتلا اور سلطنت کے قابل ارکان کے قتل میں مشغول
دیکھ کر مفسدات کے کوہ رزون کو بھی باہم خانہ جنگی برپا کرنے کی جرات نہ ہوگئی۔ بلکہ بربراد
ب کی طبعی سرکشی بھی پھر عود کر آئی۔ ایف پر ابوالعباس احمد حکمران تھا۔ خود اس نے
اور اس سے پہلے اُس کے باپ نے اس علاقہ کے باشندوں کے ساتھ طنجہ اور طرابلس
کی فتح میں نمایاں کارگذاری دکھائی تھی۔ اور بنابرین بادشاہ اور رعایا دونوں کی نظروں
میں اُسے بڑی وقعت حاصل تھی۔ متصلہ بندر تطاوین پر ابوحفص عمر الوقاش حاکم تھا۔ اسی
پیرانہ سال ہو جانے پر اسمٰعیل نے میر منشی کی آسامی سے گورنر بنا دیا تھا۔ سب سے اول نئے
عہد میں ان دونوں میں خانہ جنگی برپا ہوئی۔ ابوحفص نے ابوالعباس کو شکست دی اور اس
فتح پر اتنا اترایا کہ زمین آسمان کو اپنے سامنے ہیچ سمجھنے لگ گیا۔ سلطان احمد نے اس
میں کچھ مداخلت نہ کی۔ جبکہ ایک طرف ابوالعباس کو طلب امداد کے خیصوں سے نامہ و پیام
کرنا پڑ گیا۔ اور دوسری طرف باقی عمال بھی خودسر ہو گئے۔ علی بن یحییٰ اور ابن الاشقر نے بربری
قبائل کو اسطرح قابو رکھا تھا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت مشہور ہے کہ انہوں نے
شریر جنات کو آفتابوں اور بوتلوں میں قید کر دیا تھا۔ ان کے قتل ہونے پر وہ پھر آزاد
ہو گئے اور گھوڑے اور اسلحہ خرید کر ویسے ہی سرکش اور فتنہ پرداز بن گئے جیسے کہ
پہلے تھے۔ حتی کہ رفتہ رفتہ ان کی دلیری و بیباکی یہاں تک بڑھ گئی کہ دارالخلافہ کے قرب
و جوار تک پہونچکر ڈاکے مارنے لگ گئے۔ دوسری طرف لشکر العبید بے قابو ہو گیا کہ
جیش الودایا کا جو دستہ فاس میں مامور تھا۔ اُس نے بڑے بازار سوق الخمیس کو [illegible]
میں لوٹ کر سینکڑوں کو قتل اور بہت سے باشندوں کو گرفتار کر لیا۔ باشندوں کا ایک

وفد شکایت لیکر دارالخلافہ کو گیا۔ مگر بادشاہ تک رسائی نہ ہوئی۔ درباریوں نے راستہ سے ان کو واپس کر دیا۔ اس پر اہالی فاس نے اطاعت چھوڑ کر بغاوت اختیار کر لی۔ سلطان نے فوج اور توپخانہ بھیجدیا جس کی گولہ باری سے شہر کو بہت نقصان پہونچا۔ آخر سلطان کے بھائی مستغنی نے فریقین میں مصالحت کرا دی اور محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ مگر اس مصالحت کو چند دن ہی ہوئے تھے کہ وہ ایک رقیب جیش لشکر غلامان کے سرداروں کی مجلس نے جن کو عبید الدیوان پکارا جاتا تھا احمد کو معزول کرنے کا ارادہ کرکے اہالی فاس کو اس سے مطلع کیا۔ وہاں کے متفق الرائے ہوگئے۔ غلاموں نے ایک دستہ سواروں کا خط دیکر سلطان کے بھائی عبدالملک ابی مروان کو لانے کے لئے بجل رسالہ بھیجدیا۔ جب وہ وادی نبت پہونچ گیا تو ایک سال کی حکومت کے بعد احمد کو گرفتار کرکے قید کر لیا۔

عبدالملک ثالث ابی مروان مگر نیا سلطان بھی غلاموں کو خوش نہ کر سکا۔ وہ منتظم اور قابل ہونے کے ساتھ ہی ممسک بھی بہت تھا۔ مولائی اسمٰعیل ہر لشکر کو ہر سال ایک لاکھ مثقال انعام دیا کرتا تھا۔ مولائی احمد نے تخت نشین ہوکر اس پر پچاس ہزار مثقال اور اضافہ کر دیے تھے عبدالملک سے جب انہوں نے بیعت کا انعام مانگا اور صرف چار ہزار مثقال ملے تو وہ سخت بگڑ گئے۔ اور اسے معزول کرنے کے صلاح و مشورہ شروع ہو گئے۔ سلطان کو خبر ہو گئی اس نے ایک بزرگ کو انہیں سمجھانے اور رام کرنے کے لئے بھیجا۔ اس کا اور الٹا اثر ہوا۔ انہوں نے ایک دستہ مولائی احمد کو لانے کے لئے بجل ماسہ بھیجدیا۔ جہاں اسے معزول کرکے روانہ کر دیا گیا تھا۔ اور ادھر دارالخلافہ پر حملہ کرکے تمام شہر کو لوٹ لیا۔ عبدالملک ان کے شہر میں داخل ہوتے ہی کچھ مصاحب ساتھ لیکر فاس کو بھاگ گیا اور اہالی شہر کی پناہ چاہی۔ یہ واقعہ ذالحجہ سنہ ۱۱۴۰ھ (۱۷۲۸ء) میں گذرا۔ جب غلاموں کو اس کے فاس پہونچنے کی خبر ملی تو انہوں نے اہالی فاس سے اس دستہ کو جسے مدبروں کی سرکوبی کے لئے عبدالملک نے منگوایا تھا قید کرا لیا۔ اتنے میں احمد بھی پہونچ گیا۔ اس نے اہالی فاس کو ان کے [illegible] دستہ کے افسر کے ہاتھ عبدالملک کے حوالہ کر دینے اور اطاعت قبول کر لینے کا پیغام بھیجا۔ باشندوں نے صاف انکار کرکے پیغام لانے والے کو قتل کر دیا۔ اس پر احمد نے پھر فوج کشی کر دی اور توپوں کے گولوں سے باشندوں کا ناک میں دم کر دیا۔ محاصرہ برابر پانچ مہینے جاری رہا۔ آخر جب محصورین بہت تنگ آ گئے تو انہوں نے

عبدالملک کی جان بخشی کے وعدہ پر اطاعت ماننا منظور کر لیا۔ احمد نے بھی شرط کو مان لیا۔
سالم بادشاہ کا می کو بھیجا کہ عبدالملک کی خود بھی تشفی کی کہ تمہیں کسیطرح کی اذیت نہ پہونچیگی۔
وہ چاہے تو سجلماسہ چلا جائے۔ خواہ فرار ادریسی میں رہائش پذیر ہو جائے۔ عبدالملک بنی
وغدہ بربھائی کے پاس چلا گیا جو اُسے اپنے ساتھ مکناس لیگیا۔ وہان پہونچے احمد کو تھوڑی
ہی مدت ہوئی تھی کہ سخت بیمار ہوگیا۔ اور جب اُسے یقین ہوگیا کہ یہ بیماری مرض الموت ہے
تو عبدالملک کے قتل کا حکم دیدیا۔ اور اس سے بعد تیسرے دن خود بھی ۴ شعبان ۱۱۴۱ھ
(۲ شاء) کو فوت ہو گیا۔ پیلو کا بیان ہے کہ عبداللہ کی ماں نے اُسے زہر دیدیا تھا۔

مولانا احمد بن خالد الناصری لکھتے ہیں کہ احمد الذہبی عادات و شمایل عیش و
لاپروائی وغیرہ وغیرہ جملہ امور میں بالکل امین بن ہارون الرشید عباسی کے مشابہ تھا۔
لیکن حالانکہ بادشاہی سے پہلے وہ کسی معرکہ میں شامل نہ ہوا تھا۔ اعلےٰ پایہ کا شہسوار تھا۔

عبداللہ المرتضےٰ پنجم | عبداللہ خاتون خنائی بنت بکار المغفری کے بطن سے اسمٰعیل کا فرزند
تھا۔ سجلماسہ سے وہ بھی عبدالملک کے ساتھ آیا تھا۔ جب لشکر غلامان باغی ہوا تو وہ پھر سجلماسہ
کو واپس چلا گیا۔ احمد کے مرنے پر سب اعیان دولت اور سرداران جوش نے اُسے
بادشاہی کے لئے منتخب کر کے اس کے نام کا خطبہ شروع کر دیا۔ اور اسے سوار بھیجکر
سجلماسہ سے بلا بھیجا۔

اس کے بھی تخت نشین ہوتے ہی فاس کے آزادی پسند باشندون سے بگڑ
گئی۔ لیکن اس دفعہ زیادتی سلطان کیطرف سے ہوئی۔ اس نے چند دربار کے موقعون پر
ان کے نائبین کی عمداً تحقیر و تذلیل کی جس سے آخر برافروختہ ہو کر اُن کو مقابل ہونا پڑا
مگر ایک شہر کل فوج کا مقابلہ کب تک کر سکتا۔ محاصرہ کی شدت اور گولہ باری کے پےدرپے
نقصانات نے اس دفعہ بھی ان کو بالآخر سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور بادشاہ کا مطالبہ مان کر
اپنے باغات اور بیرونی قصبے اس کے حوالے کر دیئے۔ ان کل محاصرون میں شاہی توپخانہ
معمولی ٹھوس گولون کے علاوہ بم کے گولے بھی چلاتا رہا تھا۔ مولانا احمد نے معمولی گولون
کو کرہ (جمع کرۃ) اور بم کو بنب لکھا ہے۔ یہ محاصرہ ۲ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ کو ختم
ہوا۔ اسی سال سلطان کی والدہ خنائی اور اس کا بیٹا محمد بن عبداللہ حج بیت اللہ کے
لیے حجاز کو روانہ ہوئے۔

فاس سے مکناسا واپس آکر عبد اللہ نے بربر قبایل کی سرکوبی کے لیے بلاد آیت یمور کا رخ کیا بربری اُس کی آمد پر آیت یسری کو بھاگ گئے۔ اس نے وہان تک اُن کا تعاقب کیا اور ہزارون کو قتل کر کے پھر کچھ عرصہ کے لئے امن قایم کر دیا لیکن مراکش جیسے ان قزاقون کیطرف سے امن نصیب ہوا ویسے ہی اس کے بالمقابل ایک ظالم بادشاہ سے سابقہ پڑگیا جس نے بلا قصور ادنے و اعلے جس پر نظر عتاب پڑ گئی اُسکو قتل کرا دینا اپنا معمولی شیوہ بنا لیا تھا اسکی سنگدلی و سفاکی اسی پر بس نہ رہی بلکہ بے زبان عمارات بھی اس کی وحشت و درندگی سے محفوظ نہ رہیں۔

مدینہ ریاض کی بربادی مکناسا مختلف چھوٹے چھوٹے شہرون یا محلون کا مجموعہ تھا۔ جن میں مدینہ ریاض جسے اسمٰعیل نے بڑے شوق سے تعمیر کرایا تھا۔ سارے شہر کی رونق و زینت تھا۔ اس محلہ اور اس کے رہنے والون کی شامت اعمال ایک دن علے الصبح عبد اللہ محل سے باہر نکل کر ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ گیا۔ وہان سے اس کی نظر منحوس اتفاقًا اس محلہ پر پڑ گئی۔ خدا معلوم اُس وقت اس کے دل میں کیا آیا کہ فی الفور اس کے گرائے جانیکا حکم صادر کر دیا۔ اکثر وزرا۔ اُمرا اور اعیان سلطنت کے مکان اور نیز اعلٰے درجے مدارس۔ حمام۔ ہوٹل سرا و قہوہ خانہ و بازار اس حصہ میں تھے۔ اُمرا نے ایک دوسرے کی ضد بضد اس کی رونق بڑھانے کے لئے ایکدوسرے سے بڑھ چڑھ کر یہان عالیشان محل اور مکان تعمیر کرائے ہوئے تھے۔ اکثر بدنصیب باشندے ابھی خواب ہی میں تھے کہ گرانے والے قضا مبرم کیطرح ان کے سر پر پہنچ گئے۔ اور اُن کو اس وقت خبر ہوئی جبکہ چھتیں اُن پر گرنی شروع ہو گئیں۔ اس افراتفری میں جس سے جسقدر بن سکا وہی قیمتی مال متاع لیکر گھرون سے نکل گئے۔ جنکا کوئی معین و مددگار نہ تھا وہ کچھ بچانا تو درکنار جانیں بھی سلامت نہ لیجا سکے۔ اور سینکڑون عورتیں ضعیف مرد اور بچے دبکر ہلاک ہو گئے۔ انہدام کا کام دس دن جاری رہا اور اس مدت میں وہ شہر جو آنکھون کے لئے راحت اور دل کو سرور بخشا کرتا تھا مٹی کا ایک بڑا تودہ رہگیا۔

اسی برس اس نے کئی قبیلون کے سینکڑون بڑے بوڑھے بلوا کر بظاہر راہزنی کی سزا کا بہانہ کر کے قتل کرا دیئے۔ ان میں سے ایک قبیلہ کے لوگون کے ساتھ

شہر کے سینکڑوں عاجز بھی اس ظالم کی قربانی چڑھ گئے۔ قبیلہ مجادہ کے دو سو اشخاص کو جب قتل کے لئے میدان کو لے گئے تو اکثر باشندگان شہر بھی تماشا دیکھنے کے لئے وہاں جمع ہو گئے۔ اتنے میں عبداللہ بھی محل سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ سب لوگ خوف کے مارے ادھر ادھر بھاگ گئے۔ ان میں سے کچھ ایک متصلہ غار میں چھپ گئے۔ اُن کو وہاں گھستے ہوئے اس تیز نظر عقاب نے دیکھ لیا تھا۔ مقتل پر پہنچکر حکم دیا کہ غار کے منھ کو پتھروں سے چُن دیا جائے۔ حکم کی فوراً تعمیل ہو گئی اور سب کے سب وہیں دم گھٹ گھٹ کر مر گئے۔

ان مظالم کو غلاموں ایسے سنگدل فرقہ بھی زیادہ عرصہ کے لئے ٹھنڈے دل سے نہ دیکھ سکا۔ ان کی جماعت نے اسے کہلا بھیجا کہ مسلمانوں کا اسطرح ناحق خون کرنا کسیطرح درست نہیں ہو سکتا۔ عبداللہ اس پیغام پر اپنے اعمال سے باز آجانے کی بجائے اب غلاموں کا بھی دشمن ہو گیا۔ مگر بظاہر اس خفگی کا کچھ اظہار نہ کرکے ان کو انعام واکرام بھیجدیا۔ اور اہل فازاز (بربروں) کی سرکوبی کے لئے تیار رہنے کا حکم دیدیا۔ ادھر اہل فاس پر جن کی طرف سے اسکے دل میں روز اوّل سے سخت کدورت بیٹھ گئی ہوئی تھی۔ محمد بن علی بن یشی کو گورنر مقرر کرکے یہ ہدایت کردی کہ فاس والوں کے پاس زر دولت کا نام ونشان باقی نہ رہنے پائے کہ اسی کے بل پر وہ ہمیشہ اکڑتے ہیں۔ نامراد گورنر نے ہر حکم کی سخت تعمیل کی۔ ہر محلہ کے نقیب جمع کرکے اُن سے زردار لوگوں کے نام معہ حیثیت معلوم کر لئے۔ پھر ان سب کو بُلا کر جیلخانہ میں ڈالدیا۔ اور ہر ایک پر ایک ہزار سے لیکر ایک لاکھ مثقال تک جرمانہ لگا دیا کہ جب تک یہ ادا نہ ہو۔ قید میں رہیں۔ جو متمول بھاگ گئے تھے۔ ان کے بھائیوں۔ بیٹوں اور عورتوں کو قید کردیا۔ ان سے فارغ ہوکر کاشتکاروں اور اہل حرفہ سے یہی سلوک کیا۔ اور ان کے لئے علیٰ قدر مدارج ایک سو سے لیکر ایک ہزار تک جرمانہ تجویز کیا۔ اس ظالمانہ لُوٹ سے شہر میں ایک صاحب استطاعت باقی نہ رہ گیا۔ اور ہزاروں لوگ جنگلوں پہاڑوں اور دیہات کو بھاگ گئے۔ اور سینکڑوں نے تو بلاد سوڈان۔ تونس مصر اور شام سے ورے دم نہ لیا۔ پیچھے صرف عورتیں۔ بچے یا بے زر و قلاش مرد رہ گئے۔ ظلم کا یہ آرہ سنہ ۱۱۴۳ھ سے لیکر سنہ ۱۱۴۵ھ تک ۱۳ مہینوں تک اہالی فاس کے

عرصہ جاری رہا۔

ہسپانیہ سے لڑائی

۱۷۳۲ء میں عبداللہ نے سبتہ کے ہسپانویوں پر حملہ کیا۔ لیکن حالانکہ ایک ہسپانوی نومسلم ریپرڈا نے جو پہلے ہسپانوی بادشاہ کا وزیر اعظم تھا اسکی امداد کی عبداللہ کو فاش شکست ملی۔ اس کے بعد اس نے اوران پر حملہ کیا۔ مگر وہان بھی شکست کھائی میدان جنگ پر ہسپانویون کو عبداللہ کے نام تطاوین کے ایک انگریز سوداگر کا خط ملا۔ جس میں اس نے سامان حرب کی قیمت کا مطالبہ کیا ہوا تھا۔ اس کی بنا پر ہسپانویون نے یہ ثابت کرنے کی بڑی کوشش کی کہ انگلستان مراکشیون کی مدد کر تا رہا ہے لیکن ان کی کوششیں بے سود رہیں۔ ریپرڈا کے مفصل حالات بارھوین فصل میں لکھے گئے ہیں۔

۱۷۲۶ء میں عبداللہ نے ۱۵ ہزار عبید سوار قاید قاسم پاشا کے زیر کمان اور تین ہزار ودایا لشکر عبدالملک بن ابی شنوزہ کے ماتحت بربرون کی سرکوبی کے لیے علاقہ فازاز کو بھیجا۔ جب یہ لشکر دریاے ام الربیع کو عبور کر کے میدان ادخسان میں پہنچا۔ تو بربر بظاہر بھگوڑون کیطرح خیال آیت کو بھاگ گئے۔ فوج بھی تعاقب میں وہان تک پہونچ گئی جب یہ دہان کی تنگ گھاٹیون میں داخل ہوگیا تو بربرون نے رات کیوقت پتھرون اور درختون سے گھاٹیون کے دہانون کو بند کر دیا اور علی الصباح یکبارگی ہجوم کر کے سلطانی لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ اس ناگہانی حملہ سے اسکے پاؤن اکھڑ گئے اور وہ دہانہ کی طرف الٹا دوڑے۔ وہان پہونچکر جب انھوں نے بند پایا تو ان کے حواس باختہ ہوگئے۔ اور گھوڑے اور اسلحہ چھوڑ کر پتھرون اور درختون کو ہٹانے یا ان پر چڑھکر دوسری طرف کو نکل جانے کے لیے پیدل ہوگئے۔ بربرون نے یہ سب مال لوٹ لیا۔ پھر بھگوڑون کو پکڑ کر ان کے جسم کے کپڑے بھی اوتار لیے کسی کو قتل نہ کیا۔ اور سب کو اس تباہ حالت میں مکناسا کو واپس کر دیا۔ عبداللہ نے ان کی دلجوئی کے لئے ان کو زر و دولت اور ملبوسات عطا کرنے کا وعدہ کر کے اپنے صدر مقام مشرع الرمہ کو بھیجدیا۔ مگر ان کے دل اس کی طرف سے صاف نہ ہوئے۔ ان کو یہ شبہہ ہو گیا تھا کہ بربرون نے ان کے ساتھ یہ سلوک اسی کے اشارہ سے کیا ہے۔

یہ شبہ عبداللہ کے برتاؤ سے دن بدن زیادہ مضبوط ہوتا گیا۔ عبداللہ کو عبدالملک سے

بڑی محبت تھی اور چونکہ اسکو عبید نے احمد کے حکم سے قتل کر دیا تھا اس نے پہلے دن سے انکو تباہ کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ اس عزم کی تکمیل پر اس نے اُن غلام سپاہیوں کو جو مفصلات میں تھے راتب دینا بند کر دیا اور پایۂ تخت کی متصلہ چھاؤنی سے غلاموں کی طاقت فضول معرکوں میں کمزور کرتے رہنے کے ساتھ ہی خود بھی انہیں حتی الوسع قتل کراتے رہنے میں کوئی دریغ نہ کرتا رہا۔ پھر رفتہ رفتہ معمولی سپاہیوں سے تجاوز کر کے ان سے افسروں کے متعلق بھی یہی کارروائی شروع کر دی حتی کہ ۱۱۴۰ھ تک صرف اس کے حکم سے دس ہزار غلام ہلاک ہوئے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو عبید لدیوان نے اُسے معزول اور قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اور دوسرے ہی دن اُس کی تعمیل کرنے والے تھے کہ عبداللہ کو اطلاع ملگئی اور وہ دو بیٹوں کو ہمراہ لیکر راتوں رات قبیلہ آیت ادارسن کے پاس چلا گیا جو بڑے ادب و احترام سے پیش آئے اور خود ہمراہ جا کر اسے تادلا چھوڑ آئے۔ وہاں سے وہ مراکش کو ہوتا ہوا وادی نول میں اپنے ننھیال مناترہ قوم کے پاس چلا گیا اور تین برس تک وہاں رہا۔ دوسری طرف اس کا گورنر محمد بن علی بھی سلطان کے فرار کی خبر سنکر رات کو فاس سے نکل صبح نزہون جا کی۔ یہ واقعہ ۱۱۴۷ھ (۱۷۳۴ء) کا ہے۔

ابی الحسن علی ششم الملقب بالاعرج

عبداللہ کو فرار پر دیوان نے اسمٰعیل کے ایک اور بیٹے ابی الحسن علی کو بادشاہی کے لئے پسند کر کے تجلماسہ سے بلا بھیجا۔ وہ ربیع الثانی ۱۱۴۷ھ میں فاس جا پہنچ گیا اور فاس میں مسعود دراس کو گورنر مقرر کر کے تاکید کر دی کہ معمولی زکوٰت شرعی عشرون اور معمولی خفیف ہدایا کے سوا اور کسی طرح کا ٹیکس باشندوں سے نہ لے۔ مگر کمنا سا ہو نچکر جب لشکر کو انعام و اکرام دینے میں اُسکا خزانہ خالی ہو گیا تو وہ ایک سخت نالایق حرکت کا مرتکب ہوا۔ اس نے اپنی سوتیلی ماں خناثی والدہ عبداللہ کو قید کر کے اس کا مال و اسباب لوٹ لیا جو چنداں مالیت کا نہ تھا۔ اس پر اسے شبہ پیدا ہوا کہ شاید خناثی نے زر و مال کو کہیں چھپا دیا ہے اور خناثی پر مال مدفونہ بتانے کے لیے بہت کچھ سختی کی۔ مگر اس عابدہ و زاہدہ فیاض منش خاتون کے پاس فی الحقیقت کوئی دولت نہ تھی۔ ابی الحسن کو کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اور بقایدہ داریں کی روسیاہی خرید لی۔ ابوعبداللہ اکنسوس لکھتا ہے۔ خاتون حرۃ[1] خناثی نہایت صالحہ۔ عالمہ اور عابدہ عورت تھی۔ اس نے

[1] حرۃ یعنی آزاد عورت۔ اسے خاتون یا لیڈی کا مرادف سمجھنا چاہیئے۔ مؤلف

بہت سے علوم اپنے والد شیخ بکار سے حاصل کئے تھے۔ میں نے ابن حجر کی کتاب اصابہ کے حاشیوں پر اس خاتون کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے متعدد عالمانہ حاشیے دیکھے۔
ابی الحسن نے کچھ تو اس نالائقی سے لوگوں کو آزردہ کر لیا۔ دوسرے اس کے گورنر نے بھی اس کی صحبت کے برخلاف فاس کے باشندوں پر پہلے جیسے گورنروں کی طرح ظلم وستم شروع کر دیا۔ جس پر وہ پھر باغی ہو گئے۔ ان کو مطیع کر کے ابی الحسن بربروں سے عوض لینے کے لئے جرار لشکر لیکر جبل فازاز کو روانہ ہوا۔ مگر اس لشکر کا بھی وہی حشر ہوا جو عبداللہ کی مہم کا ہوا تھا۔ البتہ بربروں نے سلطان اور اسکے خاص دستہ سے کچھ تعرض نہ کیا۔ مکناس واپس آکر لشکریوں نے نئے ملبوسات۔ اسلحہ اور راتب مانگا۔ مگر اس کے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا کہ ان کے مطالبہ کو پورا کرتا۔ اس سے لشکری بہت بیزار ہو گئے اور ملک میں تمام فتنہ پھیل گیا۔

عبداللہ کا دوبارہ بادشاہ ہونا

اتنے میں خبر پہنچی کہ عبداللہ مکناس کی طرف بڑھا آ رہا ہے کچھ لشکریوں کی صلاح ہوئی کہ اسے اپنا بادشاہ بنا لیں اور کچھ ابی الحسن کے طرفدار رہے۔ اول فریق غالب رہا۔ اور ابی الحسن بھائی کی آمد سے پہلے فاس جدید کو بھاگا۔ اور جب جیش دوایا نے اسے وہاں داخل نہ ہونے دیا تو تازہ کے راستہ صدف عرب کے قبیلے کے پاس چلا گیا۔ جو بڑی عزت سے پیش آئے اور اسے اپنا داماد بنا لیا۔ وہ ان کے پاس سلطنت وحکومت کو فراموش کر کے کئی برس رہا۔ پھر ۱۱۶۹ھ میں مکناس چلا آیا۔ مولوی عبداللہ نے اسے فاس میں ایک عالیشان مکان رہنے کے لئے دیدیا۔ مگر عبید نے اسے جلد گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اور کہا کہ یہ بڑا منحوس شخص ہے۔ اسی کی وجہ سے ملک خراب ہوا ہے۔ اس پر عبداللہ نے اسے تافیلالت کو بھیجدیا۔ جہاں وہ تا دم وفات مقید رہا۔

مولائے محمد بن اسمٰعیل المعروف بابن عربیہ

عبداللہ کو اہل مکناس راستہ میں ہی بمقام تادلا ملے اور اس کی بیعت کی اور اس کے مخالف عبیدی سردار سالم کو جو مکناس سے بھاگ کر زرہون کو چلا گیا تھا۔ پکڑ کر اس کے سامنے پیش کیا جو اسیوقت قتل کر دیا گیا۔ سالم نے اہل فاس کی اتفاق رائے سے اسمٰعیل کے ایک اور بیٹے محمد کو آمادہ کرنے کے لئے لکھ بھیجا ہوا تھا۔ وہ ابھی راستہ میں تھا کہ اسے سالم کی گرفتاری وقتل کی خبر پہنچ گئی جس پر وہ چھوڑ کے فاس

جاکر وہان اپنے ایک دوست کے مکان میں چھپ رہا۔ عبداللہ قصبہ ابی کمران پہونچا۔ تو لُٹے
وہان اہالی فاس کے نائب بھی استقبال و محبت کو لئے آملے۔ وہ اس دفعہ بھی اُن
سے بڑی بے توجہی اور سختی سے پیش آیا۔ فاس والے بگڑے دل تو پہلے ہی تھے اس برتاؤ
سے وہ اس دفعہ بھی بگڑ گئے۔ مکناسیون سے بھی عبداللہ کچھ اچھی طرح پیش نہ آیا سب نے
صلاح و مشورہ کرکے عبداللہ کے مکناسا پہونچنے سے پہلے محمد کو فاس سے لاکر اپنا بادشاہ
بنا لیا۔ یہ اطلاع ملنے پر عبداللہ پھر جبال بربر کو بھاگ گیا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۷۳۶ء کا ہے۔

محمد کو بھی دو ڈھائی برس سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہ ہوا۔ اور بادشاہ تو زر و
دولت بالجبر چھینا کرتے تھے۔ اس نے لشکریون کا پیٹ بھرنے کے لئے رعایا کے کھیتوں
اور گھرون سے گندم اور جو تک جمع کر منگوائے اور وہان جھاڑو پھروا دی۔ ابھی تخت
پر بیٹھے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ ایک رات مولائی عبداللہ غارتگرون کیطرح اصطبل
شاہی پر آپڑا۔ اور اس کے مخالفون کو قتل کرکے طویلہ کو آگ لگا دی۔ مولائی محمد نے
خبر ہونے پر اس کا تعاقب کیا۔ لیکن عبداللہ دور نکل گیا تھا۔ ملک میں چارون طرف بدامنی
پھیل رہی تھی۔ ایسی حالت میں لشکریون کی تنخواہ کے لئے روپیہ بہم پہنچانا بھی مشکل
ہو گیا۔ اور ان نمک حرامون نے سنہ ۱۷۳۴ء ۲۴ صفر سنہ ۱۱۵۰ھ کو مولائی عمر اور اس کے
معتمد گورنر فاس کو گرفتار کرکے قتل کر دیا۔ اور مولائی مستضی بن اسمٰعیل کو تافیلالت سے بلاکر
تخت پر بٹھا دیا۔ لیکن ایک سال کی آزمائش کے بعد وہ بھی الگ کر دیا گیا۔

لشکر کی تنخواہ اور انعام کے لئے جب اور کسیطرح روپیہ نہ مل سکا تو اس نے پہلے
وہ ذخیرے جو سلطان اسمٰعیل نے شورہ و نیلا تھوتھا۔ فولاد۔ جہاگنی لکڑی اور دیگر مختلف
اجناس کے جمع کر رکھے تھے نکال کر بیچ دیئے۔ جب ان سے بھی کچھ نہ ہوا تو شاہی محلون کے
گنبدون سے تانبے اور گلٹ کے پترے اتروا دیئے۔ اور بالآخر تانبے کی توپیں تڑوا
کر پیسے مضروب کرا لئے۔ ان جزورسیون سے ظاہر ہے لاکھون اور کروڑون کی رقم
کہان دستیاب ہو سکتی تھی۔ اس کے لئے اب باشندگان فاس اور دیگر مقامات کے
متمولون کو ستانا شروع کیا۔ اور ایک بڑے بزرگ کو اس شبہ میں کہ مرہ فغالی کا روپیہ
اس کے پاس امانت رکھا ہے پٹوایا اور قید خانہ میں ڈالدیا۔ دوسری طرف مولائی
عبداللہ نے بربر و عرب کے قبایل کو ہمراہ لیکر ملک میں وہ اودھم برپا کر دیا کہ الامان۔

آخر عبید نے مستضی کو معزول کر کے عبداللہ کو پھر بلا بھیجا اور مستضی طنجہ وغیرہ ہوتا ہوا مراکش کو چلا گیا۔ اس کے عہد کا بڑا واقعہ یہ ہے کہ اہل طیطوان نے اس کے بادشاہ ہونے پر کوئی وفد مبارکباد کہنے کے لئے نہ بھیجا۔ ابی العباس پاشا والی الفٔ و طنجہ کو اس سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کا موقعہ مل گیا۔ اس نے مستضی سے اجازت لیکر بجالم بجبری طیطوان پر حملہ کر کے شہر کو لوٹ لیا۔ اور عوام الناس کے علاوہ تقریباً آدھے سو شہر کو تہ تیغ کر دیا۔ مستضی کی والدہ قبیلہ وکالہ کی لڑکی تھی۔

عبداللہ کو تیسری مرتبہ پانچ برس حکومت کرنی ملی۔ ابی ابکسا ور تغیر اس کے مقدر میں لکھا تھا۔ یہ پانچ برس بھی بدستور سابق ظلم و ستم۔ قتل و غارتگری اور خانہ جنگیوں میں بسر ہوئے جن میں سب سے اہم ابی العباس پاشا گورنر طنجہ کی بغاوت تھی۔ آخر عبید بھی باغی کے ساتھ شامل ہو گئے جس پر عبداللہ کو بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ پہلے اس کی والدہ خناثی مکناس سے بھاگی اور دوسرے دن عبداللہ بھی بھاگ کر اپنے پرانے معاونین بربروں کے پاس چلا گیا۔ اور اسکی جگہ مولائی زین العابدین ابن اسمٰعیل کو جو ابی العباس کا مہمان بنکر طنجہ میں مقیم تھا بادشاہ بنا دیا۔ یہ ربیع الاول ١١٤٥ھ (١٧٣٢ء) کا واقعہ ہے۔

مگر اہالی فاس اور قبیلہ ودایا نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ وہ لشکر لیکر مکناس سے ان کی سرکوبی کو روانہ ہوا۔ لیکن ابھی راستہ میں ہی تھا کہ غلام بگڑ کر واپس چلے گئے اور تخت نشینی سے دو ہی ماہ بعد زین العابدین کو تخت سے جدا کرا دیا۔ عبداللہ قریب ہی خیال بربر میں منڈلا رہا تھا۔ وہ فوراً بربری لشکر لے کر آ پہونچ گیا۔

ودایا اور اہالی فاس نے اسے بڑی خوشی سے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ جو اب چوتھی مرتبہ سلطان تھا۔ مگر چند ماہ بعد جب مستضی بھی آ گیا تو عبید وابی العباس اس کے طرفدار ہو گئے۔ فریقین میں ذی قعد ١١٤٧ھ سے لیکر آغاز ١١٥١ھ تک لڑائی برپا رہی۔ کبھی عبداللہ بھاگ جاتا اور کبھی مستضی۔ آخر عبداللہ کو پے در پے بڑی فتوحہ حاصل ہوئیں۔ پہلی فتح میں عبداللہ اور اس کے معاون بربروں کو الفی لشکر کا کل کمپ غنیمت میں ملا جس میں ہزاروں گھوڑوں۔ خچر۔ اونٹوں کے علاوہ بیس ہزار اشرفیاں۔ تیس بار ریشمی پارچات۔ سینکڑوں توپیں اور تین سو پیپے (فی پیپہ = ایک قنطار) خالص بارود کے ملے۔ عبداللہ اور جانشین بیٹا محمد کا بیان ہے

کی پہلی لڑائی تھی جس میں وہ شامل ہوا۔ اس فتح کے بعد عبداللہ نے طنجہ پر حملہ کر کے ابی العباس کی حکومت و طاقت کی قطعی بیخکنی کر دی۔ یہاں سے بھی اُسے بے شمار مال و زر ہاتھ آیا جسے ابی العباس کا خاندان پشتوں سے جمع کرتا چلا آیا تھا۔ طنجہ سے واپسی کے وقت حنی دس ہزار لشکر لیکر عبداللہ کا مدِ مقابل ہوا۔ اس میں بھی عبداللہ غالب رہا۔ اور پانچ ہزار سے زاید گھوڑے اُسے غنیمت میں ملے۔ اس فتح سے خانہ جنگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اور سب فریقوں نے عبداللہ کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔

اس خانہ جنگی کے دوران میں دو قابل ذکر واقعات گذرے۔ حرہ خناثی ۶ جمادی الاول ۱۱۵۹ھ کو جوار بیت اللہ میں جا بسیں۔ اسی سال (۱۷۴۶ء) جب حاجیوں کا قافلہ حجاز کو روانہ ہوا۔ تو مولائی عبداللہ نے ۳۴ چھوٹے بڑے قرآن مجید جن کی جلدیں سنہری اور ہر ایک پر بیش قیمت جواہرات اور موتی جڑے ہوئے تھے ہدیۃً بیت اللہ شریف اور مزار نبوی کو روانہ کئے۔ ان میں ایک وہ مصحف کبیر تھا جو عقبانی کے نام سے مشہور تھا۔ اور جو عادت و احترام میں مصحف عثمانی سے دوسرے درجہ پر سمجھا جاتا تھا۔ اسے مشہور تابعی عقبہ بن نافع الفہری فاتح مغرب نے حضرت عثمان کے نسخہ سے بمقام قیروان اپنے ہاتھ سے نقل کیا تھا اور اندلس کے اموی بادشاہوں کے پاس نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا تھا۔ اندلس سے اسے سعدی شرفاء مغرب میں لائے۔ چنانچہ منصور نے اسی قرآن شریف پر اپنے دوسرے بیٹوں سے بڑے بیٹے الشیخ کے لئے بیعت لی تھی۔ آخر ۱۱۵۰ھ میں یہ در یتیم اپنے اصل وطن حرم شریف کو پہنچ گیا۔ قرآن شریف کے ان نسخوں کے ساتھ ۷۰۰ سو مختلف رنگوں کے یاقوت حجرہ نبوی کے لئے جدا بھیجے گئے۔

اس تحفہ کی روانگی سے بعد عبداللہ سات برس زندہ رہا۔ یہ سات برس بھی بُری طرح کٹے۔ کبھی غلاموں سے بگاڑ اور بربریوں سے صلح۔ کبھی فاسیوں سے صلح اور بربریوں سے عناد۔ کوئی سال خیریت سے گذرنے نہ پایا۔ خانہ جنگی کے خاتمہ پر پہلے بربریوں سے بگاڑ ہوا۔ یہ معاملہ ابھی طے نہ ہوا تھا کہ غلام بگڑ گئے۔ سلطان نے وداپا کو بلا بھیجا اور ان کی پناہ میں مکناس سے فاس جدید کو چلا گیا۔ ادھر غلام نبی حسن وغیرہ مخالف قبایل کی مسلسل ایذا دہی سے تنگ آ کر اسی سال ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ء)

میں شریع الرملہ کو خالی کر کے مکناس آ گئے۔ اور اصطبل، قلعہ، شہر، میدان۔ الغرض
جہان جگہ ملی۔ ڈیرے ڈال دیئے۔ اور ۱۱۴۰ھ میں چند برسوں کی مسلسل لڑائی سے
اکتا کر سید محمد بن عبداللہ کو جو مراکش میں گورنر تھا لکھا کہ اگر چاہو تو ہم تمہاری بیعت
بصد رضامندی ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا خطبہ شروع کر دیا۔ مگر محمد نے باپ کی
نافرمانی سے صاف انکار کر دیا۔ اور بادشاہی اختیار کرنے کی بجائے مصالحت
کرانے کے لیے مراکش سے مکناس آ کر عبیدہ کو اپنے باپ کا پھر تابع فرمان بنا گیا۔ جو اس
لحاظ سے پانچ دفعہ معزول ہو کر چھٹی دفعہ سلطان تسلیم کیا گیا۔ پیرانہ سالی میں عبداللہ
کی سفاکی اور بھی بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ عمر کے آخری دو برس وہ فاس جدید کے قریب مقام
دار دبیبغ میں پڑا رہا۔ ڈر کے مارے کوئی اس کے قریب نہ پھٹکتا تھا۔ انگریز مورخ
ٹہروٹن کا بیان ہے کہ [illegible]ء میں اپنے سامنے عبداللہ کو ۳۵۳ باغیوں کو
قتل کراتے دیکھا۔ جن میں سے پہلے شخص کو اس نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ ان کی
لاشیں بلا دفن کئے میدان میں عرصہ تک سڑتی رہیں۔ پیلو لکھتا ہے کہ ایک دفعہ
عبداللہ نے ایک ہفتہ میں دو ہزار دو آدمی قتل کرائے۔ بالآخر ۲ صفر ۱۱۷۱ھ ۱۷۵۷ء
کو یہ قہر الٰہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ملک کی ہلاکت گئی۔ اس کی خوشحالی کا زمانہ
پھر عود کر آیا۔ اور چتر شاہی پھر ایسے بادشاہ کے سر پر سایہ افگن ہوا جو نیک نہاد،
عقلمند، رعیت پرور اور عادل ہونے کے ساتھ ہی سچا، دیندار، باحمیت اور
صاحب اقبال بھی تھا۔ یہ اسی ظالم عبداللہ کا دوسرا بیٹا محمد تھا۔ جس کا بڑا بھائی باپ کی
زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔

مولائے مستضی معزول ہو کر ۱۱۵۰ھ میں بلاد خود کو بھاگ گیا تھا۔ وہاں سے مولائے
عبداللہ کے تعاقب پر مختلف علاقوں میں گشت کرتا ہوا طنجہ پہنچا۔ اور وہاں کے گورنر
قائد عبدالکریم ابعی کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔ اور لوگوں پر سخت ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا۔
جس سے تنگ آ کر اہل الیف نے ایک دن اس پر اچانک حملہ کر کے اسے قید کر لیا اور
اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ ان کے پنجے سے رہائی پانے پر اس نے اپنے
بھائی عبداللہ سے سابقہ تقصیرات کی معافی مانگ کر درخواست کی کہ اس کی رہائش
کے لئے کوئی جگہ خود ہی مقرر کر دے۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ تو نے میرا کوئی قصور

نہیں کیا۔ اگر تو جنگ کرتا رہا ہے تو میری طرح باپ کے ملک کو سلطنت۔ اب اگر تو میری
حمایت و اطاعت میں آنے کو تیار ہے تو میں اسے خوشی سے منظور کرتا ہوں۔ میری
رائے میں آصیلا کی رہایش تمہارے لیے مناسب ہوگی۔ اور اگر تو ملک چاہتا ہے۔ تو میدان
تیار ہے مستضی خط پڑھ کر بندر آصیلا کو چلا گیا۔ اور خضر غیلان کے مکان کو مرمت و
درست کرکے ۱۱۶۲ھ میں وہاں آباد ہوگیا۔ چند دن بعد وہاں کے بعض اہل طمع
اس کے دوست بن گئے۔ اور اُن کے مشورہ پر اس نے غلہ کا بیوپار شروع کردیا۔ وہ
گندم و جو وغیرہ متصل علاقہ کے عرب دہقانوں سے خرید کر منھ مانگے نفع پر ملک غیر
کے انصاری تاجروں کے ہاتھ فروخت کرتا جن کے جہاز اب چاروں طرف سے
آصیلا میں پہونچنے شروع ہوگئے۔ اس فایدہ سے دنوں میں اس کی حالت سنور گئی۔
سینکڑوں خوشامدی جمع ہوگئے اور اس نے طیطوان و طنجہ سے اسلحہ خرید کر اپنی
طاقت بڑھانی شروع کردی۔ عبد اللہ کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو بھائی کو آصیلا میں
رہنے کی اجازت دینے پر بہت نادم ہوا۔ اور اسی وقت ایک طرف اپنے بیٹے محمد گورنر
مراکش کو اور دوسری طرف قاید ابی محمد کو آصیلا جاکر مستضی کو وہاں سے نکال دینے
کا حکم بھیجدیا۔ سلطانی فوج کے پہونچنے پر مستضی کے بیٹے نے شہر سے باہر آکر عجت
پیش کی کہ ہم یہاں سلطان کی اجازت سے رہتے ہیں اور اس نے ہمیں اس بندر
کی آمدنی عطا کر رکھی ہے۔ تم کیوں تعرض کرتے ہو۔ لیکن گورنر نے ایک نہ مانی۔
اور جب تک مستضی باہر نہ نکل آیا محاصرہ سے دست بردار نہ ہوا۔ مستضی اخراج پر
شیخ ابی بکر بن عربی کے مزار کو چلدیا اور گورنر اس کا مال و اسباب اور اسلحہ و بارود
وغیرہ لیکر مستضی کے بیٹے کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں پہونچگیا۔ عبد اللہ نے ہتھیار
اور بارود رکھکر باقی تمام سامان مستضی کے خاندان کو دیدیا۔ جو ۱۱۶۶ھ میں
مستضی کو سجلماسہ میں جا ملا۔ سجلماسہ پہونچنے سے پہلے چند قبایل کو اپنے ساتھ ملانے
کی ناکام کوشش کی تھی وہاں جاکر اس نے ملک و سلطنت کا بالکل خیال چھوڑ دیا
اور امن و امان زندگی بسر کرکے ۱۱۷۳ھ میں راہی ملک بقا ہوگیا۔

جیش العبید | مولائی محمد بن عبد اللہ کے عہد کی تاریخ شروع کرنے سے پہلے اس لشکر کے
حالات مابعد اس موقعہ پر بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مولانا احمد بن خالد الناصری

لکھتے ہیں کہ مولائے اسمٰعیل کے اواخر عہد میں عبید کی افواج تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہونچ گئی۔
رفاہ و عزت میں اُسوقت ان کا کوئی مثل نہ تھا۔ ان کی بارکین عالیشان محلات کے
سرا نی تھیں۔ گھوڑے اور اسلحہ جیسے ان کے پاس تھے۔ شاید ہی دنیا کی کسی اور سپاہ
کے پاس ہوں۔ یہی کیفیت وردی اور ان کے دیگر سامان کی تھی۔ ان میں دس ہزار
و پیدل مشرع الرملہ کی بارکون میں رہتے تھے۔ یہیں سا احل پاشا کے ماتحت ۵ ہزار
ینگچری (یکشاریہ) سپاہ کا رسالہ بھی رہتا تھا۔ ترکی ینگچریون کیطرح مراکش
ینگچری بھی پیدل تھے۔ صرف افسر گھوڑون پر سوار ہوتے تھے۔ تانوت اور
وجہ عوس میں پانچ ہزار پیدل تھے۔ اور باقی پچاس ہزار مغرب کے دوسرے
قلعون میں منقسم تھے۔ جہان وہ ہر طرح کے آرام و راحت کے ساتھ زندگی بسر کرتے
تھے۔ ہر قلعہ کے متصلہ علاقہ کے باشندون کو حکم تھا کہ پیداوار کے اعشار میں سے
اسقدر غلہ اور چارہ قلعہ والون کی فوج اور ان کے جانورون کے لئے پہنچا دیا
کریں۔ سلطان اسمٰعیل کے وقت تک اس انتظام میں کوئی خلل نہ پڑا۔ اسکی وفات
پر جب اسمٰعیل کی اولاد میں خانہ جنگی برپا ہوگئی تو ایک طرف قبایل نے مقررہ رسد
پہونچانی بند کردی۔ اور دوسری طرف سلاطین نے مسلسل جدال و قتال سے ان کی
خبرگیری کا کوئی خیال نہ رکھا۔ جس پر ان قلعون سے عبید فاقہ کشی سے تنگ آکر
قلعون کو چھوڑ چھاڑ ہمسایہ قبایل میں منتشر ہوگئے۔ اور عرب و بربر قبایل نے
نامی قلعون کو لوٹ کھسوٹ کر ایسا ویران کر دیا کہ پھاٹکون کے کواڑ اور چھتون
کی لکڑیان تک اوتار لے گئے۔ صرف دیوارون کے ڈھانچ باقی کھڑے رہ گئے
یہی حالت مولا عبداللہ کے عہد میں حبشی عبید کے مشرع الرملہ سے مکناس چلے جانے
پر مشرع الرملہ کی ہوئی۔ نیز وہان کے عالیشان محلون اور بارکون کی چھتیں
اینٹ پتھر اور شہتیر تک اوتار کر لے گئیں۔ اور وہان ان کو کوڑیون کے مول
بیچ ڈالا۔ کچھ عرصہ فقط دیواریں کھڑی رہیں۔ مگر ان کی باری بھی جلد آگئی۔ اور
غارتگرون نے انہی کو گرانے پر اکتفا نہ کرکے دفینون کی تلاش میں فرشون اور
زمین کو بھی کھود ڈالا۔

مکانات کے ساتھ یہان تک لشکریون کی بھی جمعیت پریشان ہوگئی۔ مکناس سے

زیادہ سپاہی نہ پہنچے۔ باقیماندہ اپنے اپنے سابق قبایل رو۔ مالکون کے پاس چلے گئے جو کمناس پہونچے۔ ان میں سے بھی اکثر ہر ایک چیز کی گرانی کیوجہ سے وہان زیادہ مدت نہ ٹھیرے۔ بڑے بڑے شہرون میں یونہی ہمیشہ گرانی کا زور رہتا ہے۔ مگر ان دنون خشکسالی اور خانہ جنگی نے اور بھی قحط برپا کر رکھا تھا۔ پس صرف وہی لوگ وہان رہ گئے جو یا تو متمول تھے۔ یا کوئی ہنر جانتے تھے۔ اور ان لوگون کا بھی قافیہ تنگی مکان سے تنگ ہو رہا تھا۔ شہر میں کوئی گنجایش نہ ہونے کے باعث انہون نے شہر کے متصل باغات اور زمینون میں ڈیرے ڈالدیئے تھے جہان بربر قبایل اکثر چھاپے مارتے رہکر ان کے بال بچون اور مال و اسباب کو اٹھا لے جاتے۔ اس طرح اس لشکر کا بھی حصہ کثیر حصول معاش کے لئے دیہات اور قبایل میں جا بسا اور سپاہگری کے فن اور بندوق و توپ کے ہنر کو بھولا کر عام لوگون کیطرح ہو گئے۔ اس سپاہ کی بے سروسامانی کا یہ عالم تھا جب ۱۱۶۹ھ میں کمناس میں زلزلہ آیا۔ تو بہت سے پانچ ہزار کے قریب دیوارون کے نیچے دب کر مر گئے۔

مولائی محمد کے عنان حکومت کو ہاتھ میں لینے کے وقت تک اس سپاہ کی حالت یوماً فیوماً بدتر ہوتی چلی گئی۔ اس دور اندیش و بیدار مغز فرمانروا نے باقی سلطنت کے دوسرے صیغون اور محکمون کیطرح اس لشکر کو بھی پھر بحال کر کے سپاہ کا مقتدر ترین حصہ بنا دیا۔ جب اس نے ادھر توجہ کی تو عبید کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ پائی۔ اس نے دادا کی طرح منتشر افراد کو پھر قبایل سے جمع کر دیا اور پہلے کیطرح بیش قیمت گھوڑون۔ اسلحہ اور وردیون سے اس پرانے لشکر کو دوبارہ مرتب کر کے دولت اسمعیلہ کو اپنی حسن سیرت اور قابلیت سے خواری و ذلت کے بعد از سر نو عزت اور ذلت و گمنامی کے بعد حیات تازہ بخشی۔ سید احمد بن خالد اس موقعہ پر یہ ایراد کرتے ہیں کہ مذہب اشعریہ کے مطابق فسق و فجور کی وجہ سے امام معزولی کا مستوجب نہیں ہو جاتا۔ بنا برین مولا احمد بن اسمعیل جایز امام اور مولا عبد الملک اس پر خروج کرنے والا تھا۔ اسیطرح عبد اللہ جایز بادشاہ تھا اور اس کے ساتھ جنگ کرنے والے سپاہی باغی سے زیادہ رتبہ نہ رکھتے تھے۔

سعدی محمد بن عبداللہ
۱۱۶۹ھ-۱۷۵۷ء

محمد مفتہم[۵۱] بن عبداللہ جو سابق میں گورنر صفی تھا تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اس نیک اور عقلمند شخص کے سر پر چتر شاہی سایہ افگن ہوا۔ اس نے مراکو میں ۳۳ سال تک حکمرانی کی۔ اس کے عہد حکومت میں ملک نے ہر قسم کی ترقی کی اور چاروں طرف فارغ البالی کے آثار نظر آنے لگے[۵۲]۔ اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ رود ابیا کو غارت کرکے اور فیض کا محاصرہ کرکے ان دونو مقامات پر اپنا قبضہ کر لیا[۵۳]۔ تمام ملک میں جسقدر ظالم اور سخت گیر گورنر تھے ان کو گرفتار کر لیا شہروں میں از سر نو قلعے بنا کر ان کو محفوظ کیا۔ سلی اور رباط دونو [illegible] تھے۔ ان دونوں میں اسوقت ایک جہاز رہا کرتا تھا۔ چنانچہ سعدی محمد نے ان کو فتح کرکے ہمیشہ کے لیئے ان کی آزادی اور خود مختاری کا خاتمہ [illegible] اور ان دونو مقامات میں اس نے عمدہ عمدہ بندرگاہیں بنوا دیں۔ [illegible] سنہ ۱۷۶۰ء [illegible] موگاڈر اور فیدالا کی اس نے بنیاد ڈالی۔ اور فرانسیسیوں نے سلی اور لارش پر فوجکشی کی لیکن ان کو کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ اسمعیل کے کتب خانہ میں اسوقت بارہ ہزار کتابیں تہیں پس سعدی محمد نے اس خیال سے لوگوں کو ان کے پڑھنے کا زیادہ موقعہ ملے ان کو اپنی تمام سلطنت کی بڑی بڑی مساجد میں تقسیم کر دیا۔ [illegible] اس پر مدارس کا ایک مرتبہ پھر زور ہوا۔ اور انہوں نے خوب ترقی کی[۵۴]۔ ۱۷۶۷ء میں اس نے یورپ[۵۵] اور ٹرکی[۵۶] سے زیادہ دوستانہ تعلقات پیدا کئے۔ چنانچہ [illegible] ٹرکی سے سلیم سوم نے کثرت سے توپیں۔ بندوقیں۔ بم کے گولے اور سامان جنگ ایک

---

۵۱ الزیانی صفحہ ۱۲۰۔ ۵۲ اس زمانہ میں جارڈن نے اسکی حد سے زیادہ اس امر کی تعریف کی کہ وہ پولیس کا ایک اعلیٰ درجہ کا لفٹنٹ تھا اس نے تمام قزاقوں کی بیخکنی کر دی تھی۔ ۵۳ الناصری [illegible] ۹۶۔
۵۴ الزیانی والناصری صفحہ ۹۔ ۵۵ سعدی محمد کے زمانہ میں سنہ ۱۷۶۰ء و سنہ ۱۷۸۳ء میں انگلستان [illegible] سنہ ۱۷۶۷ء میں فرانس سنہ ۱۷۶۶ء سنہ ۱۷۸۰ء و سنہ ۱۷۸۵ء میں ہسپانیہ سنہ ۱۷۶۷ء میں ڈنمارک سنہ ۱۷۵۸ء میں [illegible] اور سنہ ۱۷۸۷ء میں ممالک متحدہ امریکہ کے ساتھ سلطنت مراکو نے [illegible] عہدنامے کئے اور لنڈن [illegible] پیرس۔ لسبن۔ میڈرڈ۔ ہیگ [illegible] کو مراکو کے سفیر بھیجے گئے۔ ۵۶ سنہ ۱۷۸۶ء میں الزیانی جو بہت بڑا مورخ تھا سفیر مقرر ہو کر ٹرکی کو گیا وہاں پر اسکی آؤ بھگت اور تعریف اور عزت ہوئی کہ عبدالحمید [illegible] جس کا حال وہ لکھا کرتا تھا۔ ٹرکی سے واپس آنے پر وہ پہلے تو تازہ وارد [illegible] بعد [illegible] الیزید نے اسکو ایک سازش کنندہ قرار دیکر گرفتار کر لیا [illegible]

جہازوں میں بار کرکے سدی محمد کے پاس مراکو بھیجا[1]۔ ان تمام سامان جنگ سے ۱۷۶۹ء آئندہ سال ہی اہل پرتگال سے میزیگن واپس لینے میں کام لیا گیا۔ ۱۷۷۴ء میں سدی محمد نے ہسپانیہ کے قلعہ ملیلا کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن کارلس سوم نے ایک عہدنامہ کے واسطے کہا جس کی رو سے اس نے بر و بحر میں امن و صلح قایم رکھنے کی شرط پیش کی۔ مورون کے سفیر نے اسکو منظور کرکے اسپر دستخط کردیے۔ اس پر وہ سفیر بہت زیادہ مورد عتاب ہوا۔ محمد نے کہا کہ اگر اہل ہسپانیہ ہمارے سامان جنگ کو بحری راستہ سے طنجہ اور موگاڈور کو لے جاویں تو میں اپنی فوجوں کو واپس بلا لونگا۔ چنانچہ باشندگان ہسپانیہ اسپر رضامند ہوگیے[2]

اس پر محمد نے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا اور بری بحری لڑائی کا خاتمہ ہوکر امن قایم ہوگیا۔

البنیریہ کی بغاوت ۱۷۷۵ء یہ بات چونکہ فوجوں کے منشا کے خلاف ہوئی اس وجہ سے انہوں نے مکینیز میں لڑائی اور فساد کی کوشش کی۔ یہ حالت دیکھکر سلطان نے اپنے بیٹے الیزید کو فوج کے مغلوب کرنے کے واسطے بھیجا۔ محمد کی یہ تدبیر خلاف ثابت ہوئی کیونکہ باغیوں نے الیزید سے یہ کہا کہ ہم تم کو بھی اپنا سلطان بنائیں گے۔ اسپر وہ رضامند ہوکر باغیوں کا بھی ساتھی بن گیا۔ اس وقت محمد کو بڑی مشکل پیش آئی اور بدقت تمام زنوداتیا اور بربرہ کی فوج کی مدد سے اس نے ان کو مغلوب کیا۔ الیزید نے زرہون کے معبد میں جاکر پناہ لی اور وہاں شریعت کی سفارش پر ہی اس کے باپ سلطان نے اسکے قصور کو معاف کیا جبشیون کی جس فوج تھی اسکو سلطان نے اطراف ملک میں بھیجدیا۔ اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ بعد میں جو بغاوتیں ملک میں ہوئیں وہ فرو نہ ہو سکیں۔ اسکے علاوہ ۱۷۷۶ء و ۱۷۸۲ء میں سخت امساک باران ہوا اور تمام ملک میں قحط پڑ گیا۔ سلطان نے رعایا کی امداد کرنے اور اسکو قحط کے اثر سے محفوظ رکھنے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور بطور قرض حسنہ کے زرکثیر رعایا کو بانٹ دیا۔

تکلیف دہ زمانہ ۱۷۸۳ء اس کے بعد بھی سلطان کو اطمینان نصیب نہ ہوا۔ اور اس کا اضطراب بدستور قایم رہا۔ ۱۷۸۳ء میں ایک شخص حاج الیموری نامی نے

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۴۲۔ الناصری صفحہ ۱۰۴۔ الناصری میں یہ بھی لکھا کہ سدی محمد نے کہ معظمہ کے سلطان سے اسی زمانہ میں ایک عہدنامہ بھی کیا تھا۔ [2] الزیانی صفحہ ۱۴۵۔

مہدویت کا دعویٰ کردیا۔ بس پھر کیا تھا۔ اہل بربر اس کے پاس جوق جوق آنے لگے اسکے ادعائے مہدویت کو تسلیم کرتے اور اس سے بیعت ہوجاتے تھے[۵۱]۔ لیکن سلطان محمد نے اس کی سرکوبی کے واسطے ایک سخت مہم بھیجی جس نے اس مدعی مہدی کے مریدوں اور معتقدوں کو بالکل تباہ و برباد کردیا۔ اسکے بعد بھی سلطان کی پریشانیوں کا خاتمہ نہ ہوا الیزید نے زیارت حرمین شریفین کی اجازت چاہی۔ سلطان نے اسکو منظور کرلیا۔ ان ہی دنوں میں سلطان نے اپنے ایک سفیر کو کچھ تحایف دیکر ایک شریف کے پاس بھیجا تھا۔ جو سلطان کا داماد بھی تھا۔ الیزید نے موقعہ پاکر اس سفیر کے پاس سے تمام تحایف کی چوری کرادی[۵۲]۔ اس پر سلطان نے اسکی اچھی طرح گوشمالی کی اور ولیعہدی سے خارج کردیا۔ لیکن اس نے بڑی دلیری کی اور تین سال کے بعد طیطوان کے متصل ملا عبدالسلام کی عبادتگاہ میں آن کر پناہ لی۔ اور یہاں سے ہی ایک اور بغاوت کی تدابیر سوچنی شروع کردیں ۱۷۸۹ء میں سلطان بذات خود اس کی گوشمالی کے واسطے گیا۔ لیکن اسکا کاسہ زندگی لبریز ہوچکا تھا بس اس نے راستہ میں قضا کی اور تمام دنیا و مافیہا کو خیرباد کہا۔ اس وقت مراکو میں عام طور سے کشت و خون شروع ہوگیا۔ جو ملا اسمٰعیل کی خونریزی سے اگر زیادہ نہیں تو کسی طرح کم بھی نہ تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے یہہ حالت زیادہ عرصہ قایم نہ رہی[۵۳]۔

خونخوار الیزید ۱۷۹۰ء-۹۲ء

یہہ بات چند مرتبہ بیان کی گئی ہے اور عام طور پر یہ امر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ ملا الیزید کی والدہ انگلستان یا آیرلینڈ کی رہنے والی تھی یہہ عورت وہ شخص کے کان کنزل کے افسر کی بیوہ تھی۔ لیکن جیسا دیکھا یہ بات

---

[۵۱] ناصری صفحہ ۱۰۵۔ [۵۲] ازیجانی [۵۳] قونصل ہارٹ نے لکھا ہے کہ اس وقت سلطان سعدی تھر کے دوسرے بیٹے عبدالرحمن نے اپنے بھائی یزید کے پاس ایک پیغام بھیجا جو حسب ذیل ہے "مجھ کو والد کے انتقال کی خبر ملی ہے اور یہ سنا ہے کہ تم اپنے عبادتخانہ سے باہر نکل آئے ہو سلطان ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور یہودیوں کا روپیہ کو بیوقوفوں کیطرح اڑا رہے ہو۔ اے بدنصیب چوہے یا تو تو اپنے سوراخ میں گھس جا ورنہ اگر تو انسان ہے تو مراکش میں آ کر مجھ سے مل۔ کیونکہ تجھ کو جان لینا چاہئے کہ فیض کسی بادشاہ کے رہنے کی جگہ نہیں ہے"۔

[۵۴] ایضاً صفحہ ۱۱۰۔ یہہ مرئی جو الیزید کی تخت نشینی سے ایک سال پہلے مراکو میں مقیم ہوا تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ الیزید کی نانی انگریزی قوم کی عورت تھی۔

بنی دیں۔ وہ تعزیباً فسانہ ہے۔ تاریخ سے ان کا ٹھیک پتہ نہیں چلتا۔ بیگو نے لکھا ہے کہ میرے ایک ہمعصر شخص حکومت کے واقعات اور ذاتی واقفیت کی بنیاد پر لکھے ہیں۔ لیکن اس نے اسکا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ الغرض اس نے لکھا ہے کہ الیزید کی ماں حسیان کی ایک لونڈی تھی اور اسکا نام سگیتا تھا۔ بہرحال وہ کسی کے بطن سے ہو وہ بدباطن جو اب تخت شاہی پر متمکن ہوا ہمیشہ علانیہ طور پر انگریزوں کے ساتھ مراعات کیا کرتا تھا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی عام طور پر تمام سلطنتوں نے جنگ کا اعلان کر دیا۔ لیکن انگریزوں کو اس سے بھی مستثنےٰ کر دیا۔ الیزید کو باشندگان ہسپانیہ کے ساتھ بہت زیادہ کاوش تھی اور اسکے حرکات و سکنات سے ہمیشہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان کو نفرت اور حقارت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ سلطان محمد کا وزیر اہل ہسپانیہ کے ساتھ بہت مراعات کیا کرتا تھا۔ پس الیزید نے ایک دن طنجہ میں ہسپانیہ کے سفارتخانہ کے دروازہ پر اس وزیر کے ایک ہاتھ اور دو بڑے بڑے حاکموں کے سروں میں میخیں ٹھکوا دیں۔ وزیر کے دوسرے ہاتھ کو کاٹ کر اوجدا کے پاس بھیجدیا اور اسکا سر قلم کر کے میکنیز میں ہسپانیہ کے گوشہ نشین لوگوں کی خانقاہ کے سامنے ایک ستون پر نصب کرا دیا اور اس کے بعد اس کی بہت کچھ بیحرمتی کی۔[له] ان تمام باتوں کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ ہسپانیہ کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن اعلان دشمنی و جنگ سے پہلے ہسپانیہ کے قونصل اور سفیر نہایت عقلمندی سے وہاں سے اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے۔[له] الیزید کی یہ خواہش تھی کہ کسیطرح سیوٹا کو واپس

له میکنیز میں جو یہودی نائب قونصل رہا کرتا تھا الیزید نے اسکی ایڑیوں میں سوراخ کر کے باب منصور العلج پر ایک بھیڑ کیطرح لٹکا دیا اور لیفٹ دیب بن عطار کو جو قوم کا یہودی لیکن اسکا باپ ایمان لا چکا تھا زندہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلوا دیا۔

له ہسپانیہ کا قونصل وغیرہ سیر کا ارادہ ظاہر کر کے ہسپانیہ کے جہازوں میں سوار ہو گئے لیکن مورسین کو ان کا اصلی منشا معلوم ہوا تو ان کی آتش غضب مشتعل ہو گئی۔ لاریکی اور موگاڈر کے نائب قونصلوں نے اسکی شکایت کی کہ ہماری اہل و عیال کو ہم سے جدا کر دیا گیا۔

٭ ان تمام کارروائیوں کے مفصل حالات انگریزی قونصل کے مراسلوں میں جو اس نے گورنمنٹ کو بھیجے تھے مندرج ہیں۔ وہ مراسلے ہنوز مراکو کے محافظخانہ میں موجود ہیں۔

لے لیا جاوے اور اس بارہ میں وہ اُتنے انگریزون کی امداد پر بھروسہ تھا اور بالخصوص اس وقت جبکہ ہسپانیہ سے اس کی جنگ کا خاتمہ ہونے والا تھا اس نے انگریزون کی امداد پہ بلا بنیاد سے اپنے بھروسہ کا اظہار کر دیا۔ اس نے انگریزون سے مدد لینے کے واسطے لاریکی انگریزون کو دینا چاہا لیکن انہون نے اسکے لینے سے انکار کر دیا۔[۱۵]

اصول اور عمل — الیزید کا مقولہ تھا کہ مراکو کے ہر ایک سلطان کو اسقدر خونریزی کرنی چاہیئے کہ اس کے قلعہ کے دروازہ سے شہر تک ہمیشہ خون کی نہر جاری رہے اور لوگون کی زندگی ہمیشہ خوف اور اندیشہ کی حالت میں بسر ہو۔ اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اپنی سلطنت کے بعض اضلاع میں یہودی رہا کرتے تھے انکو غارت کر دیا۔ اس سے اس کی صرف یہ غرض تھی کہ اس کے حبشیون کے رسالے خوش ہون اور اچھی طرح کام کریں۔ اس کے علاوہ اس نے چند یہودی عورتون کو زندہ جلوا دیا۔ اس نے خود اپنے ہاتھون سے طنجہ کے پاشا کو دو مرتبہ گولیون سے مجروح کیا۔ اس کے دونون کان کٹوا لئے اور اسکا سر پاش پاش کرا دیا۔ اسی پاشا کی بیوی کی پستانون کو شکنجہ میں دبوا دیا اور اس کی (یا پاشا کی) ماں کو دو دن تک ہلکی ہلکی آگ کے اوپر آویزان رکھا اور اس کے سر میں میخیں جڑوا دیں[۱۶]۔ لاریکی کے رئیس اور باسابن کی عمریں اسی سال یا اس سے بھی کچھ زیادہ تہیں ان دونون کی ڈاڑھیان جڑ سے اکھڑوا دیں[۱۷]۔ مراکش کے قاضی نے حکم دیا کہ ظالم سلطان کو تخت شاہی سے معزول کر دیا جاوے اور حقیقت میں اس کا یہ حکم بالکل انصاف پر مبنی تہا۔ لیکن الیزید اسپر اسقدر برہم ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ قاضی کی زندہ کھال تمام جسم سے اوتار لی جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس کے تمام اعضا ایک ایک کر کے علیحدہ کر دیئے گئے اور اسکے بعد اسکا سر قلم کرا دیا۔ الغرض الیزید کے مظالم اسقدر بڑھ گئے تہے کہ ان کی کوئی حد و شمار نہ رہی تھی ۔ بیان سے باہر ہیں۔ بائیس مہینہ تک اس نے اپنا طریقہ

[۱۵] اس مکار ظالم کو انگریزون نے صرف اسقدر مدد دی کہ لفٹنٹ کرنل جارڈائن کو انہون نے مور دان کی ملازمت کر کے سبتہ کے محاصرہ میں انکی امداد کرنے کی اجازت دیدی۔ ہندو دیا کے چند جنگ جو شخص جو مسلمان ہو گئے تہے ان کو سلطان کے حکم سے برہنہ کر کے انگریزی قونصل کے حوالے کر دیا گیا اور وہ جبرالٹر کو بھیج دیئے گئے اسوقت بارود کی بجائے آٹا استعمال کرتے تہے۔[۱۶] یکو صفحہ[۱۷] صفحہ

سلطنت کرنے کے بعد اس کی بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ اس کے دوسرے بھائیوں نے اسکے خلاف سلطنت کا دعویٰ کیا۔ تمام رعایا ان کی ساتھ ہو گئی۔ اور الیزید سے بغاوت شروع کر دی۔ وہ ان کی سرکوبی کے واسطے اٹھا لیکن ناکامیابی ہوئی۔[۵۱]

عہد ہشام ۱۷۹۲-۹۵ء الیزید کی سلطنت کے خاتمہ کے بعد فوراً مراکش میں اعلان کر دیا گیا کہ ملا ہشام تخت نشین کیا گیا۔ لیکن سلطنت کے دوسرے حصوں میں اسکے دوسرے بھائیوں کی بادشاہت کا اعلان کیا گیا۔ یعنی سلطنت فیض کے نصف شمالی حصہ میں مسلمہ۔ اسی سلطنت کے نصف جنوبی حصہ میں سلیمان دوم اور طفیلالت میں عبدالرحمٰن کو بادشاہ بیان کیا گیا۔ اسی وقت سوس کے بعض حصص میں وہاں کی رعایا نے سعدی احمد وموسیٰ کے بیٹے کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اسپر تمام بھائیوں میں تین سال تک سخت جھگڑے ہوتے رہے۔ بالآخر سلیمان اپنے تمام بھائیوں پر غالب آ گیا۔ ہشام کو تخت چھوڑنے پر مجبور کیا اور تمام سلطنت کو پھر ملا کر ایک کر لیا۔[۵۲]

عہد سلیمان ۱۷۹۵-۱۸۲۲ء سلیمان کے عہد حکومت میں سلطنت مراکو میں ایسی ہی خوشحالی اور فارغ البالی ہوئی جیسی کہ محمد ہفتدہم کے زمانہ میں تھی۔[۵۳] اس زمانہ میں اہل مراکو کثرت سے بحری چوریاں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کی پوری طور پر بیخکنی کرنے کا فخر اسی سلطان کو حاصل ہے

---

۵۱ الیزید کے مفصل حالات انگلستان کے صیغہ خارجہ کے ایک مراسلہ میں لکھے ہوئے ہیں اور اب وہ پبلک ریکارڈ آفس "مراکو" جلد ۱۰ ۱۸۴۱ء میں موجود ہیں۔ بحوالہ الزیعانی فی الناصری صفحہ ۱۲۹۔

۵۲ ملا سلیمان کی تخت نشینی کے موقع پر اسکے وزیر محمد بن عثمان نے ایک عجیب و غریب اعلان بادشاہ کی جانب سے شائع کیا اسکے الفاظ بالکل بادشاہ کے الفاظ معلوم ہوتے تھے چنانچہ اس میں لکھا تھا کہ میں امن قائم کرنیکے واسطے کسطرح طفیلالت گیا۔ لیکن چونکہ میری امن پسندی اور عدل گستری کیوجہ سے فوج اور رعایا نے مجھکو تخت نشینی کے واسطے ملا با ہے پس ارادہ کر لیا ہے کہ اپنی سلطنت کی نگرانی میں اور غیر ممالک سے تعلقات کی سلسلہ قائم رکھنے میں امید ہے کہ موافق ہی کام کرونگا۔ ملا سلیمان سے اس کی رعایا نے کہا تھا کہ بلحاظ عدل کے سلطان بہ نسبت مراکو کے بہشت بریں سے زیادہ قابل ہے۔

بروک جلد اول صفحہ ۳۵۹۔

۵۳ الناصری۔

اس کے باپ سعدی محمد نے بھی اس کے متعلق غیر ممالک سے چند عہد نامے کئے تھے جن کی وجہ سے اس کی سختی بہت کچھ کم ہو گئی تھی۔ لیکن اب اس عہد میں کسی نہ کسی وجہ سے یورپ کے تعلقات میں رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں جس زمانہ میں عیسائی غلاموں کی کثرت تھی اور غیر ممالک کے ساتھ مراکو کے تعلقات وسیع تھے اس زمانہ کے حالات ہم کو کسیقدر زیادہ معلوم ہیں۔ لیکن اس کے بعد کے اندرونی حالات ہم کو برائے نام ہی پتہ چلا۔۵۷

معلوم ہوتا ہے کہ اہل مراکو کی یہ خواہش تھی کہ عیسائی سلطنتوں سے بالکل بے تعلق اور الگ تھلگ رہنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ ایسی پالیسی ہے جو اب تک برابر اسی حالت پر چلی جاتی ہے۔ موروں اور یہودیوں کے واسطے سلطان کا حکم تھا کہ جب تک ضمانت نہ دیں اور اجازت حاصل نہ کر لیں اس وقت تک حدود سلطنت سے باہر قدم نہ رکھیں اور جہاں تک ممکن ہوا خود سلطان نے اس کی مثال قائم کی کہ یورپ کی عیش پرستی کو جگہ نہ دیا جاوے۔ سلطان سلیمان کے عہد حکومت میں سنہ ۱۷۹۹ء و سنہ ۱۸۰۰ء میں دو مرتبہ وبا نازل ہوئی۔ تمام رعایا تباہ و برباد ہو گئی۔ ایک مرتبہ اس کے باپ کے زمانہ میں بھی یہی وبا سنہ ۱۸۱۸ء میں نمودار ہوئی تھی۔ الغرض اس وبا کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں قحط پڑ گیا اور تمام ملک میں بدامنی پھیل گئی۔ ایک طرف کوہ اطلس میں بربری لوگوں نے بغاوت شروع کی اور دوسری طرف ابراہیم اور سعدی پسران الیزید نے یکے بعد دیگر اپنے چچا کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ سنہ ۱۸۲۰ء میں سعدی العربی شریف وزّان کی حمایت کی وجہ سے سلطنت مراکو کا شمالی حصہ ان کے قبضہ میں آ گیا۔ سنہ ۱۸۲۲ء میں سلطان سلیمان نے اپنی وفات سے کچھ ہی دنوں پہلے اسکو اپنے بھتیجوں سے پھر چھین لیا۔ (انہیں دنوں حمودہ پاشا بن علی بانی ربیلے) نے ٹیونس سے مراکو کو ایک سفارت بھیجی اور اس سے بھی زیادہ ایک دلچسپ خط عبداللہ بن سعود والی فاتح بدعت کنندگان۵۸ ملک حجاز نے جزیرہ نمائے عرب سے بھیجا۔ یہ شخص عبداللہ بن سعود

۵۷۔ یہ سچ ہے کہ جیکسن کی بے بہا تالیفات میں ہی "علی بے" "ڈوے" "ورڈ شو سبوگ" اسی زمانہ میں شائع ہوئیں لیکن یہ تمام کتابیں غیر ممالک کے لوگوں کی تالیفات ہیں اور اسی وجہ سے ان میں قومی زندگی کا نام کو بھی ذکر نہیں۔ سوائے "علی بے" کے اور تمام کتابوں میں اہل مراکو کے خیالات اور جذبات کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ ۵۸ انا مری صفحہ ۱۴۴۔

اپنے زمانہ میں اسلام بہت بڑا مصلح قوم تھا۔ افسانے مغرب میں جہان اصلاح کی بہت زیادہ ضرورت نہ تھی جس قدر کہ مشرق میں تھی۔ اکثر لوگ اسکے حامی و مددگار بنگئے تھے اور ان کو اسکے ساتھ بڑی ہمدردی تھی سلیمان نے اپنے عہد حکومت میں جو آخری کام کیا وہ یہ تھا کہ عبدالرحمن دوم بن الحشام کو اپنی زندگی میں تخت شاہی پر بٹھا دیا عبدالرحمن پہلے مُگادر میں حاکم اعلیٰ تھا۔ سلیمان کے زمانہ سلطنت کا سب سے بڑا اور مشہور واقعہ یہ ہے کہ اس نے اوجدا کو واپس لے لیا تھا۔

عبدالرحمن دوم
۱۸۲۲-۱۸۵۹ء

عبدالرحمن دوم بڑا مصلح کل۔ کفایت شعار اور تجارت کا شایق تھا سلطان سلیمان نے جو اسکو اپنے بیٹون پر ترجیح دی اور تخت نشین بنایا اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اسکو اس امر کا پورا یقین تھا کہ یہ میری ہی جیسی پالیسی پر حکمرانی کریگا۔ اس کی حکومت کے ابتدائی سالون میں معمول کے موافق ملک میں بغاوتین ہوئیں۔ لیکن ان کو اچھی طرح فرو کر دیا گیا۔[1] اسکے زمانہ میں دوسری سلطنتوں میں باہم دوستانہ تعلقات پیدا ہو گئے اور گذشتہ صدی میں یورپین سلطنتوں کے ساتھ جو غیر اطمینانی حالت پیدا ہو گئی تھی اور دوستانہ تعلقات میں غیر اطمینانی پیدا ہو گئی تھی وہ اس کے عہد میں رفع ہو گئی اور باہم رابطہ و اتحاد و دوستی قایم ہو گیا۔ لیکن اس زمانہ میں چونکہ یورپ کے بحری جہازوں کی بڑی کثرت ہو گئی اس وجہ سے یورپ کے ساتھ زیادہ عرصہ تک دوستی قایم رہنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سب سے پہلے ۱۸۱۰ء میں انگلستان سے اور پھر ۱۸۲۸ء میں ہسپانیہ اور آسٹریا سے لڑائی کے آثار پیدا ہو گئے۔ یا کم از کم یہ خیال تو ضرور ہوتا تھا کہ جو مال و اسباب سمندر میں لوٹ لیا جاتا ہے اس کے متعلق کوئی جھگڑا ضرور کھڑا ہوگا۔ باشندگان آسٹریا نے عرایش کو چند بند رکھا اور ان پر گولہ باری ضرور کی۔ ہر چند کہ ان کو اپنے حملوں میں ناکامیابی ہوئی لیکن ان کو کچھ حقوق پھر بھی حاصل ہو گئے۔ امپیریل گارڈ کے دو دستوں نے بغاوت شروع کی۔ اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ فاس میں جمہوری سلطنت قایم ہو گئی۔ لیکن سلطان نے ایک سال سے زیادہ عرصہ تک اسکا محاصرہ رکھا بالآخر

[1] الناصری صفحہ ۱۷۶-۳ ، ۱۰

نتیجہ ہوا کہ فاس اور مکناس کے درمیان میں ایک لاکھ دو ثلث سپاہیون نے رعایا کے تیس ہزار آدمیون کو غارت کر دیا۔ باغی افواج کو جس وقت شکست دیکر ان کی بغاوت کو فرو کر دیا تو وہ تمام ملک میں منتشر ہو کر بھاگ گئیں اور اسوقت سے پھر کبھی انہون نے ملک میں بدامنی نہیں پھیلائی۔

فرانس کے ساتھ لڑائی ۱۸۴۴ء

۱۸۳۰ء میں فرانس اور الجیریا میں مناقشہ شروع ہوگیا اس کی وجہ سے مراکو میں بھی اس زمانہ میں بہت سے واقعات پیش آئے ابتدا میں عبدالرحمن کو بھی اس لوٹ مار میں شریک ہونے کا خیال پیدا ہوا۔ اور تلمسین پر حملہ بھی کیا لیکن بے سود ثابت ہوا۔ ۱۸۳۲ء میں عبدالرحمن کو مجبور کر کے ایک عہدنامہ پر دستخط کرائے گئے۔ جس کی رو سے تلمسین پر اپنے تمام حقوق سے اس نے دست برداری کی اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ وہ اس بات پر بھی مجبور کیا گیا کہ آئندہ شاہ الجیریا سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ اور اس سے کسی قسم کی خط و کتابت نہ کرے۔ اس زمانہ میں الجزائر کا بادشاہ عبدالقادر تھا جو نہایت مشہور و معروف آدمی تھا۔ فرانسیسیون نے جو عہدنامہ کرایا تھا اسکا آخری حصہ بالکل بیکار ثابت ہوا۔[1] ۱۸۴۳ء میں جس وقت انہون نے عبدالقادر کو مغلوب کر کے اس کی سلطنت سے نکالا تو وہ بھاگ کر مراکو پہنچا۔ اور وہان پناہ چاہی۔ لیکن ابتدا میں انکار کر دیا گیا۔ اس کے دو سال بعد ۱۸۴۵ء میں جبکہ وہ مال غنیمت لیکر سرحد مراکو کو عبور کر کے گیا۔ اسوقت اوجدہ پر حملہ کرنے کا فرانسیسیون سے بہانہ کر دیا گیا۔ امیر عبدالرحمن نے مراکو کے سرحدی شہر پر دوبارہ قبضہ کرنے کی غرض سے اپنی فوج کو فراہم کر کے جنگ کا اعلان کر دیا۔ اور چند چھوٹی چھوٹی لڑائیون کے بعد جنگ آسلی میں لڑائی کا نتیجہ اہل مراکو کے خلاف نکلا۔[2] طنجہ اور موگادور پر بہت کچھ گولہ باری ہو چکی تھی۔ بلکہ موگادور تقریباً بالکل تباہ و برباد ہو چکا تھا۔[3] وہان

[1] سی محمد بن ادریس عبدالرحمن کا وزیر تھا۔ عبدالرحمن نے جو عہدنامہ میں یہ وعدہ کیا تھا کہ میں آئندہ عبدالقادر کو کسی قسم کی مدد نہ دونگا اسکی خلاف ورزی کرنے پر اس ایجنٹ وزیر کی زبان نکلوالی۔

[2] الناصری صفحہ ۹۵ و ۱۹۳ ہر باب کے حصہ میں ایک نوٹ بطور ضمیمہ کر دیا ہے جو اسکو ملاحظہ فرمائیے۔

[3] ۱۸۴۴ء میں ہی اس جنگ کے مفصل حالات پیرس میں شائع ہوئے تھے۔

کے جزیرہ پر فرانسیسیون نے قبضہ کر لیا تھا لیکن شہر کے چارون طرف جو توپیں رہی تہیں انہون نے اسکا محاصرہ کر لیا عام طور پر لوگ اسقدر کثرت سے باہر چلے جاتے تھے اور اپنے وطنون کو چھوڑتے جاتے تھے کہ ایک مرتبہ جب سرکاری اعلان شایع کیا گیا تو ایک آدمی بہی کہیں باقی نہ رہا تھا جو اسکو سنتا اور اس پر کاربند ہوتا جب عہد نامہ صلح لکہا گیا تو اس مین منجملہ دیگر شرایط کے یہ بہی لکہا تھا کہ عبدالقادر کو آیندہ کبہی مدد نہ دیجاوے گی اور وادجدا جو لاتہ مغنیہ سے بہت زیادہ قریب شہر ہے اس مین کبہی دو ہزار سے زیادہ فوج نہ رہے گی۔ اسی وقت سرحد قایم کرنے کے واسطے ایک کمیشن مقرر کیا گیا جس نے اکثر مقامات پر استغاب حد بندی کی کہ دوسرون کو ہمیشہ اس کی تصحیح کے واسطے کہنے کا موقع مل سکتا تھا۔ اسوقت فرانسیسیون سے جو بڑی غلطی ہوئی اور جسکا انکو افسوس بہی رہا یہ تہی کہ انہون نے تو آت مین جو جایت زرخیز ملک تھا اور جو ٹمبکٹو کے راستہ مین واقع ہے مسلمانون کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا۔ حالانکہ اہل فرانس کی نظرین ابتدا سے اس کی جانب لگی ہوئی تہیں۔ بالآخر ۱۸۴۷ء میں عبدالقادر کے پیچھے مراکو بڑی درپے ہوئی جس کی وجہ سے وہ فرانسیسیون کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہوا۔ تو پہر وہان سے جلاوطن کر کے دمشق کو بہیجدیا گیا۔ ان دنون مراکو کے باشندون کے خیالات اس قسم کے ہو رہے تہے جسکی وجہ سے عبدالرحمن کو عام بغاوت کا اندیشہ تھا جب وہ اپنا تمام خزانہ تعفیلالت کو لیگیا حالانکہ اب تک ہر طرح امن قایم تھا۔

فرانسیسیون اور پرتگیزون کے دعاوی۔ سنہ ۱۸۵۰ء

فرانسیسیون کو اب تک اپنے مقبوضات قایم کرنے کے دعوے تھے جس وقت ان کی جماعت کافی طور سے جمع ہو گئی تو انہون نے سالستی پر گولہ باری شروع کر دی۔ لیکن جس لڑائی جھگڑہ سے رتبے کو کوئی تعلق نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فرانسیسیون کا جو مقصد تھا وہ ان کے حسب منشا پورا ہو گیا۔ اس کے کچہ دن بعد شاہ پروشیا و دنایف کے رگون مین جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے شاہ سے ان پر دفعتاً حملہ کر دیا تھا اور خشکی پر اترنے کی کوشش کرتا تھا۔ لیکن اپنے خرچہ کا تاوان میکر اپنے ارادہ سے باز رہا۔ اسوقت مین بحری چوریون اور قزاقیون کا بہی خاتمہ ہو گیا تھا۔ فیرطاقیکس

بھی اب بحری قزاقوں کی حمایت نہ کرتے تھیں۔ مختلف طاقتوں سے عہد نامے ہونے لگے اور مراکو اب اپنی اصلی حالت پر آنے لگا۔

سیدی محمد ششم
سنہ ۱۸۵۹-۱۸۷۳ء

سینتیس سال کی حکومت کے بعد عبدالرحمن کا انتقال ہوگیا اور اسکا بیٹا محمد ششم اس کی بجای سریر آرائے سلطنت ہوا۔
عبدالرحمن نے اپنی حیات میں ہی اپنے اس بیٹے کو اپنا ولیعہد قرار دیا تھا باوجودیکہ اس کے باپ نے اسکو اس جلیل القدر مرتبہ کے واسطے منتخب کیا تھا لیکن تخت شاہی پر جلوہ افروز ہونے کے بعد اسکو اپنے بڑے رقیبوں سے لڑنا پڑا۔ آخر کار جب ہسپانیہ سے اسکی لڑائی چھڑی اسوقت اسکو ان سے امن ہوا۔
عبدالرحمن کی زندگی کے آخری دنوں میں بھی ہیڈ کوارٹر دارالخلافہ ہسپانیہ سے بہت سی شکایتیں پیدا ہونے لگی تھیں۔ وہاں کے باشندے بہت سے تقاضے پیش کرنے لگے تھے۔ بالخصوص ہسپانیہ کے ان قلعوں کے متعلق جو مراکو میں واقع تھے اور ان قلعوں کے باشندوں اور الریف کی قوموں میں باہم سخت تنازعات شروع ہوگئے تھے[1]۔ سلطان عبدالرحمن کے انتقال کے بعد جبکہ سلطنت میں بدنظمی پھیل گئی اس وقت اس سے تین باتوں کا خاص طور سے مطالبہ کیا گیا۔ اول یہ کہ ہسپانیہ کے چند باشندے جو میلیلا کے قریب گرفتار کرلیے گئے تھے ان کو آزاد کر دیا جائے۔ دوسرے تاوان دیا جائے۔ تیسرے ہر ایک صوبہ میں کچھ آزادانہ حقوق دیے جاویں[2]۔ جو وقت سلطان نے پہلے مطالبہ کو منظور کر لیا تو دوسروں کی بابت اور زیادہ زور دیا گیا۔ ان باتوں پر ہسپانیہ کے

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ۱۹۱۱ء ۔ سنہ ۱۸۵۹ء کی جنگ سے قبل ہسپانیہ اور مراکو کے سفیروں کے درمیان میں جو خط وکتابت ہوئی تھی اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ ہسپانیہ کا یہ ارادہ تھا کہ یا تو سبتہ کے علاوہ تمام ملک اس بنا پر اپنے قبضہ میں کر لیا جاوے کہ انجیرہ کے باشندے وہ آئے دن بغاوتیں کرتے رہتے ہیں ورنہ بصورت دیگر جنگ کا اعلان کر دیا جاوے۔ اسکے بعد سے یہ تعلق واقعات کہ ہم جنگ جو کبھی ہوگئی تھی اس میں ایک بے بنیاد اور جھوٹا بہانہ اور عذر کیا گیا تھا۔

[2] کتاب "لینڈ آف دی مورس" کا نواں باب ملاحظہ ہو۔

ایک پاگل اخبار نے بہت شدید تعدی سے گورنمنٹ ہسپانیہ کو اعلان جنگ کی ترغیب
دی جس پر وہ آمادہ ہوگئی اور جنگ کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان اکتوبر کے مہینہ میں کیا
گیا تھا حالانکہ وہ زمانہ جنگ کے قابل نہ تھا لیکن چونکہ ہسپانیہ میں جاہلانہ اور
وحشیانہ جوش پھیلا ہوا تھا اس نے سب کی آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور کسی کو
اسکا خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ موسم کی خرابی کی وجہ سے کیسی کیسی مشکلات کا سامنا کرنا
پڑیگا۔ اس جوش نے ہی ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی اور نتیجہ اور انجام کا مدبر
ان کو ذرا بھی توجہ نہ ہوئی۔

جنگ تطوین سنہ ۱۸۵۹ء

سیوتہ کے قلعہ میں جو ہسپانیہ کی فوج رہا کرتی تھی وہ مدد جانے کی
ایک امدادی بیڑہ کے ٹیٹوان کی جانب آہستہ آہستہ روانہ ہوئی اس
فوج اور بیڑہ کے کمانڈر پرم او ڈونال اور ریاس تھے۔ دسمبر کے مہینہ تک ان کو
کہیں سخت مقابلہ کی نوبت نہ آئی۔ یکم جنوری سنہ کو جبکہ نوروز کا دن تھا اہل ہسپانیہ
نے مسلمانوں کو سخت شکست دی جس میں موروں کی بہت سی جانیں ضائع
ہوئیں۔ فروری کے آغاز سے پہلے ہی ٹیٹوان کے باشندے اسکو لوٹ کر
اور خالی کر کے چلے گئے تھے لیکن فروری کے مہینہ میں چند یہودیوں اور
موروں کی درخواست پر جو وہاں باقی رہ گئے تھے ہسپانیہ کے لوگ ٹیٹوان میں
داخل ہوگئے۔ واد راس جو طنجہ کے راستہ میں واقع ہے وہاں مارچ میں
عظیم الشان لڑائی ہوئی جس میں موروں کو شکست فاش ہوئی اور اب اس جنگ کا
بھی خاتمہ ہوگیا۔ اگست میں ایک صلحنامہ ہوا اور اس میں اہل ہسپانیہ نے جو
شرائط پیش کی تھیں وہ سب منظور ہوگئیں ان شرائط میں یہ بات بھی شامل تھی

له کورٹ انڈ جلد دوم صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶ ٹائمز کے نامہ نگار ہوبان کی رپورٹوں میں اس جنگ کے
مفصل حالات موجود ہیں نیز "مدینہ" میں بھی اسکے واقعات درج ہیں۔ اس جنگ
میں اور نیز دوسری لڑائیوں میں جو ہسپانیہ اور مراکو کے درمیان ہوئیں اسکے حالات میں
ایک یہ بات بھی ہے کہ جبکہ ملک کا افسر اکثر قتل ہوئے ان میں اکثروں کے شرمناک طور سے گردنوں میں
گولیاں لگی تھیں کسی وجہ سے بیٹھی کرتا تو انکے سر سے ہوکر یا گھوڑوں پر سوار ہونیکی حالت میں ٹانگ کر
نیچے پر نشانہ لگاتے جاتے تھے جس سے مسلمانوں کی نشانہ بازی کا پتہ لگتا ہے کتاب مذکور میں صفحہ ۲۱۹
[illegible] ہ

تیطان کے چاروں طرف کا ملک دیدیا جائے تو[١] علاوہ ازیں ہسپانیہ کو یہ حق حاصل ہوگا
کہ اگر باشندگان بربر کسی وقت میں حملہ کریں تو گورنمنٹ ہسپانیہ ان کی گوشمالی
کردے لیکن گورنمنٹ مراکش اس میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کر سکیگی۔ نیز یہ کہ ساحل
سمندر پر مچھلی کا جو شکارگاہ ہے اور جس کو اہل ہسپانیہ سنتا کروز دی مار پیکوینا"
کہتے تھے اس میں اہل ہسپانیہ کو ہر قسم کے حقوق دیئے جاوینگے۔ اور چالیس لاکھ پونڈ بطور
تاوان کے ادا کیا جاوے جس کی ضمانت کے واسطے تطاوین ان کے ہی قبضہ
میں رہیگا[٢]۔

ملکی آزادی آخری شرط پر انگلستان نے اعتراض کیا اور کہا کہ مراکو کی ملکی آزادی
بدستور قایم رکھنی چاہیئے۔ اسی بنا پر مراکو کو لنڈن سے قرضہ لیکر اہل ہسپانیہ کو
ادا کرنا پڑا[٣]۔ مراکو کا جسقدر محصول درآمد و برآمد تھا اس کی رسیدوں پر اس
قرضہ کی ضمانت دی گئی۔ چنانچہ ۱۸۸۴ء تک انگلستان اور ہسپانیہ کے
افسر ہی ان کی جانچ پڑتال کرتے رہے[٤]۔ اور محاصل کی جو کچھ آمدنی ہوتی تھی وہ دونو
قوموں میں بحصہ مساوی تقسیم ہوجاتی تھی۔ اس انتظام سے قبل مراکو کے محاصل درآمد
برآمد کی آمدنی صرف ساڑھے تین لاکھ پونڈ سے کچھ زیادہ تھی۔ لیکن درحقیقت
یہ اسی انتظام کا نتیجہ تھا کہ اب اس مد کی آمدنی ستر لاکھ پونڈ کے قریب پہنچ
گئی ہے۔

اس وقت سے لیکر اسوقت تک بہت کم ایسے بڑے واقعات پیش آئے ہیں
جن کی وجہ سے ممالک مراکو میں کسی قسم کی بدامنی یا بدانتظامی پیدا ہوئی ہو
الناصری جو اسی زمانہ کا مراکو کا بڑا مورخ تھا اور جس نے اپنی کتاب ملکتاب الاستقصا

---

١ اردو میں صفحہ [illegible] ٢ کتاب "دی لینڈ آف دی مورس" کا انیسواں باب ملاحظہ ہو
٣ اس وقت وہ [illegible] کا محرک مقرر ہوگیا۔ ٤ پانچ لاکھ ایک ہزار دو سو پونڈ
کی جو دستاویزیں لکھی گئیں [illegible] کے عنوان سے [illegible] کا [illegible] ہوئی
جس کی وجہ سے [illegible] ہوا۔ ٥ انگریزوں کا قرضہ ۱۸۸۴ء میں ختم ہوگیا
[illegible] لیکن ۱۸۸۴ء تک ہسپانیہ
کا قرضہ موجود تھا اور [illegible] کے بموجب آمدنی کی [illegible]

اچھی سا ٹھ سال کی عمر میں شائع کرائی تھی اس نے سلطان محمد موجودہ سلطان کی تخت نشینی کے زمانہ سے لیکر جنگ ہسپانیہ کے خاتمہ تک واقعات چیستر گمنام مضمون پر لکھے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس میں کوئی ایک بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

اس عہد حکومت میں بھی معمول کے موافق بغاوتیں ہوئیں جن میں سے ایک شخص مسمی جیلانی الرفیع کی بغاوت قابل ذکر ہے۔ اس شخص کی سلطان نے پورے طور بدگمانی کی اور لڑائی کے ختم ہوتے ہی اسکو قتل کرا دیا۔ اس کے بعد سیدی محمد نے چودہ سال تک امن اور چین کے ساتھ سلطنت کی۔ لیکن اس عرصہ میں بھی معمول کے موافق غیر سلطنتوں کے سفیر آتے رہے اور آئے دن نت نئے اپنے حقوق جتاتے اور طلب کرتے رہے۔ بالآخر ۱۸۷۳ء میں سلطان نے وفات پائی اس کی موت کسی اور طرح نہیں ہوئی بلکہ وہ اپنی ہی موت مرا۔

الحسن سوم ۱۸۹۴ء

الناصری نے لکہا ہے کہ "اب خلیفۃ المسلمین۔ شاہ مولان۔ آقائی نامدار الحسن بن محمد بن عبد الرحمن دام ملکہ وحشمتہ سریر آرائے سلطنت ہوئے" مولا الحسن کے پاس جب اسکے باپ کی وفات کی خبر پہنچی تو اس زمانہ میں وہ سوس میں ایک فوج کا سپہ سالار تھا۔ مراکش میں سب نے نہایت خوشی کے ساتھ اسکی بادشاہت کو قبول و تسلیم کرکے اسکا اعلان کر دیا۔ لیکن فاس کے باشندے تو کبھی کسی سے خوش ہونے والے ہیں نہیں انہوں نے اسکو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نئے سلطان نے مراکش سے رباط تک دو مہینہ میں اپنا سفر طے کیا اور اس عرصہ میں برابر نہایت سختی کے ساتھ اپنے مخالفوں سے لڑتا رہا۔ لیکن اس کے بعد بھی رباط اور مکناس کے درمیان میں مولا حسن ابھی مغلوب کرنے کو باقی تھا اور اس کے کسی صورت سے قابو میں کرنے کی امید نہ تھی۔ آخر کار الحسن سوئم ان تمام مقامات پر قابض ہو گیا اور مکناس میں بھی اس کی بادشاہی کے اعلان میں کامیابی ہو گئی۔ بس اس کے چند مہینوں بعد اسکو فاس جانے کی جرأت ہوئی۔ فاس اور مکناس کے درمیان میں اگرچہ صرف ایک ہی دن کا راستہ ہے لیکن بنی مطیر راہ میں مانع آیا اور ایسی سخت لڑائیاں ہوئیں کہ کئی دن راہ میں لگ گئے۔

خاص عبدالسلان شاہی

جسکی بعض کی حالت تو اس قابل نہ تھی کہ اسکو مجنسہ ملنے اور
انتظام قایم کرنے مین کسی قسم کی دقتین اور قباحتین پڑتیں لیکن قدیم فاس نے الحق
سوئم کو بادشاہ تسلیم کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس کے قبضے مین مزاحم ہوئے
اور ایک ضعیف العمر نابینا شریف کے کہنے پر سلطان کو شہر مین داخل ہونے سے
باز رکھنے کی غرض سے شہر کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ اسی شریف نے
وہان کے باشندون سے یہ معمولی بات کہکر کہ تم پر اب نئے نئے بڑے بھاری
محصول اور عامل مقرر کر دیئے جاوینگے۔ ان کو بھڑکا رکھا تھا۔ قدیم فاس کے باشندون
نے اس شرط پر اس کو ابتدا مین سلطان تسلیم کیا کہ وہ مکاس کے ٹیکس کو
موقوف کر دے جسے ہمیشہ سے وہان کے لوگ ناپسند کرتے رہے ہین چنانچہ
سلطان نے ان کی اس شرط کو منظور کر لیا تھا۔ لیکن اس نے اس شرط کو عرصہ تک
قایم نہیں رکھا اور ان پر دوبارہ ٹیکس مقرر کر دیا جس سے ان مین اسکی جانب
سے اور بھی زیادہ برے خیالات کی آگ مشتعل ہو گئی۔ ایک دن اتفاقی سے بازار
مین مال کے حاکم مکاس کے ایک ماتحت اور ایک چمار مین کچھ جھگڑا ہوا جس پر
دونون طرف سے گولیان چلنے کی نوبت آ گئی۔ بس پھر کیا تھا عام طور سے فساد
شروع ہو گیا۔ چمارون نے امین مال کے مکان کو لوٹ لیا۔ لیکن تمام اہل شہر پر
سلطان کے غصہ و غضب کا خوف طاری تھا۔ اس واسطے انہون نے شہر کے
تمام دروازے بند کر دیئے اور کہا کہ تا وقتیکہ سلطان مکاس وغیرہ کے ٹیکسوں
کی منسوخی شرط کو مثل سابق کے برقرار نہ رکھیگا اسوقت تک ہم دروازے
نہ کھولینگے۔ سلطانی فوج نے فوراً شہر کا محاصرہ کر لیا اور آخر کار مکارون
اور دغابازون کی مدد سے وہ فوج شہر مین داخل ہو گئی۔ یہ تو ضرور ہوا کہ پہلی
مرتبہ جو ستر سپاہی باب محروق سے شہر مین داخل ہوئے ان کو شہر کے لوگون نے
باب ہی مین گولیون سے مار دیا۔ حاج لیو سلطانی فوج کا جنرل تھا۔ زیادہ تر
اسی کی کارگذاریون سے اس مرتبہ فتح نصیب ہوئی تھی۔ لیکن اس کی اسقدر
قوت ہو گئی تھی کہ خود سلطان اس سے خایف ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے بمشکل تمام
سلطان نے اسکو گرفتار کر کے تطوان بھیجدیا جہان وہ پندرہ سال تک مقید رہا

مولا الحسن کا چال چلن

عام طور پر یہ بات مشہور تھی کہ اس جنرل کو قید خانہ میں جو بی جلاب کی سزا دیجاتی ہے الغرض اس ہیبت کے ساتھ مولا الحسن سوئم مراکو کے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ در حقیقت اسکا تخت شاہی پر بیٹھنا مراکو کی خوش قسمتی کا باعث تھا۔ اس کے عہد حکومت میں سلطنت میں بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوئیں بالخصوص غیر ممالک کے تعلقات اسقدر زیادہ وسیع ہوگئے کہ اس سے پہلے چند بادشاہوں کے عہد میں بھی ایسے نہیں تھے۔ اسکے زمانہ سلطنت میں جو غیر ممالک کے سیاح وغیرہ مراکو گئے۔ انہوں نے مراکو کے حالات نہایت آزادی اور مبالغہ کیساتھ لکھے وہ چونکہ مولا الحسن کی رعایا اور اس سے پہلے بادشاہوں کے حالات سے ناواقف تھے اسوجہ سے انہوں نے اسکے متعلق یہ رائے قایم کی کہ مولا الحسن ہمیشہ خون کا پیاسا رہتا ہے۔ وہ بڑا ظالم و جابر ہے ہمیشہ لوگوں کو قتل کرنے اور ان کو تباہ و غارت کرنے پر کمربستہ رہتا ہے۔ وہ اسقدر ظالم اور خود مختار ہے کہ گویا اسکے ضمیر قلب ہی نہیں علاوہ ازیں اسکے حاکموں اور علاقوں کا ایک گروہ اس کو بھی زیادہ جابر اس کی حمایت میں ہمیشہ رہتا ہے اور وہ اپنی حرم سرائے میں تمام وقت عیش و عشرت میں مشغول رہتا ہے۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ اگر اس کے متقدمین سلاطین اور اس کی رعایا اور عمال کی حالت سے اسکا مقابلہ کیا جاوے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سلطان بہت عدل، شریف مزاج، حلیم، اور خونریزی کا سخت مخالف تھا۔ وہ بہت سی اصلاحیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن صرف اسوجہ سے ان میں ناکامیاب رہا کہ وہ درحقیقت بالکل خود مختار حکمران نہ تھا۔ حالانکہ اکثر اسکو خود مختار ہی ظاہر کیا جاتا ہے۔ اسلامی خیالات کے اعتبار سے مولا الحسن ایک نیک بادشاہ تھا۔ لیکن اسکو پوری قوت حاصل نہ تھی۔ مولا اسمٰعیل جیسا شخص نہ صرف موزوں کی حالت کے اعتبار سے وہاں کے واسطے زیادہ موزوں تھا۔ بلکہ غیر ممالک کے لوگوں کے خیالات کے اعتبار سے بھی جس قسم کے اوصاف وہ مشرقی بادشاہوں میں ہونا پسند کرتے ہیں وہ مولا اسمٰعیل میں موجود تھے۔ اس میں شک نہیں کہ مولا الحسن کو چونکہ اکثر میدان جنگ میں تبرد آزمائی کا اتفاق ہوا۔ اسوجہ سے ایک جنگجو شخص کی حیثیت سے اس نے شہرت حاصل کی لیکن جب کبھی وہ بذات خاص میدان میں آتا تھا

تو اس کی حفاظت کے واسطے چار گارڈ ہوا کرتے تھے اور ان کے جسم پر بھی مثل سلطان کے سلہ بکتر ہوا کرتی تھی[1]۔

پنج سالہ جنگ مولاالحسن سے پہلے جسقدر بادشاہ سلطنت مراکو میں گذرے ہیں ان کے عہد حکومت میں خاص ان کے ہی ملک کی اندرونی لڑائیوں کو مفصل طور سے بیان کرنا چنداں ضروری نہیں معلوم ہوا لیکن چونکہ اس کے بغیر یہ بات اچھی طرح معلوم نہیں ہو سکتی کہ مراکو میں حکومت کا طریقہ کیا ہے اور کس طرح وہاں کے سلاطین اس ملک پر حکمرانی کرتے ہیں اسواسطے اب ہم آخری عہد کے خونی کارناموں اور مہموں کو بتاتے ہیں سلطان الحسن کی حکومت کا آغاز اور اختتام دونوں جنگوں ہی پر ہوئے اور یہ لڑائیاں اسکو اپنی رعایا کی سرکش قوموں سے ہی لڑنی پڑیں جس وقت فاس میں اعلان شاہی کو منظور وتسلیم کر لیا اس وقت الریف کا پہاڑی صوبہ مطیع کرنے کی واسطے باقی تھا۔ اور جس وقت وہ بھی سر ہوگیا تو باشندگان مراکش نے سلطان کے خلاف ہتھیار اوٹھائے جس وقت سلطان جنوبی صوبہ کی بغاوتوں کو بمشکل فرو کرکے اوجدا کو جا رہا تھا۔ اسی وقت اسے مجبور ہوکر فوراً نہایت عجلت کے ساتھ پھر فاس کو جانا پڑا۔ فیض اور اوجدا کے درمیان میں مولاالحسن کو سب سے پہلی بڑی بھاری شکست غیاطہ کے ہاتھوں سے ہوئی۔ اس نے سلطان کی فوج کو ایک تنگ راستہ میں ایسا پسپا کیا کہ وہ متحیر رہ گئی اسی وجہ سے اس وقت سے اس کی فوج کے تمام سپاہیوں نے اس راستہ کا نام "وادیٔ دوزخ" رکھ دیا۔ غیاطہ شاہی حرم کو بھی چھین کر لیگیا اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے سخت نقصان سلطان کو اوٹھانے پڑے۔ اسکے بعد وہ تعاقب کرتا ہوا دوسرے راستہ پر پڑ گیا اور اس میں بھی اسکو کامیابی ہوئی تھی کہ اوجدہ میں پہنچ گیا۔ لیکن ایک خاص ترکیب اور چالاکی کے ساتھ باغی گورنر گرفتار کر لیا گیا اور پھر فوجیں واپس ہونی شروع ہوگئیں متصل کی ایک قوم کی مدد سے جو ملک کی تمام حالت سے بخوبی واقف تھی غیاطہ کو برائے نام مطیع بنا لیا۔ لیکن اسوقت مراکو کے کسی سپاہی یا افسر کو بغیر بھیس بدلے ہوئے اپنے ملک میں پہنچنے کی جرأت نہ ہوئی تھی۔

---

[1] بدشینر صفحہ ۳۳۱-

غیر ممالک کی فوجون کا مجمع ۱۸۷۸ء

اس میں سلطان کو ایک سال ہی چین کے ساتھ گذرا تھا کہ تمام جگہ فسادو لڑائیان شروع ہوگئیں لیکن پھر ملک میں امن قایم ہو گیا۔ اس کے بعد ایک سال ایسا سخت قحط پڑا کہ سب لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ اب ہم نے اسکے بعد سے از سر نو زندگی پائی ہے۔ اسی سال سلطان نے مراکش کو مراجعت کی جہان پہنچکر وہ بیمار ہوگیا جس وقت اس کی بیماری کی خبر عام ہوئی تو زم بربرہ کے باشندون نے تمام ملک میں بغاوت شروع کردی اور اسی اثنا میں غیر ممالک کے جنگی جہاز بندرگاہون میں آنے لگے اور انہون نے اپنے آنے کی وجہ یہ بیان کی کہ غیر ممالک کے جو لوگ یہان آباد ہیں ان کی حفاظت کی غرض سے ہم آئے ہیں۔ لیکن حقیقت میں ان کے آنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام ملک کے باشندون میں جوش پیدا ہوگیا اور انہون نے بغاوتیں شروع کردیں ۱۸۷۹ء میں علاء الحسن دوبارہ بیمار ہو گیا لیکن اس مرتبہ بھی اسکو صحت ہوگئی۔ اسی وجہ سے دو نو دفعہ غیر ممالک کی فوجون اور جہازون کا اکٹھا ہو کر آنا بیکار ثابت ہوا مراکو میں عام طور پر یہ حالت تھی کہ جب بادشاہ کہیں چلا جاتا تو بدامنی کے آثار پیدا ہو جاتے تھے اور ہر شخص خود مختار بنجاتا اور اپنی مرضی کے موافق کام کرنے لگتا تھا۔ لیکن اب کچھ دنون کے واسطے وہان کی یہ حالت رفع ہوگئی اور نہ وہان کی پہاڑی قومون کو اور نہ غیر ممالک کے لوگون کو لوٹ مار کا موقعہ ملسکا جسکی ان کو بہت کچھ امیدیں تھیں۔

چھوٹی چھوٹی لڑائیان ۱۸۷۹ء

۱۸۸۰ء میں جس وقت سلطان میدان جنگ میں آیا۔ تو قبایل بن موسٰی۔ ایت عتاب اور بن مطیر کی بغاوتون کو فرو کرکے ان کو اپنا مطیع بنگیا۔ اسکے بعد اگلے سال ۱۸۸۱ء میں سلطان کے ایک بیچا نے قبیلہ کلائیہ کو ریف کا رہنے والا تھا سخت لڑائی کے بعد مغلوب کیا۔ اسی سال وزان کے گرد نواح کی مختلف قومون نے شورش پیدا کردی لیکن جون کے مہینہ میں ان کی بھی گوشمالی کرکے ان کو دبا دیا۔ جولائی کے مہینہ میں قبیلہ ایت یوسی کے ساتھ سخت لڑائی ہوئی اور اسکے بعد قبیلہ ہنتیا کے سر اٹھانے پر اس کی بھی سرکوبی کردی گئی۔ مکناس اور رباط کے درمیان میں دو قبیلے رہتے تھے جن کا نام زیمور اور زائیر تھا یہ دونون قبیلے اسقدر سرکش تھے کہ تمام

سلطنت میں اُن کا جواب نہ تھا۔ انہوں نے بھی کچھ جھگڑے پیدا کر رکھے تھے ان کے حل کرنے کی واسطے ۱۸۸۰ء میں سلطانی فوج روانہ ہوئی جسکے بعد ہاٹ لا کی پہاڑی قوموں کی سرکوبی کی گئی اور ان کے بعد قبیلہ زایان کی۔ ان مسلسل لڑائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک انگریز فوجی معلم مقرر کیا گیا اور اسکے بعد چند فرانسیسی عارضی طور پر اسواسطے بھیجے گئے کہ وہ شاہی افواج کو دوبارہ مرتب کریں کیونکہ اسوقت اسکی سخت ضرورت تھی۔ نیز فرانسیسی افسروں کے ہی متعلق یہ کام تھا کہ وہ سلطانی فوج کو جدید آلات جنگ کے استعمال کا طریقہ سکھا دیں۔

سوس کی اول مہم سنہ ۱۸۸۲ء

ان تمام لڑائیوں کے بعد مولا الحسن نے سوس پر حملہ کیا۔ اس مقام پر یہ اسکا پہلا ہی حملہ تھا اور اس نے عہد حکومت میں جسقدر حملے کئے تھے ان سب سے یہ مہم بڑی تھی۔ اسوقت تمام صوبہ میں صرف دو قبیلون نے سلطان کی حکومت کو تسلیم کر کے اطاعت قبول کی چنانچہ وہ بالکل شمالی حصہ میں اگر المنیز اور تزوونت میں آباد کر دیئے گئے۔ جس وقت شاہی افواج نے کوہ اطلس کو دوبارہ عبور کرنے کی واسطے میدانوں کو چھوڑا۔ اس سے پہلے وہاں تینتالیس کیمپ ایسے تھے جن کو اس نے آباد کیا تھا اور جن میں سے اکثر عہدہ دار بھی تھے ان سب نے سلطان کی اطاعت قبول کر لی تھی اور اب ان کی خود مختاری کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ شریفون کی فوجون کو بہاڑی نقصان اٹھانے پڑے اور ان کو سخت سے سخت مشکلات پیش آئیں۔

یورپین اقوام کا اثر

اس موقع پر جو نئی بات ہوئی اور جو خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ یہ تھی کہ غیر ممالک کا ایک دخانی جہاز سواحل کے مختلف شہروں میں غلہ وغیرہ اور کئی قسم کا سامان لیجانے کے واسطے مقرر کیا گیا چنانچہ وہ اگادیر اور [illegible] میں یہ چیزیں لیجانے لگا۔ لیکن اگلو کے قریب چونکہ سمندر میں سخت تلاطم تھا اسوجہ سے وہاں کسی قسم کا سامان نہ جا سکا اسوجہ سے جب تک اشیائے خورد و نوش وہاں پہنچ سکیں وہاں ان کی فوج میں قحط کی حالت موجود رہی۔ مگر وہ انتہائی نقصان تھا جو

[illegible] کے متعلق مفصل حالات اخبار [illegible] مطبوعہ [illegible] ہنٹس گورونر اور [illegible] نے شائع کرائے ہیں۔

تک سلطان پہنچ سکا اور اپنی فوجون کو لے گیا تھا لیکن اسکا چچا اپنی فوج کے ایک دستہ کو واد آساکا یا نون تک لیگیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ایک دوسرا دستہ تکنا کو اس غرض سے بھیجا کہ وہان جو انگریزون نے ایک کمپنی قایم کی تھی اسپر حملہ کرے۔ غالبا اسی حملہ کی وجہ سے سلطان کا وہان اقتدار قایم ہو گیا اور اس نے اسی بابت شکایت کی کہ ۱۸۹۵ء میں یوروپین قومون کو آخرکار وہان سے ہٹنا اور اس قدر زیادہ تاوان دینا پڑا کہ سلطان کو اس سے رقم کثیر مل گئی۔[1]

سوس کی قسمت کا فیصلہ ۱۸۸۲ء

انیسویں صدی کے آغاز سے ہی سوس کا بڑا حصہ علانیہ طور پر خود مختار ہو گیا اور اسکا فرمانروا سعدی حشام بن احمد و موسیٰ تھا۔ اسکے بعد اسی کی طرح اس کی اولاد وہان حکومت کرتی رہی۔ لیکن مولا الحسن کی مہم کے بعد جو باہم خط و کتابت ہوئی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہان کا شریف سلطان کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ سلطان نے اسوقت جسقدر نئے کید مقرر کئے تھے ان میں اس شریف کا ایک بیٹا بھی تھا۔ مولا الحسن کو اسوقت وہان ایک جدید چھاؤنی قایم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اس نے تزنیت ایک نیا شہر آباد کر کے وہان چھاؤنی ڈال دی۔ اس سے اسکی غرض یہ تھی کہ ایلیغ جو اس کے خاندان کے دشمنون کا گھر تھا اسپر پورا قبضہ کر لیا جائے۔ لیکن ایک مسئلہ ہنوز طے ہونے کو باقی تھا وہ یہ کہ گورنمنٹ ہسپانیہ کو سوس کیجانب توجہ ہوئی۔ اسکو یہ بات یاد تھی کہ ۱۸۶۰ء میں ایک عہدنامہ کی رو سے ساحل پر کسی ایک مقام پر مچھلی کا شکار کھیلنے کا حق حاصل ہے پس اس لڑائی سے اس نے فایدہ اٹھانے کی غرض سے سوس میں ایک بندرگاہ لینے کے واسطے خط و کتابت شروع کر دی۔ اور ایک جہاز کو سوس کے حالات معلوم کرنے کے واسطے بھیجا چونکہ خود اہل ہسپانیہ میں اس بات پر اختلاف تھا کہ کون سا بندرگاہ لیا جائے۔ بہرحال انہون نے مقامات تجویز کر کے پیش کئے مولا الحسن نے ان دونون مقامون میں سے کسی ایک مقام پر بھی ان کے حقوق تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کے باہمی اختلاف کی وجہ سے سلطان کا اس طرح انکار کر دینا بھی کچھ باعث تعجب نہیں۔ اسی وجہ سے یہ مسئلہ ہنوز طے نہیں ہوا ہے

[1] کتاب "دی لینڈ آف دی مورز" کا بیسوان باب ملاحظہ ہو۔

مقابلہ ہی پڑا ہوا ہے۔ بالآخر ایک چھوٹی موٹی لڑائی کے بعد سلطانی فوج گرمی کے موسم میں بڑا طویل کوچ کے باعث سخت نقصان اٹھا کر مراکش کو واپس ہوئی اور اگست ۱۸۸۵ء میں منزل مقصود پر پہنچ گئی۔

سخت مقابلہ اس کے دوسرے سال سلطان نے ضلع تاڈلا کو فتح کر کے اور پر زور قبیلہ زائیان کو اپنا مطیع بنا کر صوبہ سوس میں داخل ہوا۔ اسوقت تمام صوبہ کے باشندوں نے اسکی حمایت کی۔ یہ حالت صرف اسوقت تک قایم رہی جب تک کہ شہر سما آل کے لوگ ترقی میں ہارج اور مانع نہیں آئے۔ لیکن جس وقت ان کے نئے قلعہ پر گولہ باری کی گئی۔ اس سے وہ فوراً سہم گئے اور بالکل تباہ و برباد ہو گئے۔ آخر میں مجبور ہو کر اطاعت قبول کر لی۔ لیکن پھر بھی عورتوں کی وجہ سے شرائط اطاعت طے نہیں ہوئے انہوں نے شاہی فوج کے ہاتھوں میں جانا منظور نہ کیا۔ اور مردوں سے کہا کہ تاوقتیکہ سلطان بغیر کسی شرط کے معاف نہ کر دے اطاعت قبول نہ کرو پس ۱۸۸۶ء میں لڑائی از سر نو شروع ہو گئی۔ لیکن ایکدن رات کو شہر کے تمام آدمی اسے خالی کر کے چلے گئے۔ جب صبح کو سلطانی فوج نے یہ حالت دیکھی تو تمام شہر کو توپ کے گولوں سے اوڑا کر غارت کر دیا۔ اگلے مہینہ میں ملک زائیر پر دوبارہ حملہ کیا گیا اور تمام مہینہ ہی میں صرف ہو گیا۔ بعد ازاں کامل چار مہینہ کی جنگ و جدل کے بعد افواج شاہی مکناس پر پہنچ گئیں۔

الغرض ستمبر ۱۸۸۸ء تک مکناس میں ہی دربار شاہی رہا اس کے بعد فاس کو منتقل ہو گیا لیکن اسی اثنا یعنی ۱۸۸۸ء میں زیمورا اور ایاط رومی کے باشندوں سے لڑنا پڑا اگست ۱۸۸۸ء میں قصبہ الیس جو میلویا کے جنوب میں ہے اسکو ڈائنامیٹ سے اوڑا دیا گیا۔[1] مراکو میں ڈائنامیٹ کے استعمال کا یہ پہلا موقعہ تھا لیکن یوروپین اقوام کی تعلیم سے اہل بربرہ کی تباہی کے وقت عام طور پر یہ بھی استعمال کیا گیا تھا ۱۸۸۷ء میں سلطان نے اپنے چچا مولائی الامین کی ماتحتی میں ایک مہم تیشاوان کو بھی بھیجی۔

[1] والعمرانی نے لکھا ہے کہ بندوق کی باروت کا موجد ایک ڈاکٹر تھا علم کیمیا کے آ... ماہ... میں ... یعنی ۱۳۵۴ء میں وہ ایکدن کوئی کیمیائی تجربہ کر رہا تھا اسوقت اسکو باروت کے اجزا کی کیفیت معلوم ہوئی تھی چنانچہ اس نے ان سب کو یکجا جمع کر کے باروت بنا لی۔

مطبع کے کام کا آغاز ۱۸۶۵ء

۱۸۶۵ء میں گورنمنٹ مراکو نے ایک ایسی قوت سے کام لینا شروع کیا جو قدر نمایاں ثابت ہوئی کہیں زیادہ قوی تھی یعنی اسی سال طنجہ میں ایک مطبع[1] کھولا گیا اور وہان سے ایک ہسپانی اخبار جسکا نام المغرب الاقصیٰ تھا جاری ہوا۔ اس اخبار کے جاری ہونے کے چند ہی مہینے بعد ایک دوسرا اخبار ریویل ڈو مراکو جاری ہوا۔ اور بعد ازاں ۱۸۸۴ء میں ٹائمز آف مراکو نکلا۔ اس زمانہ سے لیکر آیندہ کے تمام واقعات سلطنت مراکو بقید زمانہ ان اخبارون میں موجود ہیں لیکن اندرونی حالات کا ان سے پتہ نہیں چلتا بلکہ ان کا پتہ یا تو سواحل کے شہرون میں ملتا ہے یا افواہی باتون میں جو عام طور پر زبان زد خلایق ہیں۔ الناصری نے واقعات مراکو کو آیندہ بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ جن کا مقامی یورپین اخبارون کو پورا پورا علم نہیں ہوا۔ لیکن مذہبی لوگون نے سواحل پر جو کچھ کارروائیاں کیں ان کا جسقدر حال الناصری کو معلوم ہوا اسی قدر بغیر کسی اختلاف کے اکثر اہل مراکو کو معلوم ہے۔

جون ۱۸۸۵ء میں طا الحسن ایک مہم لیکر مکناس اور رباط کو گیا۔ لیکن جب تک کہ خلیفہ کے شمالی حصہ میں نہیں پہنچ گیا۔ اسوقت تک وہان جنگ کا آغاز نہیں ہوا۔ اسکے بعد مراکش آیا اور تمام موسم سرما وہان ہی بسر کیا ::

دوم جنگ سوس ۱۸۸۶ء

شروع مارچ ۱۸۸۶ء میں سلطان کو ایک اور بڑی بھاری مہم پیش آئی یہ سوس کی دوسری مہم تھی غرضکہ وہ اپنی فوج لیکر چلا۔ مگادور اور اگادیر انیسر کی راہ سے لیگیا۔ اس موقع پر دار الاسمی کو بالکل تباہ و برباد کر دیا اور تزنیت کو دیکھتی ہوئی تمام فوجیں ارکشیش اور دریائے وادانون کیطرف آگے بڑھتی چلی گئیں حتی کہ گلیمین تک پہنچ گئیں۔ لیکن اس مہم میں سابقہ مہم کی بہ نسبت بہت زیادہ حصہ ملک کو فوجون نے طے کیا۔ اور جہان جہان ہوکر گذریں وہان شریف کی قوت اور اختیارات حاصل کر لی گئیں۔ اس سال دعوت عظیم اتفاق سے ۲۸ر جولائی کو ہوئی لیکن وہ تزودنت میں ہی بڑی شان و شوکت کے ساتھ دی گئی۔ اس سے فارغ ہوکر تزودنت سے فوجیں روانہ ہوئیں اور درۂ بیبا وان کے راستہ سے کوہ اٹلس کے زیرین حصہ کو طے کیا۔ راہ میں افواج سلطانی نے کفیفات کے متعدد بڑے بڑے قلعون کو

[1] مراکو میں مطبع جاری ہونے کے مفصل حالات کے واسطے تیسرا حصہ ملاحظہ ہو

مسمار کر دیا اور ھوارہ و اولاد عثمان کے قبائل کو نیست و نابود کر دیا۔ لیکن اسی وقت ان تمام حالتون کی خبریں یورپ میں مشہور ہو گئیں۔

۱۸۸۷ء | اس کے بعد تادلا اور جنوبی تلیفہ کو اور نیز دمنات کو شاہی افواج نے فتح کیا۔ لیکن دمنات اسوقت سے آج تک مورون کے قبضہ سے نہیں نکلا۔ ان مقامات کو فتح کر کے فوجون نے رابت کیجانب کوچ کیا۔ لیکن راہ میں شادو یہیں چند سخت لڑائیاں ہوئیں۔ لیکن باوجود ان لڑائیون کے فوجیں بغیر کسی مزاحمت کے باعث سے کناس کو چلی گئیں۔ یہ مہم مئی سے لیکر اگست تک جاری رہی لیکن اس عرصہ میں سخت محنت کرنے کی وجہ سے سلطان کی تندرستی جواب دے گئی۔ حتیٰ کہ موسم سرما میں اس کی زندگی سے بالکل مایوسی ہو گئی اور عام طور پر یہ اندیشہ ہو گیا کہ تمام کاروبار سلطنت درہم برہم ہو جاوینگے۔ ساتھ ہی یورپ میں مراکش کی جانب سے اضطراب پیدا ہونا شروع ہو گیا اور نومبر میں اور بھی زیادہ ہو گیا۔ کیونکہ نومبر میں ہی ہسپانیہ نے اس امر کی کوشش کی کہ کسیطرح جزیرہ پریجل کو اپنے قبضہ میں کر کے آبنائے جبرآلٹر میں شامل کر لیا جائے۔

۱۸۸۸ء | مئی ۱۸۸۸ء میں افواج شاہی نے دوبارہ کوچ شروع کیا۔ اس کوچ سے صرف یہ مقصد تھا کہ بن ایم گیلا جو کئی صدیون سے خود مختار بنا بیٹھا تھا اسکو زیر کیا جائے۔ کیونکہ مدت سے مولا اسمٰعیل کا عرصہ سے ارادہ تھا کہ مراکش سے لیکر کناس تک تخت سرک بنائی جاوے۔ اس مہم کی روانگی کے وقت ہر ایک کام بخیر و خوبی انجام پایا۔ بہت سے سردارون نے اظہار وفاداری کیا اور اپنی خدمات پیش کیں ان حالتون کو دیکھتے ہوئے یہ خیال ہوتا تھا کہ لڑائی کی بہت کم نوبت آویگی۔ مولا سرور جو سلطان کا چچا تھا معہ تین سو سوارون کے قبیلہ آیت سوخان کے پاس بعض امور کا فیصلہ کرنے کی غرض سے بھیجا گیا۔ جب وہ وہان پہنچا تو ابتدا میں اسکے ساتھ اس قبیلہ کے لوگون نے اچھا سلوک اور برتاؤ کیا۔ لیکن بعد میں جو کچھ پیش آیا اس کے متعلق ایک شخص کا بیان بجنسہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ شخص وہان موجود تھا اور اس نے اس واقعہ کے علاوہ اور بھی اکثر باتیں وہان کی معلوم ہوئی ہیں۔

"دو تین دن تک تو سلطانی فوج اور سلطان کے چچا نے ایت سوخان کے

ساتھ مثل بھائیوں کے کھانا کھایا اور اسیطرح سے تیسرے دن فوج نے اپنی گھوڑوں کو قرب و جوار کے دیہات میں چراگاہوں میں پھرنے اور کھانے کی غرض سے بھیجدیا اسی دن شام کو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جبکہ سب لوگ آرام کر رہے تھے۔ کہ دفعتاً بندوقوں کی آوازیں آنے لگیں۔ جو لوگ زندہ ہے وہ سب قبیلہ آیت سخمان کے لوگوں کے پاؤں پر گر پڑے لیکن مُلا سرور مرحوم نے ان کے قدموں پر سر نہیں رکھا۔ جسقدر فوج وہاں بھیجی گئی تھی اس میں سے معدودے چند آدمی ہی واپس آئے اور اب وہ سب مقید ہیں اور ان میں اکثر لوگ بڑے بڑے منصب دار اور ذی رتبہ تھے اور وہ ایسے نہ تھے کہ وہاں پشت دکھا کر بھاگ آتے جس وقت سلطان کو یہ خبر ملی وہ فوراً اسکا عوض لینے کے واسطے روانہ ہو گیا۔

اس علاقہ کے تمام سرداروں نے وہ خلعت جو ہماری سلطان نصر اللہ تعالےٰ (خدا اسے فتحیاب کرے) کی جانب سے عطا ہوئے تھے پھینک دیئے اور قسم کھائی کہ ہم آدمی نہیں کتنے ہی ہوں جو اسے اپنے ملک میں سے گذرنے دیں اور ہم اپنی لڑکیوں کی شادی اسکے خاندان میں ہرگز ہرگز نہیں کرینگے۔ چنانچہ ایک سردار نے آکر وہ خلعت سلطان کے سامنے ڈالدیں لیکن ان باتوں سے سلطان کے ارادہ میں کچھ فرق نہ آیا۔ وہ زیادہ تر مستعدی کے ساتھ بڑھتا گیا جب ایت سوخمان میں وارد ہوا شہر کو باشندوں سے خالی پایا تو پھر ان کے معاونین کیطرف رُخ کیا۔ اور ان کو تباہ کر دیا جو کچھ وہاں تھا آدمی کھا گئے جو چیز ان سے بچ رہی اسے انکے جانوروں نے خوب پیٹ بھر بھر کر کھایا اور ان کا پسماندہ آگ کے شعلوں کی خوراک ہو گیا۔ الغرض وہ مقام جو سبز باغ کی مانند لہرا رہا تھا خاک سیاہ ہو کر ویرانہ کیصورت میں بدل گیا۔

۱۸۸۹ء اگست کا مہینہ تھا جب مکناس میں پہونچے موسم سرما فاس میں بسر کیا۔ آئندہ سال کوئی نہ کوئی وجہ ایسی پیش آتی رہی جو مانع سفر ہوئی اور ماہ جون میں شمال مشرق کیطرف کوچ ہوا۔ سب سے پہلے غمارا متصل ریف کا حساب پاک کیا پھر ملا عبدالسلام بن مشیش کے مزار کی زیارت کی اور شیشاوان۔ تطاوین اور طنجہ کی طرف کوچ کیا۔ گو امید تو کم تھی مگر تطاوین اور طنجہ میں بڑے زور کا استقبال ہوا۔

یہاں تک کہ مولائی الحسن نے دس ہزار پونڈ دریائے تطاوین پر پل تعمیر کرنے کو دے دیئے۔
مگر طنجہ میں اس سے بھی زیادہ جوش کے ساتھ اہل یورپ کی طرف سے آؤ بھگت ہوئی اور
باوجود اس امر کے کئی قسم کے خدشات خیال میں تھے۔ مگر وقت امن و آرام سے
گذر گیا۔ وہاں سے براہ لاریکی (?) فاس کی طرف مراجعت کی اور ایت سوخمان پر ملا سرور کی
موت کا انتقام لینے کی غرض سے حملہ کیا۔ بعد ازاں مراکش کی راہ لی۔

سنہ ۱۸۹۰ جنوبی دار الخلافہ میں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا جو اس قابل تھے عقد
نکاح باندھا اور ملک میں چونکہ امن آسائش تھی ایک سال فوج کی بھرتی
میں صرف کیا۔ سلطان کی صحت روز بروز خراب ہوتی جاتی تھی اور جب یا ہر دربار
عام میں جلوہ گر ہونے سے معذور ہو گیا تو یورپ میں کئی قسم کے اور توہمات پھیلنے
شروع ہو گئے۔

قلعہ طنجہ کا صحن جس میں سلطان مرحوم وزیران دولت خارجیہ کی ملاقات کرتا تھا (درمیانی
محرابوں سے خزانہ کو رستہ جاتا ہے جس کے سامنے صندوق خزانہ رکھے ہیں)

سنہ ۱۸۹۱ء پھر عقابوں کے جھنڈ کے جھنڈ نظر آنے لگے گویا قسم کے جنگی جہازوں کا بیڑا
آن موجود ہوا ہے اور اس کی یہ تعبیر کی گئی کہ مراکو میں جلد ہی بادشاہ گردی
ہونے والی ہے۔ فرانسیسیوں نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح نخلستان طوات ہاتھ
لگ جائے اور اس مدعا کو حاصل کرنے کے واسطے شریف وزان کو روانہ کیا مگر اس میں
ان کو کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ شریف صاحب تو گھر ہو چکے راہی ملک بقا ہوئے اور
سلطان نے شفا پائی اور آئندہ سال تفیلات کی طرف کوچ کیا۔

آخری مہم [illegible] والٹر بی ہیرس نے اس آخری مہم کا بیان بڑی خوبصورتی مگر صحت کے
ساتھ کیا ہے کیونکہ وہ بھی اتفاق سے اس وقت میں
مولائی الحسن کے پاس تھا اگرچہ کوئی ایسی لڑائی تو واقع نہ ہوئی لیکن تاہم مجید اور ایت
کو تکلیف [illegible] سلطان کو بستروں کی نگرانی بھی کرنی پڑی گو اس قسم کی کارروائی
ایک عرب النسل بادشاہ کے واسطے ایک معمولی امر تھا۔ ۱۵ اکتوبر میں سلطان اس
شہر سبز تفلیلت میں پہنچا۔ لیکن چالیس ہزار سپاہ کے واسطے جس میں نوکر شاگرد
پیشہ بھی شامل تھے اس قدر سامان رسد وغیرہ نہیں تھا جس سے موسم سرما بسر ہو سکے

بنا بریں اگرچہ سلطان کی صحت کمزور تھی اور راستہ سخت دشوار گذار تھا لیکن حکم صادر ہوا کہ فوج واپس ہو گی۔ دن کی گرمی رات کی سخت سردی اور اسپر خوراک کی قلت وغیرہ بہت سے اسباب جمع ہوگئے کہ سپاہی بکثرت مرنے لگے اور اسپر یہ بھی کہ سپاہ اپنی حفاظت سے بے خوف نہیں رہ سکتی تھی۔ موسم سرما کا شروع تھا اور رہ گذر گذرنے تک سردی زیادہ بڑھ گئی اس مقام پر جو آٹھ ہزار فٹ اونچا ہے غضب کی سردی پڑنے لگی اور سردی کی شدت سے سپاہی خچر گھوڑے۔ اونٹ جان دینے لگے۔ تمام لشکرگاہ پر برف پڑ گئی۔ جدھر نگاہ کرو برف ہی برف نظر آتی ہے۔ ہزار جدوجہد اور کوشش کر جوں توں کرتے اس کثیر التعداد فوج کا باقیماندہ حصہ کوہ اٹلس کی مہلک برف اور پہاڑیوں سے بمشکل نکل کر میدان میں پہنچا۔ مراکش تک پہنچتے پہنچتے بادشاہ بہت ضعیف ہو گیا۔ تھکا ماندہ محزون کا مارا ہوا سلطان اپنے نقرہ گھوڑے پر سوار ہے اسکے سر پر قرمزی رنگ کی مخمل کا چتر لہرا رہا ہے اسکی صورت دیکھکر آدمی کے خیال میں اس مصیبت کی تصویر کا ایک نقشہ اتر آتا تھا۔ مولا الحسن کو مراکش میں چین حاصل نہ ہوا۔

۱۸۹۳ء اس کی غیبت میں اسکی ریفی رعایا اور اہل ہسپانیہ میں لڑائی ہوئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان کو تقریباً ایک کروڑ روپیہ بابت ہرجانہ دینا پڑا۔ اور قبل ازیں اس مہم پر تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپیہ ضرور خرچ ہوا ہوگا۔

افسوسناک خاتمہ ان واقعات سے سلطان مجبور ہوا کہ اپنا آرام ترک کرکے رباط و فاس کیطرف کوچ کرے۔ کیونکہ ریفی اقوام کی سرکوبی ضروری تھی مگر فاس میں پہنچنے کا ارادہ ظہور میں نہ آیا اور نہ ہی یہ مہم سر ہوئی بلکہ آدھی رات کو مولا الحسن کا جنازہ رباط میں داخل ہوا۔ چند روز پیشتر سلطان نے تادلہ میں وفات پائی۔ لیکن اسکے منبر حاجب۔ شیخ احمد نے جو اسوقت وزارت کے عہدہ پر مامور تھا سلطان کی موت کو مخفی رکھا۔ چپ چاپ راہ میں نعش لائی گئی اور اپنے جد اکبر سعدی محمد ہشتم [illegible] کے پاس مدفون کی گئی۔

دوسرے روز علی الصبح سلطان کا پیارا بیٹا عبدالعزیز جسکو سلطان نے اپنی جانشینی کے قابل بنایا تھا اور جسکو آگے رباط میں روانہ کیا تھا سلطان قرار دیا گیا و عباس

اس خوشی میں بڑے بڑے جلسے منائے گئے۔ شہزادہ کی عمر اسوقت سولہ سال کی تھی اور انتظام کی قابلیت نہیں رکھتا تھا۔ نظم و نسق ملک شیخ احمد بن موسٰی کے ہاتھ میں بطور نائب السلطنت کے دیا گیا۔ یورپ کی کل طاقتیں شہزادہ کی حمایت کیلئے آمادہ تھیں۔ عنان حکومت شیخ احمد کے ہاتھ میں تھی۔ اسواسطے عبدالعزیز خفیف سی لڑائی کے بعد کامیاب ہو گیا۔ اور جو بغاوت رحامنہ و دیگر مقامات میں اٹھی تھی وہ ایسی سختی کے ساتھ فرو کی گئی کہ تمام قوم کے دلوں میں خوف چھا گیا اور انکو بے اطاعت کئے نہ بن پڑی۔

جو امن و آسایش اسوقت مراکو کو حاصل ہے وہ شیخ احمد کی سیاست اور تدابیر ملکی کی بدولت ہے اور اس امر میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ اس قسم کا انتظام مراکو کے حصہ میں کبھی نہیں آیا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ خوش نظمی کب تک قائم رہیگی۔

یہ امر مسرت انگیز ہے کہ موجودہ سلطان اپنے والد اور عمولی بہت تعظیم و تکریم کرتا ہے اور ان کا اسکے مزاج میں بہت دخل ہے۔ یہ فریق ایک طرف ہے اور وزیر سابق حاجی معاطی جمائی[1] اسکے بھائی محمد صغیر سابق وزیر جنگ دوسری طرف ہیں۔ دونو فریق میں ہمیشہ سے سخت رقابت چلی آتی ہے۔ بنا بریں جب شیخ احمد بن موسٰی نے دیکھا کہ اس کے پاؤں بالکل جم گئے ہیں تو سلطان مرحوم کے بعد جسکو مرے ہوئے ابھی پانچ برس بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ فریق مخالف کو جس میں چند چھوٹے چھوٹے عہدہ دار شامل تھے کمناس میں قید کر دیا اور ان کی جائداد ضبط کر لی۔ ان فریق پر سازش کا الزام لگایا گیا تھا اور اس الزام کی تائید میں وجوہات کافی تھیں۔ کیونکہ اس فریق کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ عبدالعزیز کی تخت نشینی ان کے زوال کی باعث و دلیل ہے۔

مولائی عبدالعزیز چہارم کی تخت نشینی کا اعلان سنہ ۱۸۹۴ء	فاس میں نئے سلطان کی تخت نشینی کے اعلان کا انتظام اعلٰے درجہ کی حکمت عملی سے کیا گیا۔ پہلے سلطان الحسن کی موت کا اخفا کیا گیا اور ابھی ملک میں اس واقعہ کی خبر نہ ہونے پائی تھی کہ

کہ مشہور اور معتبر اشخاص کو جلد جلد مسجد میں جمع کر کے اس طریق سے فرمان سنا دیا گیا کہ گویا کوئی نئی بات وقوع میں نہیں آئی۔ مولائی عبدالعزیز کی اطاعت کا بیعت

[1] جمائی خاندان جو دراصل ہسپانیہ کا رہنے والا ہے بارھویں صدی میں بڑا طاقتور تھا۔ اس خاندان کا ایک شخص یوسف ثانی کا وزیر تھا اور مہدی ابن تعارت کا دوست تھا۔

بجمعہ وار ہو بند کر کے تحریر کیا گیا۔ اس معاملہ میں شیخ احمد کے دو شخص بڑے معاون تھے[۵۱] ایک اسکا چچا اسمٰعیل اور دوسرا اسکا بھائی عمر۔ بضرورت دیگر اسمٰعیل ایک عہدہ عظیم کا حامی ثابت ہوتا۔ کام کا سرانجام قدرے صورت سے ہو گیا۔ چونکہ فصل کے رفع کا وقت تھا اور کئی سال کے بعد اس سال فصل اچھی ہوئی تھی ملک کے لوگ فصل کے سنبھالنے میں بہت مصروف تھے الغرض لوگوں نے اطاعت کا جوا گردن پر بے چون وچرا رکھ لیا اور حسب سابق کوئی شورش برپا نہ کی۔

اہل مراکو آزادی کے از حد دلدادہ ہیں سلطان کی وفات پر ہمیشہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ موجودہ انتظام درہم برہم ہو جائیگا جب تک اسکا جانشین بزور شمشیر اپنی اطاعت کا لوہا نہ منالے۔ لیکن اس موقعہ پر اگرچہ ساحل پر غیر ممالک کے جہاز موجود اور ان سے حملہ کا بھی اندیشہ تھا مگر ملک میں سوائے چند مقامات کے امن و امان ہی رہا۔ نئے سلطان نے معہ اپنی افواج براہ بین حسن۔ تمرر۔ زرہون۔ کناس۔ فاس کی جانب کوچ کیا۔ جہاں رسم جلوس ادا کی گئی اور کسی قسم کی مخالفت ظہور میں نہ آئی۔

تھوڑا عرصہ بعد سلطان کے بھائی عمر و محمد تخت کے دعویدار ہوئے اسلئے انکو گرفتار کیا گیا۔ چونکہ شیخ احمد وزیر اعظم تھا اس لئے اس نے اپنے ایک بھائی شیخ ادریس کو عہدہ نظارت اور دوسرے بھائی شیخ سعید کو وزیر جنگ مقرر کیا۔ اسوقت سے لیکر آج تک وزیر نائب السلطنت کے اختیار میں کسی قسم کی خلل اندازی نہیں ہوئی۔ بہت سی اصلاحیں[۵۲] کی گئیں اور اگر کوئی شکایت لوگوں کو ہے تو صرف یہ ہے کہ حکومت سلطان نہیں بلکہ وزیر کر رہا ہے

---

۵۱ جوں ہی اسمٰعیل مسجد میں داخل ہوا اسکے مکان پر پہرا کھڑا کیا گیا مگر جب کہ فرمان اطاعت تحریر ہو چکا تو پہرا اٹھا دیا گیا۔ ۵۲ یہ اصلاحیں بالعموم جدید مال کے متعلق نہیں لیکن شیخ احمد نے جو نہایت قابل تعریف کام کیا وہ تھا کہ اس نے ممالک مشرقیہ میں طاعون کی وجہ سے حکم نافذ کر دیا کہ کوئی شخص حج کو نہ جائے۔ یہ حکم طنجہ کے ممالک غیر کے سفیروں کی تحریک پر جاری ہوا تھا۔ اس مضمون کا ایک فرمان جامع مساجد میں پڑھا گیا۔ فاس کے علماء سے اس بارہ میں استفسار نہیں کیا گیا۔ علماء کے سامنے سلطان کی خواہش کا اظہار کیا گیا اور فتویٰ دیا گیا تھا۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں سلطان نے بندرگاہ ہائے واقع ساحل و دیگر مقامات کی صفائی کرائی اور قیدیوں کے روزانہ خوراک میں اضافہ کی۔

سبب یہ ہوا کہ سلطان عبدالعزیز کے سن بلوغ پر پہنچتے ہی شیخ احمد حکومت سے دست بردار ہو گیا تھا۔

یادداشت محاربۂ اہلِ فرانس سنہ ۱۸۴۴ء

لوئیس فلپ کے تیسرے بیٹے پرنس دی جانول نے جو ایک ناتجربہ کار نوجوان تھا بے سوچے سمجھے طنجہ پر گولہ باری کر دی۔ پرنس کی عمر اسوقت ۲۶ سال کی تھی اور وہ شہرت کا ازبس دلدادہ ہو رہا تھا۔ طنجہ کی گولہ باری جو بیرون اور فصیل شہر تک ہی محدود تھی بتاریخ ۶ اگست شروع ہو گئی۔ و بجے تک جاری رہی۔ انگریزی و دیگر جہاز صرف تماشا دیکھا کئے۔ مقادور کی گولہ باری بتاریخ ۵ اگست شروع ہوئی اور جواب بھی بالخصوص جزیرہ میں زیادہ تر سخت گولہ باری سے دیا گیا۔ آخر تک مسٹر ڈرمنڈ ہے۔ وزیر دولت برطانیہ کی کوشش رہی کہ کسیطرح متخاصمین آپس میں مصالحت کر لیں مگر اسکی کوشش مشکور نہ ہوئی اہل مراکش نے جو اپنی نزاکت حالت کا وزن کرنے سے قاصر تھی اسکی درخواست سے انکار کر دیا۔ اور ادھر فرانسیسی پرنس کی جوشیلی طبیعت نے کوئی بات نہ چلنے دی کیونکہ اسے اپنی طاقت پر بہت بھروسا تھا۔ باشندگان یورپ جو وہاں سکونت پذیر تھے بجہاز وقت جبل الطارق و کیڈز کو بغرض حفاظت روانہ کیے گئے اور ان کے مکانات پر پہرہ لگا دیا گیا طنجہ میں تو یہ انتظام چل گیا مگر مقادور میں نہ چلا کیونکہ وہاں بعض سوداگر گورنمنٹ کے مقروض ہونے کے باعث ترک مقام نہ کر سکے۔ آخر الامر شہر خالی کیا گیا اور محاصرین نے لوٹ لیا۔

مارشل بوجنڈ نے جانول کی کارروائی کا حال سُنکر جواب دیا کہ آپ نے میرے نام ایک ہنڈی تحریر کی ہے لیکن یقین جانو کہ اسکی ادائیگی میں توقف نہیں ہوگا۔ بتاریخ ۱۹ جون فوج اجدہ میں داخل ہوئی اور بتاریخ ۱۹ جولائی چھوٹی چھوٹی بہت سی لڑائیوں اور حملوں کے بعد فوج تلمسان واپس ہوئی۔ شروع اگست میں سلطان کے مقابلہ کے لئے پھر فرانسیسی فوج سرحد سے باہر بڑھی۔ سلطان بھی معہ ... ہزار سوار و ... ہزار پیادہ سپاہی اور تقریباً ساٹھ ہزار سوار جو نئے بھرتی کئے گئے تھے دریائے اسلی پر پڑا تھا۔ اہل الجزائر کو ایک نئے راستے کے دشمن کے کیمپ میں جلد پہنچا اور یہیں

صبح کی نماز کے وقت حملہ کر دیا۔ دوپہر کے وقت جب جنگ ختم ہوئی سلطان کے بیٹے کے کیمپ میں جا تھم لی رہا تھا۔ اہل مراکو کے زندہ و مردہ کی تعداد جو دشمن کے ہاتھ لگی بارہ ہزار کی اور تقریباً ڈھائی سو ان کے اپنے مردہ و زخمی تھے۔ بیماروں کے علاوہ جو بوجہ گرمی و ماندگی بخار و دستوں ہر روز ہسپتال میں داخل ہوتے تھے۔

باب دہم

باوجود اس امر کے کہ اگر سرسری نگاہ سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کی کل ریاستوں میں ملکی انتظام یکساں سا نظر آتا ہے مگر مراکو میں ایک خصوصیت پائی جاتی ہے جو خاص توجہ کے قابل ہے۔ اس میں ہر دیگر جملہ اہل اسلام کی مانند قرآن مجید کے احکام و قوانین اور رسول کی احادیث کی پابندی کی جاتی ہے۔ مراکو کے بعض خاندان مثلاً اول ادریسی سوم فاطمی ہشتم سعدی اور نہم فلالی (جو آجکل حکمران ہے) محمد کی اولاد کا سلسلہ بتلاتے ہیں اور اس ملک میں ان کو شریف کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اس حیثیت سے مسلمانوں پر ان کی تعظیم و تکریم لازم ہے۔

خلافت اور یہ امر کہ وہ پیغمبر کی اولاد میں سے ہیں ان کے حق میں خلافت کے واسطے ایک بھاری دلیل ہے۔ حالانکہ ترکوں کو یہ استحقاق کبھی حاصل نہیں ہوا۔ دیگر خاندان مثلاً موحدین مرین بھی خلیفہ کہلانے لگے حالانکہ ترکوں کیطرح انکو حق نہیں تھا یہی وجہ تھی کہ خاندان مرابطین کے بعض امیروں نے امیر المومنین کہلایا نہ کہ امیر المسلمین لیکن جب سے سلطان کا لفظ استعمال ہونا شروع ہوا ہے تو امیر المومنین کا خطاب اسکم ہی استعمال میں آتا ہے۔ تاہم خطبوں وغیرہ میں سلطان کے لفظ کو امیر المومنین سے تعبیر کرتے ہیں۔

بہرکیف سلطان مراکو اہل مراکو کے نزدیک مسلمہ طور پر ایک دینی و دنیوی حاکم ہے اور اسی بنا پر پہاڑی بربری عزلی صحرا کے عربوں پر اسکا بڑا اثر ہے یہ کہنا ذرا مشکل امر ہے کہ سلطان کی رعایا کا دلی خیال اسکی نسبت کیا ہے مگر مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ رعایا اسکی نہایت تعظیم کرتی ہے۔ اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اسکا منصب بہت اعلیٰ ہے دوسرے وہ ایک مقدس خاندان کی یادگار ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ

اس کے اختیارات میں کوئی خلل نہیں دے سکتا۔ اگرچہ سلاطین مراکو سے بعض اوقات سخت تعدی و ظلم سرزد ہوا ہے۔ مگر اس سے اس کی رعایا کی نمک حلالی میں کبھی کسی قسم کا فرق نہیں آیا۔ اور مراکو کی تاریخ میں کوئی مثال ایسی نہیں ملتی کہ کبھی کسی ظالم حاکم کو باغی رعایا نے تخت سے اتار دیا ہو۔ اگرچہ بعض اوقات نوکروں نے موقعہ پاکر امیر کو قتل کر دیا ہے۔ لیکن اس قسم کے واقعات اس صورت میں ظہور پذیر ہوئے ہیں جب کوئی اور دعویدار مدمقابل بنکر کھڑا ہو گیا ہے۔ ممالک شرقیہ میں زیادہ تر اسی ضرب المثل پر عمل چلا آیا ہے جس کی لاٹھی اسی کی بھینس۔ پس جس کسی کے بازو میں زور ہوا وہی مالک بن بیٹھا اور اسکا کوئی مزاحم نہ ہو سکا۔

شاہی القاب القاب جو سلطان کے واسطے استعمال کئے جاتے ہیں وہ کاتب کی صنعت طبع کے مطابق ہوتے ہیں۔ تاہم حضرت الشریف یا بعالی وغیرہ القاب اکثر استعمال کئے جاتے ہیں۔ مگر سید سلاطین مولا و مولانا کے الفاظ سے خطاب کئے جاتے ہیں۔ جن سلاطین کا نام محمد ہو ان کی نسبت سیدی یا سیدنا مستعمل ہوتا ہے۔

سلطان ایک مطلق العنان حاکم ہوتا ہے اور گو کسی خود رائے اور بے اصول شخص کے ہاتھ میں عنان حکومت ہو تاہم اسکو محدود الاختیار رہنا پڑتا ہے۔ اور اسکی بنیاد وہی مذہبی برکت ہے جو اس کی طاقت کی جڑ ہے۔ بنابریں تخت کے حریفوں کا خواہ وہ کیسے ہی نزدیکی رشتہ دار کیوں نہ ہوں پہلے ہی بندوبست کیا جاتا ہے۔ بعض کو کسی نہ کسی بہانہ سے قتل کرایا جاتا ہے اور باقیماندہ کو تفیلالت میں جلاوطن کیا جاتا ہے۔ مگر اب یہ دستور متروک ہو گیا ہے۔ طرفہ بات اس ملک میں یہ ہے کہ اگرچہ یہاں کے لوگ اپنے خدا کے بھیجے ہوئے سلطان کے اسقدر فرمانبردار ہیں کہ اس کی بعض ناواجب کارروائیوں پر بھی سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ لیکن جب کوئی ایسی صلاح پیش ہو جو مذہب میں خلل انداز معلوم ہوتی ہو تو فی الفور بگڑ کھڑے ہوتے ہیں اور مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی ایسی تجاویز ہوں جو بادی النظر میں معمولی دکھائی دیتی ہوں خواہ ان کے نتائج کیسے ہی سخت و اہم کیوں نہ ہوں تو انکی نسبت سکوت اختیار کیا جاتا ہے۔ القصہ کوئی رواج اس ملک میں ایسا نہیں ہے کہ اگر اسے آہستہ آہستہ دانائی سے ترک کرایا جائے تو اس میں کوئی دقت پیش آئے

سلطنت پر مشیران کا

دراصل اس ملک میں کوئی ایسی جماعت نہیں ہے جو سلطان کے رتبہ
اختیار کی مزاحم ہوسکے البتہ دینی مزاحمت کا حق طایفہ علماء کو حاصل ہے
اور ہر معاملہ اہم میں انکی رائے لی جاتی ہے اور پھر نہایت آزادی سے اسکا اظہار کیا جاتا ہی
اگر سلطان بذات خود علماء کا مشورہ لیا کرے نہ لیا جاتا ہے کبھی تو بھی سے تو علما
کے لوگ خود بخود استفتا کرتے ہیں اور اگر ہمارے متناقض ہوں جو شاذ و نادر ہی
ہوتا ہے تو اپنے اپنے خیال کے مطابق بلا تامل ایک نہ ایک طرف اختیار کرلیتے ہیں
فی الحقیقت لوگ قدیمی رسم و رواج کو پسند کرتے ہیں اور بدعت کو نظر پسندیدگی نہیں
دیکھتے - لیکن دانا لوگ پیشتر ہی سے سلطان کے اس حد تک قابو میں ہیں کہ وہ
ایسے معاملات میں اپنی رائے ظاہر کرنے سے پہلے سلطان سے امتزاج و استرضا کرتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں ایک امر مضمر ہے جسکا تصفیہ بلحاظ اغراض ملکی
حضرت الشریف ہی کرسکتے ہیں - جیسا حضور عالی مناسب خیال کریں ویسا ہی
ہونا چاہیئے ؛

سلطان اور اُس کے وزیران

حالانکہ جماعت سلطانی مشیران معاملات عہد و پیمان میں خواہ وہ دشمن کے ساتھ
کئے جاویں یا دوست کے ساتھ نہایت مفید صلاحکار ہوسکتے ہیں - لیکن اگر عملی
طور پر دیکھا جاوے تو ان کا عدم و وجود برابر ہے -

علما کی آزادی

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اگرچہ مراکوہیں دراصل ملکی انقلاب واقع
نہیں ہوتے تاہم اگر کوئی ناواجب تجویز پیش کیجاوے یا کوئی جابرانہ
محصول ملک پر عاید کیا جاوے تو لوگ فوراً سلطان کے برخلاف بھی بلا تامل ہتھیار اٹھالیتے
ہیں بعینہ ایسا ہی وہ کسی اہلکار جسکو وہ پسند نہ کرتے ہوں کے معزول کرنے
کی مطالبہ کرتے ہیں - ہم نے خود دیکھا ہے کہ ایک باغی جماعت کے لوگ سلطان کی فوج
کے ساتھ جنگ و جدل کر رہے ہیں اسکی وجہ یہ تھی کہ سلطان ایک گورنر کو مقرر کرنا
چاہتا تھا اور رعایا اس کے برخلاف تھی -

سازشیں

سلطان و زیراء و عمال کی سازشیں بھی سلطنت کو ایک قسم کا صدمہ
پہنچاتی رہتی ہیں جو اکثر لوگ کے ایک بے غرض ۔۔۔ ہوتے ۔۔۔

کوئی شخص زیادہ خوفناک نہیں ہوسکتا۔ سلطان کے حریم میں سیاہ و سفید بہت سی مستورات ہیں حرم میں داخل ہونے کی عزت اسقدر اعلےٰ خیال کیجاتی ہے کہ بڑے بڑے رئیس اپنی خوبصورت لڑکیون کے واسطے رشوت دیتے ہیں۔ حریم سلطانی کے واسطے قسطنطنیہ سے بھی عورتیں حاصل کیجاتی ہیں۔ ہماری ایک دوست نے تین عورتیں خریدکیں ایک سلطان کے نذر کی جو موجودہ سلطان کی والدہ سرکیشیا کے رہنیوالی تھی اور دو اپنی ذات کے واسطے رکھ لیں۔ ان عورات سلطانی میں سے بعض فرانسیسی زبان اور چند سُرین باجے کی بھی جانتی ہیں۔ جب حریم میں ان مستورات کی تعداد زیادہ بڑھ جاتی ہے تو سلطان تحفۃً سپہ سالار وغیرہ کو جنکو قابل سمجھتے ہیں بخش دیتے ہیں اگرچہ بعض اوقات یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ زوجیت کے لباس میں یہ کوئی سلطانی جاسوس ہی نہ ہو؛

خُدّام

شیخ احمد بن موسیٰ موجودہ وزیر اعظم [جو نائب سلطنت ہے] کی تربیت سلطان کے ساتھ محلسرا میں ہوئی اسکا عہدہ حاجب تھا اور سلطان کی ملاقات اسکی وساطت سے ہوتی تھی۔ وہ محل میں رہتا تھا اسواسطے اسکا نام بابا احمد پڑ گیا یعنے سلطان کا باپ۔ حالانکہ یہ خطاب اکثر خواجہ سراؤن کو دیا جاتا ہے۔ محلسرا میں خواجہ سراؤن کی خاصی تعداد ہوتی ہے۔ یہ لوگ بہت روپیہ صرف کرکے ابی سینیا سے لائے جاتے ہیں۔ یہاں انکو طواشی کہتے ہیں ان کے اصلی نام عطر۔ کافور۔ مشک۔ عنبر وغیرہ وغیرہ ہوتے ہیں۔ محل کا کاروبار حبشی لڑکے کرتے ہیں مستورات کی خدمت خواجہ سراؤن اور عورتون کے متعلق ہوتی ہے جو مشاطہ کا کام بھی کرتے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ سلطان مرحوم پنجشنبہ کے روز باغ میں تمام مخدرات کا معاینہ کرتے تھے اور جس جس کو پسند فرماتے تھے ان کے واسطے اشارہ کر دیتے تھے کہ خاص محل میں بھیجدی جاویں۔ جہان وہ جمعہ کا کچھ حصہ ان کے ساتھ بسر کرتے تھے؛

اولاد سلطانی

شہزادون اور شہزادیون کی تربیت جو تعداد میں بے شمار ہوتی ہیں خانقاہون وغیرہ مقدس مقامات میں کیجاتی ہے یہ مقامات اکثر تنگ جگہوں میں واقع ہوتے ہیں ہر ایک بچہ کے ساتھ اسکا ایک ہمعمر ساتھی ہوتا ہے تاکہ دنیا میں وہ اسکا بے لوث بے غرض دوست بنا رہے؛

ہر سال ان لڑکون اور لڑکیون کی جو کافی عمر کے ہوجاتے ہیں شادی کی جاتی ہے شادیان سرکاری خرچ پر حسب ہدایت سلطانی ہوتی ہیں اور وہی چند باقی محل میں رہ جاتے ہیں جنسے سلطان کو بہت محبت ہو یا جنکی والدہ کا ابھی تک رسوخ باقی ہو۔

انتخاب ولیعہد

ولی عہد کا تقرر بالکل سلطان کے اختیار میں ہے اور اکثر یہ دستور ہے کہ جس شاہزادہ کو اس عہدہ پر مقرر کرنا ہو پہلے اسے فوجکا سپہ سالار یا گورنر مقرر کیا جاتا ہے۔ گویا یہ ولیعہد کے تقرر کا اعلان ہوتا ہے اور ایسے جلیل القدر ذمہ داری کے عہدہ پر اسے اس غرض کے واسطے مقرر کیا جاتا ہے کہ قابلیت حاصل کرے چونکہ سلطان کے دل میں ایک یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ شاید اس تقرر کو اسے منسوخ کرنا پڑے اس واسطے اس امر کی احتیاط رکھی جاتی ہے کہ ولیعہد کی طاقت اس حد تک نہ بڑھ جائے کہ سلطان کے برخلاف کام آئے اور اکثر ایسا وقوع میں آیا ہے۔ اور جب ولیعہد کی عمر تھوڑی ہو اور ایسے ذمہ داری کے عہدہ کی قابلیت نہ رکھتا ہو۔ تو سلطان اسے ضروری مواقع پر اپنے ساتھ رکھتے ہیں جیسا کہ موجودہ سلطان کیصورت میں کیا گیا۔ لڑکیون کی شادی صغیرسنی میں ہی کیجاتی ہے لیکن انکو کوئی منصب بطور حق وراثت نہیں ملتا۔ نہ ہی شہزادون کے لڑکون کو کوئی خطاب سوائے لفظ مولا کو عطا ہوتا ہے۔

افسران خاص

شاہی خاص محافظین کی جماعت میں بعض خاص افسر بھی شامل ہوتے ہیں مثلاً مولی المضال جو چھتر بردار ہوتا ہے جب چکن دوزی وطلائی کام اور لعل و جواہر سے مرصع ہوتا ہے۔ مولی الشواس یعنے چوری بردار۔ مولی المشوار (نقیب) جو ہمیشہ بہت بلند آواز ہوتا ہے۔ مولی الخضراب۔ مولی الکحل۔ مولی آلاز فل۔ سپاہ و جلادو مولی الفراش۔ مولی الرواح۔ مولی الماء۔ مولی الامار۔ مولی السجاب۔ علم بردار وغیرہ وغیرہ ایک دفعہ ایک دوغلہ عورت حاجب کے عہدہ پر ممتاز تھی۔

ادارۂ حکومت

سلطنت مراکو میں سب سے اول و افضل سلطان ہوتا ہے جسکی جانب سے کل امور بالواسطہ یا بلاواسطہ فیصلہ پاتے اور طے ہوتے ہیں سلطان کے ماتحت زمرۂ وزرا ہوتا ہے جنکا یہ فرض ہے کہ اس کی خواہشون کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ ایسے عہدہ داران کی کوئی مقررہ تنخواہ سرکار کیطرف سے نہیں ہوتی۔

اور یہ امر مفہوم ہوتا ہے کہ یہ کمی وہ رعایا سے پوری کر سکتے ہیں اس واسطے اس ملک میں رشوت کی گرم بازاری حد سے زیادہ ہے اور اس خصوص میں کسی عہدہ دار پر اعتبار نہیں ہوسکتا۔ بنا برین اس قسم کے منصب حاصل کرنے کے واسطے بڑی بڑی رقوم پیشکش کیجاتی ہیں۔ سلطان کی داہنی طرف وزیر کبیر یعنے صدر اعظم جو اکثر مشیر کل اور وزیر برانی بھی ہے ہوتا ہے لاکن طنجہ میں یہ صورت نہیں ہے وہاں امور خارجیہ کا مہتمم ایک کمشنر ہوتا ہے۔ کمشنر کا دراصل تو یہ کام ہوتا ہے کہ وہ ممالک غیر کے سفرا سے جو وہاں مقیم ہیں معاملات کا تصفیہ کرے الا معاملات اہم میں اسکو کلی اختیارات حاصل نہیں ہیں۔

دیوان خاص ایک وزیر دخلانی ہوتا ہے اور گورنرون کا تقرر اسی کے اختیار میں ہوتا ہے یہی باعث ہے کہ یہ عہدہ بڑے درجہ کا باعث تصور ہوتا ہے بعد ازان مولی المال یا مشیر مال ہوتا ہے۔ شاہی خزانہ تین بڑے بڑے شہرون میں رکھا جاتا ہے یعنے فاس۔ مکناس اور مراکش میں یا جہان مصلحت وقت ہو۔ اہل مراکو سرخ فیتہ سے نفرت کرتے ہیں اور وہ کبھی استعمال نہیں کیا جاتا۔ بجز اس صورت کے جب کوئی شخص کام کرنا نہ چاہے اعلےٰ افسران اکثر فرش پر بیٹھکر کام کرتے ہیں۔ مکان کے باہر دروازہ پر یا اصطبل کے صحن میں قالین بچھا لیتے ہیں اور ہمنے بچشم خود دیکھا ہے کہ جملہ اعیان دولت تکیے لگائے بیٹھے ہیں اور نزدیک ہی سلطان بھی رونق افروز ہے ۔

فرامین شاہی وزرا و دیگر عہدہداران کے علاوہ بہت سے منشی ہوتے ہیں جو شاہی مراسلات وغیرہ ترقیم کرتے ہیں۔ جب مراسلات تحریر ہو جاتے ہیں۔ تو ان پر مُہر لگائی جاتی ہے دو مہرین ہوتی ہیں چھوٹی اور بڑی۔ مراسلہ کے سرے پر مُہر لگائی جاتی ہے اور مکتوب الیہ مہر کو بوسہ دیکر پیشانی سے لگا لیتا ہے۔ جب کبھی یہ مطلوب ہوتا ہے کہ کسی شاہی فرمان کا اعلان کیا جائے اور یا بغرض اطلاع عام اس قسم کی خبر کی اشاعت کی جائے کہ فلان قوم کی گوشمالی کے واسطے مہم جانے والی ہے تو مراسلات کی نقول قصبات میں روانہ کی جاتی ہیں جو جامع مساجد میں پڑھی جاتی ہیں اور ساتھ تو پیں چھوڑی جاتی ہیں۔ اس قسم کی تحریرات ایک خاص گروہ کی معرفت جنکو مسخرین[۱] کہتے ہیں ارسال کیجاتی ہیں اور شاید دنیا میں اس جماعت کے اشخاص سے بڑھکر کوئی حریص ہوگا۔

[۱] شاید ہندوستان کے تعمیل کنندہ علے سے زیادہ نہ ہون۔ مترجم

جب سلطان کسی شخص کو باریاب ہونے کی اجازت دیتا ہے تو یہ لوگ اور ان کے ماتحت فیس انعام مانگ کر اسکو بڑا تنگ کرتے ہیں اور شرم انکے پاس تک نہیں پھٹکتی۔

سرکاری تحائف جو کوئی سلطان کی خدمت میں حصول قدمبوسی کی غرض سے حاضر ہوتا ہے اس سے یہ بھی توقع کیجاتی ہے کہ وہ کچھ تحائف بھی نذر کریگا اور اکثر یہاں تک ہوتا ہے کہ تحائف کی ایک فہرست تیار کرالی جاتی ہے اور تمام اشیا جو پیش کیجاتی ہوتی ہیں وہ سلیقہ سے بچھائی جاتی ہیں اور نذر یا تحائف پیش کنندہ کی خواہش تحائف کے مطابق ہوتی ہے بشرطیکہ وہ سلطنت کے کسی اعلےٰ افسر کو خوش کرنا بھول نہ گیا ہو۔ تحائف ریشمی کپڑے وغیرہ ہوتے ہیں یا کوئی ایسی اشیا جو محض دیکھنے کے لئے ہی ہوں۔ تمام سلطنت میں سلطان ہی ایک ایسا فرد بشر ہے جو نقدی کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ اگرچہ مسموع ہے کہ سلطان مرحوم کبھی کبھی اشرفیوں کا صرہ قبول فرما لیتے تھے جب کوئی اور چیز نذر پیش کنندہ کو دستیاب نہ ہوسکتی تھی۔

دربار عام سلطان کا دربار عام محض اعزازی ہوتا ہے کیونکہ تمام معاملات بجز کسی خاص بھاری معاملہ کے وزرا ہی طے کرتے ہیں۔ رعایا کے کسی شخص کو اجازت نہیں ہے کہ کسا [ایک قسم کا کھلا چوغہ ہوتا ہے] پہنکر سلطان کے حضور میں شرفیاب ہو۔ تمام اشخاص ہمیشہ برنوس میں حاضر ہوتے ہیں اور اسکا دایاں کندھے کی اوپر پیچھے کی طرف ڈال لیتے ہیں۔ جو لوگ سلطان کے حضور میں بغرض شرف نیاز آتے ہیں وہ سر سے برہنہ ہوتے ہیں اور سلطان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں مگر سلطان ہمیشہ بیٹھا رہتا ہے سلطان مراکو کا لباس بہت سادہ ہوتا ہے۔ البتہ گھوڑے کا ساز و یراق بہت شاندار ہوتا ہے اور اس میں رنگ کی بوقلمونی نظر آتی ہے۔

شاہی سواری سلطان عرض لشکر و طواف کے موقعہ پر اور بروز جمعہ مسجد میں جانے کے لئے سوار ہوتے ہیں۔ چار کوتل گھوڑے مختلف رنگ کے لائے جاتے ہیں سلطان ہر دفعہ ان میں سے ایک سواری کے واسطے انتخاب کر لیتا ہے۔ دیگر مواقع پر کبھی کبھی گاڑی کا بھی استعمال کیا جاتا ہے مگر چونکہ وہاں سڑکیں نہیں ہیں اس لئے بہت فاصلہ تک گاڑی نہیں چلائی جا سکتی شاہی گاڑی نہایت آہستہ آہستہ جاتی ہے اسواسطے سپاہی ہاتھوں میں کوڑے لئے ہوئے آگے چلتے ہیں تاکہ رستہ کسیطرح مدرک جائے سلطان

کے ساتھ ساتھ خاص خدام ہوتے ہیں جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے جن میں سے چوری بردار وچھتر بردار خاصکر دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ چھتر[1] مراکو میں بطور ایک سلطانی نشان کے استعمال ہوتا ہے اور ممالک شرقیہ میں بھی اسکا استعمال اکثر نظر آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ مراکو میں چھتر کا استعمال خاندان سعدی نے شروع کیا تھا۔ گو ان سے پہلے گاہ بگاہ استعمال ہوتا تھا۔

سلطان کی سواری آہستہ آہستہ بڑھتی ہے خلقت کا ہجوم کثیر ہوتا ہے ہر موڑ پر مرد بلند آواز سے بزبان عربی دعا دیتے ہیں کہ اللہ تعالی ہماری آقا کو تا دیر سلامت رکھے اور فتح اسکے نصیب کرے۔ اسیطرح چھتوں پر سے عورتوں کی آواز آتی ہے۔ پھر عرضیاں ڈالی جاتی ہیں جو ایک خاص افسر کی تحویل میں رکھی جاتی ہیں۔ کیونکہ اہل مراکو کا وزرا[2] کی نسبت خواہ کیسا ہی خیال کیوں نہ ہو سلطان کے عدل وانصاف پر ان کو کلی اعتقاد ہے۔

جب کوئی شخص سلطان کی ملاقات کا شرف حاصل کر چکتا ہے تو سلطان کیطرف سے بھی تحایف دیئے جاتے ہیں اور یہ تحایف اکثر گھوڑے۔ تلوار اور زین کی قسم کے ہوتے ہیں۔ جب اشخاص ممالک غیر کو گھوڑے بخشے جاتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے تو قاعدہ یہ ہے کہ ان کی راہداری کے واسطے درخواست کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ سوای اسکے ان جانوروں کو بیرون حدود ملک لیجانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس دقت کی وجہ سے جو حصول

---

[1] ہندستان کے بعض حصص میں مثلاً مرہٹوں اور فارس میں چھتر کا استعمال ہوتا ہے۔ برہما۔ جاوا۔ و ممالک ملحقہ میں تو یہ حال ہے کہ جسقدر چھتر کی تعداد زیادہ ہو اسی قدر بادشاہ کا مرتبہ و اقتدار زیادہ متصور ہوتا ہے اور یہ رسم زمانہ قدیم میں بھی رایج تھی کیونکہ نینوا اور مصر کے پتھروں پر اسکی تصویر نظر آتی ہے اور کسی زمانہ میں تمام عالم میں اسکا رواج تھا۔ کیونکہ یہ سائبان وغیرہ جو یورپ اور مصر میں شاہی سواری وغیرہ کے وقت استعمال کئے جاتے ہیں یہ اسی کی نقل ہے ؛

[2] الماموں کہتا ہے کہ تمام برائیاں جو کسی ملک میں دیکھی جاتی ہیں وہ ان عہدہ داروں کیطرف سے ہوتی ہیں۔ جارج۔ با. و کتاب بائبل ان سپین میں تحریر کرتا ہے کہ سلطنت مراکش ردی ترین سلطنت ہے اور اس کے ساتھ خوش اسلوبی سے تعلق قایم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ انہوں نے اکثر بدنیتی ظاہر کی اور اکثر معاملات میں بدعہدی کی ؛

راہداری میں پیش آتی ہے لوگ گھوڑون کو اسی جگہ فروخت کردیتے ہیں کیونکہ کبھی کبھی راہداری بعض میں اسقدر خرچ ہوجاتا ہے جو گھوڑی کی قیمت سے بڑھ جاتا ہے اور راہداری طنجہ میں جاکر حاصل کرنی پڑتی ہے۔

لشکرگاہ شاہی

سفر میں شاہی قیام سب سے اونچی جگہ پر نصب کیے جاتے ہیں اور سب سے بڑے خیمہ کی درمیانی چوب پر ایک سنہری گولہ لٹکا ہوتا ہے گویا سلطانی خیمہ کا یہ نشان ہوتا ہے۔ شاہی قیامگاہ کے گرداگرد عورتون اور خواجہ سراؤن کے خیمے ہوتے ہیں جنکو صرف بیرونی[۱] قنات کے اندر تک ہی جانے کی اجازت ہوتی ہے اور اسی قسم کی خیمگاہیں دیگر افسران کی ہوتی ہیں جنکو معہ عیال و اطفال سفر کرنے کی اجازت حاصل ہوتی ہے جوہیں مستورات روانہ ہوتی ہیں تو خیمے آگے بھیج دیے جاتے ہیں تاکہ شام تک نصب کر دیے جائیں۔ نزدیک ہی مسجد اور دربار کا خیمہ ہوتا ہے اور تھوڑے ہی فاصلہ پر وزرا و دیگر افسران کے خیمے ہوتے ہیں۔ جامع (جسکے بغیر کبھی کوچ نہیں کیا جاتا) اور ان افسران کے قیامگاہون میں تھوڑی سی جگہ چھوڑ دی جاتی ہے جہان بازار لگتا ہے۔ جو خیمے استعمال میں آتے ہیں ان کو گوئیہ یا خزانہ کہتے ہیں پھر ان کی دو قسم ہوتی ہیں یعنے قبہ و اتاق۔ موخر الذکر اکثر افسران کے کام آتے ہیں۔

ملازمان لشکری

کل فوج کے لیے خیمے ہرگز کافی نہیں ہوتے بہت سے لشکریون کو آسمان کے نیلگون شامیانہ کے نیچے سونا پڑتا ہے بعض ملازمان لشکری ایک عجیب قسم کے خیمون و چھپرون میں رہتے ہیں۔ شاگرد پیشہ میں زیادہ تر عورتیں ہوتی ہیں جن کے سامنے بدصورتی بھی شرماتی ہے۔ چار پانچ عورتون میں ایک گدہا اور ایک خیمہ ہوتا ہے۔ پانی پکھالون میں جنکو راویہ کہتے ہیں ڈالکر لے جاتے ہیں ایک گدھے پر دو پکھال ادھر ادھر رکھی جاتی ہیں۔ بعض اوقات راویہ غلہ و دیگر اسباب کے واسطے بھی استعمال کیجاتی ہیں۔ اونٹ کے گوشت پر ان لوگون کا زیادہ تر گذارہ ہے لشکرگاہ میں عجیب قسم کی بے ترتیبی ہوتی ہے۔ کوئی چیز کدھر کوئی کدھر پڑی ہوتی ہے البتہ وہ توپیں جو عرابہ میں رکھی ہوتی ہیں بطور قبلہ نما کام دیتی ہیں کیونکہ ان کا

---

[۱] کہتے ہیں کہ مولائی سلیمان کے سامان وغیرہ کی باربرداری کے واسطے تقریبًا دو سو قاطر درکار ہوتی تھیں۔ مختار ہے۔

اُن کا منھ مکہ شریف کیطرف ہوتا ہے تاکہ نماز کی سمت معلوم رہے۔ چونکہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کوئی اچانک چھاپہ نہ مارے اس واسطے نصف نصف فوج باری باری نماز ادا کرتی ہے۔

موروثی سپاہی

اس امر کے تحقیق کرنے کی کوشش کرنا کہ فی الحقیقت مراکو کی فوج کی کتنی تعداد ہے بالکل بے فایدہ ہے البتہ فوج حرابہ جو یوروپین افسران کے زیر تعلیم ہے باقاعدہ فوج کے نام سے موسوم ہوسکتی ہے باقی فوج بالکل برائے نام ہے فوج بخارا کا بھی یہی حال ہے جسکو بھرتی کئے ہوئے صدہا سال گذر چکے ہیں یہ فوج سوڈان سے بھرتی کی گئی تھی اور مولائی اسمعیل نے جسکو خونخوار بھی کہتے ہیں دو سو سال کا عرصہ منقضی ہوا ہے اسکو از سر نو آراستہ کیا تھا انکا نام جامع الصحیح کے مصنف سے لیا گیا ہے اور اس کتاب کی یہ لوگ ازحد تعظیم کرتے ہیں۔ گذشتہ ایام میں اس فوج کی طاقت اس حد تک ترقی کر گئی تھی کہ یہ بادشاہ گر بن گئی تھی جسکو چاہا تخت پر بٹھا دیا جس کو چاہا معزول کر دیا۔ گویا عزل و نصب سلاطین فوج بخارا کے ہاتھ میں تھا۔ اب یہہ فوج بعض قصبات کے قلاع میں بغرض حفاظت رکھی ہوئی ہے۔ اصل میں یہہ فوج بالجبر بھرتی کر لی گئی تھی اور یہ لوگ بطیب خاطر فوج میں داخل نہیں ہوتے تھے یہ لوگ جنکو شرعاً تو کوئی حق حاصل نہیں تھا کیونکہ ممالیک میں سے تھے اس لئے شاہی فرمان مصدرہ [illegible]ء کے رو سے فوجکو استحقاق جایداد عطا کیا گیا۔ اس فوج کے سپاہی سوڈانی الاصل ہونے کی سبب سے غایت درجہ کے سیاہ تھے مگر متواتر سفید رنگ کی عورتوں سے نکاح کرنے کے باعث اب ان کی اولاد کا رنگ بہت صاف ہوگیا ہے۔ اشراغہ یا شرارغہ ان کے ہموطن بھائی ہیں اور وہ اراضیات پر بطور گذارہ قابض ہیں۔ عبیشی لوگ بھی موروثی سپاہی ہیں جنگی خدمات کے عوض میں سرکار کیطرف سے انکو اراضیات ملی ہوئی ہیں اور جب یہ لوگ نوکری پر ہوں تو انکو کچھ بھتہ دیا جاتا ہے۔ جسکو وہاں کی اصطلاح میں راتب کہتے ہیں۔ راتب کی مقدار انکے فرایض و مالیت اراضیات مقبوضہ کے مطابق ہوتی ہے البتہ مغرب میں ایک رعایت دی گئی ہے جسکو بہت غنیمت خیال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مغرب ہر قسم کے محصول سے بری ہے۔ ان ہی اقوام میں سے پولیس بھی رکھی جاتی ہے پولیس کو علاوہ اس مقررہ راتب کے جسکو محض برائے نام

ہی کہنا چاہیئے ان اشخاص سے بھی کچھ آمدنی ہوتی ہےجنکو وقتاً فوقتاً اُن کی خدمات کی ضرورت پڑتی ہے۔ پولیس کے سر پر ایک لمبی نوکدار ٹوپی ہوتی ہے۔ فوج نجاریہ اور ان سپاہیون کو جن کے متعلق شاہی محل کی خدمات ہیں پارچات سرکار کیطرف سے ملتے ہیں اکثر ان ہی جنگی اقوام میں سے بڑے بڑے انتظامی عہدے بھی پُر کئے جاتے ہیں یہ ساری اقوام سوار سپاہ ہیں اور باستثنائے فوج نجار گھوڑے و ہتھیار اپنی گرہ سے بہم پہونچاتے ہیں۔

پیادہ فوج یہان کی پیادہ فوج کچھ قابل ذکر نہیں ہے اور سوائے اس فوج کے جو زیر تعلیم یورپین افسران ہے باقی اسقدر ابتر ہے کہ اسکی اصلاح غیر ممکن ہے یہ فوج مراکو میں اسکاریہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ فوج اول اول ۱۸۴۴ء میں قائم کی گئی تھی جب اہل مراکو کو فرانسیسیون نے شکست دی تھی۔ جسوقت نوی یعنے فوج جرار کھڑی کیجاتی ہے تو صرف ان اشخاص کو مجبور کیا جاتا ہے جو نہ ہی اس خدمت کے معاوضہ میں روپیہ ادا کر سکیں اور نہ اپنے قائممقام بہم پہنچا سکیں جو لوگ فوج میں حاضر ہو جائیں تو پھر بھی انکو واپس جانے کی جب تک انکی خدمات کی ضرورت نہ ہو اجازت ہوتی ہے بشرطیکہ وہ اپنی جگہ کوئی لڑکا یا آدمی کھڑا کر جائیں یا یون کہنا چاہیئے کہ فوج مراکو ایک عجیب قسم کی کھچڑی ہوتی ہے اور اس شعار سے وہ فوراً شناخت ہو سکتی ہے سپاہ کی وردی جنکی قطع حال ہی میں ایجاد کیگئی ہے یہ ہے نیچے کھلا پاجامہ ہوتا ہے اور اسکے اوپر ایک قبا جو سرخ رنگ کا ہوتا ہے اسکا کپڑا ایسا ردی اور رنگ کچا ہوتا ہے بارش میں خون کی لہریں جاری ہو جاتی ہیں۔ سر پر ایک ویسی ہی بیدھی نرکی ٹوپی ہوتی ہے جو آسٹریا میں بنتی ہے۔ قاید یعنی سپہ سالار کا امتیازی نشان جو یہان رایج ہے قرآن حمید کا سنہری چلکن دوزغلاف ہوتا ہے یا کوئی اور نشان جو وہ حسب پسند خود بطور زینت اختیار کرلے۔ جو افسر یورپین قواعد سکھاتے ہیں انہون نے اپنے واسطے ایک نہایت شاندار لباس تجویز کرلیا ہے۔ ان افسرون کو وہان حراب کہتے ہیں لیکن فرانسیسی افسر الجیریا کی وردی استعمال کرتے ہیں۔ دیسی افسر عرض لشکر وغیرہ کی مواقع پر نہایت زرق برق لباس پہنتے ہیں مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ لوگون کے دلون میں انکی کچھ وقعت نہیں ہے ہر عہدہ دار کو علی قدر حیثیت جب سرکاری کام پر ہو خوراک (مونہ) ملتی ہے یا اسکا

معاوضہ ملتا ہے مثلاً ہر پیادہ سپاہی کو روزانہ تقریباً دو آنہ۔ سوار کو تقریباً تین آنہ۔ اور کمانڈنگ افسر تقریباً بارہ آنہ۔ اکثر اسلحہ وغیرہ تصفیہ حساب کیلئے فروخت کئے جاتے ہیں۔ اس ملک میں ہتھیارون کی عجیب حالت ہے کسی کے پاس تو وہی پرانا دقیانوسی نمونہ ہے کسی کے پاس یورپ کے نئے نمونہ کی بندوق رایفل ہے حال ہی میں گورنمنٹ مراکو نے بہت سے ہتھیار ممالک یورپ سے خرید کئے ہیں اور اکثر دیگر طاقتون کیجانب سے تحفتہً بھی بہت سی مقدار مراکو میں پہنچی ہے۔ اس قسم کا تحفہ مراکو میں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ حرابہ فوج کے پاس بندوق مارٹینی ہنری ہے۔ اب فاس میں بھی ہتھیار بننے شروع ہو گئے ہیں ویسی تلوارون کے بجائے یورپ کے نمونہ کی تلواریں استعمال میں آتی جاتی ہیں۔ لیکن وہ چھوٹے خمدار خنجر اب تک بکثرت مستعمل ہیں البتہ انکے پھل اب جرمنی بنتے ہیں۔

توپخانہ

توپخانہ کی حالت بالکل ردّی ہے۔ اگرچہ یوروپین افسر فوج کی توجہ اسطرف مبذول کرنے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر کچھ فایدہ نہیں ہوتا۔ توپین کبھی صاف نہیں کیجاتیں نیز سنا جاتا ہے کہ جو تیل توپون کی صفائی کیلئے دیا جاتا ہے وہ سپاہیون کی خوراک کا حصہ بنجاتا ہے۔ ان سپاہیون میں ہر کام سیکھنے کا مادہ تو موجود ہے۔ مگر کچھ حالات ایسے ہیں کہ ترقی تقریباً مسدود ہے۔ ایک فرانسیسی افسر نے ایک فوج سیپرس اینڈ مائنرس کی قایم کی تھی مگر سوائے افسوس کے کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوا۔ مراکو سے بہت سے طالب علم جبل الطارق وغیرہ مقامات اور امریکہ میں فن اسلحہ سازی وغیرہ میں کمال حاصل کرنے کی غرض سے بھیجے گئے اور تعلیم کے زمانہ میں وہ نہایت ہوشیار اور ذہین طلبا ثابت رہے لیکن مراکو میں واپس پہنچکر ان کی قابلیت اسی پرانے طریق میں ضائع ہو گئی۔

جنگی باجا

فوج مراکو میں دیگر ممالک کا باجا بھی مہیا کیا گیا ہے اور استاد بھی غیر ممالک سے ملازم رکھے گئے ہیں۔ گو ان استادون نے چند قسم کے راگ باجا نوازون کو سکھائے ہیں لیکن یورپ کے لوگ تو کچھ پسند نہیں کرتے۔ میں نے خود انکو سلطان عرش آشیانی کے محل کے پاس باجا بجاتے سنا ہے۔ وہ یہی گاتے تھے "ہم صبح تک گھر نہیں جائیں گے"۔ ہر ایک فوج میں چند اور شہنائی والے رکھے ہوتے ہیں۔ فوج کو قواعد زبان انگریزی یا فرانسیسی جو زبان قواعد آموز افسر کی ہو سکھائی جاتی ہے

مراکو کی افواج جن کے نام صوبون یا ان کے افسرون کے نام پر رکھے جاتے ہیں مختلف تعداد کی ہوتی ہیں فوج میں یہ عہدے ہوتے ہیں مقدم (سارجنٹ) رئیس (کپتان)۔ قائد المیا قائد الرحا (کرنیل) ان افسرون کا ایک نائب ہوتا ہے۔ تمام اشخاص از قسم ذکور پر جو ایسے قابل ہون کہ ہتھیار اٹھا سکیں جنگی خدمت لازم ہوتی ہے۔ اہل مراکو کی جرات اور جوش اس قسم کا ہے کہ ان کا فتح کرنا محال ہے۔ مگر آخر کار ان کی بد دیانتی اور بوالہواسی کام بگاڑ دیتی ہے۔

باب (۱۱) یازدہم

موجودہ انتظام

جنگی مہمات مراکو میں ہر ملکی کا انصرام باہر دورہ میں اس حد تک کیا جاتا ہے کہ محکمہ دیوانی کو جنگی سے امتیاز کرنا نا ممکن ہے ایک نہ ایک صوبہ بوجہ تحصول کی زیادتی یا عاملون کی تعدی کے باعث باغی ہی رہتا ہے اور ان باغیون کی سرکوبی تدریج کیجاتی ہے۔ کیونکہ مراکو میں اس امر کی احتیاط رکھی جاتی ہے کہ کسی جرنیل کی جنگی طاقت بہت زیادہ نہ بڑھ جائے اور ان تمام افواج کا سپہ سالار اعظم سلطان ہی سمجھا جاتا ہے۔ تقریباً ہر سال موسم برسات کے بعد ہر علاقہ کے گورنر سے فوج و سامان جمع کر کے کوچ کر دیا جاتا ہے۔ اصل منزل مقصود سرغامض کیطرح کسی کو بھی بتائی نہیں جاتی۔ نہایت ٹیڑھا رستہ اختیار کیا جاتا ہے اور اثنائے راہ میں بھی حسب ضرورت وقت بعض اضلاع کی گوشمالی کیجاتی ہے۔ اس قسم کے حملے اکثر دفعہ تو محض تحصیل محصولات کی غرض سے اختیار کئے جاتے ہیں۔ لیکن ان حملون میں ملک کی ستیاناس ہو جاتی ہے۔ نہایت ٹیڑھا رستہ اختیار کیا جاتا ہے اور اثنائے راہ میں حسب ضرورت وقت بعض اضلاع کی گوشمالی کیجاتی ہے۔ اس قسم کے حملے اکثر دفعہ تو محض تحصیل محصولات کی غرض سے اختیار کئے جاتے ہیں لیکن ان حملون میں ملک کی ستیاناس ہو جاتی ہے جس جس علاقہ میں یہ ٹڈی دل لشکر کا گذر ہوتا ہے۔ وہان تمام فصل روندی جاتے ہیں یا مویشی نگل جاتے ہیں انبار غلہ لوٹے جاتے ہیں۔ عورتون کی بیحرمتی کیجاتی ہے۔ بچون کو نہایت بیرحمی سے ستایا جاتا

اور غریب رعایا کے مکانات کو جلا کر ان کو بے خانمان کیا جاتا ہے۔ مگر بیچارے تو تاب مقاومت نہیں رکھتے۔ پناہ کی جگہوں میں یعنے معبدوں یا خانقاہوں میں جا گھستے ہیں مظلوم عورتیں سلطان سے رحم کی درخواست کرتی ہیں لشکرگاہ میں توپخانہ اور چند چیزیں جائے پناہ تصور کیجاتی ہیں رعایا کیطرف سے چند آدمی بطور وفد لشکر میں توپوں پر ہاتھ رکھدیتے ہیں جس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ یہ لوگ امان کے خواستگار ہیں بعدازاں شرایط صلح طے ہوتی ہیں۔ محصول معہ جرمانہ ادا کیا جاتا ہے اور سلطان سابقہ گورنر کو علیحدہ کرکے نیا گورنر مقرر کردیتا ہے۔ ان اغراض کیواسطے جو لڑائیاں واقع ہوتی ہیں انکو جنگ کی لفظ سے تعبیر نہیں کرسکتے۔ شاہی رسالہ کا ایک دستہ آگے رہتا ہے اور فوج باغی کے قریب جاکر بندوقیں چلاتا اور پھر بندوقیں بھرنے اور دم لینے کے لیئے واپس آجاتا ہے۔ در اصل مراکو میں کوئی رسالہ نہیں ہے۔ جب ممکن ہو بندوقیں چھوڑکر تلوار اور خنجر کا استعمال کیا جاتا ہے لیکن جب یہاں تک نوبت پہنچ جائے تو فوراً امان بخشی ہو جاتی ہے۔

اگرچہ رعایا کے پاس یورپ اور امریکہ کی ساخت کی نہایت اعلےٰ قسم کی رائفل موجود ہیں مگر ان کے پاس کوئی توپ نہیں ہے اور چونکہ سلطان کے ہمراہ توپخانہ ہوتا ہے اس واسطے شاہی طاقت ان اقوام کی طاقت سے ہمیشہ بہت بڑھی رہتی ہے توپخانہ کے افسر ہمیشہ اہل یورپ میں سے ہوتے ہیں کبھی کبھی باغی اقوام نے ڈاینامیٹ بھی قلاع اقلیسی کے محاصرے میں استعمال کی ہیں۔

تحصیل مالگذاری محصول کی دراصل کوئی شرح مقرر نہیں ہے جو کچھ ظالم محصلان کے نزدیک ٹھیک معلوم ہوا وصول کرلیا اور جو شرح مقرر ہے اسکے مطابق کبھی عملدرآمد نہیں ہوتا کہتے ہیں کہ عبدالمومن کے عہد میں تشخیص کیگئی تھی مگر موجودہ طریق بالکل فضول ہے۔ مطالبہ اراضی کی پیداوار کے برابر ہی ہوتا ہے۔ ہر ایک عامل اسقدر وصول کرتا ہے جسقدر اس سے ہوسکے اور ساتھ ہی اپنی محنت اور وقت کی قیمت بھی وصول کرتا ہے۔ تاکہ دوسری دفعہ بھی تحصیل مالگذاری کی اسی کو تجویز ہو کوئی شخص بھی فی الفور ادائگی کرنی نہیں چاہتا۔ تمام لوگ یہی عذر کرتے ہیں کہ وہ غریب نادار ہیں بعض قید کو ترجیح دیتے ہیں اور اکثر لوگ اسواسطے ادائگی میں پیشقدمی نہیں کرتے

کہ وہ کیون بُری مثال قایم کریں ہر ایک شخص جو اپنے لئے کسی قسم کی پناہ نہین دیکھتا اپنی دولت زمین میں مدفون کر دیتا ہے یا کہیں ادھر ادھر چھپا دیتا ہے۔ پس جب سرکاری عمال نازل ہوتے ہیں تو اگرچہ مکان کو مسمار تو نہیں کرتے مگر روپیہ کی تلاش میں تاخت و تاراج کر دیا جاتا ہے۔ جایداد مساجد۔ خانقاہ و دیگر مذہبی مقامات کی بابت کوئی محصول نہیں لیا جاتا۔ نہ ہی غیر ممالک کے باشندے جو وہان پناہ گزین ہیں کچھ ادا کرتے ہیں۔ ایسے پناہ گزین اشخاص سے بذریعہ عہد و پیمان کچھ وصول کیا جاتا ہے بعض اقوام سوار مہیا کرتی ہیں مثلاً کئی گھر ملکر ایک سوار بہم پہنچاتے ہیں بعض یون کرتی ہیں کہ جو سرکاری گھوڑے ان کے علاقہ میں مر جائیں وہ ان کے عوض میں گھوڑے دیتی ہیں اور علاوہ اس کے سارے سرکاری عملہ اور مہمانون کو جو اسطرف سے ہو کر گذریں کھانا دیتی ہیں جو افسر سلطان کے سایۂ عاطفت میں آنا چاہتے ہیں۔ بالخصوص ایسے افسر جو پہلے کسی باعث سے زیر عتاب ہون وہ جب سلطان ان کے علاقہ میں سے گذرتا ہے بیش بہا تحایف لیکر جا پیش کرتے ہیں۔ چند سال کا عرصہ ہوا ہے کہ قایدِ غندرفی نے ایک سو حبشی مرد۔ ایک سو حبشی عورت۔ ایک سو گھوڑا۔ ایک سو گائے اور ایکسو شتر اور دو اپنی لڑکیاں نذر کیں تہیں۔ ٹامسن لکھتا ہے کہ ایک مفتوح قوم نے تیس عورتیں سلطان کی خدمت میں پیش کیں جن کے بال ایک دوسری کے بالون کے ساتھ باندھے ہوئے تھے۔ ساتھ ان کے چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے جنکے ہاتھون میں لومڑیاں اور ہر ایک عورت کے منہ میں ایک ایک چاقو تھا اور چند مرد بھی تھے جنکے سرون پر قرآن شریف[ل]

[ل] ٹسے کا بیان ہے کہ ایک خوبصورت لڑکی کا گلا سلطان کے خیمہ کے قریب ۱۸۳۹ء میں کاٹا گیا تھا لیکن اسکی غلطی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ اس نے گھوڑون کی قربانی کے متعلق تحریر کیا ہے۔ مگر اس بارہ میں ہمارا ایک اور دوست بڑے وثوق سے کہتا ہے:-

"ٹسے بالکل درستی پر ہے اقوام بربری آج تک گاہے گاہے انسانی قربانی کرتے ہیں۔ چنانچہ چند سال کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کی پناہ میں آنے کے لئے اپنی لڑکی کی قربانی کی۔ کیونکہ وہ ایک یہودی کا مقروض جو اسکو گرفتار کرانا چاہتا تھا اور بھی ایسی کئی مثالیں ہیں ہمارا خاص ملازم یقین دلاکر کہتا ہے کہ تین عورتیں ایک ہی دفعہ تیس سال ہوئے ذبح کی گئی تھیں"

رکھے ہوئے تھے۔ اس قسم کے نذرانے جو حسب خواہش خود دیئے جاتے ہیں بعض اوقات بڑے مالیت کے ہوتے ہیں۔ بموجب قاعدہ ہر ایک ضیافت میں قاید کا بذات خود حاضر ہونا یا اپنا نائب معہ تحفہ تحایف بھیجنا ضروری ہوتا ہے۔

اگر کوئی گورنر کچھ عرصہ حاضری سے قاصر رہے تو اسکو طلب کیا جاتا ہے اور اگر وہ مطالبہ وزرا وغیرہ کو پورا پورا ادا کرے تو فبہا ورنہ اسکو قید خانہ میں بھیجا جاتا ہے اور اسکا مکان دفینہ کی جستجو میں منہدم کیا جاتا ہے۔ یا چا وغیرہ میں اسکو سنکھیا یا کوئی ایسی[۱] زہریلی شئے کھلائی پلائی جاتی جو آہستہ آہستہ اسکا کام تمام کرے۔ ہر ایک ضیافت کے موقعہ پر بعض کو اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ بس ان کی میعاد اس دن تک ہی تھی اس واسطے وہ اپنے وقت میں کوئی بات اٹھا نہیں رکھتے[۲]

دولتمند اشخاص کے قابو کرنے کے واسطے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کیا جاتا ہے۔ یا کوئی الزام خواہ مخواہ ان پر تھوپا جاتا ہے اکثر یوں بھی ہوتا ہے کہ روپیہ حاصل کرنیکے لالچ سے انکو طرح طرح کے شکنجہ عذاب میں دیا جاتا ہے اس خوف کے مارے ہر ایک شخص کچھ دے دلا کر دربار کے کسی اعلےٰ عہدہ دار کی پناہ حاصل کرتا ہے یا کسی غیر ملک کے سوداگر کے سایہ پناہ میں آ جاتا ہے۔ کیونکہ ان سوداگرون کے کارندار بذریعہ عہد و پیمان اس قسم کے ناواجب

۱ه یرکوارت کہتا ہے کہ محمد ہفتدہم کے عہد میں رباطیون نے قاید کو قتل کر کے اسکے چار حصے کئے اور گوشت قصابون کے حوالہ کیا کہ وہ شہر میں اسکو فروخت کریں۔ قیمت مقرر کی گئی تھی اور خریدار کہتے تھے کہ گران ہے ایسے حرامزادہ – سلطان نے انکی سرکوبی کے واسطے کوچ کیا مگر آپس میں صلح ہو گئی۔ بعد ازان جب کبھی وہ قاید ناپسند کرتے تھے تو سلطان کے حضور میں درخواست کرتے انکی درخواست منظور کیجاتی اور نیا گورنر مقرر کیا جاتا۔ ایسی درخواستیں شاذ و نادر ہی معرض قبول میں آتی ہیں اور اکثر اس قسم کے سایلون کو سخت انتقام دینا پڑتا ہے ۔

۲ه عمال بے حساب روپیہ ظلم و ستم کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں اور وزرا کی نظر بھی انکی طرف ہوتی ہے جو کچھ وہ رعایا سے جبر سے حاصل کرتے ہیں انکی مقررہ تنخواہ نو ہی کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتی جب سلطان مرحوم کو بیماری سے صحت ہوئی تو ایک سو چھتیس پونڈ وصول کئے گئے جن میں سے صرف تیس پونڈ شاہی خزانہ میں داخل ہوئے۔ ایسے چندے وصول کرنے میں رعایا کو انواع اقسام ایذائیں دی جاتی ہیں ۔

مطالبات سے محفوظ ہوتے ہیں۔

محصولات علاوہ مذکرہ بالا محصول کے اور کئی قسم کے محصول وصول کئے جاتے ہیں۔ یہودی لوگ مسلمانون کے ملک میں رہایش رکھنے کے عوض میں ایک قسم کا محصول ادا کرتے ہیں لیکن یہ لوگ جنگی خدمات سے مستثنیٰ ہیں واقعات مذکورہ بالا سے یہ امر صاف نا ممکن معلوم ہوتا ہے کہ مراکش کی مالی حالت کا اندازہ لگایا جائے کبھی ایک صوبہ دوسرے صوبہ اور دوسرے کا تیسرے میں منتقل ہوتا ہی رہتا ہے۔

مقامی افسران مقامی افسران جن کے سپرد انتظام ملک ہے کچھ تعداد میں زیادہ نہیں ہیں شہر میں ایک قاید ہوتا ہے اور اسکے ماتحت ایک اسکا نائب۔ جب کوئی شخص قاید مقرر کیا جاتا ہے تو اسکو ایک مراسلہ عطا ہوتا ہے جو قصبات کی مساجد میں اور مفصلات میں لوگون کے مجمع میں پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ قایدکی کچہری صبح چھ بجے سے دس بجے تک اور تین سے چھ بجے تک کھلی رہتی ہے اور جمعہ کے نصف روز یعنی ۹ بجے سے تین بجے تک تعطیل ہوتی ہے۔ محصلان محصول کو امنا کہتے ہیں۔ ہر قصبہ میں ایک محتسب ہوتا ہے جو خوراک وغیرہ کی اجناس کی قیمت مقرر کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اوزان و پیمانے جن کے ذریعے خرید و فروخت کا مال تولا اور نا پا جاتا ہے ٹھیک ہیں یا نہیں۔ مساجد ایک اہلکار کے اہتمام میں ہوتی ہیں۔ دیہات کا انتظام مشایخ کرتے ہیں۔ شہر کے ہر محلہ میں ایک مقدم ہوتا ہے۔ اگر کسی مقام میں سرقہ بالجبر یا کوئی نقصان وقوع میں آئے تو ہمسایہ لوگ جوابدہ خیال کئے جاتے ہیں رات کے بعد چوکیدار ہوتے ہیں جو وہان عسس کے نام سے مشہور ہیں گذشتہ ہفتہ کا ذکر ہے کہ ایک دوکاندار نے صبح اپنی دوکان حسب معمول کھولی وہ نہایت حیران و پریشان ہوا۔ کہ اسکا سارا مال و اسباب لوٹا ہوا ہے۔ کوئی چیز بھی باقی دوکان میں نہیں چھوڑی گئی البتہ ایک چھڑی دوکان میں رہگئی تھی مگر یہ چھڑی پہلے بھی کئی دفعہ دوکاندار نے دیکھی تھی اور اکثر لوگ پہچانتے تھے کہ یہ میر عسس کی چھڑی ہے۔ پاشا کو اس واقعہ کی اطلاع کیگئی اس نے فوراً سپاہی بھیجکر ملزم کو گرفتار کیا۔ آخر ملزم نے جرم سے اقبال کیا اور قید کیا گیا۔ اس قسم کی واردات اکثر وقوع میں آتی رہتی ہیں گویا پولیس قابل اصلاح ہے۔

مراکو میں چند ملازمین ایسے بھی ہیں جن کی نسبت باطمینان کہا جاتا ہے کہ وہ قابل اعتبار ہیں یا اس قسم کے لوگ ہیں جنکا تجربہ بوجہ اپنے کاروبار کے بہت وسیع ہے اور جنکو بوجہ میل جول کے اہل یورپ سے کم تعصب باقی رہ گیا ہے۔ اکثر مراکو میں ایسے اشخاص منتخب کئے جاتے ہیں جو نیک مشہور ہوں نور ہمہ بندرگاہ پر چند آدمی بغرض انتظام محصول مقرر ہیں مکناس وغیرہ قصبات کے لوگ زیادہ متعصب ہوتے ہیں۔ محکمہ محصول کا انتظام جیں کے انتظام کا تتبع معلوم ہوتا ہے اور اطمینان بخش ہے۔ اس محکمہ میں چند سال ہوئے ایک نہایت مہذب شخص طنجہ میں بطور کمشنر امور خارجیہ ام کرتا رہا اسکا نام حاجی محمد تھا اگرچہ اسکا اسقدر عہدہ جلیل تھا لیکن وہ ایک غریب تھا اور اسکا ایک بیٹا موچی کی دوکان کرتا تھا اور دوسرا بھی ایک معمولی دوکاندار تھا۔

حالت اخلاقی گورنران

باستثنا ئے ان چند عہدہ داروں کے جنکا ذکر اوپر کیا گیا باقی کی حالت ناگفتہ بہ ہے عہدے اکثر موروثی ہوتے ہیں اور موروثی عہدہ دار محکمہ جنگی سے منتخب کئے جاتے ہیں یہ عہدہ دار بندہ درم و پابند حرص و ہوا ہوتے ہیں نیز وہ اشخاص جو روپیہ مذہب کی آڑ میں کماتے ہیں سخت متعصب ہوتے ہیں ایسے ایسے عمال تمام ملک کے واسطے باعث بدنامی ہوتے ہیں عوام الناس اور ان عمال کی حالت میں فرق بین ہے۔ بہرکیف اس ملک کے لوگوں کے اخلاق کچھ ایسے گرے ہوئے ہیں کہ جب انکو موقع ملے تو اس سے ناجایز فایدہ اٹھانے میں کمی نہیں کرتے ۔

خیمہ گاہ گورنران

دارالعدالت

گورنر یا اسکا نایب اپنے مکان یا شہر کے دروازے کے قریب کچہری کرتے ہیں۔ اگر مقدمہ میں کامیابی مطلوب ہو تو حاکم کی خدمت میں خالی ہاتھ حاضر نہیں ہونا چاہئے۔ بالعموم تو قند۔ موم کی بتیاں اور چاء وغیرہ نذرانہ کی اشیا ہیں۔ لیکن ایک اہم معاملہ میں اپنے حق میں فیصلہ لینے کے واسطے عادل حاکم کو پوشیدہ نقدی کا نذرانہ پیش کرنا ضروری ہے۔

مراکو میں سمن جاری نہیں ہوتے ہیں مدعی گواہوں کے روبرو مدعا علیہ کو کہدیتا ہے کہ فلاں تاریخ فلاں عدالت میں حاضر ہو جاوے۔ یا اسے محکمہ پولیس سے درخواست کرنی پڑتی

ہے کہ فریق مخالف کو حاضر کیا جائے اور حاضری کا انتظام بلا تکلف کیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی ذی رتبہ شخص ہو تو ایسی کارروائی کرنے میں اندیشہ انتقام بھی ہوتا ہے بعض اوقات دولتمند شخص اپنے غریب دشمن سے انتقام لینے کی غرض سے حکام کے ساتھ سازش کرکے اسکو تکلیف پہنچاتا ہے لیکن بسا اوقات لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں اگر وہ غریب آدمی اس سے زیادہ رقم کا انتظام کرسکے۔ اگر فریقین کے بیان آپس میں متناقض ہوں تو قسم پر حصر کیا جاتا ہے قسم کا دستور عام مروج ہے بالعموم اہل مراکو کی قسموں پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہاں جو قسم قرآن مجید پر اٹھائی جاتی ہے وہ قابل اعتبار ہے۔

قاضی ایک دینی حاکم ہوتا ہے اور تمام دیوانی مقدمات کی وہ سماعت اور بموجب شریعت فیصلہ کرتا ہے اس ملک میں دیوانی اور فوجداری مقدمہ میں کوئی خاص امتیاز نہیں ہے۔ شاید اسقدر تحریر کرنا کافی ہوگا کہ جو مقدمات خلایق عامہ کے امن وغیرہ سے متعلق ہوں ان کی سماعت قاید کرتا ہے۔ مثلاً لڑائی۔ فساد۔ چوری۔ نقب۔ سرقہ بالجبر وغیرہ۔ ان مقدمات میں دو قسم کی سزا دیجاتی ہے یعنی قید۔ یا مار پیٹ۔ قیدی کو جولان وغیرہ کبھی پہنائے جاتے ہیں اور کبھی نہیں پہنائے جاتے۔ قید کسی خاص میعاد کے لئے نہیں ہوتی۔ نہ حاکم سزا دہندہ اپنے حکم میں کوئی میعاد مقرر کرتا ہے۔ قاید یا اسکے نائب یا خلیفہ کے جملہ احکام زبانی ہوتے ہیں جو تحریر میں نہیں لائے جاتے اور جونہی احکام صادر ہوتے ہیں فی الفور ان کی تعمیل کیجاتی ہے۔ ایسے جرایم میں جنکی سزا موت ہو مثلاً قتل عمد۔ سرقہ بالجبر۔ لڑائی وغیرہ گواہان کے اظہارات قلمبند کرکے اور ان سے دستخط کرا کر سلطان کے حضور میں ابلاغ کیے جاتے ہیں۔ سلطان بعد ملاحظہ کاغذات واپس قاضی کے پاس بغرض تصفیہ بھیجدیتا ہے اور قاضی بعد از ان تعمیل احکام کے واسطے پاشا کے پاس روانہ کرتا ہے۔ خواہ ملزم کے سر یا کوئی دیگر عضو مثلاً ہاتھ کان وغیرہ کاٹنے کا حکم ہی کیوں نہ ہو۔

کارروائی ضابطہ

قاضی کی عدالت میں وکلا وغیرہ بھی مقدمات کی پیروی کے واسطے مقرر کئے جاتے ہیں دستاویزات معمول افسران جو اس غرض کے واسطے مقرر ہوتے ہیں اور جنکے دستخط پہچانے ہوئے ہیں تحریر کرتے ہیں مگر جب دستاویزات کسی دوسرے مقام میں استعمال ہوتی ہوں تو ضرور ہے کہ مقامی قاضی ان کی تصدیق کرے۔

ان عدالتوں[1] میں عدل وانصاف کی کافی امید ہوسکتی ہے بلحاظ مالیت مقدمہ قاضی ایک رقم وصول کرتا ہے اور علاوہ برین دستاویزات پر دستخط کرنے کی واسطے فیس ملتی ہے۔ قاضی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ہر نکاح کی تصدیق کرے۔ قاضی کے جملہ فیصلجات ہمیشہ تحریری ہوتے ہیں۔ اس کے نائب افسر جنکو وہان آعوان کہتے ہیں اس امر کے مجاز ہیں کہ جس کسی کو ان کا افسر مجرم قرار دے اسکو گرفتار کرکے قیدخانہ میں لے جائیں ان افسران کی کوئی خاص پوشش مخزنیہ (پولیس) کی طرح نہیں ہوتی۔ بالعموم اگر قاضی کسی شخص کو قیدخانہ میں روانہ کرے تو اسکی یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ تین روز قیدخانہ میں رہیگا۔ اور اگر اس سے زیادہ عرصہ تک قید رکھنا مقصود ہو تو بعد میں ایک حکم نافذ کیا جاتا ہے جس میں میعاد قید مقرر کیجاتی ہے۔ مگر قیدی کو جولان پہنانا قاضی کے اختیار میں نہیں ہے۔ عام طور پر کوئی معتبر اہلکار یا کوئی رعایا میں سے بارسوخ آدمی جس غریب شخص کو چاہے قیدخانہ میں مقید کرسکتا ہے گویا ایسے بے بس آدمی کی قید کے واسطے کسی دیگر مجاز حاکم کا حکم ضروری نہیں ہے۔

عدالت قاضی

تین روز کے بعد قیدی کو اختیار ہے کہ ایک وکیل بغرض دادخواہی بعدالت قاضی بھیجے اگر قاضی اس کے مقدمہ میں انصاف نہ کرے تو سلطان کے پاس وہ مرافعہ کرسکتا ہے قیدی کو اختیار ہے کہ کسی شخص کو عدالت میں مقرر کرکے بھیجدے۔ عدالت پہلے اور دوسرے وکیل کو اس وجہ پر نامنظور کرسکتی ہے کہ وہ مجاز نہیں ہے مگر تیسرا وکیل منظور کرنا پڑتا ہے۔ عدالت اسوقت تک اس بارہ میں اعتراض کرسکتی ہے جب تک مقدمہ میں کاروائی شروع نہ ہو جائے۔ الا جب ایک دفعہ کارروائی شروع ہو جائے تو وہ وکیل کو تبدیل نہیں کرسکتی۔ قاضی کی عدالت صبح نو بجے سو گیارہ تک اور بعد ازان تین سے چھ بجے تک کھلی رہتی ہے۔ جب تک کوئی کافی وجہ نہ ہو قاضی کو مقدمات بذات خود فیصلہ کرنے ہوتے ہیں ہان جب وہ بیمار ہو یا موجود نہ ہو تو اسکا خلیفہ مقدمات کی سماعت کرتا ہے۔ اگرچہ برائے نام یہ دستور ہے کہ ہر ایک شخص سلطان کے حضور میں جملہ حکام ماتحت کے

[1] منقول ہے کہ ۱۸۸۶ء قاضی مراکش کی نسبت غلط فیصلہ صادر کرنے کا الزام دیا گیا چنانچہ سلطان نے ایک فاضل شریف اور چند وکلا اسکی عدالت میں بھیجدئے جنکے مشورہ سے کہ قاضی فیصلہ صادر کرتا تھا۔ ایک فیصلہ میں شریف نے قاضی کی غلطی ظاہر کی جس پر سلطان نے شریف کے ساتھ اتفاق کیا اور قاضی کو موقوف کر دیا۔

فیصلجات کے برخلاف مرافعہ کرسکتا ہے۔ مگر درحقیقت اس سے کوئی فایدہ مترتب نہیں ہوتا اول تو ایک غریب آدمی کے واسطے سلطان کے پاس پہونچنا ہی سخت مشکل ہے اور اگر وہ جمعہ کے روز جب سلطان مسجد میں بغرض نماز جاتا ہے پیش ہو بھی جائے تو گو سلطان ٹھہر جاتا ہے اور اپنی زبان مبارک سے اس معاملہ میں انصاف کی امید دلاتا ہے لیکن عاقبت الامر کوئی بہتر نتیجہ نہیں نکلتا اور سایل کی ساری کوشش رایگان جاتی ہے۔

تجویز مقدمات قاضیوں کی عدالتوں میں عجیب قسم کا نظارہ دکھائی دیتا ہے ایک شخص تکیہ لگائے ہوئے بڑے طمطراق سے بیٹھا ہوا ہے اور اسکے گرد جوشیلے مقدمہ باز جمع ہیں۔ غوغا پڑا ہوا ہے۔ کوئی ایک دوسرے کی سنتا نہیں ہر ایک جو دل میں آتا ہے کہے جاتا ہے۔ قسمیں اٹھائی جا رہی ہیں۔ گالی گلوچ ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ جب حاکم بول رہا ہو تو اسوقت بھی لوگ خاموشی اختیار نہیں کرتے۔ کوئی ضابطہ یا قاعدہ مقررہ نہیں ہے۔ اکثر مجرمان کو شلاق کیا جاتا ہے یا برہنہ پشت پر تازیانہ لگائے جاتے ہیں یا پاؤں کے تلوؤں پر۔ بعض اوقات عورتوں کو بھی سزائے تازیانہ دیجاتی ہے۔ شلاق یا تازیانہ کی سزا مدفون خزانہ کا پتہ لینے کے واسطے یا بغرض حصول روپیہ دی جاتی ہے۔

قیدخانہ میں جس کی حالت ناگفتہ بہ ہے کسی کے ٹخنہ میں کسی کی کلائی میں کسی کی گردن میں ایک بھاری طوق پڑا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن جب یہ قیدی سفر میں ہوں تو ایک بڑی بھاری لمبی زنجیر سب کی گردنوں میں ڈالی جاتی ہے اور جب کوئی قیدی رستہ میں سخت بیمار ہو جائے یا مر جائے تو اسکا سر کاٹ دیا جاتا ہے اور باقی حصہ وجود اسی زنجیر میں لگا رہتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچکر یہ دکھانا ہوتا ہے کہ یہ قیدی بھاگا نہیں ہے قیدیوں یا باغیوں کے سر جس طرح کاٹے جاتے ہیں[1] ان کو یہودی اٹھاتے ہیں اور اگر جہاں سروں کو لیجانا ہے وہ مقام زیادہ فاصلہ پر ہو تو بحفاظت رکھے جاتے ہیں جیسا کہ ابتدائی زمانہ میں انگلستان میں کیا جاتا تھا۔ قصبات میں عورتوں کے واسطے علیحدہ قیدخانہ ہے۔

---

[1] یہودی موچیوں کا یہ بھی کام ہوتا ہے کہ ایسے سروں کو شہروں کے دروازوں پر لٹکا دیں ۔

اور کئی قسم کی دردناک سزائیں دیجاتی ہیں۔ مثلاً فاقہ دینا۔ ہاتھ یا کان کاٹ دینا آنکھ نکال دینا۔ مجرم کو گدھے پر سوار کرکے شلق کرتے ہوئے قصبے کے گرداگرد پھرانا ایسے سوار کا منھ گدھے کی دم کیطرف کیا جاتا ہے یا ہاتھوں میں نمک بھر دیا جاتا ہے اور ہاتھ بند کرکے چرم خام سے باندھ دیا جاتا ہے اور اسی حالت میں رہنے دیا جاتا ہے جبتک ناخن بڑھکر تلی میں نہ گھس جائیں۔ اور بھی کئی قسم کے عذاب پہلے دیئے جاتے تھے۔ لیکن اب متروک ہیں۔ مگر اثنائے مہم میں بڑی بڑی سختیاں سرزد ہوتی ہیں اور کئی جانیں یونہی تلف کیجاتی ہیں۔ لیکن پھر بھی اب سزائے قتل سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ بلکہ مولائے الحسن موت کے فتوے پر دستخط کرنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ مگر تاہنوز سن بالسن والجروح قصاص کے مسئلہ پر عمل کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی زانی یا زانیہ پکڑی جائے تو فریقین کے واسطے سزائے قتل ہوتی ہے۔ مگر خون بہا بھی کبھی کبھی منظور کیا جاتا ہے۔ قصاص کا دستور مسلمہ طور پر مروج ہے کیونکہ مراکو میں جان کی پروا کم کیجاتی ہے۔

(۱۲) باب دوازدہم

اہل یورپ کا مراکش میں ملازمت کرنا

دیگر ممالک مشرقی کیطرح مراکو ایسے لوگوں کا مرجع مصدر رہا ہے جو طالب نام و شہرت اور جانبازی کو کھیل خیال کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے حالات جو ان کو مراکو میں پیش آئے کافی دلچسپ ہیں کہ کوئی شاعر یا فسانہ نویس ان پر دماغ سوزی اور قلم فرسائی کرے۔ تاہم اس موقعہ پہ ہم ایک سرسری طور پر ذکر کریں گے۔

ل ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عدالت مراکو سے حکم نافذ ہوا کہ تیرہ مجرموں کو دو دو ہزار کوڑے لگاؤ۔ جب بارہ سو تک نوبت پہونچی تو بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ پھر ایک ڈاکٹر نے ان کے ہاتھوں میں زخم کرکے نمک وغیرہ بھر دیا۔ اور اوپر بھیڑ کے کچے چمڑے سے دوخت کردیا۔ جب یہ چمڑا خشک ہوجاتا ہے تو سکڑ جاتا ہے اور بعد ازاں جب ہاتھ کھولا جاتا ہے تو بالکل گولا ایک گیند کی صورت کا بن جاتا ہے۔ یہ سزا باغیوں یا فراریوں کو دی جاتی ہے۔

زمانہ سلف میں ممالک مشرقی و مغربی میں کچھ ایسا امتیاز نہ تھا اور یورپ کے سپاہی مراکو کے جھنڈے کے نیچے خدمات کرتے رہے ہیں - پوپ (انوسنٹ اعظم) چہارم نے ۱۲۴۶ء میں امیر مراکو کو عیسائی سپاہیوں کی سفارش کی تھی اور بعد ازان ۱۲۵۳ء میں پوپ مذکور نے عمر اول المرتضےٰ کو ایک سفارشی خط تحریر کیا تھا جس میں ایک قسم کی تہدید بھی تھی - گو کچھ نتیجہ مترتب نہ ہوا - عیسائی پوپ کی مرضی سے مسلمانان مراکو کی ملازمت کرتے رہے۔

نکالس چہارم نے ۱۲۹۰ء میں ان سپاہیوں کو جو مراکو کی خدمت میں تھے تحریر کیا تھا کہ مسلمانوں کے درمیان عیسائیوں کی مانند زندگی بسر کرنا۔

اس امر کی تصدیق تحریری شہادت سے بھی ہوتی ہے کہ اس وقت کے عیسائی بادشاہوں کو اس بارہ میں کوئی بھی اعتراض نہیں تھا کہ ان کی رعایا اہل مراکو یا دیگر شاہان غیر مذہب کی ملازمت کریں - چنانچہ جان اول نے مشرقی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے فاس میں اپنی فوج روانہ کی تھی۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ غیر ممالک کے سپاہی بھرتی کرنے کی یہ وجہ ہوئی کہ اصلی باشندگان دشمن کے مقابلہ میں تاب مقاومت نہیں لاسکتے تھے - جولد لوجہ کے قول کے مطابق مراکو کی فوج میں مختلف مذاہب اقوام بھرتی تھیں - مثلاً عرب - ترک - اہل ہسپانیہ و یونانی وغیرہ مشری لکھتا ہے کہ مراکو کی فوج کا بہت سا حصہ عیسائی اقوام میں سے بھرتی کیا جاتا تھا۔

جب ۱۲۱۹ء میں اول ہی اول عیسائی پادری اس ملک میں وارد ہوئے تو اس وقت ایک عیسائی شخص سمی بیدرو فوج مراکو کا جنرل تھا - ۱۲۳۲ء میں حبیبہ نے جو ادریس سوئم المامون کی ملکہ تھی عیسائی فوج کی حمایت سے اپنے بیٹے رشید کو مراکش کے تخت پر بٹھایا تھا - فرنینڈو سوئم نے کاسٹیلہ کی عیسائی سپاہی اس شرط پر المامون کو دیئے تھے کہ دس قلاع جو کاسٹیلہ کی سرحد پر واقع ہیں وہ اسکے حوالہ کردیئے جائیں - مراکش میں ایک گرجا تعمیر کیا جائے جس میں وہ عیسائی آزادی کے ساتھ عبادت کرسکیں اور بوقت عبادت گھنٹہ بجانے کی انکو اجازت دی جائے - نیز ان لوگوں کو مسلمان ہونے کی اجازت نہ دی جائے - علےٰ ہذالقیاس مسلمان بادشاہ عیسائی بادشاہوں کے ساتھ رابطہ اتحاد رکھتے تھے اور عیسائی شاہان سے کئی ایک بار کمک جنگ میں لی گئی ہے۔

بعد ازان امتداد زمانہ سے جب اہل ہسپانیہ نے مسلمانوں کی اطاعت کا جوا گردن

سے اُٹھا پھینکا تو رابطہ اتحاد جو دو مخالف مذہب کے لوگوں میں تھا وہ قطع ہوگیا اور رفتہ رفتہ سخت نفرت اسکی جاگیر ہوگئی۔ پیرون کا بیان ہے کہ ۱۶۳۶ء میں دو ہزار عیسائی جو مسلمان ہوگئے تھے مراکو میں ملازمت کرتے تھے اور ایک وقت تھا کہ مراکو کے جھنڈے کے نیچے دو ہزار جنگی سپاہی اور پانچ ہزار سوار خدمتگزار تھے اور یہ تمام لوگ ایسے تھے جنہوں نے عیسائی مذہب ترک کرکے دین اسلام اختیار کر لیا تھا۔

۱۶۰۶ء میں کپتان جون سمتھ بطور والنیٹر مراکو میں موجود تھا مگر وہ بعد میں ان کی مکاری و دغابازی دیکھکر متنفر ہوکر انگلستان چلا گیا۔

۱۶۳۷ء میں چارلس اول نے شاہ مراکو کو کمک دی تھی۔ گفرد مراکو میں ملازم ہوا جسکو بارہ روپیہ تنخواہ یومیہ کے علاوہ رسد بھی ملتی تھی اور اسکو ایک تلوار اور ایک چوغہ جو امیر مراکو کو ملکہ الیزابیتھ نے بطور تحفہ دیا تھا عنایت ہوا تھا اور بھی اکثر افسر مراکو میں معقول تنخواہ پر ملازمت کرتے رہے اور ہر قسم کے کاریگر سلطان مراکو نے یورپ سے بلا کر اپنے ملک میں رکھے اور بڑی دریا دلی سے انکو مواجب عطا کئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہالی یورپ کے واسطے زمانہ سلف میں مراکو بھی ایک کان زر کا حکم رکھتا تھا۔

سعدی محمد ہفتم کے عہد میں بھی بڑے بڑے کاریگر ممالک یورپ سے طلب کئے گئے تھے اور کئی ہزار عیسائی مسلمان ہوگئے تھے اور فرانسیسی قاید کے مشورہ سے عدالت مراکو میں کچھ ترمیم و تنسیخ کی گئی تھی۔ عہد سلطان ممدوح میں ایک شخص عمر نام جو دراصل سکا ٹ (باشندہ سکاٹلینڈ) تھا۔ مراکو کی فوج میں ایک جہاز کا افسر تھا۔

تواریخ مراکو میں ڈیوک آف رپردا ایک مشہور شخص گذرا ہے۔ ڈیوک مذکور ہالینڈ کا متوطن ایک شریف خاندان سے تھا اور ہسپانیہ میں دلن بزون کیطرف سے سفیر تھا لیکن اس نے ہسپانیہ میں ہی سکونت اختیار کرلی اور وہاں کے ہی رؤسا میں شمار ہونے لگا۔ آخرالامر بعلت دغابازی قید کیا گیا۔ لیکن جیلخانہ سے فرار ہوکر انگلستان چلا گیا اور وہاں سے مراکو میں جا پہنچا۔ وہاں ملازمت اختیار کرلی اور رفتہ رفتہ عبداللہ ششم کا وزیر اور سپہ سالار رہا۔ اس نے کئی مذہب تبدیل کئے

آخر میں مسلمان ہوگیا تھا بعد میں پھر عیسائی ہوگیا۔ ایسا فطرتی اور مکار شخص دنیا میں کم ہی نظر آیا ہوگا۔

ایک ولندیز وزیر اعظم

یہ ولندیز شخص ایک عجیب قسم کا آدمی تھا۔ مراکو کی دولت اور جاہ و جلال کا حال سنکر اس طرف روانہ ہوا اسمراکو کا رخ کرنے میں اس کی دو غرض تھیں ایک تو یہ کہ وہاں سے بڑی دولت ہاتھ آئے گی اور دوسری یہ کہ وہ اہل ہسپانیہ سے خوب انتقام لے سکیگا۔ اگرچہ دولت کی اسے ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ صاحب جائداد تھا اور روپیہ وہ ہر جگہ کما سکتا تھا خاصکر یہودی لوگون سے وہ زر کثیر حاصل کر سکتا تھا۔ شہر عبد القادر۔ فریز کی سفارش سے دربار مراکو میں ریپرڈا کی رسائی ہوئی اور عاقبت الامرا سکا رسوخ بڑی ترقی کر گیا۔ اس میں یہ ایک خداداد طاقت تھی کہ لوگون کو فوراً دوست بنا لیتا تھا۔ چنانچہ بیس آدمی اسکے ایسے صادق دوست بن گئے تھے کہ اسکے لئے جان دینے کو تیار تھے۔ یہ بیس آدمی۔ انگریز۔ ولندیز اور فرانسیسی تھے اس مکار ولندیز نے آخر کار سلطان کو تخت سے اوتار دیا۔

اگرچہ ریپرڈا بعارضہ وجع المفاصل سخت لاچار تھا مگر اس نے کیوٹہ و عمران پر فوجکشی کی جو شخص تعمیل احکام میں تساہل کرتا وہ اسے موت کی سزا دیتا۔ اور اگر کوئی لشکری اہل وطن سے بد سلوکی کرتا تو پھانسی چڑھا دیا جاتا۔ ریپرڈا تمام مقامات کا دورہ کرتا تھا۔ اسکو اٹھا کر گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھا دیتے تھے اور ادھر ادھر لئے پھرتے تھے۔ نیز اس نے یہودیوں کے ساتھ ملکر بیوپار میں بہت سا روپیہ کمایا لیکن اپنا تمام روپیہ یا انگلستان بھیجدیتا تھا یا ہالینڈ میں۔ اپنے پاس نہیں رکھتا تھا۔

آخر کار رعایا نے تنگ آکر ہر دو سلطان عبد اللہ اور وزیر سے حکومت چھین لی۔ بعد میں وزیر نے کچھ مقابلہ سلطان کی فوج سے کیا مگر صلح کرنی پڑی۔ ریپرڈا ابن الوقت تو تھا ہی جب تمام حیل سے ہاتھ دھو بیٹھا تو پھر ایک نیا مذہب جس میں یہودی مسلمان۔ عیسائی شامل کرنے چاہتا تھا قائم کیا۔ الغرض ۱۷۳۷ء میں سخت بیمار ہوگیا مرض الموت میں اس نے کماس سے ایک پادری بلوایا اور اسکے ہاتھ پر توبہ کی۔ گویا مرتے

وقت وہ عیسائی تھا۔

اس اخیری صدی میں بھی اگرچہ اہل یورپ مراکو میں ملازمت کرتے رہے ہیں۔ مگر ایسے لوگوں کی تعداد جنہوں نے عیسائی مذہب ترک کرکے دین اسلام اختیار کیا ہو کم ہوتی گئی ہے اور اب تو بہت ہی کم تعداد ایسے اشخاص کی ہے بیشتر مراکو میں اہل یورپ بڑی بڑے جلیل القدر عہدوں پر ممتاز رہے ہیں۔ تھوڑے عرصہ کا ذکر ہے کہ قواعد آموز سکاٹلینڈ کے رہنے والا تھا اور ایک جبل الطارق کا باشندہ انجینیر تھا اور عہدہ اسکا قاید تھا۔ اور دیر تک ایک جرمن یہاں انجینیر رہا ہے۔ علاوہ ازین جہازوں پر بھی غیر ممالک کے باشندے ملاحی کا کام کرتے رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ مراکو کی وہ اقبالمندی دن گذر گئے ہیں۔ اب اگر کوئی امر قابل ذکر ہوسکتا ہے تو یہ ہے کہ ملازمین کی تنخواہیں بقایا میں پڑی ہیں اور خفیف قسم کی مداخلت ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں۔

باب (۱۳) سیزدہم

قورسانان[1] آصلیہ

وہ کون شخص ہے جس کے کان قورسانان اصلیہ کے نام سے آشنا نہیں تاہم ایسے اشخاص کم ہیں جو اس امر سے واقف ہوں کہ ان کی اصلیت کیا تھی۔ گو اس گروہ کے متعلق عجیب عجیب قصے بیان کئے جاتے ہیں اور ان کے نام فخر سے لئے جاتے ہیں۔ مگر دراصل ایک گروہ قزاقان تھا۔

تین صدی گذشتہ تک اور انتہائی آخری صدی میں یہی قورسانان کا گروہ سوداگروں کے واسطے نہایت خوفناک رہا ہے۔ سترھوین اٹھارھوین صدی میں یورپ کے ہر مقام و شہر سے یہ آمدہ لوگوں کو قید کرکے لیجاتا تھا اور بربر میں لے جاکر طوق غلامی انکو پہنا دیتے تھے جو لوگ اس گروہ کے پنجہ سے بچکر واپس آتے تھے وہ گرفتار شدگان کی داستان عجیب دردانگیز طور پر بیان کرتے تھے۔

---

[1] انگریزی لفظ کاسیر بمعنی بحری قزاقی عربی لفظ قورسان اسی سے مشتق ہے جسکے معنی تاخت کنندہ جہاز کے ہیں مراکو میں ایسے جہاز کو غازی ہی کہتے ہیں۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ چونکہ مسلمان ہسپانیہ سے اخراج کئے گئے تھے۔ اس واسطے انہوں نے انتقام کی غرض سے قزاقی اختیار کی۔ لیکن یہ خیال پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتا کیونکہ انہوں نے ہسپانیہ سے مخرج ہونے سے پیشتر سمندر کو خوب گالا ٹھا تھے۔ طرفہ بات اس مقام پر ذکر کرنے کے قابل یہ ہے کہ اس زمانہ میں قزاقی اور بحری جنگ میں نہ ہی مسلمانوں میں اور نہ ہی اہل یورپ کے نزدیک کوئی ایسا امتیاز تھا۔ اس وقت قزاقی (بحری قزاقی) ایک ہنر خیال کیا جاتا تھا۔ بحیرۂ قلزم کے ہر بندر میں بحری قزاقوں کے جہاز موجود رہتے تھے۔ اور یہ لوگ اپنی اغراض کی بندی تھے۔ اگر ان کو فایدہ نظر آتا تو اپنے طور پر قزاقی کرتے تھے یا کسی سلطنت کی طرف سے۔ تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کبھی تو ان کی بہادری کی تعریف ہو رہی ہے اور کبھی وہ بندرگاہ میں بعلت قزاقی پھانسیوں پر چڑھائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ خیر جو کچھ بھی مسلمانوں کے برخلاف بحری قزاقی کے متعلق کہا جا سکتا ہے وہی اسوقت کی ہر طاقت یورپ کے برخلاف بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس امر میں شائبہ شبہ بھی نہیں ہے کہ مسلمانوں نے یہ بحری قزاقی فی الحقیقت اہل یورپ سے سیکھی گو بعد میں اس پیشہ کو مقدم الذکر نے اس کمال تک پہونچایا کہ آخر الذکر سے نہ صرف ہتھیار ہی بلکہ جہازوں پر جہاز چھین لئے۔

بعض قیدی اس قسم کے جہازوں میں افسر مقرر کئے جاتے تھے اگرچہ ایسا تقرر قیدیوں کے خلاف مرضی ہوتا تھا چنانچہ جوہن ڈینسن کے ساتھ یہی ہوا۔ جو ۱۸۳۰ء میں انگریزی بیڑے میں جو اصلیہ پر حملہ کی غرض سے روانہ ہوا تھا شامل تھا۔

بقول کپتان جوہن سمتھ بحری قزاقی مسلمانوں نے انگریزی قزاقوں سے سیکھی ہے وہ کہتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے جہاز بہت سا مال غنیمت روز بروز لاتے تھے۔ اور چونکہ انگلستان کے تمام باشندے ان سے نفرت کرنے لگے تو جیمس اول کے عہد میں یہ قزاق لوگ بربری میں جا بسے اور وہاں کے بڑے بڑے بندروں میں پیشہ قزاقی کو چلاتے رہے۔

سولھویں صدی میں جب مسلمان علم جہاز رانی بہت کم جانتے تھے تو دو شخصوں نے یہاں یہ کام شروع کیا ان میں سے ایک کا نام وارڈ تھا جو باشندہ انگلستان تھا۔

دوسرے کا نام ڈرس کر تھا جو در اصل ولندیز تھا یہ دو شخص اور ایک دو اور شخص فن جہاز رانی کی تعلیم پر مقرر ہوے حتی کہ مسلمان ایسے زبردست اور طاقتور ہو گئے کہ سب کو انہوں نے اس میں نیچا دکھا دیا اور انہوں نے دور دور تک یعنی انگلستان کے انگلش چینل تک پیچھا کیے حملے کئے

مصنف کے قول پر اعتراض کرنے کی کوئی وجہ تو نہیں ہے مگر کم از کم اتنا ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو علم تاریخ سے مس نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کو فن جہاز رانی سیکھنے کا موقع اس سے پہلے حاصل ہو چکا تھا اور بحیرہ قلزم کے ملاحوں سے وہ اس فن میں کافی دسترس حاصل کر چکے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت میں مسلمانان افریقہ اہل یورپ سے بہت خوف زدہ تھا۔ کیونکہ عہد نامہ بیسیا میں جو ۱۸۱۱ء میں ہوا۔ ایک یہ شرط قرار پائی تھی کہ اگر کوئی بیسیا کا باشندہ مسلمانوں کے جہاز پر حملہ کریگا تو ایسے مجرم کو اہل بیسیا ہی سزا دینگے اسی قسم کے صلحنامے اہل جنوا و اہل مجارستان سے ہوئے تھے۔ اس امر میں شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ مسلمانان افریقہ نے بحری قزاقی کی بدولت بہت کچھ کر دکھایا ہے لیکن سترھوین صدی میں جب ان کی حکومت ہسپانیہ میں بڑی عروج پر تھی۔ دیگر ممالک کے واسطے وہ نہایت خوفناک ہو گئے تھے۔ اور جہازی دنیا ان سے سخت ترسان و ہراسان نظر آتی تھی۔ اصل میں ابنائے جبل الطارق سے گذرنے کے لئے کثیر التعداد جہازوں کی ضرورت تھی اور بعد میں جب ایسے جہازوں کی ضرورت نہ رہی تو پھر یہ اس کام آتے تھے کہ جو جہاز آبنائے میں ہوا موافق نہ چلنے کی وجہ سے رہ جاتے تھے تو ان کی رہنمائی کریں کیونکہ یہ لوگ رستہ سے اچھی طرح واقف تھے۔ آخر کار یوں ہونے لگا کہ ایسے فارغ جہاز دور دور تک نکل جاتے تھے اور دوسری اقوام کے سوداگروں کے جہاز گرفتار کر لاتے تھے۔

علاوہ ازین اس امر کا تحریری ثبوت موجود ہے کہ اس وقت کے مسلمانان افریقہ اپنے ہم مذہب بھائیوں یعنی مسلمانان ہسپانیہ کو بھی لوٹ لیتے تھے مگر اس قزاقی سے اگر کسی کو زیادہ نقصان پہونچا تو وہ اہل یورپ ہی تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ ایک تو بالعموم اہل یورپ صلح جو تھے اور دوسرے یہ کہ تجارت ان ہی لوگوں کی زیادہ تر تھی ان دنون

بڑے بڑے جہاز ہوتے تھے جنکو انگریزی میں گیلے کہتے ہیں۔ سولہوین صدی میں ترکون کے ترجیہاً جاگیرین ہونے کی وجہ سے یہ بحری قزاقی کچھ موقوف ہوگئی تھی مگر ترکون کو صرف اتنی ہی فرصت دی گئی کہ وہ صرف مراکو کی دیوارون ہی کو ہاتھ لگا سکے ۱۶۱۵ء میں اہل جنوا نے اہل فرانس کے پاس اس بحری قزاقی کی فریاد کی تھی مگر اس قزاقی کا زور بعد میں سترھوین صدی میں ہوا۔ اس کا باعث یہ بھی تو تھا ہی کہ ہمسایہ قومون کی رقابت محرک تھی اور بحر اٹلانٹک کے تمام بندر مسلمانون کے قبضہ میں آگئے تھے مگر مزید بران یہ ہوا کہ ہسپانیہ کے بادشاہ فلپ سوم نے نو لاکھ مسلمانون[1] کو ۱۶۱۰ء میں ملک سے بدر کردیا تھا منجملہ انکے جو لوگ افریقیہ میں فرار ہوکر پہنچے وہی وہان کے مالک بن بیٹھے اور اہل ہسپانیہ کے جہازون کی بالخصوص لوٹ مار کرنے لگے۔

مسلمانون کی بحری طاقت کے متعلق اکثر مورخون نے وقتاً فوقتاً تحریر کیا ہے مگر ان کی اصلی طاقت کا درست تخمینہ معلوم نہیں ہوسکتا مصنف روضۃ القرطاس ۱۳۲۶ء میں لکھتا ہے کہ عبدالمومن کے چار سو جہاز مختلف بندرگاہون میں تیار پڑے ہوے تھے۔

یہ جہاز کئی قسم کے ہوتے تھے جن کو چپون سے چلاتے ہیں اسکا طول بیس گز سے ساٹھ گز تک ہوتا ہے اور عرض تین سے سات گز تک۔ بربرو وغیرہ میں چھوٹے چھوٹے جہاز تھے جن کا ایک مستول تھا۔

پمرنسہ (جہاز کی ایک قسم)

اس قسم کے جہاز میں وہ قلعہ نما راس (جہاز) نہیں ہوتا اور برج بھی شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں اس قسم کے ہر ایک جہاز پر دو عیسائی غلام ہوتے تھے جو اسکو چلاتے تھے۔ اور عام سوداگرون کے جہازون کے واسطے سخت خوفناک ہوتا تھا کیونکہ سوداگری کے جہاز کی ساری کائنات یہ ہوتی تھی کہ چند ملاح جو اسکو چلانے کے لیے کافی ہون اور باقی ساز و سامان لدا ہوا ہوتا تھا نیز سوداگرون کے جہاز ہمیشہ محتاج باد شرط

[1] ہنری سوم شاہ فرانس نے نو لاکھ مسلمانون کو عیسائی ہونے کی شرط پر اپنے ملک میں سکونت کی اجازت دی تھی جنہون نے اس شرط کو نامنظور کیا وہ افریقیہ قسطنطنیہ وغیرہ میں جا بسے۔

ہوتے تھے اور چند جہاز قسم گیلی آجکل کے جہازوں کی مانند ایسی ہوا کی ضرورت نہ رکھتے ہو
علاوہ ازیں جہاز گیلی کے جنگی سپاہی نیزوں اور تیروں سے اچھی طرح مسلح ہوتے تھے
قبل ازیں سبتی اور لیوانٹ کے مسلمانوں کے قبضہ میں بھاری بھاری بیڑے تھے
اور ان کا ڈنکا بحری دنیا میں خوب بجتا رہا بعد ازاں ۱۴۹۳ء تک کوئی پتہ نہیں ملتا
جبکہ گورنر سبتہ نے جدرنگا فتح کیا اور مسلمانوں کے پچیس جہاز جلا دیئے۔ آنڈلی نے
دریائے آصیلہ میں سترہ جہاز دیکھے تھے اور بیس بعد میں داخل ہوئے بیان کئے گئے تھے
اس زمانہ میں یہ بیڑا نہایت زبردست اور خوفناک تھا۔ اگر بلحاظ موجودہ زمانہ کی بحری
طاقت کے اسکی زیادہ توقعت نہیں ہوسکتی۔ بقول سنتنادلون ۱۶۲۲ء میں کوئی
بارہ جہاز ناقص قسم کے تھے۔ انگریزی جہاز اسپیکر کے کپتان کے بیان کے بموجب ایک
صدی بعد ۱۷۲۰ء تک گیلی قسم کے جہاز بنتے رہے ہیں۔ ڈان کہتا ہے کہ اہل مراکو گیلی قسم
کے جہاز کم استعمال کرتے تھے وہ زیادہ دیگر قسم کے جہاز چلاتے تھے جو تعداد میں تقریباً
تیس تھے۔

محمد ہفتدہم کے تیس جہاز قورسان تھے جن میں گیارہ فرقتے تھے۔ ہر فرقتہ میں تین سو تیس
آدمی اور بیتالیس توپ ہوتی تھیں۔ الناصری کہتا ہے کہ بادشاہ کے تیس فرقتے اور دو
مستول والے اور ساٹھ چھوٹے چھوٹے جہاز تھے لیکن یہ بیان مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔
۱۸۳۰ء میں جینیر لکھتا ہے کہ مراکو کی بحری طاقت چھ یا آٹھ فرقتے تھی اس قسم کے
جہاز وقتاً فوقتاً شخاص کی تحویل میں روانہ کئے جاتے تھے جن کے واپس آنے کی امید
ہوسکتی تھی۔

اسی زمانہ کے قریب لیمپریری تحریر کرتا ہے کہ مراکو کی بحری طاقت میں پندرہ چھوٹے
فرقتے چند بکی اور بیس سے لیکر تیس تک بڑے بڑے گیلے جہاز تھے اس میں تقریباً
چھ سو آدمی ہوتے تھے اور یہ سب ایک خاص بحری افسر کے ماتحت ہوتے تھے اسکے تین
سال بعد کی رپورٹ ہے کہ دس فرقتے تھے۔ چار چھوٹے بجرے۔ اور چونتیس دیگر
قسم کے جہاز تھے لیکن ملاحوں کی تعداد میں کچھ تفاوت بیان نہیں کیا گیا۔
انیسویں صدی کے اوائل یعنی ۱۸۰۸ء میں بقول تقا چار فرقتے۔ ایک بجرہ اور ایک
اور جہاز تھا اس سے بیانات بھی متفاوت چلے آتے ہیں لیکن جوں جوں جہاز تعداد میں

ختم ہوتے گئے جرم میں بڑھتے گئے گویا جنکی تعداد میں واقع ہو گئی اسکو بہادری کا جوہر
سمجھا کر پیدا کیا گیا۔

بالعموم اب تک مراکو کی بحری طاقت روز بروز کم ہوتی چلی گئی حتی کہ ۱۸۳۰ء میں وہ بیڑا
جس سے سارا یورپ ہر وقت کانپتا تھا اس میں صرف چار جہاز باقی رہ گئے تھے
جو صرف وادی الموس میں جنکو لے کماتے پھرتے تھے

اہل مراکو اپنی بحری طاقت کی کمی کو بذریعہ تہدید پورا کرتے تھے چنانچہ مولوی سلیمان نے
۱۸۲۸ء میں جبکہ انگریزوں نے طنجہ پر انگریزوں کے حوالہ کر دیا کپتان کلوڈسلے شاول کو
(جو بعد میں سر کلوڈسلے شاول کے نام سے مشہور ہوا) لکھا:—

"ہم بھی اپنے جہاز اگر تمہارے جہازوں سے بڑے ہونے چاہئیں تو ان کے برابر بنائیں گے
اور تمہارے چند جہاز اور کپتان گرفتار کر کے ہم انگریزی بحروں میں تمہاری تلاش میں
گشت کرینگے جیسا کہ تم آجکل کر رہے ہو جو قیدی تم نے گرفتار کر لئے ہیں تمہارا اختیار
ہے جو سلوک چاہو تم ان سے کرو۔ کوئی مضائقہ نہیں ہے خواہ انکو سمندر میں غرق کر دو
یا کسی اور طریقہ سے ان کو صفحہ ہستی سے نابود کر دو"

طریق عمل

دوسرے سال ہی کپتان فلب جسکو اہل مراکو نے قید کر لیا تھا اور پھر کسی نہ کسی
طرح بھاگ آیا تھا لکھتا ہے کہ مراکو کا کوئی بھی جہاز دس توپ کے جہاز کے
ساتھ لڑائی نہیں کر سکتا۔ در اصل مراکو والوں کی اسقدر طاقت تو نہیں ہے جسقدر وہ ظاہر
میں دکھاتے ہیں جہاز کے نزدیک پہونچتے ہی شور برپا کرتے ہیں کہ ہتھیار ڈال دو ورنہ
پچھتاؤ گے۔ اس طریق سے بیچارے سوداگروں کے جہازوں پر اپنا رعب طاری کر دیتے ہیں
اکثر تو وہ جہازوں پر بلطایف الحیل قبضہ کر لیتے ہیں مگر جب کبھی لڑائی ہی ہو گئی ہے تو
بزدلی کا الزام ان پر کبھی عاید نہیں ہوا۔ ان کی کامیابی کی زیادہ تر وجہ یہ ہوئی ہے
کہ سوداگری کے اکثر جہاز کوئی اپنے بچاؤ کی صورت نہیں رکھتے تھے۔ سوائے تو
ان کی بے بسی کی حالت اور دوسرے اہل مراکو کا خوف جو دنیا میں ساری ہو رہا تھا مراکو والوں
کو نہایت مفید پڑا۔ فرانس۔ ہالینڈ۔ انگلستان اور ہسپانیہ نے اہل مراکو کے برخلاف
اپنے اپنے بیڑے وقتاً فوقتاً روانہ کئے لیکن کوئی مفید نتیجہ مترتب نہ ہوا بلکہ وہ الٹے
اور بھی زیادہ دراز دست دراز زبان کرنے لگے۔

ماہ اپریل و مئی میں زیادہ تر لوٹ مار کیجاتی تھی اور غارتگری کا موسم ستمبر میں ختم ہوجاتا تھا۔ یعنی تو سال بھر غنیمت کا مال آتا ہی رہتا تھا۔ پہلے تو اصول ہوتا تھا کہ کل اسباب وغیرہ و غلام ہوکر بذریعہ فروخت ملاحون میں تقسیم ہوجاتا تھا مگر بعد میں مولائی اسمٰعیل نے کہا کہ تمام مال غنیمت میں دسوان حصہ سرکاری ہونا چاہیئے۔

خارجی امداد

مراکو میں کرائے کے سپاہیون۔ نومسلمون اور قیدیون کی بے شمار تعداد ہمیشہ موجود پائی جاتی تھی جس سے غالب گمان یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کو اس فن جہاز رانی میں خوب کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ جب سترھوین صدی کے آغاز میں اہل ہسپانیہ نے بندر مہدیہ کو فتح کیا۔ اسوقت یہ مقام تمام خارج شدہ انگریزون فرانسیسون۔ ولندیزون کا مقر بنا ہوا تھا۔ البتہ اٹلی وغیرہ کے لوگ کم نظر آتے تھے۔ بقول پیرڈان (۱۸۳۳ء) نومسلم لوگ سلاطین مراکو کی طاقت کا بھاری جز و ہوتے تھے اور جہازون کے مہتمم[1] تھے۔

سوداگران یورپ کی مشارکت

اسوقت اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ یورپ کے معزز سوداگر بھی غلامون کے بیوپار میں حصہ دیتے تھے۔ سوداگران بالعموم ممالک یورپ سے مراکو کی قزاقان بحری کے واسطے ہتھیار وغیرہ لاتے تھے اور معاوضہ نقد قیمت نہیں بلکہ غلامان یورپین لیتے تھے جن کی آزادی حاصل کرنے کے لیے دور دور سے روپیہ جمع کیا گیا تھا۔

آصیلہ کی حکومت جمہوری

بہت سے بنادر مراکو اہل پرتگال و ہسپانیہ کے قبضہ میں تھے اور بیدگرگ میں ان کا ایک بھاری قلعہ تھا۔ حکمران خاندان کی حکومت قایم ہونے سے پیشتر آصلیہ میں کچھ عرصہ تک سخت بدنظمی و بے امنی رہی اور اس ہل چل کے زمانہ میں سلا میں سترھویں صدی کے وسط میں خود مختاری سی ہوگئی اور کوہستانی بربری اقوام کی مانند جمہوری حکومت قایم ہوگئی۔ عمدہ سپاہی ان اقوام میں سے لیے جاتے تھے اگرچہ ہسپانیہ کے پناہ گزین افسر کے ماتحت ان کی تعلیم و تربیت ہوتی تھی۔

بعض اوقات حسب ضرورت سلاطین اپنی تحریر کردہ دستاویزات منسوخ کر

---

[1] ایڈمرل (امیر البحر) وان گینٹ کے خط مورخہ ۱۶۷۰ء بنام سٹیٹس جنرل میں ذکر ہے کہ ایک لڑائی قریب لاریش کے قزاقان سے ہوئی اور دو جہاز نومسلمون کے زیر حکم تھے۔

لیے تھے لیکن مولائی زیدان نے صبر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ چارلس اول شاہ انگلستان سے ان بحری قزاقان کی گوشمالی کے واسطے مدد مانگی تھی۔ مگر یہ امر قابل التفات ہے کہ ان کے مغلوب کرنے سے سلطان کی یہ غرض نہ تھی کہ بحری قزاقی کا قلع قمع کر دے بلکہ اسکا مدعا تھا کہ یہ قزاقی عین اسکے زیر فرمان رہے اور اسکا فایدہ بلاواسطہ اسکو پہونچے۔ چنانچہ اسکی تکمیل اسکے جانشینون نے کی۔ اول اول غنیمت کے مال کا سلطان دسواں حصہ لیتے تھے۔ بعد میں پانچوان لینے لگ پڑے۔ رفتہ رفتہ اس بیڑے کے دست درازیون اور حملون کی ذمہ واری سلطان کے سر پر ہوگئی اور قیدیون کی خلاصی کے متعلق بھی سلطان سے تصفیہ ہوتا تھا۔ مراکو کی قزاقی کا زوال ۱۷۵۰ء سے شروع ہوا۔ ڈنمارک نے ۱۷۶۵ء میں مرجوہن اکٹن کو بھیجا تھا کہ ہمارے دو نو جہاز معہ ہرجانہ واپس کر دو۔ چنانچہ جہاز بھی واپس کئے گئے اور ہرجانہ بھی ادا کیا گیا۔ اس سے مراکو کی قزاقی کو بھاری صدمہ پہونچا۔

۱۷۹۹ء تاہم بعد میں اہل مراکو نے بندرگاہ کیڈز کا رستہ بند کر دیا۔ مولائی سلیمان دوم نے خیال کیا کہ اب بحری قزاقی کے دن نہیں رہے۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ باشندگان یورپ افریقہ کے ساتھ مویشی وغلہ کا برابر بیوپار کر رہے ہیں تو اس نے اپنے جہازون کو حکم دیا کہ جو کوئی جہاز اس ساحل پر نظر آئے گرفتار کر لو اور ۱۸۰۳ء میں پہاڑون کیطرف فوج بھیجی اور سلطان نے خود بنفس نفیس اقوام کی سزادہی کیلئے کبک کو کوچ کیا۔ اس امر کا یقین کرنا نہایت دشوار ہے کہ کس سنہ میں یہ قزاقی نہ بحیثیت بالکل بند ہوگئی۔ اب چونکہ تقریباً ۱۸۱۰ء میں دخانی جہاز ایجاد ہو چکے تھے اسواسطے عزت اسی میں تھی کہ اس پیشہ کو خود بخود ہی ترک کر دیا جائے۔ لیکن پھر بھی قزاقی کا استیصال بسہولت نہیں ہوا۔ الناصری تحریر کرتا ہے کہ ۱۸۲۸ء میں جو آسٹریا کے جہاز گرفتار کرلئے گئے تھے تو یہ بات کوئی اتفاقیہ طور پر واقع نہیں ہوئی تھی بلکہ یہ کام عمداً وارادۃً کیا گیا تھا کیونکہ اس سے مولائی عبدالرحمن کا یہ منشا تھا کہ کسیطرح بحری جہاد شروع کیا جائے۔ اور اس غرض کے واسطے مولائی سودون نے خاص جہازون کا بیڑا تیار کیا تھا۔ اور خاص جہاد بنوائے تھے۔ یہ جہاز زیر حکم حاجی عبدالرحمن برغاش اور حاجی عبدالرحمن برتال تھے جنہون نے آسٹریا کے جہاز کیو لیے

جس پر بعد میں یعنے ۱۸۲۹ء میں آسٹریا کے بیڑے سے گولہ باری ہوئی - اگرچہ اس واقعہ سے پیشہ قزاقی کا خاتمہ ہو گیا لیکن اسی سال دو انگریزی جہاز گرفتار ہوئے - اور بقول مسٹر آکسٹر ہوسک اہل مراکو کے جنگی بحری بیڑے ادھر اُدھر پھرتے تھے کہ کوئی ہمبرگ وغیرہ کا بدقسمت جہاز کہیں مل جائے تو اسکو شکار کریں - اس بحری قزاقی کے زمانہ کو ابھی کچھ زیادہ نہیں گذرا لیکن یہ بات آجکل اسطرح معلوم ہوتی ہے کہ گویا صدیون کی بات ہے - در اصل مراکو کے اصلی باشندے بھی کما حقہ آگاہ نہیں ہیں وہ بھی صرف اسقدر جانتے ہیں کہ ایک وقت ان کے آبا و اجداد اس فن میں غایت درجہ کے ماہر تھے اور ساری عیسائی دنیا ملکر بھی ان کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتی تھی اور کلہم ان کے باجگذار تھے - جب کموڈور پریبل سنہ ۱۸۰۳ء میں طرابلس کو جا رہا تھا تو اس نے مراکو کی جہاز مشبوا گرفتار کر لیا - اور طنجہ کا رستہ لیا - آخر الامر جو کچھ امریکہ والون کا گیا تھا واپس لے لیا -

بعد ازان قزاقی در اصل بہت ہی محدود ہو گئی سنہ ۱۸۴۸ء میں دو انگریزی جہاز گرفتار ہوئے تو سر چارلس ہیز کو اس واقعہ کی شکایت کرنے کی غرض سے مراکو میں بھیجا گیا گو اس سفارت کا نتیجہ کچھ نہ ہوا - پھر ۱۸۵۶ء میں پرشیا کے پرنس البرٹ کو بھی ایسی ہی غرض کے واسطے روانہ کیا گیا تھا -

مسٹر ڈرمنڈ ہے کی رائے میں اسکی تقریر کا جو اس نے ۱۸۵۶ء میں برسر موقعہ کی تھی بہت اثر ہوا - یہ اسوقت کا ذکر ہے جب گورنمنٹ مراکو نے اہل ریف کی ذمہ واری جنہون نے فرانسیسی جہاز لوٹ لیا تھا اپنے اوپر لیکر سات ہزار ڈالر ہرجانہ بھر دیا - بعد میں جنگ ہسپانیہ شروع ہونے کی وجہ سے کچھ عرصہ تک آرام رہا - ابھی ۱۸۹۶ء میں ایک ہسپانیہ کے جہاز پر حملہ ہوا تھا اور پھر کئی ایک واقعہ متواتر پیش آئے - جس کے باعث ایک تعزیری مہم ۱۸۹۷ء میں اختیار کی گئی جس کا تا ہنوز خاتمہ نہیں ہوا -

تجارت ناجائز

یہ امر ملحوظ رہے کہ اسقدر جہاز جو مراکو کی ساحل پر گرفتار ہو کر کئی قسم کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے تو اسکی اصلی وجہ ان کی تجارت ناجائز تھی - ۱۸۱۷ء میں الزیانی لکھتا ہے کہ چونکہ اہل ریف عیسائی لوگ مبایعت ناجائز بکثرت کرتے تھے سلطان نے مجبور ہو کر غیر ممالک کے تمام جہازون کی گرفتاری کا حکم صادر کیا - اب بھی ساحل مراکو پر یا حشاش کے مارے جہاز لوٹے جاتے ہیں اور اکثر بربری اقوام

کا ہی لوٹ مار پر گذارہ ہے اور وہ اسے کچھ معیوب بھی نہیں خیال کرتے اور اسکا انسداد موجودہ حالات کے رو کر بہت مشکل ہے۔

بربری لوگ یورپ کی طاقتوں کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے ان کے نزدیک تو ان کا اپنا سلطان بھی صرف نام کا ہی سلطان ہے سلطان بھی فرداً فرداً تو ہر ایک قوم کی سرکوبی کرسکتا ہے مگر یہ اسکی طاقت نہیں ہے کہ کسی علاقہ کی تمام اقوام پر حملہ کرے اول تو نہ اسقدر فوج ہے اور نہ ہی فوج کے واسطے قیامگاہ ہیں رستہ سخت بد ہی ہے اور ایسے موقعہ پر بربری اقوام سب کچھ جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہیں اور سلطانی لشکر کو پہلے درجہ کی دقت و مصیبت پیش آتی ہے۔

یہ تجویز پیش کیگئی ہے کہ کل طاقتیں ملکر اس بحری قزاقی کا انسداد کریں یعنے ایک جہاز وہاں مقرر کیا جائے جو بطور ریذیڈنٹ کے کام کرے لیکن یہ تجویز بھی زیادہ تر کارگر نہیں ہوسکتی وہاں کے باشندے موقعہ پاکر لوٹ مار کرتے رہیں گے اور اسکا قطعی انسداد محال ہوگا کیونکہ ساحل پر قلاع وغیرہ بھی تو نہیں ہیں۔ ہاں ایک یہ صورت ہے کہ ملک ہی لے لیا جائے مگر ابھی ایسی کارروائی کا وقت نہیں پہونچا ۱۸۹۸ء میں ایک انگریزی افسر نے یہ رائے دی تھی کہ بربری اقوام کے تدارک کے لیے کچھ عرصہ کے واسطے کوئی دیسی افسر مقرر کرنا چاہیئے کیونکہ وہاں کے افسر اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ ان لوگوں کیساتھ سلوک کرنا چاہیئے درحقیقت میں انتظام موجودہ حالات میں مشکل نظر آتا ہے۔ روس فرانس وہسپانیہ و اطالیہ جو ملک بربریت کے فرداً فرداً مالک ہونیکے مدعی ہیں ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے کہ کوئی وہاں کی حکومت سنبھال لے سو جب تک یہ رقابت چلی جا رہی ہے خاطر خواہ انتظام ہونا دشوار ہے ؎

چو گرگان بیم باک دارند و بیم ❊ رود و مدمیان گوسفندے سلیم

اور دیکھئے یہ حالت کب تک رہے۔

مراکو کی موجودہ حالت اسقدر ردی ہوگئی ہے کہ اب اس امر کا سراغ لگانا کہ آیا یہی مراکو و اہل مراکو ہیں جن سے تھوڑی مدت پیشتر سارا یورپ خوف کھاتا تھا۔ نہایت مشکل ہے۔ چونکہ مراکو کی متبذل حالت دیگر طاقتوں کی نظر میں کچھ وقعت نہیں رکھتی اسواسطے جب کبھی کوئی لوٹ مار کا واقعہ سرزد ہوجاتا ہے تو اہل یورپ

باہمی رقابت کی وجہ سے اسکی چنداں پروا نہیں کرتے اور تھوڑے بہت معاوضہ پر اکتفا کر لیتے ہیں۔

باقی مشرقی ممالک کی مانند اہل مراکو جس بات کی قدر کرتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کا حکمران ایک جابر اور طول حاکم ہو۔

فی الحقیقت تو اہل مراکو کی کوئی ایسی زبردست طاقت نہ تھی مگر ان کی ظاہری جرات و مدان کے مخالفوں کی ان کی اصلی حالت سے عدم واقفیت نے مغربی ممالک کے واسطے ان کو نہایت خوفناک بنا رکھا تھا مگر جو سلوک اہل مراکو یورپ والوں سے کرتے تھے وہ پرلے درجہ کا نامناسب اور معیوب تھا۔ جو لوگ قسمت کے مارے انکے سواحل پر جا پہونچتے تھے ان کی ایسی گت بنتی تھی کہ ناگفتہ بہ اور جو لوگ غلام بنائے جاتے تھے ان پر طرح طرح کی سختیاں اور ظلم ہوتے تھے۔ جونہی بحری قزاقی موقوف ہو گئی تو اہل مراکو کو اپنی کمزوری تسلیم کرنی پڑی اور اہل یورپ کی حالت کو ترقی ہونی شروع ہوئی۔ حتیٰ کہ ان کی مصیبت زدہ حالت یہاں تک سنور گئی کہ اہل مراکو کے رشک بلکہ حسد کا باعث ہو گئی اور اہل یورپ کے حصول کے فوائد آخرکار ایسے ہی ثابت ہوتے ہیں۔

باب چہاردہم

عیسائی غلام

اہل اسلام میں یہ پرانا دستور مدت سے رائج چلا آتا تھا کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنا لیا کرتے تھے اور ان کے اس قاعدہ میں کوئی مستثنیٰ نظر نہیں آیا۔ البتہ وہ لوگ برادرانہ سلوک کے مستحق خیال کئے جاتے تھے جو ان کے پیغمبر صلعم کو رسول برحق تسلیم کر لیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مراکو میں عیسائی غلام اسوقت سے پائے جاتے ہیں جب مسلمانوں نے ہسپانیہ پر پہلا حملہ کیا۔ تاہم کچھ بہت زمانہ نہیں گذرا جب سے مراکو میں عیسائی غلاموں کا سراغ ملنے لگا ہے۔ گو ان کے مفصل حالات سترھویں صدی میں منکشف ہوئے جبکہ قزاقان آصلیہ نے عیسائیوں کے جہازوں پر جہاز گرفتار کرنے شروع کئے۔

ابتدائی تاریخ | عیسائی غلاموں کے حالات کا ماخذ صرف ان لوگوں کی تحریریں ہیں جنہوں نے

مراکو کا دشوار گزار سفر بدین غرض اختیار کیا تھا کہ ایسے قیدیون کو مسلمانون کی قید سے
نجات دلادیں جو بوجہ اسلام اختیار کرنے کے اپنی مخلصی سے مایوس نہیں ہوچکے تھے
وہ عیسائی لوگ جنہوں نے قیدیون کی اس قسم کی نجات کا بیڑا اٹھایا تھا سیدیمپ
شنسنت فادرز کہلاتے تھے جس کے معنی نجات دہندگان کے ہیں۔ نومسلمون کو
بھی پوری پوری حقوق نہیں دیئے جاتے تھے اور ان کی آزادی بھی برائے نام ہوتی تھی مثلاً
ان کو یہ اجازت نہ تھی کہ ملک سے باہر قدم رکھیں۔ اس سے تھوڑا عرصہ پیشتر یعقوب المنصور
(۱۱۸۵ء) تقریباً چالیس ہزار عیسائی مراکو میں پکڑ لایا تھا۔ انوسنٹ سوم نے ۱۱۹۹ء میں (ای
دہندگان فادرز) کا ایک گروہ امیر موصوف کی خدمت میں روانہ کیا۔ نو سال بعد مارسیلز میں
ان نجات دہندگان کی ایک جماعت قائم ہوئی جو بعد میں تھورین فادرز کے نام سے موسوم ہوئی
ان لوگون کی زبانی حالات سنکر فرانسس آف اسیسی نے بھی ان کی پیروی کرنی چاہی
لیکن اسکا مدعا یہ تھا کہ اہل مراکو کو دین عیسوی کیطرف دعوت کرے۔ گو اسکا ارادہ قوت
سے ظہور میں نہ آیا کیونکہ وہ منزل مقصود تک نہ پہنچ سکا مگر اسکے پیرو مراکو میں پہونچے ہیں۔
بعدہٗ ۱۲۲۰ء میں سینٹ پیٹر نولسکو نیز ساکن بارسلونا نے ایک مجلس قایم کی اور
اسکے بعد ۱۳۲۰ء میں ایک اور مجلس قایم ہوئی جو لوگ اس کام کے لئے مراکو میں بھیجے جاتے تھے
ان کے واسطے زبان عربی کا جاننا خاندانی اور صاحب جایداد ہونا ضروری ہوتا تھا کیونکہ
بڑی بڑی رقوم نقدی ان کے تحویل کیجاتی تہیں اور صاحب جایداد اشخاص اسواسطے منتخب
کئے جاتے تھے کہ مبادا روپیہ کو بیجا صرف میں لائیں چند سال بعد دو اور مجالس قایم
ہوئیں چونکہ ان لوگون کی اغراض طنجہ۔ تیونس ترپولی وغیرہ سے بھی وابستہ تہیں اسواسطے
اس امر کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ انہون نے مراکو میں کسقدر قیدیون کو مخلصی دلائی۔ مگر
اس جماعت کو بھی جو ان غلامون کی رہائی کے واسطے مراکو وغیرہ مقامات میں پہونچی تہت
تکالیف پیش آئیں اور بعض اوقات شاید ان لوگون کی مصیبتیں قیدیون کی تکالیف
کے برابر دردانگیز ہوگئیں۔
۱۷۱۰ء میں دشمی لکھتا ہے کہ قاید تطاوین اپنی حفاظت کے صدمہ میں ایک سو
کبریون ماہوار طلب کرتا تھا۔ مراکو میں جانے کے واسطے پروانجات راہداری حاصل کرنے
پڑتے تھے اور بسا اوقات واپسی کے واسطے بھی ویسی ہی مشکلات کا سامنا ہوتا تھا اور بھی

کی جماعت نے کثیر التعداد قیدیون کو رہائی دلائی مگر انکے پاس زر مخلصی ادا کرنے کے
واسطے کافی روپیہ نہیں تھا۔ اسواسطے انکو سودی روپیہ یہودیون سے لینا پڑا۔ اور اپنے
ایک ساتھی سابین لاایک کو ضمانت میں وہان چھوڑ گئے۔ اسیطرح سنہ ۱۵۱۹ع میں چار
راہبون کو بطور ضمانت وہان رہنا پڑا تھا۔ سنہ ۱۶۳۸ع میں چند ولندیزون کے پادری
بھیس بدلے ہوئے گرفتار ہوئے اور طوق غلامی پہنائے گئے جو لوگ اس کام پر مراکو میں جاتے
تھے چونکہ ان کا کام ایک مذہبی کام متصور ہوتا تھا اس لئے انکو بھی وقعت کی نگاہ
دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ سلطان وقت نے ایک پادری سے پوچھا کہ آیا ایک ایسا
شخص پرتگیز جس نے تین دفعہ انکا مال لوٹا ہو واجب القتل ہے یا نہیں۔ پادری نے جواب
میں عرض کی کہ بالکل درست ہے۔ اگر مجرم کو توبہ کی مہلت دیجائی۔ ان اشخاص رہائی دہندگان
کی مشکلات کا باعث صرف اہل مراکو ہی نہ تھے بلکہ سوداگران یورپ کا بھی اس میں بہت
سا حصہ تھا۔ کئی ایک مورخون نے ان سوداگرون کی شکایت کی ہے کہ انہون نے بد دیانتی
سے سلوک کیا۔ جو روپیہ ان کو فدیہ کا دیا جاتا تھا وہ بجائے اسکے کہ اس کام میں
خرچ کریں سلطان کے واسطے ہتھیار و دیگر سامان جنگ خرید کر دیتے تھے۔ بقول
انکے اصل میں یہ سوداگر پیشہ لوگ ہی بیچارے لوگون کو غلامی میں پہلے پھنسا دیتے
تھے اور اپنی ذاتی اغراض کو مدنظر رکھکر غلامون کی بازاری قیمت میں اضافہ کرتے
تھے اور لوگ بھی جو روپیہ بطور زر مخلصی وغیرہ وصول کرتے سوداگری وغیرہ میں صرف
کر دیتے۔ فرینچ پین پلٹ محض اپنی اس دورنگی کی بدولت اصلیہ کا گورنر مقرر ہو گیا تھا۔
زر مخلصی کی تعداد مختلف ہوتی تھی اور یہ قیمت قیدیون سے ملک کی حالت کے
مطابق مقرر کیجاتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اہل فرانس نے مولائی اسمٰعیل کے
پاس شکایت کی کہ ان سے بہ نسبت اہل ہسپانیہ کے زیادہ روپیہ طلب کیا جاتا ہے۔
سلطان نے جواب میں ارقام کیا کہ یہ بالکل درست ہے کیونکہ اہل ہسپانیہ کی گرفتاری
میں کوئی زیادہ دقت پیش نہیں آتی۔ وہ لوگ فوراً زنجیر اطاعت پہن لیتے ہیں برعکس
اسکے فرانسیسی باشندون کے واسطے بڑی کوشش کرنی پڑتی ہے علاوہ بریں جلدی مطیع
نہیں ہوتے اور بعض اوقات اس کشش و کوشش میں ہمارے بہت سے سپاہی ضائع
ہو جاتے ہیں۔

سترھوین صدی کے اختتام کے قریب تیس نفر فرانسیسی کے واسطے دس ہزار ڈالر کا مطالبہ کیا گیا تھا گو بعدہٗ منت سماجت سے مولائی اسمٰعیل نے پچاس نفر کی رہائی منظور کی۔ مگر آخر الامر صرف پنیٹالیس کی خلاصی ہوئی۔ بعد میں سلطان نے فی نفر ایک سو کرون ہر دو طرف کے واسطے قیمت مقرر کر دی یعنے اہلِ فرانس اس شرح سے جتنے قیدی ہون خلاص کرالیں اور اسی نرخ پر اہلِ مراکو بھی اپنے آدمی چھوڑالیں۔ فرانسیسی قیدیون کی تعداد تقریبًا چارسو اور مراکوئی قیدیون کی تینتیس تھی ۔

سنہ ۱۶۹۳ء میں اہلِ ہسپانیہ نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ ایک تندرست باشندہ ہسپانیہ کے تبادلہ میں چار نفر مراکوئی چھوڑ دینگے اور ایک بیمار اہلِ ہسپانیہ کے معاوضہ میں دو نفر مراکوئی رہا کرینگے چندسال بعدازان کرنیل کرک نے ہر دو نفر انگریز قیدیون کی رہائی کے پچاس پونڈ ادا کرنے منظور کئے تھے۔ ولندیزون نے ایک نفر نمبر لینڈ کے باشندہ کے معاوضہ میں آٹھ سو کرون معہ ایک مراکوئی قیدی دینے کا اقرار کیا تھا باوجود اس قرار داد کے بھی ولندیزون نے بہت سے قیدیون کو رہائی دلائی۔

سنہ ۱۷۲۷ء میں جب انگریزون نے جبل طارق کا محاصرہ کرکے فرانس والون کو نیچا دکھایا تھا اسوقت ایک مراکوی دو فرانسیسی نفر کے معاوضہ میں نہیں ملتا تھا ہر ایک قیدی کے تبادلہ میں تین مراکوی قیدی یا چھ سو ڈالر معہ ایک مراکوی قیدی طلب کیا گیا تھا حالانکہ اہلِ فرانس تین سو ڈالر معہ ایک مراکوی نفر کے دیتے تھے۔[1]

سنہ ۱۸۰۶ء | اہلِ ہسپانیہ نے اٹھائی سو ڈالر فی آدمی ادا کرکے دو سو قیدی کو چھوڑایا بعدازان انہون نے اور قیدیون کو بھی چھوڑانا چاہا مگر بمشکل تمام پانچسو فی کس کی شرح سے وہ ایسا کرسکے۔ علیٰ ہذا القیاس مختلف شرح پر قیدیونکی خلاصی ہوتی رہی۔

سنہ ۱۸۱۲ء | بقول وتدس تقریبًا گیارہ سو قیدی باشندگان یورپ تھے جن میں انگریز ہسپانوی۔ ولندیز۔ فرانسیسی پُرتگیز اور یونانی تھے۔ قیدیون کی خلاصی کے واسطے مختلف ذریعون سے روپیہ جمع ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک رومی سوداگر مسمی ٹامس بیتن نے تقریبًا سوا لاکھ روپیہ بذریعہ وصیت عطا کیا۔

[1] اس موقعہ پر بہت سات جواہرات اور کچھ پابجا لیتی دو ہزار دو سو پونڈ بطور تحائف اپنے ساتھ لایا اور اس تبادلہ میں دو قبائل جن میں دس نفر تھے اس کے حوالہ کئے گئے ۔

مال کلام شاہ مراکو کو اس بیوپار میں ہر سال بہت فایدہ ہوتا تھا ۔ ۱۷۲۳ء میں انگریزی سفیر سالیکا فرے نے ایک سو چالیس انگریزوں کو خلاصی دلائی مگر فی نفر تین سو پچاس پونڈ دینا پڑا ۔ یہ زر خلاصی گولی بارود میں ادا کی گئی تھی ۔ سالیکا فرے کے زمانہ سفارت میں اہل انگلستان نے علاوہ چار لاکھ روپیہ بطور تحایف کے فی کپتان ہزار پونڈ فی دیگر افسر آٹھ سو پونڈ اور فی ملاح چھ سو پونڈ ادا کرنا منظور کیا ۔ لیکن اہل وینس کو فی نفر سات سو روپیہ ادا کرنا پڑا ۔

۱۷۳۲ء میں فرانسیسیوں کو تینتالیس ہزار پونڈ ادا کرنا پڑا ۔ اس وقت فی فرانسیسی چھ سو پونڈ ۔ فی پرتگیز ساڑھے چھ سو پونڈ ۔ اور فی ہسپانوی ہزار پونڈ پر خلاصی پاتا تھا ۔ گویا یہ بازاری قیمت مروجہ تھی ۔

۱۷۸۶ء میں مراکو و ریاستہائے متحدہ کے مابین ایک معاہدہ ہوا جسکے رو سے یہ قرار پایا کہ جنگی قیدی سو ڈالر لیکر چھوڑ دیا جاے اور جو جہاز سمندر میں شکستہ ہو جاویں امداد دیکر وطن میں پہنچا دیئے جائیں ۔ آہستہ آہستہ زمانہ نے اپنا رنگ بدلا ۔ چنانچہ ۱۸۰۰ء میں محمد ہفدہم نے فرانسیسی قونصل کے پاس شکایت کی کہ انگریز غلاموں کی کثیر تعداد جہاز پر سوار کرکے لے گئے ہیں ۔

سلطان موصوف نے اپنے بیٹے کو پچیس ہزار پونڈ دیکر لٹا میں مراکوی اسرا کو چھڑانے کی غرض سے روانہ کیا اور سفرائے ممالک غیر کو اس امر کا اشتہار دیا کہ اگر مراکوی قیدیوں کو جو یورپ میں ہیں پروانہ راہداری دیکر روانہ کر دیا جائے تو فی مراکوی نفر پانسو پونڈ دیا جائیگا جو غلہ گندم میں ادا کیا جائیگا ۔ جب ۱۷۹۸ء میں بوناپارٹ نے مالٹا فتح کیا تو پانسو مسلمان قیدیوں کو آزاد کیا ۔ مگر بعد میں بھی جنوا و دیگر مقامات کے بازاروں میں مراکوی غلام فروخت ہوتے رہے ۔

یہ امر تعجب انگیز ہے کہ اقوام یورپ اسقدر مدت مدید تک بے چون و چرا اخراج ادا کرتے رہے مگر اسکا باعث صرف یہی ہے کہ قورسان آصلیہ کو ۔ دیبہ دیکر اپنا استحقاق قایم کرنا چاہتے تھے ۔ نیز یورپ کی طاقتیں آپس میں متفق نہ تھیں اور بربر کی حالت سے محض ناواقف تھیں ۔ اگرچہ ان لوگوں سے جو وہاں قیدہ چکے تھے اس امر کی کافی اطلاع ملسکتی تھی کہ مراکو کی اصلی حالت کیا ہے مگر لیکن اہل یورپ کا سکوت زیادہ تر

عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

جن لوگون کو مراکو کی طرف سے تکالیف پہنچیں وہ ذی علم نہ تھے اور ان کی مبالغہ آمیز بیانات سے مراکو کی جرأت بیرحمی غیر محدود معلوم ہوتی تھی نیز قیدیون کی تکالیف اُن پادریون کی شور و فغان جو بغرض فلصی آسرار و بیہ جمع کرتے تھے اور دیگر امور از ین قبل نے اہل مراکو کی ایک نہایت خوفناک تصویر کھینچ رکھی تھی۔

نسبت رقوم جو سال بسال یورپ سے بمد محصول مراکو میں پہنچتی تھیں یا بالفاظ دیگر تحایف بغرض استحکام رابطۂ اتحاد روانہ کئے جاتے تھے یہ محض بیفایدہ ہوگا کہ اس کے متعلق تواریخ کے اوراق الٹ پلٹ کرین۔ تاہم اسوقت کے مورخین کی تحریرین خالی از دلچسپی نہیں ہیں۔ لفظ کے اصلی معنون میں کوئی باقاعدہ خراج کبھی ادا نہیں کیا گیا البتہ مولائے اسمٰعیل کے عہد سلطنت میں جبکہ مراکو کی طاقت بڑے عروج پر پہنچ گئی تھی اور مراکو کی طاقت کا خوف یورپ کی تمام طاقتون کے دلون پر چھا گیا تھا۔ اسوقت جو کچھ بھی دیا یا ادا کیا گیا خراج کے اصلی معنون میں آسکتا ہے۔

سنہ ۱۷۳۲ء باستثنائے ہالینڈ جو سنہ ۱۶۱۵ء سے ۲۰۰ پونڈ ادا کرتا تھا غالبًا یہ خراج ادا کرنے کی بری مثال جنوبی یورپ کے تجارتی شہرون نے قایم کی تھی مثلاً اہل وینس نے اقرار کیا تھا کہ پچاس ہزار سیکون (ایک سکہ جو آجکل کے حساب سے قریبًا آٹھ روپیہ کا ہوتا ہے) وہ فورًا ادا کر دینگے اور دس ہزار سالانہ ادا کرینگے علاوہ ازین ساٹھ ہزار کے تحایف سلطان کے واسطے اور پانچ ہزار سیکون وزیر کے واسطے ادا کرتے تھے مگر اس میں وہ تحایف شامل نہیں ہیں جو ملکہ کے پیشکش کرتے تھے۔ اسیطرح اہل وینس و اہل سویڈن خراج ادا کرتے رہے۔ اور ڈنمارک کی جانب سے بھی ادا ہوتا رہا۔ سب کے بعد سارڈینیا نے بھی شرایط قبول کرکے ہر قونصل کی تبدیلی کے چھتیس سو پونڈ دینا منظور کیا۔ واٹرلو کی لڑائی سے ایکسال پہلے ایک عہدنامہ تحریر ہوا جسکے رو سے عیسائیون کی غلامی موقوف ہوئی یعنی یہ قرار پایا کہ عیسائی لوگ غلام نہ بنائے جایا کریں۔

بہرکیف عیسائی غلامون کی حالت ناگفتہ بہ ہے ان کو کئی قسم کے عذاب دیئے جاتے تھے مسٹر اوکلے نے ان کی حالت کو نہایت دردانگیز الفاظ میں بیان کیا ہے

وہ کہتا ہے کہ اگر دنیا میں عذاب جہنم کو برای العین دیکھنا چاہتے ہو تو بربر میں جاکر عیسائی غلامون کی حالت دیکھو۔ نیز وہ تحریر کرتا ہے کہ ظالم بربریون کو اپنے کتون[1] کی خاطر بہ نسبت ان بدبخت غلامون کے زیادہ تر عزیز ہیں۔ بیچارون کو طرح طرح کے شکنجہ عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے اور کسی قسم کی محنت شاقہ ان سے بچائی ہے۔ جو انسانی طاقت سے باہر ہے۔ تعمیر اور کاشتکاری کے تمام سخت کام انہی کے ہاتھون نہایت بیرحمی کے طریق پر کرائے جاتے ہیں۔ خوراک بہت بُری بہم پہنچائی جاتی ہے لیکن اس قسم کی خوراک کے کھانے کا بھی موقعہ نہیں دیا جاتا۔ ایک ہاتھ سے تو کام کرتے ہیں اور دوسرے ہاتھ سے منھ میں نوالہ ڈالے جاتے ہیں جیسی سختی یہان ہوتی ہے پہلے کبھی کسی وقت نہیں ہوئی بلکہ بنی اسرائیل کی سختی بھی اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے متذکرہ بالا واقعات کی تائید و تصدیق میں شہادت بکثرت ہے اور یہہ شہادت بھی معتبر اور شہادت رویت ہے۔

مکانات غلامان

اس زمانہ میں یوری غلام پل کے مرابون کے نیچے رہا کرتے تھے جو شہر اور سلطانی اصطبل کے درمیان تعمیر کرایا گیا تھا۔ اہل فرانس اور اہل ہسپانیہ[2] نے وہان اپنے گرجے بھی بنائے ہوئے تھے اور پادری عبادت کرنے کو وہان موجود تھے۔ اس غلامی کی بُری حالت میں مذہبی رہنماؤن کا ہونا نہایت غنیمت تھا ١٨٩١ء میں کارلوس دویم (ہسپانیہ) نے بائیس ہزار اٹھائیس پونڈ ایک ہسپتال بنانے کے لئے عطا کیا تھا جس سے ایک عالیشان عمارت تعمیر کی گئی۔ بقول برتھوٹ یہ ہسپتال بہت اچھی حالت میں ہے اور اس میں کافی مکانیت ہے۔

رفتہ رفتہ پل کی جگہ ایک بڑی عمارت اسرائے عیسائی سے تعمیر کرائی گئی اس مکان میں ہسپتال۔ حمام اور سرائے موجود نہیں اور بعد ازان قیدیون کو وسط شہر میں مکانات رہائشی دیئے گئے۔ یہ مکانات بہرحال ان کے سابقہ زمین دوز مکانات سے بدرجہا اچھے تھے۔ کیونکہ پہلے مکانات بالکل اندھیرے تھے۔ نمناک تھے اور ہوا کے

[2] باوجودیکہ اسقدر رعایت قیدیون کی رکھی جاتی تھی کہ ان کے گرجے موجود تھے اور مذہبی معلم مقرر تھے پھر بھی مصنف کی متعصب نظر برعکس نتیجہ نکالتی ہے مسلمان قیدیون کی حالت تو ممالک یورپ میں بھی اگر کسی کو معلوم ہو تو پھر تہذیب اور وحشت کا موازنہ ہو جائے۔ مترجم

[1] یہان ہندوستان میں بلا شک وشبہ انگریزون کو اپنے کتون کی جانیں شرفاء کی جانون سے عزیز تر ہیں۔ شرفاء زیادہ تر حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ مترجم

مدخل و مخرج کا کوئی انتظام نہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد اہل فرانس نے بھی وہان ایک ہسپتال کی بنیاد ڈالی۔

اہل ہسپانیہ کا ہسپتال تعمیر ہونے سے پیشتر پانچہزار قیدی عیسائی لوگون کے قبرستان سے مردے نکال لئے کر دیئے لگائے گئے تھے۔ کیونکہ سلطان کی یہ خواہش تھی کہ ہر اراضی کو اپنے باغات مین شامل کرے مگر اس مقام کی ہوا ایسی خراب تھی کہ تقریبا پچاس آدمی اس فاسد و کثیف ہوا کے اثر سے مر گئے۔

مراکو مین قیدیون کے حالات نہایت دردانگیز تھے طلوع آفتاب سے پیشتر ہی ان کے کام کرنے والا افسر آن موجود ہوتا اور جو کوئی بیمار ہوتا تھا بجائے اس کے کہ اسکو اس روز آرام دیا جائے گھسیٹ کر لیجاتے تھے۔

خوراک قیدیون کو جو روٹی کھانے کو دیجاتی تھی بسا اوقات وہ ایسی بدرنگ اور بے مزہ ہوتی تھی کہ کتے بھی اسے کھانا گوارا نہ کرتے تھے۔ علاوہ ازین نصف چھٹانک تیل ملتا تھا گوشت کبھی نام کو بھی دیکھنے مین نہ آتا تھا۔ بعض اوقات قیدیون کو گھاس کے پتون اور جڑون پر گذارہ کرنا ہوتا تھا۔ سات چھٹانک کی روٹی ہوتی تھی بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ پانی بھی ناپ کر بذریعہ پیمانہ تقسیم کیا جاتا تھا بیچارے قیدیون کے لئے جو دن بھر کے کام سے تھک کر چور ہو جاتے تھے کچھ تسلی وہ بات تھی تو یہ تھی کہ ان کو عبادت کی طرف جو دعوت ہوتی تھی وہ شام کے وقت گرجا کی طرف سے ہوتی تھی۔ اگرچہ اطلاع گھنٹہ کے ذریعہ نہ دیجاتی تھی۔

ایام طاعون مین ایک اور مجلس قایم کی گئی جسکو جماعت ترحم کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ جب کبھی کسی قیدی کو پادری کے پاس جانے کا اتفاق ہوتا تو وہ اگر ممکن ہوتا کچھ نقدی پیش کرنے کے واسطے لیجاتا تھا مگر جو تحفہ زیادہ تر قبولیت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا تو وہ شراب کی ایک بوتل ہو سکتی تھی۔

اس مین کلام نہین کہ ان غلامون کی حالت جو خاص خاص اشخاص کی خدمت مین رہتے تھے بہت اچھی تھی ان کے واسطے ہر طرح کے سامان آرام مہیا ہوتے تھے اور ان کو کافی آزادی ہوتی تھی۔ ان غلامون کو اپنے اپنے آقاؤن کے گھر مین پوری آزادی تو تھی ہی مگر طرفہ بات یہ ہے کہ غلام جو اپنے آقاؤن کا ملک ہوتے تھے ان کے

گھروں میں بلا روک ٹوک آتے جاتے تھے اور زنان خانہ میں بھی کھلم کھلا جاتے تھے بلکہ ان کے سامنے منھ پر نقاب ڈالنے کی بھی ضرورت نہ سمجھی گئی تھی حالانکہ مراکوی غلامون کو یہ اجازت ہرگز نہ دی جاتی تھی۔

ان غلامون میں عورتیں بھی تھیں اگرچہ خوش قسمتی سے ان کی تعداد زیادہ نہ تھی اور جب یہ عورتیں اپنے مذہبی اعتقادات میں ضد کرتی اور ثابت قدمی دکھاتی تھیں تو جو سلوک اہل مراکو کیطرف سے انکے ساتھ ہوتا تھا وہ قابل بیان نہیں ہے۔ دیلانی بیان کرتا ہے کہ ایک پرتگیز عورت معہ ایک لڑکے اور ایک لڑکی گرفتار ہوئی۔ جب اسکی لڑکی جوان ہوئی تو اس نے اس خوف سے کہ مبادا سلطان کی منظور نظر ہو جائے ایک ہسپانیہ کے رہنے والے نوجوان کے ساتھ اسکا نکاح کر دیا۔ مگر اس نکاح کی اجازت لینے کے واسطے لڑکی کی والدہ کو اپنا سارا مال اس ملکہ کو دینا پڑا جس کی وہ لڑکی خدمت کرتی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تین غلام شاہی سپاہیون کے حوالہ کئے گئے کہ جو سلوک ان سے چاہیں کریں۔ ان غلامون کا جرم یہ تھا کہ انہون نے فرار ہوجانے کی کوشش کی تھی مگر بعض عیسائی عورتون نے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر ان غلامون کی جان بخشی کرائی۔

عیسائی غلامون پر بڑی بڑی سختیان ہوتی تھیں۔ چنانچہ بیناٹ لکھتا ہے کہ معمولی خطا پر سولی کی سزا دیجاتی تھی۔ زندہ غلامون کو آگ میں جلا دیا جاتا تھا اور بھی کئی قسم کے شکنجہ عذاب میں انکو مبتلا کیا جاتا تھا۔ آدمیون کے اوپر سے لدی ہوئی گاڑیان چلائی جاتی تھیں بعض اوقات اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتے تھے۔ غلامون کو ایک قطار میں ایک دیوار کے نیچے کھڑا کیا جاتا اور پھر اوپر سے وہ دیوار گرا دی جاتی تھی۔

سنہ ۱۷۸۰ء — ان زمانہ میں باشندگان یورپ بازارون میں بذریعہ نیلام اسیطرح فروخت ہوتے تھے جیسطرح آجکل حبشی غلام اور مویشی کی خرید فروخت ہوتی ہے۔ چھ سال بعد کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مراکو میں بالکل اصلاح نہیں ہوئی۔ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ ایسی قید سے فرار نہایت مشکل تھا۔ کیونکہ شاہی محافظ ہر بندر پہ موجود ہوتے تھے اور جب تک کسی کے پاس راہداری وغیرہ نہ ہو

گذرنے اور جہاز پر سوار ہونے نہ دیتے تھے اور رات کے واسطے گنتی دیکھے ہوئے تھے کہ کوئی قیدی اندھیرے میں فرار نہ ہوجائے۔ باوجود اسقدر احتیاط و حفاظت کے معززین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ قیدیون کی خاصی تعداد فرار میں کامیاب ہوتی تھی۔

سزا

اول تو فرار کا موقعہ بہت کم تھا اور فراری کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر وہ کامیاب نہ ہوا تو پھر موت یا موت کے قریب قریب اس کی سزا ہوگی۔ یا اسکو اسقدر شلاق کیا جائیگا کہ الامان۔ یا کان کاٹ دیئے جائیں گے۔ یا اور طرح کی تکالیف میں مبتلا ہوگا۔ باوجود اسکے لوگ فرار کو ترجیح دیتے تھے۔ جنگلون میں سے گذرنا ہوتا جہان ہر قدم پر درندون کا خطرہ تھا جو قیدیون کے آقاؤن کی نسبت زیادہ تر خونخوار تھے۔ فراری رات کو سفر کرتے تھے اور دن کے وقت چھپ رہتے تھے۔ اس طریق سے بہت لوگ فرار ہوکر یورپ میں پہونچے۔ اگر کوئی شخص ان غلامون کے فرار میں اعانت کرتا ہوا پکڑا جاتا تھا تو اسکو سخت سزا دیجاتی تھی بلکہ کسی شخص پر اسبارہ میں محض شبہ ہی ہوتا اسکو سزائے موت دینے کے لئے کافی تھا۔ لاکن پھر بھی باشندگان مراکو بوجہ طمع نفسانی ان فراریون کو امداد دیتے تھے۔

جب کبھی یہ امر ظاہر ہوجاتا کہ فلان غلام فرار ہونے کی کوشش کرتا تھا تو ایک طالب یا کاتب کو بلایا جاتا تھا وہ آکر غلام کی خوابگاہ پر کچھ پڑھتا تھا۔ اور اسکے سارے کپڑے لپیٹ کر ایک گٹھری میں باندھ دیئے جاتے تھے ایسا کرنے سے یہ مراد ہوتی تھی کہ غلام کبھی آزادی حاصل نہ کرسکے بعض اوقات غلامون کو اختیار دیا جاتا کہ وہ خود بازار میں جاکر اپنی قیمت کی بولی دیں اور اپنے آپ کو فروخت کرکے بادائگی زر فدیہ اپنی آزادی حاصل کرین یا ان کے رفقا کو خط لکھے جاتے تھے کہ اسقدر روپیہ جمع کرکے ادا کرو مگر اس صورت سے شاذ و نادر ہی کامیابی نصیب ہوتی تھی۔ بعد میں جب پادریون کی وہ نجات دہندہ جماعت پہونچی تو پھر انہون نے قیدیون کی رہائی کا بیوپار شروع کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان قیدیون کو چھوڑائیں جو بہت دیر سے اس حالت میں تھے لیکن اہل مراکو صرف ان قیدیون کو مخلصی دیتے تھے جو معمر اور ضعیف ہوگئے تھے یا بالفاظ دیگر جو محنت شاقہ کے قابل نہیں رہے تھے اس سے یہ قیاس ہوسکتا ہے کہ بیچارے جوان آدمیون کی کیا حالت ہوگی اور ان کے دل پر کیا گذرتی ہوگی جب وہ خیال کرتے ہونگے کہ ابھی کسقدر

عرصہ تک انکو انتظار کرنا باقی ہے۔

نومسلمان

کثیر التعداد قیدی غلام کئی سہولتون اور رعایتون کو مدنظر رکھکر مسلمان ہوجاتے تھے جہان سے محنت شاقہ نہیں لیجاتی تھی بلکہ مزید بران انکو بعض حقوق بھی عطا ہوتے تھے لیکن وہ ہمیشہ کے لئے سلطانی رعیت بن جاتے تھے مگر بدین خیال کہ یہ لوگ بوجہ لالچ مسلمان ہوئے ہیں انکو لوگ اکثر بنظر حقارت دیکھتے تھے۔ البتہ سلطان اور دیگر حکام کسی کے مسلمان ہونے کے موقعہ پر بغرض ترغیب و تحریص شدہ خوشی کا اظہار کرتے تھے نومسلمون کا کوئی اسلامی نام رکھا جاتا تھا ان کو ملازمت مرحمت کیجاتی تھی اور ان کی شادی بھی کسی حبشی عورت کے ساتھ کردی جاتی تھی۔

سنہ ۱۷۶۹ء میں تقریباً دو ہزار قیدی جو مارمورا میں گرفتار کئے گئے تھے وہ سب کے سب مسلمان ہوگئے اور منجملہ اٹھارہ ہزار قیدی کی جو مولائی اسمٰعیل نے کرایچہ میں قید کئے تھے۔ تقریباً چودہ ہزار نے اسلام قبول کیا۔ سنہ ۱۷۹۵ء میں جب یعقوب المنصور کو قیدیون کی کوئی ضرورت نہ رہی تو اس نے بعد محاربہ الرکوس پندرہ سو قیدی ہسپانیہ سے روانہ کئے۔ ان قیدیون کو امیر موصوف نے آزاد کرکے کہا کہ جہان ان کی مرضی ہو وہان سکونت اختیار کرسکتے ہیں۔ بربرون کو نکال دیا گیا تھا تاکہ نو وارد اجنبیون کو جگہ ملے۔ چونکہ ان کی اقامت ماہ شعبان میں ظہور میں آئی اسواسطے بقول مراکوی مورخین یہ لوگ بھی شعبانی کہلانے لگے۔ بہت دیر تک تو یہ لوگ اپنے مذہب پر قایم رہے مگر بعد میں چونکہ ان کے درمیان کوئی پادری وغیرہ نہ تھے اس لئے بتدریج سب نے اسلام قبول کرلیا اور آہستہ آہستہ اہل وطن کے ساتھ کچھ ایسے مخلوط ہوگئے کہ وہان کے متوطنوان اور ان کے مابین کوئی امتیاز نہ رہا۔ مدت مدید تک یہ لوگ اپنی بہادری کیوجہ سے مشہور رہے۔ متذکرہ بالا واقعات سے اتنا تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ باشندگان یورپ کی حالت جنکو مراکو میں طوق غلامی پہنادیا جاتا تھا بہت بُری تھی اور مراکوی تاریخ میں یہ ایک بڑا بھاری دھبہ اہل مراکو پر رہیگا۔ لاکن یہ امر بھی اس جگہ تحریر کرنا بے محل نہیں ہوگا کہ بہ نسبت یوروپین غلامان کے حبشی غلامون کی حالت جنکو اہل یورپ نے اپنا غلام بنالیا تھا زیادہ تر بُری تھی۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اہل مراکو جو سختی عیسائی مسلمانون کے ساتھ کرتے تھے اس سے نصف سختی بھی انہون نے کبھی اپنے حبشی غلامون کے ساتھ نہیں کی۔

جو لوگ اہل یورپ میں سے مراکو میں اسیر ہونے رہے وہ یا تو ایسے ملاح تھے جو جہاز ٹوٹنے کے بعد اہل مراکو کے ہاتھ پڑ جاتے تھے۔ یا وہ جانباز سوداگر تھے جو منافع کی غرض سے ہر قسم کے خطرہ کا مقابلہ کرنے سے منہ نہیں پھیرتے تھے۔ فی الحقیقت اہل یورپ کو مراکو میں زیادہ تر تکالیف اس وجہ سے ہوتیں کہ وہاں جاکر انکو بدوی سادہ زندگی بسر کرنی پڑتی تھی جسکے وہ عادی نہ تھے۔ علاوہ بریں فراری کی ناامیدی اور حصول زرفدیہ کی مایوسی اور اسیر کنندگان کی زبان سے محض ناواقفیت یہ ایسے امور تھے جنکی وجہ سے یہ اسرا اگر انکو درحقیقت تھوڑی سی بھی تکلیف تھی تو اسکو بیس گنا محسوس کرتے تھے۔

خاص مدعا جسکے لئے یہ قیدی ملک میں روک لئے جاتے تھے فدیہ کا حاصل کرنا تھا اور رفتہ رفتہ دولتمند عرب غلاموں کا بیوپار کرنے لگ گئے ہو اسلئے سنہ ۱۸۰۰ء میں یہ تجویز ہوئی کہ ہر ایک غلام کی قیمت کی شرح خاص مقرر کیجاوے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں کو ان کی گورنمنٹ نے زر خلاصی دیکر آزاد کرایا انکو مقامی حکام نے خرید لیا اور جبتک گورنمنٹ متعلقہ نے بذریعہ ادائیگی روپیہ انکی خلاصی خریدی وہ وہاں ہی پڑے رہے اب حالات بہت کچھ تبدیل ہوگئے ہیں اور اس قسم کا سلوک اہالی یورپ کے ساتھ صرف انہی اضلاع میں ہوتا ہے جو دارالخلافہ سے بہت فاصلہ پر واقع ہیں اور جو حکومت سلطان کے برائے نام ماتحت ہیں اگر اہالی یورپ رلیف وغیرہ میں اب پکڑے بھی جاتے ہیں تو دارالخلافہ میں بحراست روانہ کئے جاتے ہیں اور حسب ارشاد سلطانی علدرآمد کیا جاتا ہے۔

ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگا کہ کسقدر غلاموں کی خلاصی کرائی گئی تھی:-

سال عیسوی جس میں خلاصی دلائی گئی	نام ان اشخاص کے جنہوں نے خلاصی حاصل کی	تعداد غلامان جو رہا کرائے گئے	کیفیت
۱۲۵۵ء	گلبرٹ وایڈورڈ	۴۶۰	
×	پیٹرک وبیم	۵۹۰	
سنہ ۱۳۰۰ء	ریمنڈ البرٹ	۳۰۰	
سنہ ۱۳۱۲ء	گلر گوگرا ووکلاوی سن ر افنس	۲۳۶	
سنہ ۱۳۳۰ء	جوین دی لوکا	۱۱۶	
سنہ ۱۳۴۲ء	،	۱۵۰	
سنہ ۱۳۰۲ء	جوین دی برن و برنارو وارنس	۲۵۸	

سال عیسوی جس میں خلاصی دلائی گئی	نام ان اشخاص کے جنہوں نے خلاصی حاصل کی	تعداد غلامان جو رہا کرائے گئے	کیفیت
سنہ ۱۴۰۸ء	دلنمرۃ ہی نو درکا	۱۰۴	
	سورن دُمی پیرس		
سنہ ۱۴۱۵ء	ایضاً	۱۳۰	
سنہ ۱۴۲۱ء	گونزی ارٹی نیز	۲۹۰۴	
سنہ ۱۴۴۷ء	یوس ڈی سرفشو		
	بارمولوشیو گوریہ	۱۸۹	
سنہ ۱۴۵۰ء	انفانسر دی ولورڈی	۱۱۴	
سنہ ۱۴۹۰ء	بیری یوکارد و		
	جین ل دلسیو	۲۰۴	
سنہ ۱۵۱۷ء	انانیو دی نیرس		
	فیاس دُی کادودا	۱۰۶	
سنہ ۱۵۱۹ء	دیوگوری گیانگوس	۵۰۰	
سنہ ۱۵۲۹ء	کارسیادی فینرز	۸۹	
سنہ ۱۵۴۳ء	گبریل دی اینڈراد		
	و الیسی ورودی سلا	۱۲۶	

سنہ ۱۵۰۵ء میں شہر فاس میں ایکہزار قیدی تھا اور سنہ ۱۵۶۸ء میں مراکش میں تقریباً دوہزار
سنہ ۱۶۲۶ء میں دو ہزار عورت کی جانب سے ایک درخواست گورنمنٹ انگریزی کے پاس پہونچی
جسکا مضمون یہ تھا کہ ہمارے شوہر مراکو میں قید اور غلامی کی ذلت میں گرفتار ہیں۔ کوئی دس
سال بعد ایک عرضداشت منجانب ایک ہزار عورت اسی مضمون کی موصول ہوئی سنہ ۱۶۴۶ء
میں طیطوان میں تخمیناً تین ہزار سے چار ہزار۔ مراکش میں پانچہزار سے چھ ہزار تک۔ اسیلہ
میں پندرہ سو سے دو ہزار تک اور فاس میں تقریباً پانچہزار عیسائی غلام تھے اس تعداد
کے علاوہ اور بھی عیسائی غلام ملک کے اندرونی حصہ میں تھے۔ سنہ ۱۷۵۶ء میں پادری جارج
وجے جہ آبرٹ نے ۷۳ غلاموں کو زر خلاصی ادا کرکے رہا کرایا۔ بعد میں ۱۱۶ غلاموں کو سال آئندہ
اور سنہ ۱۷۸۵ء میں ۱۴۴ رہا کرائے گئے۔ رفتہ رفتہ غلاموں کی تعداد ملک میں گھٹتی گئی اور سنہ ۱۸۱۴ء

میں بہت تھوڑی تعداد باقی رہگئی تھی اور اسی سال سلطان نے جسقدر عیسائی غلام تھے انکو مراکو کی قیدیون کے ساتھ جو ممالک یورپ میں تھے۔ تبادلہ کرنے کی غرض سے خرید لیا۔

باب (۱۵) پانزدہم

عیسائیت اور مراکو

یہ ایک عام قیاس ہے کہ ایک زمانہ میں مراکو میں عیسائی گرجا موجود تھا اور عیسائی مذہب وہان اچھی رونق حاصل تھی لیکن جب تحقیق کیجاتی ہے تو اس قیاس کی تائید میں کوئی معتبر شہادت نظر نہیں آتی اور جو دلایل اس قیاس کی تائید میں پیش کی گئی ہیں وہ ناکافی ہیں اور قابل پذیرائی نہیں۔ مرسر کا قول ہے کہ ایک یہودی سینٹ مارک اس ملک میں وارد ہوا۔ اور اپنے مذہب کی تلقین کرتا ہوا اسکندریہ میں پہونچا۔ وہ سنہ ۴۰ سے سنہ ۶۲ع تک وعظ وغیرہ کرتا رہا۔ اور اس نے چند گرجون کی بھی بنا ڈالی۔ مگر ان سب امور کا کوئی بھی ثبوت نہیں ہے اور اگر کچھ جزوی کامیابی عیسائیت کو مشرقی افریقہ کے صوبجات میں جو اہل روم کے زیر حکومت تھے حاصل ہوئی بھی ہو تاہم اتنا بلا شک و شبہ کہا جاسکتا ہے کہ عیسائیت کے پاؤن مراکو میں نہیں جمے۔ یہ امر بھی اغلب ہے کہ اہل روم میں سے بعض عیسائی مذہب رکھتے ہون چنانچہ یک کس مسمی مارسیلس اسواسطے قتل کیا گیا تھا کہ اس نے اس بنا پر کہ وہ عیسائی ہے شہنشاہ کے سالگرہ کے موقع پر بعض بت پرستی کی رسوم ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور کیسی اس کو بھی قتل کر دیا گیا تھا کیونکہ وہ رجسٹرار تھا اور اس نے بوجہ عیسائی مذہب کا پیرو ہونے کے فتوے سزا تحریر کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اکثر اوقات عیسائی پادریون کا ذکر اس زمانہ میں سنا گیا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہان گرجے بھی تھے۔

دنیائے اسلام — اسلام کے زمانہ ابتدائی میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ فاتحان عرب نے کثیر التعداد عیسائیون کو مغلوب کیا لیکن یہ عیسائی معلوم ہوتا ہے کہ[۱] ایسے ہی اہل وطن تھے جیسے کہ یہودی تھے جنکو انہون نے اسی زمانہ میں مطیع کیا تھا۔ علاوہ ازین ایک بات یہ بھی ہے

[۱] ابن خلدون لکھتا ہے کہ جب فرنگیون نے اہل بربر کو مطیع کیا تو انہون نے ان کو اپنا ہم مذہب

جس سے مغالطہ پیدا ہوا ہوگا کہ مورخین مراکو ان تمام اشخاص کو جو نہ مسلمان تھے اور نہ یہودی بلا امتیاز عیسائی کہتے چلے گئے ہیں جو تاریخ اہل اسلام کے حملوں کے متعلق ہے اس سے اس وقت کے کفار کی نسبت جو اکثر اہل وطن تھے کچھ بھی حال منکشف نہیں ہوتا۔

سیاحوں کی تحریرات سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ ملک بغیر مقابلہ کے مفتوح ہوگیا تھا کیونکہ عیسائی گرجے اب تک نظر آتے ہیں۔ اگرچہ اب صرف کھنڈرات ہی کھنڈرات ہیں۔ فاتحان نے صرف اسی بات پر اکتفا کیا کہ ہر ایک گرجا کے بالمقابل ایک مسجد تعمیر کردی۔ مگر اس مورخ نے جو کچھ لکھا ہے ٹیونس کی نسبت ہے۔ اس لئے اسکا بیان ملک مغرب سے متعلق نہیں ہے۔ اس خصوص میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی کہ مراکو میں عیسائی مذہب کا دور دورہ رہا ہے۔ بعض مورخین نے ارقام کیا ہے کہ باشندگان بربر کے اعتقادات مذہبی میں عیسائیت کا شائبہ نظر آتا ہے لیکن اسکی ممکن وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ چونکہ عیسائی غلام اس ملک میں مدت مدید تک رہا کئے اسواسطے اہل ملک کچھ نہ کچھ ان سے متاثر ہوگئے ہونگے اور بھی کئی ایک اس قسم کے ماخذ ہیں جنسے استنباط کیا جاسکتا ہے کہ یہاں کبھی عیسائی مذہب کا دخل تھا۔ مثلاً مختلف مقامات کے نام ایسے ہیں جنسے یہ امر واقعہ مفہوم ہوتا ہے اور پرانی عمارات کے متعلق جو قصے کہانیاں زبان زد خلایق چلے آتے ہیں وہ ایک سماعی شہادت کا کام دیتے ہیں[1]۔

بھی اختیار کرلیا اور اہل اسلام کے وقت تک وہ ان کے مذہب کے پیرو رہے۔ گیانکوس کہتا ہے کہ اہل بربر بالکل جاہل تھے بعض ان میں سے عیسائی تھے لاکن اکثر لوگ بت پرست تھے مگر باشندگان کی زیادہ تعداد یہودی مذہب کو مانتی تھی۔

[1] مسز ٹیلیو ڈی۔ راک فیلر تحریر کرتا ہے کہ کماس میں اب تک بھی عیسائیت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہاں کی عورتیں یکشنبہ کو متبرک خیال کرتی ہیں اور اسدن روزانہ کام کاج نہیں کرتیں۔ مسس کوپیگ تحریر کرتی ہے کہ شمالی افریقہ میں میں نے چند عورتیں دیکھیں جنکی کلائیوں پر صلیبی نشان لگا ہوا تھا اور کچھ الفاظ بھی سریانی زبان میں بنائے ہوئے تھے گر وہ عورتیں ان نشانوں کی اصلیت سے محض ناواقف تھیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کے بزرگ عیسائی تھے اور مسلمانوں کی آمد پر انکو مجبوراً اسلام قبول کرنا پڑا۔ مگر انہوں نے اپنی اولاد کو یہ امتیازی داغ دیدیا کہ شاید کوئی وقت آئے تو ان کو کوئی ایسے پرانے مذہب کی طرف رہنمائی کرے۔

اب تیرھویں صدی کے اوایل میں پادری لوگ مراکو میں آنے شروع ہوئے۔ جبکہ فرانسس آوف اسیسی ایک گشتی خط نافذ کیا جسپر پادری ملادنیا کے مختلف حصوں میں منتشر ہو گئے۔ بعض ان میں سے سپانیہ میں وارد ہوئے۔ وہان انجیل کا وعظ شروع کیا جسکی پاداش میں وہ قید کئے گئے۔ مگر قیدخانہ بھی ان کی زبانوں پر کوئی روک پیدا نہ کر سکا اور قیدخانہ سے صرف وہ موت کا فتویٰ سننے کو لئے باہر لائے گئے۔ دیگر پادری بسرکردگی فرانسس آوف اسیسی مراکو میں پہونچے لیکن رستہ سے اُنکو راہ میں واپس بلالیا گیا۔ بادشاہ پرتگال کا بھائی نوارد پادریوں پر بہت مہربانی کرنے لگا۔ اسوقت ہسپانیہ کا حاکم امیر یوسف سویم تھا۔ دو دفعہ ان کو سبتہ کو روانہ کیا گیا تاکہ وہان ہسپانیہ میں جا پہونچیں۔ مگر ہر دو دفعہ انکو مراکش میں واپس آنا پڑا[1] جہان ان کا جوش کسی صورت سے فرو نہ ہوا حتیٰ کہ موت نے ہی اسے ٹھنڈا کیا۔

بقول فرے۔ ڈی۔ ایل پورٹو یہہ پادری تعداد میں چھے تھے ان میں اس قدر جوش بھرا ہوا تھا کہ انہون نے امیر مراکو کے حضور میں اپنی دعوت مذہبی شروع کر دی۔ امیر کو سخت غصہ آیا اُس نے حکم دیا کہ ان کو سنگسار کرکے قتل کردو اور ان کی لاشیں جلادی جائیں مگر لوگون کے دلون پر اسکا بُرا اثر ہوا۔ وہ ان پادریون کو ولیون میں شمار کرنے لگے۔ مگر بعد ازان امیر مراکو بھی پچھتایا جس نے خیال کیا کہ یہ اشخاص بے گناہ تھے۔ بنابرین اُس نے ہر ایک کی یادگار میں ایک ایک گرجا تعمیر کرنے کی اجازت دی۔ گویا امیر نے یہ اجازت بطور کفارہ کے دی۔ ان واقعات کی نسبت کوئی تحریر نہیں ہے۔ البتہ مراکو میں اس واقعہ کے متعلق ایک تحریر پائی جاتی ہے ان پادریون کی لاشیں پرتگال میں روانہ کی گئیں جہاں ۱۴۸۱ء میں ان کا نام مذہبی مجاہدین کی فہرست میں درج کیا گیا۔ دوسرے سال سات شخص جو بڑے دل چلے تھے وارد ہوئے سبتہ میں ان کو قتل کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کی لاشیں مراکش میں پہنچائی گئیں۔ بعد میں پرتگال میں لائی گئیں اور ان اشخاص کے نام بھی ۱۵۱۶ء میں فہرست مجاہدین مذہبی میں ایزاد کئے گئے۔

[1] عبدالواحد لکھتا ہے کہ تمام ملک میں جو موحدین کے زیر حکومت تھا ایک گرجا بھی بنانے کی اجازت نہ تھی تمام یہودیون نے اسلام قبول کیا۔ مسجد میں نمازیں ادا کرتے تھے اور اپنی اولاد کو قرآنی تعلیم دیتے تھے تو بھی اُن پر وہ یہی تحریر کرتا ہے کہ دلون کو جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے نہیں معلوم کسی کے دل میں کیا ہے اور کسی کے مکان اندر کیا ہو رہا ہے ؛؛

[illegible] ہمارا ان پادریان با عظام جو مراکو میں بغرض دعوت مذہب عیسوی بھیجے جاتے تھے روم والوں کے سپرد ہو گیا۔ ۱۶۲۲ء میں ہولی پوپ سوم نے ایک فرمان بدین مضمون نافذ کیا کہ جملہ پادریان مراکو اپنے قواعد کی ترمیم کریں۔ ڈاڑھی سب دراز رکھیں۔ لباس میں تبدیل کریں۔ اور خیرات کا روپیہ کے واسطے روپیہ ہمراہ رکھیں۔

بشپ اول — اس جدید انتظام کی وجہ سے تاریخ مراکو میں ایک بھاری تغیر ظہور میں آیا۔ اور آخر یگوری ہفتم نے پہلی دفعہ اگنلس کو بعہدہ بشپ ممتاز کیا۔ یہ نو مقرر شدہ پادری دو خط بھی ہمراہ لایا۔ یہ خط وولیس ثالث (المامون) کی طرف تھے۔ ایک خط میں مذہب عیسوی کے اصول بیان کیے گئے تھے اور دوسرے میں خلیفہ کو عیسائی مذہب قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ خلیفہ تو گذشتہ سال فوت ہو چکا تھا اور ہر دو خط اسکے بیٹے رشید اول کو جبکی والدہ عیسائی تھی پہونچے۔ رشید اس پادری کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا جسکے جلدو میں اسقف اعظم نے ایک شکریہ کا خط خلیفہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

اگنلس کی وفات پر لوپیس مقرر ہوا۔ پوپ نے لوپیس کو ہی ایک خط لکھا اس میں علی رابع کو عیسائیت کی طرف دعوت کی گئی تھی اور اس میں بڑے وعدے کیے گئے تھے کہ اسکی سلطنت کی حفاظت کی جاوے گی اس کے مخالفوں کا اچھی طرح تدارک کیا جائیگا وغیرہ وغیرہ۔

اب پادریوں کا امیر کے دربار میں بہت رسوخ ہو گیا تھا چنانچہ امیر کیطرف سے اہل فاس کے ساتھ مصالحت کرنے کو واسطے ہی جو لوگ مقرر کیے گئے تھے ۱۲۴۷ء میں تیسرا بشپ بنیکس مقرر ہوا۔ اس سے سو سال بعد کی تاریخ کچھ معلوم نہیں ہے مختلف اشخاص مقرر ہوتے رہے۔ بعدازاں عملی طور پر عہدہ بشپ سبتہ میں ہی محدود ہو گیا اور پھر اس عہدہ پر اہل سپانیہ ہے یا اہل پرتگال مقرر ہوتے رہے۔ ۱۶۳۰ء میں اٹلی کا ایک شخص مراکو میں بڑا پادری مقرر ہوا۔ آخری دو صدی میں پادریوں کو کبھی کامیابی بھی حاصل ہو جاتی مگر اکثر اس کوشش میں جان سے ہاتھ دھونے پڑتے تھے۔ یہاں دو شخصوں کا بالخصوص ذکر کیا جاتا ہے یعنی کلبرٹ اور ایڈورڈ یہ دو اہل فرنگ میں سے تھے۔ اہل مراکش میں مارے گئے۔ ۱۶۲۸ء میں پیٹرک اور ولیم زندہ جلا دیئے گئے اور ۱۶۳۲ء نکلس فرمی اور نکوسٹر جو انگلستان سے سفر والے تھے اہل مراکش کو ہاتھ قید کیے گئے۔

دو صدی بعد انتھونی آف سنیٹ میری نے جو آئرلینڈ کا باشندہ تھا انکار کر دیا کہ جب تک کوئی دوسرا آدمی اسکی جگہ نہیں آئیگا وہ مراکو نہیں چھوڑیگا۔ بنابریں غلامان مذکور نے ایک شخص کو جو مراکو کا رہنے والا تھا بدین غرض ارسال کیا کہ وہ الجزائر میں جا کر کوئی پادری لے آئے اور جسقدر روپیہ اس میں صرف ہو لگا دے۔ گویا جس قیمت پر پادری حاصل ہو سکے خرید لائے

سنہ ۱۶۶۲ء ۔ ۱۶۳۱ء اس کے بعد بھی پادری لوگ مراکو میں اپنے مذہبی فرایض ادا کرنے کی غرض سے آتے رہے۔ بعض کی قسمت میں قید لکھی تھی۔ بعض قتل کئے گئے۔ بعض کو غیر ملک سے خارج کر دیا گیا۔ سنہ ۱۸۸۱ء میں سب پادری جلاوطن کئے گئے اور سپٹہ کو روانہ کئے گئے۔ لیکن ان پادریوں سے بڑی بڑی معاملات میں امداد بھی جاتی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معتبر اور ممتاز لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ فرانس اور ہسپانیہ کی طرف سے تو پادری لوگ سفارت پر مراکو میں اکثر روانہ کئے جاتے تھے مگر سلطان مراکو کیجانب سے بھی دول یورپ کی طرف سفیر ہو کر کئی دفعہ گئے ہیں۔

مذکور رہے کہ سنہ ۱۷۹۹ء میں پادریوں کو سلطنت مراکو میں گشت کرنے کی اجازت عطا ہوئی اور سنہ ۱۸۷۱ء میں ان کا اسباب محصول سے مستثنیٰ کیا گیا۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ پادریوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ عیسائی لوگوں کے تنازعات خود فیصل کیا کریں۔ پادری لوگ مراکو میں اپنی مذہبی دعوت میں سر توڑ کوشش میں لگے رہے اور اس میں اکثر ان کو اپنی جانیں بھی توڑنی پڑتی تھیں۔ چنانچہ کئی پادری قتل کئے گئے کئی ایک سنگسار ہوئے بالفاظ دیگر جو کوششیں مراکو میں عیسائیت کی دعوت میں ہوئیں وہ شاید ہی کسی اور ملک میں ہوئی ہونگی۔ مراکو بڑی جانفشان سعی کا نظارہ بنا رہا ہے۔ چنانچہ چودھویں صدی کے اخیر میں جولیو ڈی پورٹو فاس میں قتل ہوا۔ جل اگوان ازیلو میں بیٹر اینس اور جوآن ول پریڈ سے موت کا ذائقہ وہاں ہی چکھا۔

عجیب خوش اعتقادی فرانسسکو ڈی ال پورٹو کا بیان ہے کہ اکثر لوگوں نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا کہ جوآن ول پریڈ پر آسمان سے فرشتے اترے یہاں تک کہ فرشتوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اس شہید دین کے مزار پر عجیب قسم کے آگ کے شعلے دکھائی دیتے تھے اور اسکی قبر پر شبنم پڑی ہوئی تھی حالانکہ

گردا گرد بالکل زمین خشک نظر آتی تھی۔ آخرکار اسکی نعش نکال کر ہسپانیہ میں لیگئے
یہ مؤرخ اور بھی اسی قسم کی کرامات پیڈرو کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک کا کہنا ہے
کہ پیڈرو اور اسکے ہمراہیوں کو پکا پکایا کھانا جنگل میں جابجا پایا گیا۔

۱۵۷۸ء جو پرتگیز القصر کی لڑائی میں قید ہوئے۔ ان میں ایک شخص ٹامس ڈی انڈیز
نامی تھا جب اسکی زر فدیہ ادا کرکے اسکو رہائی دلائی گئی تو اس نے کہا
کہ خواہ میں یہاں بحالت قید رہوں اور خواہ بحالت آزادی میں مراکش سے جانے کا
نہیں۔ میں ان قیدی بھائیوں کے پاس رہنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ اس ٹامس نے قیدخانہ
میں ایک کتاب لکھی جسکا نام ٹرابہوس ڈی جیسس ہے نیز سینٹ آگسٹین کے کمالات
زندگی قلمبند کئے۔ یہ ایک کھیل تھی اور بزمی کا تماشا مراکو کیا گیا۔ بہت سے نومسلم اس کے
پھر عیسائی ہوگئے۔ اور اس تبدیل مذہب کی بنا پر پیڈرو نوآرد المعروف قائد احمد
کو مصلوب کیا گیا۔ ایک شخص کی نسبت جو دراصل موئیر تھا مرقوم ہے کہ جب اس نے عیسائی
مذہب قبول کیا تو اسپر موت کا فتویٰ صادر ہوا۔ اور اسکو مہلت دی گئی کہ شاید
وہ دین اسلام کیطرف پھر رجوع کرلے۔ مگر وہ اپنے ارادہ میں اسقدر پکا رہا کہ جو خون
اسکے زخم سے نکلتا تھا وہ اسکو اپنے سر پر ڈالکر کہتا تھا کہ چونکہ ابھی تک میں نے بپتسما
نہیں لیا اسلئے گواہ رہو کہ یہ خون اسکے قائمقام ہے۔ وہی مورخ تحریر کرتا ہے۔ کہ
ایک بوڑھا شخص جو اپنی قطع و وضع سے بالکل وحشی دکھائی دیتا تھا۔ ایک روز جمعہ کو جب
امام منبر پر سے اٹھا تو وہ منبر پر چڑھ گیا اور بآواز بلند عربی میں کہا کہ مسیح اب تک
زندہ ہے وہ کو مشاورتسخیر کرتا ہے پھر دنیا میں آئیگا۔ باقی جو کچھ ہے محض فضول ہے
یہ کہکر منبر سے اتر کر رفوچکر ہو گیا۔

اگرچہ لوگوں کو مذہب عیسوی کیطرف دعوت کرنے میں کوشش بلیغ کیگئی اور اس سعی
میں بہت سی جانیں کام آئیں تاہم اس امر کا تخمینہ لگانا قریب ناممکن ہے کہ کس حد تک
یہ کوشش مشکور ہوئی اور کہاں تک یہ جان نثاریاں بارکامیابی لائیں۔ یہ مثالیں تو
کہیں کہیں نظر آتی ہیں کہ کئی مراکوی اشخاص نے مذہب عیسوی قبول کیا۔ لیکن ویسی
گرجا کی بنیاد وہاں کبھی نہیں رکھی گئی اور جن اشخاص کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں
نے مذہب عیسوی کو قبول کیا ان میں زیادہ تعداد ایسی دکھائی دیتی ہے جنہوں نے

تبدیل مذہب دین برحق خیال کرکے بلکہ اپنی ذاتی اغراض کو مدنظر رکھکر کیا۔ نوشتہ جلسہ سے مجاہدین سینٹ جیمس کو کہا کہ امید ہے بادشاہ آسیلہ (سبلی) مذہب عیسوی اختیار کریگا۔ مگر اس قسم کی امید کے واسطے کوئی وجہ موجہ ظاہر نہیں کی گئی۔ مسطور ہے کہ شاہی خاندان کے کئی ایک شہزادے عیسائی ہوئے اور ان کی نسبت جو حالات بیان کئے گئے ہیں وہ خالی از دلچسپی نہیں۔

مولائے العربی اور مولائی محمد العالم نے جن کا مقدم الذکر مولائے رشید کا برادر زادہ تھا۔ ترپولی میں آکر پناہ لی۔ مولائے العربی بعد ازاں ہسپانیہ میں چلا گیا اور پوستو ستادیریا میں ۱۶۶۳ء اسکو بپتسمہ دیا گیا اور اسکا عیسائی نام آگسٹین ڈی کروا رکھا گیا اور وہ مونک (فقیر) بن گیا۔

۱۶۸۹ء ایک خط کی (نام کتاب مصنفہ ڈاکٹر براون) میں درج ہے۔ اس خط کے لکھنے والے کا نام معلوم نہیں ہے۔ یہ ایک قسم کا گمنام خط ہے اس میں تحریر ہے کہ شاہ مراکو کا بیٹا جب براہ ترکی مکہ کو جا رہا تھا تو مالٹا کے عیسائی مجاہدین نے اسکو گرفتار کر لیا۔ شہزادہ ایک ہزار کراون جو نس کے بے سے قرضہ لیکر زر فدیہ ادا کرکے قید سے رہائی حاصل کی بعد ازاں عیسائی ہو گیا۔ اسکا عیسائی نام بالتھازر ڈی لیو لاڈ مینڈیز رکھا گیا اور ... سنیا میں پادری مقرر ہوا۔ اس خبر کے سننے سے اسکی ماں سخت بیمار ہو گئی اور اسی صدمے سے راہی ملک بقا ہوئی اور اسکا بیٹا تخت نشین ہوا۔ اس وقت اسقف اعظم انگلینڈ رحیم تھا۔ شہزادہ مراکو نے پھر وعظ کہنا شروع کیا اور اس وعظ کے اثر سے ایک سو پچاس ترک عیسائی ہو گئے اور بعض اسلام نے بھی مذہب عیسوی قبول کر لیا اور فلارنس میں بپتسمہ دیا گیا۔

بعد ازاں تورس میں وعظ کرتا رہا۔ لوگ اسکو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کیونکہ ان کے خیال میں وہ تارک الدنیا تھا۔ اور دو بھاری سلطنتوں فاس اور مراکو کو لات مار چکا تھا۔ اول وہ جزب الہند میں عیسائی مذہب کی منادی کرتا رہا اور بعد میں سلطنت مغلیہ کا کوچ کیا۔ مولائے الشیخ کے ایک بیٹے نے اور مولائے اسمٰعیل کے ایک نبیرہ نے مذہب عیسائی اختیار کر لیا تھا۔ اور موخر الذکر نے لوئیس پانزدہم کو امقام کہا کہ آپ میرے مذہبی باپ بنیں۔

عام لوگ جو عیسائی ہوگئے تھے ان کا اس مقام پر ذکر محض طوالت ہوگی۔ پدرو لوٹ
کلبا ایک شریف جو گورنر آزمور کا بھائی تھا عیسائی ہوگیا تھا اور میڈرڈ میں اسے
بپتسمہ دیا گیا۔ اسیطرح مذکور ہے کہ ایک مسلمان مراکو کا باشندہ عیسائی ہوگیا تھا
کیونکہ یہ شخص نابینا تھا اور پرنس فرننڈو کی نعش سے چند خون کے قطرے جو اس کی
آنکھوں پڑے تو وہ روشن ہوگئیں۔ بقول ٹورس فرننڈو پرنس آوف پورتگال
بیرغال میں دبا گیا تھا اور جب اس نے وفات پائی تو اس کی نعش فاس جدید کی
دیواروں پر لٹکائی گئی چونکہ وہ نابینا شخص جسکو اس صورت سے بینائی حاصل ہوگئی تھی عیسائی
ہوچکا تھا اس گناہ میں اسکو قتل کردیا گیا اور شہر کے باہر اسے مدفون کیا گیا اس
مزار کی وہاں کے لوگ بڑی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ کیپوشن فادرز کی قبور کی اہل
مراکو قبور اولیاء کی سی تعظیم کرتے تھے۔

کتنی ایک یہودیوں نے بھی عیسائی مذہب اختیار کیا تھا۔ آخر نوبت شکایت رسید
جیر سلطان کی طرف سے حکم نافذ ہوا کہ اہل یہود کو اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہیئے۔ اگرچہ
یہ حکم بعد مذہب اسلام قبول کرنے تک ہی محدود کیا گیا۔ وتنیس اور سیودرن دو
یادوسان نجات دہندہ کے ہاتھ پر ایک ربی یعنے مجتہد حضرت مسیح پر ایمان لایا۔
ایک اور یہودی مجتہد نے جسکا نام سیموئیل مارکشنیس تھا عیسائی مذہب قبول کیا۔
اسکے حالات بہت دلچسپ ہیں اس نے ایک کتاب تصنیف کی جس میں عیسیٰ کے مسیح
ہونے پر دلائل پیش کئے۔ ایک تیسرا ربی پیرس میں صرف درس تدریس عبرانی کے
لئے آیا۔ علیٰ ہذا القیاس اہل یہود عیسوی مذہب قبول کرنے کی بہت سی مثالیں ہیں
جو بہت مدت نہیں گذری کہ واقع ہوئیں۔

عیسائیوں کے گرجے

مراکو میں سب سے اول ایک گرجا مراکش میں تعمیر ہوا۔ اس گرجا
کے تعمیر ہونے کی یہ وجہ ہوئی کہ شاہ سپین نے ادریس المامون
کو اس شرط پر کمک دی تھی کہ مراکش میں ایک گرجا بنانے کی اجازت دیجائے۔ لیکن
چند سال بعد یحییٰ نے جو ادریس المامون کا مقابل تھا اس گرجا کو مسمار کردیا۔ نہ صرف
وہی گرجا کی قسمت میں مسماری تھی بلکہ تمام عیسائی عمارتیں منہدم کی گئیں۔ مگر مراکش
میں گرجا از سر نو تعمیر کیا گیا۔ اس گرجا میں ایک عیب کی بات یہ تھی کہ اس میں

بہت تصویریں اور بت وغیرہ رکھے ہوئے تھے جن کی وجہ سے اہل مراکو نے اسے لوٹ
سنہ ۱۶۵۱ء لیا۔ ایک خانقاہ اور ایک ہسپتال کی بھی بنا ڈالی گئی تھی۔ اور مولائے احمد شیخ کے حکم
سنہ ۱۷۲۳ء سے ان تمام عمارات کا قبضہ قرین کسکن کو دیا گیا۔ بعد ازاں ان عیسائی کیشتان
کو عبدالکریم بن ابوبکر نے وہاں سے نکال دیا۔ خانقاہ مسمار کی گئی۔ عیسائی زاہد نے
ایک یہودی کے مکان میں پناہ لی اور وہاں چھپے رہے حتے کہ قصبہ میں ایک گرجا
تعمیر کرنے کی اجازت ہو گئی۔

اس قسم کے واقعات کا یہ نتیجہ ہوا کہ کیشیشون کو فاس اور طیطوان میں جانا پڑا
اور ان کا جو کچھ مال و اسباب جایداد وغیرہ تھی وہ ارمنی سوداگرون کے پاس جو
رومن کیتھولک تھے چھوڑ گئے۔ ان لوگون نے اپنی کوششون سے شمالی دارالحکومت
میں بھی ایک گرجا کی بنا ڈالی۔ لیکن چونکہ مولائے اسمٰعیل نے کناس میں رہایش اختیار کر
لی اس لئے کیشیشون کو یہان سے بھی نقل مکان کرنا پڑا۔ ابتدا میں تو ان لوگون
سے خاصہ سلوک ہوتا رہا اور ہر قسم کے حقوق ان کو عطا کئے گئے تھے اور ان کو ہر
طرح آزادی حاصل تھی کہ حتی الامکان قیدیون کی بہتری کے لئے کوشش کریں۔ جو
گرجا اہل ہسپانیہ کی طرف سے قایم کیا گیا تھا اُس میں کئی قسم کے باجے رکھے ہوئے
سنہ ۱۶۹۳ء تھے۔ گانے والون کو فرشتون کا سا لباس پہنایا ہوا تھا مگر مولائے اسمٰعیل نے
حکم دیا کہ گرجا میں سے تمام بُت نکال دیئے جائیں۔ سلطان کے خیال میں بہت
منحوس تھے اور ان کی وجہ سے ملک میں خشکسالی عاید ہوتی تھی۔

ادہر جون ہی آسیلہ[1] تو رسالی کا خاتمہ ہوا۔ اور غلامون کی سوداگری محدود
سنہ ۱۷۵۰ء ہوئی ادہر عیسائی لوگ ملک کے اندرونی حصص سے نکل نکل کر سواحل کیطرف
رخ کرنے لگے۔ فاس اور مکناس جیسے مقامات کو ترک کر دیا۔ جب موگیدار تعمیر ہوا
تو وہان ایک گرجا کی بھی بنا ڈالی اور وہ گرجا ۱۸۱۳ء تک موجود رہا یہ اس جگہ واقع
سنہ ۱۸۵۹ء تھا جہان اب قونصل ہسپانیہ رہتا ہے۔ عیسائی راہب ایک گرجا اور ایک خانقاہ

[1] جب لرائش فتح ہوا تو اس میں کشیش اور کنواریون کے چار بت برآمد ہوئے وہ مکناس میں لائے گئے۔ مولائے اسمٰعیل نے ان پر تھوکا اور ان کی بیحرمتی کی۔ آخر کار ہر ایک کے ساتھ ایک نفر مراکوی کا تبادلہ کر لیا۔ اور ان بتون کو ہسپانیہ بھیج دیا۔

واقع طیطوان پر جنگ ہسپانیہ کے وقت سے قابض چلے آتے ہیں اور دیگر مقامات ۱۸۶۰ء
میں بھی حتلا کیسا بکتا۔ مزاگان اور موگیدار میں چھوٹے چھوٹے امدادی گرجے
قایم کئے گئے۔ نیز رباط۔ آصفی اور لراچ میں امدادی گرجے کھولے گئے
۱۸۹۵ء میں مزاگان میں ایک نیا گرجا قایم کیا گیا۔ فرین کسکن پادری بھی
مراکو میں پائے جاتے تھے چونکہ یہ لوگ نرم دل۔ صاحب علم۔ دیانت دار۔ اور
پرہیزگار تھے اسواسطے ملک میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔
ان میں پادری لرچندی ایک نہایت مشہور شخص گذرا ہے اس نے مراکو کی عربی ۱۸۹۶ء
پر ایک کتاب لکھی ہے۔ کیوٹا میں اس نے وفات پائی۔ طنجہ اور طیطوان میں گرجے
موجود ہیں۔ ان گرجون کے متعلق مدرس بھی ہیں جن میں لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔ مگر
طنجہ میں ایک لڑکیون کا مدرسہ بھی ہے۔ طنجہ میں ایک ہاسپٹل بھی ہے جہان
کشیش اور چند دیسی طب کی تعلیم پاتے ہیں۔ اسکے تمام مصارف گورنمنٹ ہسپانیہ
برداشت کرتی ہے۔ اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک گھنٹہ بجانا ایک معیوب امر ہے
اور وہ اسسے نہایت نفرت کرتے ہیں اور عہدنامجات میں ہمیشہ اس کے برخلاف
ایک شرط اندراج پاتی رہی مگر یہان گھنٹہ بجانے کی اجازت ہے اور غالباً یہ استحقاق
اسوقت کا عطا کیا ہوا معلوم ہوتا ہے جبکہ عیسائی سپاہی کرایہ پر لئے گئے تھے۔

معاہدہ نسبت حقوق جماعت پادریان۔

وادی الراس کے عہدنامہ کے رو سے جو جنگ ہسپانیہ کے بعد
تحریر ہوا پادریون کو بہت سے حقوق حاصل ہو گئے اور دیگر
اقوام کے پادریون کو بھی ویسے ہی حقوق حاصل ہیں۔ معاہدہ کا متنازعہ فیہ جزو
حسب ذیل ہے۔

"حضرت سلطان المعظم والی مملکت مراکو اپنے اجداد عظام کا جنہون نے جماعت
پادریان ہسپانیہ کی خاص حفاظت کا ذمہ لیا تھا تتبع کرتے ہیں اور ایک گرجا
ڈسٹرکٹ(؟) شہر فاس میں قایم کرنے کی اجازت فرماتے ہیں۔ جماعت مذکورہ کو جملہ
حقوق جو سابق سلاطین کیجانب سے مرحمت ہوتے چلے آئے ہیں عطا کرتے ہیں۔
اس جماعت کے افراد سلطنت مراکو کے ہر ایک حصہ میں جہان وہ وارد یا سکونت پذیر
ہون اپنے مقدس فرائض مذہبی کو آزادی کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں اور سرکار

ان کی ذات۔ مکانات اور دار الحجرات کی محافظ و ضامن ہوگی حضرت سلطان اعظم اپنے حکام و وکلا کے نام ضروری ہدایات نافذ فرمائیں گے کہ وہ ہمیشہ شرائط مندرجہ بالا کا رپند رہیں۔"

پراٹسٹنٹ عیسائیون کا مشن تو حال میں قایم ہوا ہے اور سب سے پہلے لنڈن سوسایٹی (جماعت لنڈن) بغرض توسیع احکام انجیل پہونچی تاکہ اہل یہود کو وعظ کرکے مذہب عیسوی کیطرف دعوت کریں۔ اس سوسایٹی نے ان اغراض کے لیے موگیدار اپنا مقام بنایا۔ جی۔ پی کرائیمن گنس برگ اعلے پادری مقرر ہوا۔ اسکے بعد ایم۔ زرتیب جانشین ہوا۔ زریب نے اپنی محنت سے ایک کمرہ تیار کیا جو بطور گرجا استعمال ہونے لگا اور آج کے دن تک استعمال ہوتا چلا آیا ہے ماسوائے طنجہ کے پراٹسٹنٹ عیسائیون کا مستقل معبد تمام ملک میں یہی ایک مقام ہے

۱۸۸۵ء یہان چندہ جمع کرکے سینٹ انڈرو کا گرجا بنایا گیا۔ اور بعد ازان ۱۸۷۵ء میں نارتھ افریکا مشن کے پاس فروخت کر دیا گیا۔

اول ہی اول انجیل کی تعلیم کے واسطے برٹش اینڈ فارین بائبل سوسایٹی نے مسٹر ولیم میکن توش کو طنجہ میں بطور ایجنٹ (مہتمم) مقرر کیا۔ ایک سال کے بعد نارتھ افریکا مشن نے طنجہ کے باہر مرشان پر نہایت قیمتی جایداد حاصل کی جہان سوسایٹی کا ہمیشہ صدر مقام چلا آیا ہے۔ چند سال تک تو پادری ای۔ ایف بالڈون جو اصل میں امریکا کا رہنے والا تھا کے سپرد یہ اہتمام ہوا۔ اور بعد میں مس ایا ہرومن کے وقت میں سوسایٹی (جماعت) کو بہت ترقی ہوئی اور وہ بعد میں دو واقرمیون کو بھی فاس میں لے گئی۔ اگرچہ یہان ان کو بڑی بڑی دقتون کا سامنا کرنا پڑا لاکن وہ یہاں سکونت پذیر ہو گئیں اور ایک میڈیکل مشن (جماعت طبی)

۱۸۸۶ء قایم کیا جو اب تک موجود ہے۔ پرس ٹبیرین چرچ اور انگلینڈ کیطرف سے رباط میں ایک مشن قایم ہوا۔ اسکا مہتمم ڈاکٹر رابرٹ کر تھا۔ یہ ڈاکٹر بعد میں علیحدہ ہو گیا۔ اور سنٹرل مراکو مشن کی بنیاد ڈالی۔ یہ ڈاکٹر بڑا ہر دلعزیز ہے اور لوگون کے گھرون میں اکثر آتا جاتا ہے اور لوگ اس سے بہت خوش ہیں۔ ایک

۱۸۸۸ء اور مشن جنوب میں قایم ہوا۔ یہ مشن مسٹر جوہن اینڈرسن آف آرڈواہن کی کوشش

نتیجہ تھا۔ اس مشن نے مراکش میں ایک ہسپتال قایم کیا اور یہاں ہی اپنا صدر مقام مقرر کیا۔ مسٹر کتھبرٹ نیرن اسکا مہتمم تھا۔ اس مشن کے کارکنان کی تعداد اکیس ہے جس میں سے بارہ مرد اور نو عورتیں ہیں۔

گوسپل یونین شہر کنساس نے سب سے اخیر میں مسٹر نتھان کے ماتحت جو ایک یہودی عیسائی تھا مراکو میں پادری روانہ کئے۔ اس یونین کے ایک شاخ فاس ایک کناس اور ایک القصر میں ہی۔ ان متعدد مشنون میں کارکنان کی تعداد ۳۰ مرد اور ۹۴ عورتیں ہیں۔ باستثنائے لندن جوئیش سوسایٹی کے اور سب سوسایٹی ملکر کام کر رہی ہیں اور ان کا کام اشاعت مذہب ہے۔ یہ بہت سارے فرقے بنانے نہیں چاہتیں۔ اگرچہ ملک کی حالت کے لحاظ سے کچھ زیادہ کامیابی کی امید کم ہی ہو سکتی ہے لیکن پھر بھی بعض لوگ عیسائی ہوتے جاتے ہیں۔ درحقیقت اس مذہبی اصطباغ کا رنگ اکثر لوگون کے لئے پختہ ثابت نہیں ہوا۔ ایک اور امر بھی لوگون کو تبدیل مذہب سے مانع ہے یعنی حکام کا ڈر۔ اگر مراکو میں مذہبی آزادی دی جاتی تو نتیجہ بالکل مختلف ہوتا۔ مذہب عیسوی کے اغراض اور منشا کے متعلق مراکو میں ایک عجیب طرح کا مغالطہ ہے اور مدت مدید کے بعد یہان کے لوگ متاثر ہوتے شروع ہوئے ہیں۔ ان تمام جماعتون کیطرف سے جو جو طریقے استعمال میں لائے گئے ہیں۔ وہ تقریباً یکسان ہی ہیں۔ عورتیں لوگون کے گھرون میں جاتی ہیں کیونکہ یہ عورتیں جنکو طبیب کہتے ہیں لوگون کے گھرون میں آ جا سکتی ہیں۔ ان کی آمد و رفت میں اہل وطن زیادہ اعتراض نہیں کرتے۔ اسطرح جون جون لوگون سے تعلقات وسیع ہوتے جاتے ہیں ساتھ ہی اشاعت مذہب بھی وسیع ہوتی جاتی ہے۔ پادری لوگ فقرا کی بھی خبرگیری کرتے ہیں اور یتامی کو امداد دیتے ہیں۔ دو تین مدرسہ بھی ہیں مگر تعلیم کی مخالفت بہت ہوتی ہے اسواسطے کچھ معتدبہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ پادری لوگ اکثر عرا کو والون کا لباس پہن لیتے ہیں۔ اور ملک میں گشت کرتے ہیں کیونکہ لوگ عیسائی قطع کے لباس سے نفرت کرتے ہیں بلکہ سخت تعصب کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان ناموافقت کا کانٹا ہمیشہ سے کھٹکتا چلا آیا ہے اور بظاہر اسکی خلش دور ہوتی نظر نہیں آتی جب تک یہ

ضرب المثل ہے "نصاریٰ کے واسطے میخ اور یہودی کے واسطے سیخ" ملک میں جاری ہے۔
چند سال کا عرصہ منقضی ہوا ہے کہ پادریوں نے ملک کے حصہ بالائی میں مختلف مقامات میں اپنی مذہبی شاخیں کھولیں اسپرال مراکو فرانس اور جرمن کے بل پر مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ ادعا کیا کہ اس مذہبی کام کو زیادہ وسیع ہرگز نہ کیا جائے کیونکہ یہ مراکو کی بدامنی کی کل کے لئے ایک محرک اولیٰ ہے اور ساتھ اس کے یہ بھی تہدید کیگئی تھی کہ جملہ یورپین آدمی جو سلطنت مراکو میں ہیں مار ڈالے جائینگے لیکن تجربہ نے اسکے برخلاف ثابت کر دکھایا ہے اور پادری لوگ اشاعت مذہب کے مقابلہ میں ہر قسم کے نقصان کو برداشت کرنے پر آمادہ ہیں۔

ان قصبات میں جو ساحل پر واقع ہیں عیسائی لوگ اور اقوام دیگر ممالک کے باشندے اپنے اپنے خاص قبرستان رکھتے ہیں مگر پرانے قبرستان جو ملک کے اندرونی حصہ میں تھے اب کس مپرسی کیحالت میں پڑے ہیں۔
۱۸۹۹ء میں ایک نیا قبرستان عیسائیوں کے واسطے مراکش سے باہر کھولا گیا ہے اور یہ کامیابی وزیر انگلشیہ سر آرتھر نکلسن کی کوششوں کا نتیجہ ہے اور وزیر صاحب مستحق شکر گذاری ہیں:۔

باب (۱۶) شانزدھم

تعلقات خارجی

ہمارے خیال میں اس جگہ کل معاہدات اور عہد پیمان کا ذکر جو مابین سلطنت مراکو اور ممالک یورپ وقوع میں آئے بالکل غیر مفید ہوگا اور محض ایک غیر ضروری طوالت ہوگی اس موقعہ پر صرف ان عہد ناموں کا درج کرنا مناسب تصور کیا گیا ہے جنکے رو سے یورپ کو وہ حقوق حاصل ہوئے جن کا فایدہ اب تک اٹھایا جا رہا ہے۔ جو جو امور زمانہ سابق میں واقع ہوئے وہ کچھ چنداں باضابطہ نہ تھے لہذا یہ تحقیق کرنا کہ وہ کس وقت اور کس تاریخ وقوع پذیر ہوئے۔ بالکل ایک امر محال ہے۔ باوجود اسکے مصالحہ بکثرت موجود ہے

جو ہیں مرکی توضیح کرسکتا ہے کہ مراکو اور یورپ کا ایک دوسرے کیطرف کسطرح میلان پیدا ہوا۔ اور کسطرح رابطہ بڑھکر مستحکم ہوتا گیا نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ موجودہ رابطۂ
سلطنت مراکو کی کیا حقیقت ہے۔ اول ہی اول تحریری معاہدات اٹلی کے بندرگاہوں کی سنہ ۱۱۳۳ء
نسبت قلمبند ہوئے۔ بارھوین صدی کے اوایل میں دو جہاز (پیگی) مراکو سے پیسیا میں پہنچے سنہ ۱۱۸۶ء
اور ایک معاہدہ مشعران سے حیطۂ تحریر میں آیا یہ معاہدہ بعد میں باضابطہ تصدیق ہوا۔ سنہ ۱۲۱۱ء
اور کچھ عرصہ بعد اسکی تجدید کیگئی۔ اسوقت کے قریب ہی اہل جینوا نے بھی ویسا ہی معاہدہ
مراکو کے ساتھ کیا اور ان کے سفرا مراکو میں آئے جہان معاہدہ کی تکمیل ہوئی اس معاہدہ سنہ ۱۳۶۰ء
کی روسے تمام مال وسادربر دس فیصدی ادا کرتا تھا لیکن پوگی میں یہ پابندی نہیں تھی وہان دس فیصدی میں سے ایک چہارم جینوا کو واپس کرنا پڑتا تھا۔ چودھویں صدی میں وینس۔ پیسیا۔ مارسیلز۔ آراگون اور بارسلونا نے سلطنت مراکو کے ساتھ معاہدات کئے۔ جب مراکو میں زمانۂ بدامنی کا آغاز ہوا تو بنی مرین نے اس درمیانی رابطہ کے سلسلہ کو تقریبا منقطع کردیا اور جون جون بحری قزاقی کو ترقی ہوتی گئی درمیانی تعلقات میں ضعف آتا گیا۔ ملکہ الزابتھ کے عہد سے پیشتر سلطنت مراکو اور انگلستان کے مابین کوئی تعلق نہ تھا جو خط وکتابت اسوقت ہوئی اس میں سے چند خطوط اب تک موجود ہیں۔ مگر ان کو باضابطہ عہدنامہ نہیں کہہ سکتے۔ اگرچہ ملکہ کے ساتھ یہ اقرار ہوا تھا کہ نہ تو اسکی رعایا کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائیگی اور نہ اُن کو غلام بنایا جائیگا۔

انگلستان کے ساتھ پہلا معاہدہ اُسوقت ہوا تھا جب انگریزون نے طنجہ پر قبضہ کیا بعد ازان دوسری صدی میں وہ معاہدہ مرقوم ہوا جس سے آجتک ہم سنہ ۱۷۲۱ء
فائدہ اٹھا رہے ہیں یعنی معاہدہ سٹوارٹ جو بمقام فاس تحریر ہوا۔ اور اسکے بعد رسل کا معاہدہ ہوا یہ بہی فاس میں تحریر ہوا۔ اسکے بعد وقتاً فوقتاً عہدنامجات تحریر میں آتے رہے جنکی تعداد تقریباً دس ہے۔

انگلستان کا زیادہ تر رابطہ اسوقت سے مراکو کے ساتھ شروع ہوا ہے۔ جب سے جبل الطارق انگریزی مقبوضات میں شامل ہوا ہے۔ اس قلعہ کے محاصرہ کی اثنا میں رسد وغیرہ کا سامان اہل مراکو کیطرف سے بہم پہنچایا گیا تھا جسکے معاوضہ میں

۱۸۴۴ء رفتہ رفتہ انگریزی رسوخ مراکو میں بڑھنے لگا اور مراکو میں انگریزی رسوخ کی
۱۸۶۰ء ترقی کی زیادہ تر وجہ وہ جنگ تھی جو فرانس اور ہسپانیہ کے ساتھ واقع ہوئی مراکو
کو انگریزی مشورہ پر پورا پورا اعتماد ہے اور اُسے اس امر کا علم ہے کہ انگریزی مشورہ
میں دیانت داری مضمر ہے اور اس امر کا کافی ثبوت موجود ہے۔ اگر برطانیہ کی
کارروائی بالکل ہی بے لوث نہیں ہے مگر پھر بھی برطانیہ مراکو کی آزادی قایم رکھنے
کی حامی ہے اور ملک کی فلاحت اور بہبودی مدنظر ہے۔

۱۸۵۶ء سر ڈرمنڈھے نے برطانیہ کی جانب سے کئی معاہدہ کیئے مگر ان سے کوئی معتدبہ
فایدہ مرتب نہیں ہوا حتیٰ کہ سر سی۔ بی۔ یو آن سمتھ کی سفارت کی تیاری ہوگی
۱۸۹۲ء جملہ طاقتوں کو جو اس سفارت سے مستفید ہوسکتی تھیں اعلان کیا گیا کہ وہ سفارت
کی تائید کریں۔ یہ ایک امر واقعہ تھا کہ جو تجاویز پیش ہونی تھیں سلطان کیطرف
سے ان کی مخالفت ہوتی۔ بنا برین سر چارلس نے استمزاج کیا کہ اگر سلطان تجاویز
قبول کرنے سے انکار کرے تو اُسے اختیار دیا جائے کہ وہ سلطان کے اچھی
طرح ذہن نشین کردے کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا۔ لاکن لارڈ سالسبری نے اسے بصراحت
فہمایش کی کہ وہ اس قسم کی گفتگو ہرگز نہ کرے جو مخبر بمخالفت ہو کیونکہ اگر سلطان کی
جانب سے اصرار ہوا تو نوبت دور تک پہونچیگی اور اگر سر چارلس اپنی تجاویز میں
کامیاب ہوگیا تو سلطنت برطانیہ کو مراکو کی حفاظت کا بیڑا اُٹھانا پڑیگا۔ سفارت
کے حامی شاہ جرمن۔ اٹلی اور آسٹریا تھا۔ اور کسی قدر شاہ ہسپانیہ بھی مددگار
تھا۔ لیکن اہلِ فرانس در پردہ مخالف تھے۔ آخرالامر سفارت فاس کو روانہ ہوئی
اخباری دنیا نے سخت شور مچایا۔ سفارت دارالخلافتہ میں پہونچی تو گفتگو شروع
ہوئی پورے چار ہفتہ کی قیل و قال کے بعد موکلان سلطانی نے تمام شرائط پیشکردہ
منظور کرلیں۔ لیکن تین اہم امور سے انکار کردیا۔ وہ تین شرائط یہ تھیں کہ ۱۸۵۶ء
کی فہرست محصول کی ترمیم کیجائے اور مراکو کی بندرگاہوں میں محصول معاف کردیا جائے
باشندگان ممالک غیر کا یہ استحقاق تسلیم کرلیا جائے کہ وہ اراضی اور دیگر جایداد
غیر منقولہ خرید اور اسپر عمارت کرسکتے ہیں اور دوبارہ سہ بارہ تعمیر کرنیکے مجاز ہیں اور
ان کے ساتھ کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے۔ سلطان سے کہا کہ بیس ہزار پونڈ سفارت لے لے

اور یہ شرایط واپس کرلے۔ لیکن سلطان کی درخواست منظور نہ ہوئی۔ عام خلایق سفارت کے برخلاف اُٹھ کھڑی ہوئی۔ گالی دیں کسقدر قسم کی تہدید کی بہت سی بیت و بحث کے بعد نتیجہ یہ کہ معاہدہ مکمل نہ ہوا۔ اور سفارت کو بے نیل مرام واپس ہونا پڑا مگر اس کو فرانس نے فایدہ اٹھا لیا۔ انہوں نے ایک معاہدہ سلطان کے ساتھ کرلیا جس میں تجارت کی جملہ اصلاحات مندرج تہیں۔ اس میں صرف وہ تین شرایط نہ تہیں جنکی نسبت پہلے اعتراض اٹھایا گیا تھا۔ سر جارس کے اس معاہدہ کو قبول نہ کرنے سے یہ نقصان پہونچا کہ برطانیہ کو اپنی اغراض میں گونہ روک ہوئی اور دوسرے چھوٹے چھوٹے مرحلات جو بمقتضائے وقت خارج از بحث رکھے گئے تھے طے نہ ہوئے اور ملتوی کرنے پڑے۔

تعلقات فرانس

فرانس کے تعلقات مراکو کے ساتھ سنہ ۱۵۵۵ء سے شروع ہوتے ہیں۔ یعنے ملک بس کے نہ ہے کچھ عرصہ پیشتر۔ سب سے اول قونصل جو مراکو میں
سنہ ۱۵۷۷ء گیا وہ فرانسیسی قونصل تھا اور بعد ازاں ہنری سوم نے اپنا قونصل وہاں روانہ کیا۔ فرانسیسی لوگ اس ملک میں پیشتر ہی سے آباد تھے مگر ان کی شہرت اچھی نہ تھی لوگ انہیں بے ایمان اور غیر معتبر خیال کرتے تھے۔ آصلیہ قونصلی تقریباً پچاس سال تک متروک پڑی رہی۔

سنہ ۱۷۸۹-۹۸ء جب فرانسیسی پھریرا سہ رنگی (فرانسیسی پھریرا میں تین رنگ ہیں یعنے سُرخ۔ سفید۔ اور آسمانی رنگ کی دھاریاں ہیں) کا نمونہ مولائے الیزید کی خدمت میں روانہ
سنہ ۱۷۹۱ء کیا گیا تو اس نے اسکی اسقدر تکریم کی کہ آصلیہ پر اسکی سلامی سر کرائی۔ اگرچہ سنہ ۱۲۰۵ھ یعقوب ثانی نے جو کیسٹل کے الفانسو دہم کے ساتھ اسوقت جنگ کر رہا تھا۔ فلپ سوم شاہ ہسپانیہ کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہا تھا مگر سب سے اول لوئیس سیزدہم نے متعدد عہد و پیمان
سنہ ۱۶۳۰ء مراکو کے ساتھ کئے۔ معاہدات مذکورہ پر فرداً فرداً دستخط ہوئے۔ ایک آصلیہ میں۔
سنہ ۱۶۳۱ء دو مراکش اور آصلیہ میں۔ ایک آصلیہ میں۔ اور ابتک بعد ازاں ایک معاہدہ
سنہ ۱۶۳۵ء لوئیس چہاردہم اور مولائے اسمٰعیل کے مابین ہوا۔ مگر جب وہ سلطان کے حضور بغرض
سنہ ۱۶۶۹ء منظوری پیش کیا گیا تو سلطان نے اس سے انحراف کیا۔ سینٹ اولن کو بھی جو
سنہ ۱۶۹۳ء ایک پیغام از ین قبیل لیکر آیا تھا کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ کیپٹن ڈی براگنان کو بھی کامیابی

نصیب ہوئی۔ اگرچہ اس نے شرایط میں جو غلاموں کی رہائی کے متعلق تھیں بہت سے بہت ۱۷۶۷ء
خفت اٹھانی پڑی۔ اس معاہدہ کی تجدید ۱۸۲۴ء میں ہوئی اور کچھ شرایط ایزاد
بھی ہوئیں۔ پھر اس میں تغیر و تبدل کی ضرورت نہیں پڑی حتی کہ ۱۸۴۵ء میں
جنگ فرانس کے وقت تازہ عہد و پیمان کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ۱۸۶۳ء میں مراکوی
رعایا کی حفاظت خارجی کے متعلق نہایت اہم قواعد وضع ہوئے اور درحقیقت عہدنامہ
میڈرڈ جو ۱۸۸۰ء میں تحریر ہوا انہی قواعد کی بنا پر کیا گیا۔ اور اس عہدنامہ کے
شرایط پر آج تک عملدرآمد ہوتا چلا آرہا ہے۔ وہ معاہدہ جو حال ہی میں یعنی ۱۸۹۲ء
میں فرانس کے ساتھ وقوع میں آیا وہ تجارتی معاہدہ متعلق محصولات ہے ۱۸۶۳ء
میں ہسپانیہ سے معاہدہ ہوا۔ اگرچہ سلطان مراکو نے اس معاہدہ کو منسوخ
کرنا چاہا مگر بعد میں اسے وسعت دیدی اور ۱۸۰۰ء اور ۱۷۹۹ء میں آرنجویز
اور مکناس میں اسکی تصدیق کیگئی۔ اگرچہ اس موقعہ پر عطا شدہ حقوق کے معاوضہ
میں کوئی رقم مقرر نہیں کیگئی تھی۔ لیکن بے بہا تحائف فرانس کیطرف سے سلطان مراکو
کی نذر کئے گئے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حقوق فرانس کے حق میں بہت مفید ثابت ہوئے
بعد میں اور بھی معاہدات حیز تحریر میں آئے ہیں مگر یہاں پر وہ قابل ذکر نہیں ہیں۔
اہل ڈنمارک نے بھی مراکو کے ساتھ کچھ عہد و پیمان کرنے کی کوشش کی مگر ان کی
کوشش مشکور نہ ہوئی۔ تاہم ایک عہدنامہ ڈنمارک اور مراکو کے مابین ۱۷۵۱ء
میں ہوا۔ جو مخض تجارتی تھا۔ اس معاہدہ کی رو سے ڈنمارک کی ایک کمپنی کو آصلیہ
سے آصفی تک سارے ساحل پر اجارہ حاصل ہوگیا۔ اور اس کے عوض میں ڈنمارک
نے پچاس ہزار ڈالر سالانہ بابت زر اجارہ اور پچیس ہزار بطور خراج یعنے کل ۷۵ ہزار
سالانہ منظور کئے مگر اس کمپنی کا جلدی ہی دیوالہ نکل گیا۔
۱۷۵۰ء میں ہیمبرگ نے بابت محصول ایک معاہدہ تحریر کرایا اور ۱۸۰۳ء
میں معرفت مسٹر ... ہیمبرگ کی طرف سے سلسلہ جنبانی ہوئی۔ سب سے
آخر ۱۷۶۳ء میں سویڈن کے ساتھ مراکو کا معاہدہ ہوا۔
۱۶۰۱ء میں روڈالف دوم شاہ جرمنی نے سر انتھانی شیرلے کو سلطان
عبدالعزیز ثالث ابو فارس کی خدمت میں روانہ کیا اور ایک معاہدہ تحریر کرایا

یہ تاریخ مراکو میں بہت دلچسپ ہے مگر اس معاہدہ کو بھی چنداں سرسبزی حاصل نہ ہوئی۔ آسٹریا کے ساتھ بھی عہد و پیمان عمل میں آئے۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں جرمنی کے ساتھ ایک عہدنامہ ہوا جو بہ نسبت دیگر اقوام کے کسیقدر زیادہ ترغیب ہے۔ سنہ ۱۶۱۰ء سے لیکر سنہ ۱۶۸۶ء تک ہالینڈ کے ساتھ یکے بعد دیگرے معاہدے ہوتے رہے اور معاہدہ سنہ ۱۷۷۸ء اور سنہ ۱۸۵۷ء کے رو سے ہالینڈ کو لڑائیج کے ساتھ تجارت کا اجارہ حاصل ہو گیا۔

اٹلی کی ریاستہائے جمہوریہ کے دوستانہ تعلقات مدت مدید مراکو کے ساتھ چلے آتے تھے اور ریتیا جنوا کے ساتھ بھی یہ سلسلہ جاری تھا۔ سنہ ۱۷۶۵ء میں وینس کے ساتھ بھی ایک معاہدہ ہوا۔ ٹسکنی کے ساتھ بھی عہدنامہ ہوا۔ سنہ ۱۸۲۲ء میں ساوینا کے ساتھ مصالحت ہوئی آخر کار سنہ ۱۸۵۹ء میں اٹلی متحدہ کے ساتھ ایک عہدنامہ ہوا۔

سنہ ۱۸۸۸ء ہسپانیہ کے مشورہ کے مطابق مولائے الحسن کو یہ ترغیب دی گئی کہ اسقف روم کے پاس سفارت ارسال کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شریف سلطان کے یہ بات ذہن نشین کیگئی ہی کہ عیسائی طاقتوں پر تریم پاپا کا بوجہ مذہبی تقدس اب تک بہت اثر ہے اور اسکے ذریعہ ان اقوام کو جنکا مراکو پر دانت ہے اس ارادہ سے باز رکھا جائے مگر یہ ابجد خام تھی۔

عاقبت الامر شمالی امریکہ کی ریاستہائے متحدہ کے ساتھ عہدنامہ تحریر ہوا (سنہ ۱۷۸۶ء) اور پچاس سال بعد مکناس سے اسکی تجدید ہوئی۔ سنہ ۱۸۰۲ء میں جب امریکہ والوں نے طرابلس پر گولہ باری کی تو اسوقت دستاویز معاہدہ فرانس کے پرزے اڑ چکے تھے اور مراکو نے اعلان جنگ بھی کر دیا تھا مگر دوسرے سال پھر صلح ہو گئی۔ سنہ ۱۸۶۲ء میں مراکو کا بلجیم کے ساتھ ایک عہدنامہ ہوا۔ یہ معاہدہ تجارت کے متعلق تھا۔

آخر روس نے بھی عنان توجہ ادھر معطوف کی اور چونکہ تجارت وغیرہ کی طرف سے پہلے ہی سے تہیدست تھے۔ اس لئے سنہ ۱۸۹۸ء میں مراکش میں اپنا سفیر بٹھا دیا۔ اور برازیل اور ڈنمارک کے سفرا بھی مراکو میں موجود پائے جاتے ہیں۔

اکثر اوقات یہ کوشش اور سعی کیگئی ہے کہ مراکو اور روم (ٹرکی) کے مابین بھی رابطہ اتحاد اور تعلق دوستانہ قایم ہو جائے مگر ہمیشہ یہ کوشش بے سود اور سعی لاحاصل ثابت ہوئی ہے۔ اسکا بھاری سبب یہ ہے کہ والیان استنبول لقب

خلیفہ اسلام کا ادعا کرتے ہیں جسکے وہ درحقیقت مستحق نہیں ہیں اور اس لقب کے اختیار کرنے سے یہ مراد ہے کہ وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے دینی ہادی اور بادشاہ ہیں۔ لیکن ترکون کے اس دعویٰ کو کبھی کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ اس دعویٰ کی سماعت یا تو وہاں تک ہی محدود رہی جہاں تک وہ زور بازو سے اسکو منا سکے یا البتہ وقتاً فوقتاً ان لوگون نے حسب ضرورت وقت جنکو امداد کے لئے ترکون سے درخواست کرنی پڑی اس دعویٰ کو تسلیم کیا ہے چونکہ ترک شریف نہیں ہیں یعنے وہ محمد صلعم کی اولاد میں سے نہیں ہیں اور خاندان مراکو مدت سے شریف چلے آتے ہیں اس لئے سلاطین مراکو نے ترکون کو سلطان یا شہنشاہ کے لقب سے بھی پکارنا کبھی گوارا نہیں کیا۔ اور یہی امور دونو سلطنتون میں دوستانہ عہد و پیمان ہونے کے مانع اور سد راہ رہے ہیں۔ اور ایسا ہی واقعہ پہلے ہوا تھا کہ صلاح الدین نے یعقوب المنصور موحدی کو امیر المومنین کا خطاب دینے سے انکار کیا۔ اور موخر الذکر نے اپنی ناراضگی کیوجہ سے عیسائی مجاہدین کے برخلاف امداد دینے سے انکار کر دیا۔ سنہ ۱۵۵۲ء میں سلیمان اعظم نے جسکو مراکوی لورخین نے شاہ کے لقب سے ممتاز کیا ہے ایک سفارت بغرض ہدیہ آری روانہ کی۔ گویا دونو ملکون میں دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کے لئے یہ سفارت ایک گونہ پیشقدمی تھی۔

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ سنہ ۱۶۱۱ء میں سلطان مراکو کے بیٹے زیدان نے کچھ کتب فرانسیسی تجار کو بغرض جلد بندی دیں فرانسیسیون نے کتب مذکورہ خورد برد کر دیں اور واپس نہ کیں اور حقیقت الامر یہ ہے کہ رستہ میں ہسپانیہ والون نے تجار مذکور سے کتب چھین لی تھیں۔ خیر اس جرم کی پاداش میں سلطان مراکو نے تمام فرانسیسی سوداگرون کو جو اس کی سلطنت میں تھے قید کر دیا۔ امیر فرانسیسی قونصل نے جو قسطنطنیہ میں تھا۔ ترکی سلطان سے درخواست کی کہ کسیطرح کہہ کہا کر فرانسیسی تجار کی مخلصی کرا دیں۔ ترکی سلطان نے از راہ نخوت بجائے اسکے کہ بمنت سماجت یا بلطایف الحیل سلطان مراکو کو ترغیب دیتا ایک فرمان فرانسیسیون کی رہائی کے متعلق نافذ کر دیا۔ بھلا مراکو والے اس فرمان کی کیا حقیقت سمجھتے تھے انہون نے فوراً اسکی تعمیل سے انکار کر دیا۔ امیر فرانسیسیون نے آصلیہ پر گولہ باری

شروع کر دی مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ تاہم مولائے زیدان نے حصول تخت و تاج کی کوشش میں قسطنطنیہ سے امداد چاہی اور امداد ملی بھی مگر رستہ میں غارت ہو گئی اور اسیطرح ایک صدی بعد مولائے اسمٰعیل نے لوئیس چہاردہم کو ترکون کے برخلاف جنگ میں امداد دینے کا اقرار کیا تھا۔ سنہ ۱۷۶ء میں ترکون نے سلطان مراکو سے اس بنا پر روس کے برخلاف کمک مانگی کہ وہ دونو آپس میں مسلمان بھائی ہیں اور ساتھ ہی کچھ قرضہ بھی مانگا۔ سیدی محمدؒ نے ترکونکی درخواست کے پورا کرنے میں بہت کوشش کی اور نقدی اور سپاہ جمع کرکے روانہ کی مگر رستہ کی صعوبتون کی وجہ سے ترکون تک اسکا بہت تھوڑا حصہ پہونچا۔ اگرچہ سلطان مراکو نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ یہ ساری امداد وہ ترکون کے حسن سلوک کے صلہ میں ارسال کرتا ہے۔ لیکن مسموع ہے کہ ترکی سلطان نے تیوری چڑھا کر کہا کہ یہ سب کچھ مراکو کی طرف سے ہمیں بطور خراج وصول ہوا ہے۔ سنہ ۱۸۰ء میں دونو ملکون میں کچھ خفیف سی لڑائی بھی واقع ہو گئی تھی۔

کچھ عرصے سے مغرب میں ترکی اغراض بھی انگریزی قونصل کے ہی متعلق ہین لیکن نہ تو کوئی ترک مراکو میں سکونت پذیر ہے اور نہ اسطرف کم ہی کوئی ترک آنا پسند کرتا ہے اندرین حالات ترکون کا مراکو کے ساتھ کچھ چندان تعلق نہیں ہے۔ مراکوی حاجیون کیوجہ سے کچھ باہمی تعلقات کو ترقی ہو رہی ہے مگر یہ ترکون کا اپنا فرض ہے کہ حاجیون کے ساتھ وہ نیک سلوک کرین خواہ وہ کسی ملک سے آئیں۔ کم از کم ایک دفعہ ٹرپولی اور مراکو کے مابین براہ راست کچھ سلسلہ قایم ہوا تھا۔ سنہ ۱۸۱۲ء میں گورنر ٹرپولی نے ایک خوبصورت باکرہ لڑکی سلطان کے حضور میں پیشکش کی اور سلطان نے ایک فرقہ بتیس توپ کا لڑائی جہاز کے ساتھ عنایت کیا۔ اسکے سوا اور کسی مشرقی ملک سے مراکو کے تعلقات کا سلسلہ قایم نہیں ہوا۔ مارلو تاریخ تیمور میں لکھتا ہے کہ مراکو اور فاس کے بادشاہون نے تیمور کے آگے اپنے تاج ڈالدیئے۔ اگرچہ فاس کے بادشاہ نے فیل اثرین ایک موقعہ پر نہایت حقارت آمیز الفاظ میں تیمور کا ذکر کیا تھا*

بابِ ہفتدہم

مراکوی نووستانہ رسم و رواج

سلطنت مراکو کے حالات جہان تک اسکا تعلق سفرائے ممالک غیر سے رہا ہے خالی از دلچسپی نہیں ہے جب اوّل ہی اوّل یہ رواج قایم ہونے لگا تو ہوقت یہ دستور رائج ہوگیا کہ تجارتی جہازون کے بیڑے کے ساتھ ایک افسر بطور قونصل جایا کرے یہ افسر تمام جہازی ساز و سامان کا نگران ہوتا تھا۔ کیونکہ ہوقت کے حالات کے مطابق صرف ایک جہاز سفر کرنے کی جرات نہیں کرسکتا تھا۔ جب پہلے پہل بربری ساحل پر فرانسیسیون کی طرف سے قونصل قایم ہونے لگے تو یہ عہدے بالکل بے ضابطہ طور پر کئے جاتے تھے کوئی مقررہ قاعدہ نہیں تھا۔[۱]

جو اشخاص ممالک غیر سے اس عہدہ سفارت پر ممتاز ہوکر دربار مراکو میں حاضر ہوتے تھے وہان ان کی قدر ان کے ملک کی حیثیت کے مطابق ہوتی تھی۔ پس ہر ایک ملک کے سفیر کے حصہ میں یکسان سلوک نہیں ہوتا تھا۔

سر انتھانی شیرلے کی خودسری۔ سر انتھانی شیرلے جو ایک نہایت بیباک اور دلیر آدمی تھا۔ عباس شہنشاہ فارس کا بڑا معتمد تھا اور شہنشاہ کی طرف سے یورپ کے اکثر بادشاہون کے دربار میں وہ گیا تھا۔ آخر ایک یورپین بادشاہ نے شیرلے کو سفیر کرکے عبدالعزیز ثالث امیر مراکو کے دربار میں ارسال کیا۔ جب یہ شخص دربار امیر میں گیا تو نہایت طمانیت کے ساتھ گھوڑے پر سوار دربار خاص میں آن موجود ہوا۔ حالانکہ یہ حق سوائے امیر مراکو کے کسی فرد بشر کو حاصل نہ تھا۔ درباری دیکھکر بہت حیران ہوئے لاکن امیر نے کوئی اعتراض اسکے متعلق نہیں اٹھایا۔ امیر کے معترض نہ ہونے سنہ: ۱۶۹۹ء

---

[۱] صد ہا سال بیشتر ارسلیز نے ان دس سوداگرون کو جو ساحل بربری پر رہایش رکھتے تھے یہ اختیار دے رکھا تھا کہ اپنے میں سے کسی کو انتخاب کرلیا کریں حتیٰ کہ باقاعدہ طور پر یہ عہدہ پُر ہونا شروع ہوا۔

کی وجہ یا تو مصلحت وقت اور ظاہرداری تھی یا ملک کے حسن اخلاق نے اس وقت
ایک بل شکن اعتراض کرنا گوارا نہیں کیا۔ مگر بعد ازاں امیر نے حکم دیدیا کہ ناسک
عیسوی کو بڑے دروازہ پر ہی زنجیر دکھانا چاہیئے۔ سفیر نے دربار میں جھکانا تک نہیں
اور واپس سوار ہی چلا آیا۔ زمانہ حال تک یہ دستور ہے کہ اگر کوئی سفیر کسی یوروپین
طاقت کی طرف سے دربار سلطان مراکو میں جائے تو سلطان کے حضور میں پیادہ
اور سر سے ننگا حاضر ہو۔ البتہ ایسے اشخاص سلطانی چھتر کے نیچے حاضر ہوتے ہیں
اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی بنا پر قونصل اعلےٰ کے واسطے ایک گھوڑے کی اجازت دی
گئی تھی اور دوسرے کسی شخص کو ایسی سواری کی اجازت نہ تھی یہ قید ۱۸۳۶ء تک
جاری رہی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولائے اسمٰعیل کے دربار میں انگریزی سفیر حاضر
ہوا۔ چونکہ سفیر بوٹ پہنے ہوئے چلا آیا تھا اس لئے سلطان نے حکم دیا کہ بوٹ پاؤں
سے اتار دو[1]۔ ادھر تو یہ ہوا۔ ادھر ۱۸۰۲ء میں جب ایک مراکوی سفیر شاہ انگلستان
کے دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ جوتی اور دستار دونوں اتار دیجائیں
تھوڑے عرصہ سے بعض سفیر وقت کے کچھ حصہ میں سر پر ٹوپی رکھے رہتے ہیں
اور رفتہ رفتہ نہایت معقول طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔ ایک یہ بھی مراکو میں دستور
تھا کہ سفیر سلطان کے حضور خطوط گھٹنوں کے بل چلکر پیش کرتے تھے۔ اس دستور
کی خلاف ورزی ۱۸۴۵ء میں سر جوہن ڈرمنڈ ہے نے کی تھی اور اول ہی اول
۱۸۱۸ء جس شخص نے سر سے ٹوپی نہیں اتاری وہ ایم۔ ڈورویگا تھا جو ۱۸۱۸ء میں دربار
۱۷۱۹ء مراکو میں حاضر ہوا۔ مولائے زیدان نے دو فرانسیسی سفیروں کو دربار میں حاضر
۱۶۳۲ء ہونے کی اجازت نہ دی اور تیسرے کو قید کر دیا۔ کیونکہ مولائے زیدان کی کتب
۱۷۳۲ء جو اس نے ایک فرانسیسی کے سپرد کی تھیں اہل ہسپانیہ لے گئے تھے۔ رزلی
جب سفارت پر آیا تو اسکو پچیس ۲۵ آدمی ہمراہ لانے کی اجازت تھی مگر وہ پچاس
نفر ساتھ لے آیا۔ جب یہ سفارت جہاز سے اتری تو زائد تعداد فوراً قید خانہ
کو روانہ کی گئی۔ آخر کار بہت سے جھگڑا اور فساد کے بعد قیدیوں کی خلاصی ہوئی۔

[1] ۱۸۶۸ء میں جب شاہی غلاموں نے جارڈین کو کہا کہ بوٹ اتار دو تو سلطان نے بلند آواز
سے کہا کہ اسطرح آنے دو کیونکہ اگر عیسائیوں کے پاؤں میں بوٹ نہ ہوں تو انکو زکام ہو جاتا ہے

اور ایک جدید معاہدہ کے رو سے قونصل قایم ہوا۔ (سنہ ۱۷۲۱ء)

سترھوین صدی میں ملکہ این کا سفیر مراکو میں روکا گیا کہ جبتک مراکو کی سفیر انگلستان سے صحیح و سلامت واپس نہ آئیگا انگریزی سفیر بطور یرغمال کے مراکو میں بند رہیگا۔

۱۷۲۹ء انگریزی سفیر طیطوان میں قید کیا گیا کیونکہ ایک جہاز مراکو نے جبل الطارق میں بغرض مرمت روانہ کیا تھا اور وہان سے انگریزون نے اُسے جبل الطارق میں ہی روک رکھا۔ انگریزی سفیر لیٹین ایک سال تک مراکو میں بند رہا اور دیگر سفرا کے ساتھ بھی از این قبیل

۱۷۵۰ء سلوک ہوتا رہا۔

سفرا انگلستان سے آخیری صدی میں جو حالت انگریزی سفرا کے ساتھ مراکو میں پیش آئی وہ قابل افسوس ہے۔ سالی کا فر طیطوان میں فوت ہوا۔ اسکا جانشین لٹین

۱۷۶۰ء قید ہوا۔ پیٹی کرو جواسکے بعد آیا طبعی موت مرا۔ مسٹر ریڈ نے فاس میں خودکشی کی۔ اس کا

۱۷۶۱ء جانشین پوپہم نکالا گیا۔ سیمپسن فرار ہوگیا۔ توجی تمام انگریزی رعایا سمیت جلا وطن ہوا۔ روجر کرٹس کی جگہ پین مقرر کیا گیا جو واپس بلا لیا گیا بعدہ متر اہوا جس نے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔

زمانہ سابق میں قونصلان کی یہ مجال نہ تھی کہ سلطان کے حضور میں حاضر ہوکر بے سلام کئے مراکو سے رخصت ہوجائیں۔ اس میں اکثر پانچ چھ ہفتہ لگ جاتے تھے اور ایسے موقعہ پر پانچ چھ سو پونڈ کے تحائف دینے پڑتے تھے۔ ایسے مواقع پر قونصل ہر قسم کے حیلے کام میں لاتے تھے۔ سلطان کی چاہتی ازواج کو تحفہ و تحائف دے دلاکر۔ فارش کرائی جاتی تھی۔ سنہ ۱۷۹۰ء میں انگریزی قونصل نے اپنی طرف سے ایک یہودی کو سلطان کے حضور میں بھیجا۔ اثناے گفتگو میں جب سلطان کو معلوم ہوا کہ وہ ایک یہودی کے ساتھ باتیں کرتا رہا ہے تو اُس یہودی کو زندہ جلا دیا گیا۔ قونصل سیمپسن صرف پرانے کپڑے بدن پر لیکر جبل الطارق کو بھاگ گیا۔ کیونکہ سلطان کا ارادہ تھا کہ عذاب فاقہ سے اسکی جان نکلے۔ اس قسم کی کئی مثالیں حالات مراکو میں موجود ہیں۔

انگریزی قونصل کا بیان ہے کہ ایک روز علی الصباح کوئی ستر نفر اسکے پاس آئے اور کہا کہ وہ سلطان کے حکم سے آئے ہیں تاکہ قونصل کو گالی دیں۔ اسکے منہ پر تھوکیں اور اُسے مار ڈالیں تاکہ یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ جائے کہ ان کو انگریزون کیساتھ

کسی قسم کی موانست نہیں ہے۔ اس حکم سلطانی کی تعمیل کے واسطے وہ اسطرح تیار
۱۲۴۴ھ ہوکر بیٹھے ہوئے کہ گویا ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ اسکے بعد قونصل کو سلطان کے روبرو ۱۸۲۸ء
لے گئے۔ سلطان نے مشتہر کر دیا کہ یکم جنوری سے طنجہ ایک لاکھ پونڈ اور سو مراکوی غلام سالانہ
کے عوض میں اہلِ ہسپانیہ کے ہاتھ فروخت ہو چکا ہے لہذا جملہ دیگر اقوام وہاں سے فوراً
نکل کر طیطوان میں چلے جاویں۔ حالانکہ طیطوان میں اسوقت کسی یورپین کو سکونت
رکھنے کی اجازت نہ تھی جہاں سے وہ دس سال کے عرصہ میں مخرورج کئے گئے تھے۔
چند گھنٹہ کی مہلت پر انگریزی رعایا کے سات سو آدمی مارٹیل کو جلاوطن کئے گئے
جنکو بیتا ہر قسم کا مال و اسباب وہاں ہی چھوڑنا پڑا۔ قونصل نے تمام کاغذات جلا
دیئے کیونکہ ہسپانیہ کا کمانڈر کہتا تھا کہ تمام انگریزی رعایا جو وہاں تھی جنگی قیدی تھی
قونصل کی جایداد کا تخمینہ جو اُسے مجبوراً وہاں چھوڑنی پڑی تین ہزار پونڈ تھا۔
جس میں اسکی بے بہا کتب مالیت پچہتر پونڈ بھی شامل تھیں۔

بعض قونصلوں کو مراکو میں ہر دلعزیزی بھی نصیب ہوتی ہے اور ان میں
سے ایک شیرلے بھی ہے جب وہ آصفی میں اپنے تیرہ ہمراہیوں کے ساتھ پہونچا
تو اُس نے بڑی دریا دلی سے داد و دہش کی۔ چنانچہ پانچسو نفر (جو اسکے ساتھ بطور
بدرقہ مامور کئے گئے تھے) میں سے ہر ایک کو ایک ایک نہایت عمدہ لنگی عنایت کی۔
اگرچہ وہ خرچ سے تنگ ہوگیا اور بہت سا روپیہ وہاں کے یہودیوں سے قرضہ
لینا پڑا۔ باوجود اسکے شیرلے مراکو میں خوش نہ رہا اور آخر وہ ایران میں چلاگیا اور
وہاں کی افواج میں آتش فشان اسلحہ کا استعمال شروع کرایا۔

خاندان کولیکو اس خاندان کے اشخاص مدت مدید تک مراکو میں پرتگال کیطرف سے
عہدۂ قونصل پر ممتاز رہے۔ اس خاندان کا بزرگ ایک پرتگیز غلام تھا
جسکو محمد ہفتم نے سفیر کرکے لسبن میں بھیجا تھا۔ اگرچہ پرتگیزوں نے اسے بحیثیت
سفیر منظور نہ کیا مگر بعد میں وہ پورتگال کیطرف سے مراکو میں قونصل مقرر ہوا۔
جب اثنائے جنگ میں کولیکو کو دیر تک کچھ تنخواہ نہ ملی اور اسکے ذمہ بہت سا قرضہ
ہوگیا تو سلطان نے اُسے اپنے خاندان کا ایک فرد خیال کرکے روپیہ بہم پہنچایا تھا۔
اور جب پورتگیز گورنمنٹ نے کولیکو کو علیحدہ کرنا چاہا تو اہلِ مراکو نے اس امر کا بزور اظہار

کر دیا کہ اگر ایسا ہوا تو وہ کسی دوسرے سفیر کو منظور ہی نہیں کرینگے پس کو لیکو کو ہی وہاں بدستور رہنے کی اجازت دی گئی۔

ملک غیر کی سفارتوں کے ساتھ جو اشخاص مراکو میں گئے ہیں انہیں منجملہ ایک گولی آس ہے جو ایک ولندیزی پروفیسر تھا۔ گولی آس نے ایک انجیل بزبان عربی سلطان کے پیشکش کی اور سلطان کی تعریف خود عربی زبان میں تحریر کر کے پیش کی۔

اقسام تحایف ان تحایف کی تفصیل جو سفرائے ممالک غیر علاوہ رقم خراج کے مراکو میں لائے ہو ایک قسم کی دلچسپی رکھتی ہے اشیائے تحایف کبھی اپنی ندرت کی وجہ سے اور کبھی اپنی قیمتی ہونے کی وجہ سے شرف قبولیت پاتی تھیں اور ہر ایک قسم کے تحایف[1] یورپین ممالک سے مراکو میں جاتے رہے ہیں جتنے عجیب عجیب چیزیں ایجاد روزگار ہوتی تھیں وہ مراکو میں بطور پیشکش روانہ ہوتی تھیں۔ انگلستان کیطرف سے گھوڑے اور ہاتھی بھی بھیجے گئے ہیں

مراکو کی مشہور اشیاء مشہور اشیا جو سلطان مراکو کی طرف سے بطور تحایف ارسال ہوتی رہی ہیں وہ گھوڑے ہیں اور سامان زین وغیرہ یا شیر اور شتر مرغ وغیرہ۔

جب پورتگال نے مراکو میں گاڑی بھیجی ہے سلطان اس تحفہ کو بہت ہی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ تحایف کے معاملہ میں سلاطین مراکو ہمیشہ بے تکلفی کو کام میں لاتے رہے ہیں۔ چارلیس دوم نے مولائے اسمٰعیل کی خدمت میں تین گاڑی کے گھوڑے روانہ کئے تھے تو سلطان نے کرکی کو لکھ بھیجا کہ تمہارے آقا نے تین گھوڑے ارسال کئے ہیں ۱۵۸۰ء

اور یہاں ایک گاڑی کے آگے چار گھوڑوں کی ضرورت ہے لہذا اپنے بادشاہ کو کہلا بھیجو کہ ایک اور گھوڑا روانہ کریں اور ہمکو اسطرح ممنون کرو۔ نیز مولائے اسمٰعیل نے لوئیس چہاردہم کے سفیر کو کہا کہ چند چار آئینہ ایک عمدہ تلوار اور چند بے بہا جواہرات شاہی خزانہ سے اور دوسرے نادر اشیا جو ہمارے مذاق کی ہو ہمیں ہم پہنچاؤ

[1] علاوہ دیگر اشیا کپتان پیدن منجانب جارج اول مولائے اسمٰعیل کے پاس یہ تحایف لے گیا تھا ایک نہایت نفیس مخمل کی کرسی سلطان کے واسطے پچاس پونڈ دس پونڈ چار شیشہ کے ہم شکل فی پونڈ مسٹر تل ۱۷۲۱ء میں ایک بڑا بادہ بتی کا شمعدان کئی قسم کے پارچات۔ شکر چینی کے برتن۔ اٹھارہ پونڈ چار مٹھائی۔ زیورات اور نادر اشیاء کا ابن سنہری فیتہ۔ بندوق۔ دو ضرب پستول وغیرہ وغیرہ۔ اور سب چیزیں جو حرم سلطانی کے مذاق کی ہوں۔

لیکن سب سے بڑھکر اہل مراکو توپ۔ گولی بارود اور بالخصوص پہاڑی اور جلد فیر کرنیوالی
اتواپ کی تحفہ کی نہایت قدر کرتے ہیں۔ فادر آف مرسی بڑے بڑے قیمتی تحایف وانہ [illegible]ء
کرتے رہتے ہیں۔ چند سال بعد اسی جماعت تحایف مالیتی ایک ہزار پونڈ سلطان
مراکو کو ارسال کئے۔ ان تحایف میں چار بھی تھی۔ بظاہر معلوم کہ اسوقت اول ہی اول چار
لائی گئی تھی جو بعدازاں اس قدر مقبول عام ہوگئی ہے ۱۸۳۲ء میں جو تحایف مراکو میں
پہونچے اس میں اسواے اور قیمتی اشیاء کے تین سکے ہی تھے۔ جب قونصل
تبدیل ہوتا تھا تو طنجہ کا گورنر حاضر ہوتا تھا۔ مگر یہ رسم ۱۸۳۸ء میں برطانیہ
نے موقوف کرادی۔

"جب کوئی سفارت مراکو میں جاتی ہے تو شاہی ملازم بطور بدرقہ استقبال
کو جاتے ہیں اور دارالخلافہ تک کل انتظام باربرداری وغیرہ بھی کرتے ہیں اور
رستہ کے کنارہ پر جہاں سے سفارت گذرتی ہوتی ہے تمام سامان رسد وغیرہ مہیا
کیا جاتا ہے اور اسقدر افراط سے یہ سب سامان ہوتا ہے کہ اگر پوری نگرانی نہ کی جائے
تو تغلب کا بڑا موقع ملسکتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ دودھ۔ مکھن۔ مرغ۔ گوسفند
ہر دو زندہ و بریشتہ۔ کباب۔ روٹی۔ غلہ گھوڑون کے واسطے بکثرت موجود ہیں
یہ ساری اشیا غریب رعایا کا خون نچوڑ کر بہم پہونچائی ہوئی ہیں۔

اس جگہ اسقدر گنجایش ہرگز نہیں ہے کہ سفارت کے استقبال کے وقت جو دھوم
دھام نظر آتی ہے اور جو شان و شوکت دکھائی جاتی ہے اسکا شرح و بسط کے ساتھ
تذکرہ کیا جائے۔ تاہم اسقدر یہان بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس آؤ بھگت
کی بدولت ہر ایک سفیر کے دل میں یہ خیال متمکن ہوجاتا ہے کہ جس عزت و حرمت سے اسکی
پیشوائی ہوئی ہے قبل ازین کبھی کسی سفیر کی نہیں ہوئی پر جب دارالخلافہ نزدیک رہ
جاتا ہے تو ایک مقام کیا جاتا ہے تاکہ کل شہر میں سفارت کی سواری کے استقبال
کے لئے اہتمام کیا جائے۔ تقریباً شہر کے نصف باشندے تماشا کی غرض سے باہر
نکل آتے ہیں جن میں ہر ایک اپنے عمدہ ترین لباس میں ملبوس ہوتا ہے۔ تماش بین
گھوڑون پر سوار سپاہیون کی صفوف کے درمیان چلتے ہیں اور شہر میں عورتون
کی آواز کا جو کوٹھون پر ہوتی ہیں عجیب قسم کا شور و غوغا سنائی دیتا ہے۔ سفیر کے واسطے

ایک مکان خالی کرا دیا جاتا ہے اور تین روز آرام و تیاری کے واسطے دیئے جاتے ہیں اس کے بعد محل کے کسی حصہ میں دربار عام منعقد ہوتا ہے۔ سلطانی سوار صف باندھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ان کے درمیان باشندگان ممالک غیر پیادہ کھڑے کئے جاتے ہیں بعد ازاں بھاری شور سا سنائی دیتا ہے اور بڑے دروازے کھولے جاتے ہیں پھر حضرت سلطان برآمد ہوتے ہیں۔ آگے آگے ایک گاڑی ہوتی ہے جو کسی غیر ملک سے نذر کی گئی ہے۔ پیچھے پیچھے سائیس نہایت خوبصورت گھوڑے پکڑے چلے جا رہے ہیں۔ جب سلطانی سواری عین وسط میں پہونچتی ہے جہاں فرا د سفارت جمع ہیں تو یہ لوگ ٹوپی وغیرہ اُتار ڈالتے ہیں اور جھک جاتے ہیں۔ عرض بیگ جو ہمیشہ بلند آواز شخص منتخب کیا جاتا ہے سفیر کا نام و پتہ بتاتا اور ملاقات کراتا ہے۔ سلطان نرم آواز میں خوش آمدید کہتا ہے۔ سفیر اپنے خطوط و دیگر کاغذات ایک ریشمی رومال میں لپیٹ کر ایک افسر کے حوالہ جو اس امر کا منتظر کھڑا ہوتا ہے کر دیتا ہے اور سفیر ایک دو مقررہ جملے بزبان عربی کہہ دیتا ہے اگر وہ کہہ سکتا ہو ورنہ ترجمان وہ عبارت سُنا دیتا ہے اسکے بعد دوستانہ تعلقات کا یقین دلا کر سفیر تحایف اور اپنی جماعت کے اشخاص پیش کرتا ہے اور دربار برخاست ہوتا ہے پھر وزراء کی طرف سے دعوتیں اور ضیافتیں ہوتی رہتی ہیں اور کاروبار کے متعلق ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اکثر بسبب ترجمہ کے مغالطہ پڑ ہی جاتا ہے۔ سب سے آخر سلطانی تحایف تقسیم ہوتے ہیں اور جسطرح سفارت کی سواری وارد ہوئی اسیطرح واپس روانہ ہوجاتی ہے

تمام وزرائے خارجی طنجہ میں سکونت رکھتے ہیں اور چونکہ عدالت عالیہ ہمیشہ اپنا مقام بدلتی رہتی ہے اس لئے اجہکے وانفصال معاملات میں دقت پیش آتی ہے اور اہل مراکو کے واسطے التوا او رکسی کام سے پہلو تہی کرنے کے لئے کافی سے زیادہ بہانے موجود ہیں۔ وہ انشاء اللہ کہکر ہر ایک کام کا وعدہ کر دیتے ہیں۔ اور دل میں خوب جانتے ہیں کہ اللہ ایسا نہیں کریگا۔ الا اگر ان سے مطلب ہو اور وہ اس کام کو کرنا چاہیں تو پھر اس میں کسی قسم کی تاخیر ہونے کی نہیں۔ اب وہ دن گذر گئے ہیں جب مولائے اسمٰعیل سجدہ میں پڑ کر اللہ کا شکر ادا کرتا اور کہتا تھا کہ

پروردگار یہ تیری عین عنایت ہے کہ تو عیسائی سفرا کو میری سلطنت کی عظمت و شان دیکھنے کے لیئے یہان بھیجتا ہے۔ چونکہ اب سفیر بھی کثرت سے آنے لگ گئے ہیں اور ان کی آمد و رفت میں کئی قسم کی دقتیں اور دشواریان پیش آتی ہیں اس لئے وہ نہایت ہی نامبارک مہمان خیال کیے جاتے ہیں۔

سلاطین مراکو کا خیال سفیرون کے متعلق ایک عجیب قسم کا ہے وہ ہمیشہ سے باشندگان غیر ممالک ہی میں سے سفرا انتخاب کرتے رہے ہیں۔ مراکو کا مستقل سفیر صرف جبل الطارق ہی میں ہے اور جو سفیر مکہ شریف اور قاہرہ میں ہیں وہ در اصل سفیر نہیں کہلا سکتے معمولی مہتمم مراکو ہیں۔ مولائے اسمٰعیل نے ایک ہسپانوی غلام کو سفیر کر کے پورتگال میں بھیجا تاکہ وہان جاکر شرایط عہد نامہ کا پورتگیزون سے تصفیہ کرے لیکن وہ عہدنامہ منسوخ ہو گیا۔ پھر اسی شخص کو انگلستان میں شیر ببر اور شتر مرغ تحفۃً دیکر بھیجا۔ جب وہ ان امور سفارت سے فارغ ہوا تو اسے اس کام پر بھیجدیا جو کام وہ پیشتر غلام کی حیثیت میں کرتا تھا۔ القصہ دیگر غلامون کی مانند اسکا گلا بھی کاٹا گیا۔ مولائے الیزید نے ایک جنوا کے رہنے والے کو سفیر مقرر کر کے ہسپانیہ میں بھیجا مگر اہل ہسپانیہ نے اسے منظور نہ کیا۔ لاکن اس قسم کے اعتراضات اس زمانہ میں شاذ و نادر ہی وقوع میں آتے ہیں۔

جعلی سفیر

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص مسمی ڈیوڈ پلاچ جو مراکو کی یہودی تھا بیرس میں آیا۔ اس شخص کا باپ نیدر لینڈ میں مراکو کی طرف سے مہتمم تھا۔ ڈیوڈ کے پاس ایک خط منجانب سلطان مراکو تھا اور اپنے آپ کو سفیر مراکو ظاہر کرتا تھا۔ ۱۶۳۱ء
غرض ایک سفیر کی طرح اسکے مدارات کی گئی یہ جو تحایف سلطان کے واسطے فرانس کی طرف سے دیئے گئے وہ بھی اس نے لے لئے مگر یہ سب کچھ لے لوا کر وہ ایمسٹرڈم میں جا بیٹھا۔ فی الجملہ جو جو کام اس نے فرانس میں کیئے سلطان نے ان سے انکار کر دیا۔ اسپر لوئیس سیزدہم نے جس نے ڈیوڈ کے مصارف سفر بھی ادا کر دیئے تھے کہا کہ اسکو وہان سے نکال کر اسکے حوالہ کر دیا جائے۔ مگر یہ درخواست منظور نہ ہوئی اور ما بعد یہ ۱۶۳۶ء
طرفہ یہ ہوا کہ ڈیوڈ پلاچ اپنے والد کی وفات پر ہالینڈ میں اسکی جگہ مراکو کی ایجنٹ (مہتمم) مقرر ہو گیا۔ ممکن ہے کہ ڈیوڈ کو پہلے سفیر تسلیم نہ کرنا مراکو کی محض ایک چال ہو

اسیطرح بعد میں ایک عہدنامہ سے جو فرانس کے ساتھ ہوا تھا سلطان مراکو نے انکار کر دیا۔ اس معاملہ میں یہ حجت پیش کی کہ وہ شخص جس نے معاہدہ کیا مجاز نہ تھا اور اس نے خط میں خواہ مخواہ اپنا نام درج کر دیا۔ بن عیسیٰ نام ایک شخص سفیر ہو کر فرانس میں آیا یہ شخص اپنی ظرافت کی بدولت مشہور تھا۔ بن عیسیٰ لوئیس شاہ فرانس کے پاس یہ استدعا بھی لیکر آیا تھا کہ اپنی لڑکی کو سلطانی حرم میں داخل کرنے کی عزت بخشیں اور اس امر کی پروا نہ کریں کہ پیشتر ہی سلطان کے بہت سی حرم ہیں۔ بن عیسیٰ کو ہمارے جیمس دوئم نے بغیر زر مخلصی لئے آزاد کر دیا تھا سو جب جیمس جلاوطن ہو کر اس سے پیرس میں ملاقی ہوا تو اس نے اسکا شکریہ ادا کیا۔

سنہ ۱۶۸۲ء میں دربار فرانس میں ایک سفیر سلطان مراکو کی جانب سے آیا اس سفیر کا نام قاید طاہر فنش تھا۔ اس نے شاہ فرانس کو سلطان کا لقب دینے سے انکار کیا تھا اور جو خط وہ لیکر آیا تھا اسکا سرنامہ یہ تھا "بنام سردار قوم فرانس جسکے ہاتھ میں اس وقت عنان حکومت ہے یعنی لوئیس چہاردہم خدا اس شخص کو برکت دے جو سیدھے راستہ پر چلے۔"

جنگ ہسپانیہ کے بعد ایک مراکوی سفیر انگلستان میں آیا اس سفارت کا مدعا یہ تھا کہ قرضہ لیکر مصارف جنگ متذکرہ ادا کئے جاویں۔ لنڈن میں پہونچکر سفیر نے اول ہی اول جو کام کیا وہ یہ تھا کہ لارڈ میئر کو دو سو پونڈ خیرات کے واسطے دیئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقدی اسے اس غرض سے دی گئی تھی کہ اسکی وجہ سے حصول مدعا میں سہولت ہو۔ ملکہ وکٹوریہ کے ڈائمنڈ جوبلی (جشن شاہی) کے موقعہ پر جب مراکو کو بھی دعوت ہوئی تو مراکو کے نایب السلطنت نے یہ کوشش کی کہ اسکا قائممقام جو لندن میں تھا تقرر قونصل کے متعلق ہی سلسلہ جنبانی کرے مگر چونکہ سلطان متوفی نے اپنے وعدوں کی جو اس نے سنہ ۱۸۹۱ء میں سر چارلس کے ساتھ کئے تھے کچھ پروا نہ کی تھی اسواسطے گورنمنٹ نے اس امر سے انکار کر دیا تھا کہ کوئی خاص سفارت[1] مراکو کی جانب یہاں نہ آئے اور اس وجہ سے نایب السلطنت کی یہ کوشش کارگر نہ ہوئی۔ اس کا سنہ ۱۸۶۰ء

[1] اگر ہماری معروضات کی طرف سلطان بالکل توجہ مبذول نہیں کرتے تو ملکہ منظور نہیں کر سکتی کہ مراکو کی جانب سے خاص سفارت یہاں آئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جشن جوبلی کے وقت مراکو کی جانب سے کوئی سفیر وہان موجود نہ تھا اور سلطنت مراکو شرکت جشن سے بہرہ ور نہ ہوئی ؂

باب ہزدہم
مراکو میں حقوق غیر ممالک

جب کوئی نو وارد شخص مراکو کی حالت کو دیکھتا ہے تو اسکو تعجب آتا ہے کہ ایک ایسے ملک مین جہان دیسی رعایا کی جان و مال بالکل محفوظ نہیں ہے وہان باشندگان غیر ممالک کی ہر قسم کا پورا پورا انتظام نظر آتا ہے اور بالخصوص جب وہ اسکے زمانہ بحری قزاقی کیطرف خیال کرتے ہے تو اس کا تعجب اور بڑھ جاتا ہے لیکن اگر بنظر غایر دیکھا جاتے تو یہ تفاوت ہرگز معمولی نہیں ہے اسکا سراغ چند صدی پیچھے تک چل سکتا ہے اور یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس خاص صنف مین کسطرح یہ حالت حاصل رہی ہے اس سلطنت مین باشندگان غیر ممالک کے حقوق موجودہ کی ترتیب جو مشہور مصنف میس لیٹری نے حسب ذیل کی ہے:-

(۱) جان کی ضمانت اور بیع و شرا میں آزادی-

(۲) قونصلان کے حدود اختیار و عدم ذمہ واری-

(۳) حقوق نسبت مقامات سوداگری- کنائس و گورستان-

(۴) شخصی ذمہ واری-

(۵) سرکاری حق ضبطی کا ترک (حق ضبطی سے یہ مراد ہے کہ اگر کوئی شخص بلا وارث مرجائے یا کوئی ایسی جایداد ہو جسکا وارث کوئی نہ ہو تو اس جایداد کی مالک سرکار ہوتی ہے)

(۶) ترک قزاقی از ہر دو جانب-

(۷) شکستہ جہازون کی حفاظت اور استحقاق نسبت اسباب جہاز ہای شکستہ کا ترک-

(۸) اجانب کو کسی ایسی طاقت کے جھنڈے کے نیچے جسکے ساتھ صلح ہو اندر آنے کی اجازت

(۹) تجارتی اسباب کو ادہر ادہر لیجانے- ذخیرہ کرنے اور فروخت کرنے اور تحصیل

قیمت کی اجازت۔

(۱۰) نا فروخت شدہ اسباب کو بلا ادائیگی محصول باہر بھیجنا۔

ابتدا میں جو سوداگر ساحل پر اقامت اختیار کرتے تھے انکو سرائے میں بود و باش رکھنی پڑتی تھی اور سراؤں میں ہی وہ خرید و فروخت بھی کرتے تھے۔ آخر کار بعض نے سراؤں کو اجارہ پر لے لیا اور رفتہ رفتہ سوداگران غیر ممالک کی تعداد بڑھنے لگی۔ ہر ایک سرائے میں ایک الگ قوم مقیم ہونے لگی۔ ہر گروہ کا ایک سرگروہ ہوتا تھا جو اپنے قومی گروہ کے نیک و بد کا ذمہ وار ہوتا تھا اور قونصل کو جو بعد ازاں ذمہ وار ٹھیرایا گیا تھا تو اسکی بنا بھی یہی ہے جس مشکل کا تدارک سب سے اول کرنا تھا وہ یہ تھی کہ قونصل کو اپنی قوم کے اشخاص کے قرضہ کا ذمہ وار نہ ٹھیرایا جائے۔ جسکے پُرانا معاہدہ جو اسوقت موجود ہے بمقام (تلمسان) تحریر ہوا تھا۔ اس کا ایک فریق تو امیر مراکو علی خامس (ابوالحسن) تھا جو خاندان بنی مرین میں سے تھا اور فریق ثانی اہل تجار پیک تھے۔ اس معاہدہ کی میعاد دس سال تھی اس میں تحریر تھا کہ ہر دو ملک کی رعایا ایک دوسرے کے پاس اسباب تجارتی لا سکتی ہے اور ان کے جان و مال و دیگر حقوق ہر دو خشکی اور تری پر محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ اگر کوئی جہاز ایام قزاقی میں بھی خاص مراکو میں جاتا تھا تو اس کا کوئی مزاحم نہ ہوتا جس طرح ایک عرب کے مہمان کو کوئی شخص کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ معاہدہ مذکور کے رو سے ہی غلہ گندم۔ نخود۔ کھال۔ گائے۔ بکری اور اسلحہ کے باہر بھیجنے کی ممانعت کی گئی تھی مگر دیگر اسباب ہر قسم کے واسطے معمولی محصول کی ادائیگی کے بعد اجازت تھی جو اسباب خاص امیر کی خاطر لایا جاتا تھا۔ اسپر کوئی محصول ادا نہیں کرنا پڑتا تھا۔

ابھی بیس سال بھی گذرنے نہیں پائے تھے کہ ایک اقرار نامہ میں جو تیسلو کے ساتھ ہوا۔ اختیار سماعت نسبت تنازعات کا سوال پیش کیا گیا مگر سب سے اول شخصی ذمہ واری کا سوال طے ہوتا تھا۔ جب اس کا تصفیہ ہو چکا تو یہ قرار دیا گیا کہ باشندگان غیر ممالک کے تنازعات کا انفصال قونصل کیا کرے اور جن تنازعات میں ایک فریق کوئی دیسی ہو اور دوسرا فریق کوئی باشندہ غیر ممالک تو ایسی صورت میں اپیل (مرافعہ) قاضی کے پاس ہوگا۔ ایک شرط یہ بھی قرار پائی تھی کہ جب کوئی باشندہ غیر ملک مراکو میں مر جائے تو جائیداد متروکہ متوفی حسب شریعت اسلام

سرکاری مال نہیں ہو جائیں گی۔ البتہ مراکو میں یہ استحقاق حاصل ہوگیا تھا کہ ممالک غیر کے تین خالی جہاز ول میں سے ایک کو ملکی خدمت کے لئے استعمال کریں۔ کرایا دا کردیں اور انتخاب کنندہ قونصل ہوں گے۔ یہ امر بحری تعلقات کی ترقی کے واسطے اہالی مراکو کے حق میں مفید تھا۔

اسطرح ان حقوق کی بنیا دپڑی جنکا فایدہ آجکل اٹھایا جا رہا ہے قطع نظر اس طریقہ کے جس میں اہل مراکو اپنے عہد و پیمان کا ایفاء کرتے رہے ہیں۔ بہرکیف اس امر کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگرچہ عملاً نہیں مگر صوناً وہ ہمیشہ اپنے آباو اجداد کے معاہدات پر کاربند رہے ہیں۔ مراکو میں یہ بھی ایک خاص دیکھنے میں آئی ہے کہ اگر کسی ایک ایک ملک کے باشندگان کو جسکے ساتھ رابطہ تھا بہت مستحکم ہے بعض حقوق عطا کئے گئے ہیں تو کسی دوسرے ملک کے باشندگان کو ویسے ہی حقوق حاصل کرنے میں کچھ زیادہ دقت پیش نہیں آئی۔ جب سنہ ۱۵۸۵ء میں انگریزوں نے بھی مراکو میں قدم رکھنا شروع کیا تو پہلا کام جو ان کو کرنا تھا وہ یہ تھا کہ احمد فاس سے ایک فرمان منجر اس امر کے حاصل کریں کہ انگریزی رعایا کو خواہ مخواہ تکلیف نہیں دی جائیگی اور نہ ہی ان کو طوق غلامی پہنایا جائیگا یعنے ان کو غلام نہیں بنایا جائیگا اور اس مضمون کا فرمان شاہی دیگر اقوام کے حق میں نافذ ہو چکا ہوا تھا۔

تقرر قونصل سنہ ۱۶۳۱ء

فرانس کی سالہا سال کی لگاتار کوششیں آخر بار کامیابی لائیں آصیفی کے تیسرے عہد نامہ کے رو سے یہ امر قرار پایا کہ تمام حصص میں جہاں جہاں فرانسیسوں کے اغراض وابستہ ہیں ایک قونصل مقرر کیا جائے مراکو کا سفیر جو فرانس میں رہتا تھا اسکو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہاں جو تنازعات وغیرہ مراکو کی رعایا میں برپا ہوں ان کا فیصلہ وہ خود کیا کرے اور فرانسیسی قونصل جو مراکو میں تھا اسے بھی ویسا اختیار دیا گیا تھا۔ ہر ایک فریق اپنی اپنی رعایا کے مقدمات سماعت کرسکتا تھا اور اسطرح جو حکم ایسے مقدمات میں نفاذ پاتے تھے وہ ناطق متصور ہوتے تھے کیونکہ ان کا کوئی اپیل یعنے مرافعہ نہیں تھا بعدازاں انہی فریق کے مابین ایک اور معاہدہ ہوا جسکے رو سے یہ قرار پایا کہ طرفین والا ہو

کو بغیر قیمت رہا کردیں اور کوئی مراکوی بندرگاہ اس شرط کی تعمیل میں مقصر ہے تو فرانسیسی اسپر گولہ باری کرسکتے ہیں۔ یہ معاہدہ اسوقت کے حالات کے لحاظ سے بہت مفید تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی معاہدہ کی بنا پر جبل الطارق سے جنگ چھیڑی
گئی اور برطانیہ سے بدستور صلح قایم رکھی گئی تھی۔ ایک یہ امر بھی قرار پایا کہ جو سنہ ۱۷۳۴ء
باشندگان غیر ممالک خفیہ طور پر بغیر ادائیگی محصول مال لیجاتے ہوئے گرفتار کئے جاویں وہ بھی قونصل کے حوالہ کئے جاویں۔ سولہ سال بعد ایک اہم معاہدہ
تحریر ہوا یعنی گورنمنٹ مراکو اس قرضہ کی ادائیگی کی جو اس کی رعایا کیطرف سنہ ۱۷۵۰ء
سے باشندگان ممالک غیر کو واجب الادا ہو ذمہ وار قرار پائے۔ اسمٰعیل نے سنہ ۱۷۶۰ء
مسٹر گلوڈ زلے شاول کو لکھا کہ ان انگریزی سوداگروں کے قرضہ جات جو یہاں سکونت رکھتے ہیں ادا کئے جاویں گے۔ لاکن جب قرضہ جات کی ادائیگی ہوجائے تو اسکے بعد ہمارے ملک میں وہ لوگ ہرگز نہیں ٹھیر سکینگے۔ مراکو والوں کو یہ اجازت تھی کہ اگر سوداگران ممالک غیر بے قرضہ ادا کئے ملک سے جانا چاہیں تو ان کو روکدیں۔ چنانچہ سنہ ۱۸۴۲ء میں انگریزی نائب قونصل بسبب عدم ادائیگی قرضہ موگیدار میں روکا گیا تھا۔ حتیٰ کہ قرضہ ادا کیا گیا۔ مولائے اسمٰعیل نے سنہ ۱۷۰۴ء میں ایک فرمان فرتے ڈائیگو کے نام جو ہسپانیہ کا رہنے والا تھا بدین مضمون نافذ کیا کہ وہ جملہ عیسائی اسرا کے معاملات خود فیصلہ کیا کرے۔ مگر قیس مذکور نے اس عہدہ کو منظور نہ کیا اور دو نیادار اشخاص کو یہ منصب دیدیا۔ مولائے اسمٰعیل ہی کے عہد میں انگلستان کے ساتھ ایک اہم معاہدہ ہوا جسپر سٹیوارٹ نے دستخط کئے۔ یہ پہلا معاہدہ انگریزوں سے ہوا۔ اس معاہدہ کی ایک یہ بھی شرط تھی کہ طرفین ایک دوسرے کے جہاز میں پرچہ راہداری کا ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ سنہ ۱۷۲۸ء میں اس معاہدہ کی تصدیق ہوئی اور کچھ اسکو وسعت بھی دیگئی۔ یہ معاہدہ رسل کی معرفت تحریر ہوا۔ اب اس معاہدہ میں یہ تازہ شرایط ایزاد کی گئی تھیں کہ مراکو کی رعایا بشمول یہودیان صرف تیس روز تک جبل الطارق یا مینارکا میں کاروبار سوداگری کرکے روانہ ہوسکتے ہیں اور تنازعات جو انگریز و یہود اور دیسیوں کے مابین ہوں وہ گورنر اور قونصل کے پیش ہوں ۔

انگریزی رعایا کے مراکوی خدمتگار وغیرہ ہر قسم کے محصولوں سے معاف رکھے جائیں۔ تمام انگریزی جہاز
جو کسی جہاز میں پکڑی جائے وہ آزاد متصور ہو۔ سامان رسد وغیرہ جبل الطارق یا انگریزی
بیڑے کے واسطے بغیر محصول کسی بندرگاہ سے خریدی جاسکتی ہیں۔ اور بعد ازاں یہ ایک اہم عہد سنہ ۱۸۵۶ء
متعلق مکانات و جائداد انگریزی طے ہوا۔ ولندیزوں نے یہ معاہدہ تحریر کرالیا کہ اگر کوئی باشندہ سنہ ۱۸۵۲ء
غیر ممالک کسی دلیسی یعنے باشندہ مراکو کو جان سے مار ڈالے تو ایسے مقدمہ کی تجویز سلطان بنفس
نفیس کیا کرے اور قونصل بھی حاضر ہے۔

سب سے بعید معاہدہ دی برگنیان کا عہدنامہ ہے جو فرانس کے ساتھ ہوا۔ اسپر مراکش میں سنہ ۶۷
دستخط ہوئے۔ اس عہدنامہ کے رو سے فرانسیسی اس امر کے مجاز قرار پائے کہ جس قدر وہ قونصل
ضروری خیال کریں مقرر کرسکتے ہیں۔ اور دوسری اقوام پر اس بارہ میں ان کو ترجیح ہے نہ وہ
کوئی محصول ادا کریں۔ دلیسی ملازم مثلاً منشی وغیرہ کے ساتھ ان کے ادائے فرائض میں کسی
قسم کی مداخلت نہ کی جائے۔ اور ان کے مکانات وغیرہ کی حفاظت کیجائے۔ نیز وہ محصول ادا
نہ کیا کریں۔ اگر کوئی تنازعہ کسی فرانسیسی اور مراکوی شخص کے درمیان ہو تو بغیر مداخلت ثانی
سلطان اس کا فیصلہ کریں۔ قونصل بھی حاضر رہے۔ مگر اس شخص کے قرضہ کا ذمہ وار نہیں ہوگا۔ فرانسیسی
جہازوں کی تلاشی نہ ہوا کرے اور اس امر کی احتیاط خصوصیت سے کیجائے کہ غلام ان کے جہازوں
میں فرار ہوکر نہ جاسکیں۔ فرانسیسی مراکوی بندرگاہوں میں اپنے دشمنوں سے پناہ گزیں ہوسکتے
ہیں۔ لیکن اہل مراکو ان مقامات میں جانے کی اجازت نہ تھی جنکا فاصلہ فرانس سے تیس میل
سے کم ہو۔ تجارت پر سے سب قیود اٹھائی گئیں۔ نا فروخت شدہ اسباب پر کوئی محصول
ادا نہ ہوگا۔

جنگ ہسپانیہ کے بعد ایک اور عہدنامہ تحریر ہوا۔ اس سے جملہ حقوق سابقہ کی تصدیق ہوئی سنہ ۱۸۶۱ء
اسوقت سے مراکو میں تجارت کی آزادی ہے۔ دوسرے ممالک کی رعایا اسی بندرگاہوں میں
جو داخل معاہدہ ہیں مکانات تعمیر کرسکتے ہیں۔ اور اگر ضروری متصور ہو تو سلطان کیطرف سے
ان کو تعمیر کے واسطے جگہہ بہم پہونچائی جاتی ہے۔ الغرض مراکو میں اب ہر قسم کی آزادی اور
سہولت حاصل ہے۔

ان ممالک کی رعایا کو جس کے ساتھ دوستانہ تعلق قایم ہے ہر قسم کی آزادی حاصل ہے اور
کسی قسم کا جبر نہیں ہوسکتا۔ ان کے مکانات وغیرہ بھی محفوظ ہیں نہ خواہ مخواہ ان کی تلاشی

نہیں کیجا سکتی ہے ہر قوم کو اپنی مذہبی فرائض اپنے طریق پر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ یہودی اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کو ویسے حقوق حاصل ہیں جیسے دیگر ممالک کی رعایا کو ہیں۔ اگر غیر ممالک کی رعایا میں سے کوئی شخص لاوارث بلا وصیت کئے وفات پا جائے تو اُسکی جائداد قونصل کے حوالہ کیجائے گی۔ جو منازعات غیر ممالک کے باشندگان کے مابین ہوں اُنکا فیصلہ بھی قونصل ہی کرتی ہے اور اس میں دیسی حکام کی کوئی مداخلت نہیں ہے جو دعوی یا الزامات مراکوئی رعایا غیر ممالک کی رعایا کے برخلاف دائر کرے اُنکا تصفیہ بھی قونصل کرتا ہے۔ اور اگر غیر ممالک والوں کی طرف سے کوئی دعوی مراکوئی رعایا کے برخلاف کیا جائے تو اسکا فیصلہ مقامی عدالتوں میں ہوگا۔ قونصل صرف اس موقعہ پر حاضر رہ سکتا ہے۔ ہر دو جانب کو حق مرافعہ (اپیل) حاصل ہے۔ چونکہ مراکو میں بہت قوام غیر ممالک آباد ہیں اور ہر ایک کا قانون مختلف ہے اسواسطے جس معاملہ میں دو فریق سے زیادہ فریق ہو جائیں تو وہ مقدمہ سخت پیچیدہ ہو جاتا ہے ۱۸۵۶ء میں یہ امر قرار پایا کہ انگریزی رعایا کا کوئی آدمی کسی علت میں گرفتار ہو جائے تو اوسکو حوالہ قونصل کیا جائے۔ اور ۱۸۵۳ء میں ولندیزوں نے یہ معاہدہ حاصل کیا کہ اگر کوئی غیر ممالک آدمی کسی باشندہ مراکو کو جان سے مار ڈالے تو اس کا مقدمہ صرف سلطان بذات خود سماعت کرے گا۔ سب سے اہم معاہدہ ۱۸۶۳ء میں ہوا۔ اسکی شرائطیہ تھیں کہ اہل فرانس جہاں جہاں ضروری خیال کریں اپنے قونصل بٹھا سکتے ہیں۔ دیسی منشی مصدی و دیگر اہلکاروں سے انکی ادائیگی فرائض میں کوئی مداخلت نہ کیجائے۔ نہ ہی ان کے مکانات وغیرہ سے کسی قسم کا تعرض نہ ان سے کوئی محصول وصول کیا جائے۔ باشندگان غیر ممالک کو اپنے گھروں میں عبادت کرنے کی اجازت ہوگئی۔ اگر کوئی تنازعہ سلطانی رعایا اور فرانسیسی رعایا کے مابین واقع ہو جائے تو اس کا فیصلہ سلطان بذات خود یا اس کی طرف سے کوئی عہدہ دار بغیر مداخلت قاضی کرے اگرچہ قونصل کو اجازت تھی کہ اُنکے تحقیقات میں حاضر رہے مگر وہ قرضہ جات کے لئے ذمہ وار نہیں تھا فرانسیسی جہازوں کی تلاشی ممنوع ہوگئی۔ اہل فرانس کو اجازت تھی کہ وہ اپنے دشمنوں سے مراکوئی بندرگاہوں میں پناہ لیں۔ لاکن اہل مراکو ان مقامات میں جانے کے مجاز نہ تھے۔ جو فرانس سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہوں۔ اس عہدنامہ کا نام معاہدہ دی بروگنان (The Beaugnon) ہے اور بھی چھوٹے چھوٹے معاہدے محصول وغیرہ کے متعلق خبر تحریر میں آتے رہی جنکا یہاں ذکر نا زیادہ تر مفید نہیں ہوگا۔

اسوقت مراکو میں تجارت کی آزادی ہے اور ہر ملک وملت کے لوگ اپنا اپنا بیوپار بغیر خطرہ سرانجام دیتے ہیں۔ حسب ضرورت مراکو کی حکام تعمیر کیواسطے جگہ مہیا کرتے ہیں۔ مذہب کے واسطے آزادی ہے۔ مگر یہ آزادی دراصل سلطانی حدود کے اندر ہی اندر ہے۔ بندرگاہوں میں باشندگان ممالک غیر کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔ جہاں چاہیں آجا سکتے ہیں۔ اور اپنے اپنے جھنڈے نصب کرسکتے ہیں جس جگہ پر ضرورت محسوس ہو وہاں قونصل مقرر کیا جا سکتا ہے۔ قایم کیا جاسکتی ہیں۔ ان ممالک کی رعایا جس کے ساتھ رابطہ دوستانہ قایم ہے محصول وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔ غیر ممالک کے یہودی ومسلمان کے حقوق یکساں ہیں۔ اگر کوئی باشندہ غیر ممالک لاوارث مرجاے اور کسی قسم کی وصیت بھی نہ کیجائے تو متوفی کی جائداد متروکہ قونصل کی تحویل میں ہوگی۔ نیز ان مختلف معاہدات سے یہ امر بھی قرار پاچکا ہے کہ سلطنت مراکو مجرمان مفرور کے ماوا دیجا نہیں ہے اگر کوئی مجرم مراکو میں چلا جاے تو اُسکی گرفتاری بذریعہ وارنٹ عمل میں آسکتی ہے اور اکثر ایسا وقوع میں آیا ہے کہ ممالک یورپ کے مفرورین مراکو میں گرفتار کئے گئے ہیں۔ نووارد اشخاص کو مراکو میں سب سے پہلے بڑی تکلیف یہ ہے کہ مکان سکنی دستیاب نہیں ہوسکتا اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ اہل مراکو یہ ہرگز نہیں چاہتے کہ غیر ممالک کے باشندگان کی آبادی کو زیادہ وسعت دیجاے۔ بنابریں اگر کوئی شخص اس بارہ میں سعی کرے تو حتی الامکان ہر قسم کی مزاحمت پیش کیجاتی ہے۔ لیکن اگر سچ پوچھو تو اہل مراکو حق پر ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں مذہبی اور اخلاقی وغیرہ آزادی عطا کرنے سے ان کو جو جو دقتیں پیش آئیں وہ ناگفتہ بہ ہیں۔ نظر براں اب وہ زیادہ محتاط ہوگئے کہ ان کے ملک میں یہ مفسدہ مادہ زیادہ جمع نہ ہو اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ مقامی حکام نے رقوم کثیر اپنی گرہ سے ادا کرکے غیر ملک کے اشخاص کو نکالا ہے۔ اس دقت کی رفع کرنے کی غرض سے معاہدہ میڈرڈ (Madrid) میں جو ۱۸۸۰ء میں تحریر ہوا ایک فقرہ یہ بھی درج کیا گیا کہ اپنی جائداد پر قبضہ رکھنے کا استحقاق جملہ باشندگان غیر ممالک کو حاصل ہے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ اہل مراکو نے حسب معمول پیچ لگادی جس سے اس شرط کا زور ٹوٹ گیا وہ یہ تھی کہ کسی جائداد کا بیع ہرگز وقوع پذیر نہیں ہوسکتا۔ جبتک سرکار سے پہلے اجازت حاصل نہ کیجائے۔ اور ایسی اجازت کا حصول سخت مشکل ہے۔ جب تک کوشش نہ کیجائے اور زیادہ تر زور نہ دیا جائے۔ تو یہ مدعا حاصل ہونے کا نہیں اور وثیقہ نویسوں کو جبتک ان کو خاص اجازت نہ دیگئی ہو سخت سزا دیجاتی ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف یہ ہے

کہ تمام تنازعات نسبت جائداد تابع قانون ملکی ہیں۔ القصہ یہاں عمارت بنانے میں سخت مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر معمار اور مزدور عمارت پر لگائے جائیں تو اُن کو فی الفور گرفتار کیا جاتا ہے البتہ بعض لوگوں نے اصطلاح کیا ہے کہ مزدور وغیرہ بھی باہر سے لے آئے ہیں۔

مراکو میں افسران ممالک غیر کی ایک جماعت جس کے سپرد انتظام حفظان صحت ہے اور سنہ ۱۹۱۳ء میں اس جماعت کو سلطان کیطرف سے اختیار دیا گیا تھا کہ انسداد طاعون میں وہ پورا پورا انتظام کریں تب سے یہ جماعت قائم ہے اور جس قدر اشخاص باہر سے مراکو کی بندروں میں وارد ہوتے ہیں اُن کے نام درج رجسٹر کئے جاتے ہیں۔

سنہ ۱۸۶۵ء ایک بڑا مفید معاہدہ جو تحریر ہوا وہ یہ تھا کہ راس سپارٹل ایک مینار بصرف ممالک غیر تعمیر کیا جائے۔ مگر وہ ملکیت مراکو کی ہوگی۔ اور جنگ کے وقت کوئی فریق اس کے استعمال کا مجاز نہ ہوگا۔ اس مینار کا انتظام ایک کمیٹی کے ہاتھ میں ہے جس کے ممبر ان قونصلان ممالک غیر ہیں جنمیں سے باری باری ممبر مجلس پریزیڈنٹ تجویز کیا جاتا ہے۔

ناظرین کی توجہ اس امر کی طرف معطوف کیجاتی ہے کہ جس ملک میں ان سلطنت کے باشندگان کو اس قدر تکلیف پہونچی ہے۔ اس میں یہ قیاس ہی نہیں ہوسکتا کہ عام لوگوں کی کیا گت بنتی ہوگی۔ اگر موجودہ حالت کا مقابلہ حالت سابقہ کے ساتھ کیا جائے تو زمین و آسمان کا تفاوت دکھائی دیگا۔ اور اس تفاوت کی عمر ایک یا دو صدی سے زیادہ نہیں ہے اس موقعہ پر گورنمنٹ مراکو کی دادگستری و عدل و انصاف کی ایک مثال درج کیجاتی ہے جیسا کہ جیکسن کا بیان ہے۔ ایک شخص مسمی لیٹن نے ایک عورت کے دو دانت مار کر توڑ دئے۔ عدالت میں مقدمہ دائر ہوا۔ اور قانون سن رائکس کے مطابق لیٹن پر فرد قرارداد جرم قائم کیا گیا۔ کیونکہ نہ ہی مستغیثہ اور نہ ہی جو نیلے باشندگان مراکو ہی۔ کوئی بات صلح کے ماننے تھے۔ الغرض مقدمہ بر طبق اپیل سلطان کے حضور میں پیش ہوا۔ لاکن سلطانی عدالت ہی حکم سزا بحال رہا۔ کیونکہ اس قانون سے انحراف نہیں ہوسکتا تھا۔ مگر جب لیٹن سوداگر نے یہ وعدہ کیا کہ وہ مجمعہ گندم ایک جہاز بھر کر ضعیفہ کی نذر کریگا تو نہ صرف اس کا جرم ہی معاف ہوا۔ بلکہ سلطان اسپر بہت مہربانی کرنے لگے۔ اور اسے انگریزی قونصل مقرر کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ سنہ ۱۸۴۴ء۔ جملہ قونصلان غیر ممالک تطاوین سے مخرج کر کے بھیجدیے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ کسی یورپین آدمی سے اثنائے شکار میں ایک

گولی لگ کر مرگئی۔ سنہ ۱۸۲۰ء میں انگریزی گھڑی سازنے ایک شریف (علوی سید) کے کان پر گھونسہ دے مارا۔ اس کی پاداش میں حکم ہوا کہ مجرم کے ہاتھ اور زبان کاٹ دیجاوے مگر بقول کپتان جوہن سمتھ (Captain John Smith) تین سو نفر خاص شاہی خدام قید خانہ پر چل پڑے اور اس مجرم کو چھوڑ لیا۔

ایک شریف نے فرانسیسی قونصل مسمی ایم۔ سارڈو (M. Sourdeau) پر حملہ کیا۔ استغاثہ مولائے سلیمان کے پیش ہوا۔ اب سلطان عجیب مشکل میں پڑ گیا ایک طرف تو مستغیث کے غضب کا خیال تھا۔ اور دوسری طرف مستغیث الیہ کے دینی تقدس کا پاس۔ کرے تو کیا کرے۔ عاقبل الامر مولائی سلیمان نے اپنی قلم مبارک سے ایک خط ارقام کیا۔ خط کے ابتدا میں یہ جتایا ہے کہ مستغیث کی خاطر بحیثیت مہمان ہونے کے بہت عزیز ہے۔ اور پھر اصل مطلب کو اسطرح حوالہ قلم کیا ہے۔

عیسائی لوگ بہت رحم دل ہوتے ہیں۔ اور جو صدمات ان کو دوسروں کی جانب سے پہونچتے ہیں۔ ان کو وہ صبر و تحمل سے برداشت کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مریم سے ظہور میں آیا۔ اور اس کتاب میں جو تمہارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کی طرف سے تم لوگوں کی طرف لائے مرقوم ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے ایک رخسارہ پر تھپڑ مارے تو دوسرا اس کے آگے کر دو۔ چنانچہ آنحضرت نے جب یہودیوں نے آپکو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اپنی حفاظت کی کوئی کوشش یا تدبیر نہیں کی اور اور پھر اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں سے انہیں بچا لیا۔ اور ہماری کتاب میں جو ہمیں ہمارے پیغمبر صلعم کی معرفت پہونچی ہے۔ منظور ہے کہ سب اقوام میں سے عیسائیوں میں نیکی کے کام کرنے والے کثرت سے ہیں۔ اور یہ امر بلا شک و شبہ ہے کہ تم لوگوں میں اکثر قسیس اور پادری راست ہیں جن میں کبر نہیں ہے۔

آگے چلکر خط میں تحریر ہے کہ مستغاث الیہ دیوانہ تھا اور خدائے رحیم و کریم کے واسطے رحم و معافی کی درخواست کرتا ہے۔

ہیچ قسم مقدمات میں تقدس کا عذر ہمیشہ مانع انصاف رہا ہے۔ اگرچہ بعد میں
سنہ ۱۲۷۶ یہ عذر ناکافی خیال ہونے لگا۔ مگر ابھی وہ وقت آنے والا ہے۔ جب سادات علوی کو واجبی سزا دیجاوے گی۔ ایک شریف نے کسی کشتی پر بندوق چلائی اور اس جرم کی

سزا میں اسے شلاق کیا گیا۔ مگر یہ سزا گویا بالجبر دیدی گئی تھی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک شریف قصاص میں قتل کیا گیا۔ اس دفعہ بھی مقتول ایک فرانسیسی ایم رے نام تھا اور اسوقت سے یہ عذر تعدیس کم ہی اٹھایا گیا ہے۔ اگرچہ اسوقت بھی ولیسی سیاست سے کام نہیں لیا جاتا۔ جیسا کہ چاہیئے۔ تاہم جو لوگ اشخاص یورپین پر حملہ وغیرہ کرتے ہیں اُن کو پوری سزا دیجاتی ہے بلکہ یہانتک ہوتا ہے کہ جس موقعہ پر کوئی ایسا حادثہ واقعہ ہو وہاں کے باشندگان گردنواح پر بھی جُرمانہ کیا جاتا ہے۔ باشندگان ممالک یورپ کا مال وجان مراکو میں جہاں کہیں سلطان کی حکومت وسیاست کا لوہا مانا جاتا ہے کافی طور پر محفوظ ہے۔ اور کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ البتہ دعوے ہرجانہ کے واسطے مدعی کے ساتھ دو پولیس کے آدمی ہونے چاہیئں۔ اگر کسی گانوں میں مقام کیا جائے تو گانوں والوں کا فرض ہے کہ رات کے پہرہ کے واسطے ایک آدمی رکھیں۔ تاہم ملک کے حصص زیریں میں بلا خوف وخطر سفر کیا جاسکتا ہے۔ ۱۸۵۵ء میں عبدالرحمٰن ثانی نے علیسائیوں کے اخلاق کی تعریف اور باشندگان مراکو کو اس کے تعاہد میں ہدایت کی ہے۔ اس کا قول ہے کہ کم ازکم علیسائیوں نے اپنے وعدوں کو پورا کیا ہے مگر اہل مراکو کے واسطے کوئی پاس وعدہ یا ایمان نہیں ہے۔ جو انگریز ملک مراکو میں مقیم ہیں ان کو اس امر واقعہ پر بڑا فخر اور ناز ہے کہ وہاں کے لوگوں میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ یہ قوم اپنے قول کی سچی ہے۔

اگرچہ لوگوں کے شوق تجسس کی کوئی حد نہ تھی۔ مگر کسی نے کوئی ایسی مزاحمت نہ کی۔ آخر نائب السلطنت نے کہلا بھیجا کہ شہر میں بائیسکل نہ چلانا چاہیئے۔ شاید ہے کہ کوئی جاہل جوشیلا شخص نقصان پہنچانے کی کوشش کرے اہل مراکو بائیسکل کے سواروں کو شیاطین پران کہتے ہیں۔

مگر ہمیشہ یہ حالت نہیں رہی۔ اور یہ امر مختصہ ہے کہ گشتی خط سے ظاہر ہوتا ہے جسکی نقل ذیل میں درج ہے۔

بسم اللہ

بنام جملہ قولصلان۔ خدا اسے برکت دے جو صراط مستقیم پر چلتا ہے۔ تم لوگوں

کو واضح رہے کہ گذشتہ تیس سال سے حضور بجانب انگریزوں کے اعمال کو ملاحظہ اور اخلاق پر غور فرما رہے ہیں۔ اور ہمیشہ ہر موقع پر یہی ظاہر ہوا ہے کہ وہ قول کے سچے ہرگز نہیں ہیں۔ انگریزوں کے چال چلن میں زیادہ فرض کی ضرورت نہیں ہے۔ ان میں اور کوئی تعریف نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ دروغ گوئی میں بڑے مشاق ہیں۔

باب نوزدہم

رابطہ تجارت

جب مراکو کی تواریخ تجارت پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تیرہویں صدی میں مارسیلز اور سیتا (سبتہ) میں آپس ایک عہدنامہ کی آڑ میں تجارت چلتی تھی۔ مال درآمد صرف شراب تھی۔ اور دوسری طرف وینس اور فلانڈرز میں مراکو سے شکر جاتی تھی۔ علاوہ دیگر اسباب تجارتی کے مراکو سے موم۔ زیرہ کھال اور خرما باہر جاتے تھے۔ بالخصوص مراکو کی شکر بہت مشہور اور عمدہ ہوتی تھی یہاں تک کہ اطالیہ کے سنگ مرمر کے ساتھ مساوی الوزن تبادلہ ہوتی تھی۔ ایک پری پر سنگ مرمر اور دوسری طرف شکر ڈالی جاتی تھی۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ چودہویں صدی کے اوائل میں سوداگران یورپ کو ملک میں پھرنے کی ویسی ہی آزادی تھی جیسی کہ آجکل ہے۔

انگریزوں نے سرزمین مراکو میں تقریباً سب سے پیچھے قدم رکھا۔ ۱۵۵۱ء میں اول ہی اول لیتش آف لنڈن نامی جہاز مراکو میں پہونچا۔ اس جہاز میں پارچات سنگ ہوئے۔ عنبر اور گھونگا مچھلیاں لائی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں نیچے اور اشیا بھی تھیں اور بوقت واپسی یہ جہاز یہاں سے شکر۔ خرما۔ بادام وغیرہ لے گیا۔ البتہ اطالوی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہد کمناس سے مصر کو جاتا تھا اور شاید اس سے شیرہ شکر مراد ہے۔

مراکو کی تجارت کی روزافزوں ترقی کو دیکھکر بہت سے لوگ اس امر کے خواہشمند ہوگئے کہ اس سلطنت میں تجارت کرنے کی عزت حاصل کریں اور رفتہ رفتہ نوبت بزاع

رسید چنانچہ ۱۵۷۷ء میں ملکہ الزبتھ کے عہد میں جو انگلستان کی ایک مشہور نیک ملکہ گذری ہے۔ اس کے درباریوں میں خاصکر یہ بڑا چرچا ہوا کہ کسی طرح مراکو سے تجارت کرنے کا فخر حاصل ہو جائے۔ بنابریں ملکہ موصوفہ نے امیر مراکو کے ساتھ خط وکتابت شروع کی اور اسوقت کی بعض تحریریں ابتک موجود ہیں اور بعد میں مسٹر اڈمنڈ ہوگن کو سفیر کر کے مراکو میں بھیجا۔ اس سفیر نے اپنا زیادہ وقت بورہ ([illegible]) کے حاصل کرنے میں صرف کیا۔ اس وقت مراکو میں فرانسیسی۔ پرتگیز وغیرہ لوگ پیشتر ہی سے موجود تھے۔ سچ پوچھو تو اسوقت بہ نسبت آجکل کے اقوام یورپ کے زیادہ اشخاص مراکو میں اقامت گزیں تھے۔ آرنل واڈک ([illegible]) اور آرنل لیسٹر ([illegible]) اسوقت کے مشہور سوداگروں میں سے ہیں اور انہوں نے ملکہ مذکورہ سے مراکو کے ساتھ رابطہ تجارت کھولنے کی خاطر خطوط حاصل کیے۔ ۱۵۸۵ء میں ایک خاص شاہی منشور ایک کمپنی کو جو اکسیٹر کمپنی آف بربری اینڈ دیگرر کے نام The Exeter Company of Barbary adventurers سے موسوم تھی عطا ہوا۔ یہ تو معلوم نہیں کہ اس جدوجہد کا نتیجہ کیا ہوا۔ ہاں اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ کوئی ایک سو سال سے تجارت مراکو کا بازار بہت ہی سرد پڑ گیا ہے۔ اگرچہ تجارت کا سلسلہ بالکل منقطع نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ مولانا اسمٰعیل کے عہد میں ایک سال کے اندر دو سو جہاز انگریزی اور ایک درجن جہاز فرانسیسی پانچ ماہ میں مراکو میں لنگر انداز ہوئے۔ ۱۶۰۳ء میں جب اسیر کو چھوڑ دیا گیا تو دو انگریز مسمیان تمیش و پارکر نے تطاوین میں کاروبار کرنا شروع کیا۔ یہ ہر دو شخص قید ہو کر غلام بنائے گئے تھے۔ اور جب ان کو رہائی ہوگئی تو وہاں ہی سوداگری کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے وہاں بیوپار کیا۔ اور بہت فائدہ اوٹھایا۔ ۱۶۲۶ء رولینڈ فرجر مولائی رشید ثانی کے حضور میں باریاب ہوا مگر اسے اپنے مدعا میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اس کی درخواست تھی کہ ساحل پر تجارت کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے۔

۱۶۵۷ء میں اہل ڈنمارک نے بتوسل کپتان سنڈرو آصلیہ اور صفی ([illegible]) میں تجارت کا حق بلا شرکت غیری پچاس ہزار پیا سٹر

سالانہ پر حاصل کیا۔ مگر سوداگران موگیدار (Mogadore) لاریکسی (Laraiche) کے مقابلہ میں عاجز آگئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ اہل ڈنمارک کا دیوالہ نکلگیا۔ بقول سنیٹ اولون تجار غیر ممالک کو ابتدا میں ہر قسم کی تحریص کیگئی تھی کہ وہ مراکو میں آکر آباد ہوں اور تبدریج وہ ایسے پھنس گئے کہ بغیر اپنا مال و اسباب چھوڑے جا نہیں سکتے تھے۔ اہل فرانس فاطمہ میں رہے وہ دیسی اجناس ہمیشہ اپنے ملک میں لیجاتے تھے اور معاوضہ میں اپنے ملک کی دستکاری کی اشیاء مثلاً۔ کاغذ ٹوپیاں۔ طرطیرا (ایک قسم کی شراب) اور کم قیمت اسباب مراکو میں لاتے تھے۔ مگر انہوں نے کبھی بھی نقد روپیہ زمین مراکو میں صرف نہیں کیا۔ اور جو اجناس وہ مراکو سے لیجاتے رہے وہ یقیناً ان کی بضاعت سے زیادہ مالیت رکھتی تھیں۔

جو سوداگر جز منافع کی غرض سے مراکو میں وارد ہوئے ان کے اوضاع و اطوار اچھے نہ تھے چونکہ ان کا چال چلن بالکل ہی خراب تھا اس واسطے وہ نہایت بے اعتباری کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اور ہمیشہ نکمی اور ناکارہ اشیاء مراکو میں لاتے تھے۔ اب بھی چونکہ زیادہ قیمت حاصل نہیں ہوتی۔ اسواسطے سوداگر زیادہ مال مراکو میں نہیں لاتے۔ مگر تعجب انگیز امر یہ ہے کہ اسوقت بھی یہ شکایات موجود تھی ٹریفالگر کی لڑائی کے بعد سلطان کو یہ تنبیہ کرنی پڑی کہ اگر جہازوں میں کارآمد اشیاء نہیں آئیں گی تو ہم اپنی بندرگاہیں مسدود کردینگے چنانچہ ۱۸۰۵ء میں مولائی نے ایک خط تحریر کیا جسکی نقل ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

بنام جملہ سوداگران موگیدار یعنی مسلم۔ عیسائی۔ یہودی۔ بعد سلام کشوف باد کے میں نے معلوم کیا ہے کہ قصبہ میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جو اس ملک میں کارآمد ہو سکی اسکی وجہ یہ ہے کہ تم لوگ اس قسم کا مال اس ملک میں نہیں لاتے جسپر محصول ادا کرنا پڑے۔ پس اسمیں ہمارے لئے کوئی فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ اس سرزمین میں ایسا مال لاؤ جو ملک اور دیہات کے لئے کارآمد ہو۔ اور اگر میری اپنی ذات کی نسبت پوچھو تو پروردگار عالم کے فضل و کرم سے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے میں نے بن عبدالصادق کو ہدایت کردی ہے کہ جو جہاز عمدہ کارآمد اسباب لیکر نہ آئے یا جو جہاز صرف مرکز لنگر درست رکھنے کیواسطے نکما اسباب بھر لائے ایسے جہازوں کو خالی واپس کردے۔ وہ تم کو اتنی مہلت ضرور دیگا کہ تم اپنے دوستوں کو اس بارہ میں آگاہ کردو۔ والسلام

باوجود اینہمہ سوداگران غیر ممالک کو اٹھارہویں صدی میں بہت سارے حقوق

درعاتیں عطا کی گئیں۔ یہاں تک ان کی خاطر ملحوظ کی گئی تھی کہ ان کے حسب مرضی عزل و نصب گورنران ہونے لگا۔ بالفاظ دیگر قصبات میں تجار کی ایک گونہ حکومت تھی۔ بعد میں جماعت قونصلان نے محصول کے متعلق سلسلہ جنبانی کی۔ لاکن حسب دستور سابقہ یہاں آب تلخ ورد کاسہ کا معاملہ پیش آیا۔ ۱۸۸۸ء

موجودہ تجارتی حقوق

اب حالات بالکل ہی بدل گئے ہیں۔ انقلاب زمانہ سے رنگ کلی بدل گیا ہے۔ موجودہ معاہدات کے رو سے تجارت کی پوری پوری آزادی ہے۔ جملہ اجارات و قیود جو اس مال پر تھیں جو باہر سے لایا جاتا تھا بالکل موقوف کی گئی ہیں۔ مگر تمباکو، پائپ ہر قسم کے جن سے تمباکو پیا جائے افیون۔ گوگرد۔ بارود۔ سالٹ پیٹر (شورہ یا مالوبہ) سکہ۔ اسلحہ اور سامان جنگ مستثنیات میں سے ہیں۔ جو چیزیں باہر جاتی ہیں اور زیر اجارہ ہے یہ ہیں۔ تمباکو درختوں کی چھال وغیرہ اور بوٹیاں جو تمباکو کی طرح پینے کا کام دیتی ہیں۔ مگر جو مال باہر جاتا ہے اگر پہلا صرف نہیں ہو چکا ہے تو روکا جا سکتا ہے۔ حالانکہ جو مال باہر سے آتا ہے اوس پر کسی قسم کے قیود نہیں ہیں۔

مراکو میں معمولی محصول کے علاوہ اور کوئی کسی قسم کا محصول ادا نہیں کیا جاتا۔ ہر قسم کے مال کے متعلق کسی قسم کی دقت پیش نہیں آتی۔ مقررہ شرح کے مطابق عمل ہوتا ہے۔ جو لوگ چوری مال بغیر محصول ادا کرے لئے جائیں وہ ہر دو سزا قید و جرمانہ کے مستوجب ہوتے ہیں۔ غیر ممالک کا کوئی باشندہ دوسرے کے قرضہ کے لئے ذمہ دار نہیں ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ اپنے آپ کو ضامن قرار دے۔ ممالک یورپ میں اگر کوئی مراکو کا شخص قرضہ اوٹھانا چاہے تو وہ ایک دستاویز انگریزی قونصل کے روبرو تحریر کرکے لے سکتا ہے۔ جہازوں پر کسی قسم کا تشدد نہیں ہوتا۔ شکستہ جہازوں کو امداد دیکر نکال دیا جاتا ہے اور علاقہ وادی لنس میں بڑی احتیاط ہوتی جاتی ہے۔ اگر لڑائی چھڑ جائے تو دشمن کی رعایا کو چھ ماہ کی مہلت دیجاتی ہے تاکہ وہاں سے چلے جاویں۔

مولائی عبدالرحمن کا عہد حکومت بھی قابل ذکر ہے۔ کیونکہ تجار غیر ممالک کے ساتھ وہ حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔ سلطان خود بھی محصول کا مہتمم رہ چکا تھا۔ اسواسطے یورپین لوگوں کے اوضاع و اطوار سے خوب واقف تھا جو امر سب سے بڑھکر قابل تعریف ہے وہ یہ ہے کہ محصول کا

روپیہ سوداگروں کے ذمہ چڑھتا جاتا ہے اور سلطان بالکل خاموش ہے۔ کسی سے نہ مطالبہ نہ کسی سے سختی کیجاتی ہے۔ اور اکثر یہ بھی ہوتا تھا کہ سرکاری خزانہ سے تجار کو رقم محصول ادا کرنے کی غرض سے قرضہ دیا جاتا تھا۔ اس سلوک سے سوداگر لوگ سلطان کے بہت ہی ممنون ہو جاتے تھے۔ اور اکثر لائے ہوئے قیمتی تحائف کے کر دربار میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ایسے تجار نے پندرہ ہزار ڈالر کے تحائف سلطان کے حضور میں پیش کئے۔ تجار قرضدار بے بہا تحائف پیشکش کر کے تاریخ ادائگی قرضہ ملتوی کرتے رہتے تھے۔ کوئی سود نہیں لیا جاتا تھا۔ نہ ہی قرضدار کو تنگ کیا جاتا تھا۔ اگرچہ قرضدار کو ملک سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی اور جو قرضدار تجار مراکو میں وفات پا جاتے تھے ان کی ترکہ سے ان کے قرضہ کا تصفیہ کیا جاتا۔ مولائی عبدالرحمن ولسیبوں کا قرضہ بھی اپنی گرہ سے ادا کر دیتا تھا۔ اور بعد میں آہستہ آہستہ ان سے یا ان کے وارثان سے وصول کرتا رہتا۔ سلطان کے اس حسن سلوک کا کم از کم اثر جو تجار غیر ممالک پر پڑتا تھا وہ یہ تھا کہ کل امور اس کے حسب خواہش طے ہو جاتے تھے۔ کبھی کسی معاملہ میں کوئی سوداگر اختلاف تک نہیں کرتا تھا۔

بعد ازاں موگیدار ([illegible]) کو بڑی رونق ہوئی۔ مگر جب سے دخانی جہاز چل پڑے ہیں اسوقت سے یہاں کی تجارت روبہ تنزل ہے۔ کیونکہ مراکو کی بندرگاہیں رستے سے ایک طرف واقع ہیں۔ موجودہ معاہدات انگریزوں اور فرانسیسیوں کے ساتھ ہیں۔ اگرچہ تجارت روز بروز نگراں ہوتی چلی جاتی ہے۔ مگر سوداگروں کی اب وہ حالت نہیں رہی۔ جو سابق میں تھی۔ لیکن موگیدار (Mogador) میں اہل یورپ اور ولسیبوں کے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ اس بارہ میں طنجہ بہترین مقام ہے۔ یہاں اہل یورپ کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں اسباب ارزاں قیمت پر فروخت کرنے میں بڑے سرگرم ہیں۔ البتہ جہاں تک تجارت کو تعلق ہے یہودیوں کا طوطی خوب بول رہا ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں سب تجار غیر ممالک کو نیچا دیکھنا پڑتا ہے۔

قرضہ جات کے سلسلہ کو اہل یورپ نے بہت وسعت دی ہے اور یہ صورت بہت ہی مضر ثابت ہوئی ہے۔ ہر نوعمر کلارک (منشی) جس کو قرضہ حاصل ہو سکتا ہے تھوڑی سی پونجی بہم پہونچا کر سوداگر بن بیٹھتا ہے جس کا نتیجہ سوائے ناکامیابی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اکثر تو قسمت خرید پر ہوا اور اس سے کم پر بھی مال بیچ ڈالتے ہیں۔ [illegible]

سود پر روپیہ دیویں۔ اس سے تجارت کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ تقریبا تمام تجار غیر ممالک جو اسوقت موجود ہیں پہلے کلارک ہو کر یہاں آئے تھے۔

جب تک گورنمنٹ کی پوری پوری اصلاح نہ ہو جائے جس کی امید جلدی بہت کم ہے یا جبتک ملک کسی اور طاقت کے تصرف میں نہ آجائے تو ترقی کی امید کرنا ایک امر محال ہے زمانہ سابق میں اجارات جیسے آسانی سے دئے جاتے تھے ویسی ہی آسانی سے منسوخ بھی کئے جاتے تھے۔ مگر سنہ ۱۸۵۶ء میں ایک معاہدہ انگریزوں کے ساتھ ہوا۔ جس سے اس قسم کے اجارات کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ لاکن اسوقت بھی بعض اشیار کی نسبت اجازت وقتاً فوقتاً دیجاتی ہے۔ مثلاً غلہ و مسکرات کی نسبت مگر یہ اجازت اسی شخص کو دیجاتی ہے جو سب سے بڑھ کر بولی دینے والا خریدار ہو۔ مراکو میں امرا و وزرا کی ایک عام عادت ہو گئی ہے کہ جھوٹے وعدوں پر تحالف وغیرہ لیتے رہتے ہیں۔ نہ ہی ان وعدوں کی کوئی اصلیت ہوتی ہے نہ ان کا کبھی ایفا ہوتا ہے۔

جب کوئی دولت مند آدمی سرزمین مراکو میں وارد ہوتا ہے تو درباری و دیگر اہلکار اسکی بالکل پروا نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی قسم کی خصوصیت برتی جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ نووارد دولت مند دسترخوان فراخ اور تواضع شروع کر دیتا ہے تو بس خوشامدیوں کا غول اس کے دسترخوان پر موجود ہو۔ اسکو وعدے دئے جاتے ہیں جو ہمیشہ وعدے کی صورت میں ہی رہتے ہیں پھر اسکو دربار میں لیجاتے ہیں۔ جہاں جا کے اس کو پتہ لگتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتے رہے وہ محض گپ تھی۔

اکثر لوگ اس کوشش میں رہے ہیں کہ ساحل سوس پر اور اس کے آگے بستیاں قایم کریں۔ مگر سرکار مراکو ہمیشہ سے اس کے برخلاف چلی آئی ہے اور اس کوشش میں شاید مشکل کسی ایک کو ہی کامیابی نصیب ہوئی ہو۔ ورنہ سب ناکامیاب رہے ہیں۔ اس لئے الکی [illegible] اس مقام پر مفصل ذکر نا بے محل معلوم ہوتا ہے۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں ایک کمپنی نے ترفیہ سنہ ۱۸۸۰ء
(Tarfaya) میں کچھ زمین خرید کی جسکا نام اونہوں نے راس جوبی رکھا اور جو زمین اس کے ساتھ پڑی تھی اس کا نام پورٹ وکٹوریہ (بندرگاہ وکٹوریہ) رکھا۔ مگر اہل مراکو نے اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ ان کے نزدیک یہ بستی ان کے حقوق کے مضر تھی۔ بدیں خیال کہ اگر اسکی اجازت دیگئی تو پھر دیگر مقامات پر اور بستیاں بھی قایم ہونگی۔ لاکن چونکہ

معاملات پیچیدہ ہوگئے اور بعض دلیسیوں نے اُٹھکر چند یورپ والوں کو بے تحاشا قتل کرڈالا اور وہاں کی تجارت بھی فائدہ مند ثابت نہ ہوئی لہذا کمپنی والوں نے ارادہ کیا کہ اس بستی کو فروخت کرڈالیں۔ چنانچہ ۱۸۹۵ء میں پچاس ہزار پونڈ پر فروخت کیگئی۔ اور بعد وہ حکومت سرکار مراکو میں شامل ہوگئی۔ اور آئندہ کے لئے یہ قرار پایا کہ جب تک گورنمنٹ انگلینڈ اس بارہ میں اتفاق نہ کرے کوئی زمین فروخت نہ ہو۔

ممالک یورپ کے باشندے ملک مراکو اندرونی حصص میں سکونت نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ لوگ زیادہ تر بندرگاہ نطاوین طنجہ۔ لارایکے (Larache) رباط۔ دارالبیضا موزیگان ([illegible]) صفی اور موگیدار میں رہائش رکھتے ہیں۔

یہ امر بھی خالی از تعجب نہیں ہے کہ مراکوئی لوگ اگرچہ سخت متعصب ہیں جیسا کہ اوپر کے بیانات سے ظاہر ہوتا چلا آیا ہے پھر بھی اس قسم کے عہدے حاصل کرنے میں بڑی کوششیں اور روپیہ خرچ کرتے ہیں جو زیر سایہ حمایت ممالک غیر ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے عہدوں کے فرائض ادا کرنے کی قابلیت بالکل نہیں رکھتے البتہ وہ دولت مند ضرور ہوتے ہیں اور یہی قابلیت ان کے کام آتی ہے۔ ایک ثالث شخص کے نزدیک روپیہ لیکر ملازم رکھ لینے کا طریقہ نہایت معیوب ہے۔ مگر جب دو مساوی قابلیت کے شخص ملازمت کی درخواست کریں جن میں سے ایک تو تنخواہ کا خواستگار اور دوسرا اپنی پاس سے روپیہ دینے کو آمادہ تو ان دونوں میں سے کون منتخب ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ جو شخص سرمایہ بہم پہنچانے پر تیار ہے وہی انتخاب میں آسکتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اکثر اس قسم کے متلاشی لوگ اس قدر ستم رسیدہ اور مظلوم ہوتے ہیں کہ ان کو حمایت ملازمت میں لینا عین انصاف ہوتا ہے اور بعض اوقات صرف کسی نیک آدمی کی جان بچانے کے لئے بغیر کسی معاوضہ نقدی وغیرہ ایسا کرنا پڑتا ہے۔ نذرانہ لے کر ملازم رکھنے کے رواج کا انسداد ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی سفیر اس مطلب کے واسطے کچھ روپیہ کسی سے حاصل کرے تو اُس کو اسکی بدعملی اور رشوت قرار دینا چاہیئے۔ اور اس کا تدارک اس صورت سے ہوسکتا ہے کہ محکمہ سفارت کی تنخواہیں زیادہ کردی جایئں تاکہ اون کو اس قسم کی رشوت لینے کی تحریص نہ ہو اور یہ انتظام چاہیئے کہ کل طاقتیں ملکر کریں۔ خواہ اہل مراکو اس میں رضامند ہوں یا نہ ہوں مگر اسکا نتیجہ باصلاح ہوگا۔ جبتک کوئی یورپین طاقت اس طریق رشوت پر اعتراض کرکے اس کا قلع قمع نہ کریگی تو یہ بدنظمی حکومت بدستور جاری رہیگی۔

اگر استحقاق حفاظت اٹھالیا جائے تو اہالی یورپ کے واسطے تجارت ناممکن ہوجائے نہ کسی کو کوئی ملازم مل سکے نہ کوئی اپنے کاروبار کو سرانجام کرسکے۔ بنابریں اس استحقاق کا موقوف کردینا ایک ملک کے واسطے بھی ناموں متصور نہیں ہوسکتا صرف اسی استحقاق کی بدولت یورپین تجار مراکو میں سوداگری کرتے پھرتے ہیں۔

وقتاً فوقتاً اس استحقاق حفاظت کی اصلاح کے متعلق کوششیں کی گئی ہیں۔ بعض اوقات تو کسی ایک طاقتوں کیجانب سے تحریک ہوئی ہے۔ چنانچہ میڈرڈ میں اس خصوص میں ان طاقتوں کے مابین جن کا تعلق تھا گفتگو ہوئی۔ مگر اسوقت سے صرف تنقیح حقوق ہی ہورہی ہے۔ اور کسی کی توجہ اس مذموم بیوپار کی طرف نہیں ہوئی جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے یعنی استحقاق حفاظت کو فروخت کرکے اس طرح اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے گویا وہ بھی کوئی شے فروختنی۔ مگر اب وقت پہنچ گیا ہے کہ کل طاقتیں ملکر اسپر غور کریں اور اور جس قدر جلدی اس کے تدارک کی تجاویز سوچی جائیں گی۔ اسی قدر مفید و مناسب ہوگا شکایت یہ ہے کہ اس استحقاق حفاظت سے اہل مراکو ادائیگی محصولات سے بری ہوجاتے ہیں۔ لاکن یہ شکایت کوئی وزن دار نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اہلکاران سفارت خواہ مخواہ عمداً اغماض کریں تو ان کے نوکر چاکر قانون کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اگر اہلکاران سفارت کی تنخواہیں بڑھا دی جائیں تو غالباً خرچ آمدنی سے تجاوز کرجائیگا۔ مگر ساتھ ہی تجارت کو ترقی ہوجائے گی کیونکہ محصول کی شرح میں ابزادی لازمی ہوگی۔ سنہ ۱۹۰۸ء

سفرائے ممالک غیر اپنے لئے ملازم انتخاب کرسکتے ہیں اور استحقاق حفاظت ترجمان تک محدود ہے حفاظت کے واسطے ایک پولیس کا آدمی لیا جاتا ہے۔ دو نوکر ہوتے ہیں اور بشرط ضرورت ایک منشی ہوتا ہے جس کو وہاں کے محاورہ میں طالب کہتے ہیں۔ قونصل کے کارکنان کو جو وہاں کے ہی رہنے والے ہوتے ہیں ایک گارد ملی ہوئی ہوتی ہے۔ مگر وہ خود اور اُن کے متعلقین بھی حفاظت میں ہوتے ہیں۔ اس قسم کی حفاظت میں صرف ملازم کی بیوی اور نابالغ بچے داخل ہیں۔ جو اس کے مکان میں رہائیش رکھتے ہوں اور یہ حق موروثی ہے۔ تاہم بعض خاندانوں کے لئے موروثی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خاص خاص خدمات کے عوض میں بعض اقوام غیر ممالک نے چند خاندان کے لئے یہ حق بذریعہ عہدنامہ حاصل کیا ہے ہر قوم غیر ممالک کے متعلق ایک خاندان ہے۔ لاکن ہر خاندان کی تعداد جس کے لئے

یہ استحقاق حاصل کیا گیا ہو بارہ نفر سے زیادہ نہ ہونے چاہیئے۔

ممالک غیر کے تجار کے ملازمین جو ان کی جانب سے کل مال درآمد برآمد کا انتظام کرتے ہیں دیسی باشندے ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ ہر طرح سے محفوظ ہیں اور ایسے اشخاص کی بڑی کثرت ہے۔ اس قسم کے اشخاص کو اسناد دئیے جاتے ہیں جو ہر دو زبان میں ہوتے ہیں یعنی عربی میں اور دوسری اسی زبان میں جو نوکر رکھنے والے مالک ہو۔ اور اسناد میں خدمت کرنی کی تشریح کی جاتی ہے۔ یہ اسناد طنجہ میں سفارت کی طرف سے نافذ ہوتی ہیں اور سال بسال ان کی تجدید ہوتی رہتی ہے۔

دیسی اشخاص جو اس طریق پر سایہ حفاظت ممالک غیر میں آئے ہوئے ہیں وہ جنگی خدمات اور تمام محصولات سے مستثنیٰ ہیں البتہ اگر وہ مالک اراضی مزروعہ ہیں یا بار بردار مویشی رکھتے ہیں تو معمولی محصول ادا کرنا پڑتا ہے اور اس کے متعلق سفارت گورنمنٹ سے تصفیہ کر لیتی ہے۔ ایک سالانہ نقشہ متضمن جائداد و محصول ادا شدنی اس قوم کے قونصل کے پاس بھیجا جاتا ہے جس کی ملازمت میں اس قسم کے اہلکار ہوں اور اگر کوئی شخص صحیح صحیح تعداد جائداد کی بیان نہ کرے تو پہلی دفعہ تو اس کمی کا دو چند اور دوسری دفعہ چہار چند محصول واجب الادا ہو جاتا ہے۔ گویا اس کی دروغ بیانی کی یہ ایک قسم کی سزا لیے جرمانہ ہوتی ہے۔

باشندگان غیر ممالک کے دیگر ملازمین اس حفاظت سے باہر ہیں۔ مگر کوئی الزام وغیرہ اگر عائد کیا جائے تو قونصل متعلق کو اطلاع دینی ضروری ہوتی ہے۔

ناظرین نے استحقاق حفاظت کے حالات دیکھ لئے ہیں اب اسکا اور کوئی علاج نہیں سوائے اس کے کہ مراکو کی گورنمنٹ کی اصلاح اور اصلی باعث بدنظمی رفع ہو مگر مشکل یہ ہے کہ سلطان کے اختیار سے اصلاح باہر ہے اس کے مشیر کسی قسم کی اصلاح کو گوارا نہیں کریں گے۔ اور ساتھ ہی یہ عذر کریں گے کہ عوام الناس ہر قسم کے اصلاح کے مخالف ہیں اور خواہ کیسی ہی اصلاح کیوں نہ ہو اس کو وحشت اور دہشت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

یہ امر قابل تسلیم ہے کہ عوام الناس کی جانب سے مخالفت ہو گی۔ اور اس بیان میں صداقت بھی کسی حد تک ہو سکتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس میں زیادہ تر رخنہ جایہ سازی کا بھی ہے۔ مانا کہ مولائی عبد العزیز ایک دفعہ کل اصلاحیں نہیں کر سکتے۔ مگر آہستہ آہستہ

وہ دوسری اقوام کی طرح جو روز بروز ترقی اور اقبال مندی کی راہیں طے کر رہی ہیں۔ نقائص کو دور کر سکتے ہیں۔ روشن خیال مشیر جو تدابیر ملکی اور تجاویز حکومت میں ذہن رسا رکھتے ہیں۔ اپنے دربار میں جمع کر سکتے ہیں۔ غیر ممالک کے باشندوں کو جب اونہوں نے فوجی صیغہ میں ہمارے ملازم رکھہ سکتے ہیں۔ رعایا کو ترغیب و تحریص دینی چاہیئے۔ کہ وہ محنت اور تجارت کریں۔ تاکہ وہ محصولات ادا کریں۔ جس سے سپاہ وغیرہ کے مصارف چلیں جہاں تک اور جہاں جہاں ممکن ہے وہاں اصلاح کی بنیاد رکھہ دینی چاہیئے۔ اور قوی امید ہے کہ تھوڑے عرصہ میں سرزمین مراکو سے جہالت کا سایہ معدوم ہونا شروع ہو جائیگا اور ترقی کی روشنی پر توفگن ہونے لگے گی۔ یہ عذر کہ لوگ اصلاح کی مخالفت کرتے ہیں اس کے یہ معنے ہیں کہ گویا نفس الامر اصلاح سے محض لا علمی اور ناواقفیت ہے۔ اہالی مراکو کو اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ اپنے ملک کے حاکم کے سایہ حفاظت و حمایت میں رہیں۔ اور اس امر کی ہرگز ضرورت نہیں کہ غیر ممالک کے حکمران ان کو ان کے اصلی حکمران سلطان سے محفوظ رکھیں۔ جب یہ احتیاج رفع ہو جائے گی تو حفاظت خارجیہ کی ضرورت اُٹھہ جائے گی۔ اور ملک میں کبھی اس کے ذکر کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوگی چہ جائیکہ اس سے فائدہ اُٹھایا جائے۔

باب ہفتم

سلطنت کی قسمت

اس باب میں جو کچھہ ہمیں ترمیم کرنا ہے اور جن امور پر بحث کرنی ہے وہ اس سلطنت کے حالات عروج و زوال بیان کرنے کی نسبت۔ جس کی تمام طاقتیں انحطاط کو پہونچ چکی ہیں۔ بہت ہی مشکل ہے۔ طاقت مراکو کو اس سلطنت کے نام سے موسوم کرنا ایک لفظ اطلاق امر ہے۔ ورنہ اس میں اب رکھا تو کچھہ بھی نہیں ہے جس سے یہ اس قسم کے خطاب کی مستحق ہو۔ بعض کا خیال ہوگا کہ ہم اس سلطنت کے حشر پر قلم فرسائی کریں گے

جس کی نسبت مدت مدید سے ایک خیال چلا آرہا ہے۔ مگر بُری فال ڈالنا ہمارا کام نہیں ہے اور نہ ہی اس ارادہ سے ہم نے حالات قلم بند کرنے شروع کئے ہیں۔ مصنف اس اصول کا پابند ہے کہ مشاہیر کے حالات و تذکرات تحریر کرتے وقت انصاف کے ہاتھ میں عدل کا ترازو پکڑ کران کو تول لینا چاہیئے۔

مورخ پیشینگو نہیں۔

تاریخ نویس زمانہ گذشتہ کے تجارت ارقام کردیتا ہے تاکہ موجودہ زمانہ میں لوگ ان سے فائدہ اوٹھائیں۔ اور کل حالات من وعن پیش کردیتا ہے۔ جن سے لوگ جو ایسے امور کے خواستمند رہتے ہیں۔ نتائج اخذ کرسکیں۔ وہ دیکھتا ہے کہ سلطنت میں قدرتی سامان کس قسم کے ہیں۔ باشندگان کا میلان طبع کس طرف ہے اور اس میں خارجی مداخلت کس حد تک زور پکڑ گئی ہوئی ہے۔ جیسا کہ ابواب ماسبق میں بیان کیا گیا ہے۔ کبھی کبھی وہ مآل سلطنت کے متعلق بھی لکھدیتا ہے تو وہ اس کی اس واقفیت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو اسی اقوام کے متعلق حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اصول علم تاریخ اور اصول علم تشریح یکساں ہی ہیں۔

ان امور کیطرف خیال کرنا کہ ابتداء میں وہ کون سے اسباب تھے جن کے اجتماع اور ترکیب سے اپنی وقت پر سلطنت مراکو غایت عروج تک پہنچ گئی تھی۔ کہ وہ کون سے سامان تھے۔ جن سے اس نے استحکام کی صورت اختیار کی۔ نہایت دلچسپ ہے

اگر سلطنت کے موجودہ حالات پر غور کیا جائے تو نتیجہ اسطرح ذہن نشین ہوگا۔ وہ مسرت انگیز نہیں ہوگا۔ کوئی صورت ایسی نظر نہیں آتی جس سے بہتری بہبودی یا ترقی کی امید ہوسکے۔ یہاں ہر قسم کی اصلاح مخالفت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ اور ہر اصلاح جو اس ملک میں تجویز کیجاتی ہے آخرکار وہ ایک مضحکہ سے زیادہ اثر نہیں رکھتی۔ ممالک ملحقہ کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے۔ اور روز بروز روبہ ترقی اور دلیسی حکومت کوئی دن کی مہمان دکھائی دیتی ہے۔ سوائے آثار قدیمہ کے اور کوئی شئے امید لانے والی نہیں ہے اور باستثنائے ایک ریاست کے باقی تمام ریاستوں کا انتظام یا اون کی عنان حکومت دراصل اہالی یورپ کے ہاتھ میں ہے۔ اگرچہ مراکو ایک آزاد طاقت ہے اور خارجی اوضاع و اطوار کا اثر یہاں کے باشندگان پر زیادہ نہیں پڑا۔ لاکن باینہمہ فی الحقیقت مراکو قسمت ممالک یورپ کی قسمت پر منحصر ہے۔ اور بظاہر یہی دکھائی دیتا ہے کہ آئندہ

یہ سلطنت کسی غیر ملک کے بادشاہ کے زیر حکومت ہو گی۔ جبتک مراکو اپنی حالت پر چھوڑا ہوا ہے تو اس کے باشندگان واویلا کرتے ہی رہیں گے۔ مگر تو وہ اپنے آپ کو بلکل فنا و برباد کریں گے۔ اور نہ ہی بطیب خاطر خود سروں کی اطاعت قبول کریں گے۔

جو لوگ مراکو میں مداخلت کریں کے مشایق ہیں۔ وہ کوئی نہ کوئی بہانہ اس بارہ میں پیش کر سکتے ہیں۔ مگر وہ کوئی معقول وجہ پیش نہیں کر سکتے۔ یہ امر متواتر تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ مراکو کی حالت اسفل السافلین تک پہنچکر پھر قایم ہوتی رہی ہے۔ جو کچھ مراکو کی تصویر ہر موقعہ پر اخبار کھینچتے رہے ہیں اس سے تو ہر بار یہی معلوم ہوتا تھا کہ بس آج مراکو کی قسمت کا فیصلہ ناطق ہو چکا ہے اور عنقریب ہی وہ کسی ہمسایہ طاقت کے تصرف میں آنے والا ہے۔

باشندگان مراکو کے خیال کے مطابق اگر ملک کی حفاظت ایک جابر بادشاہ کے پنجۂ اقتدار میں تو سلطنت کی حالت خاصی اقبال مند ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سلطنت کے واسطے اگر کوئی خطرناک امر اور بدشگون نشان ہے تو صرف یہ ہے کہ ملک میں عیسائی قوم کی آبادی روز افزوں ہے۔ مراکو کی حالت بدامنی و بدنظمی جسکو باشندگان غیر ممالک دیکھکر انگشت حیرت دانتوں میں لیتے ہیں۔ اہالی مراکو کے واسطے ایک نہایت معمولی بات ہے اور وہ کچھ اس بدانتظامی کے ایسے عادی اور خوگر ہو گئے ہیں۔ یہ سب کچھ براے العین مشاہدہ کرکے بھی ان کے کان پر جوں نہیں چلتی۔

بہرکیف حکومت موجودہ بہت اچھی ہے اور دیر کے بعد اس قسم کی حکومت مراکو کو نصیب ہوئی ہے۔ مراکو میں تعلیم نام کو بھی نہیں ہے اور باشندگان کا سب سے بڑا مدعا اور بھاری خواہش یہ ہے کہ ان کی حاجات رفع ہوتی رہیں جس سال فصل اچھی ہو جاتی ہے تو لوگ ہر قسم کے ہتھیار خریدتے ہیں۔ اور بعد ازاں السیا موقعہ بھی جلد نکال لیتے ہیں۔ کہ ان کے استعمال کی صورت بن جائے۔ اگر اس امر کی ممانعت کیجاتی ہے کہ رعایا کے لوگ ہر قسم کے اسلحہ خرید کرنے کے مجاز نہیں ہیں اور پولیس کی پوری پوری اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور رعایا کے مال کی حفاظت کا یقین دلا دیا جائے تو امن کی صورت قایم ہو سکتی ہے۔ اگر یہ باتیں حاصل ہو جائیں تو رعایا کے لوگوں کو ترغیب اور تحریص کرنی چاہیئے۔ کہ وہ مستقل گاؤں آباد کریں۔ غریب سے غریب بھی

بھی اپنے انصاف کو پہونچ جائے۔ زرمال گذاری بلا وقت وصول ہو جائے مگر یہ سب باتیں وقوع پذیر ہیں تو کیونکر ہوں۔

مراکو میں جو کپڑا تیار ہوتا ہے وہ خاصہ خوبصورت اور خوشنما ہوتا ہے۔ اگرچہ ذرا اُس وقت ناگوار محسوس ہوتا ہے۔ جب جسم کے ساتھہ پہنا جائے۔ اور نیچے اوس کے کوئی کپڑا پہنا ہوا نہ ہو۔ لاکن بہرصورت مراکو کی زندگی کے واسطے بہت موزوں ہے اور بڑے بڑے شائستہ شہروں کے نفیس پارچات باشندگان مراکو کے واسطے بالکل ناکارہ ہیں۔ چند یورپین طاقتیں ایسی بھی ہیں کہ وہ سلطنت مراکو کے استیصال کے جان سے دلدادہ ہیں۔ اگر ان کو ہمسایہ طاقتیں ایسا کرنے کی اجازت دیں تو خاصکر فرانس والے دن گنا کرتے ہیں کہ کب وہ وقت آئے کہ مراکو میں رہنے کا دور دورہ ہو جائے اور اگر کوئی ایسا وقت آگیا تو جیساکہ فرانس کا خیال ہے سب سے پہلے اہل فرانس ہی مراکو میں قدم رکھیں گے۔ اور شاید ہو بھی ایسا ہی۔ اگر دوسری طاقتوں نے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ کیونکہ اس صورت میں تو فرانس کے لئے راستہ بالکل کھلا رہتا ہے۔

اہل انگلستان کو مراکو سے بہت ہی کم واقفیت ہے اور نہ ہی وہ اسکی زیادہ تر پروا کرتے ہیں۔ بنابریں وہ اس امر سے محض نابلد ہیں کہ اہل فرانس نے کس استحکام سے اپنے پاؤں مراکو میں جمائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ فرانسیسی حد اور مراکو کی سرحد کے مابین جو فاصل علاقہ ہے وہ بالکل غیر محفوظ ہے۔ اور جو مقامات فرانس کے قبضہ میں ان سے مراکو کی فتح ایک نہایت سہل امر معلوم ہوتا ہے۔ فرانسیسی فوراً فاسی پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اور بعد ازاں مکناس تو بالیقین مفتوح ہے اور تازا فاں ([illegible]) اگر ایک فوج بھیجدی جائے تو مراکش کا کام تمام ہو جاتا ہے۔

یہ سب کچھ بغیر کسی نقصان کے حاصل ہو سکتا ہے۔ تاہم بربریوں کو مطیع کرنا ایک سخت دشوار اور مشکل امر ہے اور جب تک بیشمار جانیں بہشت میں نہ دیجائیں اور جبتک بے حساب روپیہ صرف نہ ہو تب تک یہ دشواری سہولت پذیر نہیں ہو سکتی۔ اور الجزائر کا معاملہ مذکورہ بالا بیان کا موید ہے۔ اور اس خصوص میں مراکو کے مقابلہ میں الجزائر کی چنداں حقیقت بھی نہیں۔ مراکو زیادہ تر آزادی پسند اور سرکش ہے یہاں تک کہ مراکو کے فتح کرنے میں ترک بھی ہمیشہ ناکامیاب اور قاصر رہے ہیں۔ مراکو کی فوج کسی یورپین

طاقت کے ساتھ لگا نہیں کھا سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ طنجہ اور علاقہ طنجہ دوسری طاقتوں کے قبضہ میں آجائے اور ساحل پر انگلستان کا قبضہ بلا شرکت غیری نہ ہو تاکہ حقوق خارجیہ اور سابنائے محفوظ رہیں۔ فرانس کا جنگی مشن جو شاہ مراکو کے صرف پر وہاں مقیم ہے سلطان کی امداد کو ہر وقت تیار رہتا ہے اور ایسے ایسے مقامات تک سلطانی فوج کے ساتھ پہنچتا ہے۔ جہاں دوسری طاقتیں جانا گوارا نہیں کرتیں۔ گویا یہ جملہ امور جو فرانس کی جانب سے ظہور پذیر ہو رہے ہیں آئندہ کے کسی حملہ کے مقدمۃ الجیش ہیں۔ اہل فرانس کے مسلمان کارکن یعنے ایجنٹ ادھر ادھر ایسی ایسی دشوار گذار جگہوں پر پہونچ جاتے ہیں۔ جہاں جانا دوسروں کے لئے محال نظر آتا ہے۔ اور جہاں کہیں موقعہ دیکھتے ہیں فوراً فرانس کے فوائد کو پیش کر دیتے ہیں۔ اس طرح فرانس مستعدی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول ہے اور کوئی اس کا مانع نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسی صورت پیش آجائے کہ سلطان کی معزولی مناسب ہو تو بھی ان کے قبضہ میں ایک قابل اور بارسوخ شخص موجود ہے۔ اس شخص کا نام مولائی علی شریف وزان ہے اور وہ شرفاء ادریسی کے خاندان میں سے ہے۔

شریف وزان

انگریزوں نے انکار کر دیا تھا کہ وہ اس کے باپ کو اپنی حمایت میں نہیں لیں گے۔ تو اسواسطے شریف فرانسیسی حمایت میں ہے۔ اہل فرانس شریف وزان اور اس کے بھائی مولائی احمد کو تعلیم دلائی اور فوج الجزائر میں ہر دو بھائی بعہدۂ افسران مامور ہیں۔ مولائی علی ایک قابل شخص ہے اور اس نے اپنی والدہ کی خوبی میراث میں لی ہے۔ مولائی علی کی والدہ انگلستان کے رہنے والے تھی۔ مولائی علی نہایت منصف مزاج واقع ہوا ہے اور اس کے خیالات ترقی کے خواہاں ہیں۔ مگر امید نہیں کہ کوئی اس قسم کا انقلاب واقع ہو اور جیسا کہ ہم اوپر کنایۃً بیان کر چکے ہیں۔ مراکو کی حکومت اہل مراکو کے ہاتھ میں رہتی نظر نہیں آتی۔

چونکہ مراکو پر فرانس کا مدت سے دانت ہے اور اس کی خوش قسمتی سے اس معاملہ میں اسے کسی حریف کا اندیشہ نہیں۔ پس فرانس اسوقت تک منتظر رہ سکتا ہے۔ جبکہ وہ سلطنت مراکو کو ایک صدمہ پر پہونچائے۔ کہ کامیابی عین الیقین

ہو۔ نظر بحالات مراکو الجزائر کے ساتھ شامل ہونے کو ہے۔ صرف کوئی سوال اس میں ہو سکتا ہے تو یہی کہ کتنی مدت میں یہ شمولیت عمل میں آئے گی۔ اہل انگلستان فرانس کے اس پکے ارادہ کو کہ مراکو پر قبضہ جس طرح ممکن ہو کیا جائے نہیں سمجھ سکتے اور وہ صرف یہی کہہ کر خاموش ہو رہتے ہیں کہ ایسا ہونا ممکنات میں سے نہیں ہے۔ مگر فرانسیسی اس ہماری دور اندیشی کے معنی نہیں سمجھ سکتے جس قدر پادری لوگ پروٹسٹنٹ لاب کے الجزائر میں ہیں خواہ وہ کسی قوم کے کیوں نہ ہوں انکی نسبت یہی خیال کیا جاتا ہے کہ وہ سلطنت برطانیہ کے جاسوس ہیں۔ اس واسطے ہمیشہ پادریوں کو تنگ کیا جاتا ہے۔ اور ان کو وقتاً فوقتاً یہ کہا جاتا ہے کہ تم لوگوں کو یہاں سے جانا پڑے گا۔ الجزائر کے متعلق جو کچھ بھی ہمارے خیال ہیں ان کی نسبت قیاس نہیں ہو سکتا۔ مراکو کے خواستمند نہ جرمن ہیں نہ انگریز خواہ اس کی تجارت کیواسطے ہر دو میں رقابت ہو۔ اگرچہ یہ امر یقینی ہے کہ اگر فرانس مراکو کو لینا چاہے تو ہر دو انگریز و جرمن ضرور اعتراض کریں گے۔ اگر کسی وقت تقسیم کی نوبت پہونچی بھی تو انگریز تو صرف اس حصۂ زمین کو لینا چاہیں گے جو ابنائے جبل الطارق کیطرف نکلا ہوا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اہل جرمنی اپنا پاؤں جمانا چاہتے ہیں۔ اور اونہوں نے اس مقام پر جہاں سے کوئلہ نکلتا ہے تصرف کرنے میں بیفائدہ سعی کی۔ لاکن اس سے ان کا یہہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ فرانس کے ساتھہ تصفیہ کرنے میں ان کو موقعہ ملے۔

اہل ہسپانیہ بھی مراکو کی خوابیں دیکھہ رہے ہیں اور ہمیشہ اس کے متعلق لکھتے پڑھتے رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مراکو میں ان کو ایک استحقاق حاصل ہے جس کی بنا وہ یہ گردانتے ہیں کہ مسلمانوں کا قبضہ دیر تک ہسپانیہ پر رہا ہے اور اب مراکو پر قابض ہونا ان کی باری ہے۔ لاکن جب ہسپانیہ کی حالت پر نظر ڈالی جاتی ہے تو بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ ایں خیال است و محال است و جنوں۔ البتہ اہل ہسپانیہ فرانسیسوں کے ساتھہ شریک ہو سکتے ہیں۔ اور آخرکار اہل فرانس ان کو چلکہ دیکر علیحدہ عملی سے ٹال دیں گے۔ اور خود قابض ہو جائیں گے۔ اب پورتگال والوں کی دال بھی اس معاملہ میں گلتی نظر نہیں آتی۔ اس کا زمانہ بھی رفت گذشت ہو گیا۔ روس۔ اسکنڈینیویا۔ اور آسٹریا کے اگرچہ سفرا مراکو میں موجود ہیں۔ مگر کامیابی کا سہرا صرف فرانس کے سر ہی بندھتا دکھائی

دیتا ہے۔

جو کچھ اوپر مذکور ہے اس سے اہل مراکو بھی بے خبر نہیں ہیں کہ ان کو دیگر اقوام کے ارادوں سے بخوبی اور بالعموم واقفیت پوری آگاہی ہے اور روز کے جھگڑوں اور گڑبڑوں نے ان کو پختہ کر دیا ہے۔ اور جب کہ بعض کا خیال ہے اب اہل مراکو محض ناواقف نہیں ہیں۔ اکثر اصلاحوں کے پردے میں ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ ہر طاقت کے سفیر اپنے اپنے حصول مدعا کے لئے سفر مراکو کرتے ہیں۔ مگر کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوتا اور ناکامیابی کی ایک بڑی وجہ یہہ بھی ہے کہ جو لوگ پہلے نیل مرام میں قاصر رہے ہیں وہ دوسروں کو فائز ہوتے دیکھکر گوارا نہیں کرتے اور اسواسطے در پردہ وہ کوشش کرتے ہیں دوسرے بھی ویسے کے ویسے ہی رہیں۔ اگرچہ کوشش کی گئی ہے کہ ملکر موافقت سے کام کیا جائے لاکن ابھی تک کوئی معتد بہ فائدہ نظر نہیں آیا۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ خودغرضی کام بگاڑ دیتی ہے۔ جب ایک طاقت ذاتی اغراض نکال رہی ہے تو پھر اصلی مدعا خبط ہو جاتا ہے جب تک یورپ کی تمام طاقتیں ملکر از روئے ہمدردی مگر نہ از روئے خودغرضی قیام بہتری کی کوشش کریں اور جبتک عام لوگ اس کی تائید میں رائے نہ دیں تو مراکو یا کسی اور ایسے ہی بد قسمت ملک خارجی طور پر اصلاح کا ہونا از قبیل محالات معلوم ہوتا ہے۔ اگر سب طاقتیں شخصی مداخلت کے استحقاق کو جس کے واسطے ہمیشہ بہانہ کی تلاش رہتی ہے ترک کردیں۔ اور سب ملکر مجموعی طور پر ضروری اصلاحیں کرانا چاہیں تو اسصورت میں مراکو کی بہتری کی امید ہو سکتی ہے اور اگر کسی طریقہ اور سلیقہ سے آہستہ آہستہ اصلاح کرائی جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ کیوں ساری شکایتیں رفع نہ ہو جائیں بشرطیکہ قابل مشیر موجود ہوں۔

مراکو میں بہتری کی صورت موجود ہے اس کی حالت مایوسی کی حد تک نہیں پہونچی البتہ مراکو میں ایک مذہبی رہنما کی ضرورت ہے کیونکہ جب کبھی کسی خاندان شاہی نے مراکو کی حالت کو درست کیا ہے تو اسنے مذہبی پہلو اختیار کیا ہے اور آئندہ اگر کچھ ہوگا اسی صورت سے ہوگا۔

اسلامی اقوام کی نسبت غور کرتے ہوئے اس امر واقعی کی طرف توجہ کم ہی مبذول کی گئی ہے کہ اسلام کی ترقی اب تک مسدود نہیں ہوگئی بلکہ جاری ہے عربی حکومت یا تعلیم

کبھی کوئی مجتمع جماعت سے قوم قایم نہیں ہوئی اسلامی سلطنتیں کمال عروج پر پہونچکر
خفیف زوال میں گرتی رہیں ہیں مگر اسلامی اقوام کی یہ حالت نہیں ہوئی جن اسلامی
خاندان سے نہایت شہرت حاصل کی ہے انکو یہ شہرت جب حاصل ہوئی ہے کہ انہوں
نے مطیع رعایا کے ان اسباب پر دست درازیاں کیں جنپر اس رعایا کی زندگی کا حصار
تھا۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ درخت جس کے پہل سے پرورش ہوتی سوکھ گیا تو جس چیز
کی زندگی کا حصار اس درخت پر تھا اسکا بھی ساتھ ہی خاتمہ ہوگیا۔ جزیرہ نما ہسپانیہ میں
اسلامی حکومت کے عالیشان اور شاندار آثار نظر آتے اگر حملہ آوروں کی نسٹ بہتر
ایسے لوگوں سے نہ ہوتی جنکو انہیں مغلوب کرنا پڑا۔ پس عرب کی کبھی سلطنت قایم
آج تک نہیں ہوئی۔ اور اہل اسلام کے بڑے بڑے کارنامہ ان ہی ممالک میں ظہور
پذیر ہوئے ہیں جو ان کے اصلی وطن بہت فاصلہ پر واقع تھے۔ نہ ہی اہل اسلام
اخلاقی تہذیب سے واقف معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اصول قانون کے ظاہری
الفاظ پر ہی منحصر ہیں اور انپر ایک رسمی طور پر عمل ہوتا ہے دراصل اہل اسلام روحانی
زندگی[1] سے محض نابلد ہیں۔

تاہم روحانی زندگی افواج مراکو میں ان پر کام میں مشغول و مصروف ہیں ان افواج
کی بدولت ہی ہماری قوم نے ایک وحشیانہ حالت سے یہاں تک ترقی کی ہے
اور کر رہی ہے انہوں نے اس امر کو مثال سے ثابت کر دیا ہے کہ دوسروں کی
بہتری کے اسطرح جیتے ہیں۔

سیاحین کا عام دستور ہوگیا ہے کہ وہ ہمیشہ پادریوں پر اعتراض کرتے ہیں
اس کی مثال واضح طور پر اسطرح ہے جسطرح ایک ذرا سے کیڑے پر حرف گیری
کی جائے جو اپنی مدت العمر میں ایک درخت کے تنے کو اس سے کم کہا سکتا ہے جتنا وہ
تنا ایک دن میں بڑہتا ہے مگر عاقبت الامر کیڑے کی اس کاٹ کے درخت کے
تنے کو اثر پہونچتا ہے۔ اور ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ درخت دہڑام سے گر پڑتا
ہے۔ مانا کہ پادریوں کے کام میں برکت مشکل ہے مانا کہ ان اشخاص کے نزدیک
جو ان کے مذہب کو نہیں مانتے انکا اعتقاد مضحکہ سے زیادہ نہیں ہے مانا انکا
مقصود ہے اور فائدہ ہو بھی تو غیر محسوس ہے۔ اور ان کے اوضاع و اطوار

[1] مصنف کی اسلامی اصول سے عدم واقفیت اور جہالت حد سے بڑہی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ مترجم

بیہودہ ہیں مگر یہ یاد رہے کہ پادری خواہ کسی فرقے کے کیوں نہ ہوں ایک نیک جماعت ہے جنکی زندگی کا فائدہ آینوالی زمانہ میں اٹھایا جاتا ہے اور جو بیج وہ ڈالتے ہیں کبھی ضائع نہیں جاتا۔ اگر کوئی شخص نیکی۔ دیانتداری۔ اور ایمانداری سے زندگی بسر کرسکے تو اسکا فائدہ ضرور قوم کو پہونچتا ہے۔

حصہ سوم

علم ادب مراکو

چند سال سے کوئی عمدہ معتبر کتاب مراکو کی نسبت ہماری زبان میں طبع نہیں ہوئی اسواسطے اگر اس ملک کے حالات کے متعلق کچھ علم حاصل کرنا ہو جو ہمیں زمانہ بیکس سے اقتباس کرنا چاہئے۔ جو اوائل صدی ہذا میں ہوا۔ یا پیلو وغیرہ کے حالات سے مدد لینی چاہئے جنکو آخری صدی کے شروع میں بحری قزاقوں نے گرفتار کر کے قشتو غلامی لگایا جو کتابیں اس زمانہ میں مراکو کے متعلق مطبوع ہوئیں اگر اس زمانہ کی حالت پر نظر کی جائے جبکہ چھاپہ کی اسقدر کثرت نہ تھی تو یہہ ایک نہایت قیمتی ذخیرہ معلوم ہوتا ہے۔ جو میں ایک رسالہ تحریر ہوا اور عام طور پر اس کی نسبت گفتگو ہونے لگی۔ تو ہیگ۔ پیرس۔ یا ایمسٹرڈم میں اسکا ترجمہ کیا گیا۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب جملہ ممالک اہل مراکو کے نام سے خوف کہاتے تھے اور انگلستان۔ ہالینڈ۔ فرانس ہسپانیہ۔ پورتگال۔ ڈنمارک۔ سویڈن۔ وینس۔ ٹسکنی۔ آسٹریا۔ ہر دو سارڈینیا اور جنوا کو مارے ڈر کے صلح کئے نہ بن پڑی اور وہ بھی شرط بادائیگی خراج۔ زمانہ کا انقلاب ہی آج اہل مراکو یورپ سے خوف زدہ ہو رہے ہیں۔ اور صرف اس وجہ ملک ان کے قبضہ میں ہے کہ یورپین طاقتیں ایک دوسرے کو غصب مراکو سے روکتی رہتی ہیں۔ اسوقت اہالی یورپ کو مراکو کے حالات کا علم حاصل کرنیکا تجسس اسوجہ سے ہوا کہ وہ اس کے آئے دن کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہتے تھے اور آج کل یہ خواہش ان کے دلوں میں مراکو زہو رہی ہے کہ کسی طرح اس کے ہنگوڑتا میں قدم رکھنے کی جگہ مل جائے۔

علم ادب زمانہ قزاقی

زمانہ بحری قزاقی کے ایک طرح ہم بہت مشکور ہوں کہ اس وقت بعض نہایت مفید کتابیں اس قزاقی کی بدولت مراکو کی نسبت حیطہ تحریر میں آئیں۔ پندرہویں صدی اور آخر میں

ایک مراکوئی لڑکا قیدیوں کے ہمراہ یورپ میں پہونچا۔ اٹلی پہونچکر وہ عیسائی ہو گیا۔ بعد میں وہ اپنے نادیلوم کی زیارت کرنے کیلئے واپس مراکو میں آیا اس شخص نے ایک بہت عمدہ کتاب حالات مراکو پر تصنیف کی جو شاید ابھی نہیں طبع ہوئی۔ اس کے دس سال بعد تورسان آصفیہ ایک لڑکے کو گرفتار کر لیگئے وہ مسلمان ہو گیا اور مراکو ہی میں شادی کر لی۔ تھاسی پیلو نے جو اس کا تذکرہ لکھا ہے وہ نہایت معتبر ہے اور دو سو جلد کتاب میں جو مراکو پر تحریر ہوئی ہے ایک کتاب بھی اس سے لگا نہیں کھا سکتی اور ظلم و تعدی کی داستان بیان کرتے وقت مبالغہ اور غلو سے بہت کام لیا ہے۔ مگر یہ ایک معمولی نقص ہے۔ اس زمانہ کے سلاطین کے جور و ستم کی نسبت جو لکھا گیا ہے وہ غیر مصدقہ ہے اور بعض واقعات کی تائید بھی کسی ایک آزاد منش مصنفین نے کی ہے اور یہ امر مسرت انگیز ہے کہ ایک بھاری تبدیلی اور بہتر واقع ہوئی ہے۔ زمانۂ پیلو کے اسمعیل اور زمانہ حال کے عبدالعزیز میں اس قدر فرق ہے جیسا کہ میری اوّل اور وکٹوریہ انگلستان میں ہے

فرانسیسی اور ہسپانیوی مصنفین مراکو سے زیادہ تر واقفیت رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے چند مفید کتابیں لکھی ہیں۔ اس واسطے ان کی تصانیف زیادہ تر وقعت رکھتی ہیں۔ انگریز مراکو سے چنداں واقفیت نہیں رکھتے۔ اور انگلستان اور مراکو فاصلہ بھی بہت ہی زیادہ ہے قونصل ہوسٹ جو ڈنمارک کا رہنے والا تھا ایک کتاب لکھی تھی جو بقول ڈاکٹر رابرٹ براؤن بہت مفصل اور صحیح نسخہ ہے۔ اس کے بعد سٹس لو نے بھی ایک کتاب تصنیف کی جو کسی طرح کم مفید نہیں ہے۔ سر جون ڈرمنڈ ہے کو موت نے اپنی تصنیف کی تکمیل میں فرصت نہ دی جس مراکوی علم ادب کو نقصان پہونچا ہے۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ تین نہایت عمدہ کتابیں ایک ہی زمانہ میں تحریر ہوئیں کیونکہ جیکسن چینیر۔ اور ہوسٹ۔ تینوں ہمعصر تھے اور اسی فہرست میں لمپریری۔ علی بے۔ جیمس۔ گرے۔ شبی لوا در لیغا کے نام ایزاد کرنے چاہئیں۔ یہ سب تصانیف اٹھارہویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں ظہور پذیر ہوئیں۔ بعد ازاں کوئی معتبر تصنیف وقوع میں نہیں آئی۔ رینیو نے ایک سالہ تالیف کیا تھا۔ لاکن یہ کتاب صرف سلطنت کا جغرافیہ تھا۔ گناے برگ کی تصنیف محض مبالغہ ہے۔ گادرد کی جلدیں اغلاط سے مملو ہیں۔ اور روکو ہارٹ۔ رچرڈسنی اور روہلفس نے اگرچہ ملک میں سفر کیا۔ مگر اس کتاب پر توجہ

خاص نہیں کی۔ جدید تصانیف معتبر ہو کر ادبال کے سفرنامے اور کیوتس اور دی فوکالڈ اور تہامسن کی کتب ہیں۔ لیکن حال میں جو چند کتابیں طبع ہوئی ہیں وہ زیادہ تر مفید ثابت ہونگی اور ان کے مصنف جو ماشاء اللہ زندہ ہیں۔ امید ہے اُن میں ایزادی بھی کریں گے۔ مثلاً مارٹ بنری۔ ڈالرمی۔ ٹیرس۔ دی کیوتس اور جانسٹن۔ جو اب تک مراکو میں مقیم ہیں۔ مرتس دی فوکالڈ۔ پنیئن۔ کوتن۔ ٹراٹر۔ کولوکی۔ سٹکینس واٹسن۔ اوبلو۔ ارکین اور لنٹراپ مراکو میں نہیں ہیں۔ مگر مراکو کی دلچسپیاں ایسی نہیں ہیں جو شخص ایکدفعہ ان سے مستفیض ہو جائے وہ پھر اس کی کوشش نہ کرے۔

ذیل میں ایک فہرست درج کیجاتی ہے جس سے دو اغراض پوری ہوتی ہیں۔ اوّل ہر ایک کتاب کے حالات جو مراکو کے متعلق لکھی گئی ہے۔ اس سے فائدہ ہوگا کہ کون سے واقعات ابھی تک قلمبند ہونے باقی ہیں۔ اور کن امور کی نسبت تفحص ہونا چاہیئے۔ دویم ان تصانیف کی حالت کا اندازہ لگایا جائے جن سے استفادہ کیا گیا ہے۔ تاکہ آئندہ ناظرین نہ صرف اپنی ذاتی غرضی ہی پوری کر سکیں۔ بلکہ ہر ایک مصنف ترازوی تنقید میں وزن کر سکیں۔ مگر عدم گنجائش کی وجہ سے ہم نے اس میں اختصار سے کام لیا ہے۔

یہاں یہ امر حوالہ قلم کرنا کچھ موزوں نہ ہوگا کہ تاریخ مراکو میں کل معتبر اور اہم واقعات درج کئے گئے ہیں۔ اور غلط واقعات نظر انداز کئے ہیں۔ اگرچہ اس کتاب میں ہزارہا اغلاط ہونگی مگر ہم نے منصف مزاج نقادوں سے امید واثق رکھتے ہیں کہ وہ ان ماخذ سے اس کتاب کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ جن کی نسبت چھان بین کی جا چکی ہے۔

فصل اوّل

کتب متعلق مراکو معہ تقریظ

تاریخ کتب مراکو لندن ۱۸۹۲ء۔ تاریخ کتب مراکو بابت ۱۸۹۱ء مصنفہ لفٹنٹ کرنیل سیمبرٹ پلے فیر۔ کے۔ سی۔ ایم۔ جی۔ وڈاکٹر رابرٹ براون ایم اے۔ الیف۔ ایل۔ ایس۔ اسحہ۔ رائل جیوگرافی کل سوسائیٹی۔ جلد ۳۔ حصہ ۴ جسکو مرے نے علیحدہ چھاپا

یہ کتاب بہ نسبت عام کتابوں کے جو اکثر علم تاریخ کتب کی لکھی جاتی ہیں۔ نہایت اعلےٰ ہے۔ ہر ایک امر میں نہایت صحت سے تفحص کیا گیا ہے۔ اور نہایت باریک بینی سے کام کیا گیا ہے۔ علم ادب مراکو کے واسطے اس سے بڑھ کر دوسری کوئی کتاب نہیں ہو سکتی۔ اس میں ڈاکٹر برون کی تیز قلم کی لکھی ہوئی خلاصہ اور تنقید بھی موجود ہیں۔ ذیل میں مختصر طور پر جو بہ نظر نقادی مختصر سی رائے زنی کی ہے۔ وہ کچھ بے محل نہ ہوگی۔

لیو افری کینیس روم ۱۵۲۶ء

دلا ڈیسکرپشن اوف افریقہ مصنفہ جیونی لیو الحسن بن محمد الوزان باہتمام جی۔ بی۔ رمیوسیو سکریٹری آف دی وینشن کونسل آف ٹن ۱۵۵۰ء یہ کتاب مراکو کے جغرافیہ اور اقوام کی ایک معتبر تاریخ ہے۔ اگرچہ کتاب مذکورہ مدت ہوئی جب لکھی گئی تھی۔ مگر نہایت صحیح ہے اور یہ امر تعجب انگیز ہے کہ ملک کی رسم و لوم اور پیداوار کی بارہ میں جو کچھ اس میں مذکور ہے وہ بالکل درست ہے اگرچہ وہ بعض ایسے اضلاع کے متعلق جو بہت دور دست ہے اور جہاں پر پہونچنا محال تھا اور اکثر مورخین کے لئے یہ کتاب ایک عمدہ ماخذ رہی ہے۔ مگر چونکہ ان لوگوں نے اس ماخذ کا اعتراف نہیں کیا اسواسطے بتدریج اغلاط بہت واقع ہوئی ہیں۔ ان میں سے مشہور مورخین کے نام یہ ہیں۔ مارسوکل۔ گریبرگ۔ کیلڈرن۔ اور

دی ہک لیت ایڈیشن لنڈن ۱۸۹۶ء

یہ کتاب مراکو کی تاریخ اور دیگر حالات میں ہے جو جن پوری نے ۱۶۰۰ء میں اس کا ترجمہ کیا اور ڈاکٹر رابرٹ برون کے اہتمام میں چھاپی گئی۔ لنڈن ہک لیت سوسائیٹی۔

اس کتاب کے تراجم اور ایڈیشنوں کی طرف نظر کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے بہت ہی مقبولیت حاصل کی ہے۔ مسٹر برون کے نوٹ جو انہنے کتاب ہک لیت میں دئے گئے نہایت مفصل ہیں۔ اصلی عربی مسودہ گم ہوگیا ہے۔ اس کا مصنف ایک مسلمان غرناطہ کا رہنے والا تھا۔ جس نے فارس میں تعلیم پائی تھی۔ اور وہاں ہی ملازمت کی یہ شخص افریقہ میں سیر و سیاحت بھی کرتا رہا۔ لیکن یہ شخص قید ہوکر روم کو چلا گیا جہاں عیسائی کیا گیا اور لیو دہم نے بہت تسلی دی اور اسکا نام لیو ہی پڑگیا۔

عبد الواحد　　ملاحظہ ہو المراکش

ایدم (رابرٹ)　　ملاحظہ کاک ذکمشنی۔ صفحہ ۱۵۳

ایڈلین لینسلاٹ اکسفورڈ ۱۶۷۱ء

بربر مغربی (دست بربری)

یہ ایک چھوٹی کتاب ہے اس کا مصنف مشہور شاہی چیلن کا باپ ہے یہ چیلن طنجہ میں تہا۔ جب کہ الجزائر برطانیہ کے قبضہ میں تھا اسکا زیادہ تر حصہ تو فاس اور مراکو کے ملکی انقلابات کے لئے مخصوص ہے۔ البتہ ان انقلابات کا بہت اچھی طرح بیان کیا گیا ہے کوئی بات باقی نہیں چھوڑی جو حالات انگریزی فوج قلعہ کے متعلق تحریر کئے ہیں وہ بہت دلچسپ ہیں۔ مگر یہ امر سوا ئے افسوس بیان نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے اخراج کے بعد کے حالات مصنف نے قلمبند نہیں کئے۔ جس سے کتاب کی تکمیل نہیں ہوئی۔ حصہ ذدیم میں سلطنت مراکو۔ اس کے کاشتکاری کے طریقوں۔ اس کے باشندگان اور وہاں کے رسم و رواج کا بیان ہے۔ یہ کتاب ان لوگوں کے واسطے نہایت مفید ہے جو اسلامی سلطنوں کے حالات سے ناواقف ہیں۔

اگریل (اڈلف) سناک ہام ۱۷۹۶ء

برلیف اوم مراکو

یہ کتاب ایک سلسلہ خطوط پر مشتمل ہے جو بڑے غور و تعمق کی نظر سے لکھی ہوئے ہیں۔ جن میں ستمبر ۱۷۸۹ء سے ے گراکتوبر ۱۷۹۰ء کے حالات مندرج ہیں۔ جب خونخوار اسیرید سلطنت مراکو ہی کی بیخکنی کر رہا تھا۔ اس کا مصنف ایک شخص باشندہ لوڈن ہے جو طنجہ میں اسوقت سکرٹری تہا۔ اس کا ترجمہ بھی بزبان جرمنی چھپ چکا ہے۔

علی بے لندن ۱۸۱۶ء

سیاحت مراکو (ترجمہ جلد دو)

اس سیاح کا اصلی نام جنرل دومنگو بیدیا ے لیبلچ ہے مراکو کی رسم و رواج اور زبان سے کافی واقفی بہرہ رکھتا تھا۔ یہ مسلمان بنا رہا۔ مگر آخر میں راز فاش ہوگیا۔ دراصل ہسپانیہ کا رہنے والا تھا۔ جاسوس کر کے مراکو میں بھیجا گیا۔ اس نے جو حالات ارقام کئے ہیں۔ معتبر ہیں اوسکی کتاب کی جلد اول ایک مستند کتاب متصور ہوتی ہے۔ دوسری جلد میں دیگر ممالک کے حالات مذکور ہیں جہاں جہاں اس نے سفر کئے ہیں۔

سنیٹ ایمنٹ لیونس

بحری سفر بیرن سیٹ المنٹ۔

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں سنیٹ المینٹ کی سفارت کے حالات مندرج ہیں جو مولائی اسمٰعیل کے وقت میں گیا تھا۔ اس کتاب میں کوئی مفید اطلاع نہیں ہے۔

ای سس اڈمنڈو وی
لندن ۱۸۹۲ء

مراکو۔ باشندگان۔ مقامات (ترجمہ سی سولن الٹن اصل کتاب اطالیہ کی زبان میں تھی)

حالات سفارت جو ۱۸۷۵ء میں روم سے فارس گئی مفصل درج ہیں۔ اس کا مصنف ایک مشہور نامہ نگار ہے۔ اس کتاب میں تصاویر کثرت سے ہیں۔ اور اگرچہ نہایت اعلےٰ قسم کی صنعت اس میں نظر آرہی ہے۔ مگر اکثر فرضی سی ہیں۔ کتاب میں حشو اور مبالغہ بہت ہے۔ مجموعی طور سے سیاحت مراکو کے خاصے حالات ہیں۔

اندروسن ڈبلیو ایچ
سی۔ لندن ۱۸۹۹ء

مراکو جنوبی (سنہری ملک)

ایک انگریزی کمپنی پر افیون ناجائز طریق پر لیجانے کا الزام عاید کیا گیا۔ یہ کتاب گویا اس الزام کی تردید میں تحریر کی گئی ہے۔ کمپنی مذکور کو کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ سلطنت مراکو اس کے مخالف تھی۔ اس کتاب میں انگریزی اور مراکوئی ڈپلوماسی پر بحث کی گئی ہے اس میں ایک بہت عمدہ نقشہ بھی کھچا ہے۔

اشانی نس منداجین
پیرس ۱۶۳۲ء

صفحہ نقشہ ا ملاحظہ ہو

بحری سفر افریقہ۔

اگرچہ کتاب اسی نام پر مشہور ہے۔ مگر دراصل مؤلف کوئی دوسرا شخص معلوم ہوتا ہے۔ اس کا حصہ دوم تولیو کی کتاب کے بعض حصص کا خلاصہ ہے۔ پہلے حصہ میں رزینرل موعلتی بجانب صلیہ کا ذکر ہے (۱۶۲۹ء) یہ اس عہد نامہ پر دستخط ہونے کا ذکر جو دوسری سال تحریر ہوا۔ تاریخ مراکو میں یہ کتاب چنداں مفید نہیں ہے۔

دی۔ انگرس الی پیری
فرنیکوئیس نیورث ۱۶۴۴ء

سٹری دی لانشی دس پیرس کیپوسنس آمراک ۱۶۲۴ء لغایۃ ۱۶۳۶ء ا ۱۸۸۸ء میں روم میں دوبارہ طبع ہوئی) اس میں رینرل کی مختلف سفارتوں

کا جو مراکو میں گئیں ذکر ہے۔ نیز ان لوگوں کی تکالیف کا بیان ہے۔ جو اس کے ہمراہ گئے اور ان کی گردنوں میں حلقہ غلامی ڈالا گیا۔ تاریخی واقعات میں اور معتبر معلوم ہوتے ہیں۔

اگسٹین فریہومان
دین سنہ ۱۸۳۰ء

اریبنی رنگن اودس مراکو

بقول مصنف صرف حالات سفر ہیں۔ مصنف سفارت آسٹریا کے ہمراہ گیا تہا۔ مصنف کہتا ہے کہ سلطان نے ایک کاغذ بہیج دیا۔ جس میں لکہا تہا کہ ہم اسے نورالعین سے بہی زیادہ ہیں۔ اور وہ اس سے زیادہ انتظار کی کیفیت گوارا کرنے کی تاب نہیں رکھتا تھا۔

بیونسے اگست وان
برلن سنہ ۱۸۶۱ء

تاج مراکو۔

اس کا مصنف جرمنی کا باشندہ ہے۔ اس نے فوج ہسپانیہ کے ہمراہ سنہ ۱۸۵۹-۶۰ء میں سفر کیا۔ جنگی معاملات میں مفید ہے۔ لاکن اور کوئی بات اس میں مندرج نہیں ہے۔ فی الحقیقت یہ لڑائی اور سیاحت کے حالات میں جو بعد میں یادداشت کے زور سے قلمبند کئے گئے ہیں۔

ابن بطوطہ محمد
لندن سنہ ۱۸۵۹ء

محمد ابن بطوطہ کی سیاحت (مترجمہ پادری۔ ایس۔ بی۔ ڈی۔ ڈی بزبان انگریزی۔ یہ شخص باشندہ افریقہ ہے۔ کوئی پچیس برس تک ایشیا میں سفر کے بعد اپنے ملک ٹمبکٹو کے حالات دریافت کرنے میں تین سال سے زیادہ صرف کردی۔ مگر چونکہ کل حالات سفر واقعات سیاحت ایک ہی جلد میں بند کئے گئے ہیں اسواسطے مراکو کو بہت ہی حصہ ملا ہے۔ بنابریں صرف چند واقعات کے لئے ہی ہم ابن بطوطہ کے ممنون ہیں۔

بوکلارک کپتان
جی الندن سنہ ۱۸۲۸ء

سفر مراکو سنہ ۱۸۲۶ء

بیان دلچسپ ہے اور خوش مذاق ہے۔ مصنف ایک انگریزی حاکم کی معیت میں مراکش گیا تھا۔ اس کے ترجمے جرمنی و لوبینہ کی زبان میں شائع ہوئے ہیں۔

بونیلی رکپتان ایلیو
میڈرڈ سنہ ۱۸۸۲ء

ایل امپیر یودی مراکو سی کنستیلوشن (حالات سلطنت مراکو) یہ کتاب بڑی مفصل ہے اگرچہ پیرایہ غلط ہے۔ اس کا مصنف ایک افسر ہے جو ہسپانیہ کا رہنے والا ہے۔ وہ چند سال تک

مراکو میں ملازم رہا۔ اسکی واقفیت کیا وہ زعام ہو مگر اس میں اصلیت کم نظر آتی ہے۔

کونسل سٹیفن جونیر
لندن سنہ ۱۸۹۲ء

مراکو کی موجودہ حالت۔
یہ کتاب اغلاط اور مبالغات سے مملو ہے۔ جو تصاویر اس میں درج ہیں ایک دو کے سوا سب غلط ہیں۔ اس میں غلط امور بہت درج ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں سر یوڈنی نسمیتھ کی سفارت کے حالات قلمبند کرنے کا منشا رکیا گیا ہے۔ جو سفیر ہو کر سنہ ۱۸۵۵ء میں فارس میں گیا تھا۔

بویل (رابرٹ) دیکھو نکلسن صفحہ.....

برتھیوٹ کپتان
جوہن لندن سنہ ۱۷۲۹ء

تاریخ انقلابات سلطنت مراکو بعد وفات مولائی اسمٰعیل برتھیوٹ رسل کے ہمراہ آیا۔ رسل جارج اوّل شاہ انگلستان کیطرف سفیر ہو کر احمد خامس سلطان مراکو کے حضور میں آیا تھا۔ کہ عہدنامہ سنہ ۱۷۲۱ء جو سیوارٹ نے ترتیب دیا تھا تکمیل ہو جائے۔ برتھیوٹ کو مراکو کے حالات معلوم نہیں ہو سکتے اور جو کچھ اس نے آنکھ سے دیکھا ہے بے کم و کاست تحریر کر دیا ہے۔ اس کتاب میں زیادہ تر اُن عہد و پیمان کا ذکر ہے جو دربار مراکو میں طے ہوئے۔ اور اس وقت کی حالت کا بھی کسی حد تک خاکہ کھینچا ہوا ہے۔ یہ امر قابل دلچسپی ہے کہ مسٹر رسل نے تطاون سے فاس تک براہ وادی درغہ سفر کیا۔ اسوقت قصبہ ورلس کی بنیاد نہیں ڈالی گئی تھی۔ رسل نے قراش میں شریف خاندان بزرگ سے ملاقات کی اس سے پہلے کبھی کسی عیسائی نے وہاں جانے کی جرأت نہیں کی۔

برسن ایم۔ پی۔ آر
دی خیبوا ف سنہ ۱۷۸۰ء

تاریخ قیدیاں۔ مصنفہ برسن۔ انگریزی طبع منسلکہ سوکنر سیاحت سنہ ۱۷۹۲ء)
سینگال کے قریب جہاز ٹوٹ گیا۔ قیدیوں کو مراکش و موگیدار میں لے گئے۔ اس کتاب میں مراکو کے متعلق واقعات درج ہیں۔ البتہ آخر میں جو کچھ یہاں کے عربوں کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے خالی از دلچسپی نہیں۔

بروک سر آر۔ دی۔ سی
بابرٹ الندن سنہ ۱۸۳۱ء

سپانیہ و مراکو کے حالات۔
اس کتاب میں حالات سیاحت ہیں یہ اسوقت حیطۂ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ جب مصنف کے نزدیک دخانی جہاز میں سفر کرنا ایک عجیب بات تھی۔ مگر مراکو کی قصبات میں کیمرہ(?) پیمانہ(?) لگانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ کیونکہ یہ ایک قسم کا شاہی نشان سمجھا جاتا ہے مصنف کا طرز بیان دلچسپ ہے مگر لونٹ(?) قابل اعتبار نہیں۔

بادی انہری ا

دیکھو نکلشن صفحہ ....

بفاجو بن لنڈن
سنہ ۱۸۱۰ء

سفر سلطنت مراکو
یہ مختصر سا سفر نامہ اطمینان بخش ہے کیونکہ ڈاکٹر بقا نے اسمیں اپنے چشم دید واقعات ارقام کئے ہیں اگرچہ جہاں جہاں اس نے تاریخی واقعات کی طرف گریز کیا ہے بہتیں غلطیاں کی ہیں۔ ڈاکٹر مذکور مفصل حالات باسانی تحریر کر سکتا تھا مگر اسکا منشا صرف حصول ملازمت تھا۔ اسواسطے اس نے اصلی واقعات کی طرف رجوع نہیں کیا۔

بسنات لی پیرے
ڈامنیک اوٹن ۱۷۰۴

تاریخ سلطنت مولائے اسمعیل وغیرہ۔
اس کتاب سے اس خوفناک عہد کے متعلق اور مکناس کے یورپین غلاموں کی نسبت نہایت قیمتی اطلاع ملتی ہے مصنف تین دفعہ غلاموں کی رہائی کے واسطے گیا ہے۔ جیسا کہ قاعدہ ہے متاخرین نے اس کتاب سے اقتباس کیا ہے مگر اس امر کو تسلیم نہیں کیا۔ مگر بعض ہمعصروں کی تحریروں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ انگریزی ترجمہ سنہ ۱۷۱۱ء میں شائع ہوا۔

کیمبیر کپتان جے سی الوریس
میڈرڈ سنہ ۱۸۹۳ء

جنگ افریقہ
یہ ایک مختصر سی کتاب ہے اسکا مصنف ایک ہسپانوی افسر ہے جس کے ماتحت ایک جنگی سفارت سلطان مراکو کے پاس آئی تھی۔ اس کتاب میں یہ بحث کی ہے کہ اہل مراکو کے ساتھ انکی اپنی سرزمین میں جنگ کے بہترین طریقے کون سے ہیں۔ مراکو کی فوج کے پوست کندہ حالات مندرج ہیں۔ کتاب

پر کیف مفید ہے۔ مصنف ایک دیقدرس شخص ہے۔

کیہوا کتھوڈ دی پیرس سنہ ۱۹۰۲ء

آئیسیز ڈس ماسک (ملک مراکو)
کتاب کا نام دہوکہ دہ ہے کیونکہ اس میں صرف ٹونس کا ذکر ہے۔ ملک مراکو کا ذکر ہرگز نہیں ہے۔

ہال کین

ملاحظہ ہو فکشن صفحہ.....

کلڈران اسٹیشن میڈرڈ سنہ ۱۸۴۴ء

مینوئل ٹل اوفنشل ان مروکوس (مراکو میں رہائش)
ابتدائی جستجو کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ کتاب ہسپانوی تصنیفات سے جو مراکو کی نسبت کی گئی ہیں تالیف ہوئی ہے۔ اس کتاب کا یہ مدعا تھا کہ اہل ہسپانیہ کو جو ملک ہذا میں نئے نئے آباد ہونے تھے آگاہی دی جاوے۔ اس کتاب میں ان معاملات کی نسبت زیادہ تر بحث ہے جن کی نسبت اموقت بڑا چرچہ رہتا۔ مگر اس زمانہ میں نسبتاً منسیاً ہوگئے ہیں۔ اگرچہ مکمل نہیں مگر پھر بھی اس سے کافی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رچرڈسن نے اس سے بہت استفادہ کیا ہے گو وہ اس امر کو تسلیم نہیں کرتا۔ یا یوں کہو کہ دونوں مصنفوں نے گریبرگ سے استفادہ کیا ہے اور گریبرگ نے مارمول دنرت سے فائدہ اٹھایا ہے۔ مارمول نے لیو سے لیا تھا کیونکہ ان تمام مؤرخوں کی غلطیوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے

کلڈران

ملاحظہ ہو فکسن صفحہ......

پیڈرو ڈی لابارکا

ملاحظہ ہو فکشن صفحہ..

ڈی کمپولیٹو ڈوک پیرس سنہ ۱۸۸۶ء

ان کوئی کردلی - ی مراک کنبجیورین۔
اگرچہ یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے۔ مگر قابل تعریف ہے عبارت دلچسپ۔ مراکو کے حالات کی اس سے بہت اچھی اطلاع حاصل ہوتی ہے۔ البتہ اس میں [illegible] مذکور ہیں جو زیادہ مفید ہو سکیں۔ مصنف نے اس سرزمین کی بہت سیر کی ہے۔ مگر کتاب میں جابجا انہی امور کا اعادہ کیا ہے یا ایسے واقعات قلمبند کئے ہیں جو ادھر ادھر [illegible] ہیں۔ لاکن عام طور پر کتاب کی وقعت ہوگئی ہے۔ کیونکہ دلچسپ واقعات تصنیف عبارت

میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں کم از کم وہ غلطیاں نہیں ہیں جو دیگر [illegible] نے کی ہیں۔ اہم جو کچھ اس نے گورنمنٹ وغیرہ کی نسبت ارقام کیا ہے [illegible] قابل اعتبار نہیں ہے۔ وہ باتیں کے پانٹ تنگ ہو جانے کی نسبت سبب کچھ قلم فرسائی کی ہے۔ [illegible] معلوم ہوتا ہے مصنف کو اس میں خاص دلچسپی تھی۔

کیس ٹیلیناس (منوئل پیلو) اور میعلا [illegible]ء

دسکرپشن ہسٹوریکا مراکوس۔ (تاریخی واقعات سلطنت مراکو) اس کتاب کا مصنف ایک فرانسسکن قسیس ہے جو ملک مراکو کے مختلف قصبات میں مقیم رہا [illegible] اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں۔ اگرچہ ناکمل ہیں۔ مگر تاریخی ضرور ہیں۔ یہ کتاب بہت قابل قدر [illegible] ہے۔ مصنف بہت سی اطلاعیں اپنے ذاتی تجربہ سے دیتا ہے۔ بیشک کتاب پڑھنے [illegible] قابل ہے۔

چرنٹ اے میرس [illegible]

اس مصنف نے اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہا۔ بیس سال تک مراکو میں رہا ہے [illegible] اس کے [illegible] کا ذاتی [illegible] و مراکش سے آگے [illegible] گیا۔ دوسرے حصص [illegible] کا بیان جو اس نے ترقیم کیا ہے۔ ناکمل اور غلط ہے [illegible] کتاب کی اس قدر تعداد کا طبع ہونا اسکی کتاب کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ اور اس [illegible] وقت کے مذاق کا بھی پتہ چلتا ہے۔

چارلیوڈ جوہن لندن [illegible]ء

حالات [illegible]

کتاب کا مصنف [illegible] ایک سیاح [illegible] حالات ورد انگیز طور پر بیان کئے ہیں۔ یہ لڑائی اگست [illegible] میں واقع ہوئی۔ اس میں۔ اس میں دو بادشاہ بعض کا خیال ہے کہ تین بادشاہ قتل ہوئے اور بھی بڑے بڑے افسر میدان میں کام آئے بیشمار کپتان اور سپاہی کھیت رہے اس کتاب میں ایک فہرست ان عوام الناس کی ہے جو اس وقت قید کئے گئے [illegible] جوہن چارلیوڈ اور ٹامس ہان نے طبع کرائی

چارلس گیبریل بیسر [illegible]ء

[illegible] مراکو۔ اول ہی اول چھپی مصنف ایک بڑا مشہور شخص ہے۔ جو امور رات درج

گئے ہیں۔ بہ نسبت دیگر مصنفین زیادہ تر معتبر ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ایم ونڈاد سفیر اہل اسلام کے اوضاع و اطوار سے بخوبی واقفیت رکہتا تہا۔ دربار کے حالات و دیگر جوابات قام کیئے گئے ہیں ان سے کافی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اگر علمی پہلو سے دیکہا جائے تو یہ کتاب نہایت عمدہ ہے۔

چینیر لوئیس ساورڈی
پیرس ۱۷۸۷ء لندن ۱۷۸۸ء

تاریخ اہل مراکو (تین جلد۔ انگریزی میں ترجمہ نامکمل دو جلد مراکو کی موجودہ حالت۔

کتاب بڑی قیمتی ہے۔ اس کا مصنف ایک فرانسیسی قونصل ہے۔ جو موگیدار میں ۱۷۶۷ء میں مقرر ہوا تھا۔ اس کا بہائی مسمی اندرے چینیر ایک مشہور شاعر تہا۔ پہلی دو جلدوں میں مختصر طور پر خلفائے راشدین کے وقت کے عربوں کے حالات تحریر ہیں۔ نیز مسلمانوں کے ہسپانیہ کے فتوحات مرقوم ہیں۔ درحقیقت یہ روضۃ القرطاس کا ترجمہ ہے۔ اگرچہ مصنف نے اس امر کو مخفی رکہنا چاہا ہے۔ جلد سوم میں مراکو کے حالات دلچسپ طور پر بیان کیئے گئے ہیں۔ مصنف نے کوئی اہم امر باقی نہیں چھوڑا اور یہ بات ایک حیران کرنیوالی ہے کہ لوگ پرانے رسم و رواج کے اسقدر گرویدہ اور پابند ہیں کہ اتنی صدیوں میں انمیں کم تغیر واقع ہوا ہے۔

کاک یا کاکس سیموئیل
بوسٹن ۱۸۱۷ء

حالات رابرٹ آدم ایڈمن روز) جس کا افریقہ کے عربی ساحل پر لوٹ گیا۔ اس شکستہ جہاز میں ملاح کے سفر کا قصہ جس کو اسوقت بہی مبالغہ سے بیان کیا گیا تہا جیسے اس کی لنبت یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ ایک بے بنیاد فسانہ ہے سر مخط گریزگ کا فیصلہ حولہ تاریخ کتب) لاکن اب بہی دلچسپی سے پڑہا جاتا ہے مسٹر ڈپی رسر ساکن موگیدار کی یادداشتوں کی بہی یہی حالت ہے اگرچہ مراکو کے متعلق بہت ہی کم لکہا ہے۔ مصنف لندن کی مجلس افریقہ کا سکریٹری تہا۔

کالنس (ڈانیل) ملاحظہ ہو فکشن۔ صفحہ۔

کالول کپتان ایچ۔ ای۔ لندن ۱۸۸۸ء

رائیڈان پنی کرنس انبیڈ سلیپرز اس کتاب میں انکے سفر کا ذکر ہے تو تفریحاً

طنجہ سے براہ فاس سرحد الجزائر تک کیا گیا۔ بیان دلچسپ ہے اور کسیقدر اس قصہ نیک کے بھی حالات درج ہیں جس کی نسبت پہلے کچھ معلوم نہیں تھا۔ مصنف کا میلان طبع مبالغہ کی طرف زیادہ تھا اس لئے ہر امر کو غلو کے ساتھ ذکر کیا ہے یہاں تک کہ اکثر مقامات پر بیان کی صحت مشتبہ ہو گئی ہے چونکہ سفر میں اس کی زوجہ بھی ساتھ تھی اسلئے بادہ گھبرا گیا البتہ جو امور اس نے جبل الطارق کے متعلق تحریر کئے ہیں وہ بہت ہی عمدہ چیز ہیں۔

کنیل ہیک (جی۔جی۔ایل) ملاحظہ ہو نکلسن۔ صفحہ۔ ۔ ۔

کنیل ہیک (جے جے۔ایل) ہسپانیہ میں حکومت اہل عرب

کوندے جوسے انٹا لیو — میڈرڈ ۱۸۲۱-۲۰ء

اگرچہ بقول مؤلفان تاریخ کتب دوزی (صفحہ) اور گیانگوس (صفحہ) کی تصانیف کو جہاں تک تاریخ سے تعلق ہے کوندی کی تصانیف کی ناسخ ہیں مگر پھر بھی ان کی اچھی قدر ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوندی نے بنیاد رکھی اور بعد میں اوروں نے اس پر عمارت بنائی۔

کانرنگ (کرنیل ایڈالف) — وان) میڈرڈ ۱۸۸۱ء

مراکو (جرمنی کی زبان سے)

یہ کتاب بالکل بے وقعت ہے مصنف جرمنی کی جانب سے فروخت بنادیق کو واسطے ایجنٹ مقرر تھا۔ اس نے کچھ دریافت نہیں کیا جو کچھ اناپ شناپ اس نے اپنے ترجمان یا دوسرے لوگوں سے سنا وطن میں واپس آکر بنام ملک و باشندگان مراکو طبع کرا دیا۔ باوجودیکہ یہ کتاب خالی از دلچسپی نہیں اور ملک کے حالات شرح و بسط سے ارقام کئے گئے ہیں اگر مصنف زیادہ دیر تک مراکو میں رہکر واقعات کی تصدیق و صحت کرتا کراتا تو اس کی کتاب بڑی قیمتی ہوتی۔ اسکا مشاہدہ اعلیٰ قسم کا ہے۔

کوٹی (نار) سے — پیرس ۱۸۶۰ء

لی مراک کنیملو-ین (ہمعصر مراکو)

جو دعوی کتاب کے نام میں مضمر ہے وہ اصل کتاب میں موجود نہیں فرنچ قونصل جنرل کے ایک اتاشی کے جمع کردہ واقعات ہیں البتہ بطور تتمہ آخری مضمون میں باشندگان مراکو (مراکو) کے حالات ذرا دلچسپ پیرایہ میں مرقوم ہیں۔

روسی کاٹنگش لندن ۱۶۰۹ء — مولائے حمید کا ہرسہ

ریاست مراکو - فاس - اور سبوس پر تسلط کرنا اس کے بعد موروں یا بربریوں کے مذہب کی مذمت لکھی ہے -

یہ کتاب ایک نرالی قسم کی ہے - پرانی طرز میں چھپی ہوئی ہے - خاص معتبر کتاب ہے اسمیں سترہویں صدی کے پہلے سات سال کے واقعات درج ہیں -

کوٹن و جونسٹن جی - ڈی
آر - آئی - این

ویرش بولوٹس بیونگیس آف سدرن مراکو
یعنی
یہہ کتاب دو شخصوں کی تصنیف کی ہوئی ہے - ہر دو ملک اور باشندگان ملک سے بخوبی واقف معلوم ہوتے ہیں - مراکو کی زندگی کے حالات معتبر اور دلچسپ طور پر قلمبند کئے ہیں - موگیدار سے بطور اسپ سواری مراکش جانا - خنزیر کا شکار بندوق سے کرنا - خلیج موگیدار میں سیر کشتی کرنا - اگیدیر اور مسا کے حالات پر قلم فرسائی کرنا - فوج کے ہمراہ چاندنی رات کو کوچ کرنا اور اہل مراکو کا عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنا یہ مضامین ہیں جنپر کتاب میں بحث کی گئی ہے واقعات نہایت خوش اسلوبی سے تحریر کئے گئے ہیں - جانسٹن اور بھی چند کتاب کا مصنف ہے -

ازانجملہ ایک بنام عبدالکریم یعنی سپاہی کاتب پہلی کتاب تھی جو مراکو میں طبع ہوئی مگر جو اوراق لندن میں بغرض جلد بندی روانہ کئے گئے تھے راستہ میں گم ہو گئے - اسی واسطے کتاب نامکمل ہی رہی ایک جلد مصنف کے پاس ہے -

کرافورڈ
جی - ڈی - لیمنگٹن
سنہ ۹

مراکو ایٹ لے گلینس (مراکو ایک نظر)
چونکہ مصنف کو ملک کے حالات سے ذاتی واقفیت بہت تھوڑی تھی اسواسطے جو کچھ واقعات اس نے مرقوم کئے ہیں انمیں اغلاط بہت ہیں لاکن باوجود اس کے سیاحوں کے واسطے کتاب مفید ہے - اگر معقول طور پر دیکھا جائے تو کوئی کبھی سرسری نظر سے اصل حالات معلوم نہیں ہو سکتے - نہ ہی کوئی امر کما حقہ بیان کیا جا سکتا ہے - کرافورڈ کی کتاب قابل مطالعہ ہے اگرچہ دایرہ بہت ہی محدود ہے -

کرانورڈ اور ایلن — لندن سنہ ۱۸۸۶ع

مراکو
یہ ایک قسم کی رپورٹ ہے جو اینٹی سلیوری سوسائیٹی (مجلس مانع بردہ فروشی) کو ارسال کی گئی تھی۔ مصنف کا منشا تو اچھا ہے مگر مبالغہ ضرور ہے۔

گروزنیک ایبے ڈی — بومنٹ پیرس سنہ ۱۸۷۴ع

ہسٹری دی لا در نیری ریودیبوشن مین امپائر آف مراکو۔
اس موقعہ پر مصنف ایک ترکی سفارت ہمراہ مراکو گیا تھا لاکن جو واقعات مراکو کی نسبت حوالہ قلم کئے ہیں وہ بالکل مہمل ہیں۔

داکنہا لوز میریا دو کوٹو دی البوکرک — لسبن سنہ ۱۸۶۴ع

ممایر یہ پیرا ہسٹوریہ دا پراکا دا مازاگوآ۔
کتاب بہت عمدہ تھی اور بڑی محنت سے معلوم ہوتا ہے تصنیف کی گئی ہے۔ اس میں مازاکان کے اس زمانہ کے حالات مندرج ہیں۔ جو اہل پرتگال اسپر قابض تھے کتاب مصنف کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ مصنف جزیرہ سینٹ تھامس میں سرکاری ملازم تھا۔ ان لوگوں کے حالات جو مقبوضاجات واقعہ بحر ممالک میں اول بھی افعل آکر آباد ہوئے جہاں دلچسپ ہیں۔ وہاں انکا اخراج قابل ہمدردی ہی ہے۔

دی کیواس ایڈوورو — میدرڈ سنہ ۱۸۸۴ع

اسنڈیو جنرل سوبرایل بجالد لوڈی لاٹکی۔
جس غور و فکر سے اس مصنف نے تحقیقات کی اگر تمام اشخاص غیر ممالک جو مراکو میں سکونت رکھتے اس مضمون کی طرف توجہ کرتے تو آج ہمارے کم از کم علاقہ جات واقعہ ساحل کے پورے پورے حالات موجود ہونے یہہ مصنف ہسپانوی قونصل کی ملازمت میں تھا۔ اس نے تہردل۔ دریاؤں۔ اور پہاڑوں وغیرہ کے خوب حالات لکھے ہیں کتاب پڑھنے سے کبھی طبیعت سیر ہوتی ہی نہیں۔ طرز بیان بہت عمدہ ہے۔ اسکا انگریزی ترجمہ ہے مگر ابھی تک چھپا نہیں۔

کرٹس (جیمس) لندن سنہ ۱۸۰۳ع

حالات سیاحت بربر (اے جورنل آف تمر توس ان بربری) یہ کتاب ایک ڈاکٹر کے تجارت کا ایک مجموعہ ہے جو ایک سفارت کے ہمرکاب فاس میں گیا تھا۔ کتاب البتہ مختصر ہے اور طرز بیان بالکل غیر مانوس۔ تجارت صمغ سنی گال کے متعلق تحریر کسی قدر دلچسپ ہے۔

دمبر جر

دیکھو فکشن صفحہ

دان کا پیری پائری پیرس طبع دوم سنہ ۱۸۶۹ع

تاریخ تورسائی بربر
یہ کتاب اپنی قسم کی کتابوں میں سے بالعموم اچھی ہے۔ اسکا مصنف پچیس سال تک بربر میں رہا۔ بحری قزاقی کے عروج و نشو و نما کے متعلق اس کی تحریر عالمانہ ہے اگرچہ مراکو کے بارہ میں مختصر ہی لکھا ہے۔ مگر دلچسپ ضرور ہے۔ دان ہر چہار ریاست بربری سے ذاتی واقفیت رکھتا تھا۔ اس لئے جو حالات اس نے تور ساناں اصلیہ کی بابت ارقام کئے ہیں وہ درست تصور ہونے چاہئیں پہلے مورخوں کی کتابوں سے بعض انتخاب بھی دئے گئے ہیں جو قابل قدر ہیں۔

ڈیوس (لفٹنٹ کرنل جوہن) لندن سنہ ۱۸۸۷ع

ہسٹری آف دی سکنڈ کوینس رائل رجمنٹ۔ جلد اول طنجہ میں انگریزی قبضہ کے متعلق ہے۔ اس کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اور جو حالات اس میں بیان کئے گئے ہیں وہ قابل اعتبار ہیں۔

ڈیوس (ہارڈنگ) ڈاسن (اے۔ جی)

دیکھو فکشن صفحہ
دیکھو فکشن صفحہ

بشر نوجہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان ڈن ۲۸ جارج سیلوی
الت بربرین۔

ڈکر (جین) هوڈن سنہ ۱۸۴۴ع

اس کتاب میں ایک ولندیز غلام نے اپنی ذاتی تجارب کا ذکر کیا ہے زیادہ تر تو مصنف نے اپنی تکالیف کا بیان کیا ہے۔ مراکو کو بہت تھوڑا حصہ دیا ہے۔

ڈیلا مرسی ۔ ملاحظہ ہو نوسک

سی ایم لی کمٹی) (دیکھو صفحہ ۱۵۱ رلیشن ہسٹورک صفحہ ۱۵۱ دفکشن صفحہ ....)

وہٹن (ہیرو فیسچی ایپرس دادان ۱۸۷۶ء } ۔ فاس سن یونیورسٹی ابل انسا ٹمنٹ سوسپیریر مسلمان ایک سالہ ہی جسکا مصنف ایک بڑا تجربہ کار عالم ہے عربی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اسمیں فاس کے دارالعلوم کی تقویم شہر کے ... مذکور ہیں ۔ اخیر میں چند اسما مات بھی درج ہیں۔ مگر چنداں قابل وقعت نہیں ہیں۔

وسمی لولیس (پیرس ۱۸۷۸ء ۔ رلیشن دو وپچ دی آر آر پی پی دی لا مرسی پور لا ریڈیمشن دی کیپٹف رسین ۱۸ ۱۶۔ اس کتاب کی تحریر بالکل سادہ ہی۔ اس میں جو حالات مرقوم ہیں وہ پادریان نجات دہندہ یعنی جو عیسائی غلاموں کو رہائی دلاتے تہے) کے متعلق ہیں اور مراکو کی نسبت کچہ بہی مذکور نہیں۔

ڈیڈ ہیپیر چارلس ایپرس ۱۸۷۷ء } یونی پرینیڈ اد مراکو ۔ کتاب دلچسپ ہے اور تحریر بہی بری نہیں لیکن کچہ زیادہ وقعت کو قابل نہیں مصنف کا تمام یا بیشتر مرت اسقدر ہے کہ طنجہ سے تطاوین تک تفریح کناں گیا۔ اور علاوہ طنجہ میں گیا دیگر کتب سے مضامین چرائے گئے ہیں۔ باوجود اسکے کتاب عام طور پر اپنی قسم میں اچہی ہے۔

ڈائرک (ڈاکٹر کستہو) برلن ۱۸۹۳ء ۔ مراکو .... اندر مراکو فیرچ ۔ یہ کتاب گویا ایک مختصر سا خلاصہ ہے اسمیں مراکو کی تاریخ و حالات مندرج ہیں۔ اگرچہ مولف کو اپنی تحریر کی نسبت کوئی شبہ نہیں ہی مگر کتاب بنا تہ ایسی نہیں ہی کہ سند گردانی جاسکے

دولنس (کمیں (روین ۱۸۱۷ء } دایچ وینس لی اکسینڈل ای لی سوفرکین ان دی پولٹن دی لا سوسائیٹی یاد ینگڈی ورگریفی) اسکا مصنف ایک جوان آدمی ہے جو بڑا دلیر اور بے پروا شخص تہا۔ دیودس کسطرح اپنی جان خطرے میں ڈالدی اپنی تجارت کے حالات حوالہ قلم کئے ہیں مسلمان بہی ہو گیا تہا مگر عاقبت الامر قتل کیا گیا۔

دوزی (آرپی۔ اے) لیڈن ۱۸۶۱ء ۔ ہسٹری دی مسلمان داسپین جسکو الاکنگٹ دی ایل انیدولیس پار لی المور لیونڈیہ ۷۱۱۔ ۱۱۱۵ (چہار جلد) نہایت ہی عمدہ کتاب ہی مصنف نے اس میں بڑی دماغ سوزی سے کام لیا ہے ۔ عربی قلمی نسخوں سے بڑی محنت سے ذخیرہ حاصل کیا ہے اور جتنی کتب اس بارہ میں تصنیف ہوئی ہیں ان سب پر اس کتاب کو سبقت ہی طویل بہت ہے ۔ اور عربی مصنفین کی مانند خفیف امورات پر بڑی بحث کی ہی اس میں نقص یہ ہی کہ مضامین کے عنوان و ابواب کی تقسیم و تفریق نہیں کی گئی مصنف لیڈن میں عربی کا پروفیسر تھا۔

دلائیدن ۔ دیکھو فاکشن صفحہ۔

فرنندیز دورد کپٹن سیر ہیو مینڈ ۱۸۵۸ء ۔ اگس ہورلسین دی رونا پاسلی دی لا کوسنا لورو ستی دی ازلمقر ان لیکا دی ستا گریز دی ماریکوینہ (جلد ۴ ۔ جلد ۵ ۔ بولٹن دی لا مدسیا دجیو گریفی کا) یہ فرنیندو دوز ایک جہاز ہسپانیہ کا کپتان تہا۔ جو ... میں روانہ کیا گیا تہا۔ کتاب کی تصنیف میں نہایت محنت و غور و فکر سے

کام لیا ہے۔ گویا مراکو کی تاریخ کتب میں اسکا خاصہ حصہ ہے۔ یہ کتاب مستند شمار ہوتی ہے۔

ڈرین (اکسیویر) لندن ۱۸۸۱ء دی پریزنٹ سٹیٹ آف مراکو۔ یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے مگر پُر از اغلاط ہے انکا اغلاط کی ذمہ داری برگردن مترجم ہے۔

وبلانی سٹ پیری جیان پیرس ۱۸۲۶ء۔ ریلیشن دو وایج پور لا ریڈمشن دی کیپٹیپس۔ پیشمڈ لی ۱۷۲۳ نعایت ۱۷۲۵۔ خاصی کتاب ہی مگر معمولی ہے۔ صرف مراکو و باشندگان مراکو کے بیان تک محدود ہی۔

ابو الفدا اسمٰعیل ۱۳۳۱ء۔ ذکر بلاد المغرب

الجر ۱۸۳۹ء۔ فرنچ ٹرنسلیشن (مصنفہ سالوٹ)

پیرس ۱۸۳۶ء۔ جغرافیہ مصنفہ ربناد۔ ادریسی کے حواشی جابجا ہیں۔ مگر یہ کتاب ولیسی جامع نہیں ہی۔ ابو الفدا نے بھی مراکو کی حالات پر زیادہ روشنی نہیں ڈالی۔ ابو الفدا ایک شاہزادہ سیریا کا رہنے والا تھا اس نے ایک ضخیم کتاب جغرافیہ پر لکھی ہے۔

فنکس (انہری ٹی) لندن ۱۸۹۱ء۔ سپین اینڈ مراکو۔ یہ کتاب ایک شخص باشندہ امریکہ کی تصنیف ہی وہ کہتا ہے کہ آیا ایک سیاح صرف دو مہینہ کی ایک سرسری سیاحت کے بعد دو بڑے وسیع ملکوں پر ایک کتاب تحریر کرنے کا مجاز ہے۔ اور پھر ثابت کرتا ہے کہ اس کو یہ حق حاصل ہے۔ طنجہ و تطاوین پر ایک فصل لکھی ہے۔ سوا اس کے اور کچھ مراکو کی نسبت ارقام نہیں کیا۔

ڈی فوکالڈ (ویکمٹ)
چارلس پیرس ۱۸۸۸ء

ریکنائیزنس آف مراکو
(ایک ضخیم کتاب جس میں تصاویر و نقشے دیے ہوئے ہیں)
یہ کتاب بہت قیمتی ہے۔ اس میں سفر مراکو کے حالات بہت اچھی طرح مندرج ہیں۔ وائی کونٹ دی فوکالڈ نے تیاد تر اس حصہ ملک میں سفر کیا ہے۔ جس سے جغرافیہ داں بہتیر ناواقف تھے۔

جہاں جہاں یہ شخص گیا ہے اور جس صحت و محنت سے اس نے تلاش کی پہلے سیاحان متاخرین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کر سکا۔ اس مصنف نے پہاڑ کی چوٹیوں کی بلندیاں اور مقامات کے فاصلے شرح و بسط کیساتھ دئیے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس

نے سخت جسمانی تکلیف برداشت کی ہوگی۔ اور کئی قسم کے خطرات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا
مصنف اپنے کام کی اصلیت کو کما حقہ سمجھتا تھا۔ نوکالڈ ایک دیسی یہودی کے بھیس
میں سفر کر رہا تھا۔ طنجہ سے روانہ ہوا۔ شیشہ وان۔ القصر۔ فاس۔ تازا۔ سیفرو۔ مکناس
قاڈلہ وغیرہ وغیرہ مقامات میں گیا۔ اور تقریباً چھ مہینے کے عرصے میں موگے نار میں جا
پہنچا۔ وہاں ایک مہینہ قیام کیا۔ اسی رستے ریگے ویر میں واپس آیا۔ اور پھر فاس
کے قریب ہو کر گذرا۔ اور اس رستے ادجدہ میں سے ہوتا ہوا فرانسیسی حد میں پہنچ گیا
کوہ اٹلس کے جنوب میں سفر کرنا بڑی جان جوکھوں کا کام تھا۔ نوکالڈ نے الجزائر میں بہت
بڑا کام کیا ہے۔ اور ایک نووارد کے واسطے ایسی نتائج اخذ کرنا بالکل ناممکن ہے۔ وہ قدرتی
طور پر تکالیف اور مصائب برداشت کرنے کے لئے عادی واقع ہوا تھا۔ مگر اس مقام پر
گنجائش نہیں کہ ان کا ذکر کریں۔

سین فرانسکو فرے میٹی
آس اکیڈ سنہ ۱۸۷۵ء

ریلیشن ڈل دائج کو اسنرد آمپر و کوس ال دی
بیدر فرنیچ جوآن ڈی پریڈو۔
یہ کتاب ایک نادر نسخہ ہے۔ اس سے فرانسکن
مشنریوں کے تجارب۔ خیالات عزم بالجزم۔ مذہبی
جوش ایمان کے اعتقادات ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ ایک گورنر کے خوف مور سے مکان سے
انا مور کو بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ مراکش میں بھی ان کو غیر معمولی سختی اٹھانی پڑی۔
ڈی آل بوڈر نے واقعات اہم کا اعادہ کیا ہے۔

فریجبس ولینڈ
پیرس سنہ ۱۶۷۰ء

ریلیشن ڈون وائج فے ان سنہ ۱۶۶۶ء آرایا مینر ڈی مراک
اے ڈی فینر و ریلیشن کلیاس۔
ان رسالوں میں سے جو پہلا رسالہ ہے وہ بالکل ہی نکما
ہے۔ اس میں بے فائدہ سفر کا فضول تذکرہ ہے۔ سفر نگار
نے اکثر اس میں درج کیا ہے کہ اس نے کیا کھایا پیا۔ دوسرا رسالہ نہایت مختصر اور
غیر مفید ہے۔

فرش آرجے پیرس سنہ ۱۸۹۵ء

لے مراک۔ جوگرفی۔ ارگنائیزیشن۔ پولیٹک
یہ کتاب نہایت احتیاط سے تحریر کی گئی ہے

اس کتاب کا اصلی منشاء فرانسیسی حقوق کا مراکو سے ادّعا کرنا ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے کہ جو لوگ رموز مملکت سے دلچسپی رکھتے ہیں اسکو ضرور مطالعہ کریں۔ مصنف محض ناواقف نہیں ہے۔ وہ ۲۰ سال تک مراکو میں ایک محکمہ میں افسر رہ چکا ہے۔

گیلنڈو والیئون ڈی ویرا۔ میڈرڈ سنہ ۱۸۸۴ء
مسٹریا و سیچوڈ پولیٹیکا ٹریڈیشنل ڈی ہسپانا۔ سکٹو ڈی سوس پوزشنزان لاس کاسٹس ڈی افریقہ جو واقعات اس کتاب میں درج ہیں وہ کچھ معتبر نہیں اگرچہ کتاب بہت طویل ہے۔ مگر مفید ہے۔ اور ہسپانیہ کی رائل اکیڈمی نے اس تصنیف کے صلہ میں ایک تمغہ مصنف کو عنایت کیا۔ جیسا کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں مراکو کے علاوہ بھی حالات لکھے ہیں۔ مگر ایسی کوئی بات کم نظر آتی ہے جو پہلے غیر تحریر میں نہ آچکی ہو۔

گینیٹر (آرتھر ڈی) پیرس سنہ ۱۸۹۲ء
لی۔ مراک۔ ڈی آجرڈ ہیلو ڈی ہیر اسے ڈی ڈیلین۔
یہ کتاب جو دراصل انتظام ملکی کے متعلق ہے۔ ایک خاص صحیح نسخہ ہے۔ اس میں مراکو کا سرسری حال درج ہے باشندگان مراکو یا مراکو و دول یورپ کے باہمی تعلقات کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ اس ملک کی لڑائیوں کی نسبت خاص دلچسپی ظاہر کی گئی ہے اس کتاب کی اکثر تصاویر مونٹ بارڈ کی کتاب سے لی گئی ہیں۔

گیٹل جواکون میڈرڈ سنہ ۱۸۷۹ء
ڈیجز یو مراکش السوس ویدنون ٹکنا۔
اس قیمتی رسالہ کے مصنف نے سنہ ۱۸۶۲ء میں شرف ملازمت سلطان حاصل کیا۔ اسے توپخانے میں ایک عمدہ عہدہ عطا کیا گیا۔ اس نے رخصت کی درخواست کی مگر نامنظور ہوئی۔ اسیر و مجبوری سے فرار ہوا۔ چند سال تک ادھر ادھر پھرتا رہا۔ اس عرصہ میں اپنا نام قاید اسمٰعیل بتایا۔ سنہ ۱۸۷۸ء میں ہسپانیہ کی طرف سے مراکو میں بھیجا گیا۔ اس کی جو رپورٹ چھپی ہے اس میں نقشے وغیرہ بہت دئے گئے ہیں جو بڑے مفید ہیں۔

گیان گوز
سی المکاری صفحہ ۹۰ ہم
گریری (ورسٹ) ملاحظہ ہو فکشن صفحہ

گوبل ای لیسپنرگ سنہ ۱۸۸۷ء

ڈائی وسٹ بوس افریقاس ام اللعام انیڈ ڈائی حیثیتی لی مارشینس۔
یہ کتاب ایک نہایت مفید خاص ہے۔ ملک ہذا کی تمام سابق تواریخ کا اسمیں ذکر ہے۔ اس میں واقعات بڑی صحت سے بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب اپنی نظر نہیں رکھتی۔

گاڈرڈ اے لیئون، پیرس سنہ ۱۸۶۰ء

ڈسکرپشن اے سٹوری ڈیو مراک (دو جلد)
اس کتاب میں مراکو کے حالات سے نہایت مفید آگاہی دی گئی ہے۔ اس کتاب کا سب سے مشہور حصہ وہ ہے جو تاریخ عسائیت مراکو کے متعلق ہے اور یہ عمدہ ترین کتابوں میں سے کتاب ہے۔ جو مراکو کی نسبت طبع ہوئی ہیں۔ ایسے سخت متعصب آدمی تا

گریبرگ ڈی ہمپسو رجیکو پو اجنوا سنہ ۱۸۳۴ء

سپیڈیٹو...... ڈل ایمپیرو ڈی مراک۔
گریبرگ کی کتاب نے بہت شہرت حاصل کی اور اس شہرت کی مستحق بھی تھی۔ مگر بعض نے اس کی تعریف میں مبالغہ بھی کیا ہے۔ اس کتاب میں سے دیگر مورخوں نے اکثر مضامین اقتباس کئے ہیں۔ مگر اس امر کو تسلیم نہیں کیا مصنف جو مراکو میں سویڈن اور ساڈینیا کی طرف سے سفیر تھا عربی میں اچھی مہارت رکھتا تھا۔ لاکن حدود طنجہ سے باہر ملک سے بعض نابلد تھا۔

لیئون سنہ ۱۸۲۰ء

پرسیس ڈی لا لٹریٹور ہسٹرک ڈی مغرب الاقصیٰ۔ تاریخ کتب مراکو پر ایک بہت قیمتی کتاب ہے۔ جو میس بڑی بڑی کتابوں پر مقامی واقفیت کی بنا پر تنقید کی ہے۔ بعد میں یہ کتاب بھی سپینیو میں ضم کی گئی۔

گراہم اے بی کننگھم، لندن سنہ ۱۸۹۰ء

مغرب الاقصیٰ (آجرنی ان مراکو)
کتاب بہت خوبصورت ہے۔ گو غلط ہے۔ مگر پڑھنے کے قابل ہے۔

صفحہ۔ ملاحظہ تتمہ صفحہ ۳۴۵ (انگریزی)

ہاردوین لفریدرک الندن سنہ ۱۸۶۰ء

ڈی سپنیشن کمپین ان مراکو۔
نامہ نگار اخبار ٹائمز خطوط دوبارہ چھپوائے گئے ہیں

ہسپانوی مہم کا تذکرہ تو اس میں مندرج ہے۔ مگر ملک کے متعلق ایک لفظ تک بہی نہیں ہے۔

ہیرس والیٹر بی لندن ۱۸۸۹ء

دی لینڈ آف این افریقین سلطان

مصنف کی ابتدائی کوشش ہے۔ جو سفر اس نے اوّل اوّل مراکو میں کئے ہیں۔ اُن کا ذکر درج کیا ہے اور دلچسپ ہے۔ مگر اس میں کوئی نئی بات نظر نہیں آتی۔ اور نہ کتاب ہی مستند ہے۔ جو کچھ عیسائی سفارت کے متعلق تحریر ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خصوص میں مصنف محض ناواقف ہے۔ (مئی ۱۸۹۰ء کے ایڈنبرا میں اس کا ریویو ہو چکا ہے)

لندن ۱۸۹۵ء

دوم ۔ تفیلت

اس کتاب میں اس سفر کا ذکر جو مراکش سے تفیلات تک کیا گیا ہے کچھ حصہ سفر کا گدہے کی سواری پر کاٹا ہے کچھ پا پیادہ۔ اس کتاب میں نئے امور درج ہیں۔ اور عام اغلاط سے پاک ہے۔ کیونکہ مسٹر ہیری ملک سے کافی واقف ہے کتاب مفید ہے اور تصاویر نہایت عمدہ ہیں۔

بے جی۔ ایچ درمند لندن ۱۸۶۱ء

وسٹرن باربری اٹس والڈ ٹرائب اینڈ سوج اینملز یعنی وحشی اقوام و جنگلی حیوانات طبع ثانی)

یہ کتاب دراصل بالکل نکمی ہے۔ لاکن عبارت عمدہ اور دلچسپ ہے۔ اگرچہ ایسے مصنف سے یہ امید نہیں ہو سکتی تہی۔ باوجود اس کے اکثر سفرناموں سے اچھی ہے۔ اس میں جو تشریحات مراکو کی زندگی پر کی گئی ہیں وہ اچھی قابل اعتبار ہیں۔

کمبرج ۱۸۴۲ء

دوم۔ جنرل اوف اکسپیڈیشن ٹو دی کورٹ آف مراکو۔

یہ رسالہ کبھی طبع نہیں ہوا۔ بنابریں اس کی اغلاط پر اعتراض کرنا مناسب نہیں۔ یہ ایک قسم کا مسودہ جو خاص دوستوں کے واسطے طبع کرایا گیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل مراکو کے ساتھ معاملات کرنے میں کامیاب ہوا تہا۔

بے اینڈ برکس لندن ۱۸۹۶ء

اے مماٹر رو ف سر جون ڈرامنڈ ہے۔

اس قابل سفیر کی عمر کا بہت سا حصہ مراکو میں گذرا۔ وہ برطانیہ کی طرف سے طنجہ میں سفیر تہا۔ مراکو کی معاملات میں

اسکا ایسا گہرا تعلق ہوگیا تہا کہ جو کتاب اس کی بیٹیوں نے تیار کی وہ ان بڑی مفید کتابوں میں سے ہے۔ جو سلطنت مراکو پر تیار ہوئیں۔ اس سے صرف مقامی انتظام کے متعلق ہی آگہی حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ اس میں ایک محتاط فاضل طبع رسا نتیجہ نظر آتا ہے۔ نیز اس میں وہ غلطیاں نہیں ہیں جو عام اجنبی کیا کرتے ہیں۔

ہے کیٹیس۔ ملاحظہ ہو تتمہ صفحہ ۳۴۵ (انگریزی)

ہیرودوتوس۔ ملاحظہ ہو تتمہ صفحہ ۱۴۵ (انگریزی)

ہائیڈ سمتھ ولیم ولسن لندن سنہ ۱۸۸۶ء

اے ٹوئیرز ٹینیل فالس اینڈ سمہیس ان مراکو کتاب اسی قیمت کی ہے۔ جو اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر بھی ان کتابوں سے اچھی ہے۔ جو مفصل حالات ذکر کرنے کی مدعی ہیں۔ اور پر از اغلاط ہیں۔

ہاگکن ڈاکٹر ٹومس لندن سنہ ۱۸۶۶ء

نیر مٹو اوف اے جرمنی ٹو مراکو یعنی بیان سفر مراکو۔ یہ کتاب معمولی اچھی ہے۔ اس میں اس سفارت کا ذکر ہے جو مراکش میں لبہر کردگی سر موزز مو سیفیور بھیجی گئی تھی۔ ملک کی حالت کی نسبت چندان ذکر نہیں ہے۔ یہ کتاب چندہ فراہم کرکے چھپوائی گئی تہی۔ کیونکہ اس کا مصنف جلد ہی فوت ہوگیا تھا۔

ہوکر جوسف ڈی بال (جو ہمن) و ما اجارج لندن سنہ ۱۸۷۰ء

مراکو اینڈ دی گریٹ اٹلس

سائنس داں خاص کر علم فلاحت داں کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔ اس کتاب کے مصنف انگریز تھے جو قدرتاً بیباق تھے۔ وہ بربر میں اس بہانے سے پھرتے رہے کہ ان کی ملکہ نے ایک بڑا عالیشان باغ لگوایا ہے۔ جس میں اسکی خواہش ہے کہ ہر قسم کے پودے لگائے جاویں۔

ہورووٹلز وکٹر اوّل لیپزگ سنہ ۱۸۸۶ء

مراکو

ملک اور اس کے باشندگان کی نسبت دلچسپ طور پر واقعات لکھے ہوئے ہیں۔ مگر عبارت فضول اور نامکمل ہے۔

ہوسٹ جیبورگ کیوبن ہیون سنہ ۱۷۷۹ء و سنہ ۱۷۸۱ء و الف ڈیرٹ ننگر اوم مراکوس

اوگفیزآف کنگڈم آف مراکوس اینڈ فیز۔
اس مستند کتاب کا مصنف ڈنمارک کی طرف سے بہت سال تک طنجہ میں کونسل رہا۔ اس نے واقعات کی تحقیق میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ بعد کے تمام مصنفین جنہوں نے مراکو پر کتابیں لکھی ہیں بالواسطہ یا بلا واسطہ ہویسٹ کے ممنون ہیں۔ اور جنہوں نے اس کتاب سے کچھ بھی فائدہ نہیں اوٹھایا وہ سخت بدقسمت تھے۔

ادریس (محمد) سنہ ۱۱۵۰ء لندن سنہ ۱۸۰۹ء
صفات العرب وارض السودان ومصر واندلوس شمالی مراکو کا مختصر سا جغرافیہ ہے۔ مگر یہ کتاب قابل استفادہ نہیں ہے۔

جیکسن جیمز گرے لندن سنہ ۱۸۰۹ء
این اکونٹ اوف دی امپائر اوف مراکو اینڈ ٹمبکٹو یعنی بیان سلطنت مراکو و ٹمبکٹو سلطنت مراکو پر۔ یہ ایک نہایت عمدہ اور نئی کتاب ہے اس کا مصنف جو ایک سوداگر تھا موگیڈار اور اگیدیر میں بہت مدت رہا۔ مصنف کا یہ منشاء تھا کہ اس اطلاع کو مکمل کرے جو ان کتابوں میں درج ہے جو آج تک لکھی گئی ہیں۔ پھر بھی غلطیاں اکثر ہیں۔ ٹمبکٹو کا بیان خاصکر دلچسپ ہے۔

جیمز لفٹننٹ کرنل ٹومس لندن سنہ ۱۷۷۱ء
ہسٹری آف دی ہرکولین سٹریٹس (جلد دو)۔
اس کتاب کا مصنف ایک انگریز تھا جو جبل الطارق میں رہتا تھا۔ کچھ نئی باتیں درج نہیں ہیں جو مفید مطلب ہوں۔

جنیش ڈاکٹر آر برلن سنہ ۱۸۸۷ء
ڈائی ڈوشی ہنیڈل اکسپیڈیشن سنہ ۱۸۸۶ء
اس میں اہل جرمنی کی اس کوشش کا بیان ہے جو انہوں نے رستہ کے کھولنے میں کی۔ جو مہم بھیجی گئی تھی مصنف اسکا اعلیٰ افسر تھا۔ اس کی ملک کی حرفت و دستکاری و پیداوار کے متعلق خوب واقفیت حاصل کی یہ کتاب عمدہ نسخوں میں شمار ہوتی ہے۔

جیکسن ڈبلیو الندن سنہ ۱۸۱۶ء
آدیوآف دی پریزنٹ کنڈیشن آف دی سٹیٹس آف بربری۔ (موجودہ حالات ریاستہائے بربری پر) یکطرفہ

بربر کی قزاقی کے انسداد کے متعلق ہے۔ صرف دوسری فصل میں مراکو کا ذکر ہے۔ یہ ایک جنگی افسر کی رپورٹ ہے جو گورنر جبل الطارق سعدی محمد بخت دہم کو عارضی طور پر دیا تھا۔ کتاب مختصر سی ہے اور کچھ زیادہ مفید نہیں ہے۔ مگر خالی از دلچسپی نہیں ہے۔

جونسٹن (آر۔ ایل۔ این) ملاحظہ ہو کون دجونشن۔

کیٹلیج (کرنل مارچ) لندن ۱۸۸۶ء

ٹریولز ان یورپ اینڈ افریقہ (ممالک یورپ و افریقہ کی سیاحت) (دو جلد) اس کتاب میں معمولی طور پر سفر کے حالات درج ہیں۔ مراکو کی نسبت کچھ درج نہیں ہے۔ اس واسطے یہ کتاب قابل استصواب نہیں ہے۔

کردی جینی اے ڈی طنجہ و پیرس ۱۸۹۹ء

گائڈ دود یجو بر آمراکو (رہنمائے بحری سفر مراکو) یہ کتاب سفر مراکو کی ایک رہنما ہے۔ ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ خاص کر ان لوگوں کے لئے مفید ہے جو فرانسیسی زبان پڑھتے ہیں۔ اگرچہ اغلاط بھی ہیں۔ مگر بعض بڑی بڑی کتابوں سے زیادہ تر مفید ہے۔ اس میں ایک نقشہ بھی دیا گیا ہے۔

کرابرٹ لندن ۱۸۹۴ء

پائنیرنگ ان مراکو (سفر مراکو بطور مقدمۃ الجیش) یہ کتاب نہایت بے تکلفانہ لکھی گئی ہے۔ اور عمدہ ہے۔ اصل میں مصنف کے خطوط و یادداشت سے جمع کی گئی ہے۔ اس میں اکثر نئی باتیں نظر آتی ہیں۔ لاکن اس قابل نہیں کہ استصواب کا کام دے۔

ابن خلدون عبدالرحمان ۸۰۸ھ بولاک ۱۸۶۷ء الجزائر ۱۸۵۲-۵۶ء

ہسٹوری دی بیربری۔ انتخاب از کتاب العبر و دیوان المبتدا والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر آٹھ جلد۔ مترجمہ بیرن ڈوگن دی سلین۔ چہار جلد۔ معہ تتمہ جات وغیرہ کتاب اسلامی دنیا کی تاریخ سے اور عربی علم ادب میں سب پر سبقت لے گئی ہے۔ دی سلین کا ترجمہ و تشریحات بھی کچھ اس سے کم مستحق تعریف نہیں ہیں۔ اس کا بیان ہے کہ اس کتاب کے تصنیف کرنے میں اس کے چودہ سال صرف ہوئے ہیں۔ مورخین مراکو و اسلام نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ ابن خلدون جو عربی النسل تھا تیونس میں ۱۳۳۲ء میں پیدا ہوا۔ اور اکیس برس کی عمر میں شاہی پرائیویٹ سکریٹری

مقرر ہوا۔ اِدھر اُدھر کے انقلابات کے بعد صلاح الدین نے اسے قاہرہ میں قاضی القضات مقرر کر دیا۔ بعدہ وہ مکہ شریف کی سرزمین میں سیاحت کرتا رہا۔ پھر سلطان کی معیت میں دمشق پہونچا اور جب تیمور نے دمشق پر حملہ کیا تو ابن خلدون وہاں ہی مقیم تہا۔ وہ تیمور کی پناہ میں آگیا اور جب تاتاریوں کی تاریخ و شجرہ نسب پڑھ کر سنایا تو تیمور حیران رہ گیا۔ تیمور نے اس کی بڑی عزت کی اور آخرالامر اس کو مصر میں رہنے کی اجازت عطا کی۔ تاکہ وہ اپنی کتاب کو ختم کرے۔ جب اس نے تیونس میں جہاں وہ سنہ ۱۴۰۶ء فوت ہوا چودہ برس صرف کئے تھے۔

ابن خلدون کی کتاب فی الحقیقت نایاب ہے اور نہایت نفیس و معتبر ہے یہ مصنف نہایت ذکی۔ فہیم اور اہل الرائے شخص تھا۔ اور ساتھ ہی نہایت دقیقہ رس اور باقاعدہ والا شخص تھا۔ اگرچہ بعض مقامات میں واقعات کا اعادہ کیا گیا ہے۔ ہر ایک قوم کے حالات و شجرہ انساب شرح و بسط کے ساتھ دئے گئے ہیں۔

ابن خلکان (احمد) لندن سنہ ۱۸۴۳ء تا سنہ ۱۸۷۱ء

کتاب واقعات الاعیان (بیرن میک گرکسی دی سلین نے چار جلدیں ترجمہ کیا ہے) کتاب نہایت قیمتی اور اعلیٰ درجہ کا نسخہ ہے۔ اہل عرب اس کی قیمت کے لحاظ سے اس کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ دی سلین نے اس کا ترجمہ کرنے میں مغربی دُنیا پر بڑا احسان کیا ہے جیسا کہ اس نے ابن خلدون کی صورت میں کیا ہے۔ ابن خلدون دمشق میں صدر الصدور بھی تھا اور مصر میں پروفیسر بھی رہا ہے۔ مراکو کے مشہور تذکرہ نویسوں میں یوسف بن تشفین ابن تمارت مہدی عبدالمومن۔ یعقوب المنصور وغیرہ وغیرہ ہیں۔

کوملٹ ڈاکٹر ولیم فرنیک فرٹ سنہ ۱۸۸۳ء

پنج دن سوان دی بر کلینو (دو حصّہ)
اس کتاب میں ایک اہل علم کی سیاحت کا ذکر ہے اس کے بعض جلد مراکو کے متعلق ہیں۔ مفید ہیں۔ ان حصوں میں قدرتی اشیا مثلاً حیوانات و اصوات جانوران کا ذکر ہے۔

لاو سرے پی دیکھو نکس صفحہ

لیارو ڈاکٹر آرتھر لندن سنہ ۱۸۷۶ء

مراکو و اہل مراکو (مراکو اینڈ دی مورس)
اس کتاب کی قدردانی میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ مصنف صرف ساحل پر گشت کرتا رہا ہے۔ یا ورکش تک پہنچا

ہے زبان ملک و باشندگان ملک سے محض ناواقف تھا البتہ جو واقعات ڈاکٹر ہردم نے بہم پہونچائے وہ قابل اعتبار ہیں۔ اس کتاب کا سب سے مفید حصّہ وہ ضمیمہ ہے جس میں مراکوی ادویہ کا ذکر ہے مگر اس باب میں جو مراکوی امراض کے متعلق ہے کچھ بھی مفید مطلب درج نہیں ہے۔

لنڈن سنہ ۱۸۷۹ء

ادیج اے وزٹ ٹو دی کورٹ آف مراکو (دربار مراکو کی سیر)

اصل میں یہ انگریزوں کی سفارت کا جو مولائے الحسن کی جانشینی کے موقعہ پر آئی تھی ذکر ہے جو خالی از دلچسپی نہیں۔ علاوہ حالات سفر کے القصر الکبیر کی لڑائی کے حالات مذکور ہیں جو سنہ ۱۵۷۸ء میں واقعہ ہوئی ڈاکٹر لیارڈ نے اس امر پر بحث کی ہے کہ آیا قیصر فرعون و والیو بھی ایک ہی ہیں اور ڈاکٹر نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ایک ہی ہیں اور اس کے اس نتیجہ کی تصدیق بھی مجھ میں ہوئی ہے۔

لیمپریری (ڈاکٹر ولیم) لنڈن سنہ ۱۷۹۱ء

اے ٹور ٹو مراکو (سفر مراکو)

مصنف ایک ڈاکٹر (سرجن) ساکن جبل الطارق ہے۔ سنہ ۱۷۸۹ء میں سلطان محمد بن عبداللہ کے بیٹے کے علاج کے واسطے گیا تھا جو بیان مصنف نے اپنے سفر سوس کا ذکر کیا ہے وہ دلچسپ ہے اور ملک و باشندگان ملک کی نسبت جو کچھ تحریر کیا ہے وہ بھی قابل تعریف ہے مگر کتاب بحالت مجموعی پڑھنے کے قابل نہیں ہے۔ وہ حصّہ جو الغربیہ کے مظالم اور اس کی بدسلوکی (جو قونصلوں کے ساتھ کی) کے متعلق ہے ایک ہمعصر کی معتبر شہادت ہے۔

لنز (ڈاکٹر) رسکہ لیپزگ سنہ ۱۸۸۴ء

ٹمبکٹو۔ ریسی درچ مراکو۔

اردو بار ہوا اسکا ترجمہ فرانسیسی زبان میں بھی طبع ہوا ہے

ان میں سے ایک جلد مراکو کے متعلق ہے گویا ملکی حالات کا ایک خلاصہ ہے اور چونکہ جس جس کتاب سے استفادہ یا اقتباس کیا ہے اسکو تسلیم نہیں کیا اس سے کتاب کی وقعت میں کچھ فرق آگیا ہے۔ نقشہ جو دیا گیا ہے کچھ زیادہ قابل تعریف نہیں ہے تصاویر عمدہ ہیں۔

لانہ (مینوئل جی) اور ادرگنیز
طرسو اسپیڈرڈ سنہ ۱۸۷۹ء

ایل امپیریودی مراکو
یہ ایک مختصر سی کتاب ہے مگر ملک و باشندگان ملک کے حالات بخوبی تحریر کئے گئے ہیں۔ تاریخی حالات بھی کچھ کچھ مرقوم ہیں۔ آخر میں اون معاہدات کو درج کیا ہے جو سنہ ۱۹۶۰ء سے لے کر اسپانیہ کے ساتھ ہوتے آئے ہیں لاکن اس میں مصنف کا اپنا کوئی مضمون بھی نہیں ہے۔

پیری لوٹی (ولیو ولغنٹ) جولن (پیرس سنہ ۱۹۰ء

مراک
اس میں مشرقی سیاحت کا حال دلکش عبارت میں تحریر کیا ہے۔ اس میں اس سفارت کا تذکرہ ہے جو سنہ ۱۸۸۹ء فرانس سے فاس میں گئی۔ اس مراکوی زندگی پر بحث کی گئی ہے لاکن یہ کتاب اس کام کی نہیں ہے کہ اس سے واقعات کے متعلق استصواب کیا جائے۔

میبکنزی دونلہ لندن سنہ ۱۸۸۶ء

رپورٹ اون دی کنڈیشن آف مراکو۔ (اطلاع نسبت حالت مراکو) یہ کتاب ایک مختصر سا رسالہ ہے جو انٹی سلیوری سوسائٹی کی جانب سے جاری ہوا۔ ملک کی حالت پر بحث کی گئی ہے۔ ناواقف اشخاص پڑھ کر کچھ فائدہ اوٹھا سکتے ہیں۔

(میرالٹ) (انڈرین ماریس) پیرس سنہ ۱۸۴۳ء

ریلیشن دی۔ سی۔ کوئی پیسے دمینس لی رویایومی دی مراک دولسپی (نی ۱۷۲۷) جسکون سنہ ۱۷۳۷ء
اگرچہ مصنف کا نام چھپا ہوا ہے مگر ایرے گاو (؟) اسے ایم میرالٹ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ بہرحال کتاب تاریخی لحاظ سے ایک مفید نسخہ ہے۔

المکاری (احمد) لندن سنہ ۱۸۴۳ء

ہسٹری آف دی محمڈن ڈائنیسٹیز ان سپین (اسپانیہ کے اسلامی خاندانوں کی تاریخ) (مترجمہ پیکول دی گیانگوی) نفع الطیب (دو جلد)
اصل میں یہ کتاب بطور یادگار کے ہے اور افریقیہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ پہلا ترجمہ جو سیڈرڈ کے ایک پروفیسر نے کیا تھا وہ کچھ ٹھیک نہیں ہے المکاری مصنف نہیں۔ بلکہ مولف ہے۔ مگر چونکہ وہ حوالجات دینے میں سخت محتاط ہے اور جہاں کہیں استفادہ کرتا ہے اس کو تسلیم کرتا ہے۔ اس لئے اسکی تصنیف کو تحت

کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اس نے یہ کتاب مصر میں ہندرھویں صدی میں تحریر کی تھی۔

میلٹزن (بینج وان) لیپزگ ۱۸۶۳ء

دی جہری ایم نارد وسٹن حان افریقہ (چار جلد) کتاب نہایت محنت سے لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ جا بجا تاریخی واقعات بھی تحریر ہیں۔ سواحل مراکو و مراکش کی ساخت کا تذکرہ کیا ہوا ہے۔ مراکش کو مصنف دمشق و مغرب کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ بعض مقامات میں مصنف نے ذاتی مشاہدات بھی درج کئے ہیں۔ مگر ان پر اعتبار کرنے میں کافی احتیاط درکار ہے۔

مارسنٹ ڈاکٹر اے پیرس ۱۸۸۵ء

لی مراک

یہ ایک مختصر سی کتاب ہے مصنف نے اپنی طرف سے کچھ بھی ترمیم نہیں کیا۔ کیونکہ وہ ایک ملک کی زبان سے محض ناواقف نہ تھا۔

مارمول کیراجل لیوس گرنیڈا ۱۵۷۳ء

دسکرپشن جنرل دی افریقہ (سہ جلد) (بیان افریقہ)

یہ کتاب گویا مراکو کے واقعات کا ایک ذخیرہ ہے اور تین سو سال تک اس سے استفادہ ہوتا رہا ہے اور مورخین نے بھی اس کتاب سے بہت فائدہ حاصل کیا ہے۔ مارمول گرنیڈا کا باشندہ تھا۔ قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ پڑا آٹھ سال تک افریقہ میں رہا۔ کتاب سوم چہارم مراکو کے متعلق ہے۔

المراکشی (عبدالوحید مراکشی ۱۲۲۴ء) لیدن ۱۸۴۷ء و ۱۸۸۱ء الجزائر ۱۸۹۱ء ۱۸۹۳ء

المعجب فی تلخیص اخبار المغرب۔ اسکا ترجمہ فرانسیسی زبان میں ای۔ فیگنن کیا ہے۔

المراکشی نے صرف عہد موحدین تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھا ہے اور اسکا بیان ہے کہ اسے سابقہ تاریخیں ہاتھ نہیں لگیں اس امر واقعہ سے اس کتاب کی قیمت اور بھی دو بالا ہو جاتی ہے کہ اس میں ایسے ایسے واقعات بغیر اسراف کے جمع کئے گئے ہیں۔

مارٹی میری (اوی کٹی ایچ۔ ڈی۔ لا) لندن ۱۸۸۹ء

جنرنیراں دا کنگڈم آف خیر انیڈ ٹو دی کسٹ آف مولائی حسن (مملکت فاس کا سفر و دربار مولائے حسن کی سیر) اگرچہ کتاب میں بڑے بڑے اہم اور کار آمد واقعات مندرج کئے گئے ہیں اور ہرچند نقشہ جات جو اس میں متعلق رستہ دئے ہوئے ہیں مفید ہیں

مگر کتاب فی الحقیقت نامکمل ہے اور نہیں معلوم ایسے قابل مصنف نے کیوں اس کتاب کو نامکمل رکھا۔ مصنف مذکور سے بہت سی باتیں درج ہونگی لعید تھی جو درج نہیں ہوئیں ترجمہ بالکل بہتا ہے۔ کاشکے مصنف از سر کتاب تصنیف کرے۔

میس لیٹری۔ لی۔ گمٹی ایل دی اسپیر مل ۱۸۷۶ء ۱۸۶۷ء
۔ ترینیز دی پیکس دے دی کرس آف داکوشنس واسٹوریز وغیرہ دوحصے۔ وغیرہ۔
اس کتاب سے تاریخ مراکو کی بنسبت کم ہی کوئی کتاب زیادہ مفید ہوگی۔ دیباچہ میں جو خلاصہ خط وکتابت وعہد نامجات درج کیا ہے۔ وہ بہت مفید ہے اور وہ علیحدہ بھی شائع ہوا ہے۔

پیبرس ۱۸۸۶ء
رلیشین اسے کرس دی افریقہ۔
یہ ایک عمدہ تاریخی کتاب ہے اور ان نسخہ جات میں سے ہے جو اطمینان بخش طور پر مراکو کے حالات کے جامع ہیں اور باقی بربری رشتہائے کا بھی تذکرہ مندرج ہے۔

مارولے (ایبدی۔ دی) مسٹر دوم ۱۷۷۵ء
رلیشین دی ایل افیر دی لاریکے۔
مصنف کا نام کتاب میں نہیں دیا گیا ہے مصنف غامعلوم الاسم ہے ۱۷۶۵ء میں اہل فرانس کو جو ناکامیا لاریکے میں ہوئی اسپر بحث کی ہوئی ہے نیز مصنف نے اپنی دو سالہ قید کے حالات لکھے ہیں جب کہ فرانسیسی قیدوں کا جمعدار مقرر کیا گیا تھا۔ مصنف مراکو اور وہاں کے باشندگان کے متعلق بہت کم لکھا ہے۔

میسوا (دبلیو۔ الیس) دیکھو فکشن صفحہ ـــــ۔
دیکھو ضمیمہ صفحہ

ہندوکا رہیرو نیموا لس بو ۱۷۰۰ء
جرنیدا دی افریقہ
جس میں مصنف بھی موجود تھا نیز ان قیدیوں کے حالات قلمبند کئے ہیں جو مسلمانان مراکو کے ہاتھ پڑے اور ان کے زر فدیہ کے بارہ میں قلم فرسائی کی ہے۔ یہ کتاب بھی جہاں تک تاریخ مراکو کا تعلق ہے معتبر متصور ہونی چاہیے۔

میندیز افرینڈو دی بسوا الکنیڈ شل سنہ ۱۷۳۲ء

ہسٹوری دی تنجیر
طنجہ کے حالات کی جبکہ وہ زیر قبضہ پرتگیز تھا ایک عمدہ تاریخ ہے۔ (سنہ ۱۶۶۲ء) اس کے زمانہ سلف کی بھی مختصر سی تاریخ لکھا ہے۔ آخری پرتگیز گورنر نے یہ تاریخ جمع کی تھی۔ اس میں اس کے سوا کچھ درج نہیں ہے کہ طنجہ کس طرح فتح ہوا اور کون کون گورنر مقرر ہوا گورنروں کی فہرست دی ہے اور ان کی لڑائیوں کا حال جو اہل مراکو سے ہوئیں درج کیا ہے۔

مرسیر ارنسٹ پیرس سنہ ۸۸-۱۸۹۱ء

ہسٹری دی افریقہ ..... تین جلد۔
اس کتاب کے جو باب زمانہ سلف کی تاریخ کے متعلق ہیں وہ نہایت اعلیٰ ہیں۔ بعد میں ابن خلدون۔ روض القرطاس۔ دالریانی سے استنباط کیا ہے گویا یہ کتاب ایک مکمل و باقاعدہ عمدہ تاریخ ملک بربر ہے اگرچہ مراکو کی بابت کوئی نئی بات اس میں درج نہیں ہے۔

کنسٹینٹن و پیرس سنہ ۱۸۷۴ء

قدیم ہسٹری دی اسٹابلشمنٹ دی عرب
ابن خلدون و دیگر مصنفین کے منتشر واقعات کو جمع کیا ہوا ہے اس میں زیادہ تر ہلالی عربوں کے نقل مقام کا ذکر ہے جو گیارہویں صدی میں واقع ہوا ہے۔ بہر صورت کتاب بہت فائدہ بخش ہے۔

میری وکولمب فرانسسکو میڈرڈ سنہ ۱۸۶۴ء

جی الیاجا و اکسٹرا آونیریا ماروکوس سنہ ۱۸۶۳ء
اس میں کوئی نئی بات مندرج نہیں ہے صرف سفارت کی پارٹیوں کا ذکر ہے۔

فونٹ بارڈ (جی) لندن سنہ ۱۸۹۴ء

امینگ دی مورز سکیچز آف اورینٹل لائف
اہالی مراکو کے درمیان قیام
فاس کے سفر کا دلچسپ طریقہ میں تذکرہ کیا ہے اگرچہ حسب معمول کوئی بات نہیں لکھی۔ اکثر تصاویر کتاب میں دکھائی گئی ہیں کتاب کے اکثر مقامات میں بلا بر مذاق بھی ہے

موٹ لی سیور جی پیرس سنہ ۱۸۸۳ء ہسٹوری دی کنگوسٹ دی مولائی اسمٰعیل سے کتاب دلچسپ اور اسکا مصنف

ایک قیدی ہے جو کچہ تعلیم یافتہ بہی تہا۔ جو کچہ واقعات اس شخص نے حوالہ قلم کئے ہیں وہ اوسکے سنے زیادہ قابل اعتبار ہیں۔ کہ وہ ایک باشندہ مراکو کی زبانی سنے گئے ہیں۔ جو اتفاق سے مصنف کے ساتھ قید تہا۔ اور اچہا عالم تہا۔

پیرس سنہ ۱۷۰۲ع | ریلیشن دی لا کیپٹویٹی دو سیور موٹ ونس لیس۔ رالوجی دی نیرا سے ٹی مراک۔

مصنف نے اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے ذاتی تجارت تحریر کئے ہیں اور ایسے کار نامے سے کئی باب پر کئے ہیں۔ قیدیان یورپ کے حالات کے سوا اور کچہ نہیں لکہا۔ کیونکہ مصنف نے گیارہ سال تک قیدیوں کا ساتہہ دیا تہا۔ کتاب میں کچہ زیادہ تاریخی واقعات مندرج نہیں ہیں۔

اوکلے یا دری سائمن لندن سنہ ۱۷۱۳ع | این کونٹ آف سوتہہ وسٹ بربری (بیان جنوب مغربی بربر)

کتاب کا نام ایڈمنڈ کے نام پر ہے جو کیمبرج میں عربی کا پروفیسر تہا اور مصنف کا نام جو مراکو میں مقید تہا نامعلوم ہی رہا ہے ملک و باشندگان ملک کا حال بالعموم صحت کے ساتہہ لکہا ہے اور قیدیوں کی تکالیف کا حال بہت موثر زبان میں تحریر کیا ہے۔

اولیوری (مینوئل) بارسلونا سنہ ۱۸۹۳ع | مراکو

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کتاب دلچسپ ہوگی امید کم ہے اسکا مدعا در اصل ہمیشہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی طرح ہسپانیہ کی مداخلت کا جواز ثابت کیا جائے۔

سنٹ لولن (رپائیڈو) دی پیرس سنہ ۱۷۹۵ع | ریلیشن دی ایمپائر دی مراک (تعلقات سلطنت مراکو) طبع ثانی لیوس شانزدہم کا خاص حکم تہا کہ مراکو و فاس سلطنتوں کے طرز معاشرت حکومت۔ مذہب وغیرہ کا صحیح صحیح حال ارقام کیا جائے بنابریں اس کے سفیر نے حالات درج کئے اسوقت کے سفیر و زمانہ حال کے سفیر کے استقبال کا مقابلہ کیا ہے۔

اولواڈ اکٹر فلپ) میڈرڈ سنہ ۱۸۸۱ع | الاموجر مراکوی

یہ کتاب اطمینان بخش ہے۔ مصنف طنجہ میں سفارت کے ساتھ ڈاکٹر تھا۔ اور اس نے اس کتاب کو بڑی محنت سے لکھا ہے۔ مصنف نے مراکوی عورت کے حالات ارقام کئے ہیں خواہ وہ عربی ہو بربری ہو یا یہودی ہو اور القرآن کے قوانین متعلق مستورات کو مختصر طور پر تحریر کیا ہے۔ تصاویر کتاب کی قدر کو کچھ کم کرتی ہیں۔ فرضی معلوم ہوتی ہیں۔

پیڈک جورہ — میڈرڈ سنہ ۱۸۱۶ء

نیریٹو آف دی شپ رک آفدی آسویگو

ساحل سوس پر جو تکالیف امریکوی ملاحوں کو پیش آئیں ان کا بیان ایک نہایت عمدہ طریق پر لکھا گیا ہے۔ رسم و رواج باشندگان پر خوب بحث کی ہوئی ہے۔

پیٹن چارلس آے — لندن سنہ ۱۸۷۹ء

ماسماسنرو مراے رونگ سٹون (گردگاں برگنبد)

اس کتاب میں دیگر کتاب سے اقتباس کیا ہے مراکو و دیگر مقامات کی زندگی کی تصویر کھینچی ہے طرز تحریر خوش آئند ہے۔

پیلو جارج

دیکھو نکلسن صفحہ

پیلو ٹامسن — لندن سنہ ۱۷۳۶ء

کیپ ٹونی وایڈ ونچر رانی لونہہ بر بری۔ (جنوبی بربر میں قید و سرگذشت)

ایک انگریز فالمتھ کے رہنے والے کا جو چھوٹی عمر میں بحری قزاقوں کے ہاتھ قید کیا گیا (۱۷۱۵ء) حال نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھا ہوا ہے۔

کرنیل جیمس نے بھی اس کتاب ۔۔۔ کا تذکرہ کیا ہے۔ بر بتھوت کا بیان ہے کہ پیلو مکناس میں سفیر رسل کے پاس گیا اور اپنے تجارب اس کے سامنے ظاہر کئے۔ اس کتاب کی عبارت میں صرف و نحو کی غلطیاں بہت ہیں۔

لندن سنہ ۱۸۹۰ء

یہ ایک جدید نسخہ ہے جس پر ڈاکٹر رابرٹ براؤن نے شرح لکھی تھی۔ مراکوی زندگی کا حال خوب ترقیم کیا ہے۔ مصنف تیئس سال تک مراکو میں رہا ہے اور چند سال تک سلطانی فوج میں افسر بھی رہا ہے۔ اس کتاب سے یہ ظاہر پایا جاتا ہے کہ مراکو میں طریق عمل میں کس قدر کم تبدیلی ہوئی ہے۔

بیش لڈوگ لیمپرگ

مراکو

ایک مسافر کے خطوط جو ہمراہ سفارت جرمنی تھا

میں گیا۔ دوبارہ طبع کرائے گئے ہیں۔ معمولی کتاب ہے۔

پیفری کیرس (اوین)
لندن سنہ ۱۸۸۱ء

امریکن کلچر اینڈ پرونکشن آف سبجکٹ ان مراکو (دعاوی امریکہ در حفاظت رعایا ملکی) اس میں صرف مصنف اور سابق قونصل کا باہمی تنازعہ درج ہے یہ کتاب کوئی تاریخی نسخہ کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔

پیریز دل ٹورو فیلپ
لندن سنہ ۱۸۸۰ء

اسپانہ ان ایل لورسے دی افریقیہ
اگرچہ بلحاظ صحت واقعات تو اس کتاب کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی مگر تالیف میں احتیاط اور محنت نظر آتی ہے۔

پیریز ٹرا السلیا
لندن سنہ ۱۸۷۳ء

اے ونٹر ان مراکو (مراکو میں موسم سرما)
مصنف نے اس کتاب میں تعائر نظر سے کام نہیں لیا صرف طنجہ کی حالت موجودہ اور اس کی سابقہ حالت کا مقابلہ کیا ہے۔

ہینری (رفیل)
میڈرڈ سنہ ۱۸۹۳ء

ہسپانیہ کے قلاع واقع مراکو کے حالات مرقوم ہیں مصنف جنگی دفتر (وار آفس) کا ایک ملازم ہے کتاب میں نقشہ جات وغیرہ اکثر درج ہیں۔

فلپس (تھامس)
لندن سنہ ۱۶۸۵ء

(تھامس فلپس کی قید)
یہ ایک دلچسپ مختصر سی کتاب ہے ایک بحری کپتان نے جو مکناس میں قید رہا ہے اپنی ذاتی تجارب تحریر کئے ہیں اس سے بحری قزاقوں کے حالات روشن ہوتے ہیں۔ پی پیس کے نام جس نے مصنف کو شاہ چارلس کے پیش کیا تھا معنون ہے۔

پکارڈ ورا یڈمنڈ
برسلز سنہ ۱۸۹۳ء

المغرب الاقصے۔
اس کتاب میں صرف ڈنمل سفیر بلجیم (سنہ ۱۸۸۸ء) کے سفر کے حالات لکھے ہیں اور اچھے لکھے ہیں۔ مصنف کا مذاق فرانسیسی ہے جس کی کتاب میں ظاہر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

پلنڈیٹی۔

دیکھو تتمہ صفحہ

پالی بلیس

دیکھو تتمہ صفحہ

پورٹر (جین)

پریڈوارجوسی، مارکویز دی) میدرڈو ۱۸۵۹ء

دیکھو فلکشن صفو

حالات افریقیہ تاریخ سیتہ

کینز کی کتاب جو اس نے طنجہ پر لکھی ہے اور کتاب ہذا تقریباً ایک ہی جیسی ہیں۔ بہت مختصر ہے ضروری واقعات نہیں قلم انداز کئے گئے ہیں۔

نیپولی۔

دی اپور نوپرفرنج مرانسسکو دی سیین جو آن کسر لا ۱۷۰۲ء

ملاحظہ ہو تمتمہ صفو

مشن ہسٹوریل دی مراکو

سفارت فرانسسکو کی تاریخ ہے جو بہت مفید ہے اور سابقہ تاریخ عیسائیت بری مختصر لطور یادداشت تحریر کیا گیا ہے۔ سترہویں صدی کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ اس صدی کے اخیر میں مصنف بکتاس مں فرار ی (خانقاہ) کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ کتاب اپنی قسم میں بہت نفیس ہے۔

رائچ ایڈورڈو لندن ۱۸۷۷ء

دی کنٹری آف دی مورز (ملک موراں)

نام غلط رکھا گیا ہے۔ مضمون کتاب یہ ہے کہ ترپولی واقعہ بربر سے قیروان تک سفر اہالی مراکو کا ذکر تک بھی نہیں۔

روضتہ القرطاس۔ ابوالحسن ابن ابی زرع الفاسی یا صالح بن عبدالحلیم الغرناطی

الانیس المطرب۔ روضتہ القرطاس فی اخبار ملوک المغرب وتاریخ مدینتہ الفاس۔

اس کتاب کی تصنیف دو مضمون کی طرف منسوب کی جاتی ہے جن کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ ابن ابی زرع کو نقاد کتاب ہذا نے ترجیح دی ہے۔ روضتہ القرطاس کے وجہ تسمیہ میں بھی شبہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ فاس کے متصل زری بن عطیہ نے ایک باغ لگایا تھا جس سے اس کا یہ نام پڑ گیا۔ روضتہ القرطاس میں سلطنت مراکو کا ذکر اس کے شروع سے لیکر چودہویں صدی تک درج ہے اور اسمیں واقعات اہم اور قدرتی نظارات کے دلچسپ خلاصہ جات مندرج ہیں۔ جو واقعات کتاب ہذا میں مرقوم ہیں وہ محتاج تصدیق نہیں۔

ریلیس ...... دی لامرسی دیکھو نالسک۔

رینو (امیلین) پیرس سنہ ۱۸۴۶ء

سلطنت مراکو کا جغرافیہ۔
یہ کتاب اہل فرانس نے چھپوائی تھی۔ مصنف کو ذاتی واقفیت ملک کی نسبت نہیں ہے۔ نہ ہی اسکو باشندگان ملک سے دریافت کرنے کا کافی موقع ملا ہے۔ اس میں ایک نقشہ بھی دیا ہوا ہے۔ جو کسی قدر مفید ہے اور مقامات کے طول بلاد و عرض بلاد درج کئے ہیں۔

اپارس (جی) میڈرڈ سنہ ۱۸۹۳ء

مراکوس۔ السریف۔ ملیلا۔
یہ کتاب محض ایک پولٹیکل رسالہ ہے جسمیں گورنمنٹ ہسپانیہ کو تحریک کی گئی ہے کہ جو علاقہ اس کے مراکوی مقبوضات کے گرداگرد ہے اُسے طلب کرے۔

لے الجزز انیڈ پیرس سنہ ۱۸۴۴ء

بحری سفر مراکو۔
ایک ساحل کے رہنے والے نے دلچسپ طرز میں یہ کتاب لکھی ہے۔ جس میں انگریزوں سے نفرت دلانے کی کوشش کی ہے۔

رچرڈسن (جیمس) لندن سنہ ۱۸۶۰ء

ٹریولز ان مراکو۔ یعنی سیاحت مراکو (دو جلد)
اس کتاب کا نام غلطی دہ ہے۔ مگر یہ نام رکھنے میں مصنف پر الزام عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ کتاب اسکی وفات کے بعد شایع ہوئی ہے۔ کپتان کیو نے کتاب کے شروع میں جو دیباچہ لکھا ہے۔ اس سے کتاب کی رہی سہی وقعت بھی جاتی رہی ہے۔ حالات کی نسبت مفید اطلاع کلکٹران سے لی گئی ہے کتاب کی عبارت غیر موزوں اور ناگوار ہے۔

رلی (جیمس) لندن سنہ ۱۸۱۷ء

جہاز امریکہ۔ (الگرس) کی گمشدگی۔
کیپ بارواکے متصل جہاز ساحل پر پھینکا گیا۔ عربوں نے کپتان رلی اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔ اور موگیڈار میں لے آئے اگرچہ مصنف ایک دقیقہ رس اور غائر نظر سے واقعات لکھنے والا ہے۔ مگر اکثر بہت بے پھوہڑ سے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔

ریپڈا۔ ملاحظہ ہو فکشن۔

روہلفس (جیرہرڈ) بریمن سنہ ۱۸۶۷ء لندن سنہ ۱۸۷۴ء — ریزن ٹرپ مراکو۔

سرگذشت مراکو۔ (ونڈ ڈوریٹ نے جرمن سے ترجمہ کیا۔) کتاب پڑھنے کے قابل ہے خاص کر جہاں تک اس کا ادنٰے طبقات سے تعلق ہے۔ ڈاکٹر رولفس نے تن تنہا مراکو میں پاپیادہ بہت لمبا سفر کیا۔ مسلمانوں کا لباس پہن لیا تھا۔ نہ اس کے پاس زادِ راہ تھا اور نہ وہ زبان جانتا تھا۔ وہ ملک کے ان حصص میں گیا ہے۔ جہاں عیسائیوں کا جانا ناممکن ہے۔ جو اغلاط اس سے ظہور میں آئے ہیں۔ ان سے کتاب کی وقعت میں بہت فرق آگیا ہے۔

مراکو کی علم ادب پر ڈاکٹر مذکور نے جو کتابیں بعد میں لکھی ہیں وہ کچھ قابل قدر نہیں ہیں اور ان میں صرف دیگر اشخاص کی تجارب سے استفادہ کیا ہے۔

روچن لے الکسس — پیرس سنہ ۱۷۹۱ء

بحری سفر مذعا سکنہ

مصنف نے ایک فرانسیسی جہاز میں بطور ایک بحری منجم کے سفر کیا تھا۔ جب ڈاکٹر پرگمان و جینیر سنہ ۱۷۶۷ء میں آصفی کو گئے تھے۔ مصنف نے مراکو کی تعریف کی ہے۔

رسل (ریورنڈ مچل) — اڈن برا سنہ ۱۸۳۵ء

ریاستہائے بربری کی موجودہ حالت و تاریخ۔ مراکو کا سرسری حال ارقام کیا ہے۔ زیادہ تر جیکسن علی بے۔ ولیمپریری کی تصنیفات سے یہ کتاب تالیف کی گئی ہے۔ اس میں مصنف نے اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں لکھا۔

صالح بن عبدالحلیم۔

ملاحظہ ہو روضتہ القرطاس

سلسٹ۔

ملاحظہ ہو تتمہ صفحہ

شلیگنٹ ویٹ — ریڈورڈلینبرگ سنہ ۱۸۶۳ء

جنگ ہسپانیہ و مراکو سنہ ۱۸۵۹ و ۱۸۶۰ء

ایک افسر ساکن بویریا۔ اس کتاب کا مصنف ہے۔ اس جنگ کی اطلاع بڑی صحت کے ساتھ دی ہے۔ اپنی قسم میں نہایت اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ مصنف اپنی کتاب جب اس کے اپنے ہاتھ کی یادداشت لکھی ہوئی۔ ڈاکٹر برون کے مجموعہ میں ہے۔

ہوفر — دین سنہ ۱۷۸۳ء

مراکو و فاس

یہ ایک مختصر سی کتاب ہے۔ مگر واقعات کے لحاظ سے بہت مفید

ہے۔ اس میں ملک کے حالات بہت اچھی طرح بیان کئے گئے ہیں۔

سکاٹ (الگزینڈر) ملاحظہ ہو فکشن صفحہ

سکاٹ اکونل کے۔ ایس الف۔ لنڈن سنہ ۱۸۴۲ء سیاحت مراکو والجزائر۔ اس کتاب کا اصلی منشاء یہ ہے کہ ان الزامات کی تردید کیجائے جو فرانسیسی اخبارات امیر عبدالقادر پر تھوپ رہے تھے۔ اسکا مصنف ایک انگریز ہے جو امیر موصوف کے ہاں ملازم تھا۔ مراکو کے حالات اس میں درج نہیں ہیں۔ تاہم مصنف نے تازہ فاس تطاوین وغیرہ کے حالات درج کئے ہیں۔ اگرچہ ناکمل طور پر بیان کئے ہیں اور انکی صحت بھی مشتبہ ہے۔

سائیلیکیس ملاحظہ ہو تتمہ۔ صفحہ

سیگر ادمن برٹ سنہ ۱۷۹۷ء حیات مولائی تازہ Ziez (مترجمہ رابرٹ ہیرن) فرانسیسی زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ فرنکولیس المعروف سعدی ادریس مصنف دراصل جرمن کا باشندہ تھا۔ درمیان میں مسلمان ہوگیا۔ لیکن بعد میں کیڈز میں جاکر پھر عیسائی ہوگیا۔ دربار مراکو میں وہ ہسپانیہ کیطرف سے غالباً جاسوس تھا۔ مسٹر ہیرن کا خلاصہ تاریخ مراکو بھی مفید اور قابل قدر ہے۔

سیران دی لارلور جنوری سنہ ۱۷۴۹ء تذکرہ مولائی محمد ولد مولائے اسمٰعیل۔ مولائے اسمٰعیل کے ہونہار خلف رشید کا تذکرہ ہے مختلف کتب سے تالیف کیا ہے اور شینیلا کی کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے مصنف کا مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی طرح گورنمنٹ مراکو کے ظلم و تعدی کی شکایات رفع ہوجائے اور یہیں غرض اس نے سارے نقائص ظاہر کئے ہیں۔

دی سسٹری رجولین لے) بارسلونا سنہ ۱۸۹۲ء بورلودد مراکو دراصل سرجوسی۔ تھامسن کی کتاب کا ترجمہ ہے تصاویر جو اس میں درج کی ہیں۔ غلط معلوم ہوتی ہیں۔ بہرکیف کتاب قابل خواند ضرور ہے۔

سٹل (الکناہ) ملاحظہ ہو صفحہ

شا اکسفورڈ سنہ ۱۷۳۸ء بربری اور لیوانٹ کی سیاحت یا مشاہدہ۔ اس کتاب

میں صرف الجزائر و ٹیونس کا ہی ذکر ہے مراکو کی نسبت کچھہ بھی نہیں لکھا۔

شیلے - ملاحظہ ہو فکشن صفحہ -

سلے (کیپٹن اے۔ ڈبلیو) لندن سنہ ۱۸۵۷ع

یہ ایک معمولی رسالہ ہے۔ اس میں مفید واقعات مندرج نہیں ہیں۔

سٹرہیو - ملاحظہ ہو تتمہ صفحہ -

سٹٹفیلڈ (ایف۔ اے۔ ایم) لندن سنہ ۱۸۸۶ع

المغرب بارہ سو میل مراکو کے درمیان سے۔
کتاب میں نہایت دلچسپ قصص وحکایات بیان کی گئی ہیں۔ اور خوش طبعی کا اظہار اکثر مقامات میں کیا گیا ہے۔

مصنف کو اس ملک کی بد آئینی سے خاص دلچسپی تہی۔ اور وہ چاہتا تہا کہ جو ظلم و تعدی عیسائیوں وغیرہ کے ہاتہہ سے رعایائے مراکو پر ہو رہی ہیں کسی طرح اسکا انسداد ہو اس کی رائے نیک تہی۔ مگر الجزائر کے حالات سے اس کو زیادہ واقفیت ہونی چاہیئے تہی۔ (نیز ملاحظہ فکشن صفحہ)

تفیلٹا لندن سنہ ۱۶۶۹ع

تفیلات (ٹے ٹافیلیٹ) کے بعض حصص کا مختصر وعجیب بیان ہے۔ مصنف مراکو میں سرکاری ملازم تھا۔ اور جو واقعات کتاب میں درج ہیں سب سماعی ہیں۔ کتاب ہر سہ زبان یعنے فرانسیسی۔ ولندیزی اور جرمنی میں شایع ہو چکی ہے

طنجہ لندن سنہ ۱۶۶۴ع

طنجہ کا بیان۔
(اس کا کچہہ حصہ ہسپانیوی زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ کتاب میں مصنف کا نام نہیں دیا گیا)

پرانی طرز کی کتاب ہے اور بالکل خوبی سے معرا ہے۔ اسمیں لکہا ہے کہ مراکو میں ایسے انسان ہیں جن کی آنکہیں اور منہ سینے میں ہیں۔ اس میں یہ بھی لکہا ہے کہ انگریزوں کو بحری قزاقی اختیار کرنی چاہیئے۔ جو ایک جائز طریق وجہ معاش ہے۔

تہامس مارگرٹ لندن سنہ ۱۸۹۲ع

طنجہ اور ہسپانیہ کے درمیان سے ایک دوڑ۔
مصنفہ اسٹریلیا کی رہنے والی ہے۔ لکھتی ہیں کہ یہ امر کانی مشہور ہے کہ طنجہ جہاز سے اترنے کے واسطے غیر مناسب مقام ہے۔

اور اس کے سفر کے تاریخ سے یہ شہرت زیادہ ہو جائے گی۔

تھامسے ریمنڈ — پیرس سنہ ۱۸۴۵ء

لی مراک اے سس کارا و بنیز

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے یہ کتاب بڑی مفید ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تصنیف میں بہت محنت کی گئی ہے۔ تہامسے کتاب میں فرانسیسی خیال تحریر ہے۔ اسواسطے اس نے جو کچھ دوسری اقوام کی نسبت لکھا ہے اسکو نظر انداز نہ کر کے یہ کتاب واقعی تعریف کی مستحق ہے۔

تھامسن (جوزف) — لندن سنہ ۱۸۸۹ء

سیاحت اٹلس و مغربی مراکو

اس کتاب کا مصنف ایک مشہور شخص ہے۔ گو اٹلس کے دشوار گذار حصوں کے حالات لکھے ہیں۔ اس تصنیف میں اسوجہ سے ایک نقص رہ گیا کہ مصنف زبان ملک و اطوار باشندگان سے محض نابلد ہے اور اسوقت کی وجہ سے وہ ملک کے اکثر حصص کی نسبت دریافت کرنے سے قاصر رہا ہے۔ باوجود اس کے جغرافیہ ملک و اصلیت باشندگان کے متعلق مفید حالات درج کئے ہیں۔ نقشہ جنوب مغربی مراکو بہت عمدہ ہے۔ مگر اس کا بہت سا حصہ قیاسی ہے۔ تہامسن نے بہت بڑا کام کیا ہے۔

لسٹ چارلس — پیرس سنہ ۱۸۷۷ء

تحقیقات متعلق جغرافیہ مراکو۔

یہ کتاب بڑی قیمتی اور معتبر ہے۔ اس کتاب سے جو قیاسی علم جغرافیہ بعض مقامات کی نسبت تہا وہ منسوخ ہو گیا ہے نقشہ اور فہرست مقامات کے متعلق مسلک کی ہے۔ بڑی کام کی چیزیں ہیں۔ اس مصنف کی اور بھی تین تصنیفات ہیں۔ جنہوں نے اسکی شہرت کو قائم رکہا ہے۔

ٹارس (ڈیگو وی) — سیولا سنہ ۱۵۸۶ء

سلطنت مراکو کی اعلےٰ قسم کی تاریخ ہے سنہ ۱۵۰۲ء سے شروع ہو کر سنہ ۱۵۷۵ء پر ختم ہوتی ہے۔ مصنف ہسپانیہ کا رہنے والا تھا۔ اہل مراکو کا حال بالکل بے تعصبانہ لکہا ہے۔

ٹراٹر کیپٹن فلپ — ڈی اڈنبرا سنہ ۱۸۸۱ء

ہماری سفارت اور اہل مراکو۔ راو رمشن محمودی کورٹ آف مراکو۔

باوجود اغلاط کے عام کتب سے یہ کتاب بہت اچھی

ہے۔ مصنف نے صرف وہی امور قلمبند کئے ہیں جو اس کے اپنے مشاہدہ میں آئے ہیں اس کا بہترین حصّہ وہ ہے۔ جو فاس کے متعلق ہے۔

ٹروٹن تھامس — لندن سنہ ۱۷۵۱ء

ظلم بربری

عیسائی غلاموں کی نہایت دلچسپ تصویر کھینچی ہے۔ خلیج طنجہ میں جہاز ٹوٹ گیا تھا۔ اسّی آدمی گرفتار کر کے بارہ ہزار پونڈ کی ضمانت میں جو بابت سابقہ زر فدیہ واجب الادا بیان کیا جاتا تھا مقید کیے گئے۔ واقعات مینہ قابل اعتبار نہیں۔

العفرانی محمد سنہ ۱۷۱۱ء — پیرس سنہ ۱۸۸۹ء

تاریخ خاندان سعدی مراکو سنہ ۱۵۲۳ء لغایت سنہ ۱۹۲۳ء ترجمہ نزہتہ الھادی۔ مصنفہ ہوداس۔ تمام کتاب دلچسپ اقعات سے لبریز ہے اور اس امر سے آگہی وقت زیادہ ہو گی

ارکہارٹ (ڈیوڈ) — لندن سنہ ۱۸۵۰ء

ابرام ھرقل (پلرز آف ہرکلیز) دو جلد

کتاب بہت دل پسند اور مفید ہے۔ اگرچہ مصنف کا ذاتی علم محدود تھا۔ پھر بھی مراکو کی نسبت اس نے بہت کچھ دریافت کیا ہے۔

ارسٹازو۔ فرانسسکو — دی-اے-ڈی) میڈرڈ سنہ [illegible]ء

دیا حبس پور مراکو

اس کتاب میں جو مختصر ہے مراکو و باشندگان کے حالات بہت صحت کے ساتھ ارقام کئے ہیں مصنف اسی ملک میں پیدا ہوا اور طالب عبدالقادر بن الجلالی کے نام سے ملک میں سیاحت کرتا رہا۔

ملا بوروطیا ونسس لاس — آرڈوی میڈرڈ سنہ ۱۸۸۶ء

یہ کتاب دراصل ایک سفر کی ڈایری ہے اور ان چند اوراق میں اس نے جو کچھ لکھدیا ہے وہ دوسروں نے ضخیم جلدوں میں بھی نہیں لکھا۔ البتہ اس میں کوئی نئی بات نہیں۔

والیس مسٹر ہاورڈ — لندن سنہ ۱۸۸۲ء

طنجہ میں ایک موسم سرما اور بہار میں گذرنا

مصنف نے اپنے حلقہ کے دوستوں کی دلچسپی کتاب کے متعلق دیکھی ہو گی۔ فی الحقیقت کتاب ایک قسم کی تاریخ کی ڈائری ہے

معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے احباب نے اسکی تعریفکی ہوگی جس کی وجہ سے یہ عوام میں بیش کی گئی۔ ورنہ معاملہ برعکس ہوتا۔

واٹسن (آر سپنس) لندن سنہ ۱۸۸۰ء

سیر وزان (اے وزٹ ٹو وزان)

ڈاکٹر واٹسن کے رہنما نے ہر مقام پر یہ ظاہر کیا کہ ڈاکٹر مذکور شریف وزان کا سالا ہے۔ اسوجہ سے جہاں کہیں وہ گیا اسکی بڑی عزت ہوئی۔ اور اس نے بھی مراکو کی مہمانداری اور تواضع کی بڑی تعریف کی ہے۔ چونکہ وہ بے تعصب شخص تھا۔ اس لئے اہالی مراکو کے اخلاق کی بہت تعریف کی ہے اور اسکو زیادہ عرصہ ان کے درمیان رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اسلئے ان کے نقائص اسے معلوم نہیں ہو سکے۔ بنابریں اس کے مشاہدات دلچسپ اور قیمتی ہیں۔ اور اسکی کتاب قابل اطمینان ہے

وائیٹ (ایڈورڈ) ملاحظہ ہو فکشن

ونڈس (جوہن) لندن سنہ ۱۷۲۵ء

سفر لکھتا ہے بموقعہ سفارت سٹیوارٹ سنہ ۱۷۲۱ء

یہ کتاب بھی ان مقبول کتب میں سے ہے جن کے بہت ترجمے ہوئے ہیں اور بڑی اشاعت ہوئی ہے۔ ونڈس کی شہادت قابل اعتبار متصور ہونی چاہئے کیونکہ وہ ایک بلا واسطہ گواہ ہے اس کتاب میں محل مکناس کا ایک نقشہ ہے جو مشہور گوئیش دلندیز نے تیار کیا تھا اور ایک جلسہ میں مولائی اسمعیل وغیرہ کی تصویر کھینچ کر دکھائی ہے۔

وائیٹ۔ ملاحظہ ہو فکشن صفحہ

الزیانی (ابوالقاسم احمد) طلسان سنہ ۱۸۱۲ء پیرس سنہ ۱۸۸۶ء

الترجمان المعرب عن دول المشرق والمغرب

پروفیسر ہوڈس نے پندرھویں باب کا ترجمہ کیا۔

مصنف مراکو میں سرکاری ملازم تھا ملازمت سے علیحدہ ہو کر تاریخ لکھنی شروع کی۔ اس میں ترکوں اور مراکو کے حکمران خاندانوں کے متعلق مفصل بحث کی ہے اور بطور تتمہ اپنی سیاحت کی حالات بھی دئے ہیں۔ صرف باب پانزدہم مراکو پر ہے۔ مصنف مولائے اسمعیل کا سکریٹری آف اسٹیٹ تھا۔ اور اس حیثیت میں جو اس کے ذاتی تجارب ہیں انسے کتاب کی وقعت وقدر بہت بڑھ گئی ہے۔ بلحاظ طرز بیان ذخیرہ کوئی دوسری عربی تاریخ الزیانی سے لگا نہیں کھاتی اور

مضامین کو ایسی عمدگی سے سلسلہ وار بیان کیا ہے کہ حد تعریف سے باہر ہے۔

ملاحظہ ہو۔ دغتہ القرطاس

مقام مراکو بعالم فسانہ (فکشن)

جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ کئی ایک دور دست ممالک فسانہ نویسوں کے خیال کا مرجع رہے ہیں اور انکی نسبت مختلف قصص و حکایات حیز تحریر میں آگئی ہیں تو ہمیں تعجب آتا ہے کہ مراکو نے اسمیں بہت کم حصہ لیا ہے قصے کہانیوں میں مراکو کا تذکرہ آیا ہے اور کنایۃً یا صراحۃً اس کے بحری قزاقوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے مگر الشاذ ایک دو مضمون کے تمام اشخاص نے جسقدر فسانے وغیرہ تحریر کئے ہیں وہ ملک مراکو کی غلط تصویر کھینچتے ہیں اور آجتک کوئی بھی ایسی معتبر کتاب نہیں لکھی گئی جس سے مراکو و باشندگان کی حالت کا پورا پورا نقشہ اتر آئے۔

پیلی جارج لندن ۱۵۹۴ء ملک مراکو کیطرف سب سے اول اول قصہ نویسوں کی توجہ منعطف ہوئی ہے جنکی تصنیفات بذریعہ تماشا اور کھیل عوام کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اس کے بعد عام قصہ نویسوں کے خیال نے ادہر پلٹا کھایا چنانچہ تین سو سال گذرے ہیں کہ تین بادشاہوں کی مشہور لڑائی پر جس میں ڈان سیباسٹین کام آیا ہے اُسوقت کے اکثر مصنفین نے اپنے قلم کا زور دکھایا ہے سب سے مشہور کھیل جو اسوقت بنایا گیا وہ پیل کا کھیل ہے جو اسنے القصر کی لڑائی کی نسبت لکھا ہے اگرچہ اس کھیل کو شکسپیر اور بن جونسن نے بنظر حقارت دیکھا ہے کیونکہ اس میں یہ نقص ہے کہ اہل باشندگان مراکو کی حالت کما حقہ نہیں ظاہر کی گئی۔ انگلش مین شک نے کیطرف بہت دلچسپی دکھائی گئی ہے۔

وائٹ اڈورڈ ۱۵۷۹ء ایک نظم ایڈورڈ وائٹ کے نام سے مشہور چلی آتی ہے جس میں مخصوص طور پر بربر کی خونخوار لڑائی کا تذکرہ ہے۔

ڈرائیڈن ایک صدی بعد ڈرائیڈن اپنی کتاب ڈن سیباسٹین میں ان خوفناک واقعات سے استفادہ کیا ہے جو پیل کے کھیل میں مذکور ہیں۔ اس کھیل کی نسبت سنٹسبری

بری نے یہہ اعتراض کیا ہے کہ حالات و اطوار ملک و دقت کا لحاظ بالکل نہیں رکھا گیا مگر اس سے بھی بڑھکر یہہ ہے کہ اہل اسلام کی بنسبت جو کچھہ تحریر کیا ہے وہ کچھہ محض فضول ہی سے بھی زیادہ ہے۔

سٹل الکناہ لندن سنہ ۱۶۷۳ء

سٹل نے ایک کھیل نام شاہزادی مراکو لکھی ہے جیپر ڈرائیڈن اور لنفبٹ نے نہایت بیرحمی کے ساتھہ نکتہ چینی کی ہے۔ فی الحقیقت اس کتاب میں مراکو کے متعلق کچھہ بھی نہیں لکھا اور جو دربار مراکو اور وہاں کے عشق و تعشق کا ذکر کیا ہے وہ حالات مراکو سے بلکل مختلف ہے۔ سنہ ۱۶۸۲ء میں سٹل نے ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام وارث مراکو ہے مگر اس میں زیادہ تر حالات الجزائر کے ہیں۔ اسی زمانہ کے غریب کیلڈرن نے جو ایک مشہور ڈراماٹسٹ (تمثیل نویس) ہسپانیہ کا رہنے والا ہے ایک کتاب لکھی جسمیں باشندگان ممالک یورپ کو اس ملک میں قشعۂ غلامی لگانیکا ذکر ہے۔ نیز اس نے ایک پلے (تمثیل) ایک شاہزادہ مراکو فی الاصل کے عیسائی مذہب قبول کرنیکی بنسبت لکھی ہے۔

کونہیک۔ جیان جے۔ ایل پیرس سنہ ۱۸۴۴ء

اس کتاب میں ایک خوبصورت یہودی عورت مسماۃ سول ہیکوہل کی شہادت کا ذکر ہے اسی عورت کے متعلق لیکے انانیو نے ایک ڈراما لکھا ہے اصل بات یہہ ہے کہ ان کتابونمیں واقعات درج نہیں ہیں یوں ہی خیالی اور کتیاسی لغویات درج ہیں نہیں معلوم کہ یہہ قصہ نویسی یا فسانہ نویس اصحاب ایک ملک کے متعلق کیوں غلط بیانیاں کرتے ہیں اور وہ کیوں ایسے ممالک کے متعلق قلم نہیں اٹھاتے ہیں جن سے وہ بخوبی واقف ہیں۔

شیلی

شعرامیں سے کم از کم شیلے ایک ایسا شخص ہے جسنے اپنی کتاب ٹرنج آف اٹلس میں مراکو کا ذکر کیا ہے لاکن سوائے نام کے اور کچھہ بھی تحریر نہیں ہے۔ یہ کتاب اٹلس کے غریب لکھی گئی ہے اور مسٹر شیلے نے نہ درستے لکھا ہے۔ کہ اس کتاب میں نسان کے واسطے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

بائرن اُس کی نظم میں صرف کسی مقام پر مراکو کا نام آیا ہے اس سے زیادہ کچھہ نہیں

لشو اس کتاب میں لشو کی تحریر سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے۔ کہ مصنف حالات مراکو سے محض ناواقف ہے۔

مارلو ادتھیلو کی طرح اس نے بھی تحریر کیا ہے۔ کہ شاہان مراکو وفاس کے چہرے جنہوں نے تیمور اعظم کے آگے گردن اطاعت خم کی تھی۔ پورے درجے سیاہ تھے اور برونگ نے بھی ایسا لکھا ہے۔

بل۔ ایک نظم میں جو حال ہی میں لکھی گئی ہے۔ مسٹر میکن بل نے ایک کتاب جس کے معنی اذرے کبس۔ متصل مناگون میں۔ لکھی ہیں۔

ڈڈلیر چارلس رسل سنہ ۱۸۴۱ء مراکو کے متعلق فسانہ لکھنے والے اشخاص بہت کم ہیں ان اشخاص میں سے جنہوں نے سب سے پہلے اس بارہ میں قلم اٹھایا ہے ایک ڈڈلیر ہے۔ اس کی کتاب میں تطاوین میں اجنبیوں کے حالات زندگی مندرج ہیں۔

میبو ولیم۔ الیس لندن سنہ ۱۸۵۱ء دس سال بعد ڈاکٹر طمیلو نے جو امریکہ کا رہنے والا تھا۔ ایک کتاب لکھی ہے جسمیں اس نے مصدقہ تاریخی واقعات درج کئے ہیں۔ اس کتاب سے اسقدر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ دیگر مصنفین کی نسبت مراکو کے حالات کے متعلق کچھ زیادہ واقفیت رکھتا تھا۔ اگرچہ وہ بھی مراکو یا بربر کے باشندوں کی پوری پوری تصویر کھینچنے سے قاصر ہیں۔

لون لندن سنہ ۱۸۸۷ء اس کے بعد جو قصہ مراکو کی نسبت لکھا گیا ہے جس کے مصنف کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ اسکا لکھنے والا ایک باشندہ امریکہ تھا۔ محمد نبانی نے جو کتاب لکھی ہے وہ فسانہ کے نام کی مستحق نہیں ہے۔ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو بلحاظ علم ادب محمد نبانی کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔

میل کالنس مٹلک لندن سنہ ۱۸۹۰ء شاید خراب ترین کتاب جو اس ملک کے متعلق لکھی گئی ہے وہ اس مصنفہ کی کتاب ہے۔ مصنفہ نے ایک سرسری مسافت طنجہ لتطاوین تک کیا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ تین دیسی رئیس مصنفہ پر عاشق ہوگئے۔ اگر کوئی اس کتاب کا مطالعہ کرے تو مراکو کی نسبت اس کے

عجیب وغریب خیالات ہوں۔

ہیل کین جلد و لندن سنہ ۱۸۹۱ء ہیل کین کی کتاب قابل تعریف ہے اور بہت سی کتب پر جو الزام لگائے ہیں ایک طرح سے ان کا کفارہ کرتی ہے۔
مراکوی زندگی کے حالات بڑی احتیاط اور غایر نظر سے تحریر کئے گئے ہیں چھوٹے طبقات سے لیکر اعلےٰ طبقات تک تشریح کی ہے البتہ جہاں کہیں مراکو یا اہل مراکو کے عیوب بیان کئے گئے ہیں وہاں تو غلو سے کام لیا ہے اور جہاں کہیں اس کی خوبیوں کا ذکر آیا ہے وہاں سے خوب گریز کیا ہے اور اکثر واقعات میں غلطی بھی کی ہے اور ایسے واقعات بھی حوالہ قلم کئے ہیں جنکا وقوع پذیر ہونا از قبیل محال ہے۔ بہرکیف کتاب پڑھنے کے قابل ہے۔

سٹٹ فیلڈ سیف ایم (لندن سنہ ۱۸۹۱ء) جو واقعات اس کتاب میں درج ہیں وہ محض غلط ہیں نیز اس میں مہمانوں اور گردوں دعوت کا ذکر ہے البتہ ابتدائی فصل میں مصنف نے کچھ اپنی طرف سے ارقام کیا ہے زیادہ تر ذکر اس میں اس سفر کا ہے جو جیس بارہ سو میل کی راہ گھوڑوں پر طے کی ہے۔

ڈاسن اے جی (لندن سنہ ۱۸۹۸ء) ڈاسن کی کتاب کا نام بسم اللہ ہے اس میں مصنف نے مراکوئی زندگی کی تصویر کھینچنے کی کوشش کی ہے اس میں سخت تکلف کیا گیا ہے اور جو کچھ مذکور ہے وہ مراکو کے متعلق معلوم نہیں ہوتا۔ بہرصورت بسم اللہ قابل تعریف ہے۔

پورٹر اجین (لندن سنہ ۱۸۸۰ء) مصنف نے بربروں کی بہادریوں کی نسبت تحریر کیا ہے جس میں عجیب عجیب تغارات کا تذکرہ ہے۔ مدبر کا نام ابن حمو ظاہر کیا گیا ہے اور یہی بھیس ہیں وہ اہل ہسپانیہ سے لاریکا واپس لیتا ہے اور پھر تطاویر میں پونچکر فوت

گریر کے اورٹ (لندن سنہ ۱۸۹ء) ایک حکایت وائرس ٹیلیگرافی اور جنگ کی نسبت تحریر کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ایک دن کسی مراکوئی بندرگاہ پر قیام کیا ہے اور وہاں سے چند مقامی ناموں کی نسبت واقفیت حاصل کی ہے

ہارڈنگ ڈیوس نیویارک سنہ ۱۸۹۳ء یہ کتاب دوسری کتابوں سے بالکل مختلف ہے۔ اس میں ناممکن الوقوع حکایات مندرج ہیں۔ یہ مضامین ابتدا

میں امریکہ کے میگزینوں میں چھپتے رہے۔ فسانہ کی ایک اور قسم ہی ہے۔ یا یوں کہو کہ واقعات کو فسانہ کے ساتھہ مخلوط کیا گیا ہے۔

مارٹو پاٹری — کلونی سنہ ۱۷ء
یہ ایک مختصر سی نہایت دلچسپ کتاب ہے۔ مصنف کا نام نہیں معلوم ہے۔ اس میں مولائے اسمعیل کی درخواست کی نسبت جو سنہ لوئس چہاردہم کی لڑائی کے واسطے کی تھی حالات مندرج ہیں۔

کپتان بائیل جیونڈ — لندن سنہ ۱۷۲۶ء
اس کتاب میں کپتان رابرٹ بائیل کے بحری سفر و دیگر حالات درج ہیں لیکن اصلی شخص کتاب کے لکھنے والا ایک رابرٹ چیونڈ ہے۔ ۱۷۳۰ء میں اسکا بزبان فرانسیسی ترجمہ ہوا۔ اگرچہ بعض قصوں میں ایسی رنگ آمیزی دکھلائی ہے کہ وہ اصلی معلوم ہوتے ہیں مگر زیادہ تر مبالغہ کیا گیا ہے البتہ ڈاننس کردسو کے متعلق جو کچھ انتقام کیا گیا ہے وہ امر واقعہ ہے مگر گوسیور کی ایسی صورت نہیں ہے۔

ریپرڈا اس تمایر لیٹی — تذکرہ ریپرڈا لندن سنہ ۱۷۴۰ء
تذکرہ ڈیوک ریپرڈا سفیر ولندیزان در ہسپانیہ۔ بعد وزیر اعظم ہسپانیہ۔ ازاں بعد سپہ سالار افواج مراکو۔ ڈیوک کے حالات میں امورات عجیبہ مذکور ہیں جو فسانہ کے نام سے تعبیر کئے جا سکتے ہیں۔ یہ شخص مختلف عہدوں پر ممتاز رہا ہے اور عجیب آدمی گذرا ہے۔

وائنڈ ہاؤ جیمز — لندن سنہ ۱۷۴۸ء
جیمز ونڈسٹ کے حالات زندگی اور دیگر سرگذشت ہائے عجیب مرقوم ہیں۔ بقول گریبرگ مفید ترین کتاب ہے جس میں مراکو کے متعلق نہایت مفید اطلاع دربارہ جغرافیہ و تاریخ دی گئی ہے۔

سکاٹ الیگزینڈر — ادن برا سنہ ۱۸۲۱ء
زندگی کی بیہودہ الیگزینڈر سکاٹ نے کی ہے مگر ویسے کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ ... ٹمبکٹو کی طرح ناگرتک پہنچنے کا دعوے کیا ہے۔ مگر اسکا سارا بیان معتبر نہیں۔ اس کتاب کا ماخذ چند فرضی تحریرات متعلق مراکو ہیں۔ بعد ازاں سنہ ۱۸۹۱ء میں بمقام میڈرڈ ایک اور رسالہ شائع ہوا مگر وہ قابل تشریح نہیں۔

حصۂ سوم

مراکو کی اخباری دُنیا

کوئی ایک صدی منقضی ہوئی ہے کہ ایک مورخ نے یہ لکھا تھا کہ زمانہ سلف میں جس چیز کی کمی تھی وہ اخبار ہے۔ اور افریقہ کی جہالت حماقت اور غلامی کی زیادہ تر یہی وجہ ہوئی کہ اسوقت وہاں اخبار کوئی نہ تھا۔ بربریں چھاپہ کے نام سے لوگ ناواقف ہیں۔ سکائین کے اخبار کا ایک نامہ نگار تحریر کرتا ہے (سنہ ۱۸۷۳ء) کہ اگر کوئی شخص ان کتابوں سے جو اسوقت چھپی ہیں مملکت مراکو کے حالات علم حاصل کرنا چاہئے تو اسکو معلوم ہوگا کہ یہ کتب جو تاریخ مراکو کے ماخذ قرار دے گئے ہیں کسقدر ناقص اور غیر مکمل ہیں چونکہ اخبار اور چھاپہ مراکو میں نہیں تھا اس لئے سولہا وقت تاریخی نشانات کو مٹاتا چلا گیا ہے اور جو ماخذ تاریخ مراکو کی نسبت دستیاب ہو سکتی ہیں وہ صرف ان سیاحوں کی تحریریں ہیں جو ملک میں گذرے اور ان کی تحریریں ہی کسی معتبر بنا پر بنی ہیں مگر موجودہ زمانہ میں مراکو کی حالت ویسی نہیں ہے اور بہت سنور گئی ہے۔ اسوقت وہاں چھاپہ خانہ بھی موجود ہے اور اخبارات کے ذرائع سے غیر ممالک والوں کو وہاں کے حالات معلوم ہو رہے ہیں اور یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ مراکو جس کو دست قدرت نے اسقدر سامان بہم پہونچائے ہیں وہ کیسے ردی حالت میں پڑا ہوا ہے۔ سب اوّل ہی سنہ ۱۸۸۰ء میں مسٹر گرگوری۔ ٹی۔ ربرنیز نے سنہ ۱۸۸۰ء میں یہاں چھاپہ خانہ قائم کیا اور بتاریخ ۲۸ فروری ۱۸۸۳ء میں عمارت اخباری دُنیا کا بانی ہوا ہے۔ بتاریخ مذکورہ اس نے ایک اخبار بنام المغرب الاقصےٰ نکالا ۱۸۸۴ء میں ٹائمز آف مراکو کے ساتھ المغرب الاقصےٰ کو ملا لیا گیا۔ اُسوقت زبان انگریزی میں یہ اخبار جاری ہے۔

سنہ ۱۸۶۰ء۔ ایک اخبار بزبان ہسپانیہ شائع ہوا تھا۔ اس اخبار کی اشاعت کا صرف یہ مدّعا تھا کہ اس جنگ کے واقعات جو اسوقت ہو رہی تھی قلمبند کئے جاویں۔ لیکن ایک سے زیادہ دفعہ اس کی اشاعت نہیں ہوئی۔ بعد ازاں سنہ ۱۸۷۰ء میں ایک ماہواری اخبار

ستاہیں شایع ہوا۔ مگر اس کا حشر ہی دوسرے اخباروں کی طرح ہی ہوا اور اسکی زندگی کچھ دن سے زیادہ نہ ہوئی۔

پھر ایک فرانسیسی اخبار مراکو میں نکلا۔ ۱۴- جولائی ۱۸۸۳ء اسکا نام لی ریپوبل دو مراک تھا۔ مسٹر لیوی اے کوہن اس اخبار کا مالک و ایڈیٹر تھا۔ مگر اس وقت سے اس کے مالک بدلتے ہی رہتے ہیں۔

دوسرے سال بتاریخ ۵- جولائی ایک انگریز اڈورڈ ڈوی- میکن نامی نے ٹائمز آف مراکو کی بنیاد ڈالی ایڈیٹر و کور کو بعد میں اس کا بیٹا یعنی موجودہ ایڈیٹر بھی اسی فرائض کی بجا آوری میں مدد دیتا رہا۔ اور آخر کار بیٹا اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ یعنی بحیثیت اڈیٹر ٹائمس آف انڈیا کام کرنے لگا۔ چونکہ مسٹر میکن مسٹر ابرہنیس کے ماتحت پوری پوری آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار نہ کرسکتا تھا۔ اس لئے اس نے بتاریخ ۱۶- جنوری ۱۸۸۴ء اسکا اخبار انگریزی چھاپہ خانہ سے شایع ہوا اور تب سے یہ اخبار ہفتہ وار شایع ہوتا ہے۔ ۱۹۰۵ء میں ایک اور مختصر سا اخبار نکالا گیا۔ مگر صرف پندرہ پرچوں کے نکلنے کے بعد بند ہوگیا۔ اور چند ہفتہ کے بعد پھر شروع ہوکر ہمیشہ کے واسطے بند ہوگیا۔ ۱۹۰۲ء کے اوائل میں مسٹر اگسٹین لیوگرو نے باماداد مسٹر آبنرگ لاریڈو ایک اخبار ہفتہ وار یعنی ال الکوباری مینو نکالا جو ہفتہ میں دوبار شایع ہوتا ہے۔ بعد ایک اخبار اوران سے بزبان فرانسیسی شایع ہوا اس کا نام لی کرس آمراک تہا اور مہینہ میں دو دفعہ شایع ہوتا تہا۔ اسکی عمر سات اشاعت سے زیادہ نہ ہوئی۔

اس کے بعد لا دیلودل پراگرسو مراکوئی نام اخبار جاری ہوا۔ اس اثناء میں عربی اور عبرانی زبان میں اخبار جاری کرنے کی کوشش کی گئی۔ لاکن کچھ سرسبز ہونے پائی۔
۱۹۰۶ء میں طنجہ کی ہسپانوی مجلس تجارت نے ایک دلچسپ ماہواری اخبار بولیٹن جاری کیا اور تھوڑی مدت بعد لا ازسٹرنا ایک ہفتہ وار اخبار بزبان ہسپانوی جاری ہوا۔ اور ۱۹۰۹ء میں ال دیریو دی طنجہ اخبار روزانہ طنجہ کے نام سے موسوم ہوا یہ پرچہ چند سال تک اچہا چلتا رہا۔ ایک اور اخبار ۱۸۸۹ء میں جاری ہوا۔ اس کا نام آئل ایمپریو دی مراکو۔ تہا۔ مگر چند ماہ تک جاری رہکر بند ہوگیا۔ سال مذکورہ میں مراکو میں پہلا عربی اخبار المغرب شایع ہوا۔ مگر اس کی عمر بھی یکسال سے کچھ ہی زیادہ ہوئی

سنہ ١٨٩١ء میں ایک عربی اخبار ہفتہ وار جاری ہوا۔ اس کا نام کا آلاسرائیل تہا۔ جرانی حروف میں لکہا جاتا تہا۔ سب سے آخر ١٩٣٣ء میں لاکرونیکا دی ٹینجر انگریزی پریس ہفتہ میں دو دفعہ شایع ہونے لگا۔ اور صرف یہ اخبار معہ المغرب الاقصے لی ریویل دو مرک۔ اوبلی ایکو ماری ٹینو کے سرسبز ہوا۔

مذکورہ بالا اخبار اندرون حدود سلطنت مراکو شایع ہوتے رہے ہیں۔ اور سب میں اس طاقت کے نقایض وغیرہ پر شد و مد سے حملے ہوتے رہے۔ عاقبت الامر بعض اشخاص کی طرف سے درخواست گذری کہ اخباروں کو کلیۃً بند کیا جائے۔ سید سعدی حاج محمد کمشنر صاحب بہادر امور خارجیہ نے حکم دیا کہ اگر یہ اخبار آئندہ انتظام سلطنت وغیرہ پر حملہ کریں گے تو اُن کی اشاعت مسدود کیجائے گی۔ اس امر کا ذکر کرنا بہی بیجا نہ ہوگا کہ یہ امر مراکو کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ اختیار ٹینجر کے متعلق مداخلت کرے کیونکہ از روے معاہدہ باشندگان ممالک کوئی ایسا پیشہ مراکو میں کرنے کے مجاز ہیں جو ان کے اپنے ملک میں جائز متصور ہوتا ہے۔

کوئی سال کے بعد پہر اس سوال پر غور ہونے لگا کہ اخبار مراکو کی منہ زوری کا کسی سخت لگام سے تدارک کیا جائے۔ مگر اس تجویز کی جماعت سفرا کے روشن خیال ممبروں نے مخالفت کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب تک اخبار مراکو جاری ہیں۔

تتمہ

مستند شہادت متعلق مراکو

وہ جملہ مورخین جنہوں نے پانسو سال قبل از مسیح کتابیں تصنیف کی ہیں۔ یا تو فسانہ نویس تہے یا شاعر اور اُن کا علم جغرافیہ بہی فرضی یا قیاسی تہا۔ ہیک ٹیئس سا لے مایل ٹس پہلا شخص گذرا ہے۔ جس کی تصنیف اعتبار کی نظر سے دیکہی جا سکتی ہے معلوم ہوتا ہے ہیک ٹیئس خود سیاح تہا۔ اور اس نے اپنے سفر کے حالات جمع کئے۔

وہ بربری اقوام فری رنگیٹی کی نسبت تحریر کرتا ہے۔ جس کے متعلق بعد میں [illegible] ڈورش نے بہی لکہا ہے اسے معلوم تہا کہ مینا گو یم اہرام ہرقل کے نزدیک واقع ہے وغیرہ وغیرہ۔ نیز یہ امر غیر اغلب نہیں ہے۔ جیسا کہ سر ایڈورڈ بانبری اپنی کتاب تاریخ جغرافیہ

ظاہر کرتا ہے کہ میلے لِزّا اور لکشتش ایک ہی تھی۔ لیکن اس بارہ میں کوئی بات نفی نہیں کہی جاسکتی اور ہنو کے جغرافیہ پر بھی پورا پورا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ بعض امور جو اس نے ارقام کئے ہیں وہ دور از قیاس معلوم ہوتے ہیں۔ ابنا سے جبل الطانق سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک بستی کی بناڈالی گئی تھی۔ یہ بستی غالباً آصلیہ یا ربات کے قریب ہوگی اور شاید یہیں ہو۔

بقول مسٹر بجیٹ میکن بستی مذکورہ اس جگہہ واقع تھی جہاں اب مازاگون کے نزدیک قصبۂ تبت جواب بیچراغ ہے واقع ہے۔ مسٹر ویون دی سنیٹ مارٹن کاربنج کا ابرالبحر کی تحریریں دیکھکر حیران رہ گیا تھا۔ کیونکہ وہ حالات سے محض نابلد تھا۔ مارٹن کہتا ہے کہ جہاں ایک معبد کی بناڈالی گئی تھی۔ اس مقام کو اہالی مراکو راس الحدایقہ کہتے ہیں حالانکہ وہاں کھجور کا درخت نام کو بھی نہیں۔ ایم تشسٹ بڑے وثوق سے کہتا ہے کہ اصلی باشندگان ملک راس الحدایقہ کے نام سے بالکل ناواقف ہیں۔ راس کا نام راس کنٹین ہے شاید یہ نام قنت الزیت سے لیا ہو۔ مسٹر کونسل وائیٹ طنجہ کا یہ اعتراض ہے کہ کنٹن کاف کلن سے لکھا جاتا ہے اور قنت قاف قرشت سے۔ چونکہ اس خوفناک مقام پر اُترنا مشکل ہے۔ اسلئے غالباً ہنو کے ہمراہی اسجگہہ اترے ہوں گے۔ جہاں اب شکارگاہ ہو۔

آدھے دن کے سفر کے بعد وہ ایک جھیل پر پہونچے۔ اب کوئی ایسی جگہہ موجود نہیں ہے جو جھیلیں مراکو کے کنارے پر مشہور ہیں وہ سب راس قنطین کے شمال کیطرف ہیں۔ اس کے جنوب میں ساحل کے ساتھہ ساتھہ صرف چٹانیں۔ نشیب یا ریتیلے قطعے زمین کے ہیں۔ نہ وہاں کسی ایسی جھیل کا نشان ہے۔ یہ بھی اغلب معلوم نہیں ہوتا کہ برسات کیوجہ سے جو ہر ایک خشک ندی کو لبالب بھردیتی ہے ردکو وہ لوگ جھیل سمجھے ہوں۔ ہاں کوئی ایسا مقام ہے جس کے قریب اس جگہہ کا ہونا اغلب ہے جس کا ہنو نے بیان کیا ہے۔ اگر اس نے واقعات کو خلط ملط نہیں کیا۔ یا اس کے مورخوں نے غلطی نہیں کی تو یہ تصور کرنا پڑیگا کہ مراکش کا ساحل ۲۳ صدی کے عرصے میں بالکل بدل گیا ہے اور حقیقت میں اس کا کافی ثبوت ہے۔

طنجہ سے مکادور امیگیڈ ور تک چالیس سے ستر فٹ تک اونچے کنارے ہیں۔ اور ربط کے شمال کیطرف جتنی جھیلیں ہیں وہ سب انہیں بلندیوں کی وجہ سے ہیں۔

اسی طرح کہیں کہیں زمین بھی بیٹھ گئی ہوگی۔ جس حالت میں صفی کی پہاڑی ہنلو کے زمانے میں فیصل یا جھیل ہوگی : دریائے تنسفت کا دہانہ ایک راس ہوگا۔ ہاتھیوں اور دوسرے جنگلی جانوروں کا گرد و نواح میں کثرت سے ہونا باسانی سمجھ میں آسکتا ہے کیونکہ اس سے چار صدی بعد پلنی کے زمانے میں بھی کثرت سے پائے جاتے تھے اگرچہ آجکل یہ صحرائے میں کہیں نہیں دیکھے جاتے۔

اس جھیل سے روانہ ہوکر اہل کارتھیج نے ساحل کے ساتھ ساتھ پانچ شہر آباد کئے جن کی جگہ تلاش کرنا اب لاحاصل ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ انکا ایک آج کل کا اجادیر ہے۔ جس کے معنی شہر پناہ۔ مگر یہ لفظ اور بھی کئی مقامات کے واسطے مستعمل ہوتا ہے۔ اسکا پورا نام اجادیر غیر ہے۔ ان کی دوسری جائے قیام کے قریب لکس یا ئے لکس تھا۔ یہ وہ دریا نہیں ہے جو آج کل لکس کے نام سے مشہور ہے۔ غالباً یہ دریا آجکل سوس یا خرا کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے کنارے پر جو لوگ رہتے تھے وہ گلہ بان اور مطمئن تھے۔ مگر ان لوگوں کا بیان ہے کہ ملک کے اندرونی حصے کے لوگ بہت خونخوار اور جاہل تھے۔ اور اس میں جنگلی درندے کثرت سے پائے جاتے ہیں اور اکثر جگہوں پر اونچے اونچے پہاڑ تھے۔ جن سے دریا بہتے تھے۔ اور انکی غاروں میں وحشی لوگ آباد تھے۔ پہاڑ تو انہوں نے خود بھی دیکھے ہونگے۔ کیونکہ کوہ اطلس کی ایک شاخ مقام اجادیر پر سمندر تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور جیسا کہ ایک مولف اپنے تجربے سے بیان کرتا ہے۔ بڑے اطلس کی برفانی چوٹیاں جہاز میں بیٹھے ہوئے باسانی دکھائی دیتی ہیں۔ جزیرہ سرن جہاں وہ بہت مدت تک آباد رہے شاید آج کل کا کرن ہوگا۔ جو رائیو ڈی اورو کے دہانے میں واقع ہے اور جس میں کچھ مدت سے اہل ہسپانیہ آباد ہیں کیونکہ اجادیر کے قریب جہاں شرح کرنے والوں نے اسکا جائے وقوع بتایا ہے کوئی اور جزیرہ نہیں ہے۔

مشہور و معروف بانی علم جغرافیہ نے سولائیس کا ذکر کیا ہے۔ اور جغرافیہ دان سائیلکس نے بھی یہ نام دیا ہے۔ اور اس سے موجودہ راس قنطین مراد لیا ہے۔ لیکن ہیرا ڈوٹس اس سے راس سپارٹل مراد لیتا ہے۔ مراکو کے بحر اوقیانوس ساحل پر اسنے صرف اسی مقام کا ذکر کیا ہے اور غالباً یہ بھی کارتھیجین ملاحوں سے سنا ہوگا۔ اس ملک کی بابت

اسکا ذاتی تجربہ نہیں ہے۔ اور افریقہ کے بحر روم کی طرف کے ساحل کی تو اسے سوائے تونس کوئی جگہ معلوم نہیں۔

سائیلکس یہی جبل الطارق (جبرالٹر) سے پرے کے ملک سے بالکل ناواقف تھا لیکن وہ راس سپارٹل کے قریب ایک مقام کو جانتا تھا۔ اس نے ایک مقام کا ذکر کیا ہے جس کے یونانی نام کے معنی "شہر لب دریا" کے ہیں۔ معنون سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایم تسٹے نے تشش دینچ میں نتیجہ نکالا ہے کہ یہ شہر اس مقام پر تھا جہاں اب طنجہ ہے مگر اس کے ساتھ یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ پرانا طنجہ ذرا جنوب مشرق کو ہٹا ہوا۔ دریائے وادالحق کے کنارے پر واقع تھا۔ یہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتا کہ اس کا پوتا مس آجکل کا القصر الصغیر ہے۔ اس کا یا نٹیوں طولیس کمپولس غالباً موجودہ ہجرین اور شرف العقب ہوگا۔ اور اس کا کیفیس لمنی میگالی آجکل کا محماراور تورت کا نشیب ہوگا۔ اسی طرح اس نے وادالعائشہ۔ وادالکیس اور پرانے شہر لکس کے مقامات کا جائے وقوع بیان کیا ہے۔ لکس وہی شہر ہے جس میں ہسپریڈیز کے بہت سے باغات تھے۔ اور آجکل اس کا جائے وقوع ایک حقیر سا گاؤں شمس تبایا جاتا ہے جو دریائے کوس پر واقع ہے۔ جس دلیسی گاؤں پالسی بسیوں کا اس نے ذکر کیا ہے وہ غالباً موجودہ رائیش کی جگہ پہ واقع ہوگا۔ اور اس میں تو کسی طرح کا شک نہیں کہ جس دریا کا اس نے ذکر کیا ہے وہ دریائے لسبو تھا۔ جو مراکش کے سب دریاؤں سے بڑا ہے جس مقام پر میدیا واقع ہے وہاں پر ہیوا اور اس نے دونوں ایک شہر کے ہونے کی بابت لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ سائیلکس کو جزیرہ سرن تک افریقہ کے ساحل کی واقفیت تھی۔ وہ راس سالوئیس کی بابت لکھتا ہے کہ وہاں ایک راس ایک دلیر پہلوان کی طرح سمندر میں بڑھی ہوتی ہے جسکے سرے پر ایک پاسیڈن (یونانی بحری دیوتا) کا مندر ہے۔ یہی راس ہے جسکا ہنیو اس طرح بیان کرتا ہے۔ اسی وجہ سے ایڈورڈ لبری کا خیال ہے کہ سائیلکس نے اس کی بابت اسی بڑے جہازراں سے سنا ہوگا۔ بہرحال اس نے یہ حالات کار تھیجین ذرائع سے معلوم کئے ہیں۔ اس نے سوالیس اور سرن کے درمیان دریائے یا ئن لکھا ہے۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ یائن وہی دریا ہے جسکو آجکل سوس کہتے ہیں۔ اور جس کو ہینو نے لکس لکھا ہے اس میں شک نہیں کہ جسکو سائیلکس نے لکس لکھا ہے وہ موجودہ وادالکوس ہے۔ اور پلینی اور اس کے بعد کے مورخوں نے بجا طور سے یونانی نام سے لکھا ہے۔ اس زمانے میں دریائے لکس اکثر

تو فنشین گاؤں تھا۔ اور دوسری طرف بھی تھا۔ سائیلکس کے خود اپنے بیان کا حوالہ ارسطو نے دیا ہے مگر اسکی کتاب کبھی کی ضائع ہو چکی ہے جو کتاب اسکی طرف منسوب کیجاتی ہے وہ بھی بعد کے مورخوں کی کتابوں سے حوالے جمع کر کے تالیف کیگئی ہے۔

ہیروڈوٹس کے زمانے سے پولیبیس کے زمانے تک ہمارے مراکو کے علم کے بہت کم اضافہ ہوا ہے۔ مگر پولیبس کو روم و یونان کی جنگ سے بہت سی واقفیت حاصل کرنے کا موقع مل گیا اگرچہ وہ ایک یونانی تھا۔ اور یرغمال کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ تاہم اس نے اپنے دوست سپیو کی مدد سے شمالی اور مغربی افریقہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ بحری سفر کرنے کی اجازت حاصل کر لی۔ لیکن بدقسمتی سے ہمیں اس سفر کا کچھ بھی حال معلوم نہیں ہاں پلینی کی پہلے درجے کی بے سروپا تالیف میں کہیں کہیں اسکا حوالہ ملجاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پولیبس نے ایک سفرنامہ لکھا تھا۔ جس سے اس کے بعد کے سیاحوں کو مدد ملی۔ مگر وہ اصلی کتاب اب ناپید ہے۔ اس سے نقل کردہ بیان میں لکس اور رافیش کے نام لکھے ہیں۔ شاید وہ موجودہ [illegible] ہوں۔ وہ ایک مقام کا ذکر کرتا ہے۔ جہاں اطلس سمندر تک پہنچتا ہے۔ شاید اس جبر سے مراد ہو۔ مگر فاصلے اور دوسرے قرائن سے پتہ لگانا بہت مشکل ہے۔ اور اگرچہ اس نے جس دریا کا ذکر کیا ہے کہ اسمیں گھڑیال بہت ہوتے ہیں وہ سوائے موجودہ درعہ کے اور کوئی نہیں ہوسکتا مگر عجیب ہے کہ اس میں گھڑیال ایک بھی نہیں ہے۔ ساحل کے جس حصے کو فنیشین قوم نے سکیارت یا سینٹ مارٹن نے کوٹنگ ہاس دکنتی گھر لکھا ہے اسپر الکارتھیجیا کی بہت سی بستیاں تھیں۔

لکس اور سیبو کے درمیان کی راس پر ایک قصبے کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ایم ٹسٹ کا خیال ہے کہ وہ موجودہ گاؤں مولائے بوسلہام کی جگہ ہوگا جو دریائے زدجا پر ہے۔ جبکہ ہم باقی اسی طرح اندازاً بیان کیجا رہے ہیں تو کہا جا سکتا ہے کہ فلومن کا سنم داد جیر ہے جو ملسا کے قریب سمندر میں گرتا ہے۔ اسی طرح مسانات ماسہ ہونا چاہیئے۔ اور فلومن سلسوم دا ملہ اسی طرح اور کئی جگہوں کی بابت اندازاً کہہ سکتے ہیں کہ ان کے موجودہ نام فلاں فلاں ہیں بہرحال پولیبس کی کتاب بہری پلس میں جس قدر مقامات کا ذکر ہے۔ ان کا آجکل پتہ لگانے کی کوشش کرنا بے فائدہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یونانی جغرافیہ دان نے ہنو کا سفرنامہ پڑھکر مقامات کے غلط نام لکھ دیئے ہیں۔ پولیبس ایسا بڑا مصنف ہے کہ ڈائیونس نے ضرور ضمنی

سے ایک صدی پیشتر اسکی بابت وہی رائے بیان کی ہے جو آج کل کے مورخ کرتے ہیں۔ کہ طریقہ تحریر کی خوبیاں کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے وہ ایک ایسی کتاب چھوڑ گیا ہے جس کو شخص پورے طور پر پڑھنے کو کافی صبر نہیں رکھتا۔ اس کی فیصلے سے اس کے مترجم بری ہیں۔ ایمیں سردانزڈ ریلیے بھی ہے جس کی ضخیم کتاب جنگ اہل کارتھیا وند ضریدیاہ عـ ۱۸۳۳ء میں چھپی تھی۔

کیس سلیس چونکہ سیزر کے ساتھ اس کی افریقہ کی مہم میں شامل تھا۔ اور نومیڈیا کا گورنر رہ چکا تھا۔ اس لئے اسنے خود اپنے کوشش سے یا اپنے ماتحتوں کے ذریعہ سے بہت کچھ واقفیت حاصل کرلی تھی۔ لیکن وہ ایک جغرافیہ داں نہیں تھا۔ جو وقت اسے جگرتھا کی لڑائی کی بابت نوٹ لکھنے سے فرصت کا ملتا تھا۔ اس میں وہ دولت جمع کرتا تھا جس سے اسنے رکم میں پہنچ کر ہا وئی سلسٹیانی تعمیر کروائے۔ جو کونسل کے واسطے ایک عجوبہ روزگار اور باعث ملامت تھے۔ لوئی کیطرح جنگی نوارنج اپنی پارٹی کے حالات سے بھری پڑی ہے۔ وہ اصلی واقعات کی نسبت عبارت کی آرائش کا بہت دلدادہ تھا۔ اسلئے اس کی ضائع شدہ کتابوں میں کچھ ہی لکھا ہو۔ جو کتابیں باقی رہ گئی ہیں وہ ایک جغرافیہ داں کی امیدوں کا خون کرنے والی ہیں۔ اسنے ملک کے اندرونی حصے کی بابت بھی کچھ تحقیقات کی تھی۔ جہاں کے باشندے بعض خانہ بدوش اور بعض مقیم تھے۔ جو جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ ان سے پرے سیاہ فام حبشی آباد تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب ہرکیولیز (ہرقل) گذر گیا تو بے لگام ایرانی۔ ارمنی اور اہل میڈیا افریقہ میں کود پڑے اہل ایران نے وہاں کی قوم میں شادیاں کریں اور ان کی اولاد کا نام نیومیڈی مشہور ہوگیا میڈیوں کا نام بگڑ کر ماری ہوگیا۔ ان دونوں قوموں نے ملکر تمام ارگرد کی قوموں کو زیر کرلیا۔ یہ سب کچھ فنیشن قوم کی نوآبادی سے بہت قبل وقوع میں آیا۔ یہ ان پیرانی افسانوں کا خلاصہ ہے جنکو سلسٹ نے جمع کیا تھا۔ تاہم بے پرواہی سے اسنے بعض ایسی حکایات بھی جمع کرلی ہونگی جو اصلی واقعات پر مبنی ہونگی۔ مراکو کے خانہ بدوشوں کے خیمے جو الٹی کشتی کی شکل کے ہوتے ہیں۔ پرانی قوم مپالا سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ سلسٹ کہتا ہے کہ ایرانی کشتیوں کو الٹا کر انمیں رہا کرتے ہیں۔ اس لئے بعد میں اسیطرح کے خیمے بنانے کا رواج ہوگیا۔ لفظ مپالہ عربی لفظ محالہ سے ملتا ہوا ہے جس کے معنی گھر یا خیمے کے

ہیں۔ سعدین سنیت مارمل کہتا ہے کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ایک قوم جو اندلس کے مسلمانوں کے حملے کے وقت بنیڈیا کے ایک حصے میں آباد تھی سبی سلطنت کے ارمنی ہونگے۔ میڈز غالباً وہ بربر قوم ہے جس کا ذکر البکری نے کیا ہے۔ میطمہ میناطم کی ایک شاخ ہیں۔ ایک اور قبیلہ اسی نام سے مشہور ہے اور مارٹیانیہ میں رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ پرشین لفظ فارسی سے بگڑ کر بن گیا ہو۔ فارسی ایک قوم ہے جو پلسیس کے بعد اس نام سے مشہور ہوئی۔ اور اب بھی بنی فراس کہلاتی اور یوگی اور ٹیڈال کے درمیان آباد ہے۔ اسیطرح اور کئی مقامات کا پتہ چل سکتا ہے۔

سٹریبو کو افریقہ کے اس حصے سے کچھ واقفیت نہیں تھی۔ اور جو تھی وہ بھی متقدمین سے حاصل کی ہوئی تھی۔ وہ شیروں۔ چیتوں اور بہاڑھوں کا ذکر کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ فلاں دریا میں مگرمچھ بہت ہیں۔ کیونکہ وہ ان چیزوں سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ وہ جوبا کی کتاب کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اور ایسے مصنف کا حوالہ دیتا ہے جس کی تصنیفات ہم تک نہیں پہنچی ہیں۔ اس وقت تک یہاں سے کارتھیجین نوآبادیاں نیست و نابود ہو چکی تھیں۔ کیونکہ الا یا لِنیش کے جنوب کی طرف کسی مستقل آبادی کے نشانات نہیں پائے جاتے۔ وہ خوب جانتا تھا کہ کوہ اطلس تمام مارٹیانیا میں پھیلا ہوا ہے اس نے چند اقوام کا بھی ذکر کیا ہے جو اسوقت وہاں آباد تھیں۔ یہ وہی تھیں جنکا سلسلہ نے ذکر کیا ہے۔ زبانی اس کے شہروں کا اب پتہ چل سکتا ہے۔

سب پرانے مصنفوں سے پلنی کو افریقہ کے شمالی ساحل کی جبرالٹر سے مغرب تک بہت اچھی واقفیت تھی۔ اسمیں صرف یہ نقص ہے کہ وہ اپنی معلومات کو اچھی طرح آراستہ نہیں کر سکتا تھا۔ سلیلے سے پرے کے ملک کا اسکو بھی صاف علم نہیں تھا۔ مگر وہ لکھتا ہے کہ اہل ملک اطلس کو دائیرس کہتے ہیں۔ شاید موجودہ لفظ دارین یا ادرارین سے مراد ہو جو بربری مستعمل ہوتا ہے وہ شکایت کرتا ہے کہ ملک کے اندرونی حصے کی بابت ارادۃً غلط بیانیاں کی جاتی ہیں۔ کیونکہ وہاں لوگ اکثر سائٹرس کی تلاش میں جاتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی لکڑی ہوتی ہے جس سے قرمزی رنگ نکلتا ہے۔ اس کی بہت قدر کی جاتی ہے۔ وہ غالباً جوبا کی تحریروں سے دیکھکر جو اس علاقے کا عالم تھا بیان کرتا ہے کہ دریائے اسانہ سالہ سے ڈیڑھ سو دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ

پولبیس کا انالس اور عربوں کا ام ربیعہ تھا۔ پلینی جیسے فوٹ لکھتا ہے وہ آجکل کا فسفلب ہے۔ اسی طرح وہ اور کئی دریاؤں کا ذکر کرتا ہے۔ جو جہازرانی کے قابل تھے وہ لکھتا ہے وادا کوس کے دہانے پر ہیسپیرا ئیڈر کا باغ تھا۔ اور نگہبان اژدھا سے مطلب دریا ہے۔ اسکی حفاظت کرتا تھا۔ پرانے کھنڈرات کے گرد کھجور کے باغات اور انگور کی باڑیوں کے نشانات پرانی کار تھیجین آبادیوں کا ثبوت دیتے ہیں مگر پلینی کا سب سے مشہور بیان یہ ہے کہ دریائے سالا مہر کے کنارے کے ساتھ ساتھ ایک ایسے قطعہ زمین میں سے گذرتا تھا جس میں ہاتھی کثرت سے پائے جاتے تھے اور وحشی لوگ آباد تھے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ جانور گڑھے کھود کر پکڑے جاتے تھے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جن جنگی ہاتھیوں کا ہیسو نے ذکر کیا ہے وہ اسی علاقے کے ہونگے۔ الجزائر میں کئی دفعہ ہاتھی دانت زمین سے نکلے ہیں۔ اور اگر زیادہ تفتیش کیجائے تو اور بھی بہت سے نکلیں۔

پمپونیس میلا چونکہ جنوبی فرانس کا رہنے والا تھا۔ اسلئے وہ جبرالٹر سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ میری جائے ولادت مارٹیانیا کا ایک گاؤں ہے وہ خود کہتا ہے کہ اس گاؤں میں فنیشن آباد تھے جو افریقہ سے لائے گئے تھے۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اتبک بھی اندلس کے تمام شہروں میں سے اس گاؤں میں مراکش رنگ بہت پایا جاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جبرالٹر اور کیوٹہ دو ہرقل کے ستون میں اور اپنے آپ کو پہلی چٹان کی تمام غاروں سے بخوبی واقف ظاہر کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ان دونوں میں چھوٹے سے چھوٹا فاصلہ دس میل ہے۔ اور یہ قریب قریب صحیح ہے کیونکہ یہ فاصلہ جغرافیہ کے مطابق سوا نو میل ہے اسی طرح اور کئی مقامات کا ذکر کرتا ہے مگر ایم فسٹ کا خیال ہے کہ شاید موجودہ غاریں جو ہرقل کے نام سے منسوب کی جاتی ہیں وہ نہیں ہیں۔ جو میلا کے وقت تھیں کیونکہ یہ صرف چکی کا پتھر کھودنے سے بنگئی ہیں۔ غالباً جبل عشاکر کی غاریں مراد ہونگی جو قدرتی طور پر بنی ہوتی ہیں۔

پلینی کے زمانے سے لیکر ٹالمی کے زمانے تک جبکہ روم و یونان کی فوجیں تواریخ کے واسطے مصالح جمع کر رہی تھیں۔ اور ان دونوں ملکوں کی نوآبادیاں دنیا کو شائستہ بنا رہی تھیں کوئی مورخ ایسا نہیں ہوا جسکو اسوقت کی شمالی افریقہ کی بابت واقعات کو قلمبند

کرنے کا شوق ہوتا۔ اگرچہ بعض مورخوں نے سلطنت کے اور علاقوں کی بابت بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر مارشینیہ اور طنجہ کی بابت بالکل کچھ نہیں لکھا۔ ہاں اسکندریہ کے ایک مصنف ڈایونیس نے ایک نہایت ضخیم کتاب میں افریقہ کے بہت سے اندرونی علاقوں کا بھی مفصل حال لکھا ہے۔ ڈاکٹر مسکیچ بیان کرتا ہے کہ اسکی طرز تحریر اور تحقیقات بالکل آجکل کے زمانے کے مطابق ہے۔ مراکو میں وہ لکھتا ہے کہ راس جیر کوہ اٹلس کی ایک شاخ کے بڑھنے سے بنی ہوئی ہے۔ اور سیولو کی جائے وقوع وہ اس جگہ بتاتا ہے جہاں اب دریائے سوس ہے۔ اگرچہ اس کے مقامات کی مختلف فاصلوں کے بیانات بالکل ٹھیک نہیں ہیں۔ تاہم ساحل کے ساتھ کی آبادیوں سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ ڈراڈس اس نے دراکو لکھا ہے۔ اگرچہ اسکا منبع اس نے بہت دور جنوب کیطرف بیان کیا ہے۔ چونکہ اس نے بیان کردہ مقامات کی جگہ اچھی طرح قائم نہیں کی اسلئے صرف اٹکل سے معلوم کرنا پڑتا ہے کہ کونسا مقام کس جگہ پر ہوگا۔

جتنی کتابیں رومی فوجوں کی رہنمائی کے واسطے تصنیف کی گئی ہیں۔ انمیں سب سے اچھی اور زیادہ ضروری انٹا منیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس نام کے ایک بیرحم اور ظالم بادشاہ کے عہد میں بنائی گئی تھی۔ اس میں شہروں کے نام اور ان کے درمیان کے فاصلے بالکل ٹھیک ٹھیک لکھے گئے ہیں۔ یہی ایک پہلی کتاب ہے جنکو مورخ پرانے مقامات کے اصلی نشانات دریافت کر سکتے ہیں۔ ایم لسٹ اور دوسرے لوگوں نے اس کی شرح لکھی ہے اور پرانے اور نئے مقامات کی تطابق میں محنت کی ہے۔

مثلاً۔ مالوا فلیومن ملویہ ہے۔ ایڈ ٹریس النوسی۔ جا فرن ہے۔ امدایڈ پرمنٹریم۔ بربری صاف ظاہر ہے کہ وادلا سے مراد ہے۔ مراکو کے لوگ ایک چھوٹے دریا کو اس نام سے پکارتے ہیں یہ دریا دہانے کے قریب اتنا گہرا ہے کہ جہاز آسانی سے ٹھہر سکتے ہیں۔

رومیوں کی یہ کتاب مراکو کے اندرونی حصے کے واسطے بہت ہی مفید ہے اور سچ یہ ہے کہ اس حصے کے جغرافیہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جہاں اسوقت رومی سپاہی آباد ہوتے تھے۔ اس کتاب میں سب مقامات کا حال باترتیب لکھا ہوا ہے کہ منزل انت

سے معلوم ہوتا ہے کہ کالونیا علی نیلسا۔ دریائے سبو کے بائیں کنارے پر تھا اسکا
ثبوت ایک نوشتہ سے بھی ملتا ہے۔ ٹیومیڈا اسی جگہ تھا۔ جہاں اب سیدی علی بن احمد
ایک تبع یعنی بزرگ کی خانقاہ ہے۔ جس کے گرد بہت سے کھنڈر ہیں۔ چونکہ یکسیلوالیسو کو یا
کا جائے وقوع دیاسالا سے سولہ میل کے فاصلے پر بیان کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ وادی مکن
اور وادی شرات کے درمیان ہونا چاہیئے۔ اور رومی فوج کے اس مقام کا کوئی پتہ نہیں
چلتا جو وادی مکن اور فدالہ کے درمیان مین مراکش قصبات کی شکل میں قائم کیا گیا تھا
تاکہ قوم طلالہ کو روکا جائے۔ جنہوں نے بیس صدیوں کے حملہ آوروں میں کسی کی اطاعت
قبول نہیں کی۔ ایک سڑک ٹولوسا ٹیلٹا سے طنجہ کو جاتی تھی۔ پہلے مقام کی بابت شک
ہے۔ شاید یہ متعبلہ۔ ذرہوں۔ یا سیدی قاسم ہو۔ تمام مقامات جن کا پتہ فسٹ روادا کرتا ہے
سے پہلے لگایا گیا تھا۔ غلط تھے۔ کیونکہ وہ پلینی کے بعض تحریروں پر مبنی تھے۔ لیوانیہ
لیوا فریقینس راستی سے بہت دور تھا۔ اگرچہ اس نے فیض میں پرورش پائی تھی۔ مارنٹ
سچائی سے اس قدر بھٹکا ہوا ہے کہ وہ لیو کی گالائی کو دریائے سیبو پر تلاش کرتا ہے جو
تیاسا سے پینتیس میل کے فاصلے پر ہے۔

ایکوا ڈسیکا سلفات کی پہاڑی کے قریب ایک گندھک سے ملے ہوئے پانی کا چشمہ
ہے وائیوپشتا جبل کودت پر ہوگا۔ جہاں البکری بیان کرتا ہے کہ ایک پرانے شہر کے کھنڈر
تھے۔ طریمیون بصرے کے کھنڈرات کی جگہ تھا۔ جو نویں صدی میں بسایا گیا تھا۔ اور بکری
کے زمانے میں اتنا بڑا تھا کہ اس کے دس دروازے تھے۔ اس کے بعد کی صدی میں ادریسی
اسکی بابت لکھتا ہے کہ ایک وقت میں یہ بہت مشہور شہر تھا۔ آجکل سوائے فصیل کے
اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اس میں کسی طرح کلام نہیں ہو سکتا کہ اوپیڈم نودم۔ القصر الکبیر اور
ابہ لوکس سیدی الیمانی ہے اور کالونیا اولیا بابا کمپٹرلیس جو سڑک سے کچھ فاصلے
پر ہے۔ الشریف ہو۔

مفروضہ مظالم آرمینا

اس میں عالی دماغ اور فاضل مؤلف نے معاملات متعلقہ ترکی اور مسئلہ آرمینیا کے مختلف پہلوؤں پر مدلل شائستہ و براہین بالکل بحث کی ہے۔ تمام اصحاب نے جنہوں نے اس کتاب کے مضامین کو پڑھا ہے نہایت زور سے اس کتاب کو جامع اور بسیط ہونے کی تعریف کی ہے۔ اردو زبان میں ایسی جامع کتاب جو روم اور یورپ کے تعلقات کو متعلق حالات سے کامل آگاہی دے سکے۔ اب تک کہیں تالیف نہیں ہوئی تھی نامہ سیمن سٹی فانو خطوط نپولین بونا پارٹ تقریر گلیڈسٹون وغیرہ کے علاوہ خلافت مآب کی کامیابی کی تصدیق شدہ پیشگوئی مندرج ہے یہ فخر اسی کتاب کو حاصل ہے کہ مسئلہ آرمینیا کے تصفیہ کے متعلق جو قیاس ۱۸۹۵ء میں اس کتاب میں ظاہر کئے گئے تھے۔ وہ درست ثابت ہوئے۔ طبع سوم۔ قیمت فی جلد ۸ ایضاً بزبان انگریزی ۸ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۱۲

تاریخ خاندان عثمانیہ

اس تاریخ میں صرف خاندان عثمانیہ کے حالات پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ضمناً کئی دیگر اسلامی سلطنتوں کے تنزل و بربادی کے حالات و واقعات اور اسباب اور یورپین پالیسی اور مشرقی مسئلہ پر بھی بحث کرنے کے ساتھ ہی ان ضروری اور مفید

اور نحویوں کی توضیح کی گئی ہے جن کے بغیر کوئی قوم مقتدر اور زندہ قوم نہیں رہ سکتی۔ یقین ہے کہ تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنے اور موجودہ یورپ اور اسلامی طاقتوں کے موجودہ و سابقہ تعلقات کے اسرار کو معلوم کرنے کے شائقین اس بسیط کتاب کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہ پائیں گے آج تک اردو میں کوئی ایسی کتاب شائع نہیں ہوئی تھی جس میں مسلمانوں کی اس واحد مقتدر سلطنت کے حالات ہوں جو صدیوں سے اسلام کی پولیٹیکل طاقت کو قائم رکھنے کا کام دے رہی ہے۔ ایسی طرح واضح طریقے جدید اصول پر لکھے گئے ہوں۔

اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اول میں ابتدائے خاندان سے سلطان محمد چہارم کے عہد تک کے حالات ہیں۔ قیمت دو روپئے اور دوسری جلد میں سلیمان ثانی ۱۶۸۷ء سے لیکر جلالت مآب سلطان عبدالحمید خان ثانی شہنشاہ حال کی تخت نشینی تک کے مفصل حالات قلمبند کئے گئے ہیں جس کی قیمت دو روپیہ چار آنہ ہے۔ قیمت ہر دو حصہ ۴ للعہ

ترکی کی موجودہ حالت اور اسکی باجگذار ریاستیں

اس رسالہ میں ترکی مصر ہنر سوئز ٹیونس طرابلس۔ بوسنیا۔ ہرزیگوینا۔ ساموس اور کریٹ کے تمدن۔ تجارت بحری اور بری ترقی تعلیم ریلوے۔ ترقی صنعت و حرفت۔ زراعت۔ مردم شماری۔ رقبہ۔ طرز و آئین حکومت اور موجودہ پولیٹیکل حالت پر بحث کیگئی ہے

نمونہ کا پرچہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جاویگا

لاہور کا مشہور و معروف

وطن

عام اخباری اغراض و مقاصد کے علاوہ اسلامی۔ ملکی۔ قومی۔ فوجی
زراعتی۔ تعلیمی۔ طبی۔ اور اخلاقی و تمدنی معاملات و مضامین پر بحث
کرنیوالا ہندوستان کا واحد اردو اخبار جس نے چند مہینوں میں ملک کے ہر طبقہ و جماعت
کے باسمجھ حصہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور انہیں تسلیم کرا دیا ہے کہ وہ فی الواقع اسم با
مسمیٰ اور ملک و وطن کا سچا خادم ہے۔ یہ اخبار ہر جمعہ کی شام کو حمیدیہ پریس لاہور میں طبع
ہو کر دفتر حمیدیہ ایجنسی سے شائع ہوتا ہے۔

شرح قیمت } روسا سے ۶ روپیہ سالانہ۔ للعہ ششماہی۔
دیگر شائقین سے للعہ سالانہ۔ دو روپیہ آٹھ آنہ ششماہی۔ کم استطاعت طلبا سے ۳
سالانہ۔ دو روپیہ ششماہی۔

پیشگی قیمت وصول ہوئے بغیر کسی صاحب کے نام اخبار جاری نہیں ہوسکتا

المشتہر

محمد انشاء اللہ سابق ایڈیٹر اخبار وکیل، مالک ایڈیٹر اخبار وطن و دفتر حمیدیہ ایجنسی لاہور